مجموعہ

پروفیسر احمد رفیق اختر

حقیقتِ منتظر، یہ آسماں بھی رستہ ہے، جہاں سورج نہیں ڈھلتا، پیمانِ ازل

۲

پروفیسر احمد رفیق اختر

مجموعہ ۲

پروفیسر احمد رفیق اختر

(حقیقتِ منتظر، یہ آسماں بھی رستہ ہے، جہاں سورج نہیں ڈھلتا، پیمانِ ازل)

پروفیسر احمد رفیق اختر

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

۲۹۷٫۵۰۴
م ۳۰ ا
۲۵۸۲۰
۱
جلد ۲

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Majmuah Prof. Ahmad Rafiq Akhtar(2) : Haqiqat-i Muntazar, Yeh Aasma Bee Rastah Hai, Jahan Suraj Naheen Dahlta, Paiman-e-Azal/ Prof. Ahmad Rafiq Akhtar.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2007.
696pp.
1. Islam - Sufism. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ
تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

2007
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1957-4

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور

Marfat.com

والدین

کے

نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

حقیقتِ مُنتظر

پیش لفظ 13

دُعا 15

پاکستان اور اسلام 17

لیکچر 19

سوالات و جوابات

پاکستان کی اسلام سے دُوری 30

تقسیمِ ہند میں مذہبی رہنماؤں کا کردار 32

اسلام کو کیسے سمجھیں؟ 34

غیر مسلموں کو مسلمان کیسے کریں؟ 36

دجّال کب آئے گا؟ 38

مذہب' انتخاب یا مجبوری 39

لیکچر 41

سوالات و جوابات

خدا کی بخشش کا یقین 49

مسلمانوں کے بھٹکنے کی وجہ 50

خدا کا انتخاب 53

متحدہ مجلسِ عمل (ایم ایم اے) کی حکومت 53

وسیلہ کی اہمیت 54

خدا سے پہلے کیا تھا؟ 56

حروفِ مقطعات 57

تصوف' آج اور کل 61

لیکچر 63

سوالات و جوابات

تصوف کا شریعت سے واسطہ 75

دنیا میں بھیجنے کی وجہ 76

اسلام میں پردے کا حکم 78

قرآن اور سائنس 79

ہمارا حال برا کیوں ہے؟ 80

شیخ کے بغیر تصوف میں کامیابی 81

مصروفیاتِ دنیا میں اللہ کیسے ترجیح اوّل؟ 81

دنیا میں جن گناہوں سے ممانعت' جنت میں اُنہی کی ترغیب 83

خداشناس صوفی یا ولی کیسے پہچانا جائے؟ 84

عالمِ دین کا انداز 85

اللہ کے دوست صرف اسلام میں ہی کیوں؟ 86

کیا مذہب بنیادی طور پر Impractical ہے؟ 87

جہاد 88

تفسیرِ قرآن 87

غیبت 89
مہدیؑ اور دجّال 90
تصویر کشی 91
اسلام اور عصرِ حاضر' عروج یا زوال؟ 93
لیکچر 95
سوالات و جوابات
مذہب اور اخلاقیات 107
دُعا 113
قرآن کے تلفظ کی ادائیگی 114
پاکستان اور اسلام 114
مسلمانوں کے زوال کی وجوہات 115
خدا سے محبت یا ڈر 116
اسلام' آج اور کل 117
لیکچر 119
سوالات و جوابات
کوشش کیوں؟ 134
جنت یا دوزخ 135
حضور ﷺ سے محبت کا اظہار 136
حضور ﷺ کی محبت صرف آپ 138
کے چہرے سے ہی نہیں
سائنس کی رُو سے مسلمانوں کا زوال 138
خلوص اور اخلاص 140
غیر مسلم بچے کا حساب 140
علم کے واسطے چین تک 141
Kat Stevens 142
وسوسہ اور الہام 142
فلاح پانے والا فرقہ 143
کمپیوٹرائزڈ نسل 143
شعور کی عمر کا تعین 144
جذبات کی مخالفت 144
اسلام میں تفریح کا تصور 145
اللہ کے ولی جو عراق میں دفن ہیں 146
فتنۂ آخر زماں 149
لیکچر 151
اسلام اور مغربی افکار 167
لیکچر 169
شخصی تاثرات 173
بڑی سرکار (ممتاز مفتی) 175
اکیسویں صدی کا ولی (جاوید چوہدری) 179
پسِ حجاب (افتخار عارف) 182
اسلام آباد میں ایک جوگی سے 183
ملاقات (عطاء الحق قاسمی)
پروفیسر صاحب (ہارون رشید) 186

یہ آسماں بھی رستہ ہے

افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش 189
مذہبی فکر میں انحطاط 194
لیکچر 194
سوالات و جوابات 210
حقیقی شہید کون ہے؟ 210
گناہ اور ثواب کے اثرات 211
حضورؐ پر جادو کیسے اور کیوں ہوا؟ 212

Marfat.com

خواتین کو ہدف تنقید بنانے کا رواج 214
اسلامی تاریخ میں سفرنامہ **216**
لیکچر 216
سوالات و جوابات 227
کیا خدا بھی خوشامد پسند ہے؟ 227
اللہ کے دوست کی شناخت 227
عصر حاضر میں اجماع کی ضرورت 228
انسان کے پاس اللہ کی امانت کیا ہے؟ 233
ایمان بیم و رجا کے درمیان **235**
لیکچر 235
سوالات و جوابات 244
امام مہدیؑ کا ظہور دین کے غلبے کی
ضمانت ہے 244
محبت اور عقیدت کا مفہوم 245
اللہ کی خشیت کا ہمہ گیر فلسفہ 254
اللہ کے خوف کی معنوی پرتیں 257
خطاب اکادمی ادبیات اسلام آباد **258**
لیکچر 258
سوالات و جوابات 272
انسان کے اختیار کی حدود 272
کامیاب معاشرتی زندگی کا راز 273
اللہ کے دوست کی توہین 274
عقیدے اور عمل کا ربط 279
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **282**
لیکچر 282
سوالات و جوابات 295
ابوجہل موحد تھا لیکن منکرِ رسولؐ کیوں؟ 295
اللہ کی واحدانیت اور رسالت کی شہادتیں 295
کیا جہاد کی فرضیت انفرادی ہے؟ 298
قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟ 300
سورہ بقرہ کا قرآنی پس منظر **301**
لیکچر 301
سوالات و جوابات 310
اسلامی ممالک میں اسلامی حکومت
کے قیام کا فقدان 310
ایمان کو مستحکم کرنے کا ایک مجرب نسخہ 312
ادب میں اقبال اور ملٹن کا مقام 313
حیات بعد ممات کا فلسفہ 313
مذہب اور سائنس **315**
لیکچر 315
سوالات و جوابات 322
مسلمان کے نصیب میں رسوائی کیوں؟ 322
عمل کے انتخاب کی کسوٹی 323
اسلام میں جارحیت کی گنجائش؟ 325
اسلام میں غریبوں کی فلاح کا نظام 326
ظہورِ قدسی کا فکری جائزہ **328**
لیکچر 328
سوالات و جوابات 342
یاجوج ماجوج کی کہانی 342
بچوں کی کردار سازی میں اسلام کا کردار 343
موحد کا خبطی ہونا کیا گناہوں سے
برأت ہے؟ 343

Marfat.com

غیر متوازن ماحول میں انسان 345
متوازن کیونکر ہو؟

جہاں سورج نہیں ڈھلتا

قائدین کی کثرت میں قیادت کا فقدان 347

نظریۂ رحمت پروردگار 351
لیکچر 351
سوالات و جوابات 359
دین کا عرفان عطا ہے یا کوشش؟ 359
کیا کبھی مذہب بھی حاوی رہا؟ 359
خدا کی عطا کا حقیقی مفہوم 360
انسان کی نیگیٹیو یا ایول سیلف کیا ہے؟ 360

دور جدید میں ثقافت اسلامیہ کی تشکیل نو 362
لیکچر 362
سوالات و جوابات 377
ذکر خدا سے روگردانی 377
اسلامی ثقافت کے فروغ کی اساسی ضرورتیں 379
گلوبل ولیج میں انسان شتر بے مہار کیوں؟ 380
دور جدید میں اسلامی کلچر کا مسخ شدہ چہرہ 383

رسالت اور علمیت 386
لیکچر 386
سوالات و جوابات 402
کیا رسولؐ قبر میں تشریف لاتے ہیں؟ 402
دین کا سرچشمہ —— قرآن یا محمدؐ 403
کیا اللہ کے لئے گرامر اور ہے؟ 404
سزا، جزا، جنت اور دوزخ کا حقیقی تصور 404

حقیقت علم اور خداشناسی 406
لیکچر 406
سوالات و جوابات 418
جہاد اور توکل میں فرق اور ارتقاء کی صورتیں 418
تصوف کی روشنی اور سائیکالوجی کے سائے 427
اللہ کا اسم ہی اسم اعظم ہے 429
کیا خداشناسی کا علم مخصوص لوگوں کے لیے ہے؟ 430

رسول مقبولؐ کی زندگی کے معنوی گوشے 440
لیکچر 440
سوالات و جوابات 450
حضورؐ پر اترنے والی وحی کا اختلاف 450
نور اور بشر کی بحث کا پس منظر 451
تکبرات سے بچنے کی سبیل 452
فرقہ بندی کا ذمہ دار کون اور سدباب کیا ہے؟ 453

سورہ فاتحہ کا قرآنی پس منظر 454
لیکچر 454
سوالات و جوابات 463
خدا ایک وہم ہے یا حقیقت؟ 463
گناہ صغیرہ اور کبیرہ میں فرق 464
خدا کے عرفان کے لیے مدت کا تعین 465
وسیلے کی کیا حقیقت ہے؟ 465

اسلام اور سائنس 469
لیکچر 469

Marfat.com

سوالات وجوابات 477
قیامت کیسے آئے گی؟ 477
خدا کی پہچان فراق میں ہے 478
گناہ کی بنیاد نفس یا شیطان؟ 483
عذاب اور آزمائش کا فرق 485

پیمانِ ازل

پیش لفظ 487
خدا کا اقرار یا انکار 489
خدا پر اعتراضات 489
ابراہیم علیہ السلام کی خداشناسی 491
قانونِ قصاص 497
حفاظتِ قرآن 498
اللہ کی یاد 500
عورتوں کی فضیلت 502
سوالات وجوابات 504
اذکار کی محافل 504
دلیل خداوندیا Blind Faith 505
کرامتِ ظاہرہ 509
نظریہ ذاتِ خداوند 512
بہترین عمر اور عمومی طرزِ فکر 512
امانتِ عقل وشعور 515
دماغ کی صلاحیت اور ترجیح انتخاب 516
قدیم اور جدید علماء 517
کرۂ مَنابَنی آدم 518
Energy of intellect 519
موجودہ بحران 520
دنیا پر دو چیزوں کی حکومت 523
توکّل 524
نیاتِ رسول ﷺ 526
امام ابوحنیفہؒ کی approach 527
بدعت 527
علم اور زمانہ 528
سوالات وجوابات 529
تصوف 529
مقصدِ تخلیقِ کائنات 531
Law of Wastage 535
تقدیرِ انسان اور سعیٔ انسان 536
داڑھی 540
ہم زاد، روح، فرشتے 542
مذہب اور ذہن 544
اسلام میں علمیت اور عملیت 546
زوالِ سلطنتِ اسلامیہ 546
دیگر نظام ہائے سلطنت اور اسلام 546
Mass Revolution 547
غلاموں کی حکومت 548
صحابۂ کرام اور بہترین زمانہ 548
مقاصدِ علم 549
حفظِ قرآن 550
Fusion Plant اور شعاعی سفر 555
قرآن کا تقاضائے علمیہ 555
نیتِ اعمال اور Nervous order 556

Marfat.com

سوالات وجوابات 558

تقدیر پر اختیار 558

اسلام میں Dogmatism 560

دعاؤں کی نا قبولیت 564

وسیلہ اور اولیاء اللہ 566

دلوں پر مہریں 567

خواتین اور قبرستان 570

لفظ مولانا اور شرک 570

عمل سے زندگی.... 571

عذابِ قبر 571

اسلام مشرق ومغرب کے تناظر میں 573

امتِ مسلمہ کی منزل 573

اسلام کی مخالفت 574

قرآن کی حقانیت 578

Homosexuality اور مغرب 580

علم اور حیثیتِ معلم 580

تہذیب 581

سوالات وجوابات 583

اسلام میں چار قسم کے نظام حکومت 583

مغربی اور مشرقی جمہوریت میں فرق 584

عمر کا ضیاع 586

Revolution کی اصل اساس 587

اللہ کی محبت 589

حزب البحر 591

مسلمان کی اللہ کی طرف واپسی 591

دجّال کا وقت 592

اتحادِ مسلم اور مختلف تنظیمیں 593

دو قسم کے ولی 597

Cultural Situation اور اسلام 597

کپڑا: توصیفی نشان 598

حدیثِ مشعر 599

حضرت عائشہؓ کی کم عمری میں شادی 600

مسلمانوں پر مغرب کا اثر 601

جشنِ بہاراں کے موقع پر ایک نشست 603

زندگی کے تین بڑے حقائق 603

اعتدال 603

خروجِ آدم 604

Christian Theology 604

یورپ کی دو بڑی تحریکات 605

Calvinist 606

مُسْتَقَرٌ وَمَتَاعٌ 607

جہاد کا مفہوم 609

مصائب کیوں آتے ہیں؟ 610

علم کے مقاصد 610

خدا: تخلیق کار 612

اخلاص 614

امتِ مسلمہ کی desperation 615

سوالات وجوابات 617

توبہ اور گناہ 617

فطرتِ انسان 620

جہاد کی فرضیت کا فیصلہ 620

جنات کی حقیقت 622

مزارات اور درگاہیں	627
تسبیح کا خوراک بننا	627
زبان میں تاثیر	628
اصلی امام مہدی	630
تسبیح اور زمانہ آخر	631
عشقِ رسول ﷺ	632
درود میں نام محمد ﷺ	633
ایمان: خوف یا امید	**635**
ایمان کیا ہے؟	635
ایمان کا Basic Fundamental	636
Counter philosophies	
ایمان اور جنت	639
ناسخ و منسوخ	641
عربوں کی دو خصوصیات	643
مادرانہ اور پدرانہ نظام	644
خوف اور مذہب	645
ایمان اور اعتدال	646
توبہ کیا ہے؟	648
سوالات و جوابات	650
خدا کی محبت اور گناہ	650
خوفِ خدا کیا ہے؟	652
اسلامی ممالک	653
قرآن میں امام مہدی کا حوالہ	655
علامہ اقبالؒ اور امام مہدی	655
برِصغیر کے لوگوں کی محبت	656
یہودیوں کی برتری	657
پیغمبر کا عصر	657
اللہ یا خدا	661
جنات: Meta physical	662
ایمان کو مستحکم کرنے کا نسخہ	662
عمران خان کے ساتھ نشست	**665**
نفسیاتِ انسان	666
زمین کی عمر اور پیمانے	666
مہدی کیسے ملے؟	668
استاد اور کردار سازی	669
قوموں کی تباہی	671
انقلاب اور قائد اعظم	672
عوامی انقلاب	672
اصولِ انتخاب	672
انگریز اور انصاف	673
سوالات و جوابات	674
موت: ظلم یا Exit	674
اسلامی قیادت	676
اسلام: جبری یا اختیاری	678
دجال اور مستقبل	682
اجماع	**685**
حواشی	696

Marfat.com

حقیقتِ مُنتظَر

پیش لفظ

آسمان کے ستاروں' بارش کے قطروں' درختوں کے پتوں' صحرا کی ریت اور زمین و آسمان کے ذروں کی مانند بے انتہا شکر و تعریف کی مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔ اکیلا اور تنہا ہونا اُس کی صفت اور بزرگی و برتری' نیز بڑائی اور اچھائی جس کی خوبی ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اُس کی ذات کی عظمت کے متعلق سوچے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کوئی دل ایسا نہیں جو اُس کی عجیب و غریب صنعتوں سے ایک لحظہ غافل رہے کہ ان کی ہستی کیا ہے اور یہ کس کی قدرت سے بن اور چل رہی ہے۔ بے انتہا درود حضرت محمد ﷺ پر جو سب نبیوں کے سردار اور ہر صاحبِ ایمان کے رہبر و رہنما ہیں۔

آج کا مسلمان اس ابہام کا شکار ہے کہ چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی کتاب اور اُس میں بیان کردہ ضابطۂ حیات کی آج کے پیچیدہ دور میں کیا اہمیت اور اس کے ساتھ کیا مطابقت ہے۔ اس ابہام کی بنیادی وجہ قرآن اور حدیث کے پیغام کو سطحی طور پر اور روایتی انداز میں دیکھنے کی روش ہے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ غور و فکر اور حکمت کے ذریعے اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تاکہ آج کی معروضی حقیقتوں کے تناظر میں اور آج کی ضروریات کے مطابق اس سے راہنمائی و استفادہ کیا جا سکے۔

ہمارے یہاں دینی معاملات پر بحث کے دوران عموماً غور و فکر اور دلیل و برہان کی بجائے جذباتیت کو مقدم سمجھا جاتا ہے' جس کے نتیجہ میں اتفاق کی بجائے نفاق کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پروفیسر احمد رفیق اختر کا اندازِ فکر سوچ و بچار پر مبنی اور فکر انگیز ہے' جو آپ سے اپنی رائے پر ازسرِ نو غور کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

قارئین سے یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ پروفیسر احمد رفیق اختر طویل عرصہ تک مختلف نظریات کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہے۔ انہوں نے ہر فلسفے' تہذیبوں کی تاریخ' ادب' تصوف اور اسلام کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حروفِ مقطعات پر بھی غور کرنا شروع کیا تو اللہ نے آپ کو اِن حروف کے علم سے بھی نوازا۔ لہٰذا جونہی کوئی بھی نام پروفیسر صاحب کے کانوں تک پہنچتا ہے تو اس نام سے جُڑی پوری شخصیت ذہن میں اُتر جاتی ہے' کیونکہ بقول

Marfat.com

پروفیسر صاحب اِن حروف میں لوگوں کے ذہنی اور روحانی حالات درج ہیں۔ آپ آنے والے سائل کو کاغذ کی ایک چٹ پر چند اسماء الٰہی اور دعائیں لکھ دیتے ہیں۔ جو انہیں پڑھتا رہتا ہے وہ جہاں اور بہت ساری تبدیلیاں محسوس کرتا ہے' وہاں وہ یقینی طور پر ذہنی سکون اور قلبی طمانیت کی دولت حاصل کر لیتا ہے جو آج کے تشویش اور بے کیفی کے دور میں بہت بڑی نعمت ہے۔

پروفیسر صاحب نے مروجہ نظریات کے ابہام کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جس سے ہر قسم کے شکوک وشبہات دُور ہو سکتے ہیں اور اسلام کی حقانیت اور صداقت اس طرح آشکار ہو سکتی ہے جس طرح سورج کی روشنی ہر تاریکی کو کافور کر دیتی ہے۔

Marfat.com

دُعا

اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

رب أدخلنی
مدخل صدق واخر جنی
مخرج صدق واجعل لّی
من لدنک سلطنا
نصیراً O
(۱۷(الاسراء):۸۰)

سبحن ربک رب العزة
عما یصفونo
وسلام علی المرسلینo
والحمد
للّٰہ رب العلمینo
(۳۷(الصفّت):۱۸۰-۱۸۲)

Marfat.com

Marfat.com

پاکستان اور اسلام

☆ لیکچر

سوالات و جوابات

☆ پاکستان کی اسلام سے دُوری

☆ تقسیمِ ہند میں مذہبی رہنماؤں کا کردار

☆ اسلام کو کیسے سمجھیں؟

☆ غیر مسلموں کو مسلمان کیسے کریں؟

☆ دجّال کب آئے گا؟

☆ یہ لیکچر 14 اگست 2003ء آرمی گیریژن ہال سیالکوٹ میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

پاکستان اور اسلام

سب سے پہلے میں آپ کو آزادی کے اس مبارک دن کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ پاکستان اگرچہ پاک لوگوں کی سرزمین ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔ آزادی کے بے شمار اوصاف ہم تک نہیں پہنچے اور اس لفظِ مبارک میں جو امن، جو قرار، جو خلوص ہے اُس سے بھی ہماری آشنائی نہیں ہوئی۔ مگر بہرحال ایک ایسی مملکت معرضِ وجود میں آئی جس کے حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس بہت ساری وجوہات تھیں۔

حضراتِ گرامی! انگریز حکمرانوں نے مسلمانوں کو حریف حکمران سمجھ کر اُن پر بے شمار نفسیاتی ذلتوں کے حربے استعمال کیے۔ اُن کے آباؤ اجداد کے وہ شاندار لباس جو اُن کی عظمتوں کی نشاندہی کرتے تھے، اپنے خادموں کو اور اپنے کم ترین لوگوں کو اس لیے پہنوائے کہ مسلمانوں کے دل میں اُن کی اپنی حقارتوں کے جذبے موجزن ہو جائیں۔ اُن کو نوکریوں سے نکالا گیا اور بہت کم ملازمتیں دی گئیں۔ سرسید احمد خان کی رپورٹ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ برصغیر میں اگر کوئی جنگ جو اور حریت پسند قوم تھی، جو غلامی سے ذہنی، قلبی اور بدنی نفرت کرتی تھی جو ان آقاؤں کے خلاف جدوجہد کے قابل تھی، تو وہ صرف مسلمان تھی۔ انگریزوں کو اس بات کا بخوبی علم تھا اور انہوں نے مسلسل کوشش کی کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ ہندو کو برتری حاصل ہو جائے۔ عددی برتری تو تھی، نفسیاتی برتری بھی دی جائے تاکہ مسلمانانِ ہند اپنی پستیٔ فکر میں ایسے الجھیں کہ بقول اقبال:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

حضراتِ گرامی! ایک اور بہت بڑا حربہ تعلیمی شعبہ میں بھی استعمال کیا گیا، جو علمی توجیہات سے متعلق تھا۔ برصغیر میں انگریزوں نے سب سے ابتدائی جو مضمون متعارف کرایا، وہ فلسفہ تھا۔ فلسفہ، جو سوال کرتا بھی ہے اور جواب مانگتا بھی ہے۔ فلسفہ جو تشکیک ہے۔ یہ فلسفہ اور یہ تشکیک اس مقصد کے تحت تھا کہ جو Dogmatic یعنی پرانی مذہبی اقدار کو چیلنج کرنے والا تھا اور اُس تشکیک نے ہماری مذہبی اقدار کو مسلسل چیلنج کیا۔ بدقسمتی سے اسلام اب وہ اسلام نہیں رہا۔ سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد، سلطان سلیمان ذیشان کی فتوحات کے بعد مسلمانوں نے یہ غلط سمجھ لیا تھا کہ فتوحات ہمیشہ ان کا مقدر رہیں گی۔ کسی قوم کے لیے شکست اتنی بری نہیں ہوتی مگر کسی قوم کے لیے مسلسل فتح اُن کے تکبراتِ ذات میں اضافہ کرتی ہے اور اُن کی علمی، ذہنی اور عقلی توجیہات کو ختم کر دیتی ہے۔ یہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔

اس مختصری دنیا میں یہ واحد نظریہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کے بعد اسلام کی اشاعت کے بعد کوئی نظریہ دنیا میں اتنا مقتدر نہیں رہا جتنا اسلام رہا۔ چاہے اپنی کمزور حالت میں تھا' چاہے بہتر حالت میں تھا۔ اسلام تیرہ سو برس دنیا کے انتہائی مقتدر مذاہب میں رہا اور اُن لوگوں نے تیرہ سو برس اپنی مخالف اقوام کو ہمیشہ احساسِ کمتری کے سوا کچھ نہیں دیا۔ یہ وہ مذہب تھا جو کبھی مغلوب نہیں ہوا۔ یہ وہ مذہب تھا جو ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں اقتدار میں رہا۔ اگر عرب گئے تو دیلمی آ گئے۔ دیلمی گئے تو سلجوق آ گئے۔ سلجوق گئے تو عثمانی ترک آ گئے۔ عثمانی ترک گئے تو تیموری ترک آ گئے اور ایک وہ وقت تھا جب سولھویں صدی میں دنیا کے تین بڑے بادشاہ تھے اور تینوں مسلمان تھے۔ اگر ایک طرف سلطان سلیمان ذیشان تھا تو دوسری طرف جلال الدین محمد اکبر کی شہنشاہی تھی اور ایران میں صفوی سلطان عباس اعظم سریر آرائے سلطنت تھا۔ اتفاق دیکھیے کہ سب کے ساتھ ذیشان لگتا ہے یا اعظم۔ یہ صرف حکمرانی کرنے والے بادشاہ تھے۔

ایک لطیفہ آپ کو پیش کرتا ہوں کہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں انگلینڈ کا سفیر آیا اور اس نے بڑے القابات جیسا کہ ملکۂ بحر و بر اور اس قسم کے القابات پیش کیے تو جلال الدین اکبر نے اپنے وزیر ابوالفضل سے پوچھا ''ایں جزیرہ نما چرا است'' کہ بھائی! یہ اتنی تعریفیں' جس کی کی جا رہی ہیں' یہ ہے کہاں۔ یعنی جس کو اتنے القابات دیے جا رہے تھے وہ ان کے لیے کتنی ناقابل لحاظ تھی۔

ایک بات کا آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ جب آقائے کائنات حضرت محمد ﷺ آئے تو عرب دورِ جہالت میں تھا۔ اگر آپ کو تھوڑا سا یورپی اور برطانوی تاریخ کا علم ہو۔ سولھویں اور پندرھویں صدی۔ یہ یورپ کے سیاہ ادوار جانے جاتے تھے۔ پھر ان سیاہ ادوار کو دور کرنے کے لیے دو بڑی تحریکیں آئیں' تحریک اصلاح دین (Reformation) اور نشاۃ ثانیہ (Renaissance)۔ ایک کو تحریکِ احیائے مذہب اور دوسری کو تحریکِ احیائے علوم کہتے ہیں۔ دونوں تحریکیں مسلمانوں ہی کی مرہونِ منت تھیں۔

حضراتِ گرامی! جب قرطبہ میں اُسّی ہزار حمام تھے۔ جب وہاں ہر گلی چراغوں سے منور تھی۔ جب اس شہر کا ایک ایک سائنسدان اِستدلال سے زمین و آسمان کی کھوج میں مصروف تھا' اُس وقت شان الیزے [1] میں گھٹنے گھٹنے پانی کھڑا ہوتا تھا اور اعلیٰ ترین بیگماتِ فرانس جب زانوؤں تک اپنے لبادے نہیں اٹھاتی تھیں' گھروں میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ کلچرل تقابلیت کی بات ہے۔

پھر وہ ہوا جو شاید نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ پیغمبر ﷺ جس نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے اہلِ اسلام تمہارا سب سے قیمتی اثاثہ علم ہے۔ تمہارا سب سے قیمتی اثاثہ اللہ ہے۔ تمہاری طاقت' تمہاری سیادت' تمہارے علم اور تمہارے خیال کا مرکز صرف اور صرف اللہ ہونا چاہیے۔ وہ رسول اللہ ﷺ جس کی علمیتِ عالیہ کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے اپنے مقصدِ تعلیم سے کبھی ایک پل کے لیے گریز نہیں کیا۔ ایک لاکھ چھتیس ہزار احادیث میں سے ایک حدیث بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعریف میں نہیں فرمائی۔ وہ اپنے مقصد سے اس طرح آگاہ تھے۔ حاکمیتِ پروردگار سے محبت اور تعلق سے وہ اتنے زیادہ منسوب تھے کہ اُس پیغمبرِ قدسیؐ نے ایک حدیث بھی اپنی تعریف میں نہیں فرمائی۔ یہ عاجزی اور یہ بے غرضی دنیا کے کسی اور اُستاد میں

---

(1) پیرس کی مشہور شاہراہ۔

Marfat.com

نہیں آئی جس نے کبھی کوئی بھی پیغام آگے پہنچایا ہو۔ یہ اس لیے تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ جانتے تھے کہ وہ آخری اُستاد ہیں اور جب تک وہ ہر بات کو جزوی کیفیت میں واضح شکل میں آگے نہیں پہنچائیں گے اس قوم سے کسی نہ کسی غلطی کے ہو جانے کا امکان موجود ہے۔ یہ سبق چلتا رہا۔ آج آپ اولیاء اللہ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ اسلام میں بہتر انسانوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ جب بھی عالم اسلام پر بحران آیا۔ کہیں حجتہ الاسلام محمد بن احمد الغزالی پیدا ہوئے۔ ایک اُستاد کے آنے سے المرابطین اور المواحدین کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ اور اللہ کے بندے اللہ کو واپس پلٹے اور دو سو سال تک اسلامی اقتدار اُندلس میں قائم رہا۔ کیا وجہ ہے کہ جب بغداد تباہی سے روشناس ہوا' پھر وہ خدا کا عظیم بندہ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوا اور دو سو برس تک اسلام کو اپنی عظمت واپس لوٹا گیا۔ یہ وہی شخص ہیں جو واپس اہلِ اسلام کو ترجیحات کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ اپنی ذات کے لیے نہیں بلاتے۔ جب برصغیر میں اسلام ابھی تشنۂ مرادِ زندگی تھا۔ ابھی اس کو پذیرائی نہیں مل رہی تھی۔ ابھی لوگوں میں اُس کی شناسائی نہ تھی تو مرشد گرامی کے حکم سے وہ شیخ عالی مقام سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ تشریف لائے۔

صوفی کوئی نرالا نہیں ہوتا' یہ کوئی حیرت انگیز شے نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ جو مذہب آغاز میں نماز اور روزہ سے شروع ہوا' اس کی اختصاصیت آگے بڑھتی ہے۔

یہ مذہب میں ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند ہے۔

صوفی وہ ہے جس کے مقاصد بہتر سے بہتر مذہب کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ کس کو معلوم نہیں کہ اسلام نماز اور روزہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر کیا اُمتِ مسلمہ سے نماز اور روزہ تک ختم ہو جاتا ہے؟ کیا کسی کالج اور یونیورسٹی کے طالب علم جب اپنی ابتدائی تعلیمات کے لیے داخل ہوتے ہیں' تو وہ اسی وقت ایم۔اے کی ڈگری لے کر نکلتے ہیں؟ ہر درسگاہ میں رُتبہ تعلیم ہے۔ ہر درسگاہ آگے بڑھتی ہے۔ ہر طالبعلم علم میں ترقی کرتا ہے۔ مسلمانوں میں علم کی ترقی شناخت پروردگار کی طرف جاتی ہے۔ آپ اعمال سے آگے بڑھتے ہوئے خدا کے وثوق' اُس کی محبت اور اُس کی ہمسائیگی تک پہنچتے ہیں۔ یہ وہ محبت ہے جس کی آرزو کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں ہوتا۔ مگر آج اس بحرانِ عالم کے زمانے میں جب ہم اپنے دلوں کو دیکھتے ہیں تو اصولی تحریکیں اتنی زیادہ ہیں۔ اعداد و شمار کا میٹرکس ہے۔ کتنی نمازوں کا کتنا ثواب ہے' کتنی نمازیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے سے کیا ہوتا ہے مگر کوئی استاد ایسا نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ خدا کی آرزو کے بغیر تمام اعمال بے کارِ محض ہیں۔ وہ اللہ جو قرآن میں یہ کہتا ہے کہ تمہاری قربانیاں نہیں۔ ان کا گوشت تو مجھ تک نہیں پہنچتا' ان کی ہڈیاں مجھ تک نہیں پہنچتیں' ان کا خون مجھ تک نہیں پہنچتا مگر وہ نیت جس سے تم ان کو قربان کرتے ہو' وہ مجھ تک پہنچتی ہے۔

زمین و آسمان میں صرف دو جواب دہیاں (Accountabilites) ہیں۔ ان دو کے علاوہ کوئی جواب دہی (Accountabilit) نہیں۔ مذہب میں اور سیکولرازم میں صرف ایک فرق ہے کہ

سیکولر شخص ان کے سامنے جواب دہ نہیں۔

Holioake' Wedlock اور Francis Bacon اس کے تین بڑے معزز فلسفی ہیں۔ Wedlock کہتا ہے کہ وہ شخص کبھی اچھا سیکولر نہیں ہو سکتا' جو اچھا Atheist نہیں اور اگر آپ اس کی لغت کے اعتبار سے دیکھیں تو مذہب کو

Marfat.com

ہر کارِعمل سے نکالنا۔ یہ سیکولر کا بنیادی مقصد ہے۔ مگر حضرات محترم! ان میں کچھ سچے بھی تھے۔ ان کے اور سوشلزم کے مقابلے میں اسلام نہیں تھا' بلکہ عیسائیت تھی۔ وہ عیسائیت جس میں عملیت کا کوئی فلسفہ نہیں۔ لہٰذا عیسائیت جیسے غیر سائنسی مذہب کو دیکھتے ہوئے اُنہوں نے اپنی زندگی کو مذہب سے بے دخل کر دیا۔

ظاہر ہے جب زمانہ آگے بڑھا' علم وحکمت کی ترقی ہوئی' وہ علوم جو انہوں نے مسلمانوں سے سیکھے' ان میں پیش رفت ہوئی۔ سینا و فارابی کی تحقیقات آگے پہنچیں۔ رازی کے لطائف پہنچے۔ ڈیکارٹ نے لفظ بہ لفظ غزالی کو نقل کیا۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں دوسو برس تک اسلامی علوم نصاب کے طور پر پڑھائے گئے۔ جب اُن کی اپنی عقل نے ترقی کی تو انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ عیسائیت جو کچھ ہمیں دے رہی ہے' وہ سائنسی نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ صحیح کیوں نہیں تھا۔ اس کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے خدا نے اپنا ہاتھ ان کتابوں سے اٹھالیا۔ کوئی شک نہیں کہ اپنے وقت میں یہ الہامی کتابیں تھیں۔ مگر جیسے پروردگار نے ان پر حکم لگایا کہ بات یہ نہیں کہ میرے پیغمبر غلط تھے۔ عیسیٰ بھی غلط نہ تھے نہ موسیٰ بھی غلط تھے مگر ان کی تعلیمات میں آمیزش کی گئی۔ ان کے فرمودات کو غلط انداز سے پیش کیا گیا۔ ایسے اعداد و شمار کا اضافہ کیا گیا' جن کی خدا ضمانت نہیں دے سکتا۔ ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروابہ ثمنا قلیلا (۲(البقرۃ):۷۹) پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے اور اس سے تھوڑے سے دام لے سکیں۔ جیسے ایک شاعر نے کہا۔

For twenty pence, our lords were sold.

انہوں نے اپنے پیغمبر بیچ دیے۔ یہودا اسکریوتی نے عیسیٰ کو بیچ دیا۔ موسیٰ کی قوم کا یہ عالم تھا کہ موسیٰ نے بشارت دی کہ جاؤ یروشلم فتح کرو اور آگے بڑھ جاؤ۔ انہوں نے کہا موسیٰ نادان ہو گیا ہے۔ اتنے قد آور لوگوں سے جنگ لڑ رہا ہے۔ ان کے پاس اتنا اسلحہ' اتنے بڑے بڑے لوگ ہیں اور موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم اُن سے جنگ نہیں کریں گے اور موسیٰ کو مجبوراً کہنا پڑا کہ

اعوذ باللہ ان اکون من الجھلین (۲(البقرۃ):۶۷) اے پروردگار! یہ تجھ پر توکل نہیں رکھتے۔ یہ تجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔ میں مجبور ہوں۔ تو خداوند کریم نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی نقل کرنے والے ہیں۔ یہ تمام ہارورڈ میں علم سمجھتے ہیں۔ اور ہزاروں سکول پاکستان میں ایسے بھی ہیں جو پاکستان میں امریکن اور برٹش شہری تیار کرتے ہیں۔ وہ یہاں تعلیم پا ہی نہیں سکتے۔ اُن کے شعور میں نہیں ہے کہ علم بغیر ان اعلیٰ ترین ناموں کے حاصل ہو سکتا ہے۔ خواتین و حضرات! یہ صرف اُلٹ پھیر ہے۔ ایک وقت تھا جب مارکو پولو یا کوئی دوسرا سیاح صرف مراکش' بغداد اور سمرقند و بخارا کو یاد کرتا تھا۔ یہ زمانے کا اُلٹ پھیر ہے۔ مگر کیا واقعی مسلمان اتنے مقہور و مجبور ہیں؟

اب بھی یہ امیر ترین ہیں مگر چھن کیا گیا ان سے؟ آخر یہ عظمتیں اور اپنے آباؤ اجداد کی تفاسیر کیوں خاک ہوئیں۔ ابھی کوئی آدمی یہ اٹھ کے کہتا ہے۔

How long we will live the images of our forefathers?

بھئی اب وہ زندہ تو نہیں رہے۔ وہ تو آپ سے بہت کم لوگ تھے۔ ان کے پاس تو کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ ان کے پاس تو کوئی جدتیں نہیں تھیں۔

۲۵۸۲۰

Marfat.com

جب بہار ارمنی نے کہا۔ اے سوسمار اور گوہ کھانے والے عربو! تم وہی ہونا' جو کیڑے مکوڑے کھا کر صحراؤں میں اپنے پیٹ پالتے ہو۔ تم اتنی عظیم الشان سلطنتوں سے آکے ٹکر لیتے ہو۔ سلطنتِ روما سے ٹکر لیتے ہو۔ تم سلطنتِ ایران کے ہخامنشی خاندان کی عظیم سلطنت سے مقابلہ کرتے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے پاس کتنے ہاتھی' کتنے گھوڑے' کتنی رتھیں اور کتنے بکتر بند سپاہی ہیں۔ حضراتِ گرامی! مقابلہ تو اعداد و شمار اور حربی وسائل ہی سے ہوگا۔ اگر ایک ننگے بدن کو بکتر بند سے لڑا دو تو حساب تو وہی پڑ جائے گا جو آج کا ہے۔ تو مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا۔ تو درست کہتا ہے۔ ہم ایسے ہی تھے۔ ہم اب بھی تم سے کمزور ہیں' مگر ہم میں پھر ایک پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔ اُنہوں نے ہمیں زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتایا۔ اُنہوں نے ہمیں خدا کی اعانت طلب کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اُنہوں نے ہمارے دلوں سے خوف و خطر نکال دیا۔ انہوں نے ہمارے اعصاب کو تقویت بخشی اور اب ہم تمہاری عظمتوں سے نہیں' صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔

حضراتِ گرامی! کہا جاتا ہے کہ اب اتنے بڑے بحران میں عالمِ اسلام میں پھر کوئی ولی کیوں نہیں جاگتا۔ کیوں نہیں کوئی بندۂ خدا پیدا ہوتا۔ کیوں نہیں دل عظمتوں سے آشنا ہوتے۔ کیوں نہیں محبتِ خدا کی رمق ان کے دلوں میں پیدا ہوتی؟

بڑی سیدھی سی بات ہے کہ ہم میں سے کسی کو خدا کے وصال کی اُمید نہیں ہے۔ ہمیں بتانے والوں نے سلسلۂ مراتب (Hierarchy) اتنا بڑا کر دیا۔ اسلام چرچ کا شکار ہوگیا۔ اَن پڑھ مولوی کا شکار ہوگیا۔ وہ مولوی جو خود کبھی میٹرک نہیں کر سکتا تھا' وہ قرآن حفظ کر کے آپ جیسے ٹیکنیشنز' سپیشلسٹ اور دانشوروں کا امام بن گیا۔ آپ کی ساری مذہبی تربیت اور ٹریننگ خوف و وحشت کا شکار ہوگئی۔ بڑی دیر کی بات ہے۔ چندر گپت موریا کا زمانہ تھا اور وہ ایک چنڈال[1] عورت کا بیٹا تھا' اسی لیے موریا خاندان اس کی ماں کے نام سے پڑا۔ وہ ایک معمولی طبقہ کی عورت تھی۔ اس کا وزیر پنڈت چانکیہ بہت سیانا تھا۔ فلسفۂ تاریخ کا ماہر تھا اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر چندر گپت Survivalist نہ ہوتا تو چانکیہ نے اتنا بہترین نظامِ جاسوسی اختیار کیا کہ تمام افواج کے اوپر اُس نے اپنے جاسوس لگائے ہوئے تھے تاکہ کوئی شخص بغاوت کی بُو نہ لے سکے۔ اور چندر گپت اتنا سیانا تھا کہ اُس نے پنڈت چانکیہ پر جاسوس بٹھا رکھے تھے کہ یہ اتنا شاطر ہے کہ کہیں میرا تختہ ہی نہ اُلٹ دے۔ تو اُس وقت ایک برہمن کی جنگ کھشتری عورت سے ہو رہی تھی۔ برہمن کو پتہ تھا کہ کھشتریہ سے جسمانی طور پر جنگ نہیں جیت سکتا۔ میں اس راجپوت شہزادے کے خلاف لڑ نہیں سکتا۔ اس کی مقتدر حیثیت کم ہو رہی تھی۔ تو اس نے تین طریقے ڈھونڈے۔ ایک خوف کا' ایک لالچ کا اور ایک مندر کا۔ آپ اگر اب بھی جا کر دیکھ لو ہولناک مندر' چھوٹے چھوٹے خانے' بارہ بارہ زبانوں والی دیویاں' دُرگا' کالی' سرسوتی' گھنشام۔ بدشکل کہ آدمی جاتے ہی اُن میں خوف کا شکار ہو جائے۔ اور پھر انہوں نے جنگ جیتنے کے لیے دیوداسیاں تخلیق کیں۔ اس معاملے میں فوجی بیچارے کمزور ہوتے ہیں۔ حسن و جمال کی تحریک بڑھی۔ جدھر دیکھا تھوڑا سا حسن و جمال اور تن و باطن خاکستر ہوگئے۔ اِدھر اُنہوں نے رقص و سرود شروع کیا اور وہ سادہ دل راجپوت سپاہی جو میدانِ جنگ میں شکست نہ کھا سکا' مندروں میں دیوداسیوں کے دامِ تزویر میں اُلجھ گیا۔

---

(1) ایک کمتر ہندو ذات جس میں ماں برہمن اور باپ شودر ہو۔

اگر آپ غور کرو تو یہ خوف ہمارے ساتھ آئے۔ آج اگر پاکستان میں بھی کسی مسلمان سے اس کے ایمان کے بارے میں پوچھو تو سوائے ایک ایمان کے کہ اللہ ایک ہے ہمارا کوئی اسلامی ایمان سلامت نہیں رہا۔ ہزار برس کی ہندوانہ کشمکش اب دوستی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ آج دوستی کے پیغام تو جا رہے ہیں مگر دوستی کس چیز کی۔ ٹھیک ہے مملکتوں کی آپس میں صلح ہوتی ہے۔ آپ ہمیں نہ چھیڑو، ہم آپ کو نہیں چھیڑتے۔ چھیڑو گے تو قیامت آ جائے گی۔ مگر مسلمان اور ہندو کس طرح ایک ہو سکتا ہے۔ بنیادی کمٹمنٹ پر ایک دوسرے کو کس طرح برداشت کر سکتا ہے۔ مسلمان ہندو کو برداشت کر سکتا ہے اس لیے کہ آپ کو پروردگار نے فرمایا ہے۔ یہ قرآن کا فرمان ہے کہ لا اکراہ فی الدین (۲ (البقرۃ):۲۵۶) دین میں جبر نہیں ہے۔ اگر لوگ اپنے اپنے دین پہ قائم ہیں تو تم ان کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہیں یہ اجازت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ سوچ اور غور و فکر کا مسئلہ ہے۔ کون ہمیں چاہتا ہے۔ ہم نے تو انسان کو عقل اس لیے دی ہے۔ پروردگارِ عالم فرماتے ہیں کہ ہم اگر چاہتے تو ہمیں اپنی عزت و عظمت کی قسم ہے کہ دنیا میں کوئی غیر مسلم نہ ہوتا، کوئی کافر نہ ہوتا۔ مگر ہم یہ نہیں چاہتے ہیں۔ ہم تو فرشتوں کی عبادت سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ہم ایسی مخلوق پیدا کرتے جس کو عملی طور پر کارفرما حقیقت دیتے۔ مصنوعی ذہانت دیتے اور اس ذہانت سے پھر وہ فیصلہ کرتا کہ ہم نے خدا کو ماننا ہے کہ نہیں۔ ہم تو Choices دینا چاہتے تھے۔ ہم نے تو زمینوں اور آسمانوں کو بھی کہا تھا کہ ہم نے تم میں کچھ احکام ڈال دیے ہیں۔ چاہو تو آؤ چاہو تو انکار کرو۔ ہمیں کوئی پروا نہیں۔ فان اللہ غنی عن العلمین (۳ (آل عمران):۹۷) اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ پھر کیا ضرورت پڑ گئی۔ ضرورت ایک پڑ گئی۔ یحسرۃ علی العباد (۳۶ (یٰسین):۳۰) اے لوگو! مجھے حسرت ہے میں نے تمہیں عقل دی، معرفت دی، غور و فکر دی، دانش دی اور یہ چاہا کہ کاش کہ تم مجھے جان لو۔ میں جو مہربان اور کریم رب ہوں۔ میں نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے کتابِ حکیم میں لوحِ محفوظ میں یہ لکھا اور مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ میں نے تمہیں معاہدہ لکھ کے دیا کہ کسی انسان پہ جبر نہیں کروں گا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (۳ (الانعام):۵۴) تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

کیا نسلِ انسان میں جانور ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی ایسی رحمتِ پروردگار بھی ہے جس میں جانور بھی شامل ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اللہ نے خالی کنٹریکٹ نہیں دیا، بلکہ میں نے اسی رحمت کے وجود کو زمین میں تمہارے لیے متشکل کر دیا اور میں نے محمد ﷺ کو اس طرح بھیجا کہ اگر میں الحمدللہ رب العالمین ہوں تو میرا پیغمبر وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (۲۱ (الانبیاء):۱۰۷) ہے۔ یہ رب العالمین اور رحمت اللعالمین کے موازنے میں جہنم کہاں سے آ سکتی ہے۔ مگر یہ کہ آپ اس اتھارٹی کا ہی انکار کر دو، جس نے کچھ عطا کرنا ہے۔ ایک ہندو جو مر کے اپنی قبر تک پہنچے اور فرشتۂ مرگ اُس سے پوچھے کہ کس سلسلے میں آئے ہو۔ دنیا گزار آئے ہو کس سے صلہ مانگتے ہو؟ وشنو، شیوا، درگا، کالی، سرسوتی، اندرا۔ کس سے مانگتے ہو؟ کم از کم مالک کا تو پتہ ہونا چاہیے۔ جس نے عطا کرنا ہے اُس کی تو خبر ہونی چاہیے۔ اور خداوند کریم کہتا ہے کہ کبھی تم نے تو مجھے پکارا ہی نہیں۔ تم نے تو مجھ سے کچھ چاہا ہی نہیں۔ تمہیں تو میرا پتہ ہی نہیں۔ مجھ سے بخشش کیا ڈھونڈتے ہو۔ میں نے تمہیں ان پہ چھوڑ دیا۔ جن سے تم بخشش مانگتے ہو۔ اس میں کوئی بے انصافی اور زیادتی تو نہیں۔

Marfat.com

زمین وآسمان میں یہ کفرواسلام کی تفریق ایک جواب دہی(Accountability) پہ ہے' وہ جواب دہی جو مسلمان اور دوسرے تمام مذاہب اور اقوام میں مختلف ہے۔ ایک جواب دہی ذات کی ہے۔ ذات(Self) میں وطن ہے۔ ذات میں حب الوطنی آتی ہے۔ ذات میں آپ کی روایات آتی ہیں۔ ذات میں آپ کے بچے ہیں۔ بیویاں ہیں۔ اسباب زندگی ہیں اور تمام دنیا میں مسلمان کے علاوہ تمام لوگ اپنی ذات کے روبرو جوابدہ ہیں۔

ذات اگر امریکہ میں جا کے خوش ہے' اگر برطانیہ میں خوش ہے اور سعودی عرب جا کر خوش ہے تو آپ لوگ اسی کی پیروی کرتے ہو' لیکن ایک مسلمان جواب دہی کا ایک بالکل ہی الگ احساس رکھتا ہے۔

اس پورے خطۂ ارض وسماء میں صرف اور صرف مسلمان ہی اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہے۔

جب طارق نے اندلس کے کنارے اپنے سفینے کو آگ لگائی تو اُس کے اصحاب نے اُسے میٹرکس یاد کروائے۔ شکست ہو سکتی ہے' کیونکہ دشمن لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی فوج لے کے آیا ہے۔ تو کہاں پھنسا ہوا ہے۔ تیرے ساتھ تو صرف بارہ ہزار فوجی ہیں۔ تم کہاں جاؤ گے اور پھر بڑے خوبصورت انداز میں اقبالؒ نے کہا:

ع طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت

جب طارق نے اندلس کے ساحل پہ اپنے جہازوں کو آگ لگا دی تو:

ع گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطا ست

وہ بہت حساب کتاب والے تھے جنہوں نے بہت سارے اکاؤنٹس جمع کر رکھے تھے۔ اُنہوں نے کہا' طارق غلط کیا تو نے۔ عقل کے نزدیک یہ بات غلط ہے۔

ع ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست

شریعت کی رو سے اسباب ترک کرنا جائز تو نہیں ہے۔ یہ ایک اور اعلیٰ قسم ہے جو شریعت کے بھی اسباب بتاتی ہے۔

تو طارق نے بڑا مشہور جواب دیا۔

ع خندید و دستِ خویش بہ شمشیر برد و گفت

اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے قبضے تک لے گیا اور کہا:

ع ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

ہر ملک میرا ملک ہے۔ یہ سن رکھو کہ یہ میرے خدا کا ملک ہے۔

اور حضراتِ گرامی! پاکستان خدا کا ملک ہے اور خدا کے بندوں کا ملک ہے۔ مسلمانوں کا ملک ہے۔ اس کی زمین سے محبت کرو۔ اس عطیۂ خداوند سے کیوں نہ محبت کروں جو اللہ نے تمہاری چیخ وپکار سنی۔ پیغمبرانِ قدس کی معرفت سے دو چیزیں ہندوستان کے مسلمانوں میں باقی مسلمانوں سے زیادہ تھیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جو پاکستان کے مسلمانوں میں اب ساری دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔ ایمان کی صرف دو بنیادیں ہیں۔ حضورِ گرامی ﷺ نے فرمایا! اُس نے ایمان چکھ لیا جس نے اللہ کی وجہ سے دوستی کی اور اللہ کی وجہ سے دشمنی کی۔ اگر تمہارے معیارِ محبت یہ ہو جائیں۔ اور دوسری

Marfat.com

بات حضور گرامی ﷺ مرتبت نے فرمائی کہ ایمان اس نے چکھا کہ جس کے لیے میں اس کی اولاد اس کی زندگی اس کے مراتب اس کے مناصب ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوگیا ہوں۔ ایک اللہ اور دوسری محبتِ رسول ﷺ۔ یہ دو چیزیں ایمان کی حلاوت ہیں۔

سیدنا عمرؓ بن خطاب آقائے محترم ﷺ کے حضور حاضر تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا! اے عمرؓ! تمہیں مجھ سے کتنا اُنس ہے۔ فرمایا! یارسول ﷺ اپنی نفسِ جان سے کم آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ فرمایا عمرؓ ایمان مکمل نہیں ہوتا، جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ! آج کے بعد آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

حضراتِ گرامی! آپ جن کو بدو سمجھتے تھے اُن کا ظرف دیکھیے۔ اُنہوں نے پیغام کو کس طرح سمجھا۔ آپ کیسے سمجھتے ہیں۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا یارسول اللہ ﷺ قیامت میں حساب کون لے گا۔ فرمایا اللہ خود۔ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ حضور ﷺ نے کہا، بلاؤ اسے۔ یہ کونسی ہنسنے کی بات ہے۔ اُس کو واپس لائے۔ بھئی تو ہنسا کیوں ہے؟ یہ تو ڈرنے کی بات ہے۔ تو بدو نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا ہے کہ جب زندگی میں کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بڑا آسان لیتا ہے۔ پھر اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہے جو قیامت میں حساب لے گا۔ میں اس بات سے خوش ہوا ہوں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو! اس بدو کا ایمان تم پر بازی لے گیا ہے۔ کیا اچھی بات اس نے اللہ کے بارے میں کہی ہے کہ وہ عالی ظرف جب حساب لے گا تو تم اپنے گناہوں کو شمار کرو گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میزان لگے گا اور اُس میزان میں ایک طرف مسلمانوں کے گناہ رکھے جائیں گے تو میزان زمین سے لگ جائے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا۔ ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا۔ اس پر ایک جملہ لکھا ہوا ہوگا اور وہ ٹکڑا اُس اونچے پلڑے پر رکھا جائے گا اور وہ اونچا پلڑا زمین سے لگ جائے گا اور نیچے والا آسمان سے جا لگے گا۔ اُس پلڑے میں لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا۔

مگر حضراتِ گرامی! یہ کوئی آسان کلمہ ہے جس نے لاالہ الااللّٰہ محمد رسول اللہ پڑھا وہ جدوجہد میں پڑ گیا۔ اُس پر اللہ کی پہچان لازم ہوگئی اور کلمہ کیا کہتا ہے کہ اُس کا انکار کر جو اللہ نہیں ہے اُس کا اقرار کر جو خدائے واحد ہے۔ پہلے وہ تو دیکھ جو تیرے دل میں ہے۔ وہ بت، ناز و کبریائی۔ خداوند کریم نے کہا۔ زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ط ذلک متاع الحیوة الدنیا (۳(آل عمران):۱۴) لوگوں کی خواہشاتِ نفس سے محبت، عورتوں سے محبت، بیٹوں سے محبت، سونے اور چاندی کے خزانوں سے محبت، عمدہ قسم کے گھوڑوں، مویشیوں سے محبت اور کھیتی سے محبت بڑی مزین کی گئی ہے۔ یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے خدا ہیں۔ اب ہبل اور لات وعزیٰ آپ کے سامنے نہیں آئیں گے۔ اب پتھر کے دیوتا نہیں آئیں گے۔ اس لیے کہ تم بخوبی واقف ہو کہ وہ خدا نہیں ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا! میری اُمت میں ہمیشہ کے لیے اب شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہوگیا۔ میری اُمت کے لوگ اب شیطان کو نہیں پوجیں گے۔ اب پتھروں کے بت نہیں پوجیں گے۔ اب یہ بت ذرا بدل گئے ہیں۔ یہ نوکریوں

کی غلامی میں چلے گئے ہیں۔ یہ خوشامدوں میں چلے گئے ہیں۔ یہ ناز وادا میں چلے گئے ہیں۔ یہ خواتین کی غلامیوں میں چلے گئے ہیں۔ اب وہ حساب نہیں رہا۔ اب ان کے اپنے اپنے اندازِ شعور ہیں۔ اب جدید ترین سیکولر ترغیبات کے اندر چلے گئے ہیں۔ فرانسس بیکن پر ستر ہزار پاؤنڈ کے غبن کا کیس چلا۔ وہ بڑا مذہبی آدمی تھا۔ اُس کے پاس جا کر کسی نے پوچھا کہ یار! یہ کیا۔ ایک طرف تو تو اتنا بڑا عالم اور ایک طرف ستر ہزار پاؤنڈ کا غبن' تو اُس نے کہا کہ "مذہب ایک نجی مسئلہ ہے۔"

حضرات گرامی! مذہب ایک ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ باوجود دوسری وجوہ کے جب کوئی بھی چھوٹی چھوٹی وجوہ اس مملکت کے کام نہ آئیں۔ ملازمتیں آگے رکھ کے آپ جدوجہد نہیں کر سکے۔ مالی بحران آگے رکھ کے آپ جدوجہد نہیں کر سکے تو پھر خدا نے القائے ربانی فرمایا اور آپ کے دل میں یہ آئی کہ یہ ملک ہم اللہ کے نام پر لیں گے۔ پھر آپ نے اپنا نعرہ بلند کیا۔ پھر اللہ نے اُس کو پذیرائی بخشی اور یہ خدا کی پذیرائی تھی کہ لوگ قائداعظم کے ساتھ ہوئے۔ قوم چاہتی تھی کہ ہم ہندو سے جدا ہوں۔ قوم چاہتی تھی کہ مذہب کے لیے' خدا کی پرستش کے لیے آزادی نصیب ہو۔ اور لیڈر کیا چاہتے تھے۔ تمام مذہبی علماء اس لیڈر کی مخالفت کر رہے تھے۔ نیشنلسٹ تھے' احراری[1] تھے' دیوبندی نیشنلسٹ تھے' تمام نیشنلسٹ علماء تھے' ایک صاحب بولے کہ ملتیں اوطان[2] سے بنتی ہیں' دین سے نہیں بنتی۔ ایک صاحب بولے کہ شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے جرم میں شریک نہیں ہیں۔ یہی لوگ پاکستان کے مخالف تھے۔ نیشنلسٹ تھے اور وہ تن تنہا۔ وہ واحد شخص جس کے رسم و رواج میں شاید اسلام نظر نہیں آتا تھا مگر اس کی کمٹ منٹ کیا تھی۔ کسی نے کہا قائداعظم اتنی محنت' اتنا زور و جبر۔ اب تم بیمار ہو پھر کیوں اتنی محنت کرتے ہو۔ جواب ملاحظہ ہو۔ دیکھئے کہ اُس نے کہا کہ بس اس لیے کہ جب خدا کے حضور میں یہ ملک لے کے جاؤں تو اللہ مجھے کہے Well done! Mr. Muhammad Ali Jinnah! well done

جواب دیکھیے۔ وہ تب بھی انگریز تھا۔ اللہ کے سامنے بھی انگریزی بولے گا کہ !Oh my God میں نے مشن سکول سے پڑھا ہی یہ ہے:

I brought you my people and brought you Pakistan.

اور وہ توقع کرتا تھا کہ خدا کہے !Well done, Mr. Jinnah مگر حضراتِ گرامی اُمتِ مسلمہ سے یہ کمٹ منٹ کھو گئی۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے' وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

سلطان اُلپ ارسلان خاصے کے چار ہزار ترک فوجی لے کر شکار گاہ میں گیا ہوا تھا۔
روم کا بادشاہ عمانوس[3] بھی آ گیا۔
وہ اپنے آگے جس لشکر کو لے کر چل رہا تھا۔ مورخ یہ لکھتے ہیں کہ بیس ہزار آدمی صرف Clearance کے لیے آگے آگے چل رہے تھے۔ سلطان نے دیکھا کہ میں بڑی کمزور حالت میں ہوں تو اس نے صلح کا پیغام بھجوایا۔
اُس نے کہا کہ چلو صلح کر لیں تو جواب آیا کہ صلح کی بات چیت اب تمہارے پایۂ تخت میں ہو سکتی ہے۔

---

(1) حُر کی جمع (آزاد) (2) وطن کی جمع (3) عمانوس روم کے بادشاہ کا نام۔

یہ سن کر سلطان اَلپ ارسلان نے قسم کھائی۔اور کہا میں پیچھے سے مدد لینے نہیں جاؤں گا۔نہ پیچھے ہٹوں گا۔اُس فتح کے بارے میں عرب مؤرخ لکھتا ہے کہ اُس فتح کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔جب چار ہزار سپاہیوں نے ڈیڑھ لاکھ کے رومن لشکر کو کاٹ کے رکھ دیا۔بادشاہ گرفتار ہوا۔تو اُس سے پوچھا بتا تیرے ساتھ کیا کروں؟ تو اُس نے کہا ''دیکھو تمہیں پورا اختیار حاصل ہے۔مجھے کوئی گلہ نہ ہوگا اگر تو میری گردن اتار دے۔اگر تاوان لے تو بھی تیرا حق ہے۔معاف کر دے تو بڑی بات ہے۔'' تو بادشاہ نے کہا ''میں نے تجھے معاف کیا۔'' وہ تین مرتبہ جھکا۔خلیفہ کو سلام کیا اور کہا ''میں نے زندگی بھر تم سے بڑا بادشاہ نہیں دیکھا۔''

یہ مسلمانوں کے لیے کوئی نرالی چیزیں تو نہیں ہیں۔یہ کوئی قصہ کہانیاں تو نہیں تھیں۔یہ بندے تھے' یہ جادوگر تو نہیں تھے۔انسان تھے' ہمارے اور آپ جیسے۔ان میں کمزوریاں بھی تھیں۔یہ کوئی کامل لوگ تو نہیں تھے۔ہم کوئی اتنے گئے گزرے بھی تو نہیں۔اللہ نے ہمیں بھی تو اُسی عقل سے نوازا ہے۔جس عقل کی خاطر اس نے دنیا اور کائنات تخلیق کی۔جس کی خاطر اُس نے اپنی آگہی چاہی۔

پانچ وقت کی نماز کیا بوجھ بن گئی ہے۔یورپی معاشرتی سسٹم میں آپ چلے جاؤ تو اُن کے قوانین کی پابندی میں سارا سارا دن ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا قبول ہے۔مگر ربِ کائنات کے حضور پانچ وقت کی نماز بوجھ بن جاتی ہے۔

یہ صرف عملی اسلام ہے' جو آپ کی روزمرہ زندگی میں مداخلت کرتا ہے۔

اور پانچ وقت کی نماز ہم خدا کے لیے نہیں پڑھ سکتے۔

آپ سے نماز اس لیے چھوٹتی ہے کہ آپ کو اللہ سے اُنس ہی نہیں ہے' محبت ہی نہیں ہے۔ایک جابر کو اپنے اُوپر آپ نے مسلط کیا ہوا ہے۔آپ کی اللہ کو کوئی جوابدہی نہیں ہے۔یہ تو ایک ہندوانہ رسم ورواج ہے۔وہ تو اِندرا کا متشکل ہے۔وہ تو آپ کا دوست ہے ہی نہیں' اللہ تو ولی نہیں ہے آپ کا۔اور کیا بات ہے اُس ولی کی کہ جب کفر سے جنگ ہو۔کسی مسلمان نے آپ کو یہ بات کہی؟ جو اللہ نے آپ کو کہی۔کاش کہ کوئی کہتا اور آپ بھی دیکھتے پھر اللہ اُس کی کیسے مدد کرتا ہے۔اُس نے کہا کہ جاؤ اہلِ کفر سے کہہ دو۔تمہارے پیچھے توپ گولے ہی ہیں نا۔ٹینک ہی ہیں نا۔جاؤ ان سے کہہ دو۔ لاموٰلی لھم (۴۷(محمد):۱۱) تمہارے پیچھے اللہ تو نہیں ہے اور پھر اللہ کون ہے؟ تین سو برس کی مستحکم حکومت کو تباہ کرنے کے لیے ایک آدمی بھیج رہا ہے۔اور موسیٰؑ نے کہا! اے اللہ میاں! مجھے مروائے گا؟ ان کا میں نے قتل کیا ہوا ہے۔فرمایا! لاتخف (۲۸(القصص):۳۱) اے موسیٰ یار! تجھے پتہ نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔تو کیوں ڈرتا ہے۔موسیٰؑ بندے تھے نا۔کہا' اللہ میں اکیلے نہیں جا سکتا۔یہ اتنی بڑی ایمپائر ہے۔جدید ترین فوجیں کھڑی ہیں۔فراعنۂ مصر ساری دنیا کے فاتحین عالم ہیں۔آپ مجھے کہاں مرواؤ گے؟ فرمایا! نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔پھر یہ کوئی فرضی بات نہیں۔یہ کوئی مفروضے تو نہیں ہیں۔پھر تاریخ عالم نے یہ دیکھا کہ فراعنۂ مصر کی وہ شان وشوکت اور تمرد دریائے نیل کی نذر ہوا اور موسیٰؑ فاتحِ عالم ٹھہرے۔

اللہ کہتا ہے کہ میں غریب قوموں کو نہیں مارتا۔میں تو اُس وقت قوموں کو جکڑتا ہوں جب اُن میں تین چار صفات پیدا ہو جائیں۔اُس نے کہا کہ دیکھو فراعنۂ مصر کو میں نے اس لیے ذلیل کرنا چاہا کہ یہ اپنے اسباب پہ متکبر

ہیں۔فرمایا یہ میرا اُصول ہے۔ و کم اهلکنا من قریة بطرت معیشتها (۲۸(القصص):۵۸) میں قوموں کو اس وقت جکڑتا ہوں جب وہ اپنی معیشت پر اتراتی ہیں۔کثرتِ مال، تمرد اور عروج۔

ربِ کعبہ کی قسم۔اُصولِ خداوند تو نہیں بدلتا۔نہ اللہ کا کلام بدلتا ہے نہ طریقہ کار بدلتا ہے۔ہم کچھ بھی نہ کریں۔ اگر ہم بھی دجالِ عصر کے مرید ہو جائیں۔ہم بھی ان بدبختانِ اَزل کے لیے سیکولر ہو جائیں تو اللہ کو ہماری کوئی پروا نہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ جب زمانہ آخر ہو، خدا کے دوستوں کی عزت و حرمت کے افسانے بلند ہوں، جب دشمنانِ عصر کے سر نیچے ہوں، تو ہم کہیں خدا کی لائنوں میں کھڑے ہوں۔وقت یہ ہے کہ ہم یہ احساس کریں کہ ہم جوابدہی میں کدھر ہیں؟ ہم جوابدہی میں سیکولر ہیں، ہم جوابدہی میں سوشلسٹ ہیں، ہم جوابدہی میں ڈیموکریٹس ہیں یا ہم اپنی جوابدہی میں خدا کی طرف ہیں؟ مملکتِ اسلامیہ کا صرف یہی بحران ہے۔خدا آپ سے ناراض ہے، راضی نہیں ہے۔لوگ غلط کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہے۔اگر اللہ ہم سے راضی ہوں تو یہ زمین برکت والی ہو جائے۔ہم نے خدا کے تصور کو دھندلا دیا ہے۔مولوی کا خدا تو علی بابا کی طرح لگتا ہے۔جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ روٹھتا ہے، ناراض ہوتا ہے۔ وہ تو کائنات کا رب ہی نہیں لگتا۔

Carl Segan نے اپنی کتاب Demon -Haunted World میں مذہب پر تنقید کی ہے۔اہلِ اسلام آپ ذرا غور کرنا کہ وہ اتنا بڑا دانشور ہے کہ دنیا میں کاسمالوجی، دانشوری، علم اور حکمت پر اتھارٹی ہے، مگر یورپی جاہلوں کی طرزِ فکر پر ذرا غور کرنا۔واقعہ یہ لکھتا ہے کہ Islam is also against science

وجہ کیا بیان کرتا ہے کہ نجدیوں (وہابیوں) کے شیخ عبدالعزیز نے جو شیخ الحرمین شریفین تھے، اپنے ایک فتوے میں یہ لکھا کہ زمین چپٹی ہے اور بطلیموس نے اُسے چپٹی کہا ہے۔اور جو زمین کو گول کہے گا وہ خارج از اسلام اور کافر ہے۔حضراتِ گرامی! مولوی کا بھی معیار دیکھ لیں کہ خادم حرمین شریفین نے یہ فتویٰ دیا اور اُس کے بعد اُس عالم کا بھی فتویٰ دیکھو جو یورپ میں ہے کہ اُس نے ایک مولوی کی حماقت کو ایمان اور اسلام قرار دیا۔آپ دیکھو! کہ آپ کہاں مار کھاتے ہو۔تو ان جاہلوں کی وجہ سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔اور اب آپ کو اسلام کی کاسمالوجی کی ایک آدھ جھلک دکھاؤں۔دیکھنا بھلا کہ اسلام کی کاسمالوجی کیا ہے اور جدید مغرب کی کیا ہے۔جب بطلیموس یہ کہہ رہا تھا کہ زمین ساکت ہے اور تمام چاند ستارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔یہ تین ہزار سال قبل مسیح کی بات ہے۔اس کے بعد 1542ء میں کوپرنیکس آیا تو اُس نے کہا کہ بطلیموس غلط تھا۔

اس کے ساتھ گلیلیو بلٹا اور دونوں نے فیصلہ کیا کہ سورج کھڑا ہے اور باقی چاند ستارے اس کے گرد حرکت کرتے ہیں۔حضراتِ گرامی! بیچ میں قرآن آ گیا۔یعنی بطلیموس کے بعد اور کوپرنیکس سے پہلے تو نہ استدلال، نہ کوئی دوربین، نہ کوئی ٹیلی سکوپ۔اللہ میاں نہ اُس کی مان رہے تھے نہ اِس کی مان رہے تھے۔فرمایا! وسخر الشمس و القمر ط کل یجری الٰی اجل مسمی (۳۱(لقمان):۲۹) زمین و آسمان میں یہ چاند، سورج، ستارے ہم نے مسخر کر دیئے اور کائنات میں ایک اصول ہے کہ ہر چیز چل رہی ہے۔قرآن میں اللہ تو یہ کہہ رہا تھا اور شیخ عبدالعزیز وہ فتویٰ دے رہے تھے۔اب آپ انصاف کیجیے کہ اگر آپ قرآن کو عبدالعزیز کی نگاہ سے پڑھیں گے تو آپ کا کیا حال ہوگا اور Carl Segan کی

حماقت دیکھئے کہ بجائے قرآن پڑھنے کے وہ ایک کم علم مسلمان کے دیے ہوئے فتوے پہ پوری اسلامی تفہیم کو بنیاد بنا رہا ہے۔ خدا اس لیے نہیں ملتا کہ آپ خدا کو اہمیت ہی نہیں دیتے ہو۔ ڈر اور خوف ایک اجنبی کی طرح آپ کے دروازوں پہ دستک دیتا رہتا ہے۔ آپ توجہ ہی نہیں دیتے ہو۔ آپ کے لیے اور چیزیں بڑی اہم ہیں۔

آپ صرف اپنے مقاصد میں مصروف ہو۔ ہلکی پھلکی ترقیاں بڑی ضروری ہیں۔ آپ کو کیا پتہ اللہ آپ سے کیا چاہتا ہے؟ وہ تو اب بھی آپ کا انتظار کر رہا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے لوگ یہ میرے محمد ﷺ کے ماننے والے کب میری طرف پلٹیں گے۔ کب میں ان کو عزت اور شرف کے مقامات بخشوں گا۔

اور ایک بات اچھی طرح سن لیجیے۔ آپ اپنا مستقبل دیکھ لیجیے۔ اُس کے مطابق تیاری کیجیے۔ ورنہ مٹانے کو تو وہ کسی کو بھی مٹا سکتا ہے۔ فراعنہ مصر کو مٹا دیا، نمرود کو مٹا دیا، شداد کو مٹا دیا۔ بش اور بلیئر کو خاکستر کر دے گا۔ وہ کسی کو بھی مٹا سکتا ہے۔ جیسے میں نے آپ سے کہا:

There is only one nation in Islam which is ready for return. It can get back to natural religion and natural understanding. They can go back.

یہ ملک اللہ کے لیے بنا تھا۔ یہ ملک اللہ ہی کو واپس جانا ہے۔ چاہے دنیا جو مرضی کر لے اور اس ملک نے اللہ کو جانا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ جو اللہ کی مرضی کو سمجھیں گے، جو اللہ کو جانیں گے اور اللہ کی دوستی طلب کریں گے۔ خدا کا وعدہ ان پہ آئے گا ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (۳ (ال عمران):۱۳۹) اور سستی نہ کرنا اور نہ ہی غم کرنا۔ تم ہی غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر آپ اللہ کو جانتے مانتے ہیں۔ آپ کی جواب دہی کا مرکز اگر پروردگارِ عالم ہے تو ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ آپ ہی غالب ہو۔ چاہے زمانہ کہیں سے کہیں کیوں نہ چلا جائے۔ کروڑوں اور لاکھوں میزائل ڈیفنس سسٹم کیوں نہ بن جائیں۔ فتح جو ہے اُس کی ہے جو خدا کے ساتھ ہے کیونکہ فتح اور شکست صرف اللہ ہی دینے والا ہے۔

پاکستان کی اسلام سے دُوری

سوال: یہ بات کافی روشن ہے کہ ہم نے یہ ملک خدا کے نام پر حاصل کیا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ ایک انسانی جبلت ہے کہ ہر چیز فطرت کی طرف لوٹ کر جاتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہمارا ملک فطرت کی طرف نہیں لوٹ رہا؟ کیا اس کی وجہ غیر فطری عمل سے گزرنا ہے؟ اگر گزر رہے ہیں تو غیر فطری کا موجب کیا ہے؟

جواب: ماشاءاللہ آپ نے بڑا خوبصورت سوال کیا اور خود ہی بڑا مناسب جواب بھی دے دیا۔

بات یہ ہے کہ جب سے پاکستان بنا، قوم پرست افراد جو اس میں شریک ہوئے، اُن کی اپنی غرض و غایت تھیں۔ قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ میری جیب میں ڈیڑھ سکہ خالص ہے۔ ایک کھرا اور ایک آدھا کھرا۔ ایک محمد علی جوہر اور دوسرے نواب بہادر یار جنگ۔ قائداعظم کی بطور قائد اپنی رائے یہ تھی کہ میرے ساتھ بہت سے لوگ مخلص نہیں ہیں۔

Marfat.com

انگریز بہت دور کی سوچتے تھے وہ جاتے ہوئے اپنی بہت سی میراث بھی چھوڑ گئے اُن کی ہمدردیاں ہندوؤں کے ساتھ تھیں۔ وہ کسی ایسے ملک کے خوف میں مبتلا تھے جہاں اسلامی نظام حیات کو رائج کیا جائے اور وہ پھر ہمارے خلاف کھڑا ہو جائے۔ یہ سوچ کر انہوں نے بہت احتیاط کی کہ مسلمان اپنے مرکزی تصور کو نہ پائیں اور بہت ساری مذہبی تنظیمیں بھی اس میں شامل کر دیں۔ اگر آپ غور کریں تو مسلمان کا تشخص کہیں نہیں ہے۔ طبقہ ہائے فکر کے تشخص ہر جگہ موجود ہیں۔ اگر میری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ آئے کہ میں اپنی قبر تک پہنچنا چاہوں تو میں تو قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ میں سوائے مسلمان ہونے کے کسی اور تصور سے نہیں پہنچنا چاہتا۔ مگر بڑی فراست کے ساتھ انگریز نے چھوٹے چھوٹے طبقہ ہائے فکر امت مسلمہ میں داخل کر دیئے تا کہ ان کی دینی قوت ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہے اور یوں آپس میں اختلافات کا شکار رہیں۔ اللہ کے دین کی طرف ان میں فطرت پسندی (Naturalness) کبھی نہ آئے، مگر اس کا ایک عجیب و غریب نتیجہ نکلا کہ اگر آپ تمام مذہبی لوگوں کو جمع کر لیں تو یہ چالیس پچاس لاکھ سے زیادہ نہیں۔ ان میں چاہے کوئی بھی جماعت شامل ہو۔ یہ پروفیشنل مذہب پسند لوگ ہیں۔ یہ صاف ستھرے مسلمان نہیں ہیں مثلاً آج اگر کوئی نیا مذہبی لیڈر آ گیا اُس نے نئی جماعت بنائی یہ اُس کی تحریک میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر دو چار سال اُدھر رہیں گے۔ پھر کوئی نیا مذہبی لیڈر آ گیا۔ اُس نے تحریک چلائی، یہ اُس میں شامل ہو جائیں گے۔ اگر ان کو یوں دیکھا جائے تو بقیہ پندرہ کروڑ مسلمان بالکل لاتعلق ہو گئے۔ انہی مذہب کی ٹھیکیداریوں کی وجہ سے وہ لاتعلق ہوتا چلا گیا۔ وہ کسی بھی جماعت کا ممبر نہیں بننا چاہتا اور حیرت کی بات ہے کہ اجماعِ اُمت نے پاکستان کا فیصلہ کیا اور تمام مسلمانوں کی تمام مذہبی جماعتوں نے اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ اجماع تو اپنے دین اور ایمان کو سنبھالے ہوئے بیٹھا ہے۔ اپنی محبتِ رسول ﷺ کو اپنے سینے میں رکھتا ہے اور قرآنِ حکیم کی اِس آیت کے مطابق ان الذین فرقوا دینھم و کانو شیعا لست منھم فی شی (٦(الانعام):١٥٩) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے اے پیغمبر ﷺ! تجھے اُن سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ بڑی واضح آیت ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ اس طرح کے کسی گروہ میں نہیں ہے۔ بالعموم حوالہ دینے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ قرآن حکیم ہے کہ تم میں سے ایک گروہ پیدا ہوگا۔ اللہ اُس کو فتح اور نجات دے گا مگر وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے کہ تم میں سے اگر میں اُس گروہ کو پہچاننے سے انکار کر دوں۔ میں تو پندرہ کروڑ عوام میں سے ہوں۔ میں تو وہ ہوں جو خدا اور رسول ﷺ کے شیدائی ہوں اور جب یہ اجماع ہی فیصلہ کر دے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں تو وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اُن میں سے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز اگلے برسوں اجماع ہی میں اعلیٰ کمٹ منٹ کو واپس پلٹے گا۔

جیسے پرانا عربی محاورہ ہے الناس علی دین ملو کھم کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پہ ہوتے ہیں لیکن ہمارے جو بادشاہ گزرے ہیں، اُن کی دین داریاں واضح تھیں۔ ماشاء اللہ لوگ پھر اُن کے دین میں چلے گئے۔ ایک اور اُصول پروردگار نے اُمتوں کے زوال کا لکھا کہ جس قوم کو رسوا کرنا چاہتے ہیں، اُس کے امراء کو عیش و عشرت میں ڈال دیتے ہیں۔ جب کسی قوم کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے امراء متقی ہوتے ہیں۔ کوئی غیاث الدین بلبن نکلتا ہے، کوئی شمس الدین التمش نکلتا ہے۔ یہ بھی تو فوجی جرنیل اور اپنے وقت کے فاتحین تھے۔ جب خواجہ بختیار الدین کاکیؒ کی وفات ہوئی تو آپ نے وصیت نامہ لکھا کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی تہجد قضا نہ کی ہو اور جس نے اپنی عورت کے علاوہ کسی

Marfat.com

غیر عورت کو دیکھا نہ ہو۔ تو سارے لوگ کھڑے تھے۔ پھر فوج کا وہ جرنیل روتا ہوا نکلا' شمس الدین التمش چیخنے لگا اور کہا ''اے شیخ امروز مرا پیش خلق رسوا کردہ ای۔'' کہ اے شیخ آج تو نے مجھے مخلوق کے سامنے رسوا کر دیا کہ اس بات کا تو کسی کو بھی پتہ نہیں تھا اور یہ غیاث الدین محمد بلبن ہی تھا جنہوں نے اپنی بیٹی خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کو دی۔

اگر آپ حیران نہ ہوں کہ برصغیر میں فوج اور تصوف میں کیا توازن تھا تو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پر سب سے مستند کتاب ایک فوجی جرنیل کی ''فوائد الفواد'' ہے جو حضرت سجزی نے شیخ نظام الدین اولیاءؒ پر لکھی ہے۔ آپ اس کتاب کو ضرور پڑھیے گا۔ اس کتاب میں آپ کو بڑا مزہ آئے گا۔

محمد غوری آنے سے پہلے معین الدین چشتی اجمیریؒ کی اجازت طلب کر رہا تھا اور محمود غزنوی خود حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخشؒ سے درخواست کر رہا ہے کہ حضرت آپ ہمارے ساتھ آؤ گے تو برکت ہوگی ورنہ ہم جنگ کو نہیں جاتے اور شیخ ہجویریؒ محمود غزنوی کے ساتھ آئے۔ محمد غوری' معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ہدایت پہ آئے۔ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ فوج گزر رہی تھی اور جب اُنہوں نے شیخ کا سنا تو انہوں نے اصرار کیا کہ ہم تو انہیں ملے بغیر نہیں جائیں گے۔ پھر فوجی کمانڈروں کو دو دن کی چھٹی کرنی پڑی تا کہ لوگ شیخ سے مل سکیں۔ یہ غیر متوازن سلسلہ نہیں تھا۔ یہ نہیں کہ چار چار رُخ تھے۔ اُس وقت پوری ملت ایک رُخ رکھتی تھی۔ اکتساب جدا جدا تھے۔ اگر کچھ استاد تھے تو کچھ Executionis تھے۔ اگر فوج حکمت پہ تھی تو صوفیاء علم پر تھے اور علم و حکمت کے اس امتزاج سے مسلمانوں نے برصغیر میں اللہ کے نام کو بلند کیا اور یہ وقت اب پھر آنے والا ہے۔

تقسیمِ ہند میں مذہبی رہنماؤں کا کردار

سوال: کیا ہندوستان کی تقسیم غلط نہ تھی؟ کیونکہ اب آدھے مسلمان پاکستان میں ہیں جبکہ آدھے ہندوستان میں۔ اور آپ نے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں جو یہ کہا کہ وہ موجودہ علوم سے ناواقف ہیں کیا یہ غلط بات نہیں ہے؟

جواب: میں متعصب کیسے ہوسکتا ہوں۔ جب مجھے پتہ ہے کہ کیا باپو جی اور گاندھی جی کے افسانے نہیں تھے۔ پورے ہندوستان کے مذہبی علماء میں صرف دو آدمی تھے جو قائداعظم کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان میں ایک اشرف علی تھانوی اور دوسرے مولانا نعیم مراد آبادی تھے۔ مگر حضراتِ گرامی! علماء کی تضحیک مراد نہیں ہے۔ اُن کی ڈائریکشن ان کے رجحان غلط تھے۔ اب بھی غلط ہیں۔ اب آپ غور کیجیے کہ اس وقت جو بات آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ علماء کا کام جماعت کروانا ہے۔

حضور گرامی مرتبت ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ میرے اللہ نے جو سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی کہ تمام زمین میری مسجد ہے۔ اگر مسجد ضروری ہوتی تو کیا آپ صحراؤں میں' گلیوں میں' سواریوں میں نماز پڑھ سکتے تھے؟ آپ نے اپنے میں سے سب سے کم عقل اور بیکار کو مسجد کی امامت دے دی۔ اس میں آپ کی غلطی ہے۔ میں تو آپ کو اپنی غلطی یاد کرا رہا ہوں۔ اُس وقت بھی عوام الناس نے اللہ کے نام پر ملک لیا تھا اور اس ملک کو لینے کے بعد وہ عوام الناس بے قدر کر دیے گئے' اختیارات اُن سے چھین لیے گئے اور پھر انہی مذہبی لوگوں نے پھر مسلمانوں کو بانٹنا شروع کر دیا۔ ان

Marfat.com

صاحبانِ اقتدار نے پھر مسلمانوں کو ناانصافیوں میں ڈال دیا۔ کیا آج کے مسلمان اور آج کے پاکستانی شہری کو یہ معلوم نہیں کہ پچاس سال گزرنے کے بعد بھی یہ واحد ملک ہے جو ایک بھی بنیادی ضرورت اپنے عوام کو مہیا نہیں کر سکتا۔ یہ کس کا قصور ہے؟ کیا گلی کوچوں میں ان لوگوں کا قصور ہے جن بیچاروں نے سینوں پہ گولیاں کھا کے' زخم اٹھا کے' پاکستان کے لیے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ لگایا تھا یا آپ یہ ان لوگوں کا تفاخر بتاتے ہیں جو مساجد میں عمامے سجائے اور ٹوپیاں لپیٹ کر اُس وقت بھارت کے حق میں فتوے دے رہے تھے۔

کبھی آپ نے سنا کہ مذہبی سکولوں کی صدارت کا فخر کریں۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ جشن صد سالہ دیو بند میں اندرا گاندھی نے اُس کی صدارت کی۔ اگر آپ تاریخ پڑھ کر دیکھیں۔ کیا ان کے رجحان بدل گئے۔ کیا ان کی طرزِ فکر بدل گئی۔ اِس کے باوجود ہم انہیں مکمل تعاون دینے کو تیار ہیں۔ مگر ان کو مکمل تعاون تب ملے گا جب آپ انفرادی طور پر اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں گے۔ آپ کو قرآن پڑھنا ہے۔ آپ کو حدیث پڑھنا ہے۔ آپ میں سے کتنے ہیں جو مساجد اللہ میں اپنے بیٹوں کو اس خوف سے نہیں بھیجتے کہ وہاں اخلاقی بے راہ روی کا ایک طوفان اٹھا ہے کہ وہ ساری عمر کے لیے اس قسم کی حقارت میں ڈوب جائیں۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی تو آپ سیکھ رہے ہو۔ دنیا کے مشکل ترین معاملات میں غور و فکر تو آپ کر رہے ہو۔ آپ ایک کتابِ سادہ کو کیوں نہیں پڑھ سکتے۔ اگر ایک ایم۔ ایس۔ سی کی کتاب ایک میٹرک والا نہیں پڑھ سکتا تو ساری کائنات کے علیم و حکیم رب کی کتاب ایک اَن پڑھ مولوی پڑھ لے گا؟ وہ آپ کو اللہ کی کتاب نہیں پڑھائے گا۔ وہ آپ کو کنویں کے مینڈک کی طرح اپنی تفسیر بتائے گا اور یہ چیز ہے جو فرق ڈالتی ہے۔ آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ عالم اس کو نہیں کہتے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا (۳۵(فاطر):۲۸) اللہ کے عالم اُس کے لبادے تلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نماز و روزہ پر اور حفظ پہ عزت و مقدار نہیں رکھی بلکہ فرمایا کہ میں جسے چاہتا ہوں درجے عطا کرتا ہوں۔ وفوق کل ذی علم علیم (۱۲(یوسف):۷۶) اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

یہ علم والے ہیں؟ آپ خود فیصلہ کر کے بتانا۔ قرآن حکیم میں خداوند کریم نے اپنے بندوں کی تعریف کیا کی ہے الذین یذکرون اللہ قیٰماً وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض (۳(آل عمران):۱۹۱) اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے صبح و شام اُسے یاد کرتے ہیں اور ہر لحظہ زمین و آسمان کی تخلیق پہ غور کرتے ہیں۔ وہ کاسالوجسٹ ہیں' وہ بیالوجسٹ ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج قرآن کی ایک وضاحت کے لیے ہمیں مسلمانوں کی درسگاہ علمیہ کو ترک کر کے یورپ کے سر جیمز جین کی وضاحت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے اولم یر الذین کفروان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما ط وجعلنا من المآء کل شیءٍ حی (۲۱(الانبیاء):۳۰) کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ زمین و آسمان آپس میں پہلے اکٹھے تھے۔ پھر ہم نے انہیں الگ کیا اور ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ آپ مجھے بتائیں دنیائے اسلام میں کون سا عالم ایسا ہے جو اس آیت کی وضاحت میں سائنسی حقائق پیش کرے گا۔ اس کو سر جیمز جین کی صداقت چاہیے۔ کون مولوی صاحب اس کی وضاحت کریں گے؟

لاہور میں ایک بڑے مولوی صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ سادگی ہے' حماقت ہے۔ میں اس کا برا نہیں مناتا لیکن انہیں نئی مسلمان نسلوں کو ایسے پیش پا باتیں سکھانے کا کوئی حق نہیں۔

Marfat.com

وہ مجھ سے پوچھنے لگے پروفیسر صاحب یہ آدمی جو چاند پہ گیا' غلط نہیں ہے۔ میں نے کہا کیوں۔ فرمایا کہ ''تفسیر جلالین'' میں لکھا ہے کہ قریب کی چیز بڑی اور دور کی چھوٹی نظر آتی ہے تو چونکہ چاند چھوٹا نظر آتا ہے اور سورج بڑا۔ تو یہ سورج پہ پہنچے بغیر چاند پہ کیسے چلے گئے۔ اگر یہ علمیت کا معیار ہے۔ تو دجال' مغربی دنیا کی عقل و معرفت کو کس طرح آپ چیلنج کر دو گے؟ دنیاوی علم و حکمت کے لیے آپ اس مولوی پہ تکیہ کرو گے؟ جس کا حال یہ ہے کہ آج سے پچیس سال پہلے علماء دیوبند کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ آلہ مکبرِ صوت یعنی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال حلال ہے یا حرام؟ بڑی دیر تمام علماء نے میٹنگ کی اور فتویٰ دیا کہ حرام ہے۔ وہ حرام کیوں ہے۔ اس کی بھی وجہ بتائی کہ آدمی کہیں سے بول رہا ہوتا ہے اور کہیں دور سے سنا جا رہا ہوتا ہے تو بیچ میں شیطان کچھ ملا دیتا ہے۔ اس لیے حرام ہے مگر وہ فتویٰ کدھر ہے اور آج کل سب سے زیادہ یہ علماء عصر حاضر ہی لاؤڈ سپیکرز پر گلا پھاڑ رہے ہوتے ہیں۔ تعلیم دینے کے کیا ''اچھے'' آداب ہیں۔ وہ اللہ جو چاہ رہا ہے کہ آپ غور و فکر کرو۔ وہ اللہ جو یہ چاہ رہا ہے کہ آپ باریک بینی سے اُس کے حقائق پڑھو۔ دیکھو سمجھو۔ جو آپ کو علم کی ترغیب دیتا ہے۔ دیکھیے یہ بات معمولی بات نہیں ہے۔ آپ کے پیغمبر ﷺ کا ایک چھوٹا سا فرق آپ کو بتا دوں کہ مسلمان کس علم کی آرزو کرتا ہے۔ لارڈ برٹرینڈ رسل نے پورے علم کا خلاصہ کیا اور کہا:

We only know the relationship of things. We do not know the nature of things.

تمام علوم' فلسفے اور ریاضیات کے بارے میں لارڈ رسل کا یہ قول دورِ حاضر کے عظیم ترین فلسفے کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

مگر پندرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ ﷺ ایک دعا مانگ رہے ہیں کہ اے پروردگار! مجھے حقیقتِ اشیاء کا علم دے۔ غور فرمائیے آپ کس نبی کی اُمت میں سے ہیں کہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** مگر آج مسلمان عورتوں' بچوں اور بوڑھوں پہ علم بند ہے۔

مجھے مولوی حضرات سے کوئی بیر نہیں لیکن میں دین اور علم کے حوالے سے تعصب ضرور رکھتا ہوں۔ جو شخص بھی مذہب کی ایسی ناقص اور کم تر توجیحات کرے گا جیسے میں نے ابھی آپ کو مثال دی کہ بھلا یہ بات قرآن کی ہے یا حدیث کی کہ جو شیخ عبدالعزیز خادم حرمین شریفین دیتا پھرتا ہے۔ وہ کھل کر اس کو اپنی ذاتی رائے کیوں نہیں کہتا:

انہوں نے تو اس کو شخصی رائے نہیں سمجھا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے' اسلام یہ کہہ رہا ہے۔ یہ پیشکش کا انتہائی بھونڈا طریقہ ہے ہر چیز کو اچھی شہرت ملتی ہے' تبھی کامیاب ہوتی ہے اور اللہ کو کتنے برے مشتہر ملے ہوئے ہیں۔

اسلام کو کیسے سمجھیں؟

سوال: اسلام کو سمجھنے کے لیے اگر آپ کی باتوں کے مطابق مولوی کے پاس نہ جائیں تو کہاں جائیں؟

جواب: اسلام کسی چیز کی آمیزش نہیں کرتا۔ صرف ایک احتیاط ضرور آپ کو کراتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ

Marfat.com

نظریات کی آپس میں آمیزش نہیں ہوسکتی مثلاً آج تک کیمونزم نے اپنے اندر ذرا سی بھی کسی دوسرے نظام کی آمیزش قبول نہیں کی۔ بلکہ ایک دفعہ میکسم گورکی نے لینن کو خط میں لکھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ہم کریملن میں ملیں گے تو لینن نے جواب لکھا اگر خدا نے چاہا؟ تم ابھی تک سرمایہ دار ہو۔ تم نے لفظ خدا کیوں لکھا؟ اُس نے جواب دیا یار! میں نے تو محاورۃً لکھا' تو اُس نے کہا نہیں۔ جب تک خدا تمہارے محاوروں میں سے بھی نہیں نکل جائے گا اُس وقت تک تم اچھے کیمونسٹ نہیں بن سکتے۔

اس سیاق وسباق میں سوشلسٹوں اور جمہوریت پسندوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

چھ ارب کی آبادی میں ایسے لوگوں کا تناسب کیا ہے؟ بیس کروڑ' پچاس کروڑ اور ان کا بنیادی رویہ یہ ہے کہ اگر بارہ پندرہ کروڑ عوام علیحدہ ایک ملک چاہیں اور وہ اپنے کسی سسٹم پر عمل کرنے کے لیے کوشش کریں تو وہ اس کی اجازت نہیں دیتے۔

وہ اپنے مقاصد کے تحت اتنے مضبوط بنیاد پرست ہیں کہ وہ جمہوریت اور اس کی آزادیوں کے ناقص تصور کو ساتھ رکھتے ہیں۔ بھئی ہم مسلمان جمہوریت تو لے سکتے ہیں لیکن ہم وہ جنسیت اور لذت پسندی کیسے ساتھ لے لیں جو پرا پرٹی کے حقوق اسے نیویارک دے رہا ہے' ہم کیسے دے دیں۔ اس لیے اُنہوں نے یہ پراپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے کہ اسلام جدید ہے اسلام پرانا ہے۔ اسلام جدید ترین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں کسی ازم یا جدیدیت کی آمیزش نہیں ہوسکتی۔

اللہ صرف یہ کہتا ہے کہ اے لوگو! یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفۃ ولا تتبعوا خطوت الشیطن ط انہ لکم عدو مبین (۲(البقرہ):۲۰۸) سسٹم میں مداخلت نہ کرو۔ اگر تم نے اسلام کے فوائد لینا ہیں تو تم اس میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس میں اِدھر اُدھر کے نظریات شامل نہ کرو کیونکہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسلام آج تک اسی لیے واپس نہیں ہوسکا کہ دنیا کو اچھی طرح پتہ ہے کہ جہاں یہ ایک بار اپنی اصل فطری صورت میں داخل ہو گیا' وہاں پھر اس کو اُتارنا یا مغلوب کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

اسلام میں کوئی فکری انتشار نہیں ہے۔ آپ خود کتاب پڑھو۔ حدیث پڑھو۔ کوئی انتشار نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو مجھ میں سب سے زیادہ ہوتا۔ جس نے ایک ایک لفظ پڑھا ہے' حدیث پڑھی ہے' تاریخ پڑھی ہے' سیرت پڑھی ہے۔ اسے قرآن کی تفہیم میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

اس ضمن میں میرا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے۔ البتہ اسلام کو اس طرح سمجھو جیسے اصحابِ رسول ﷺ نے سمجھا۔

Try to get back and try to understand.

اب دیکھیے بہت سے مقامات پہ قرآن حکیم کی تفسیر رسول اللہ ﷺ کے اعمالِ مبارک میں آتی ہے۔ میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔ قرآن حکیم میں ایک آیت ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین (۲(البقرہ):۲۲۲) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کو سمجھنا کتنا آسان ہے۔ مطہرین کا لفظ بڑا مشکل ہے۔ ہم اپنی زبان کے حساب سے دیکھتے ہیں تو اتنی صفائی چاہیے کہ غیر ممکن لگتا ہے' لیکن جب اس عمل پر ہم رسول اللہ ﷺ کی وضاحت دیکھتے ہیں تو ہم حیران ہوتے ہیں کہ اتنا سادہ۔ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مطہرین کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا کہ جو ڈھیلے کے بعد آب دست لیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اچھا غسل کرتے ہیں۔ پانی سے اپنے اعضاء و جوارح کو اچھے طریقے سے دھوتے ہیں' وہ اللہ کے نزدیک مطہر

Marfat.com

اور پاک صاف ہیں۔ اب بتائیں جب آپ ایسا عمل کریں گے تو آپ کا مطہرین کی صف میں آنے کے لیے کتنا آسان ہو جائے گا۔ فطری سمجھ بوجھ وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کو بیان کی گئی اور انہوں نے سمجھا اور الحمدللہ آپ کے پاس حدیث موجود ہے' قرآن موجود ہے۔ آپ کیوں کسی ٹیڑھے اندازِ فکر کا سہارا لیتے ہو۔ قرآن اس عالم پہ سب سے سخت ہے جو دنیاوی مقاصد کے لیے علم کو استعمال کرتا ہے مگر یہ ضرور کہتا ہے کہ جب انتشارِ ذہنی پیدا ہو جائے' قیاس ہو جائے' جب تمہیں پیچیدگی ہو جائے اور جب تمہیں علمی مغالطے لگیں تو ہر آدمی کے پاس نہ جانا بلکہ اُن کے پاس جانا والرّٰسخون فی العلم (۳(آلِ عمران):۷) جو علم میں راسخ ہیں فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۱۶(النحل):۴۳) اور اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں کے پاس جانا اگر تمہیں علم چاہیے اور وہ یہ اصول علم رکھتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کو پلٹ جائے گی۔

غیر مسلموں کو مسلمان کیسے کریں؟

سوال: ہماری جنگ ہندو سے نہیں' ہندوازم سے ہے۔ ہم سے پہلے لوگوں نے ہندوستان میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلایا۔ اب ہم اُنہیں مسلمان کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اقبال نے بڑی خوبصورت بات کہی تھی کہ:

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
میری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

تو مجھے لازم ہے کہ میں خود بھی اپنے کردار پر ایک نگاہ ڈالوں۔ یہ لازم ہے کہ میں دیکھوں کہ مجھ میں اور ان مُبلغین میں کیا فرق ہے کہ ایک آدمی جاتا تھا اور ایک قوم کو تبدیل کر دیتا تھا اور وہ خوبصورت کردار جواب بھی اونے مصلّے لے کر نکلتے ہیں۔ اِن میں کتنا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک وقت تھا کہ چند تاجر ماریشس آئے۔ ماریشس سارا مسلمان ہو گیا۔ ایسے ایسے پیچیدہ اور متعصب علاقوں میں گئے اور وہاں اسلام کی شمع روشن ہو گئی۔ پوری دنیا میں اِس وقت بھی سب سے بڑی ملّت' ملّتِ اسلامیہ ہے۔ ایک ارب سے زیادہ۔ حضراتِ گرامی! مذہب ایک کلچر ہے' ایک خوبصورتی ہے۔ کلچر بڑا متاثر کن ہے۔ صرف نفسِ مضمون سے یہ متاثر کن نہیں ہوتا۔ جو مذہب آپ کے وجود میں سے ہو کے گزرے گا' اُس کا حُسن دوسرے محسوس کریں گے' اُس کردار کی شناخت محسوس کریں گے' اُس کی محبت و اُنس کو محسوس کریں گے۔

اتفاق یہ دیکھو کہ اچھے بھلے مسلمان' باریش حضرات' بڑے پکے نمازی مغرب جاتے ہیں اور پانچ سال کے بعد وہ مغربی ہو کے واپس پلٹتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک اچھا بھلا مسلمان مغرب جا کر اپنے کلچر کو قیمتی نہیں سمجھتا۔ اُن کے کلچر کو لے کر واپس نکلتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اَب ہندو کس طرح مسلمان ہوں گے؟ میں کہتا ہوں ہندو اَب تو مسلمانوں میں رہتے ہی نہیں ہیں کیونکہ مسلمان اَب دیوبندی' بریلوی اور اہلِ حدیث بن چکا ہے۔ تو وہ بیچارے کس کو مسلمان مانیں؟ اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ یہ تو مسلمان ان کے ہاتھوں نہیں ہوئے ہیں۔ کوئی معین الدینؒ کے ہاتھوں' کوئی فرید الدین گنج

Marfat.com

شکرؒ کے ہاتھوں' کوئی تو حسنِ زائد ہوگا' کوئی خوبصورتی اُن میں زیادہ ہوگی۔ حضراتِ گرامی! یہ وہ خوبصورتی ہے جو اللہ کہتا ہے کہ میرا بندہ جب چلتا ہے تو اُس کے آگے آگے میرا نور چلتا ہے اور وہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ اُس کے کردار کی عظمتیں ہی وہ چراغ جلاتی ہیں اور وہ آئینے کے پیچھے چھپا ہوا وہ چراغ ہے جس کی روشنی کم نہیں ہوتی' بلکہ زمین و آسمان میں پھیلتی ہے جیسے اللہ کا اپنا نور۔

آج کے دور میں کتنے ماں باپ ہیں جو حسرت رکھتے ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ ہم اپنے بچوں کو اچھا انجینئر بنائیں گے' اچھا ڈاکٹر بنائیں گے' اچھا فوجی بنائیں گے اور فلاں یہ کرے گا' وہ کرے گا لیکن کسی ماں باپ نے آرزو ہی نہیں کی کہ ہم اپنے بچے کو اچھا مسلمان بنائیں گے یعنی یہ آرزو ہی موجود نہیں ہے۔ یہ خیال موجود نہیں ہے تو پھر مسلمان کہاں سے آئیں گے۔ بھئی کسی چیز میں جو ڈالو گے' وہی نکلے گا۔ دودھ چینی ڈالو گے' پاوڈر ڈالو گے تو آئس کریم نکلے گی ناں۔ وہ چیز بذاتِ خود تو کچھ نہیں۔ خالی دنیادار بچے نکل رہے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے

؎ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

کوئی نرالے لوگ تو نہیں تھے۔ سیدھے سادے لوگ تھے۔ حضرت علامہ الحضرمیؒ اکیدر کی فتح کو گئے' بیچ میں جھیل آ گئی تو دیکھا کہ اکیدر باہر مذاق کر رہا ہے کہ مسلمانوں بس۔ آپ کو پانی نے روک لیا۔ وہ نیل گائے کا شکار کھیل رہا تھا تو علامہ الحضرمیؒ نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ جملے پڑھے۔ یا علی' یا عظیم' یا حلیم' یا علیم اور سمندر سے گزر گئے اور اُسے گرفتار کیا۔ یہی حال عقبہ بن نافع کا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے لوگ تھے۔ بلکہ اُن پر الزامات بھی لگے۔ کئی غلطیاں بھی پائی گئیں۔ اللہ میاں آپ سے کونسی کاملیت مانگ رہا ہے۔ اللہ میاں کبھی کاملیت نہیں مانگتا۔ اللہ کہتا ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی (سورۃ النجم' آیت ۳۲) تم اپنے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرو کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے' کون متقی ہے۔ مگر کوئی کمٹ منٹ کوئی شناخت تو اللہ کے ساتھ سلامت رہے۔ ہزار حماقتوں کے باوجود

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اور آپ ﷺ نے فرمایا! اے معاذؓ بن جبل! اے ابوسعید خدریؓ! اے ابوہریرہؓ! جس نے ایک بار دل سے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا' اُس پر نارِ دوزخ حرام ہوئی۔ یار کمال کی بات ہے۔ ایک بار بھی دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں نکلتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آٹھ لوگوں پر نارِ دوزخ حرام کر دی گئی ہے اور ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ کسی نوجوان کی آنکھ سے میرے لیے ایک آنسو نکلے' ایک آنسو۔ یہ متاعِ حیاتِ رسول ﷺ ہے۔ یہ برکت ہے اللہ کے دین کی۔ مگر حضراتِ گرامی! غور کرو کیا ایسا آنسو نکلتا ہے۔ غمِ محبوب میں تو نکلتے ہیں' غمِ آرزو میں نکلتے ہیں' غمِ والدین میں نکلتے ہیں۔ سب جگہ نکلتے ہیں مگر کیا محبتِ اللہ اور محبتِ رسول ﷺ میں بھی آنسو نکلتے ہیں۔ تو مشکل پڑ جاتی ہے۔

And for this education, identity, culture of Islam is required.

Unless you create a culture of Islam, you cannot change anybody.

البتہ آپ کے لیے خطرہ موجود ہے۔ آپ ہندو سے، فرانسیسی سے اور جرمن سے بدل جائیں گے۔

Because in the match of cultures, at present Muslims, culture is far more inferior to the culture of West.

ہاں جب آپ مسلمان ہوں گے تو انشاءاللہ تعالیٰ العزیز یہ دھارا اُلٹ جائے گا۔

دجّال کب آئے گا؟

سوال: دجّال کے آنے کا زمانہ کون سا ہے؟

جواب: حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال خراسان سے خروج کرے گا اور اُس پر ایک ہاتھ سے روٹیاں پھینکے گا اور ایک ہاتھ سے آگ پھینکے گا۔ افغانستان کی جنگ میں ہم نے یہ دیکھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ دجال عراق اور شام کے بیچ میں سے گزرے گا اور اُس کی بڑی طاقت ہوگی تو ہم نے دیکھا یہ بات پوری ہوئی مگر اس بات کا امکان ہے کہ آنے والا وقت ہے اُس کے اوپر جو بڑی جنگ ہے آپ کہہ سکتے ہیں وہ جدلِ کبیر ہے۔ وہ شام اور سعودی عرب کے محاذ پہ لڑی جائے گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں، دجال کے دور میں، وقت بڑا مختصر ہو جائے گا اور جو باتیں سالہا سال میں ہوتی ہیں، وہ مہینوں میں ہوں گی اور جلدی جلدی ہوں گی Its like pin fall اور ابھی لگتا ہے کہ یہ جو وقت جا رہا ہے جس میں معاذ اللہ استغفر اللہ صلح و صفائی ہماری اور بھارت کی، یہ بظاہر ایک بہت بڑا افساد اور فراڈ ہے جس کے ذریعے سے کسی نئے بہانے کو ڈھونڈا جا رہا ہے اور میرے خیال کے مطابق اگلی فہرست پر جو ملک ہے وہ سعودی عرب ہے اور ابھی امریکہ کو افغانستان اور عراق کے دو انتہائی تلخ تجربے ہو چکے ہیں۔ اس لیے امریکہ اَب کوشش کرے گا کہ اسرائیل کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ مسلم ممالک پر دھاوا بول دے

This is going to be field which is going to the Syria and Jordan etc.

شروع میں اسرائیلی افواج بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے سعودی عرب میں بھی داخل ہو جائیں گی۔ اُردن اور شام کے ملحقہ راستوں سے یہ مکہ تک بھی پہنچ جائیں گی مگر مدینہ میں داخل نہیں ہو سکیں گی۔

On the return, most probably, some clever Muslim Generals will cut through the enemies on the field of Syria. But I think, it will be mostly built by Pakistani Army.

کیونکہ حدیث یہ کہتی ہے کہ پہلے شکستیں ہوں گی۔ یہ آدھی شکست ہے۔ حتمی فتح جو ہے وہ مسلمانوں کی ہوگی۔ یہ مکمل فتح ہے۔ ابھی کچھ زوال اور باقی ہے اور ابھی مہدی کا جمال باقی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور دجال کی باتیں ہیں مگر یہ بہت بڑا موضوع ہے اور میں تھوڑے عرصے میں اس کے ساتھ انصاف نہیں کر سکوں گا۔

Marfat.com

مذہب انتخاب یا مجبوری

☆ لیکچر

سوالات وجوابات

☆ خدا کی بخشش کا یقین

☆ مسلمانوں کے بھٹکنے کی وجہ

☆ خدا کا انتخاب

☆ متحدہ مجلس عمل (ایم-ایم-اے) کی حکومت

☆ وسیلہ کی اہمیت

☆ خدا سے پہلے کیا تھا؟

☆ حروفِ مقطعات

☆ یہ لیکچر 4 جولائی 2003ء جلال بابا آڈیٹوریم ایبٹ آباد میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

مذہب' انتخاب یا مجبوری

خواتین و حضرات! جب سے حضرتِ انسان نے اس زمین پر اپنے وجود کو پہچانا' اپنے وجود کو محقق کیا' تب سے اس میں دو بنیادی تکبرات در آئے۔ ایک تو تقابل فطرت میں اور دوسرے حیات کے نمونوں میں۔ جب اس نے اپنے آپ کو بہت ممتاز' منفرد اور نمایاں پایا تو اس نے خیال کیا کہ میں اشرف المخلوقات ہوں اور اسی اشرف المخلوقات ہونے کی نسبت سے جب اس نے وہ وجہ ڈھونڈنے کی کوشش کی کہ میں کیوں معزز ہوں' کیوں معتبر ہوں' کیوں خلیفہ بنا' کیوں بڑا بنا تو وہ سب سے پہلے تکبر عقلیہ کا شکار ہوا۔ اپنے آپ کو جاننا' اپنے آپ کو بڑا سمجھنا' اپنے آپ کو واحد مخلوقِ خدا سمجھنا جو اتنی ممتاز اور معتبر ہو۔ یہ انسان کا دعویٰ رہا ہے۔ اسی تقابل کی وجہ سے انسان نے اپنے اندر ایک ایسا غرور پیدا کیا۔ اپنے مسائل کے حل کے لیے اپنی زندگی کے معاملات کے حل کے لیے اور اپنی تمام تر ذاتی' داخلی اور خارجی عنوانات کی تعبیر کے لیے اس نے اپنی عقل کو ذمہ دار ٹھہرایا۔

اُدھر آسمان پہ کچھ عجیب بات ہو رہی تھی۔ جب اللہ نے عقل کو تخلیق کیا تھا اور اسے کہا' مجھے چل کے دکھا اور جب اسے چلتے ہوئے دیکھا تو اللہ نے فرمایا: میں نے کیا خوبصورت تخلیق کی ہے یعنی عقل اللہ کی بہترین تخلیقات میں سے ہے' اس لیے جب یہ امانت کسی کو دینے کا وقت آیا تو اللہ نے بے انصافی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ان عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان ط انه کان ظلوماً جهولا (۳۳ (الاحزاب) ۷۲:) جب اس نے یہ امانت علم و عقل آسمان اور آسمان کے باشندوں کو پیش کی' زمین اور زمین کی تمام تخلیقات کو پیش کی' پہاڑوں اور ان کی تمام تخلیقات کو پیش کی' تو سارے ڈر گئے۔ جہاں اتنے انعامات اسی عقل کی وجہ سے موجود تھے۔ وہاں عقل کو انسانی بہتری اور مخلوقِ خدا کی بہتری کے لیے استعمال نہ کرنے میں کچھ عذاب بھی مقرر تھے۔ اللہ کے نزدیک وہ تمام انسان جو اس اللہ کی دی ہوئی نعمت کو بہتر استعمال نہیں کر سکتے' ان کو ناکام قرار دیا جاتا ہے۔ ان کو کوئی دوسرا موقع نہیں دیا جاتا۔ یہ یاد رکھیے گا' جہاں گناہ کی بہت ساری بخششیں موجود ہیں' جہاں خطاؤں کی بہت ساری مغفرتیں موجود ہیں' وہاں عقل کی ناکامی کی کوئی مغفرت موجود نہیں۔

قرآن حکیم میں پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ جب سکرات[1] میں اہل کفر کی آنکھ تیز ہو گئی اور جن چیزوں سے یہ انکار کر رہے تھے' اب اس کا اقرار کر رہے ہوں گے اور جب سکرات میں ان کی آنکھیں کھلیں گی تو یہ خدا سے ایک استدعا

(1) موت کا وہ وقت جب انسان کی جان نکل رہی ہوتی ہے۔

Marfat.com

کریں گے کہ اے پروردگارِ عالم! اگر تو ہمیں دوسری مرتبہ زمین پر بھیج دے گا' اگر ہمیں ایک موقع اور دے دے تو ہم نہ صرف یہ کہ تجھے پہچانیں گے اور اپنی حیات کے مقصد کو پورا کریں گے بلکہ تو جو چاہے گا' جو حکم دے گا' ہم اس کی اطاعت فرمائیں گے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں کہ یہ غلط کہتے ہیں یہ مکمل ناکامی کا ثبوت ہے۔ اگر ان کو میں سو مرتبہ بھی زمین پر بھیجوں تو پھر بھی اسی کفر کا ارتکاب کریں گے۔ پھر اسی طرح میرے انکار پر جرأت آزما ہوں گے اور پھر اسی طرح زمین و آسمان میں میری رحمت سے مایوس ہوں گے۔ تو حضرات گرامی! اگرچہ یہ بہت بڑا انعام تھا' یہ بہت بڑی نعمت تھی جو اللہ نے انسان کو عطا کی مگر اس ذمہ داری میں بڑے خطرات پوشیدہ تھے۔ ان میں بڑی رکاوٹیں حائل تھیں۔ اس کے خطرات دیکھتے ہوئے زمین نے انکار کیا۔ آسمانوں کی مخلوق نے انکار کیا۔ پہاڑوں اور ان کی مخلوق نے انکار کیا اور انسان نے بڑی غلت کی۔ آگے بڑھ کر اس نعمت کو گلے لگا لیا۔ دعویٰ کیا کہ عجیب ہے' کیا حسرت ہے کہ میں بندۂ خدا ہو کر خدا کو نہ پہچان سکوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ جو زمین و آسمان میں خدا کی شناخت سے مجھے روک دے۔ میں تو پیدا ہی اسی لیے ہوا ہوں تو پھر اتنی گراں قدر شے جو میرے پاس موجود ہے' یہ نعمت اول و آخر جو میرے پاس ہے مگر اتفاق یہ دیکھیے کہ اس دعوے کے باوجود عالمِ کل نے حضرتِ انسان کے بارے میں ایک جملہ فرمایا ''کہ بلاشبہ انسان ظالم اور جاہل ہے۔''

حقائق کی بنیاد پر ایک بچے کے بڑے دعوے کو بڑا شخص سن کر مسکرا دیتا ہے اور اس کی حقیقت سے اس کو آشنا کرتا ہے' اسی لیے عالمِ کل کے شہنشاہ نے اس متقابل دعویدار کی بات کو سنا اور مسکرا کر فرمایا ''انسان ظالم اور جاہل ہے'' مگر اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو عموماً لوگ لیتے ہیں۔ ظالم وہ ہے جو اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے کیونکہ خدا پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا اور جاہل وہ ہے جسے حق اور ناحق کے راستے کا پتا ہے۔ پھر بھی نادانی میں وہ جہالت کا ساتھ دیتا ہے اور علم کی دولت سے اپنے آپ کو روشن نہیں ہونے دیتا۔ تو خدا کے ان دو حروف کا مطلب یہ تھا کہ:

This man has overestimated himself and underestimated the job.

تو اس پورے بیان کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنے کام کو ٹھیک طرح سے نہیں سمجھا۔ ہم مسلمان سہی مگر جب اللہ اور انسان کو ہم دیکھیں گے تو ہم اس زمین پر پوری پوری مخلوقات میں جہاں جہاں بھی انسان موجود ہے' ہم اس کو شمار میں لیں گے تو اگر ہم خدا کے اس کلام کو دیکھیں اور آج کے انسان کو دیکھیں تو چھا رب انسان خدا کی یاد سے غافل ہیں۔ اس کے ذہن میں کبھی اس حقیقت کبریٰ کا خیال نہیں آیا۔ اس کو کبھی کائنات کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کا خیال نہیں آیا۔

کیا قرآن میں موجود حوالوں سے آپ آزاد ہوں گے؟ کیا جب ہم قرآن کو پڑھ رہے ہوں گے تو خدا نے اگر کسی دوسرے انسان کو طعنہ دیا ہے تو آپ اس سے آزاد ہوں گے؟ اگر خدا نے کسی دوسرے انسان کے نقطۂ نظر کی شکایت کی ہے تو کیا بحیثیت مسلمان آپ آزاد ہوں گے؟ اسی جائزے کے لیے میں نے آج کا یہ موضوع چنا تھا کہ مذہب مجبوری ہے یا کہ اختیار۔

جب قرآن حکیم میں اللہ یہ کہتا ہے کہ اے انسان! تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر بڑی سختی سے قائم ہو۔ تم اس پر کوئی تجربۂ فکر کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے کوئی غور و فکر نہیں کیا کہ اللہ نے ہمیں کیوں مسلمان بنایا ہے' ہم مسلمان کیوں ہیں؟ ہم کون ہیں جن کو لوگ مسلمان کہتے ہیں؟ کیونکہ آپ میں سے کسی کو بھی اسلام اختیار سے نہیں ملا۔ آپ میں سب کو اسلام

Marfat.com

ورثے میں ملا ہے اور ایک ایسے ورثے میں جس کے بارے میں غور و فکر کرنا آپ کے لیے ایک درجہ محال ہے۔ ایک مشکل ہے' آپ نے اتنی محنت کبھی اسلام پہ نہیں کی' اتنی محنت کبھی تصورِ خدا پہ نہیں کی اتنی محنت مذہب کی غرض و غایت پر نہیں کی' جتنی آپ اس میراث کو سمیٹنے پر کر رہے ہیں۔ وہ بزرگ و برتر رب کریم تو اہل کفر کو طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم غور و فکر کرتے اور آباؤ اجداد کی میراث کی تقلید نہ کرتے تو تم یقیناً اپنی معرفت پروردگار تک پہنچتے۔

دنیا کی سب سے غالب اکثریت مسلمان' مگر خدا شناس کتنے ہیں؟ اللہ کو جاننے والے کتنے ہیں؟ کیا وہ لوگ خدا شناسی کے دعویدار ہیں جو تعویذ اور گنڈے کا بیوپار کر رہے ہیں؟ کیا وہ لوگ خدا شناسی کے دعویدار ہیں جو لوگوں میں جعلسازی سے اپنے دعوؤں کو سچ ثابت کرنے میں مشغول ہیں؟ کیا وہ لوگ خدا کے علم کے دعویدار ہیں جنہیں اپنی زندگیوں کے بارے میں ایک حرفِ تعلیم نہیں آتا؟ ایک ملک جب اپنے بہترین افسران چُنتا ہے تو بڑے سخت امتحان لیتا ہے۔ ایک دنیاوی نظام جب امتحان لیتا ہے' تو وہ کسی کم علم کو اعلیٰ ترین منصب زندگی دینے کو تیار نہیں ہوتے۔ اے مسلمان! اے امت مسلمہ! غور تو کرو۔ ہم نے اللہ کے دعویدار اُن لوگوں کو سمجھا ہے' جن کے منہ سے رال ٹپکتی ہے۔ جنہیں ایک حرفِ شناسائی پروردگار بھی نہیں آتا اور جن کے ذہن و خیال میں دین و دنیا کا کوئی علم اپنی مکمل حیثیت سے نہیں ہوتا۔ کیا یہ لوگ خدا کے نمائندے ہوں گے؟ کیا یہ لوگ خدا کے علم کے دعویدار ہوں گے؟ کیا ان لوگوں سے آپ کو خدا کی شناسائی ملے گی؟ بدقسمتی سے اس کاروبارِ حیات میں جتنا بڑا جعلساز ہے' اُسے لوگوں کی چند کمزوریوں کا علم ہے۔ کیا رزق اب جادوگری بند کرے گی؟

ہر محلے ہر گلی ہر شہر میں جادوگروں اور ساحروں کی تعداد نارمل لوگوں سے زیادہ ہے بلکہ ہر گھر میں کہیں بھتیجی جادو کر رہی ہے' کہیں بھانجی کر رہی ہے' کہیں ساس کر رہی ہے' کہیں بہو کر رہی ہے' کہیں مرد کر رہا ہے' کہیں عورت کر رہی ہے۔ اے کائناتِ خداوند کے رہنے والو! کیا طلسم ہوشربا ہے کہ یہاں صرف ایک خواجہ عمرو عیار ہے' یہاں صرف ایک طلسم کشا ہے۔ باقی سب جادوگر ہیں۔ خواتین و حضرات! کیا یہ لوگ تعلیم میں آپ کو گائیڈ کریں گے؟ کیا یہ لوگ آپ کی علیت کے مظاہرے آپ سے وصول کریں گے؟ یہ اس لیے ہے کہ آپ اللہ کی اس بات کو بالکل توجہ نہیں دیتے کہ اے خدا کے بندو! میں اہل کفر کو جو طعنہ دے رہا ہوں کہ تم کبھی بھی کفر کے قابل نہ رہتے' اگر غور و خوض کرتے تو میں رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں اے امت مسلمہ کے امیدوارو! اگر تم بھی غور و فکر کرو تو جہالت کے ان عمومی تاثرات سے آزاد ہو جاتے اور خدا کو خدا کی طرح جانتے۔ اللہ کہتا ہے وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو ط وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر (٦ الانعام: ١٧) اور اللہ جسے تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر کوئی بھلائی کرنا چاہے تو بھی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی کا جادو کام نہیں آئے گا۔ کوئی تعویذ کام نہیں آئے گا۔ دعا اپنی جگہ ہے۔ دعا بھی تو اللہ کی وجہ سے قبول ہوتی ہے۔ اگر ہم کسی کو ضرر سے چھو لیں تو پھر اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں کھول سکتا اور جسے ہم خیر سے چھو لیں تو یہ تو قدرت ہمارے پاس ہے۔ کسی انسان کے پاس نہیں۔ کوئی انسان کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ہم رزق اُن کو عطا کر دیتے کہ جاؤ تم لوگوں کو پالو۔ تم لوگوں کو زندگی عطا کرو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''اگر ہم انسانوں کو رحمت دے دیتے تو یہ بڑے بخیل نکلتے۔ یہ کسی دوسرے انسان تک رحمت پہنچنے نہ دیتے۔ اسی لیے ہم نے وہ اسبابِ ضرورتِ انسان اپنے پاس رکھے اور کسی کو اس کا سبب عطا نہیں فرمایا۔ البتہ میرا رسول اللہ ﷺ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ دیکھو اللہ عطا کرنے والا ہے۔ عطا کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ میں مگر تقسیم کرنے والا ہوں۔''

وہ عقل و معرفت اور تحقیق و جستجو جس پر اللہ نے اپنی شناخت کی بنیاد رکھی اور جس کا طعنہ کافروں کو دیا۔ وہ طعنہ آج آپ پر بھی لاگو ہے' اس لیے کہ مذہب کی غرض و غایت رسوم و رواج عبادت نہیں ہے۔ اگر آپ عبادت کا بھی مفہوم اللہ کی زبان سے سن لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ نے عبادت کا کچھ اور مفہوم رکھا ہے۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیں۔ اللہ کا رنگ جہالت نہیں ہے' اللہ کا رنگ بے آگہی نہیں ہے۔ اپنی شناخت اور محبت کے لیے اللہ نے علم کو سب سے بڑی دولت قرار دیا۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھ سے ڈرنے والے نہیں' مجھ سے محبت کرنے والے اور میری محبت میں رونے والے وہی لوگ ہیں جو مجھے زیادہ جانتے ہیں۔ جو زیادہ علم والے ہیں۔ جو زیادہ شناخت والے ہیں اور میرے بہترین بندے بھی وہی ہیں جو نہ صرف عبادت کرتے ہیں بلکہ ہمہ وقت کائنات کے غور و خوض میں مصروف رہتے ہیں۔

ہم لوگ دنیاوی وجاہتوں کے لیے کتنا زور لگاتے ہیں۔ کیا اللہ نے دنیا کو غلط قرار دیا۔ کیا اللہ نے یہ کہا کہ دنیا کو مت حاصل کرو۔ کیا اللہ نے یہ کہا کہ دنیا میں تمہیں کاروبار نہیں کرنا۔ خدا ترکِ دنیا کے لیے نہیں ہے' اسلام ترک دنیا کے لیے نہیں ہے' نہ اسلام میں رہبانیت ہے' نہ اسلام میں فاقہ ہے۔

اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فاقہ فرمایا' مگر فاقہ کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ گھر کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے کہ رسولؐ اللہ روزہ رکھے بیٹھے تھے۔ پھر بریرہؓ کی طرف سے ایک بھنی ہوئی ران بطور تحفہ آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً روزہ توڑ دیا اور اس سے مشغول ہو گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا' یارسول اللہ ﷺ! ابھی تو آپ نے روزہ رکھا تھا۔ فرمایا نفلی روزہ تھا نا' کل رکھ لوں گا مگر یہ تو نہیں چھوڑوں گا کیونکہ میں تو صبح سے دعا مانگ رہا تھا کہ اے پروردگار فضل و رحمت کا تو مالک ہے' مجھے عطا فرما۔ تو یہ جو بھنی ہوئی ران ہے' یہ تو فضل و رحمت ہے۔ اس سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔

حضور ﷺ نے اچھا بھی کھایا ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ اُم طلحہؓ کے پاس گئے اور پوچھا' کچھ کھانے کو ہے؟ ام طلحہؓ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ ہنڈیا میں ایک بکرا ڈالا ہوا ہے جو ابھی پکا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' بھوک سخت ہے' نکالو۔ اُم طلحہؓ نے ایک دستی نکالی اور حضور ﷺ نے تناول فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور ہے؟ کیونکہ حضور ﷺ کو دستی کا گوشت بڑا پسند تھا۔ پھر انہوں نے دوسری دستی نکالی اور وہ حضور ﷺ نے کھائی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پھر پوچھا کیا اور ہے؟ تو ام طلحہؓ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ایک بکری میں کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا' آج تو سوال نہ کرتی تو دستیاں ہی نکلتی رہتیں۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! پیغمبر عالی مقام ﷺ نے ہم سب کا کام بہت مشکل کر دیا ہے۔ آپ یقین مانو کہ سب سے بڑی مشکل ہمیں اپنے پیغمبر ﷺ کی وجہ سے ہے۔ میں آپ سے کہوں جب میں عیسیٰ کا سنتا ہوں' میں کہتا ہوں ٹھیک ہے۔ ساری زندگی معجزانہ تھی۔ اول و آخر معجزہ۔ بھلا ہمیں ان سے کیا کام۔ معجزے سے پیدا ہوئے' معجزے سے رخصت ہوئے۔ رستے میں کیا کیا' یہودی کاہنوں کو صلواتیں سنائیں' نابیناؤں کو بینا کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ یہ ساری باتیں بتاؤ میں کر سکتا ہوں؟ مجھے کیا پڑی ہے۔ میں کہتا ہوں اگر حضرت عیسیٰ ہی آخری نبی ہوتے تو بڑی خوشی کی بات تھی۔ ان کی پیروی کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

حضرت موسیٰ عصائے موسوی کے بغیر تو آتے بھی نہیں ہیں اور عصائے موسوی تو اب امت کو مل نہیں سکتا۔ شریعت کا یہ عالم ہے کہ قوم یہود تمام تر عقل دنیاوی مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ وہی نعمت خداوندی جو انسان کو اللہ نے اپنی شناخت کے لیے عطا کی۔ ایسی بدبخت قوم ہے کہ ہزار معجزات دیکھ رہے ہیں۔ کبھی مینڈکوں کی بارش' کبھی جوؤں سے بندے ہلاک کئے اور کبھی فرعون کے پہلوٹھی کے بچے کے لیے۔ وہ تو بیچارہ مان گیا اور آخری وقت میں کہا کہ میں رب موسیٰ اور ہارون کو مانتا ہوں۔

مگر اس قوم کا حال سنیں جس کے لیے موسیٰ سب پاپڑ بیل رہے تھے کہ یہ قوم چلتی ہوئی جب حمص اور بعلبک کے قریب آتی ہے تو کہتی ہے موسیٰ بڑا بڑا معجزہ تو نے دکھایا مگر یہ تو جادوگری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر تو واقعی ہمیں خدا کا یہ کرشمہ قدرت دکھائے گا کہ زندہ کرے گا اور مارے گا۔ پھر کیا ہوا بڑی مجبوری ہے۔ اللہ سے درخواست کہ اے پروردگار میں ان جاہلوں میں سے نہیں ہوں' اگر تو کرشمہ قدرت دکھا دے۔ موسیٰ ذرا غصے والے تھے۔ ذرا ادھر اُدھر سے آفت آتی اور لڑ پڑتے۔ اور لڑتے بھی اسی بات پر تھے جس بات پر آج ہم بھی لڑتے ہیں کہ اے اللہ بڑی مشکل سے گھیر گھار کے ایک بندہ تیری طرف لاتے ہیں تو اس کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ وہ تھوڑے عرصے کے بعد آ کے کہتا ہے' تسبیح کیا کروں۔ تسبیح تو بربادی ہے۔ جو دو دانے رزق کے پہلے مل رہے تھے' اب نہیں ملتے۔ اب اسے کون سمجھائے بھئی یہ تیری آزمائش ہے مگر وہ کہتا ہے نہیں' مجھے وہ جادوگر چاہیے جس کے تعویذ سے میرا رزق کھلتا ہے۔ آزمائش نہیں چاہیے' صبر نہیں چاہیے۔ سکون نہیں چاہیے۔ اعتبار نہیں چاہیے۔ اللہ نہیں چاہیے' مجھے تو وہ روٹی چاہیے' دو دانے جو مجھے مل رہے تھے۔ یہی حال موسیٰ کا تھا۔ ہر دوسرے لمحے خدا کے گریبان پر ہاتھ کہ اللہ میاں تو کیا کرتا ہے۔ بڑی مشکل سے اس قوم کو لایا ہوں۔ تو نے ان کو آتے ہی مصائب میں ڈال دیا۔ اللہ نے فرمایا' موسیٰ ٹھہر' یہ بھی کر دوں گا۔ ایسے کر تو دو سو بندے اپنی قوم کے معززین' لائق' دانا اور عقل والے ذرا جدا کر۔ باقی بارہ قبیلوں کو ان پہ گواہ بنا۔ ایسا نہ ہو کہ کل کوئی مکر جائے۔ ایسا نہ ہو کہ صاحبِ تورات کہیں کہ یہ واقع پیش نہیں آیا۔ ایسا نہ ہو یہودی اور قبالہ تحریک کہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

فاخذتکم الصعقۃ وانتم تنظرون (۲(البقرہ):۵۵) پھر اللہ نے برق اتاری اور ان بندوں کو اٹھا لیا۔ بنی اسرائیل نے طعنے دیے۔ اے موسیٰ! اسی لیے ہمیں یہاں لایا تھا۔ تو نے تو ہمیں برباد کر دیا۔ ہماری تو نسلیں اجاڑ دیں۔ ہمارے تو سارے بزرگ لے لیے۔ یہ کیا کیا تم نے۔ بھئی خدا اگر قوم یہود کا ہے تو اس سے کہو کہ ہمارے آباؤ اجداد ہمیں لوٹا دے۔

Marfat.com

ثم بعثنکم من ' بعد موتکم لعلکم تشکرون (۲(البقرہ):۵۶)اللہ نے پھر لوٹا دیے۔کہا' کیا گواہی دو گے؟اب مجھے مانو گے خدا؟اب تمہاری عقل کو تسکین ہوگئی؟انہوں نے کہا' ٹھیک ہے۔اب ہمیں کون دنیا کی طاقت گمراہی کو لے جاسکتی ہے۔وہی نعمت عقل اور انسان۔چلتے چلتے حمص اور بعلبک کو گزرے۔وہاں سرمن را کی خداوندِآمون کی Mythologies تھیں۔بیل اور اشتار کی دیوی کی پرستش ہوتی تھی۔اصل میں فراعنہ مصر نے بھی اسی دیوتا کو پرانے اصنام سے قبول کیا۔بڑے خوبصورت محل تھے' وہ اصنام نہیں تھے۔پروہت تھے بتوں کے گھر اور مندر تھے۔انہوں نے بہت لمبے خوبصورت اعلیٰ ترین نقش کاری کر کے سونے کے بت بنائے ہوئے تھے جن میں سے روشنیاں جگمگاتی تھیں۔بنی اسرائیل بھول گئے کہ اللہ سے کیا کہا تھا۔

کہا' پروردگار اگر تُو اجازت دے کہ تُو تو بڑا خدا ہے' طاقتور ہے۔تیرا تو زیادہ حق بنتا ہے کہ تیرے بت رکھے جائیں۔تُو حسن صورت کے کسی مظاہرے میں تو آئے۔جونہی موسیٰ طور پر گئے۔سامری نے بچھڑا بنایا اور اس پہ خاکِ پائے جبرئیل پھونکی۔حضرت جبرئیل کو روح الامین کہتے ہیں۔ان کو الروح بھی کہتے ہیں یعنی وہ شعبۂ ارواح کے فرسٹ سیکرٹری ہیں۔اس شعبے کی نگہبانی انہی کے پاس ہے۔انہی کی وجہ سے ارواح آتی ہیں۔انہی کی وجہ سے ارواح کو اشکال ملتی ہیں۔اسی لیے حضرت جبرئیل امین کا نام روح الامین بھی ہے کہ امانتِ علم و عقل بھی انہیں کے ذریعے انسان کو منتقل ہوتی ہے۔ایک دفعہ سامری جادوگر نے جبرئیل امینؑ کو حضرت موسیٰ کے پاس آتے دیکھ لیا۔سامری نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی خاک تھوڑی سی لے لی اور اس بچھڑے پر پھونکی۔بچھڑے نے پوری زندگی تو نہیں پائی مگر کسی نہ کسی طریق زندگی کی وہ خاک مالک تھی۔اور اس بچھڑے میں سے آواز آنی شروع ہوگئی۔اس آواز کی وجہ سے اس پر زندگی کا تاثر ہوا۔اس تاثر کی وجہ سے بنی اسرائیل نے اس غیر معمولی واقعہ کو خدا سمجھا اور جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو تمام کام بگڑ چکا تھا اور باقاعدہ اس بچھڑے کی پرستش شروع تھی۔

کب ہم نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ' اللہ ہمارے سامنے ظاہر ہو اور ہمارے مردوں کو جگائے تب ہم اللہ کو مانیں گے۔ہم تو اس لیے نہیں کہتے کہ وہ اس کائنات میں واحد رسول اللہ ﷺ ہے' جن کا ہر لفظ' ہر قدم اس عقلیت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہے جو انسان کی ضرورت ہے اور ہم زندگی کے کسی ایک شعبے میں بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے گریز کر پائیں۔یہ ہماری مجبوری ہے۔ہمارے پیغمبرؐ نے ہر راہگذر پر ایسے قیمتی' خوبصورت اور لازوال نقوش راہبری چھوڑے ہیں کہ اس امت میں کوئی شخص اُن سے گریز نہیں کرسکتا۔یہ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔انؐ کے معجزات اتنے اہم نہیں رہے۔وہ رسولِ علم ہیں اور وہ اللہ کی جانب سے آخری استاد ہیں۔انہوں نے ہمارے لیے کوئی گنجائشِ معجزات نہیں چھوڑی۔اللہ کے رسولؐ نے ہر منزلِ حیات پر آپ کے لیے قابلِ تعلیم نقوش چھوڑے ہیں۔

خواتین و حضرات! مگر اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے بڑا نقشِ تعلیم جو چھوڑا ہے' وہ یہ ہے کہ مذہب کیوں اختیار کیا جائے۔اتفاق دیکھیے کہ آج کے زمانے میں تمام زمانہ ہمیں یہ قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ مذہب غیر ضروری ہے' مذہب فالتو ہے' مذہب رسم و رواج ہے اور مذہب صرف نماز اور روزہ ہے۔چلو اگر کسی کو مذہبی ہونا ہے' اپنے گھر جاؤ' مصلیٰ بچھاؤ' چار رکعت پڑھو۔ہمیں کاروبارِ حیات میں تنگ نہ کرو۔اس لیے کہ ہمارا معاشی نظام مذہبی نہیں ہے' اس لیے کہ

ہمارا اٹریفک کا نظام تمہارے مذہبی نظام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا' اس لیے کہ ہماری گورنمنٹ کے نظام تمہارے نظام کے مطابق نہیں ہیں۔ تمہارا مذہب اس میں ہمیں کوئی سبق نہیں دیتا' کوئی دخل نہیں دیتا۔ تم نے مذہبی ہونا ہے تو ہو جاؤ۔ پھر خواتین وحضرات! کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ہم دنیا کی ترقی بھی چاہتے ہوں' مال واسباب بھی چاہتے ہوں اور مال و اسباب کے مالک ہوں۔ دنیا کی ترقی کے بزرگ ہمیں درس دے رہے ہیں کہ بھئی مذہب نہیں چاہیے تو پھر ہم ایک لمحہ کے لیے سوال نہیں کریں گے کہ یا تو ہم اعلیٰ ترین منافق ہو جائیں۔ ایسے منافق جو مذہب بھی رکھیں اور دور حاضر کے غلام بھی ہوں۔ اصل میں ہماری نیتوں میں محبت تو بش اور بلیئر کے ساتھ ہو اور کبھی کبھی اپنے گوشۂ حیات میں ہم محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بھی لے لیں۔ مسجدوں میں نعت پڑھیں' مدرسوں میں کلام پڑھ لیں' پرانی کتابیں دہرالیں اور مذہب کے ان بزرگوں سے جن کی اپنی تمام عمر ماشاء اللہ تعلیم خیرات مانگنے میں صرف ہو جاتی ہے اور آج کل اگرچہ حکومت انہی کی ہے مگر بدقسمتی سے وہ بھی مذہب کی غرض وغایت قطعاً نہیں جانتے۔

سوال یہ ہے کہ مذہب کیا ہے۔ ایک چلنے کا رستہ' کدھر جانے کا رستہ ہے۔ اگر یہ چلنے کا راستہ ہے تو کدھر جانے کا رستہ ہے۔ مذہب انسان کو کیا دیتا ہے۔ کیا بخشتا ہے۔ انسان کی مذہب سے کیا مراد ہے۔ کیا غرض وغایت ہے اور کیوں ہم مذہب کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں؟ جیسے کوئی ماں اپنے مردہ بچوں کو سینے سے لگائے پھرتی ہے۔ اسی طرح ہم بیمار فرسودہ بارہویں صدی کی توضیح کے محتاج مذہب کو اپنی آغوش میں لیے پھرتے ہیں۔ خواتین وحضرات! زمانے جب بدلتے ہیں' علم جدید تر ہوتا ہے' تحقیقِ انسان آگے بڑھتی ہے تو پھر آپ کے تفکر کو خدا کی تعلیم کی مختلف توضیح کرنا پڑتی ہے۔

آج قرآن کی وہ وضاحت نہیں چلے گی جو بوعلی سینا اور امام رازی نے دی ہے مگر ابن عباسؓ کی چلے گی کہ وہ صحابیؓ تھے۔ اللہ نے ان کو تاویلِ قرآن عطا کی تھی۔ پوچھا گیا' ابن عباسؓ! آج جبکہ تم زندہ ہو' ہمیں قرآن میں اشکال ہو تو تمہارے پاس چلے آتے ہیں۔ کل کیا ہوگا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا' ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے۔ آج میں نے قرآن کی تفسیر اپنی معلومات کے مطابق کرنی ہے' ورنہ میں ایک ایسے پسماندہ راہرو کی طرح ہوں گا جو کبھی بھی منزل کا سراغ نہیں پا سکتا۔ مجھے خود کو ڈھالنا ہے۔ آج کا سماوی نظام جو اس وقت مغربی دنیا کے پاس ہے' مجھے اس کی تاویل اور وضاحت چاہیے۔ مجھے یہ چاہیے کہ قرآن کو اس تعلیم کی بنا پر پڑھوں۔ مجھے چاہیے کہ قرآن کو پڑھنا سیکھوں۔ قرآن ضرور علومِ جدید سے کچھ آگے کا ہوگا۔ قرآن ضرور کائنات کی بہتر تفسیر دے رہا ہوگا مگر قرآن کا عالم ہمیں کیوں اس تفسیر سے آشنا نہیں ہونے دیتا؟ کیونکہ وہ ابن سینا اور فارابی سے آگے نہیں بڑھتا اور آج جو تفسیر ہم پڑھتے ہیں' وہ 'ملا علی قاری سے آگے نہیں جاتی۔ وہ بہت بڑے عالم تھے' ہم ان کا انکار نہیں کر سکتے۔ عبدالوہاب شعرانی بہت بڑے عالم تھے۔ بڑا بڑا محدث اور فقیہہ گزر گیا مگر ان کے پاس وہ معلومات نہیں تھیں جو آج کے آٹھویں جماعت پاس بچے کے پاس ہے۔ جو ٹی وی پر Discovery کا چینل دیکھ رہا ہے۔ اس کو زیادہ بہتر علم ہے' وہ جانتا ہے کہ زمین کے چپٹا ہونے پر جو فتویٰ ہے' وہ غلط ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کائنات دیکھی جا چکی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مجمع الکواکب (Constellation) دیکھی جا چکی ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ زمین گول ہے' وہ اب کسی معتبر کی بات نہیں مانے گا بلکہ ہنسے گا کہ شاید تمام مذہب انہی خرافات کے نتائج سے بھرا ہوا ہے۔

علم کی وجہ سے نہیں' بلکہ اُن لوگوں کی وجہ سے جو اس علم وعقل کو اللہ کی حمایت میں استعمال نہیں کرتے۔ اُن

Marfat.com

لوگوں کی وجہ سے جو خدا کی دی ہوئی نعمت کو تحقیق و جستجو میں استعمال نہیں کرتے۔اس لیے کہ مذہب کا کوئی اور مطلب نہ تھا' نہ ہے اور نہ ہوگا۔شریعتیں بدلتی رہتی ہیں۔سلاسل بدلتے رہتے ہیں۔کوئی چیز بنی اسرائیل میں حرام مطلق تھی اور ہمارے لیے حلال ہے۔شریعتیں انسان کی بلوغت فکر کے ساتھ بدلتی چلی آئی ہیں حتیٰ کہ آقائے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ختم ہو گئیں مگر آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک مذہب کا صرف ایک مقصد مستقل رہا ہے اور وہ اللہ ہے۔اللہ کی شناخت' اللہ کا جاننا' اللہ کی ہمسائیگی کی آرزو۔مذہب کا یہ بنیادی مقصد اور اولین ترجیح ہے۔اور جو عقل' جو دانش اور جو علم مذہب آپ کو خدا کی اس ترجیح سے آگہی نہیں دیتا وہ مذہب نہیں۔رسم و رواج کی اختراع ہے۔مجموعہ ہے' بیکارِ محض۔محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو آخری پیغام دیا ہے' وہ یہی ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ اس دورِ حاضر میں جب ہم مذہب کا دفاع نہیں کر سکتے' میں اس میں خصوصی طور پر ان دانشور عالموں کو شریک نہیں کرتا۔میں عمومی ادارہ کی بات کرتا ہوں اور یہ عمومی ادارہ اسلام کے لیے آفتِ جان بنا ہوا ہے۔اسلام کے دو ہی دشمن ہیں' ایک سیکولرسٹ ہے اور دوسرے وہ ادنیٰ درجے کی کم ترین ملائیت جس نے مذہب کو رزق و روزگار کے سوا کچھ نہیں بنایا۔

خواتین و حضرات! ایمان جبر نہیں ہے۔بہتر ہے یہ ردائے جبر اپنے سر سے اتار دو۔اللہ پر احسان نہ فرماؤ۔اپنے اوپر رحم کرو' غور و فکر اور سیکھنے سمجھنے کی صلاحیت اختیار کرو۔قرآن بہت آگے ہے۔تمام علوم درمیان میں ہیں۔ملا بہت پیچھے ہیں۔قرآن کیوں نہ آگے ہو۔قرآن تو ابتدائے کائنات سے لے کر آخرِ کائنات تک وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات کو سمیٹے بیٹھا ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ وہ صاحبِ علم' وہ دانشور کبیر' وہ خدائے مطلق جو ایک طرف خبر دیتا ہے کہ وسخر الشمس والقمر ط کل یجری لا جل مسمی (۱۳(الرعد):۲) اور سورج اور چاند کو ایک خاص قانون کا پابند بنایا اور ہر چیز کائنات میں ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہی ہے۔

پھر تخلیق کے خاتمے کی خبر دی ہے۔القارعۃo ما القارعۃo وما ادرٰک ما القارعۃo یوم یکون الناس کالفراش المبثوثo وتکون الجبال کالعھن المنفوش (۱۰۱(القارعہ):۱ تا ۵) کھڑکھڑانے والی' کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ اور تمہیں کیا پتا کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ روئی کی مانند ہوں گے۔اور دوسری جگہ فرمایا و جمع الشمس والقمر (۷۵(القیامۃ):۹) چاند اور سورج پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔اور پھر زمین نئی زمین سے بدل دی جائے گی۔اس خوبصورت آیت کو یاد رکھیے گا کہ زمین زمین سے بدل دی جائے گی۔آسمان کی جگہ زرد سیاہ رُو آسمان ہوگا۔او زون کے پردے ہٹ جائیں گے اور اصلی کائنات آپ کو نظر آئے گی۔قوانینِ حیات بدل دیے جائیں گے۔پھر اُس دن خداوند کائنات آسمانِ اول کو رجوع فرمائیں گے اور بڑے بڑے بش اور بلیئر قطار میں کھڑے ہوں گے۔سکرات کا عالم ہوگا' ہمارے بھی چند ایک اُن کے چاہنے والوں کی قطار میں ہوں گے اور آواز آئے گی لمن الملک الیوم ط للہ الواحد القھار (۴۰(غافر):۱۶) اب بتاؤ آسمان و زمین کس کے ہیں؟ اب بتاؤ ورلڈ آرڈر کس کا ہے؟ کون مالک ہے؟ اور کیا خوبصورت آیت ہے واشرقت الارض بنور ربھا (سورۃ الزمر' آیت ۶۹) اور زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائے گی اور ربِ کائنات محبت' رحم اور کرم سے اپنی مخلوق پر نگاہ کرے گا اور صرف اتنی بات ڈھونڈے گا' چھوٹی سی بات جس نے غور و فکر کیا' عقل کو استعمال کیا۔اس نعمت کو اللہ کے

جاننے کے لیے استعمال کیا تو میزان لگائی جائے گی اور انسان کے تمام گناہ ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ پھر خداوند کریم فرمائیں گے کہ ایک کاغذ کا پرزہ دوسرے میزان میں ڈال دو اور جب وہ پرزہ اس میزان میں ڈالا جائے گا تو تمام گناہ آسمان کو اٹھ جائیں گے اور وہ میزان زمین سے لگ جائے گی جس میں ایک کاغذ کا پرزہ ہوگا اور اس پہ لکھا ہوا ہوگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

خدا کی بخشش کا یقین

سوال: یہ کیسے پتہ چلے گا کہ خدا نے بخش دیا؟

جواب: یہ بے یقینی کا سوال ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان ایک یقین کام کرتا ہے۔ جس کو معلوم ہے کہ اللہ بخشنے والا ہے اور جس کو کتابِ حکیم پر یقین ہے اور خدا کے مقدس الفاظ پر یقین ہے وہ کبھی اس بارے میں شبہ نہیں کرتا۔ اللہ نے اس کے لیے جو واحد قدر سینۂ انسان میں رکھی ہے' وہ اخلاص ہے۔ اگر آپ اللہ کے لیے شمہ برابر بھی اخلاص محسوس کرتے ہو اور اُس کی حاکمیتِ اعلیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرتے تو اللہ کا یہ وعدہ ہے قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ط انہ ھو الغفور الرحیم (۳۹ (الزمر): ۵۳) کہ اگر تم سے سارے گناہ بھی سرزد ہو جائیں۔ ساری خطائیں بھی ہوں تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

اس سے پہلے حضرت لقمانؑ اور حضرت یعقوبؑ نے مختلف مواقع پر اپنے بیٹوں کو اور بچوں کو درس دیتے ہوئے کہا کہ دیکھو اصل کفر اللہ سے مایوسی ہے۔ کفر یہ ہے کہ آپ اللہ کو معاف کرنے والا نہ سمجھو۔ کفر یہ ہے کہ آپ کو حقیقتِ انسان کا علم نہ ہو۔ کفر یہ ہے کہ آپ کو پروردگار کائنات کی حیثیت کا عرفان نہ ہو۔ جب خداوند کریم یہ ارشاد فرمائیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا اور رحیم کے بارے میں یہ متعدد مرتبہ کہا گیا کہ لفظ رحیم کا اطلاق ہی زندگی کے بعد ہوگا۔ اور جب رحمٰن اور رحیم کی وضاحت ہوئی تو یہ کہا گیا کہ رحمٰن الدنیا اور رحیم الآخرت ہے کہ دنیا میں وہ رحمٰن ہے اور آخرت میں وہ رحیم ہے۔ اس میں مناہمت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کے اوپر اپنی لفاظی کو مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ جب وہ اصولاً ایک مطلق بات کر رہا ہے کہ میں تمام گناہ معاف کرتا ہوں۔ اس کی ایک اور بھی وجہ ہے کہ جتنے بھی میرے گناہ ہیں ایک مختصر ترین مدت کے لیے کرتا ہوں اور میں گناہ کرنے پر مکلف بھی ہوں۔ اس لیے کہ اللہ نے مجھے اپنے ارشاد مبارک کے مطابق ظالم' جاہل' عجلت پسند' چھوٹی چھوٹی بات پر شکوہ طراز اور بخیل بھی قرار دیا اور میں Possessive بھی ہوں تو اس حالت میں انسان سے خطا کا ارتکاب فطری بات بھی ہے۔ اس لیے کہ انسان کا سفر خطا سے شروع ہوا۔ دیکھیے گناہ کتنا بڑا ہو سکتا ہے۔ ایک وہ خطا ہے جو خدا کی غیبت میں آپ کرتے ہیں۔ آپ نے خدا دیکھا ہوا نہیں ہے۔ آپ نے خدا کو براہِ راست سنا ہوا نہیں ہے۔ آپ اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ایک وہ خطا ہوئی جو خدا کے سامنے ہوئی۔ اب بتائیے اس خطا کا کتنا وزن ہوگا۔ وہ کیا عجیب خطا ہوگی جو آدمؑ سے اللہ کے حضور میں سرزد ہوئی۔ وہ کتنی بڑی خطا ہوگی۔ آپ اس خطا کا اندازہ کر سکتے ہو کہ جو اللہ کے حضور میں ہوئی ہو تو اتنی بڑی خطا کو بھی اللہ کریم نے اپنے رحم و کرم سے معاف کر دیا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آدمؑ نے جو خطا فرمائی ہے یا آدمؑ سے جس خطا کا ارتکاب ہوا اس کے مداوا کے لیے بھی اُن کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ اُن کے

Marfat.com

پاس نہ اندازِ فکر تھا' نہ اندازِ دعا تھا' نہ الفاظِ دعا تھے۔اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو دیکھئے اللہ کیا حسن تدبیر سے کام لیتا ہے کہ فردِ جرم لگا دیتا ہے۔

فازلہما الشیطن عنہا فاخر جہما مما کانا فیہ وقلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو (۲(البقرہ):۳۶) یہ تو ہوئی فردِ جرم اور سزا فتلقی آدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ ط انہ ھو التواب الرحیم (۲(البقرہ):۳۷) خفیہ طور پر اس احساسِ ندامت کے جواب میں ایک ایسے شخص کی ندامت کے جواب میں جس کے پاس لفظ ہی نہیں ہے۔آدم تفسیر خیال بھی نہیں بیان کر سکتے۔اندازِ اظہار بھی نہیں ہے۔وہ اتنے مجبور ہیں کہ اپنی خطا کی عرضِ ندامت نہیں ہے تو خداوند کریم فرماتے ہیں کہ میں نے اس سلسلے میں اپنی اس محبوب مخلوق کو خفیہ طور پر کہا' آدمؑ یار چھوڑ میں تیرا رب' تو میرا بندہ۔چپکے سے ذرا ان لفظوں سے توبہ کر لے۔ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وتر حمنا لنکونن من الخسرین (۷(الاعراف):۲۳)''اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھائیں گے۔'' کیونکہ میں تو بیٹھا ہی توبہ قبول کرنے کے لیے ہوں۔اگر آپ کو یقین نہ ہو کوئی شبہ رہ جائے تو ساتھ وہ الفاظ جو بنیادی طور پر معاہدے کے الفاظ ہیں' جو خدا کے خود سکھائے ہوئے الفاظ ہیں' اس کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

مسلمانوں کے بھٹکنے کی وجہ

سوال: آج کل کے دور میں قرآن پڑھا اور پڑھایا بھی جا رہا ہے اور سنت پر لوگوں کو چلتے ہوئے سڑکوں پر دیکھ بھی سکتے ہیں۔بیس لاکھ کا سالانہ مجمع بھی ایک بہت بڑی نمائش ہے۔اس کے باوجود مسلمان اپنے صحیح راستے کو ابھی تک کیوں نہیں پہنچے؟

جواب: ؎ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بدقسمتی سے بندوں کو تولنے کا عمل صرف اللہ کے پاس محفوظ ہے' بندے گنے جا سکتے ہیں' تولے نہیں جا سکتے اور ہم مسلمان کہلوا سکتے ہیں' مومن نہیں کہلوا سکتے کیونکہ ظاہر کا فیصلہ آپ کے پاس اور باطن کا فیصلہ اللہ کے پاس ہے۔

قیامت کے دن حتمی طور پر جو کاؤنٹ ڈاؤن ہوگا' سوائے ایک طبقۂ خیال کے' بڑے ہی محترم لوگ ہوں گے۔پھر ایسا زمانے میں کبھی نہیں ہوا کہ ایک پوری امت ایک پورے دور کو اللہ کی تحریری سفارش (Written Recommendation) حاصل ہو۔وہ اصحابِ شجرہ کو عطا ہوئی کہ اے پیغمبر ﷺ! انہوں نے تمہارے ہاتھ پر بیعت نہیں کی' میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔پھر خداوند کریم نے فرمایا کہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (۹(التوبہ):۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔اب اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی سند نہیں۔وہ لوگ گزر گئے' جن کو لکھا ہوا دیا گیا۔یہ اصحابِ عشرہ مبشرہ ہیں' یہ اصحابِ بدر ہیں۔یہ اصحاب شجرہ بیعت رضوان ہیں۔یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے لکھ کے دے دیا۔اب اس کے بعد اس قسم کی کوئی گنجائش امت مسلمہ کے لیے باقی نہیں رہی۔اب ہم

Marfat.com

اپنے منصف آپ نہیں ہو سکتے۔اب خدا کا فیصلہ بھی ہم پر اس طرح کتاب میں لکھا ہوا نہیں آ سکتا' اس لیے اب ہجوم کوئی معنی نہیں رکھتا۔ چاہے وہ بیس لاکھ یا دس لاکھ کے ہوں۔

؎ کہ از مغز دو صد خر
فکر انسان نمی آید

یہ کسی کی توہین نہ سمجھئے گا۔ جو میں بات آپ سے کہہ رہا ہوں' اسے غور سے سنیے گا۔ اندھا دھند تقلید ایک ناقص انداز کی تائید اور اپنی محرومیوں کے بدلے اس طرح کا عمل کرنا ایمان نہیں سمجھا جا سکتا۔

آپ بیاباں میں اللہ کو یاد کرتے کرتے مر جاؤ تو اس کا کوئی ثواب آپ کو نہیں ہوگا کیونکہ آپ کی عقل حرکت میں نہیں آئی۔ آپ کو مسئلہ درپیش نہیں ہوا۔ آپ کی جواب دہی بیدار نہیں ہوئی۔ شیطان سے آپ کا مقابلہ نہیں ہوا۔ جہاں مقابلہ نہیں ہوگا' وہاں ثواب نہیں ہوگا۔ چاہے بیس لاکھ ہوں یا چالیس لاکھ یا اسی لاکھ۔ اس سے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ تین سو تیرہ' وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی کرامت علمیہ کا کمال ہے کہ آج میں قسمیہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ ماں باپ کی وجہ سے نہیں' برادری کی وجہ سے نہیں' تقابل ادیان[1] کی وجہ سے' خیالات کے مجادلے[2] کی وجہ سے میں قرآن کی وجہ سے' محمد رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے مسلمان ہوں۔ وہ جو ہمیں سبق دیتے ہیں کہ تبلیغ ایسے نہیں ہوتی' اگر وہ کرتے ہیں اور خوش ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ تبلیغ ایسے نہیں ہوتی۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (۱۶(النحل): ۱۲۵) آپ لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ایسے طریقے سے مباحثہ کیجیے جو بہترین ہو۔ پہلے تجھے عقل چاہیے۔ یہ حکمت کیا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ گولیاں بیچنا حکمت ہے' ہومیوپیتھی حکمت ہے۔ حکمت' علم کی Execution ہے۔ علم کی Execution کو جب مرتبہ اخلاق میں ڈھالا جائے تو اس کو ہم حکمت کہتے ہیں۔ ایک نالج ہے' ایک Execution ہے Execution حکمت ہے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں' یہ نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ عموم میں نہیں بٹتی۔ جسے چاہتا ہوں' حکمت عطا کرتا ہوں۔ یوتی الحکمة من یشآء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا (سورۃ البقرہ' آیت ۲۶۹) اور جسے میں نے حکمت عطا کی اُسے میں نے خیر کثیر عطا کر دی۔ اب تبلیغ پر جو اللہ نے پابندی لگائی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک تجھے خیر کثیر حاصل نہ ہو' تبلیغ کے لیے نہ جا۔

پہلا مرحلہ یہ ہے کہ تو علم میں کمال حاصل کر۔ اس کی Execution میں کمال حاصل کر اور پھر ادھر مقام ختم نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے ایک شخص صاحب حکمت ہو مگر اندازِ بیان نہ ہو۔ پھر فرمایا تجھ میں کلام کا حسن بھی ہونا چاہیے' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کلام میں سحر ہے' کلام میں اثر ہے۔ یہ وہ واحد چور ہے جو ہاتھ میں چراغ لیے پھرتا ہے۔ یہ دن دیہاڑے چوری کرتا ہے۔

ع چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

اس لیے کلام دلوں میں گھس جاتا ہے۔ ایک شاعر نے بڑا خوبصورت شعر کہا ہے کہ

(1) دین کی جمع (2) لڑائی

Marfat.com

ع نگہم نقب بہ گنجینہ دلہا می زد

میری نگاہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگایا کرتی تھی۔

ع مژدہ باد اہل ریا را کہ زمیراں رفتم

اب میں جا رہا ہوں۔ میرے بعد اہل نفاق اور منافقوں کو مبارکباد دو۔ وہ تو چلا گیا جو دلوں کے خزانوں میں نقب لگایا کرتا تھا۔ اب تم بدی کے خزانوں میں نقب لگایا کرو۔ اس لیے تبلیغ کا یہ دوسرا حصہ بہت ہی اہم ہے۔ مردہ تنی، مردہ دلی اور مردہ کلامی سے تبلیغ کا اللہ نے حکم نہیں دیا' اس لیے کہ ان دو مراحل کے بعد ایک بڑا کٹھن مرحلہ آتا ہے۔ بحث ومباحثہ' جنگ وجدل اور الفاظ کا کشت وخون ہوتا ہے۔ بڑے بڑے معجز بیان لوگ دلائل پر آ کے ہار جاتے ہیں تو فرمایا' وجادلهم بالتی هی احسن (سورۃ النحل' آیت ۱۲۵) Dialectics کو جدلیات کہتے ہیں کہ بحث ومباحثہ میں اگر جدلیات میں کمزوری آ گئی تو تُو اللہ کو Present نہیں کر سکتا۔ اگر جدید ٹیکنالوجی پر کوئی حرف آ گیا تو شاید اللہ کی طرف سے آپ جواب نہ دے سکیں۔

میں کچھ دن پہلے علامہ ذاکر حسین کو سن رہا تھا اور وہ فرما رہے تھے کہ اسلام میں بھی سیکولرازم ہے۔ اب بتائیے اگر عالم ایسا ہوگا کہ وہ انکارِ خدا کو اسلام کا حصہ قرار دے گا۔ سیکولرازم کو اسلام کا حصہ قرار دے گا تو میں اسے الزام نہیں دیتا' اس لیے کہ خداوند کریم نے کہا وفوق کل ذی علم علیم (۱۲ (یوسف):۷۶) ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے مگر جب مخالف سنے گا تو ضرور ہنسے گا کہ یہ محکوم مذہب ہے جس کو یوں پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں کوئی فلسفہ شریک نہیں ان الدین عند الله الاسلام (۳ (آل عمران):۱۹) نہ صرف یہ کہ اسلام کے علاوہ کہیں نجات ممکن ہی نہیں ہے۔ اسلام کے رستے کے سوا خدا کسی رستے سے مل نہیں سکتا۔ اگر اسلام کے سوا کسی اور راستے پہ چل کے آئے تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اسلام میں ہم جیسے لوگ ضرور موجود ہیں۔ یہ وہ خوبصورت قہوہ ہے جو ہم جیسے اگالدانوں میں پڑا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سوائے اسلام کے آج تک ایک بھی دنیا کا فلسفہ ایسا نہیں ہے جو نظریاتی طور پر مابعدالطبیعیاتی ہو۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو مابعدالطبیعیات کا مذہب ہے۔ یہ واحد مذہب ہے جس کی حرکتیں مسلسل پروردگارِ عالم کی طرف ہیں۔ باقی سب تجرید میں کھو جاتے ہیں۔ کوئی انسان کو خدا کہتا ہے' کوئی انسانیت کو خدا کہتا ہے تو کوئی تقدیر کو خدا کہتا ہے۔ صرف اسلام کی تحریک خدائے واحد کی طرف ہے اور اس کی ہمسائیگی کی خواہش کو اسلام کہتے ہیں۔ اس لیے جب آپ بحث کرنے جاؤ تو مظلوموں کی طرح بحث نہ کرو۔ اسلام مظلوم نہیں ہے۔ اسلام ہر زمانے پر غالب ہے۔ اسلام آج بھی غالب ہے۔ عراقیوں نے بغداد بیچا ہے' ہارا نہیں ہے۔ افغانستان میں اسی کروڑ ڈالر لگا ہے' اسلام نہیں ہارا۔ آج بھی آپ کے ملک میں چوروں کے فلسفے کے نام پر سیکولرازم کے نام پر ایک ایسا گھناؤنا عمل جاری ہے کہ خدا اور اس کے رسول محمد ﷺ کی آرزو آپ سے چھینی جا رہی ہے۔ اس کی قبولیت کیا ہے؟ اس کی قبولیت یہ ہے کہ یہ فلسفہ اخلاقیت کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کون ہے خدا جو زنا سے منع کرتا ہے۔ کیوں خدا چوری کی سزا رکھتا ہے۔ کیوں خدا ہمارے فلسفوں کو حسن قبولیت عطا نہیں کرتا۔ جیسے مشہور مفکر جس نے کتاب "God and Religion" لکھی۔ اس نے کہا' اب اگر خدا کو کائنات میں رہنا ہے تو انسانوں کے گناہوں کو قانونی شکل دینا پڑے گی۔ تو تبلیغ میں انسان کا اعتماد اس کے علم' اس کی Execution' اس کے دفاع' اس کی غیر محکوم ذہنیت پر آتا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں ان تینوں چیزوں میں سے ایک بھی چیز

آج کے دور کے مبلغین میں نہیں پاتا۔

مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ میں ایسے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں۔ اسلام کو میں محکوم دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اللہ کہتا ہے سستی نہ کرنا' زمانے کا غم نہ کرنا' کون بڑا کون چھوٹا ہے' اس کا غم نہ کرنا۔ مجھے عزت وجلال کی قسم ہے' تم ہی غالب ہو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ آپ دیکھو تو سہی نقص کدھر جا رہا ہے۔ ادھر تو بڑی وضاحت سے لکھا ہے' ذرا اپنے ایمان کی خبر لو۔ جائزہ تو لو کیا ہم واقعی صاحب ایمان ہیں؟ کیا پتہ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

خدا کا انتخاب

سوال: ہم لوگ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے اس لیے ہم نے اسلام کو اپنا انتخاب کیا۔ جو شخص ایسی جگہ ہو جہاں تصورِ خدا کبھی اس کے سامنے لایا ہی نہ گیا ہو تو وہ خدا کو کیسے انتخاب کرے گا؟

جواب: جب لوگ بوڑھے ہو جائیں تو جوانوں کی دوڑ میں جاتے ہیں جس کو رکاوٹوں والی دوڑ کہتے ہیں۔ اس میں بوڑھوں کو رعایت دیتے ہیں۔ دس پندرہ گز آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ شاید کوئی بوڑھا بھاگتا ہوا دوڑ جیت جائے۔ خداوند کریم نے پیدائشی طور پر اسلام آپ کو دے کر صرف رکاوٹ کی رعایت دی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی رعایت نہیں دی۔ اس سے آپ ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ کو دوڑ میں حصہ لینا ہے۔ یہ مت سمجھیں کہ ہم جو پندرہ کروڑ مسلمانوں کے نام رکھتے ہیں' ہم مسلمان ہیں۔ اسی ملک میں سوشلزم اور کمیونزم آیا تھا اور پیدائشی مسلمانوں میں سے دو ڈھائی کروڑ مسلمان سوشلسٹ اور کمیونسٹ ہو گئے۔

اب یہ اصول لاگو نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جو ہندو ہیں۔ وہ لوگ جو عیسائی ہیں۔ وہ لوگ جو تبت کے لامائی ہیں۔ وہ لوگ جو افریقہ کے شامان ہیں' ان سب میں سے مراد وہ پائے گا جس کے دل میں اللہ کی آرزو جاگے گی خواہ وہ کسی مذہب سے ہو۔ ہمیں صرف پہلے سے تعلیم کا فائدہ ہے۔ اس سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ مگر عذاب بھی دگنا ہے اور وہ عذاب ہم سہہ رہے ہیں کہ خدا کو پیدائشی طور پر جاننے' ماننے کے باوجود اس کے احکام سے بالکل اسی طرح بھاگتے ہیں جیسے کسی اچھے استاد سے نالائق طالب علم کلاسوں سے گریز کرتا ہے۔ یہ کوئی فائدے کی بات نہیں ہے۔ ہر اس ہندو کو اسلام ملے گا جس کے دل میں خدا کی آرزو جاگے گی۔ ہر عیسائی کو ملے گا' ڈاکٹر فاطمہ بارکر کو ملا ہے' تبت کے لاما کو ملا ہے' کے۔ایل۔ گابا ہندو کو ملا ہے۔ اسی طرح اگر آپ میں سے بھی کسی کے دل میں خدا کے علاوہ کسی فلسفے کی آرزو پیدا ہوئی تو اس کو کارل مارکس ملے گا۔ ڈیکارٹ ملے گا Michael Sholokhove ملے گا۔ بش اور بلیئر ملے گا۔ ان کی سعادتیں ان کے ضمیر میں ضرور ہوں گی۔

متحدہ مجلس عمل (ایم۔ایم۔اے) کی حکومت

سوال: سرحد میں ایم۔ایم۔اے کی جو موجودہ حکومت ہے کیا یہ ایک اسلامی معاشرہ ہے؟ اگر ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر معذرت کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو وضاحت فرمائیے کہ اس معاشرے میں کیا نشانیاں ہوں گی؟

Marfat.com

جواب: خواتین وحضرات! یہ ایک سیاسی سوال ہے اور میں انہیں کے گھر میں مہمان بھی ہوں مگر سچ تو بولنا ہے اور ہر حال میں بولنا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ تاریخ کے طالب علموں کو علم ہے' بالاکوٹ کا معرکہ گواہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ علماء کو حکومت ملی تھی۔ انہوں نے پشاور فتح کیا تھا اور مولوی حضرات کی حکومت قائم ہوئی تھی۔

اتفاق دیکھیے کہ جونہی یہ غیر تکنیکی حکومت قائم ہوئی' پان بند' سگریٹ بند' رسم ورواج بند' پاؤں کے ٹخنے ننگے' سروں کی مشقتیں' بالوں کے کاٹنے کی سزا اور اس قسم کی بے شمار حرکات انہوں نے کیں۔ خواتین وحضرات! حکومتیں یہ کام اس وقت کرتی ہیں جب لوگوں کے مسائل حل کر لیتی ہیں۔ مسلمانوں نے مناسب انداز سے ایسی نادان مسلمان حکومت کے مقابلے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کو چنا اور ہری سنگھ نلوا کا ساتھ دیا۔ اگر آج ان علماء کی حکومت ہے تو ان کو تاریخ کا علم ہونا چاہیے کہ بالاکوٹ بڑا قریب ہے اور یہ مسلمان غدار نہیں تھے' ان کو غدار کہنا آسان ہے مگر جو اتنی غلط پالیسی بنائے گا کہ آزاد لوگوں کی زندگی تنگ کرے گا تو لوگ اسی طرح کریں گے جس طرح اس علاقے کے لوگوں نے پہلے کیا تھا۔ مگر اب کی بار بات کچھ ایسے ہے کہ تعلیم بہت آگے بڑھ گئی ہے اور میری آپ سے یہ ضرور درخواست ہوگی کہ اگر ان سے احمقانہ لغزشوں کا ارتکاب ہو۔ آپ خلوصِ دل سے بحیثیت مسلمان معاف کیجیے گا اور ان کو اتنا موقع ضرور دیں کہ شاید یہ بہتر عقل و معرفت سے زندگی کے بیشتر مسائل کو حل کرنے کے قابل ہوں۔

اسلام فہم وفراست مانگتا ہے۔ بائیس سال قرآن اترتا رہا' بائیس سال لوگوں کی اخلاقی تربیت ہوتی رہی۔ بائیس سال سرورِ کائنات ﷺ خدا کی طرف سے لوگوں کے اعمال کے نگران رہے اور ان بدتمیز ترین لوگوں کو اصحاب رسول ﷺ میں بدلا مگر بائیس سال کی تعلیم وتربیت میں آپ ایک واقعہ نہیں بتا سکتے کہ اس استادِ محترم نے کسی کو کوسنا دیا ہو' چھڑی لے کے کسی کو پیٹا ہو۔ اللہ نے شراب منع کی مگر تین منازل میں۔ سود منع کیا مگر خطبہ الوداع والے دن۔ تو ان چیزوں کے لیے انسان کی تیاری بڑی لازم ہے۔ ایم۔ایم۔اے کا کوئی ہوم ورک نہیں۔ ہوم ورک کے بغیر حکومتیں بے ترتیبی اور بے اعتباری کا شکار ہو جاتی ہیں۔

وسیلہ کی اہمیت

سوال: ایک طرف تو آپ اللہ سے براہ راست رابطے کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ وسیلے کو بھی درست سمجھتے ہیں' یہ تضاد کیوں ہے؟

جواب: تضاد اس لیے نہیں ہے کہ اللہ نے کبھی اپنے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اپنے سے جدا ہی نہیں کیا۔ اس لیے میں کیسے جدا کر سکتا ہوں۔ لوگ اسے بڑا عجیب وغریب سمجھتے ہیں مگر میرے لیے خدا اور رسول اللہ ﷺ میں صرف ایک فرق ہے کہ اگر میں کسی سے پوچھوں کہ اللہ کتنے ہیں اور مجھے کہے ایک اور خالق اور عطا کرنے والا کون ہے اور وہ کہے اللہ۔ تو میں چاہتا ہوں کہ بعد کی ساری عزتیں محمد رسول اللہ ﷺ کو جائیں۔

میں غالب کا ایک شعر سناتا ہوں۔ ویسے تو بڑے بڑے الٹے سیدھے شعر اس نے کہے ہیں مگر ایک شعر نعتِ رسول اللہ ﷺ میں لکھا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

ہم میں نہیں۔آپ میں نہیں' بلکہ انسان کے تصور میں نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ' اللہ کو کتنے محترم ہیں۔

کسی شخص نے کہا تھا کہ آج تک نفس کے فریب کتنے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے مقامات کتنے ہیں' مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ایک عام سا اندازہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔قرآن کے الفاظ پر آپ ذرا غور کیجیے گا اور پھر مجھے بتائیے گا کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے اور آپ کے نزدیک کیا مقام ہے۔

ذرا تین آیات پر غور کیجیے کہ مخلوقاتِ عالم کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ نے ایک معاہدہ لکھا کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (٦(الانعام):٥٤) کہ میں نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا۔پھر اپنے آپ کو فرمایا الحمد للہ رب العلمین (١(الفاتحہ):٢) کہ میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں اور جب تمام جہانوں کا ذکر فرمایا تو قرآن کی اس آیت کا مطلب یہ بنے گا کہ تمام عالم کو پالنے سے پہلے میں نے ایک چیز لازم قرار دی کہ میں اُن پر رحمت فرماؤں اور ساری کائنات کی رحمت سمیٹ کر اس نے فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (٢١(الانبیاء):١٠٧) اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف نہ کی وہ اصلی اور نسلی بخیل ہے' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حق ادائیگی نعمت شکر نہیں ہوسکتا۔فرمایا کہ تم لوگ جہنم کے گڑھوں پر کھڑے تھے میرا یہ حال ہے کہ تمہیں کمر سے کھینچ کے پیچھے لا رہا ہوں۔تم آگ میں جلدی گرنے کی کر رہے ہو' میں تمہیں مشکلوں سے گھسیٹ کے پیچھے لا رہا ہوں۔

خواتین وحضرات! اللہ کو تو آپ نے کم دیکھا ہے مگر جو شخص آپ کے لیے اتنا جاں سپار ہے' قیامت میں بھی اس کی زبان پر امت کے علاوہ کوئی فریاد ہی نہیں ہے۔ اس سے آپ کیا محبت کرسکو گے۔اب آپ دیکھیے حدیث رسول ﷺ۔یہ مستند ترین حدیث ہے۔اس کے صرف دو حصے آپ کو سنا رہا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے دوستی کی اور اللہ کے واسطے دشمنی کی' اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔جس نے اپنی جان و مال و اولاد اور تمام اسباب سے بڑھ کر مجھے چاہا۔آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو کتنا چاہ لیا۔محمد رسول اللہ ﷺ کو تو ان لوگوں نے چاہا کہ جن کے بارے میں حسان بن ثابتؓ دربارِ رسالت ﷺ میں یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ آقا و رسول ﷺ آپ کی کیا صفات عالیہ بیان کروں۔محبت رسول ﷺ میں مَیں کیا کلام کہوں۔سوائے اس ایک جملے کے کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ کو اللہ نے اسی طرح بنا دیا جس طرح آپ نے خواہش کی۔وہ یہ شعر پڑھ کے ہٹے تو جبرئیلؑ امین حاضر ہوئے' فرمایا یارسول اللہ ﷺ آسمان والے بھی حسانؓ کے اس شعر کی داد دے رہے ہیں۔

خواتین وحضرات! اللہ اپنے ساتھ بڑی گستاخیاں معاف کرتا ہے۔ایسی بلندی ایسی پستی! کہاں وہ کہاں ہم۔بیچ میں چونکہ فاصلہ بہت بڑا ہے' اس فاصلے میں آپ سانس لے سکتے ہو۔آپ کو پتہ ہے بہت اونچا ہے' پروا نہیں کرے گا۔سو آپ نے کوسنے دیئے طعنے دیے۔آپ نے اللہ کو عورتوں کی طرح بھی پکارا۔مردوں کی طرح بھی پکارا چھوڑ و جی دیکھ لیا ہے' بڑا آزما لیا ہے۔اللہ بھی کسی کا نہیں بنتا۔اللہ بھی ہم غریبوں کو مار رہا ہے۔اللہ سنتا رہتا ہے۔اُسے مطلق پروا

Marfat.com

نہیں۔اس کی عظمت آپ کی یہ خطائیں درگزر کر دے گی مگر

Never in front of Prophetﷺ of Islam.

ع باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

گستاخ رسولﷺ کی سزا رسول اللہﷺ نے نہیں دی۔آپﷺ تو اتنے مہربان اور اتنے کریم ہیں کہ بدترین دشمنوں کو معاف کرتے ہیں مگر اللہ اپنے دوست کی صفات پر خراش بھی برداشت نہیں کرتا۔یہ سزائے قتل جو توہین رسالتﷺ پر آئی ہے' خدا نے دی ہے اور فرمایا کہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دو۔اس لیے کہ محبوبِ کائنات ہے۔ہم اور آپ لوگ زیادہ قریب کے نہیں ہیں:

ے ان کی حریم ناز کہاں اور ہم کہاں
نقش و نگارِ پردۂ در دیکھتے رہے

خدا سے پہلے کیا تھا؟

سوال: ایک دوست پوچھنا چاہتے ہیں کہ خدا سے پہلے کیا تھا؟

جواب: خواتین وحضرات!اس سے پہلے کہ میں اس کا جواب دوں آپ کو اس کے خطرات سے آگاہ کر دوں۔ایک مرتبہ نامیہ پہ جا کے شاید آپ اسی سوال پر غور کرتے ہیں۔اسلام ایک مابعدالطبیعیاتی دین ہے اور اس کے ایک مقام میں یہ بحث ضرور آئے گی۔اسلام ہے'اللہ ہے' کائنات ہے اور پھر اس کے بڑے بڑے وہ مظاہر جو ہمارے اور آپ کے علم میں نہیں ہوں گے لیکن اگر آپ مسلسل مطالعہ کرتے رہیں اور کائنات کی توجیہہ فرماتے رہیں اور اس کے علوم کی شناخت کرتے رہیں تو آپ کو اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ لوگ سوال کریں گے کہ اُس کو کس نے پیدا کیا؟کس نے کس کو پیدا کیا حتیٰ کہ آخر میں سوال کریں گے اللہ کو کس نے پیدا کیا۔مگر آپ ایک تو گرامر کے اعتبار سے بڑے غلط ہوتے ہیں' اس لیے کہ اللہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے تھا۔تو ظاہر ہے کہ اس پر یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ خدا سے پہلے کیا تھا۔یہ گرامر کی رُو سے اور معنوی طور پر غلط ہے کیونکہ آپ اللہ اسی کو کہیں گے جو سب سے پہلے تھا اور اگر اللہ سے پہلے کوئی تھا تو وہ اللہ ہوگا۔یہ اللہ نہیں ہے۔یہ فقرہ ہی غلط ہے اس کی حرفی ساخت ہی غلط ہے۔اللہ کہتے ہی اول کو ہیں۔اللہ کہتے ہی آخر کو ہیں' اللہ کہتے ہی ظاہر کو ہیں' اللہ کہتے ہی باطن کو ہیں۔جو یہ سوال کرتے ہیں' ان صاحب کو ضرور گرامر پڑھنی چاہیے۔

ہوپکنز سمجھدار دانشور تھا اور کونیات (Cosmology) میں بڑا معتبر نام ہے۔وہ کائنات کی توجیہہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ Events of Universe are determined ایک چیز جو کائنات کے مطالعے سے پتہ چلتی ہے اگر مجھے معلوم ہوجائے' خدا Big Bang سے ایک لمحہ پہلے کیا کر رہا تھا تو میں تمام وضاحت کر دوں۔اگر اس نے حدیث اور قرآن بغور پڑھا ہوتا تو قسم ہے پروردگار کی کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے ہوپکنز مسلمان ہوتا۔یہ غفلتِ علوم اور غفلتِ

Marfat.com

مذہب ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ دنیا بنانے سے پہلے کیا کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ آیئے ذرا اس کے مدارج دیکھیے کہ اللہ کیا فرماتا ہے۔ اللہ اس وقت پانی سے تخلیقاتِ زندگی فرما رہے تھے۔ آپ قرآن کی دوسری آیت کو اس کے ساتھ ملایئے کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا تو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ابھی دنیا نہیں بنی تھی۔ ابھی یہ کرۂ ارض' چھ بلین سال کی یہ کائنات اور چار بلین سالوں کی یہ دنیا ابھی سورج سے جدا ہو کر قرار پکڑ رہی تھی۔ آپ کو یاد ہے کہ قرآن کیا کہتا ہے کہ ایک دن اور دو دن اور دو اور دن یہ ہوئے چھ دن کائنات کی عمر چھ بلین سال ہے اور ایک بلین سال' ایک دن کے برابر ہے

تو اللہ نے فرمایا کہ دو دن لگائے میں نے زمین کو بنانے میں یعنی سورج سے علیحدہ کر کے اسے ٹھنڈا کرنے میں اور دو دن لگائے اس میں اشیائے ضرورت انسان رکھنے میں۔ یہ ہوئے چار دن اور اس کے بعد ثم استوی الی السمآء فسوھن سبع سمٰوت (۲(البقرہ):۲۹) ہم بلند ہوئے آسمانوں کو اور سات آسمان تخلیق کیے۔ یہ ہوئے چھ اور دن۔ اب ذرا غور فرمایئے کہ وقت کا پیمانہ بدل جاتا ہے' انسان پر اور ہے' تخلیق پر اور ہے' کائنات میں اور ہے' کہیں بے حساب ہے اور کہیں حساب والا ہے۔

کائنات کی تخلیق سے پہلے پروردگار بادلوں میں تھے۔ اُس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اُس کے نیچے بھی ہوا تھی۔ ''عماء'' میں تھے یعنی اُس کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اے حضرت انسان خوش نہ ہونا' اللہ آپ کو بنانے کے بعد تنہا نہیں تھا۔ آپ اکیلے نہیں ہیں۔ اس کائنات میں سات زمینیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ زمینیں زندہ ہیں کہ مردہ ہیں؟ تو فرمایا اللہ الذی خلق سبع سمٰوت ومن الارض مثلھن ط یتنزل الامر بینھن لتعلمو ان اللہ علی کل شیء قدیر (۶۵ (الطلاق):۱۲) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اسی کی طرح کی زمینیں بنائیں اور ان میں میرا حکم چلتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ یہ بات تمہیں اس لیے بتائی ہے کہ تم اکیسویں صدی تک پہنچو گے' بائیسویں صدی تک پہنچو گے۔ تم میں بڑے بڑے دعویدار' ڈاکٹر ہود' افتخار اور ہوپکنز جیسے پیدا ہوں گے۔ یہ بات میں پندرہ سو برس پہلے کہہ رہا ہوں کہ دیکھو تم زمین کو اکیلی سمجھو گے۔ ہم نے سات زمینیں تخلیق کی ہیں۔ تم کائنات کو ایک سمجھو گے۔ ہم نے سات کائناتیں پیدا کی ہیں تاکہ تم جان سکو کہ وہ چھوٹی قدرت والا نہیں۔ تم چھوٹی مچھلی کی طرح وہیل کو اللہ نہ ماننا۔ وہ بے حساب قدرتوں والا ہے۔ ولو انما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من' بعد سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ ط ان اللہ عزیز حکیم (۳۱ (لقمان):۲۷) اگر دنیا کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام اشجارِ زمین بھی کلکِ گوہرین بن جائیں تو تمہارے رب کی باتیں پوری نہ ہوں۔ سو اللہ پر سوال کرنے سے پہلے اپنے دامن کے چھوٹے پن پر نظر رکھنی چاہیے۔

حروفِ مقطعات

سوال: قرآن کریم کے حروفِ مقطعات پر کسی نے بھی تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی اور نہ صاف بات کی ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب: خواتین وحضرات! اسرارِ خداوند ہیں۔ قرآن کی تفسیر اور تلاش وتربیت کے مراحل سے گزرتے

Marfat.com

ہوئے اللہ نے مجھے توفیق دی کہ میں اُن پر غور کرتا۔ میں آپ کو اس کے اصول بتا دیتا ہوں۔ اللہ آپ کو توفیق دے اور آپ جاننے کی کوشش کریں مگر اس کے لیے بڑی محنت اور بڑا خلوص چاہیے۔

اللہ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے کچھ بنیادی Categories بنائیں۔ یہ بنیادی Categories اسی طرح کی ہیں جیسے ایک بہت بڑی لائبریری میں آپ نے کسی کتاب تک پہنچنا ہو تو اس کی تقسیم الف بائی ہوگی اور اگر آپ کے مصنف کا نام ''اے'' سے شروع ہوتا ہے تو آپ بجائے ساری لائبریری میں بھٹکنے کے سیدھے ''اے'' کی کیٹیگری میں چلے جائیں گے۔ اب آپ کو نظر آرہا ہے کہ ''اے'' تک تو میں پہنچ گیا۔ آپ کی اصل تلاش آسان ہوگئی۔ اس کے بعد آپ کی جزئیاتی تلاش ہوتی ہے۔ اب ''اے'' کے ساتھ شروع ہونے والا ''ڈبلیو'' پر ختم ہو رہا ہے یا ''این'' پر یا ''ایم'' پر تو آپ ڈھونڈو گے کہ ''اے'' کہاں تک جا رہی ہے۔ فرض کرو کہ ''الف'' کی کیٹیگری میں ''ل'' اور ''م'' ہے تو آپ کو سوچنا پڑے گا کہ یہ ''الف'' میں ''ل'' اور ''م'' کیسے شامل ہے تو اگر آپ آغازِ کائنات دیکھو تو آپ کا یہ مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ پہلے صرف اللہ تھا' پھر صرف محمد ﷺ یعنی مقصد کائنات محمد ﷺ تھے۔ اللہ نے اپنی شناخت کے لیے جس فردِ واحد کی تخلیق چاہی اور جو بنیادی اسکیم بنائی' وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ پھر پوری تخلیق کو جس کتاب میں سمیٹا' وہ لوحِ محفوظ تھی۔ تو آپ کو سمجھ آرہا ہے کہ ''الف ل م'' کی بنیادی کیٹیگری کہاں سے شروع ہوئی یعنی پہلے اللہ پھر لوحِ محفوظ پھر محمد رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ دیکھیں گے کہ ''الف ل م'' سے آگے چلتا ہوا جب اس میں رسالت ﷺ شامل کی گئی تو ''الف، ل، م، ر'' بھی آ گیا۔ پیغام کی سہولت بھی آگئی تو تمام حروف مقطعات

is the knowledge of the basic categories.

ایک اشارہ حضرت ابن عباسؓ سے ملتا ہے کہ اللہ کے اسرار ہیں۔ حروفِ مقطعات میں۔ صفات الٰہیہ اتریں اور تخلیق کاری شروع ہوئی۔ اور اگر آپ وضاحت سے نوٹ کریں گے تو یہ بھی اسی بنیادی کیٹیگریز کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

ایک اور اشارہ اہل بیت کی مستند حدیث سے ملتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ علیؓ! یہ کیا سبب ہے کہ کچھ لوگ نیک نہیں ہوتے مگر ہمارے دل اُن کی طرف کھنچتے ہیں اور کچھ لوگ بڑے نیک ہوتے ہیں مگر دل اُن کی طرف نہیں کھنچتے۔ یہ کیا اسرار ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ امیر المومنین! یہ سوال مجھے بھی بڑا تنگ کیا کرتا تھا تو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے ارواح کی جنود[1] پیدا کیں تو کچھ سے کچھ کی محبتیں ٹھہرا دیں اور کچھ سے کچھ کی عداوتیں ٹھہرا دیں۔ تو جب وہ زمین پر آتے ہیں تو محبتیں اسی طرح کام کرتی ہیں اور عداوتیں بھی اسی طرح کام کرتی ہیں۔

لیکن اگر آپ نے دیکھنا ہو کہ محبتیں اور عداوتیں کن میں ہیں تو آپ حروفِ مقطعات دیکھ لیں۔ یہ انس' محبت اور تنافر[2] کی کیٹیگری ہیں۔ چونکہ تمام کام اسمائے الٰہیہ کی سرکردگی میں ہوتے ہیں تو جب اسماء کی ایک کھیپ بلند ہوتی ہے تو دوسری کھیپ اس کی مخالفت میں نیچے ہوتی ہے۔ اس کو تنازعِ اسماء کہتے ہیں۔ اور جب ایک فردِ واحد بلند ہوتا ہے تو اُس کے

(1) جند کی جمع (لشکر' فوجیں) (2) نفرت

قرب وجوار کے دوسرے اسماء اُس کا ساتھ دیتے ہیں تو پھر اُس کو محبت اسماء اور موافقت اسماء کہتے ہیں۔

(1) چونکہ میں خود قرابت داری کے موضوع پر غور کر رہا تھا' مجھے ایک بڑی مضبوط سند مل گئی۔ میں نے وہ پورے پراسیس کرنے شروع کر دیے۔ جیسے سولہ+سولہ= بتیس مہروں کی چالیس ایک ارب سے زیادہ ہیں۔ جب آپ ایک بنیادی حرف کی کیٹیگری ختم کر لیتے ہیں تو اس کے جو امتزاج شروع ہوتے ہیں' وہ بے پناہ مصیبت کا باعث بنتے ہیں۔ بطور مثال اسم احمد ہی کو لیجیے۔ اب اسم احمد میں چار حروف ہیں' جو علیحدہ علیحدہ حیثیت میں کمبائن ہو رہے ہیں۔ ''ح' میم'' بیچ میں آ گئے۔ ''الف'' اِدھر اور ''دال'' اُدھر آ گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ چاروں بڑے اور مؤثر حروف ہیں۔ ''الف'' میں طاقت کا نشہ ہے۔ یہ حرف ہر حال میں مغلوبیت کے خلاف ہے۔ وہ اختیارات کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہتا ہے' اس لیے بخیل ہے۔ ''الف'' کی بنیادی نشانی یہی ہے کہ یہ دو چیزوں' اختیارات اور بخل کے لیے منضبط ہے۔ یہ نہ تو آسانی سے دیتا ہے اور نہ آسانی سے چھوڑتا ہی ہے۔

آگے آ گئی ''ح''۔ ''ح'' کو دیکھا جائے تو معلوم ہوا کہ یہ تو پوری حیات ہے۔ ابتداء ہی ''ح' میم'' سے ہے۔ و جعلنا من الماء کل شی ءٍ حی (سورۃ الانبیاء' آیت ۳۰) اس میں ''ح' میم'' کا تذکرہ ہوا ہے۔ ''ما'' کی ''میم'' اور ''ح'' حیات کی' یہ پہلی ''ح م'' تھی جو اللہ نے پیدا کی یعنی پانی سے حیات شروع کی۔

اب ان کی صفات کہ ''ما'' ساکن ہے جبکہ ''ح'' حرکت والی ہے۔ جب دوسری ''ح' میم'' پیدا کی تو آپ دیکھیں گے کہ ہر وہ چیز' جو ''ما'' میں حرکت کرتی ہے' یہ دوسری زندگی ہے۔ پہلی طرز زندگی میں ایک چیز پائی جاتی ہے۔ وہ حرکت اور اشتعال ہے۔ جس چیز میں ''ح'' یا ''خ'' ہو گی' اُس میں یہ بنیادی صفت پائی جائے گی کیونکہ وہ حیات ہے۔ اسے چین نہیں آ سکتا۔ اپنے اندر بہترین ڈسپلن کے ساتھ وہ اسے متحرک رکھے گی۔

آگے ''میم'' آ گیا۔ ''میم'' متفکر ہے۔ ''میم'' بھی دو ہیں۔ بعض اوقات یہ رنگ میں چلا جاتا ہے۔ ایک ''میم'' ماءالبحر ہے۔ ایک ''میم'' ماء دریا ہے۔ صاف ستھرا پانی اچھلتا ہوا' زندگی کو سیراب کرتا اور آنکھوں کو بھلا لگتا ہوا۔ یہ صاف رنگ والی ''میم'' ہے۔ دوسری ما جسے ماءالبحر کہتے ہیں' سمندر کی ''میم'' ہے۔ یہ تاریک' متفکر' وسیع' انتہائی گہری آسائشوں کا مرکز' بہت گہرے پردوں کے اندر اور اس میں بے پناہ وسعتیں چھپی ہوئی ہیں۔ جب آپ ''میم'' کا رنگ سانولا اور اس میں رنگ پائیں گے تو وہ حرکت ہو گی۔ ایک ''میم'' باہر کی طرف اور دوسری اندر کی طرف رجوع رکھتی ہے۔

اب دو انتہائی مشتعل لفظوں ''الف'' اور ''ح'' میں موجود تیسری ''میم'' ہے' وہ رنگ پر جائے گی۔ اگر ''میم'' کا رنگ گندمی یا سیاہ ہے تو یہ دبی ہوئی ہو گی۔ دبا ہوا اثر پہلے دو مشتعل اثرات کو کنٹرول کرتا ہے۔ آگے آ گئی دال' جو سستی' وجود کے بوجھل پن' بے پناہ تقویٰ اور شدت غضب کی ہے۔ اب ان تینوں چیزوں میں ''الف'' کنٹرول کر رہا ہے۔ ''ح'' کنٹرول کر رہی ہے۔ ''میم'' دبی ہوئی ہے۔ ''دال'' دوبارہ غصہ دلاتی ہے تو یہ نام احمد انتہا درجے کی کارکردگی کو جائے گا مگر اس کے ساتھ ایک انتہا درجہ والے غصے کی حساسیت کی وجہ سے تلخی اور بے چینی کا شکار بھی ہو گا۔ محقق ہو گا' مگر بیمار ہو گا۔

(1) جواب کا یہ حصہ ''اٹھتے ہیں حجاب آخر'' سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

اگر آپ کے نام ان میں سے ہیں تو آپ اپنی فطرت کو بڑی آسانی سے جان سکتے ہیں۔ یہ جو تمام خصائص میں نے بیان کیے ہیں، ان میں کوئی گیس ورک نہیں۔ غلطی کا کوئی چانس نہیں۔ غلطی صرف استاد کرتا ہے، علم نہیں کرتا۔

خواتین و حضرات! نماز کا وقت قریب ہے۔ اس سے زیادہ شاید میں اس کی وضاحت بھی نہ کر سکوں۔ سوچنے سمجھنے والے کے لیے اس میں بے حد و حساب اشارات ہیں۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی توفیق بخشی اور آپ کو بھی کہ ہم نے مل بیٹھ کر داستانِ محبت رقم کی، ورنہ اس خلوص سے اتنی گرمی میں سننا عمل محال ہے۔ تو جو پسینہ آپ کے بدن سے گرا، میں اُس کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کے کام آئے اور آپ کے امراض کی شفا ہو۔

Marfat.com

تصوّف' آج اور کل

☆ لیکچر

سوالات و جوابات

☆ تصوف کا شریعت سے واسطہ

☆ دنیا میں بھیجنے کی وجہ

☆ اسلام میں پردے کا حکم

☆ قرآن اور سائنس

☆ ہمارا حال برا کیوں ہے؟

☆ شیخ کے بغیر تصوف میں کامیابی

☆ مصروف دنیا میں اللہ کیسے ترجیح اول

☆ دنیا میں جن گناہوں سے ممانعت ہے' جنت میں انہیں کی ترغیب

☆ خداشناس' صوفی یا ولی کیسے پہچانا جائے؟

☆ عالمِ دین کا انداز

☆ اللہ کے دوست صرف اسلام میں ہی کیوں؟

☆ کیا مذہب بنیادی طور پر Impractical ہے؟

☆ جہاد

☆ تفسیرِ قرآن

☆ غیبت

☆ مہدی اور دجال

☆ تصویر کشی

☆ یہ لیکچر 25 مئی 2003ء الحمرا ہال نمبر 1 مال روڈ' لاہور میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

تصوف' آج اور کل

''وقت کیا چیز ہے
اِک لمحہ فکر
ایک زندانِ تخیل جس میں
ذہنِ انسانی ہے محبوس ازل سے ایسے
جس طرح گنبدِ بے در میں کوئی
چیختا چلاتا پھرے تا بہ ابد
کوئی دروازہ' دریچہ نہ کہیں روزن ہے
عقلِ عیار کی مشعل لیے کوئی عمرو(1)
آج تک پہنچا' نہ پہنچے گا کبھی
یہ طلسمات نہ ٹوٹے گا کبھی''

زمان ومکاں کے وہ تصورات جو اس وقت اور اس ماحول میں اور اس زمین و آسمان پہ محیط ہیں' تمام کے تمام ایک بنیادی اساس رکھتے ہیں' چاہے وہ کسی سیکولر فلاسفی سے پیدا ہوں یا کسی گمراہ سوسائٹی کی پیداوار ہوں۔ ان سب کا خیال یہ ہے کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہمیں مارتا ہے۔ بھلا ایسا بھی کوئی وقت ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑے۔ خواتین وحضرات! ایک بنیادی مسئلہ خدا کی پہچان میں' اس کو جاننے میں تمام صدیوں میں درپیش رہا کہ ایک تو وہ اکیڈمک لوگ تھے جن کے نام بڑے اونچے' جن کے رتبے بڑے بلند' جن کی تعلیمات دوسروں کی تہذیب کا معیار تھیں' مگر اُن کے پاس کوئی ایسا خصوصی تجربہ نہیں تھا جیسا کہ ہم Diogenes اور اسکندر اعظم کے درمیان مکالمے میں دیکھتے ہیں Zeno, The Stoic of Ilia میں دیکھتے ہیں' ٹاس ایکویناس میں دیکھتے ہیں سینٹ آگسٹائن میں دیکھتے ہیں اور یونان کے پلیٹی نس GREECE میں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک ساخت تھی انسانوں کی' جو فکری اور ذہنی طور پر جدا ہوتی گئی اور اُن کے مقاصد کچھ علیحدہ ہو گئے۔ ان کا خیال کچھ اور ہو گیا مگر بدقسمتی سے یہ فیصلہ نہ ہو سکا۔ کبھی آج تک اکیڈمک فلسفی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ خدا ہے کہ محض تصورِ خدا ہے۔

(1) طلسم ہوشربا کا مشہور عیار کردار

Marfat.com

خواتین و حضرات! سب سے بڑی آفت جو انسانی ذہن پر پڑی اور آج تک پڑ رہی ہے اور شیشہ گران مغرب نے اپنی فسوں کاری سے اعداد و شمار کا ایسا طلسم آئینہ بند تخلیق کیا کہ ہر منکر' ہر مفسر' ہر دانشور' ہر ادیب اور ہر سوچنے سمجھنے والا ان اعداد و شمار میں جب کسی خدا کو نہیں پاتا تو اس بات کی تسلی کر لیتا ہے کہ خدا محض ایک تصور ہے۔ خدا محض ایک خیال ہے۔ اگرچہ آج سے بہت پہلے والٹیئر نے کہا کہ خدا نہ ہوتا تو خدا کا تصور بھی نہ ہوتا۔ یعنی اگر اس کا تصور موجود ہے تو خدا موجود ہے۔ اور انسان وہ بدتہذیب جانور ہے کہ اپنے تخیل میں وہ سوچیں بھی پال لیتا ہے جو کبھی موجود نہ تھیں۔ مگر خواتین و حضرات! اگر ان سارے مکالمات میں خواہ ہیگل کے ہوں کارل مارکس کے ہوں تو ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ وہ کسی عملی خدا پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

ان کے ہاں خدا موجود نہیں۔ اگر یہ چند سپیشلسٹ موجود نہ ہوتے' جنید بغدادیؒ نہ ہوتے۔ کوئی بایزید بسطامیؒ نہ ہوتے۔ کوئی بغداد کے عبدالقادرؒ جیلانی نہ ہوتے اور ہجویر کے علی بن عثمان المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ نہ ہوتے تو لوگوں کے پاس ایسی کوئی شہادتیں موجود نہ تھیں۔

پیغمبر عالی مقام ﷺ نے اپنے اذہان کی بلندیوں پر جس حقیقت کا عرفان حاصل کیا اور جو حقیقت انہوں نے آپ تک پہنچانا چاہی' بدقسمتی سے تمام لوگ اس معیار عقل کے نہیں تھے۔ تمام لوگ ان ذہانتوں کے مالک نہیں تھے۔ پیغمبر اپنے زمانے کا ذہین ترین شخص ہوتا ہے اور اگر وہ ذہین ترین شخص نہ ہو تو کہیں رستے میں اٹھتے ہوئے ذہانتوں کے جھوٹ میں لپٹے ہوئے بڑے بڑے منافقینِ عقل اُن کو طعنہ دے سکتے تھے کہ یہ کم عقل لوگ ہم ذہین لوگوں کو کون سی خدائی کا سبق پڑھا رہے ہیں مگر آپ کتاب رسالت کو دیکھیں' کتاب موجود اور ناموجود کو دیکھیں تو ایک حیرت کی بات جو آپ کو نظر آئے گی کہ یہ تو طعنہ دیا گیا کہ پیغمبروں کا خاندان اچھا نہیں تھا' یہ تو طعنہ دیا گیا کہ یہ نعمت علم و عقل ان بھک منگوں کو ہی دینی تھی' مگر یہ طعنہ نہیں دیا گیا کہ کسی پیغمبر کی ذہنی سطح اُس کی امت سے کم ہے۔ لامحالہ جب ہم ایسے مقام تک پہنچتے ہیں کہ پیغمبری اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے اور لوح محفوظ سے اترا ہوا کلام خاتمے کو پہنچ رہا ہے تو جس پیغمبر نے آنا تھا تو اُس کے بارے میں ایک بات تو یقینی ہونی چاہیے کہ اُس کا علم' اُس کا فضل' اُس کی دانش ہر زمانے سے بلند و بالا اور ہر زمانے سے بہتر اور کسی بھی معقول سے آگے معقول اور کسی بھی منقول سے بہتر منقول کی مالک ہو۔

خواتین و حضرات! سب سے بڑی خطا اس وقت واقع ہوتی ہے جب ذہن ایسے سوال اٹھاتا ہے جس کو حل کرنے کی اُس میں استطاعت نہیں ہوتی۔ بدقسمتی سے اللہ' خدا' رب کائنات' پروردگارِ عالم ایک ایسی ہستی مبارکہ تھی کہ جو انسان کے اعداد و شمار کی گرفت میں نہیں آتی۔ چونکہ یہ گرفت میں نہیں آتی تو دیکھیے آج تک کوئی ایسا بڑا فلاسفر نہیں گزرا کہ جس نے خدا کا انکار کیا ہو' کوئی بھی ایسا نہیں گزرا۔ انہوں نے صرف یہ کہا کہ ہمارے اندازے میں' ہمارے بیان میں' ہمارے سائنسی تجسس میں' ہماری روشن خیالی میں جو چیز معقول نہیں ہے' ہم اس کو نہیں مان سکتے۔ انہوں نے عذر پیش کیا' انکار نہیں کیا اور میرا خیال یہ ہے کہ بہت ہی کم درجہ کے عقل والے لوگوں نے صرف شاید ذاتی تکبرات میں خدا کا انکار کیا۔ اور غور تو کیجیے کس نے کیا۔ نمرود نے کیا' فرعون نے کیا' وہ تمام لوگ جن کی قوت و استعداد عقلی نہیں' جسمانی تھی۔ جنہوں نے اعداد و شمار کی برتری پر بنیاد رکھتے ہوئے خدا کا انکار کیا مگر ذہانتوں کے مالک ان دانشوروں نے اللہ کا انکار نہیں کیا۔ کچھ

لوگوں نے یہ ضرور کہا کہ ہم ایسے خدا کو نہیں مان سکتے جو ہماری بحث و تمحیص کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ جو ہمارے تجسس اور انکوائری کا سامنا نہیں کرتا۔ مگر کیا یہ واقعی صحیح بات تھی' کیا خدا کے بارے میں کوئی دلیل نہ تھی' کیا خدا کا وجود اور اس کی موجودگی اتنی بالائے عقل تھی' بالائے شعور تھی تو مجھے یہ بتایئے کہ وہ جو قرآن میں' جو کتاب اول میں' صحائف موسیٰ و ابراہیمؑ میں جو نغمات سلیمانؑ میں بڑے بڑے دعوے کرتا ہے کہ اہل عقل و شعور ہی مجھے پہچان سکتے ہیں۔ مگر خواتین و حضرات! ایک بدقسمتی جو تمام سوچنے والوں کے ساتھ تھی اب بھی آپ اگر یورپ کے تمام بڑے مفکر دیکھیں تو اُن میں ایک بڑی عجیب بات آپ کو نظر آئے گی کہ وہ خدا کے قائل اس لیے نہیں ہیں کہ خدا ہے۔ وہ تراحم کی وجہ سے مروتاً خدا کے قائل ہیں۔ وہ تمام کے تمام تصورِ خدا کو سوسائٹی کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ کانٹ نے کہہ دیا کہ اللہ نہ بھی ہوتا تو ضرورتِ انسان تھا' ہم خود تخلیق کر لیتے۔

کسی نے کہا کہ اس معاشرے میں کرب و بلا اتنا ہے' اتنے ظلم و ستم ہیں' اتنی پسماندگی ہے' اتنی ذلتیں ہیں کہ اگر خدا کا تصور بھی نہ ہوا اور خدا نہ ہو تو شاید انسانوں کی بلائیں اُن کی حد و حساب سے آگے بڑھ جائیں۔ کئی لوگوں نے کہا کہ یہی تو وجہ ہے کہ یہ اس تصور کی بلا ہے کہ اس نے انسانوں سے جدوجہد چھین لی۔ خواتین و حضرات! پھر خدا کہاں تھا' خدا کون ہے' خدا کیسے انسانی پس منظر میں ایک آسیب کی طرح نکلتا چلا آ رہا ہے۔ کیا یہ جائز سوال نہ بنتا تھا کہ ہم اپنے آپ سے پوچھتے کہ میں کسی ایسے واہمہ پر کتنی دیر تک یقین کر سکتا ہوں اور جب کسی پیغمبر کے واقعات پیش ہوئے۔ جب معجزات کا ذکر ہوا' جب کرامات الاولیاء کی بات ہوئی تو نفسیات دانوں نے بڑی آسانی سے کسی کو نفسیاتی مریض (Psychopath) قرار دیا۔ کسی کو پراگندہ ذہنی (Schizophrenia) کا تصور قرار دیا۔ کسی نے اس کو جنونی افسردگی (Maniac Depression) کہہ دیا۔ پروفیسر میکڈوگل نے کہا کہ محمد ﷺ لگتا تو ہے کہ نفسیاتی مریض تھے (نعوذ باللہ)۔ ان کا انداز' اُن کی زندگی' اُن کے اعداد و شمار ان کی میٹرکس یہی تھی مگر مسئلہ تو یہ تھا کہ اگر ایک چھوٹی سے چھوٹی کتاب پڑھنے کے لیے ایک ذہنی معیار کی ضرورت ہے' ایف۔ اے کی کتاب پڑھنے کے لیے بھی میٹرک پاس ہونا ضرور تھا تو جس کتاب کو آپ چیک کرنا چاہتے ہیں جس انفارمیشن کو آپ چیک کرنا چاہتے ہیں جو خدا کے بارے میں واحد انفارمیشن ہے' آخر اُس کتاب کا بھی تو کوئی معیار ہوگا۔ اگر ایم۔ ایس۔ سی کی کتاب میٹرک کے طالب علم کو دے دی جائے تو نتائج کچھ زیادہ خوشگوار نہیں نکلیں گے۔ اب دیکھیے خدا نے عیسائیت کو تو قبول کیا۔ لیکن کتاب عیسیٰؑ کو نہیں۔ موسیٰؑ کو قبول کیا' تورات کو نہیں۔ زمانہ جب اپنے مقامِ آخر تک پہنچا تو اس نے بالکل کھلے انداز سے اعلان کر دیا کہ اب اگر آپ نے مجھے جستجو و تحقیق کے پہلوؤں میں جانچنا پرکھنا ہے' اب اگر تم نے میرے لیے دلیل ڈھونڈنی ہے تو پھر اس کتاب کو دیکھنا جو میں نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ جو قرآن ہے اور اس کی میں نے خود حفاظت کی ہے۔ اور آپ سوچیے کہ کون سی ایسی کتاب ہے جو پندرہ سو برس سے مسلسل پڑھی جائے اور اس میں تحریف بھی نہ ہو۔ خیال کی تحریف نہ ہو اور اس کے وجود میں انحراف نہ ہو۔ بہر حال ہم اس دلیل کو اس لیے بھی نہیں مانتے کہ بہت سارے لوگ اس کے وجود سے ہی انکار کر دیں اور قرآن کو کتاب اللہ ماننے سے انکار کر دیں۔

مگر خواتین و حضرات! مذہب سے نجات کتنی ضروری ہے۔ اپنی اس حالت میں اپنے اس خیال میں ہم خدا کو

Marfat.com

جواب دہ نہیں ہیں مگر خدا بہرحال ہمارے پس منظر میں ایک بچت کی محفوظ راہ تو ہے' کہیں نہ کہیں تو ہم بچ کے اُس کی طرف نکلتے ہیں۔ ہم اپنی مایوسیوں میں' اداسیوں میں' ان مراحل میں جب ہمیں کوئی طاقت سہارا نہیں دے رہی ہوتی تو ہم اپنے Vodoo[1] پر کچھ نہ کچھ یقین رکھتے ہیں۔ یہ اساطیر الاولین میں سے جو خدا نکلتا چلا آتا ہے جو ہر معاشرتی طبقات سے جو امراء، ورد ساء و غرباء سے تمام صورتِ حال سے جو زمین آسمان میں ایک مستحکم سایے کی طرح ہمارے سر پہ مسلط رہتا ہے تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ جراَت مند انسان جو سوچنے کا عزم رکھتے ہوں' جو خیال رکھتے ہوں' جو دعویٰ علیت رکھتے ہوں۔ حتیٰ کہ جو اس صدی میں بھی یہ دعویٰ رکھتے ہوں کہ انسان بہت ترقی کر گیا ہے۔ جس کو یہ دعویٰ ہے کہ میں نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں اپنی حکمت کے نفع ونقصان پر غالب آ گیا ہوں' وہ اب مالک الملک نہیں' میں مالک الملک ہوں۔ اُس کو یہ چاہیے کہ کچھ ایسے مضبوط حقائق کے ساتھ اس خدا کے وجود پر کچھ ایسی تنقیدات سامنے لاتا کہ کم از کم جملہ مسلمین کی اور مومنین کی نہ سہی' جملہ انسانوں کی یہ سزا ختم ہوتی اور بہت سارے ایسے آسیب ہمارے سروں سے ٹل جاتے۔ خواتین وحضرات! ایسا نہیں ہوا۔ ہماری تہذیب انسانوں کی چند ایک بنیادی دبی ہوئی حسیات سے مرقع ہے۔ تمام بڑی طاقتوں کو جو پہلے گزریں' جواب گزر رہی ہیں۔ بزعمِ خود ایک خیال ضرور رہا کہ اب کی بار ہمارا غلبہ دنیا کی کوئی طاقت کم نہیں کر سکتی۔ چاہے وہ جولیس سیزر تھا' چاہے سلطنت شرقیہ تھی۔ کوئی بھی دنیا کا طاقتور بادشاہ یا فرمانروا یا کوئی خاندان جب برسرِ اقتدار آیا تو وہ بھی آج کے امریکہ کی طرح یہی سمجھتا تھا کہ یہ اقتدار اب دائمی ہے۔ اور اب یہ قیامت تک یا نسلِ انسانی کے خاتمے تک محیط ہونا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے تاریخ عالم کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیا دورِ حاضر کا فلسفی' دانشور یا جنگجو بھی تاریخ سے بے بہرہ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ تاریخ کے توارد سے گزرتے ہوئے ان حقائق کو پہچانتے نہیں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کے دورِ حاضر کے لوگ' دورِ حاضر کے حکمران' دورِ حاضر کے مفکر ومفسر' جو ہیں ان کے نزدیک نٹشے کے الفاظ میں خدا مر چکا ہے اور اب اسے اس دنیا سے باہر پھینک دینا چاہیے۔ (نعوذ باللہ)۔ وہ اللہ کے وجود سے ذہناً' عملاً' عقلاً فارغ ہو چکے ہیں۔ اب ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اعداد وشمار اتنے بڑے ہیں' یہ جو میٹرکس تخلیق ہو گئی ہے' یہ اتنی معزز اور محترم ہے کہ اب اس کی وجہ سے کوئی کمی بیشی کا امکان نہیں رہے گا اور اب ہماری طاقتوں اور دوسری طاقتوں میں اتنا فرق پڑ گیا ہے کہ اب ہم ان انسانوں کے دیوتا یا خدا ہو سکتے ہیں۔ اب اللہ کی زمین پر براہ راست کوئی ضرورت رہی نہیں۔

صوفیا دوسری قسم کے لوگ تھے۔ بہت ساری Specializations میں' بہت سارے لوگوں نے جیسے اپنی اپنی Specializations کیں' تو ان میں سے ایک انوکھی سی قسم تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا' کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے' غم کی وجہ سے' کسی حادثہ محبت کی وجہ سے' کسی کے ماں باپ کے نقصان کی وجہ سے۔ کوئی نہ کوئی ایسا سانحہ اور بعض اوقات بڑے کمیاب تعلیمی تجسس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے معاشرے سے ہٹ کر ایک نئی روش اپنائی۔ وہ خدا کو ماننا چاہتے تھے یا خدا کو جاننا چاہتے تھے۔ تصوف کی دراصل بنیادی تعریف یہ نہیں ہے کہ وہ اشارے سے نامزد ہو یا کسی نے کہا کہ یونانی فلسفہ کے اثرات سے پیدا ہوا۔ کسی نے کہا کہ اس پر مشرق ومغرب کے فلاں فلاں نظریہ کا اثر ہے' ایسا بالکل نہیں ہوا۔

---

(1) واہم' وسوسہ' شک اور گمان

Marfat.com

تصوف کی بڑی سادہ سی تعریف یہ ہے کہ جس شخص نے مناسب عمر میں یہ فیصلہ کرلیا کہ میں فلسفۂ ترجیحات پہ غور کروں گا اور میری زندگی کی اولین ترجیح میرا رب ہے تو وہ صوفی ہے۔

جس شخص نے بھی اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کرلیا کہ پیشتر اس کے کہ میں زندگی شروع کروں۔ پیشتر اس کے کہ میں اپنی زندگی پوری کرلوں۔ اور یہ عجیب سی بات ہے کہ پورے معاشرے میں ہندوانہ اثر کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم اپنی بیشتر ترجیحات اور مضبوط ترین ترجیحات کا فیصلہ بالکل عمر کے آخر میں آ کر کرتے ہیں۔ اس عمر میں نہیں کرتے جس عمر میں ہم باقی اکیڈمک فیصلے کر رہے ہوتے ہیں۔ اس عمر میں نہیں کرتے جب ہماری ہمت جواں ہوتی ہے۔ ہمارے خیالات میں ندرت ہوتی ہے اور ہماری حسِ جمال تیز ہوتی ہے۔ جب ہم میں پرکھ ہے' شناخت ہے' حرکت ہے۔ اس وقت یہ فیصلہ نہیں کرتے۔ اس وقت جب آپ کو یہ دنیا بیکار محض قرار دے دیتی ہے۔ جب دنیا آپ کو معاشرے میں ریٹائر کر کے ایک گوشۂ عافیت میں بٹھا دیتی ہے۔ اس وقت ہم خدا کا موضوع چننے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں میں اس ہندوانہ معاشرے کا اثر ہے کہ جس نے زندگی کو چار بڑی واضح اقسام میں بانٹ رکھا تھا۔ اس نے برہم چاری آشرم تخلیق کیا۔ پچیس برس تک اس نے گرہست آشرم تخلیق کیا۔ اگلے پچیس برس تک گھر بھ آشرم تخلیق کیا۔ جب سو برس کے آخری پچیس برس آئے تو اس نے کہا کہ اب تم خدا کی طرف متوجہ ہو اور رشی مُنی آشرم میں داخل ہو۔ چاہتے نہ چاہتے ہوئے مسلمان اسی روٹین کی پیروی کر رہے ہیں۔ مگر قسمت کی خرابی دیکھیے' کوئی سو برس تک پہنچتا ہی نہیں اور آخری پچیس برس جو رشی مُنی آشرم کے ہیں۔ جو خدا کی تلاش کے ہیں' وہ ناکارہ عمروں کے حوادث میں گزر جاتے ہیں۔

خواتین و حضرات! جب یہ طلب کسی دل میں پیدا ہو جائے کہ میں اپنی زندگی کی ترجیحات کا مناسب فیصلہ کروں گا اور پھر اس میں ترجیح اول کا انتخاب اللہ کو کرے تو وہ صوفی ہے۔ ہماری بہت بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ کمال سے حقیقت کو دیکھا۔ ہم نے اس کو درجہ بلاغت سے دیکھا ہے۔ ہم نے تصوف کو اس وقت دیکھا ہے۔ ہم نے صوفی کو اس وقت دیکھا جب وہ شیخ عبدالقادرؒ قطب الاقطاب غوثِ زمانہ بن چکے تھے۔ ہم نے اس وقت علی بن عثمانؒ کو دیکھا کہ جب ان کو قطب الاقطاب بنا کر سرزمین ہند پر بھیجا گیا۔ ایک وہ وقت بھی تو ہوگا' جب اس شیخ زمانہ نے درس اولین بھی تو شروع کیا ہوگا۔ میری اور آپ کی طرح اس نے بھی آرزو کی ہوگی' ایک قدم لیا ہوگا۔ کبھی نوجوان بھی رہے ہوں گے۔ کبھی جبلتوں سے اُن کی کشمکش بھی ہوئی ہوگی۔ کبھی جواب دہی کے مراکز تبدیل بھی ہوئے ہوں گے اور کبھی اس زور آور نفس کی کشمکش میں ان سے بھی بھول چوک ہوئی ہوگی۔ کبھی انہوں نے بھی خدا کے حضور معذرت کی ہوگی۔ آخر انسان کا آغاز کیا ہے۔ غلطی ہی تو ہے اور انسان کا ثواب کیا ہے۔ ایک توبہ ہی تو ہے۔ باقی تو رسم و رواج مذہب ہیں۔

مگر خواتین و حضرات! جن لوگوں کا بھی سوچنے سمجھنے کا عمل جاری رہا' انہوں نے ایک بات ضرور سوچی کہ کیا کوئی واقعتاً ایسا ڈیٹا موجود ہے جس سے ہم خدا کے بارے میں کوئی چیز متعین کر سکیں۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ وہ کتاب حکیم' وہ قرآن جو جزدانوں میں سجا ہوا عقیدتوں کا مظہر بے شمار بوسوں کی جگہ موجود ہے' مگر اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں' مگر کیا حیرت ہوا اس عقل کو جو یہ سوچے کہ وہ مشرق و مغرب' وہ جو یہ پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدا کے بارے میں کوئی ڈیٹا ہے تو کتنا آسان ہوگا خدا کا انکار۔ کتنا مشکل ہے خدا کو ماننا اور کتنا آسان ہے اس کا انکار کہ خواتین و حضرات!

Marfat.com

بندہ ہزار خطا کرے تو بندہ ہے اور اللہ ایک خطا کرے تو اللہ نہیں رہتا۔ تو اتنی بڑی کتاب میں ایک خطا کا ڈھونڈنا کیا مسئلہ درپیش ہوسکتا ہے۔

اگر آپ یہ جانتے ہوں کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ آپ یہ جانتے ہوں کہ یہ سب سے بڑے علم والے اور حکیم کی کتاب ہے تو کم ازکم اس کے پڑھنے کے لیے اپنا معیار عقل بھی بڑھانا پڑے گا۔ اپنے آپ کو کسی ایسے عالم ذہن میں تولانا پڑے گا کہ خدا کی کوئی بات ہمیں پوری طرح سمجھ میں آجائے۔ اس کتاب کا عجب سا فیض ہے کہ اسے ان پڑھ بھی پڑھ لیتا ہے۔ درمیانی عقل والا بھی پڑھ لیتا ہے مگر وہ کتاب جن کو اپنا قاری سمجھتی ہے وہ ذرا مختلف ہے۔ وہ کوئی عبادت گزار لوگوں کو اپنا قاری نہیں سمجھتی۔ وہ روزہ داروں کو شب زندہ داروں کو اپنا قاری نہیں سمجھتی۔ وہ تو اپنا قاری اُن لوگوں کو سمجھتی ہے جو الذین یذکرون اللّٰہ قیٰما وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض (۳(آل عمران):۱۹۱) کہ دن، صبح، رات لوگ اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور خدا کی ہر چیز پر غور وفکر کرتے ہیں اور خدا کی کتاب پر غور و فکر کرتے ہیں۔ عجائبات عالم سے وہ اللہ کی پہچان تک آتے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تمام علوم پر ایک ایسی نظر ڈالنا پڑتی ہے جس میں ہم قرآن کے زمانے کا تعین کرسکیں۔ جیسے بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن نے فلاں فلاسفر کی بات دہرائی ہے، فلاں سائنسدان کی بات دہرائی ہے۔ فلاں زمانے سے فلاں چیز اٹھا کے اس میں نقل کر دی تو کم ازکم ایک ایماندار طالب علم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسان کے ابتدائی علوم سے لے کر قرآن تک جتنا بھی علم وفراست اور تحقیق ہے، اسے خوب اچھی طرح دیکھے اور پھر یہ دیکھنے کی کوشش کرے کہ ارسطو اور افلاطون کی کونسی بات قرآن نے نقل کی ہے۔ یہ تو ایک عجیب سی بات ہے۔ خدا اس وقت بھی تھا جب ارسطو اور افلاطون تھا۔ اس سے پہلے بھی موجود تھا۔ اگر انہوں نے خدا کی ویسی کوئی بات اختیار کرلی تو اور بات ہے مگر قرآن پہلے زمانوں کی تعلیمات نقل نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ آگے بڑھیے۔ قرآن سے آگے بھی زمانے گئے ہیں۔ بہت وقت گزرا تو آپ آج کے وقت تک تمام معلومات کا احاطہ کر لیجیے۔ اگر آپ کو خدا کے بارے میں کوئی شرمندگی ہے، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ خدا ایک مفروضہ ہے اور حقیقت سے بعید ہے تو آپ آج تک کے گزرے ہوئے بلکہ آج تک کے اس لمحے کو پہنچے ہوئے سائنسی علمی تحقیقی انکشافات کا اپنے سامنے ڈھیر کر لیجیے۔ اعداد وشمار جمع کر لیجیے اور دوبارہ قرآن کو پلٹیے۔ اس دعویٰ کے ساتھ کہ ہمیں اس میں شک نظر آئے گا، غلطی نظر آئے گی۔ قرآن ضرور ایک عام سی کتاب ہوگی، قرآن ضرور ایک وہم اور وسوسہ کے لوگوں نے ترتیب دیا ہوگا۔ آپ کم ازکم اس دعویٰ تحقیق کے ساتھ تو ضرور قرآن کو پڑھیے۔

آج تک انسانی نتائج بدلتے رہے۔ آج تک خدا کی بات نہیں بدلی۔ پندرہ سو برس پہلے اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں، یہ تو نہیں کھڑے۔ ھی تَمُرُّ مَرَّ السَّحَاب (۲۷(النمل):۸۸) یہ تو اڑتے ہوئے بادلوں کی طرح گزر رہے ہیں۔ اگر اس نے پندرہ سو برس پہلے اپنی کتاب میں کہہ دیا وجعلنا من المآء کل شیء حی (۲۱(الانبیاء)۳۰) ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ تو یہ جذباتی حقائق نہیں یہ سائنسی حقائق ہیں۔ ایک مدت گزری ہے کہ پروردگار عالم نے انسان کی تکمیل علم تک کے تمام نتائج اپنی کتابِ حکیم میں لکھ کر اسے بند کر دیا اور فرمایا ومامن دآبۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا۔ زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں جس کے اسباب رزق ہم پر نہ ہوں۔

Marfat.com

ویعلم مستقرھا ومستودعھا کل فی کتب مبین (۱۱(ہود):۶) اور وہ جانتا ہے کہ کس شخص نے کس فرد نے کہاں رکنا ہے' کہاں جانا ہے' کہاں اٹھنا' کہاں بیٹھنا ہے۔ کہاں اس کی زندگی ہے' کہاں وہ سونپا جائے گا۔ ایک ایک حرف ہم نے کتاب مبین میں لکھ دیا۔ کمال ہے' حد وحساب سے گزرا ہوا حساب ہے۔ ابھی انسان وجود میں نہ آیا تھا' اس خدا کا بھی تو دعویٰ دیکھیں کہ ابھی زمین بنی نہ تھی تو رسول گرامی مرتبت ﷺ سے اصحاب رسول ﷺ نے پوچھا کہ اللہ زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے کہاں تھا؟ فرمایا وہ جہاں تھا اُس کے اوپر بھی ہوا تھی' اس کے نیچے بھی ہوا تھی' بادلوں میں تھا۔

پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ خدا زمین کی تخلیقات سے پہلے کہاں تھا۔ فرمایا اس کی بلندیاں پانیوں پر تھیں۔ وہ ہر چیز پانی سے تخلیق کر رہا تھا۔ پوچھا گیا اے پروردگارِ عالم! یہ زمین وآسمان اور کائنات بنی کیسے؟ فرمایا تم کو کیسے پتا لگ سکتا ہے؟ اولم یر الذین کفروا o تم بھی اتنی جرأت رکھتے ہو کہ میرا انکار کرو۔ کیا تم بہت پڑھ لکھ کر دانشور ہو گئے ہو؟ اے دانا و بینا! تمہیں پتہ ہے کہ سب سے پہلے یہ زمین وآسمان اور کائنات ایک تھی اولم یر الذین کفروآ ان السمٰوات والارض (۲۱(الانبیاء):۳۰) یہ زمین وآسمان سب اکٹھے تھے' پھر ہم نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا مگر تم پھر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ ایمان تصورِ خدا نہیں ہے' ایمان خدا ہے' وہ اللہ جو آپ کی زندگی کے پہلے باب سے لے کر اس کتاب حیات کے آخری باب تک مسلسل مداخلت کرتا نظر آتا ہے' وہ سب سے پہلے جو بات کہتا ہے کہ ذرا اپنا موازنہ کر کے دیکھو۔ ذرا خیال کرو حضرت انسان کیا تو اس قابل ہے کہ تو اکیلا وجود میں آ سکتا؟ اگر میں پہلے سے تیرا تعین نہ کرتا' تیرا گھر نہ بناتا' تجھے ماں باپ نہ دیتا' وہ کون سے لوگ ہیں جو اعتمادِ ذات رکھتے ہیں' جو یہ دعویٰ رکھتے ہوں کہ کوئی بھی انسان زمین پر ایسا پیدا ہوا جس کے حالات پہلے سے متعین نہ تھے۔ اگر آپ ہی زندگی گزارتے ہو' آپ ہی دعویٰ تکمیل رکھتے ہو۔ آپ ہی رزق کماتے ہو تو کبھی اپنی جینز سے باہر بھی آپ نے دیکھا۔ کیا باہر اور مخلوق نہیں ہے۔ ایک بلین مخلوق تو اس خطہ زمین پر ہے۔ جس کے شاید آپ کو نام ہی نہ آتے ہوں۔ پندرہ بیس کے بعد ہماری یادداشت ہی ختم ہو جاتی ہے مگر اس ایک بلین مخلوق کو رزق دینا کیا انسان کا کام ہے؟ کیا انسان اسے رزق دیتا ہے' یا دے سکتا ہے؟

حضرت عیسیٰ نے کیا خوبصورت بات کہی کہ یوحنا قریب سے گزر رہے تھے تو پوچھا! یوحنا یہ تیری بغل میں کیا ہے؟ کہا یا نبی اللہ دو روٹیاں۔ کہا یوحنا دو روٹیاں کس لیے؟ کہا نبی اللہ ایک آج کے لیے' ایک کل کے لیے۔ کہا یوحنا تم نے تو کل میں ہمیں پرندوں سے بھی نیچے گرا دیا۔ کبھی کسی پرندے کے گھونسلے میں بھی دو وقت کا کھانا دیکھا ہے؟ کیا تمہیں خدا پر یقین نہیں کہ کل تجھے رزق دے گا؟ ایک روٹی دریا کی مچھلیوں کو دے اور ایک روٹی میں سے آدھی اس وقت کھا اور آدھی کل کے لیے رکھ۔

بہت سارے سائنسی دعوے ایسے ہیں جو معیارِ حقیقت تک نہیں پہنچتے۔ تصوف میں اور دیگر علوم میں ایک بنیادی فرق ہے کہ یہ علوم آپ سے کردار کا تقاضا نہیں کرتے۔ علوم آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ جب تک آپ نیک اور پرہیزگار نہیں ہوں گے' جب تک پانچ وقت نماز نہیں پڑھیں گے' جب تک آپ روزہ نہیں رکھو گے' اُس وقت تک ہم آپ کو ایم۔بی۔بی۔ایس کی ڈگری نہیں دے سکتے۔ آپ پی۔ایچ ڈی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی کوئی یونیورسٹی یہ معیار نہیں رکھتی۔ کوئی کردار سازی کو علم کا حصہ نہیں بناتی اور دوسری بات آپ کے ذاتی جذبات کا اثر آپ کے تجربات پر نہیں ہوتا۔ آپ چاہے

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو گرا رہے ہوں، اداس ہوں۔ مگر آپ کے اجزاء وہی نتیجہ دکھائیں گے جو انہوں نے دکھانا ہوتا ہے مگر تصوف ان تمام علوم کا علم ہے۔ ظاہر ہے۔ جب آپ موجودات کی حقیقت کے لیے اتنا تردد فرما رہے ہوں تو حقیقت کبریٰ کے لیے آپ آگے بڑھو گے تو آپ کو بہت ساری پیچیدگیوں سے واسطہ پڑے گا۔ غور تو کیجیے کہ ایک ذرا سی لغزش خیال آپ کے نتیجے کو بدل دے گی۔ تصوف وہ علم ہے جس میں ایک ذرا سا جلی اور خفی تکبر آپ کے نتائج بدل دیتا ہے۔ ایک جھوٹ آپ کے نتائج مسخ کر دیتا ہے۔ قلب ویران کی ایک کیفیت زمین و آسمان کے نقشے بدل دیتی ہے۔ یہ کیسی سائنس ہے کہ جس میں تحقیق و جستجو کی بے انتہا غایتوں کے باوجود آپ کو کچھ اور بھی ساتھ لے کر چلنا ہوتا ہے۔ اس سائنس میں انسان کے متغیر نفس کا وجود نا قابل برداشت ہے۔

تصوف جذبات کی سائنس ہے۔ نفسیات ایک بدتر نفس کو بہتر نفس میں ڈھال دیتی ہے۔ وہ آپ کو مشورے دیتے ہیں۔ اس ڈیٹا پر پرکھ کر کچھ علاج ہوتا ہے، کچھ شناخت ہوتی ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ یہ بدتر اور ناکارہ نفس معاشرے کا کارآمد نفس بن جائے مگر نفسیات کا یہ کوئی کام نہیں ہے کہ بندے کو خدا تک پہنچا دے۔ جہاں بھی نفسیات کی آخری حدود شروع ہوتی ہیں، وہاں سے تصوف کا ابتدائی قدم اٹھتا ہے۔

مابعد الطبیعیات، طبیعیات کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ مابعد النفسیات، نفسیات کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ کتنی ایسی باتیں تھیں جو پہلے نفسیات ہوا کرتی تھیں۔ آج کے زمانے میں آپ دیکھیے کہ کتنے تصورات تھے جو مابعد الطبیعیات ہوا کرتے تھے جن کو ہم مابعد النفسیات کہتے تھے مگر آج کے علوم کی روشنی میں وہ تمام مابعد النفسیاتی حقائق اب نفسیاتی ہو چکے ہیں۔ ہر نفس ایک جبلتوں کا مجموعہ ہے۔ بہت ساری جبلتیں جو بظاہر ہمیں نظر آتی ہیں کہ کھانا ہے، تولید (Reproduction) ہے، جارحیت (Aggression) ہے، بقا (Survival) ہے مگر جب یہ جبلتیں ایک دوسرے پر اثر کرتی ہیں تو یہ شطرنج کی بازیوں سے بھی زیادہ چالیں چلتی ہیں اور اگر چھتیس مہروں کی چالیں ایک بلین تک چلی جاتی ہیں تو آپ کی جبلتیں جب ایسا عمل کرتی ہیں تو ہزار ہا پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ شاید اسی لیے تصوف میں مرشد کی ضرورت پڑتی ہے۔

اصل میں مابعد النفسیات کے ادارے کا کچھ علم اسلام کے تصوف میں گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔ جیسے عظیمیہ سلسلے کے ایک شخص نے بہت باہمی آمیزش کی ہے اور بہت سارے تبت کے لامائی تصورات اور اسی طرح افریقہ کے شامان کے تصورات تصوف میں ملائے ہیں جس سے اسلام کا عمومی تصوف کا تصور بہت مبہم ہو گیا ہے۔

مگر تصوف کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ یہ وہ علم تھا جس میں کم علم گزر نہیں سکتا تھا۔ یہ وہ رستہ تھا جس کی نشاندہی کے لیے بھی انسانی علوم سے آگے گزرنے والے کو رستہ ملتا تھا مگر آپ ایک نظر دیکھیں تو جیسے سڑک کے کنارے ایک مداری میڈیکل سائنس کا منہ چڑا رہا ہوتا ہے۔ پورے معاشرے میں ہزار ہا بے تصور تصوف کو خراب تر کیے جا رہے ہیں۔ ان کی کوئی شناخت نہیں۔ ان کی کوئی پہچان نہیں۔ اگر آپ تصوف کے مستند ترین اصولوں پر تھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ تصوف ایک طرف رہ گیا ہے اور متصوف دجل و فریب کے حقائق پیش کر کے آپ کی تمام توقعات کو پس پردہ کیے جا رہے ہیں۔ نہ علم رہا نہ آگہی رہی، نہ وہ روشنی جس سے علمائے فطرت خدا کے عالم لوگوں کے مصائب کے رخ جان لیتے تھے۔ خدا

Marfat.com

کے عالم میں اور ایک عام عالم میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ ایک وہ شخص جسے آپ صوفی کہتے ہیں اور ایک وہ شخص جو ایک عام درس گاہ کا تعلیم یافتہ ہے' اس میں کچھ فرق تو ہونا چاہیے۔ اس میں شناخت کا فرق ہونا چاہیے۔ اس میں اتنا تو فرق ہونا چاہیے جو حدیث رسول ﷺ ہے کہ خدا جسے اپنا علم دینا چاہتا ہے' اُس کی آنکھ اُس کے اوپر کھول دیتا ہے۔ اتنا فرق تو ہونا چاہیے کہ وہ کچھ اپنے آپ کو جانتا ہو۔ کچھ آپ کو جانتا ہو۔ اس کا تشخص صحیح ہونا چاہیے۔ وہ واہمہ اور وسوسے کی بات نہ کرے' وہ خوابوں کی بات نہ کرے' ہزاروں مقدسین ہمارے گلی گلی کوچے کوچے میں ہیں۔ ایسے لگتا ہے صوفیوں کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ ہر کونے میں ہر گوشے میں ایک معزز جو وجودِ تعلیم سے بالکل ناواقف ہے' وہ تصوف کے ایسے نقوش ابھار رہا ہے جیسے ہندو دیو مالائی قصوں کو عام کرتے ہیں۔ آج بھی اتنے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اگر آپ کبھی ہندوؤں کا ٹیلیویژن دیکھیں تو کیا عجب بات ہے کہ ان کی عقل کو قطعاً کوئی شرمندگی نہیں ہوتی' دیوی دیوتاؤں کے قصے پیش کرتے ہوئے۔ اگر یہی علمیت کا کمال ہے کہ نہ اپنے آپ سے سچ بولو نہ کسی سے سچ بولو' یہ آج کی بات نہیں ہے۔ ہر زمانے میں اتنے کذاب صوفی ہوئے' بے شمار جھوٹے لوگوں نے تصوف کا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت دانیالؑ کے زمانے میں ستر جھوٹے نبی تھے۔ شاید یہ کذب و افتراء جو اللہ کے اس بہترین شناخت کے علم پر جاری ہے' اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کا انس زیادہ ہو گیا۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں:

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

تصوف یقیناً ایمان کی ایک جہت ہے۔ تصوف ایک جذبہ ہے جس کو اس لیے ہم نے تصوف کا نام دے دیا کہ اگر اس کو دوسرا نام دیتے۔ اگر میں یہ کہتا کہ ولایت کی یہ تعریف ہے' اگر میں آپ سے یہ کہتا کہ مومن کی تعریف یہ ہے کہ وہ خدا کی جستجو سے اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور اس میں مسلسل آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور خدا کے عرفان اور ادراک تک پہنچنے کے لیے یہ زندگی صرف کر دیتا ہے کہ:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اور اس سے آخری بات کیا ہو سکتی ہے۔ کیا تصوف کے معیار واضح نہیں؟ کیا بیچارگی تصوف ہے؟ کیا اوٹ پٹانگ حرکتیں تصوف ہیں؟ کیا فاقے کو اللہ نے قرآن میں رد نہیں کیا؟ کیا بے اعتدال لوگوں کے بارے میں ایک جملہ نہیں فرمایا اور مسیحی رہبانیت کے بارے میں اللہ نے نہیں کہا کہ ان لوگوں نے اپنی طرف سے اتنی مشقتیں نکال لیں' ہم نے نہیں کہا تھا۔ اور ان کی داستانوں میں تزکیہ باطن جو ہے' وہ پانیوں میں بارہ برس کھڑے ہونے سے نکلتا ہے یا کسی قبر میں چلہ معکوس سے نکلتا ہے یا کنویں میں الٹا لٹکنے سے نکلتا ہے۔ کیا یہ تصوف ہے؟ تصوف تو بالکل مضبوط ترین عقل کی راہ تھی۔ یہ تو اتنا یقینی راستہ ہے کہ اس کا پہلا قدم بھی آپ کو یقینِ خدا دلا دے۔ اس پر چلنے والے کا پہلا قدم بھی آپ کو خدا کا شعور دیتا ہے۔ خدا کی محبت سے آشنائی دیتا ہے مگر کیا بدقسمتی کی بات تھی کہ یہ کائنات کا' اللہ کا' انسانیت کا' علم بھی اناڑی لوگوں کی نذر ہو گیا۔ گلی کوچوں کی نذر ہو گیا۔ اس سے مراد یہ نہ تھی کہ ایک سادہ سا انسان خدا نہیں پا سکتا۔ ایک سادہ ترین

Marfat.com

انسان بھی صوفی ہوسکتا ہے' خدا کا شعور رکھ سکتا ہے۔
جب شیطان نے کہا کہ اے مالک! تو نے مجھے بہت رسوا کر دیا۔ تو نے میرا مقام' عزت انسان کو دے دی تو اب مجھے اتنی مہلت دے کہ انسان جس کی عقل فطرت پر تُو نے بڑا دعویٰ کیا ہے' میں تجھے ثابت کر دوں کہ تیرا یہ دعویٰ انسان پر درست نہیں۔ میں اُن کے آگے سے آؤں گا' پیچھے سے آؤں گا' اوپر سے آؤں گا' نیچے سے آؤں گا۔ میں اُن کو ہر طرف سے گھیروں گا۔ میں اُن کو راہِ راست سے اغوا کروں گا۔ خدا نے کہا تو یہ کرے گا' بہت سے انسان ناکارہ اور ناکام ہو جائیں گے مگر اتنی بات یاد رکھنا چاہیے' وہ آدمی پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو یا سادہ ہو یا پیچیدہ ہو۔ تو اس شخص کو کبھی نہ بہکا سکے گا۔ الا عباد اللہ المخلصین (۳۷ (الصفت): ۴۰) جس کے دل میں میرے لیے ایک ذرہ برابر بھی خلوص ہوگا' تو کبھی اس پر قابو نہیں پا سکے گا۔

تو یہ وہ اخلاص ہے جس کی بنیاد ہر دل میں ہے اور تصوف اسی سے آغاز کرتا ہے۔ شریعت بغیر طریقت کے ایک بے معنی کوشش ہے۔ جب تک اس کے پیچھے خدا کے حصول کی نیت نہ ہوگی۔ آپ کے اعمال کبھی رنگ نہ پائیں گے۔ آپ کے خیال کبھی رنگ نہ پائیں گے۔ طریقت شریعت سے جدا نہیں ہے' طریقت اور شریعت دراصل خیال' نیت اور عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ایک وجود ہیں اور عمل کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب تک آپ اپنے خیالوں میں' اپنے اعمالِ خیر میں خدا کے حصول کی نیت نہ رکھیں گے' آپ کے اعمال آپ کو کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ یہ وہ جنگ ہے جو دورِ حاضر میں اکیڈمک لوگوں میں اور اہلِ دل میں جاری ہے۔ اہلِ دل یہ قطعاً نہیں کہتے کہ وہ شخص جو کسی قیمت پر بھی شریعت کی اہمیت کو کم کرتا ہے' وہ اہلِ تصوف میں ہے۔ صرف وہ تین آدمی اللہ نے اس حساب سے نکال دیے۔ ایک تو وہ بچہ جس پر ابھی شرع لاگو نہیں ہے، ایک وہ مجنون جس کو کارِ زندگی کا علم نہیں ہے۔ ایک وہ سویا ہوا جس پر کوئی قانون لاگو نہیں۔ ان کے علاوہ کسی انسان پر شریعت ساقط نہیں اور یہ خیال قطعاً غلط ہے اور کوئی صوفی ایسا نہیں ہے' کوئی بھی اللہ کا ولی ایسا نہیں جس میں یہ مجال اور یہ طاقت ہو کہ وہ شرعی اعمال کی حیثیت کم کر سکے۔ شرع کسی حال میں بھی قابلِ استفسار نہیں ہے۔

تصوف آپ سے صرف ایک بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تمہارے قول و فعل کے باوجود تم منافق ہو سکتے ہو۔ آپ کی عملی زندگی کے انداز میں قول و فعل کی ہم آہنگی ضرور ہونی چاہیے مگر دل آپ کو کہہ رہا ہے کہ قول و فعل کے باوجود آپ کا دل تقسیم شدہ ہے۔ اس لیے کہ ایک بہت بڑی قوت اور بھی ہے جو قول اور فعل دونوں پر فیصلہ دیتی ہے اور وہ آپ کی فکر ہے۔

The only difference between the dogmatics and the people of heart very simple.

صوفی یہ کہتا ہے کہ ان تینوں چیزوں میں یہ اتحاد ثلاثہ ہے' اتحاد ثانیہ نہیں ہے۔ یہ صرف قول و فعل کی ہم آہنگی نہیں ہے بلکہ قول' فعل اور فکر جب اکٹھے ہوتے ہیں اور خدا کی طرف رغبت فرماتے ہیں تو اس وقت ایک صوفی اپنی ابتداء کرتا ہے۔ اس وقت ایک صوفی اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے اور یہ سفر ایمان کا سفر ہے۔ یہ سفر وصالِ خداوندی کا سفر ہے اور یہ معجزہ' یہ دوسری تیسری باتیں' یہ کشف قبور کے جو ڈھونگ رچے ہوئے ہیں' آپ یقین جانیے کہ کسی بڑے صوفی سے اس قسم کی احمقانہ

Marfat.com

روایت جاری نہیں ہوئی۔ آپ کو یہ دیکھنا ہے' یہ فرق کرتا ہے کہ وہ سند کیا ہے جو صدیوں سے کائناتی سند چلی آرہی ہے۔ یہ نہیں کہ صوفی آج پیدا ہوا۔ تمام محاورہ تمام اندازِ فکر صوفیاء کے تمام کارنامے ایک جیسے ہیں بالکل ایک جیسے' ان میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔

میں آج بھی محسوس کر سکتا ہوں کہ اشراقیہ کے ولی یحییٰ سہروردیؒ نے کیسے سوچا تھا۔ البتہ صفات کا فرق ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صوفیاء کا ایک گروہ کرم پر زیادہ زور دے۔ ایک صوفی خدمتِ خلق پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اس سے باقی چیزوں کی حیثیت کم نہیں ہوتی اور دورِ حاضر میں پوری اسلامی دنیا پر اتنا بڑا بحران ہو تو ایک سوال جو ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ مالک و کریم! کیا ہمارے گناہ ایسے حد و حساب سے گزر گئے کہ تیری ترجیحات اس قوم بے نصیب کی طرف نہیں پلٹتیں مگر خواتین و حضرات! بات یہ ہے کہ پروردگار تو وعدے کر کے کتاب بند کر بیٹھا۔ اب اس سے گریز ہمارا گریز ہے۔ وہ تو کہہ بیٹھا ہے ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (۳(آل عمران):۱۳۹) کہ سستی نہ کرنا' غم نہ کرنا میرے بارے میں۔ تم ہی غالب ہوا گر تم ایمان والے ہو۔ تو بار بار ذہن میں خیال آتا ہے یہ جو ذلت اور نامرادی کے جو انداز بن رہے ہیں' یہ جو امت مسلمہ انفرادیت اور مکمل ذہنی انتشار میں مبتلا ہے' جن کے حکمران بجائے قوم سے ہمدردی کرنے کے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر اُن پر خوف کے سائے لا دیتے ہیں۔ اگر کسی میں لڑنے کی ہمت ہے تو بھی نہ لڑے۔ تو خواتین و حضرات! خیال آتا ہے کہ کیا مسئلہ ہے۔ اللہ کیوں نہیں توجہ فرماتا۔ ایک ہی چیز جس کا یقین ہوتا ہے کہ شاید ہم ان کنتم مومنین کی تعریف میں نہیں آتے' شاید ہم ایمان والے نہیں۔ اگر بظاہر ایمان والوں سے مراد عبادات والے ہیں تو اتنے سارے بے شمار لوگ پچیس لاکھ عبادات والے رائیونڈ میں جمع ہو جاتے ہیں' پچیس لاکھ اسلام آباد میں جمع ہو جاتے ہیں۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ جب تک ایک بھی زمین پر اللہ اللہ کہنے والا موجود ہے تو قیامت نہیں آئے گی۔ تو خواتین و حضرات! سوچنا پڑتا ہے کہ نقص کہاں آیا؟ مسئلہ کہاں آڑے آیا؟ یہ مسئلہ ہماری ترجیحات کے بحران میں ہے کیونکہ اب اللہ ہماری ترجیح نہیں رہا۔ اب اللہ صرف ایک تصوراتی وجود ہے۔ وہ ایک حقیقی وجود کی طرح ہمارے اذہان میں نہیں ہے۔ ہم خیال میں اس کو محاورتاً ضرور استعمال کرتے ہیں مگر ہمارے دل و دماغ میں کوئی مرکز جواب وہی اللہ کی جانب نہیں۔ جب رجعت نہیں رہی' خدا کی شناخت نہیں رہی' خدا کے عالم نہیں رہے اور وہ خدا کے عالم جو اللہ کے لبادہ علمی کے تحت ہیں جو اللہ کے علم سے اپنے علم کو روشن کرتے ہیں اور اگر ایسے سوالوں سے واسطہ پڑ جائے تو دیکھو اکیڈمک کے پاس کچھ نہیں ملے گا' یہ تو تمہیں ان لوگوں کے پاس ملے گا۔ جو صبح و شام ہماری یاد میں رہتے ہیں۔ جو قرآن میں رہتے ہیں اور تسبیحات پروردگار میں رہتے ہیں۔

صرف اسلام میں آ کے اللہ ساتوں کائناتوں کا مالک ظاہر کرتا ہے' اس لیے کہ پہلے انسان میں اس کی وسعت اور اس کے ادراک کی اتنی صلاحیت ہی نہ تھی۔ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جہاں معیار مستقل ہو رہے تھے۔ معیارِ زندگی قائم ہو رہے تھے۔ معیارِ حقانیت قائم ہو رہے تھے۔ اللہ اس ذات گرامی پر کشادہ ہو کے آیا۔ اللہ اس ذات گرامی میں اپنی پوری تعریف کے ساتھ آیا اور اپنے شخصی وجود سے گریز کرتے ہوئے اپنے اس کائناتی وجود کی جھلک دے دی ہے۔ اس کاملیت کی جھلک دی ہے۔ جب ہم Multiverse کے تصورات دیکھ رہے

Marfat.com

ہیں۔آج بھی قرآن ہی کا خدا حقیقی خدا نظر آتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ پچھلے مذاہب' مذاہب نہیں تھے یا پچھلے مذاہب میں خدا کا وجود جعلی اور غیر حقیقی تھا۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ شخصی خدا کے تصورات تھے جو کبھی بنی اسرائیل کے تھے' کبھی قوم یہود کے تھے اور کبھی کسی قوم کے تھے۔

اگر آپ قرآن کو کھول کر دیکھیں تو پہلی مرتبہ اللہ رب العالمین کی حیثیت سے پہلی آیتِ قرآن میں نمودار ہوتا ہے اور اسی طرح وہ اپنے پیغمبر ﷺ کو رحمت اللعالمین فرماتا ہے۔اب وہ شخصی خدا نہیں رہا' اب وہ اپنی کائنات کی ملکتیں ظاہر کر رہا ہے۔اپنی کائناتی حکمتوں کو ظاہر کر رہا ہے۔اب وہ خدائے بحر و بر ہے۔خدائے ہفت کائنات ہے اور اسی خدا کی تلاش اور جستجو میں قافلہ اہل دل نکلتا ہے۔

کہیں تو ہوگا شب ست موج کا ساحل
کہیں تو جا کے رکے گا سفینہ غمِ دل

ہمارا نقصان ہمیں صاف بتا رہا ہے کہ ہماری عبادات ہماری زندگیاں خدا سے خالی ہیں۔اگر آپ اللہ کی عبادات دیکھو تو پہلے پارے میں اللہ کی کتنی خوبصورت آیت ہے جو نشاندہی کرتی ہے کہ ہم میں کیا چیز ہونی چاہیے جس سے اللہ ہمیں اپنے محبوب بندے بنالے گا صبغة اللّٰه و من احسن من اللّٰه صبغة و نحن له عبدون (٢(البقرہ):١٣٨) اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہے اور ہم عبادت کرنے والے ہیں۔عبادت انہی کا مقسوم ہے۔عبادت انہی کا مقدر ہے' عبادت انہی کی زندگی ہے جو اللہ کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔آپ اسے فنا فی اللہ کہو' فنا فی الرسول ﷺ کہو۔آپ کچھ بھی اسے کہہ لو مگر جو صفاتِ پروردگار کے لیے جدوجہد کرتا ہے' جو محبتِ ذاتِ خدا کے لیے جدوجہد کرتا ہے' وہ کبھی بھی خدا کو فرضی نہیں سمجھ سکتا۔چاہے کتنی ہی بڑی میٹرکس کی دنیا اس کے اردگرد آباد ہو' ہم جانتے ہیں کہ سراب میں بھی بڑی حقیقت ہوتی ہے۔

ایک شخص صحرا میں جاتا ہے سراب دیکھتا ہے' بڑا عقلمند ہے۔کہتا ہے یہ تو پانی ہے ہی نہیں۔میں کتنا عقلمند ہوں کہ میں نے سراب کو سراب ہی سمجھا ہے تو شاعر کہتا ہے کہ:

زنقص تشنہ لبی داں زعقل خویش مناز

اے بیوقوف اپنی پیاس کا نقصان سمجھ۔یہ سمجھ کہ تیری پیاس ابھی مکمل نہ تھی۔بے عقل تو اپنی عقل پر ناز مت کر۔

دلت فریب گر از جلوۂ سراب نہ خورد

اگر تیرے دل نے سراب سے فریب نہیں کھایا تو یہ تیری عقل کی ناز کی بات نہیں ہے' تیری پیاس ہی ابھی پوری نہ تھی۔

مجھے امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ العزیز کہ خدا ہمارے دلوں میں اپنی محبتوں کی لو ضرور دے گا۔ویسے تو کچھ لوگ وہ بھی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کو اتنا یاد کر کہ تیرا دل ایک ویرانے کی طرح ہو جائے اور اس میں ایک چراغ جلتا ہو اور وہ خدا کی یاد کا چراغ ہو۔پھر فرمایا کہ جب لوگ خدا کو اتنا یاد کریں گے تو خدا ان کے ساتھ ہو جائے گا۔خدا ان کا انداز ہو جائے گا۔خدا ان کی زبان ہو جائے گا۔خدا ان کے اشاروں سے بادل برساتا ہے۔خدا ان کے اشاروں سے حکومت بدلتا ہے۔خدا ان کے اشاروں سے زندگی اور موت کے مسائل طے کرتا ہے۔

تصوف کا شریعت سے واسطہ

سوال: آپ نے فرمایا کہ تصوف اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ اگر اللہ عشق سے ملتا ہے تو عشق پر تو کوئی شریعت نافذ نہیں ہوتی۔ پھر تصوف کا شریعت سے کیا واسطہ ہوا؟

جواب: بہت ساری غلط فہمیاں جو اس معاشرے میں ہیں' ان میں یہ بھی ایک غلط فہمی ہے کہ عشق پر کوئی شریعت لاگو نہیں ہوتی۔ ایک آدمی رستے میں کھڑا تھا تو حضرت ابراہیم خواص" گزرے' تو وہ گلی سڑی حالت بڑی بری طرح کے آسیب کا شکار بیچارہ مردوں کی طرح پڑا تھا۔ تو حضرت ابراہیم" فرماتے ہیں کہ میں پاس سے گزرا تو میں نے کہا کہ اس بدبخت نے کون سا ایسا گناہ کیا کہ اللہ نے اُس کی یہ حالت کی۔ میں نے سوچا دل میں مگر وہ شخص چونک کے اٹھا اور اٹھ کے کہا' ابراہیم خواص تو اللہ کے بندوں کی دل میں غیبت کرتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں یہ جو حالت ہے میری' میں نے اللہ کے انعام کے طور پر قبول کی ہوئی ہے۔ اب جو عشق کی بات کرتے ہیں' آپ غور کریں کہ عشق کس حالت تک پہنچاتا ہے اور عاشقوں کے بارے میں اللہ میاں نے یہ کہا کہ کچھ لوگ میری چادر کے تلے چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا نہ میرے کسی پیغمبر کو علم ہے نہ کسی ملک کو علم ہے۔ اب اگر ایسے ہی لوگ ہوں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ دنیا کی نظر سے بھی چھپے ہوئے ہوں گے اور دعویٰ عشق خرابی ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہم محبت کے قائل ہیں' عشق کے قائل نہیں ہیں۔

پروردگار عالم نے محبت کا ذکر کیا ہے اور جہاں بھی کسی چیز میں ہو جائے' اسے مودت کہا جاتا ہے۔ محبت اور مودت میں بڑا فرق ہے۔ جہاں استحصالِ اجسام آ جائے' جہاں ملاوٹ آ جائے' جہاں جسم آ جائے' جہاں خواہشات نفس آ جائیں' اس کو اللہ نے مودت کہا ہے۔ خدا نے کہا کہ پتھروں سے محبت بھی ہے۔ سونے سے محبت بھی ہے اور بتوں سے محبت بھی ہے مگر محبت صرف اللہ کے لیے ہے۔ والذین امنو آ اشد حبا للہ (۲ (البقرہ):۱۶۵) اور یہ محبت صفاتی محبت ہے۔ اس محبت کا تعلق حصول دنیا سے نہیں ہے۔ یہ قطعاً ایک ذہنی اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ ترین ذہنی سطح پر جا کر آپ خدا کی صفات کو محسوس کر کے اپنے اندر پیدا کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں' اس کو ہم عشق نہیں کہتے۔ ویسے تو اقبال محترم عشق کا بڑا ذکر کر گئے اور ایسے لگا کہ علم بڑی ناقص سی چیز ہے اور عشق کوئی بڑی پائیدار شے ہے مگر اقبال صرف فلسفیاتی علوم کی نااہلیت کا قائل ہوا کیونکہ اس کا تسلسل آ رہا تھا ایک ایسی درسگاہوں کی طرف سے جہاں شکوک وشبہات منطق تشکیک پڑھاتے پڑھاتے بالآخر وہ اس مقام پر پہنچا جب اس کو احساس ہوا کہ ان تمام تعلیمات سے میں اپنی ترجیح اول کو حاصل نہیں کر سکتا تو اس بیچارگی کے عالم میں اقبال نے مجاذیب کی تلاش شروع کر دی۔ اس کے باوجود وہ اپنے وقت کا بہت بڑا مجدد اور تفسیر قرآن کا ماہر تھا۔ ایک غلطی اس سے ہوگئی اور وہ غلطی یہ تھی کہ فلسفہ اور تشکیک کی راہوں سے گزرتے ہوئے اس کی ترجیحات بیچ میں تبدیل ہوگئیں اور خدا کی بجائے کبھی وہ سیاست ہوگئیں' کبھی امت مسلمہ ہوگئیں' کبھی فلسفہ ہو گیا۔ جب انہیں احساس ہوا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی تو آپ کو پتہ ہے' وہ آخری زندگی میں کبھی ایک مجذوب کا سنتے تو اس کی طرف بھاگتے۔ اس مقام پر آ کر انہوں نے خیال کیا کہ علم شاید خدا کی طرف کا رستہ نہیں دیتا کیونکہ اقبال تصوف میں جن استادوں کی پیروی کر رہے تھے' وہ بذات خود سلسلہ تصوف کے مستند لوگ نہیں تھے جن میں رومیؒ بھی تھے' جن میں امام رازی بھی

Marfat.com

تھے' جن میں ابن سینا بھی تھے' ابن رشد بھی تھے۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی جو عالم اسلام میں جاری رہی کہ لوگوں نے بہت سے متصوف لوگوں کو صوفی بنا دیا۔ کسی نے خیام کو صوفی بنا دیا۔ کسی نے حافظ کو صوفی بنا دیا۔ کسی نے سعدی شیرازی کو صوفی بنا دیا۔ جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ کسی چیز کی اعلیٰ ادراکِ لذت کو ہم تصوف نہیں کہتے۔ تصوف نام ہے کانٹ چھانٹ کا۔ ایک قینچی جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ کا شعر بھی آپ کو سرور دے رہا ہے۔ آپ کا خیال آپ کو سرور دے رہا ہے اور آپ کو لذتِ نفس میں ڈال رہا ہے اور وجود کی خوبصورتی کا قائل کر رہا ہے اور ایک مخصوص رویہ پیدا کر رہا ہے اور کہیں آپ کو اس طرز کے مناظر دکھا رہا ہے تو صوفی کے ہاتھ کی قینچی بڑی بے رحم ہوتی ہے۔ تصوف کا بنیادی قانون ہے کہ جس نے نفس کے ساتھ ہمدردی کی' وہ تصوف کے علم کا ایک ذرہ بھی نہیں حاصل کر سکتا۔

دنیا میں بھیجنے کی وجہ

سوال: خاتون پوچھتی ہیں کہ رزق' زندگی' موت' عزت' ذلت یہ سب کچھ تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ تو ہمیں اس دنیا میں آخر کیوں بھیجا؟

جواب: جب ہم تخلیق کائنات کا مقصد دیکھتے ہیں تو میں اپنی اصطلاح میں کہوں گا میں خدا کی اصطلاح میں نہیں کہوں گا کہ اللہ ایک جبر مسلسل کے ذریعے اپنی مخلوقات سے عبادت کروا رہا ہے۔ جیسے اس نے آسمانوں کو کہا کہ میں نے تم میں یہ امر ڈال دیا ہے چاہو تو آؤ' چاہو تو نہ آؤ۔ تو ایک جبر تھا جو اس کی ہر مخلوق پر تھا' چاہے وہ ملائکہ تھے' چاہے زمین و آسمان تھے' چاہے شجر و حجر تھے۔

کہتے ہیں کہ صفت شعر کو دو چیزیں خراب کرتی ہیں۔ تحسین ناشناس و خاموش سخن شناس کہ اگر کلام کی قدر و قیمت کو جاننے والا کلام سن کے چپ رہے گا تو سمجھو کہ ناقدری ہوگئی اور اگر ایک ان پڑھ بیوقوف آدمی شعر سنتے ہی اچھل کود شروع کر دے اور داد دینی شروع کر دے تو وہ بھی شعر کی بربادی کا باعث بنتی ہے۔ یہی حال کچھ اللہ کے ساتھ ہوا کہ اتنا خوبصورت خدا اللہ جمیل ویحب الجمال خود حسن اور خالق حسن۔ ایسی ایسی خوبصورت تخلیقات ایسا حسن کہ:

ہر لحہ شانِ حسن بدلتی رہی جگر
ہر آن ہم جہان دگر دیکھتے رہے

ایسی ایسی خوبصورت تخلیقات اور پھر تعریف کرنے والے۔ اللہ۔ الحمد اللہ۔ الحمد اللہ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ نہ ان میں عقل' نہ معرفت' نہ چناؤ' نہ خصلت دید۔ ان کی آنکھوں میں وہ رنگ و روپ نہ اپنے محبوب کی مناسب قدر افزائی۔ یہ ایک انتہائی علیم حکیم رب کی جبریت۔ اب اللہ کو محسوس ہوا کہ اب میں کروں کیا۔ میں جو ایک چھپا ہوا خزانہ۔ بھئی اکیلے رہو۔

کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

تو آپ اکیلے نہیں رہ سکے۔ اللہ نے سوچ سوچ کے ایک فیصلہ کیا۔ ایک بڑا عجیب و غریب فیصلہ کہ کسی میں حسن

انتخاب پیدا کر کے دیکھوں۔ ایسی مخلوق پیدا کروں جسے چننے کا اختیار دوں اور دیکھوں بھلا پھر بھی مجھے کوئی چنتا ہے۔ بندوں پر تکیہ کر بیٹھا تو خیال کیا کہ میں انتخاب کا اختیار دیتا ہوں' چننے والا ذہن دیتا ہوں۔ میں کسی ایسی مخلوق کو یہ اختیار دیتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے چنتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' چاہا کہ آشکار ہو جاؤں۔ میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ تعارف کے لیے حضرت انسان تشریف لائے۔ اب حضرت انسان نے بھی سودا کیا۔ میں کہاں جاؤں گا جی' کہاں زمین دوں گا۔ کہا جی وہاں مجھے پالے گا کون؟ کہا ذرائع رکھوں گا۔ پھر اس سوال و جواب میں پوری کی پوری ایک دنیا کے آخری مراحل تک تخلیق ہوئے۔ آثار و باقیات تخلیق ہوئے۔ اس میں اس نے کہا کہ دیکھو میاں تیرا کوئی کام نہیں زمین پر۔ تو نے پیدا ہونا ہے اور زندگی گزارنا ہے' تیرا رزق میرے ذمہ ہے۔ تیرے بیوی بچے میرے ذمہ ہیں' تیرا سفر میرے ذمہ ہے۔ تیری زندگی' موت میرے ذمہ ہے اور تیری شفاء اور مرض بھی میرے ذمہ ہے اور تیرا صرف ایک کام ہے تجھے جو عقل دی تو نے اس اختیارِ انتخاب کا استعمال کرنا ہے۔ چار ڈگری میں انسان کی وحشت خیال کو پورا کیا اور فرمایا۔ هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيا مذكورا (۷۶ (الانسان):۱) تو کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ پھر میں نے خیال کیا' میں کچھ اس کو دیکھوں آزماؤں' چلو اس کو آگے بڑھاتا ہوں۔ انا خلقنا الانسان من نطفة (۷۶ (الانسان):۲) میں نے انسان کو سنگل سیل سے ڈبل سیل میں بدل دیا' کہاں یہ امیبا تھا۔ اب اس نے ڈبل سیل ہونا شروع کر دیا۔ صدیاں گزر گئیں۔ حضرت میں کوئی جدت نہ دیکھی گئی۔ اب اس کو ذرا اور آگے بڑھاؤں۔ چاہا کہ اسے آزماؤں امشاج نبتليه فجعلنه سميعاً بصيرا (۷۶ (الانسان):۲) اسے سماعت دی' اسے بصارت دی اور کوشش کی کہ یہ سمیع و بصیر ہو جائے مگر ابھی بھی انتخاب کے قابل نہیں تھا۔ میں تو کہوں گا کہ شامت پروردگار حضرت انسان کو آخری سٹیج پر لائے اور فرمایا انا هدينه السبيل اما شاكرا و اما كفورا (۷۶ (الانسان):۳) اب میں نے اسے عقل و معرفت روشنی اور چناؤ بخشا۔ چاہے تو مانے چاہے تو نہ مانے۔

مگر ہم اس پوری لیبارٹری کا اندازِ انتخاب دیکھتے ہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ پروردگار کی غرض و غایت ہر بندے سے نہیں ہے۔ وہی بات ہوئی کہ اگر ہزاروں تعریف کرنے والے سے ایک اچھے شعر کی شناخت کرنے والا ایک باذوق انسان ہی شاعری کی مراد ہوتا ہے تو اسی طرح حضرت انسان زیادہ تر پیروکار ہیں اور انسان کی تعریف اللہ کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح کی دوسری ضمنی حدیث میں فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' مجھے اس بات سے انس ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے محمد ﷺ کو تخلیق کیا۔ میری تو حسرت پہچان محمد ﷺ کی تعریف سے پوری ہوگئی۔ میرے بندے نے مجھے بڑی اچھی طرح چاہا' بڑی اچھی طرح پیار کیا۔ میں نے اس کا یہ صلہ دیا اپنے بندے کو کہ آسمانوں پر وہ میری تعریف کرنے والا احمدؐ تھا تو میں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ زمینوں پر وہ تعریف کیا گیا۔ میں نے پوری علمی' ادبی' فکری زندگی میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ ایک لاکھ چھبیس ہزار حدیث اس سے منسوب ہوں اور ایک احادیث بھی اس کی ذاتی تعریف میں نہ ہو۔ یہ وہ محمد ﷺ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح رکھا اور پھر خدا کیوں نہ چاہے ان کو۔

یہ باقی کائنات اس تعریف کے عوض چل رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مطلوب و مقصودِ کائنات

Marfat.com

ہے' نہ کوئی مطلوب و مقصود پروردگار ہے۔

اسلام میں پردے کا حکم

سوال: قرآن میں پردے کا سختی سے حکم ہے۔ یہاں آپ نے مردوں عورتوں کو اکٹھے بیٹھایا ہوا ہے' یہ کون سا دین ہے؟

جواب: قرآن میں پردے کا سختی سے حکم ہے' یہ لفظ سختی غلط ہے۔ قرآن میں پردے کا حکم ہے' سختی سے نہیں۔ قرآن میں پردے کے حکم کا پس منظر بھی ہے اور اس کے واقعات بھی پیش آئے۔ جنگ یرموک میں اجنادین میں اور احد میں مسلمان عورتوں کی بہت ساری سرگرمیاں ہیں۔ ہر جگہ عورتوں کا چہرہ کھلا ہوا آیا ہے۔ یہ اس طرح کے نقاب' پُر اسرار قسم کی خواتین قدیم اہل عرب اسلام میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلام میں اس قسم کا ورثن نہیں پایا جاتا۔

مگر میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اگر کوئی خاتون اتنی حجاب والی ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو سختی سے ڈھانپتی ہیں تو اس پر ان کے لیے کوئی حرج بھی نہیں ہے مگر پردے کا حکم دو چار مثالوں سے شروع ہوا کہ بنو قریظہ کے بازار میں ایک مسلمان عورت ایک یہودی کی دکان پر گئی۔ اس یہودی کی نیت خراب ہوئی اور پھر اس مسلمان عورت نے شور وغوغا کیا تو قریب سے ایک مسلمان گزر رہے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودی نے مرتے مرتے اپنے لوگوں کو آواز دی اور یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی۔ آپ ﷺ نے ان کو طلب کیا اور جواب طلبی کی تو انہوں نے کہا کہ یا محمد ﷺ! وہ عورت بھی تو باقی عورتوں کی طرح تھی' ہم کیسے پہچانتے کہ یہ مسلمان عورت ہے؟ یہ ایک پہلا قدم بنا اور مسلمان عورت کو ایک جداگانہ نشان مل گیا۔

ام المومنین حضرت سودہؓ رات کو باہر نکلیں۔ ان کا قد لمبا تھا تو سیدنا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت سودہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں رات کو باہر گئی تھی۔ عمرؓ نے مجھ پر آواز لگائی۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کی نیت یہ تھی کہ خواتین محترمات اس طرح نہ نکلا کریں' یہ کچھ ڈھانپ کے نکلا کریں۔ یہ عمرؓ کی نیت تھی تو اس وقت قرآن کی آیات اتریں اور گریبان ڈھانپنے کا حکم ہوا اور چادر سر پر لینے کا حکم ہوا مگر یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ عورتوں نے وہ تمام تر خدمات سرانجام دیں جو آج کل کی باقاعدہ ملٹری سروس سرانجام دیتی ہیں۔ یرموک کی چوتھے دن کی فتح کم از کم تین مرتبہ عورتوں کی استقامت کی ممنون ہے' اسی لیے کھیتوں میں کام کرنے والیاں اور اسی طرح بہت ساری معاشرتی عورتوں پر اس قسم کی کوئی قدغن موجود نہیں تھی مگر پردہ

It should have been natural with the women. It should have been general with the women.

امریکہ میں لیڈی ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا کہ قرآن میں پردے کا کتنا حکم ہے؟ میں نے کہا' اتنا ہے۔ تو مجھے کہنے لگی' یہاں تو سارے لوگ بڑے شریف ہیں' اتنے نیک ہیں۔ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے تو یہاں آدمی اگر کھلا ڈھلا پھرے تو کیا حرج ہے؟ میں نے کہا دیکھو خاتون بات یہ ہے' میں تمہاری بات سمجھتا ہوں' مانتا ہوں۔ بہت نیک لوگ ہیں بلکہ

Marfat.com

ہمارے پاکستان کے لوگوں سے بھی زیادہ نیک اور شریف لوگ ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں دور کھڑا ہوں اور بہت ساری خواتین اکٹھی کھڑی ہیں تو آپ کو میں اُن میں سے ہی ایک سمجھوں گا۔ ہاں اگر آپ نے حجاب لیا ہوا ہے' تھوڑا بہت اسلام ہے' سینہ ڈھانپا ہوا ہے تو میں بہت دور سے یہ سمجھ جاؤں گا کہ یہ مسلمان عورت ہے اور خواتین و حضرات! پھر ایک عجیب و غریب سا واقعہ پیش آیا کہ ایک ہوٹل میں کچھ حبشیوں نے دھاوا بول دیا اور لوٹ مار شروع کر دی۔ ایک عورت نے حجاب پہنا ہوا تھا۔ وہ اس کے قریب آئے اور کہا:

Sister you are a Muslim you be on one side.

اس سے کم از کم پردے نے اس خاتون کو ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے بچا لیا۔

قرآن اور سائنس

سوال: آپ اپنی تقریروں میں قرآن کو سائنس سے بہت زیادہ ملاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں غیر سائنسی ہیں۔ آپ قرآن کو اس طرح ڈی ویلیو کیوں کرتے ہیں؟

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ آپ قرآن کو سائنس میں نہ نکالو اور قرآن والے کہتے ہیں کہ آپ اس کو سائنس کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ یہ تقسیم اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔ یہ تقسیم ہمارے نزدیک ہے۔

قطعاً ایسا نہیں ہو سکتا۔ سائنس کی کیا مجال کہ قرآن کو ثابت کرے۔ سائنس تو ابھی اس درجہ کمال تک نہیں پہنچیں۔ ابھی تو پروردگار کے بے شمار فرامین ایسے ہیں کہ سائنس کو پتہ نہیں کتنی محنت اور ہمت کرنی پڑے کہ وہ خدا کے احکام کی وضاحت کر سکیں۔ بہت سے قوانین قرآن پہلے متشابہات تھے' اب محکمات ہیں انہی علوم کی ترقی اور ترویج کی وجہ سے بدل گئے۔ اللہ علیم بھی ہے' اللہ حکیم بھی ہے اور خدا حکمت کو اتنا پسند کرتا ہے یوتی الحکمت من یشآء (سورۃ البقرہ' آیت ۲۶۹) کہ جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔

خدا کہتا ہے بہترین بندے وہ ہیں جو صبح' دوپہر' شام میرا ذکر کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔ اگر آپ ان سب کو آپس میں ملا دیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصول علم کی وضاحت صرف سائنس سے ممکن ہے' آسیب اور وسوسہ سے نہیں۔ انسانی حکمتوں میں خدا کے اصولوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ پھر اگر پروردگار عالم نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے والسمآء بنینھا باید وانا لموسعون (۵۱ (الذریات): ۴۷) ہم نے آسمانوں کو اپنے زور قوت سے بنایا۔ بازوؤں سے بنایا اور ہم انہیں وسیع کرتے جاتے ہیں۔ جب میں یہ آیت پڑھتا ہوں تو قرون وسطیٰ کی ساری سفارشات اور وضاحتیں پڑھتا ہوں۔ تو یہاں آیت کا مطلب لکھا ہوا ہے رزق کی کشائش۔ جب میں ''ٹائمز'' کا ایک رسالہ دیکھ رہا ہوں جو آئن سٹائن کی صد سالہ برسی پر شائع ہوا تو اوپر لکھا ہوا Expending Universe of Einstein۔ کائنات اگر وسیع تر ہو رہی ہے اور قرآن اگر یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے کائنات بنائی اور اسے وسیع تر کر رہے ہیں تو اس کی وضاحت مجھے کوئی مولوی نہیں دے گا۔ اس کی وضاحت مجھے حکیم دے گا' اس کی وضاحت مجھے آج کا سائنس دان دے گا۔

قرآن کی جو اطلاع ہے اور قرآن کا جو سائنسی اور عملی اظہار ہے' اس سے آج تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی'

Marfat.com

سائنسدان اور دانشور نے انکار نہیں کیا۔ اگر قرآن نے یہ کہا و جعلنا من المآء کل شئی حی (سورۃ الانبیاء' آیت ۳۰)۔ آج بھی اس کی تردید نہیں ہوسکتی۔

اگر قرآن نے یہ کہا کہ وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی (سورۃ فاطر' آیت ۱۳) ہم نے چاند اور سورج مسخر کیے اور یہ تمام وقت مقررہ تک چل رہے ہیں تو آج بھی کوئی سائنسدان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ جو بات قرآن نے پندرہ سو سال پہلے بغیر کسی سائنسی تجربے کے کہی' وہ بالکل درست ہے۔

ہمارا حال برا کیوں ہے؟

سوال: احکامِ قرآن مجید اور سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ہمارا حال بُرا کیوں ہو رہا ہے اور جو مسلمان نہیں ہیں وہ اوپر جا رہے ہیں اور ہم جو مسلمان ہیں' وہ نیچے جا رہے ہیں؟

جواب: اصولاً اس زمانے میں شکوک و شبہات اور جدید میٹرکس کا اتنا دباؤ ہے کہ ہر مسلمان اس شک کا شکار ہو جاتا ہے کہ خدا محض ایک تصور ہے جب میں نے کہا کہ جواب وہی کا محور و مرکز اللہ نہ ہونے کی وجہ سے ہر وہ مسلمان جو بظاہر مسلمان ہے' ہم اس کو اس لیے مسلمان نہیں کہہ سکتے کہ اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے بلکہ جب بھی ہم تفصیلات میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ جیسے کمیونزم یا سوشلزم کی تحریکیں اس معاشرے میں آئی ہیں اور دیکھتے دیکھتے دو کروڑ مسلمان سوشلسٹ یا کمیونسٹ ہو گئے' تو اس لحاظ سے جو اعتبار وہ اللہ پر رکھیں گے وہ فرضی اور تصوراتی ہوگا' حقیقی اور اصلی نہیں ہوگا۔ میں نے آپ سے یہ بات کہنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کسی شک و شبہ' فریب اور بلا کا شکار ہوں۔ آپ کو اتنی تحقیق ضرور کرنی چاہیے کہ آپ اللہ کے بارے میں غور و فکر کریں۔ سوچیں سمجھیں۔ یہ اعتراضات مشرق و مغرب دونوں طرف سے اٹھتے ہیں۔ آپ ان کا جواز تلاش کریں' آپ ان کی سچائی کی جھلک دیکھیں پھر جو آپ کا اعتبار ایک ایسے ایمان پر ہوگا جس کا آپ دفاع کرسکیں گے' اس لئے کہ قرآن حکیم میں اللہ نے خود ایک بند ذہن کے ایمان کی انتہائی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ ان شر الدوآب عند اللہ الصم البکم الذین لایعقلون (۸(الانفال):۲۲) کہ بدترین انسان میرے نزدیک وہ ہے جو غور و فکر نہیں کرتے' اندھے اور بہرے لوگوں کی طرح دین کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے' میری تسلیم کی تو یہ ن لولیھلک من ھلک عنm بینۃ و یحیی من حی عن m بینۃ ط وان اللہ لسمیع علیم (۸(الانفال)۴۲) کہ جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا' جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اب یہ سوال کہ آپ غریب ہیں اور اقوام عالم میں آپ کا درجہ کم ہے تو اس سے قطعاً مذہب کی غیر افادیت یا افادیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ وقت بہت پہلے بھی آچکا ہے جب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حضور ﷺ کفار مکہ کے بازاروں سے گزرتے تھے تو ریشم و کمخواب اور بنات کی چادریں تنی ہوئی ہوتی تھیں اور گلہ بھی فرمایا حضور ﷺ نے کہ اے میرے پروردگار! کافروں کے تو بازار ساز و سامان سے بھرے ہیں اور محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کے لیے ایک وقت کا کھانا بھی نہیں تو حضور ﷺ پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ اے پیغمبر! اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو ہم اہل کفر و شرک

Marfat.com

کے درودیوار چاندی کے کردیتے ہیں' ان کی سیڑھیاں چاندی کی کردیتے اس لیے کہ اللہ نے اہل کفر سے کوئی وعدہ نہیں کیا مگر اس نے ایک جگہ پر فرمایا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ جب مجھے نہ ماننے والے حشر کے میدان اور روز حساب تک پہنچیں تو مجھ سے گلہ کریں کہ ہم نے تجھ کو نہ مانا تھا تو انتقاماً تو نے ہمیں دولتِ دنیا سے بھی محروم کردیا۔

شیخ کے بغیر تصوف میں کامیابی

سوال: کیا شیخ کے بغیر تصوف میں کامیابی ہوسکتی ہے؟

جواب: شیخ کا جو بنیادی تصور ہے' وہ ایک قسم کا چرچ ہے۔ جیسے باقی مسلمانوں میں چرچ بنے ہوئے ہیں تو تصوف میں بھی چرچ پیدا ہوئے۔ سلاسل کی صورت میں۔ پیروں کی صورت میں۔ گدی نشینوں کی صورت میں۔ اور چونکہ اسلام میں کسی چرچ کا وجود نہیں اس لیے جذبہ خالص کے عروج میں اس کی حرکت میں اور وصال پروردگار میں کسی قسم کا کوئی چرچ حائل نہیں ہے۔ ابتدائے اسلام میں جب تصوف تبع تابعین سے شروع ہوا اور جو تبع تابعین کے تمام مقتدر صوفیاء تھے' ان کے کوئی مرشدین نہیں تھے بلکہ ایک اصطلاح جو ان کے لیے استعمال کی جاتی ہے' وہ صوفیائے الٰہیات تھی۔ جیسے رابعہ بصریؒ کا کوئی مرشد نہیں ہے۔ حسن بصریؒ نے اگرچہ حضرت حسن ابن علیؓ سے ہدایات لیں مگر اس کے باوجود بیعت ورشد کا کوئی سلسلہ نہ تھا۔ اسی طرح حبیب عجمیؒ ہیں۔ جنید بغدادیؒ نے براہ راست کچھ درس حضرت سری سقطیؒ سے لیے تو پہلی مرتبہ ہمیں پیرو مرشد کا ایک تعلق نظر آیا۔ بایزید بسطامیؒ کا کوئی مرشد نہیں۔ تو مرشد کا ہونا لازم نہیں ہے مگر جہاں علم میں کمی ہو اور معاملات نفس پیچیدہ ہوں اور شدتِ حواس غالب ہوں' وہاں استادوں کی ضرورت اعتدال کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

مصروفیات دنیا میں اللہ کیسے ترجیح اوّل ہو؟

سوال: آج کی اس مصروف دنیا میں سونے کا وقت ہمیں مکمل نہیں ملتا' اتنی محنت درکار ہے۔ آپ نے جو اللہ کو ترجیح اولیں بنانے کے لیے کہا' فی زمانہ اس کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں ایک سپارہ جب شروع ہوا تو فرمایا کہ اتل مآ اوحی الیک من الکتب و اقم الصلوٰۃ' ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشآء والمنکر ط ولذکر اللہ اکبر (۲۹ (العنکبوت) ۴۵) کتاب کی تلاوت کرو اور امر اور نہی سے آگاہی حاصل کرو۔ دس منٹ لگتے ہوں گے۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ایک وقت اور ایک دن میں قرآن ختم کردو۔ اللہ نے کہا کہ چلو تھوڑا سا وقت۔ اگر دن میں تمہیں کام بہت ہیں تو رات کو مجھے یاد کرلیا کرو۔ اب زمانے ہی تبدیل ہوگئے ہیں۔ دن ہی بارہ بجے شروع ہوں گے تو پھر آپ کیا کروگے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ اگر دن کا آغاز سورج طلوع ہونے سے نہ ہو۔ تو دو ہی صورتیں ہیں' دن کے طلوع ہونے کی۔ ایک تو آپ سورج کو طلوع ہوتا ہوا دیکھیں اور ایک اپنی آنکھ کو کھلتا ہوا دیکھیں۔ فرض کرو کہ آپ کی آنکھ ہی گیارہ بارہ بجے کھلتی ہے تو اس وقت بھی آپ اس تھوڑے سے عرصے میں دس پندرہ منٹ اللہ کی کتاب کے لیے مخصوص کرلو۔ ایک صفحہ نہ سہی' خواہ آدھا

Marfat.com

ورق کرلو۔ ایک قول مبارک۔ اصحاب رسولؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کبھی کبھی ایک ایک کو سارا سارا دن پڑھا کرتے تھے۔ اس پر غور کیا کرتے تھے۔

یہ سسٹم کی بات ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی مہذب ترین نظام کو دیکھیں تو کوئی بھی نظام ایسا نہیں جو اپنے اندر کچھ نہ کچھ پابندیاں نہ رکھتا ہو۔ چاہے وہ قطار میں کھڑا ہونا ہے۔ ان میں وقت بھی لگتا ہے۔ اگر آپ اللہ کو مانتے ہوں تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ اللہ کے قوانین سے بیک وقت اتفاق کررہے ہوں۔ کوئی سسٹم ایسا نہیں کہ جس سے لوگ اتفاق کررہے ہوں۔ میں نے ایک امریکی سے پوچھا بھئی تمہیں آج کا اپنا نظام بڑا پسند ہے' کہا نہیں یہ انتہائی واہیات ہے۔ ہم نے تو انگریز کے خلاف اس لیے بغاوت کی تھی کہ انہوں نے بہت ٹیکس لگائے ہوئے تھے۔ آج ان لوگوں نے ہم پر وہی ٹیکس لگائے ہوئے ہیں۔

تو تمام سسٹم کو پسند نہیں کیا جاسکتا۔ نہ کوئی بندہ اس سارے سسٹم کو پسند کرتا ہے لیکن اگر ہم اللہ کے بندے ہیں' اللہ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں اور خداوند کریم کو اپنا رب تسلیم کرتے ہیں تو اس سسٹم میں جو واحد چیز ہماری زندگیوں میں مداخلت کرتی ہے' وہ نماز ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ نماز ہر حالت میں ہر انداز میں پڑھی جاسکتی ہے۔ آپ اندازہ کرو کہ اس لازم ترین نماز میں بتیس رخصتیں ہیں۔

بعض اصحاب کے نزدیک بعض مسائل ایسے ہیں کہ جن میں ہم اس لیے ذہنی انتشار کا شکار ہوجاتے ہیں کہ ایک فقیہہ کہتا ہے کہ اڑتالیس میل پر کسر ہے۔ ایک فقیہہ کہتا ہے اٹھارہ میل پر کسر ہے۔ مگر جب ہم قرآن وحدیث کو براہِ راست پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر نکلے تو حکم آگیا' واپس آجاؤ تو آپ نے کہا ٹھہرو میں کسر پڑھ لوں۔ تو اصحاب نے عرض کیا کہ علیؑ ابھی تو یہ مدینہ کے مکان نظر آرہے ہیں' فرمایا ابھی ہم داخل تو نہیں ہوئے۔ اور اگر آپ فقہ عمرؓ کو اٹھا کر دیکھو تو حضرت عمرؓ ہر تین میل پر کسر کرتے تھے۔ اب اگر آپ کے ذہن میں ایک سادہ سا سوال ہو' سوچنے سمجھنے اور دین کی فہم کا اور اگر میں آپ سے سوال کروں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اٹھارہ میل پر کسر ہے اور ایک صاحب فرماتے ہیں نہیں' اڑتالیس میل پر کسر ہے تو سترھویں میل پر آپ کس حال میں تھے۔ سفر میں ہی تھے نا بھئی۔ بارھویں پر بھی سفر ہی میں تھے اور مجھے یہ بتایئے کہ ایک عام فہم سا سوال ہے کہ کسر سفر پر آئی ہے کہ میل پر آئی ہے تو پھر آپ کے بہت سارے مسائل جو ہیں غور وفکر سے اتنے آسان ہوجائیں گے کہ دین کبھی بھی آپ کو مشکل نہیں لگے گا۔

خداوند کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا ما انزلنا علیک القرآن لتشقی (۲۰(طہٰ):۲) ہم نے قرآن کو مشقت کے لیے نہیں اتارا۔ اس چھوٹے سے دعویٰ کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا میں اگر تمام سسٹم بھی سہولتیں پیش کریں تو قرآن زندگی گزارنے کے لیے اس سے زیادہ سہولتیں پیش کرتا ہے لیکن اگر آپ کو اس دورِ حاضر میں قرآن کا عذاب پہنچ رہا ہے' تکالیف پہنچ رہی ہیں' سزائیں پہنچ رہی ہیں۔ اس کی آسانیاں نہیں پہنچ رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی فقہ ناقص ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ فہم وفراست جو آپ کو قرآن کی تفہیم کے لیے چاہیے' وہ ابھی پوری نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آج تو آپ زندہ ہو' ہمیں قرآن میں مشکلات ہوتی ہیں تو ہم تمہارے پاس چلے آتے ہیں اور تم سے پوچھ لیتے ہیں۔ کل جب تم نہیں ہوگے تو ہم قرآن کیسے سمجھیں گے۔ ذرا ملاحظہ

Marfat.com

فرمائیے یہ سوال کہ ہم قرآن کیسے سمجھیں گے؟ کیا قرآن کو سمجھنا مشکل ہے؟ تراجم پڑے ہیں اور پھر ساری زندگیاں پڑی ہیں۔ پھر بھی وہ شخص سوال کر رہا ہے کہ آج تو تم زندہ ہو۔ تم فقیہہ ہو اور اگر تم کل کو نہ ہوئے تو ہم قرآن کو کیسے سمجھیں گے۔ فرمایا القرآن یفسر الزمان ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے۔ اس لیے کہ مسائل جدا ہوں گے۔

مسائل یہ کہ آپ جہاز میں بیٹھے ہوں۔ اگر فرض کرو کہ فقیہہ یہ کہتا ہے کہ فرائض نیچے اتر کے پڑھنے ہیں تو میرا خیال ہے کہ آپ جہاز سے بڑی آسانی سے نیچے اتر سکتے ہو اور ہمیشہ کے لیے نماز سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ تو یہ ضروری ہے کہ ہم ہوں کو بطور فقیہہ ہی سمجھیں۔ پہلے ایک فقیہہ ایک قوم کا ہوتا تھا۔ ایک شہر کا ہوتا تھا۔ کیا عجیب بات ہے کہ اہلِ سنت فرماتے ہیں ہمارے چار امام ہیں۔ اثناء عشری اپنا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر چار امام اہلِ سنت ہی کے ہیں تو ایک سنّی دوسرے امام کی بات کیوں نہیں مانتا؟ حنفی جو ہے شافعی کی بات کیوں نہیں مانتا؟ شافعی جو ہے حنابلہ کی بات کیوں نہیں مانتا؟ مالکیہ کی کیوں نہیں مانتا؟ اس لیے کہ ہم نے آسانیاں حاصل کرنا نہیں سیکھا۔ ہم مذہب کو جنون کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ اگر اللہ مجھے ایک سہولت بخش رہا ہے' میں کتنا متکبر ہوں گا کہ اس سہولت کا انکار کروں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو قضا آئی ہے' یہ جو سفر آیا ہے' جس میں کمی بھی اللہ کے صدقات ہیں۔ میرا تجاہل دیکھو میں اللہ سے کہتا ہوں تیرا صدقہ مجھے قبول نہیں۔ اِدھر اُدھر سے اپنے تقویٰ وطہارت کا ثبوت دینے کے لیے حضرت پوری نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی حماقتیں مذہب کو پیچیدہ کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا زمانہ جب گزر گیا تو حضرت عمر فاروقؓ بقید حیات تھے تو کسی نے پوچھا حرج کیا ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ یمن کے کسی چرواہے کو بلاؤ اور پوچھو کہ حرج کیا ہوتا ہے اور جب اسے بلایا گیا اور پوچھا گیا کہ حرج کیا ہوتا ہے تو اس نے کہا ہمارے ہاں جانور ایک جھاڑی کھاتے ہیں اور وہ جھاڑی کھانے چکنے کے قابل ہوتی ہے مگر اس کے اردگرد کانٹے اتنے اُگ آتے ہیں کہ جانور کی زبان' اُس کے دانت اس ٹہنی تک نہیں پہنچتے۔ ہم اسے حرج کہتے ہیں۔ اس کا مطلب بڑا واضح ہے کہ جب آپ کا دل علم کی بات قبول نہ کرے گا اور اس کے اردگرد مقامی علاقائی طبقہ ہائے فکر کے تعصبات کے انبار لگے ہوں گے تو رب کعبہ کی قسم ہے آپ کبھی علم حاصل نہیں کر سکتے۔

دنیا میں جن گناہوں سے ممانعت ہے جنت میں انہی کی ترغیب

سوال: خدا تعالیٰ کی یہ کیا حکمت ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ جن گناہوں سے روکتا ہے' جنت میں انہی کا لالچ دے رہا ہے؟

جواب: ماشاءاللہ سوال بڑا خوبصورت اور فطری ہے مگر آپ کا سوال ہی آپ کا جواب ہے کہ اگر ایک شخص نے بدکاری کا دھیان آتے ہوئے اور موقع ملتے ہوئے اپنے آپ سے یہ کہا کہ اے اللہ! یہ فردِ عمل مجھے بے پناہ مرغوب ہے مگر چونکہ تو نے دنیا میں ممانعت قرار دی ہے' میں اس کے بدلے جنت میں تجھ سے فراغت اسی عمل کی حاصل کروں گا۔

آپ کے تمام اعمال ترغیب دار ہیں جیسے تین بڑی کہکشائیں ہیں۔ ان میں سے ایک ایک جنت کی چوڑائی' زمینوں اور آسمانوں کی طوالت سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ساتوں کائناتیں جب ختم ہوتی ہیں تو ان کے اوپر

Marfat.com

ایک نا قابل تصور حسن ہے۔ ایک بے مثال خوبصورتی ہے اور اس میں خواہشات کے توازن کو اس طرح رکھا گیا ہے۔ اب مجھے یہ بتایئے کہ زمین پر اگر طریقہ تولید یہ ہو جو ہم میں ہے تو جنت میں طریقہ تولید کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے۔ یہ جو ہماری دنیا ہے' اس قسم کی دنیا ہماری اس پوری گلیکسی میں وجود نہیں رکھتی۔ اس دنیا کو بنانے کے لیے غیر فطری قوانین بنائے گئے۔ یہ فطری قوانین نہیں ہیں۔ آپ کی زندگی کے لیے پروردگارِ عالم نے باقی گلیکسی آرڈر سے ہٹ کر قوانین بنائے۔ اگر ایک لاکھ میل سورج اِدھر ہو جائے اور ایک لاکھ میل سورج اُدھر ہو جائے تو اِدھر زندگی جل جائے گی' اُدھر منجمد ہو جائے گی۔ اگر چاند نہ ہو تو بہت سارے انسانی اعمال منفعل ہو جائیں۔ اگر خداوند کریم نے انہی اطراف سے' انہی شعاعوں سے پہاڑوں میں دو ارب سال پہلے سیسہ کو بلور (Crysta) میں نہ بدلا ہوتا تو آج آپ یورینیم نہیں نکال سکتے تھے۔ تو یہ سارے حالات مصنوعی ہیں۔ اب سوال کا گمان اس چیز پر ہے کہ شاید یہی طرزِ حیات وہاں موجود ہو گا۔

جنت میں آپ قدیر ہوں گے۔ آپ نے خیال کیا' آپ کو چیز مل گئی۔ آپ نے پھلوں کا سوچا' پھل آپ کے پاس آ گئے۔ یہ تصرف فی الوجود آپ کو جنت میں عطا ہو گا کہ چاہوں تو درخت اگالوں' چاہوں تو ستر حوریں بنالوں۔ جو چاہے کرلوں۔ جس طرح کی چاہے زندگی گزارلوں۔ تمہیں اب تصرف فی الوجود عطا ہوا ہے اور اتنی بڑی کہکشاؤں میں اس تصرف کے بغیر گزارہ بھی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس نے زندگی میں زبان سے ایک مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کہا' اس نے جنت میں اپنے گھر میں ایک درخت لگایا۔ تو یہ تسبیحات یہ ذکر الٰہی جو اب آپ کرتے ہو اور جن سے آپ صلہ مانگتے ہو' اگر آپ نے اس دنیا کو نہیں چھوڑنا اور وہاں بھی آپ نے اسی قسم کے صلے مانگنا ہیں تو سو بسم اللہ۔ پھر جنت میں اللہ میاں آپ کو آزردہ تو نہیں رہنے دے گا۔

خدا شناس' صوفی یا ولی کیسے پہچانا جائے؟

سوال: آج کے زمانے میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی بہت سی تصنیفات ہیں اور ہزاروں لوگ جن کے پاس صبح و شام حاضر ہوتے ہیں۔ وہ کیا طریقہ ہے جس سے پہچانا جا سکے کہ یہ شخص خدا شناس ہے' صوفی یا ولی ہے؟

جواب: یہ دراصل بڑا مشکل سوال ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے بھی پوچھا تھا کہ کچھ تو پڑھے لکھے لوگ ہیں' بڑا غور و فکر کرتے ہیں' خدا کے رستے کو پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ شناخت کے قابل ہو جاتے ہیں اور اللہ تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے:

ان کی حریم ناز کہاں اور ہم کہاں
نقش و نگار پردہ در دیکھتے رہے

مگر جس شخص کو اتنی اہلیت حاصل نہ ہو' اتنی شناخت حاصل نہ ہو تو وہ کیا کرے گا تو میں نے کہا کہ دیکھو اخلاص تجسسِ وجدان کے رستوں کو کشادہ کرتا ہے اور حریمِ ناز تک پہنچاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ میں اس قابل نہیں ہوں تو پھر اس کو کوئی نہ کوئی خدا شناس تلاش کرنا پڑتا ہے مگر مقاصد تو دونوں کے ایک ہیں۔ جب آپ کا دل

Marfat.com

مطمئن ہو کہ اس استاد سے ملی ہوئی راہ مجھے خدا کے قریب پہنچا رہی ہے تو وہ استاد ٹھیک ہے مگر جس استاد کو ملنے کے بعد یہ خیال ہو کہ میں اس استاد سے برسوں آگے کبھی بڑھ ہی نہیں سکتا اور اگر یہ تصورِ شیخ کی خرافات جو اگر آپ کے ذہن میں شامل ہو گئیں تو پھر لامحالہ آپ اپنے مقام سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ان تمام باتوں کا فیصلہ وہ آرزو کرتی ہے جو آپ کے دل میں ہے۔ وہ آپ کی قوتِ فیصلہ کو متحرک کرتی ہے۔ فرض کرو آپ بیس برس ایک استادِ علم وفکر کے ساتھ رہے اور بیس سال کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ میں تو خدا کے کہیں پاس بھی نہیں پہنچا۔ زیادہ سے زیادہ انہیں حضرت کے پاس ہوں تو پھر میرا خیال ہے کہ آپ کو یہ یقین ہو جائے گا کہ میرا یہ رستہ مناسب نہیں تھا۔

مجھے ایک صاحب ملے جو ایک بہت بڑے بزرگ اور دعویٰ کناں بزرگ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ مجھے دیکھیے جی کہ مجھ میں اہلیتِ شناخت موجود ہے۔ فرمایا کہ تم تو قطب کے مقام سے گزرنے والے ہو۔ حضرت فوراً بیعت ہوئے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے قطب کی پہچان کی تو وہ صاحب قطب الاقطاب تھے۔ پھر آٹھ سال گزر گئے فرمایا حضرت وہ قطب والی بات تو میں نے اپنے میں کوئی بھی نہیں دیکھی۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ میں قطب کے مقام سے گزروں گا۔ انہوں نے کہا کہ بھئی ہم تو عطا کرتے تھے، تم میں اہلیت ہی نہ تھی۔ اگر ہر مرشدِ گرامی نے آٹھ دس سال کے بعد آپ کو یہی کہہ دینا ہے تو میں آپ کو ایک بات بتا دوں، اس میں سال نہیں لگتے، مہینے نہیں لگتے۔ میں خدا کی طرف سے بڑی آسانی سے قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ جس کا پہلا قدم اللہ کی راہ میں اٹھتا ہے، خدا اسے پہلے قدم سے پہلے آن لیتا ہے۔

عالمِ دین کا انداز

سوال: نہ تو آپ نے داڑھی رکھی ہے، نہ آپ کا لباس ویسا ہے۔ آپ کس طرح کے عالمِ دین ہیں؟

جواب: لاہور شہر کو میں اپنے لیے بڑا محترم جانتا ہوں کہ اس شہر میں، مَیں ابتدائی طالب علمی کی حالت میں تھا۔ بڑا گھومتا تھا، بہت پیدل چلا۔ بہت ساری حماقتوں سے گزرے۔ بہت ساری تعلیمات سے مستفید ہوئے۔ تو میں نے اکثر خیال کیا کہ اللہ کو اس وقت میری کون سی چیز پسند آئی۔ میں نے پورے اٹھارہ سال لاہور میں کبھی شلوار قمیض نہیں پہنی۔ پتلون ہی میں رہے۔ جینکس ہی میں رہے، سوٹ میں رہے۔ اب میرا اعتبار اس چیز سے اٹھ گیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر ان اٹھارہ برسوں میں جہاں میں پروردگار کے حضور میں استعداد کرتا رہا اور میں نے علم وحکمت کا جو کچھ میرا حصہ تھا، میں نے اللہ کے حضور سے وصول کیا تو کیا وہ میرے شلوار قمیض اور میرے کوٹ پتلون پہننے سے ناراض ہو جائے گا یا میرے لباس کی تبدیلی سے وہ ناراض ہو جائے گا؟ یہ میرے ذہن میں آج تک نہیں آیا کہ کسی لباس کی قید میں تصوف بھی چھپا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی نیتیں اور اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

معاف کیجیے گا میں آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ نہ آپ میں سے کسی بزرگ کے مراتب کم کرنا چاہتا ہوں مگر میں آپ سے اتنا ضرور کہوں گا کہ میں انتہائی کٹر مسلمان ہوں اور یہ میں اس لحاظ سے کہتا ہوں کہ میں نے اتنا سوچ سمجھ کے اسلام قبول کیا ہے اور اتنے متضاد خیالات کے درمیان ایک سخت ترین چناؤ سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کہ میں خدا کی قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے مسلمان ہونے پر کسی طبقہ خیال کی معمولی سی آمیزش بھی گوارا نہیں۔ میں نہ دیوبندی، نہ

Marfat.com

بریلوی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں اپنی قبر تک صرف مسلمان کی حیثیت سے پہنچ جاؤں تو میں حضرت علیؓ کی طرح موت کے وقت یہ کہنے میں کامیاب ہوں گا کہ خدا کی قسم میں آج کامیاب ہوا۔ اگر میں ایک مسلمان ہونے کے تشخص سے اپنی قبر تک پہنچ جاؤں۔

اللہ کے دوست صرف اسلام میں ہی کیوں؟

سوال: لوگوں نے آج کل اللہ کو ڈھونڈنے کے بہت سارے طریقے نکال رکھے ہیں جس میں یوگا وغیرہ شامل ہیں۔ اگر یہ سب خداشناس ہیں تو مسلمانوں کا اس میں کیا درجہ ہے؟

جواب: میں قرآن کو مانتا ہوں۔ میں عیسائیت کو مانتا ہوں' میں بدھ ازم کو مانتا ہوں۔ میں ان سارے مذاہب کو مانتا ہوں۔ میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں توریت مانوں اور انجیل نہ مانوں۔ انجیل مانوں اور قرآن نہ مانوں۔ میرے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ میں قرآن کے بغیر مذہب کی تاریخ مکمل کر دوں۔ جب مجھے قرآن کو شامل کرنا ہے تو مجھے اس بات کی تصدیق حاصل کرنی ہے کہ قرآن ان آیات کو اپناتا ہے یا نہیں۔ قرآن کہتا ہے میں نہیں کہتا۔ ثم یحرفونه من' بعد ما عقلوه وهم یعلمون (۲ (البقرہ): ۷۵) ان میں کچھ سچ ہے' کچھ غلط ہے۔ ان کم بختوں نے دنیاوی وجاہتوں اور مال وعزت کی خاطر میری آیات بدل دی ہیں۔ اب میں ان کو نہیں اپناتا۔ میں اسی کتاب کو اپناؤں گا جس کے ایک ایک لفظ کی میں نے خود حفاظت کی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون (۱۵ (الحجر): ۹) یہ قرآن ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

آپ باقی مذہبوں میں مسیحائی کی کوئی گنجائش ڈھونڈتے ہیں کہ چلو یار کسی تبت کے لامہ کو ولی سمجھ لو۔ چلو کسی افریقہ کے شامان کو ولی سمجھ لیں مگر ایک چیز کے بارے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کے بعد کسی مذہب میں کوئی اللہ کا دوست نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس لیے کہ پہلی مرتبہ اللہ کریم نے کہا ان الدین عند اللّٰہ الاسلام (سورۃ آل عمران' آیت ۱۹) کہ اب ہمارے نزدیک صرف ایک دین ہے اور وہ اسلام ہے۔ آگے جا کے اس کی مزید وضاحت فرمائی اور کہا ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه (۱۳ (آل عمران): ۸۵) اگر اب تم میرے پاس اسلام کے علاوہ کوئی دین لے کے آئے تو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔

ایک شاعر کتنا ہی پھٹیچر ہو مدتیں گزر جائیں' طبع آزمائی کرتا کرتا کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی خوبصورت شعر کو تخلیق کر لیتا ہے۔

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

تو کہیں نہ کہیں کوئی ایسا شعر تخلیق کر لیتا ہے۔ ہر علم کا ایک تصوف ہے۔ وہ چاہے سائنس ہو۔ اس کا ایک سلسلۂ مدارج ہے جس کا ایک اپنا مقام ہے۔ تمام علوم کی ایک ایسی ہی مخصوص حیثیت ہے۔ جب ہم تزکیۂ نفس کرتے ہوئے تبت کے ایک لامہ کو دیکھتے ہیں کہ بیس ہزار فٹ کی اُترائی پر استغراق حاصل کر رہا ہے اشراق (Telepathy) کے لیے تو

Marfat.com

ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کے ارتقاء سے اتنا بلند ضرور ہو جائے گا کہ کوئی نہ کوئی صفت اس میں پیدا ہو جائے مگر تصوف نہیں ہے۔ تصوف میں اور ان تمام علوم میں ایک بنیادی فرق ہے۔ صوفی خدا کے لیے ہے' خدا کی خاطر اپنے نفس کے تمام ارتکازات کو ختم کرتا ہے اور باقی تمام جگہ میں جس کو آپ صوفی اشرافیہ کہتے ہیں' ایک تصوف ہے اور ایک صوفیانہ رویہ ہے۔ پُراسراریت جس کا ہر ذہن تمنا کرتا ہے' وہ چاہے یوگا میں ہو' لامائی اداروں میں ہو۔ وہاں لوگ کچھ قوتوں کے حصول کے لیے نفس کے حق میں ارتکاز کرتے ہیں اور تصوف میں واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى (سورۃ النزعت' آیت ۴۰) خدا کی حمایت میں نفس کے خلاف ارتکاز ہوتا ہے۔

یہ بہت بڑا فرق ہے جو آپ کے ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ صوفی خدا کے حق میں نفس کے خلاف جدوجہد کرتا ہے اور باقی تمام علوم کے ارتکاز میں لوگ اپنے حق میں نفس کے ارتکاز میں جاتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے کوئی صوفی نہیں ہو سکتا۔ مجھے ایسے ہی سلسلے کے ایک شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم بڑی بڑی روحوں کو جمع کرتے ہیں۔ پھر ایک دن تشریف لائے' فرمایا کہ کل ہم نے آپ کے حضور ﷺ کو بلایا تھا۔ میں نے کہا' سبحان اللہ ہمارے رسول ﷺ کو بلایا تھا؟ یہ ارواح کو جمع کرنے کے اس قسم کے تمام چمتکار اس بکھرے ہوئے ذہن کی پیداوار ہیں کہ جب وہ سچائی کو نہیں پاتا تو' جب ایک شخص اپنے مرشد کی بائیس برس ریاضت کرتا ہے' عبادت کرتا ہے اور آخر میں اس کو انکشاف ہوتا ہے کہ مرشد تو بالکل خالی ہے۔ میں تو بالکل ہی جھک مارتا رہا تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ میرا مرشد خالی ہے' وہ یہ نہیں کہے گا کہ میرا مرشد بے کار نکلا' احمق نکلا بلکہ وہی لبادہ مکر و فریب جو اس کے استاد نے پہنا ہوا ہے' وہ اپنے اوپر پہن لیتا ہے تاکہ رسمِ مکر و فریب آگے چل سکے۔

کیا مذہب بنیادی طور پر Impractical ہے؟

سوال: ایک شخص ایمانداری سے اپنی زندگی میں نماز پڑھتا ہے' روزہ رکھتا ہے' زکوٰۃ دیتا ہے اور پوری ایمانداری سے قرآن سمجھنے کی بھی کوشش کرتا ہے' لیکن جب اس کی زندگی میں فیصلے کا کوئی وقت آتا ہے جیسے بیٹی کی شادی' دوسری شادی' تقسیم جائیداد' جہاں پر وہ اپنے خاندان کو یا اپنے معاشرے کی پیروی کرتا ہے تو کیا آپ کو ایسا نہیں لگتا کہ مذہب بنیادی طور پر Impractical ہے؟

جواب: میں نے لیکچر بھی اسی بات پر دیا ہے کہ سارا اسلام Literal ہے' پریکٹیکل نہیں ہے۔ بلکہ کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان کی جدوجہد ہی یہی ہوتی ہے کہ میں Literal سے پریکٹیکل کو آؤں۔ جو میرا ایمان ہے۔ اگر میں اپنے اللہ پر یقین رکھتا ہوں تو پھر اسے میرے جھوٹ میں مداخلت کرنی چاہیے۔ میرے قبضہ غاصبانہ میں اسے مداخلت کرنی چاہیے۔ میں اگر اللہ کو جوابدہ ہوں تو میرے رشتوں ناطوں میں اللہ کو مداخلت کرنی چاہیے۔

یہ میرے ایمان کی بات ہے کہ ایک دفعہ ایسے ہی ہوا۔ میری بہن کی شادی تھی اور ایک مجلس بیٹھی ہوئی تھی تو مجھے کسی نے آ کے کہا کہ میری بہن اس شادی پر ناخوش ہے اور اِس میں اس کی مرضی شامل نہیں۔

ادھر تین سو چار سو مہمان آئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کیا تمہیں پورا یقین ہے؟ تو اس نے پھر کہا' وہ راضی

Marfat.com

نہیں۔ یہ سن کر میں بہن کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم اس شادی پر راضی نہیں' لیکن خدا نے تمہیں یہ حق بخشا ہے اور میں تمہیں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ تین سو مہمان میری نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے' یہ کھائیں پئیں گے۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ وہ کھا پی کر چلے جائیں گے مگر تیرے بارے میں میں زیادتی نہیں کر سکتا۔ تو میرے بڑے بزرگ آگئے اور اُن سب نے کہا ''جی نہیں' نہیں جی! ایس طرح ہوندا ای اے۔'' میں نے کہا دیکھیں۔ ایک بات آپ کو بتا دوں۔ تمہاری بزرگیاں دجل و فریب پر مشتمل ہیں۔ اب ایک طرف خدا کا قانون کھڑا ہے اور ایک طرف تمہاری بزرگیاں۔ اور قرآن میں اللہ نے مجھے وضاحت سے حکم دیا اور میں اس وقت اس کا پیٹرن ہوں اور مجھے اللہ نے کہا کہ اگر تمہارا باپ اور بھائی بھی غلط بات کرنے کو کہیں تو اللہ کی ماننا' اُن کی نہ ماننا۔ یہ سن کر سب چپ ہو گئے۔

اگر آپ اتنا فیصلہ کر لو کہ دن میں ایک ہی بات اللہ کی ماننا ہے تو آپ اچھے مسلمان بن جاؤ گے۔ صرف ایک بات۔ ایک صدقہ' ایک خیرات۔ ایک اچھی بات۔ آپ اگر اتنا ہی فیصلہ کر لیں۔ ابتداء میں تو اتنا ہی بڑا ہوتا ہے کہ میں نے تو صرف ایک مسئلے پر اللہ کی بات ماننا ہے۔

جہاد

سوال: جہاد اور تشدد میں کیا فرق ہے؟

جواب: جہاد کی اسباب کے ساتھ اپنے سے بالاتر قوتوں سے جنگ کرنا اور اپنی کی اسباب کو خدا کی مدد سے پورا کرنے کا نام ہے اور جو دہشت گردی ہے' یہ انسانوں کا اپنی جبلتوں کے تحت انسانوں کو جواب ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حق بجانب ہے مگر اسلام کے نقطۂ نظر سے نہیں۔

جب آپ ایک گھر کو لوٹتے ہوٗا سے تباہ کرتے ہوٗا سے برباد کرتے ہو۔ ان کے غم و غصہ کی پروا نہیں کرتے ہو تو پھر ان میں سے کوئی چنگاری آپ کے خرمن کو بھسم کر جائے تو عین ممکن اور جائز ہے۔ آپ تھوڑے سے عرصے کے لیے تو کسی کو ذلیل و رسوا کر سکتے ہو مگر ایک طویل عرصے کے لیے کسی بھی قوم کو ذلیل و رسوا نہیں کر سکتے۔ اس کا ردعمل آپ سے زیادہ خوفناک صورت میں سامنے آ سکتا ہے مگر اسلام اس قسم کی کسی بھی چیز کی حمایت نہیں کرتا۔ اسلام انقلاب نہیں' ارتقاء ہے۔ اسلام دہشت گرد نہیں تیار کرتا ایک پوری قوم جہاد کے لیے تیار کرتا ہے۔ اسلام میں فرد کی اس طرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات ایک پوری قوم کو ایک ایسی جدوجہد کے لیے تیار کرتی ہے' جو بالآخر فاتح عالم ہوتے ہیں۔

میں آپ کو جنرل ٹومی فرینکس کا اقرار سنا رہا ہوں کہ ہم نے عراق جنگ پیسے دے کے جیتی۔ ہم نے عراقی فوجیوں اور جرنیلوں کو رشوتیں دیں اور ان سے گارنٹی طلب کی ہے کہ جنگ کی صورت میں آپ کس کا ساتھ دو گے تو انہوں نے پیسے لے کے ہمیں عہد دیا ہے کہ ہم آپ لوگوں کا ساتھ دیں گے۔ اس کے نمائندے جو ہیں' ہم انہیں مسلمان کہتے ہیں۔

اسلام تو اس چیز کا قائل ہے کہ آپ کے اندر خدائی شعور ایک خدائی محبت پیدا ہو۔ ایمان کی دو بڑی علامات یہ ہیں کہ اگر جنگ لڑو تو اللہ کے لیے۔ دشمنی رکھو تو اللہ کے لیے۔ اور دوستی رکھو تو اللہ کے لیے۔ اور دوسری علامت یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اپنی جان سے' اپنے مال و دولت سے' اپنے اثاثوں سے' اپنی آل اولاد سے زیادہ ہو۔ میرا خیال ہے' ہمیں

Marfat.com

بھی دیکھنا چاہیے کہ ہم ایمان کی ان دو قسموں کے ساتھ کہیں موجود ہیں یا نہیں۔ خدا کے انتخاب کڑے ہوتے ہیں۔

تفسیرِ قرآن

سوال: میں مذہب کو جہاں آج سے سو سال پہلے دیکھتا ہوں تفرقے کے لحاظ سے' جماعتوں کے لحاظ سے' مکتب اور مسلک کے لحاظ سے۔ آج بھی اس کو وہیں دیکھتا ہوں۔ کیا کوئی ایسی تفسیر قرآن موجود ہے جس سے سب استفادہ کر سکیں؟

جواب: موصوف نے بڑا صحیح مسئلہ پیش کیا ہے اور چونکہ فرقے بھی اتنے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر باتیں اتنی زیادہ ہو گئیں کہ جب ہم کسی تفسیر کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بڑی مشکل پڑتی ہے۔ اس کا ایک بہت سادہ ساحل جو میں نے اپنی زندگی کی ابتداء میں ڈھونڈا تھا وہ یہ ہے کہ میں نے قرآن کو اس طرح دیکھنے کی کوشش کی کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ دیکھا کرتے تھے۔

خوش قسمتی سے ہمارے پاس احادیث موجود ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کے رویے موجود ہیں اور وہ اتنے مکمل ہیں کہ اس کے بعد قرآن حکیم میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ قرآن اب بھی موجود ہے جس کو تفسیر بالحدیث کہتے ہیں۔ یہ "فوائد سلفیہ" کے نام سے بھی مشہور ہیں اور "اشرف الحواشی" بھی اسے کہتے ہیں۔ اس میں قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کے ساتھ بالکل اسی طرح تفسیر تھی' جس طرح رسول اللہ ﷺ سے اصحاب نے سیکھی' لیکن جب اس کے نیچے آیا تو وحید الزمان وحیدی کی تفسیر تھی۔ میں نے کوشش یہ کی کہ صرف اس تفسیر تک رہوں جیسے اصحاب رسول ﷺ نے قرآن کو سمجھا تھا تو میرا خیال ہے کہ مجھے اس کے بعد سے ابھی تک کوئی قرآن کی تفہیم میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ آپ اس تفسیر کو دیکھ لیں تو بہت سارے آپ کے شکوک وشبہات انشاء اللہ تعالیٰ دور ہو جائیں گے۔ آپ فرقہ وارانہ تفاسیر نہ پڑھو۔ آپ صرف وہاں تک رہو جیسے اصحاب اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کی ہے تو آپ کو خاصی وضاحتیں نصیب ہو جاتی ہیں۔

غیبت

سوال: غیبت کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے؟

جواب: غیبت غیاب سے ہے۔ پورے کے پورے غیبت کے باب میں صرف ایک معافی ہے کہ اگر کوئی مظلوم کسی ظالم کی غیبت کرے تو اس کی اجازت ہے اور کسی کو نہیں۔ وہ اگر پکار کر کہے یا چھپا کے کہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے ایک اور گنجائش کی ہے۔ اس سے کم از کم صحافیوں کے لیے گنجائش موجود ہے کہ حاکم وقت کی خطا کاریوں کا تذکرہ کرنا اور اُن پر ناراضگی کا اظہار کرنا۔ یہ غیبت بھی معاف ہے۔

اصل میں غیبت ان گناہوں میں سے ہے کہ جو باطنی رجحانات کو مسخ کر دیتے ہیں۔ غیبت مقدر پر شکوہ طرازی کا نام ہے۔ غیبت مقابلتاً اس تقدیر پر اعتراض کرنا ہے جو آپ کی بجائے کسی اور کے نصیب میں ہے۔ صفاتی اور عددی اعتبار

Marfat.com

سے غیبت ظاہر گناہوں سے بہت بڑا گناہ ہے۔ غیبت والا ہمیشہ خدا سے غیاب میں رہتا ہے اور کبھی اس کی حضوری کی صفات نہیں پاتا' اس لیے یہ بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔

لوگ بعض اوقات تفنن کی خاطر غیبت کی نشستیں جما لیتے ہیں مگر ایک بات یاد رکھیے گا کہ آمنے سامنے بیٹھ کے ایک دوسرے کو تفنن کی خاطر صفات گنوا دیں یا خرابیاں بتا دیں' اس کو غیبت نہیں کہا جائے گا۔ ایسی غیبت جس کا اس کو پتہ ہے کہ میری غیبت اس ضمن میں ہو رہی ہے' اس کو غیبت نہیں کہتے' لیکن معاملہ نازک ہے۔ اس میں اصل نقصان یہ ہے کہ غیبت کرنے والا دوسرے بندے سے اس چیز کا گلہ کر رہا ہوتا ہے جو خدا نے اسے عطا کی ہوتی ہے اور یہ ناشکر گزاری اور تقدیر کا گلہ ہوتا ہے' اس لیے یہ بدترین قسم کے گناہوں میں آتا ہے۔

مہدیؑ اور دجال

سوال: مہدی اور دجال کا کیا تصور ہے؟ کیا زمانہ حاضر میں امریکہ اور انگلینڈ کو دجال کہا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر آپ اجازت دیں' میں دوبارہ آؤں گا۔ یہ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر معمولی سی گفتگو نہیں ہو سکتی۔ مختصراً آپ کو بتا سکتا ہوں۔ امریکہ میں ایک ڈاکٹر تھے۔ ان کا نام شریف یا شبیر تھا۔ انہوں نے جملہ احادیث متعلقہ مہدی سے انکار کر دیا کہ اس قسم کی احادیث موجود ہی نہیں۔ احادیث میں مہدی کا جو تصور موجود ہے' وہ غلط ہے۔ اصولاً دیکھا جائے تو شاید ڈاکٹر صاحب کے علم میں بھی یہ بات ہو کہ تاریخ بھی اپنے اعمال مسلسل دہراتی ہے اور مسلمانوں کی تاریخ میں بھی اور باقی تاریخِ عالم میں بھی جب بحران بڑھ جائے' قحط الرجال ہو جائے معاشرے برباد ہونا شروع ہو جائیں تو لازماً کسی ایسی شخصیت کا ظہور پذیر ہونا جو معاملات کو درستگی کی طرف لے جائے' ایک قدرتی امر ہے۔ مہدی تو میتوں کا قائل نہیں ہے۔ اگر آپ غور کریں تو مہدی امت محمد ﷺ میں ہیں۔ مصر' روم' یونان' پاکستان اور بھارت میں نہیں ہیں۔ مہدی امت محمد ﷺ میں سے ہیں اور جب اُمت محمدیہ ﷺ کو اپنی رسوائی کا احساس ہوگا' بربادیوں کا احساس ہوگا تو مہدی کا ظہور ہو سکتا ہے۔ فی الحال تو اُمت محمدیہ ﷺ کا ایک حصہ دوسرے کی بربادی پر خوش ہے۔ فی الحال تو وہ احساس پیدا ہی نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی مہدی کے آنے میں کچھ وقت ہو سکتا ہے مگر جب امت محمدیہ ﷺ اس افسوسناک مراحل سے گزرے گی اور مہدی کی آرزو کرے گی' تو ایسا ممکن ہے۔

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ مہدی کب آئیں گے؟ تو انہوں نے ایک بڑی خوبصورت مثال دی' فرمایا اس دلہن کی طرح جو شب زفاف اپنے خاوند کا انتظار کرتی ہے اور بے شمار آرزوؤں سے گزرتی ہے کہ پتہ نہیں میرا خاوند کیسا نکلے۔

جب مسلمان اتنی آرزو لے کر مہدی کی آرزو کریں گے' وہ تب آئیں گے۔ اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں آئیں گے۔ اور ویسے بھی ایران کے مہدی کو پاکستانی نہیں مانیں گے اور سعودی والے پاکستانی مہدی کو نہیں مانیں گے۔ ابھی کچھ زوال اور باقی ہے اور ابھی مہدی کا جمال باقی ہے۔

[1] اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں اس جدوجہد میں مسلمانوں کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا۔ اس

(1) جواب کا یہ حصہ پاکستان آرمی والے لیکچر سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

وقت تو شاید بدترین حاکم ہیں اور جو آخری ہوگا تو وہ ٹھیک ہوگا۔ خدا اس آخری مسلمان کو چھپائے گا۔ ظاہر ہے اللہ کو چھپانا تو پڑتا ہے۔ فرض کریں ایف۔بی۔آئی کو پتہ چل جائے تو وہ پاکستان میں کسی بھی مسلمان کو اٹھا کر لے جا سکتے ہیں تو مہدی بیچارہ بھی مارا جائے گا مگر خدا کی مخبری کا نظام بالکل مکمل ہے۔ وہ وقت سے پہلے اس آدمی کو دنیائے اسلام میں رسوا نہیں ہونے دے گا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور دجال کی باتیں ہیں مگر یہ بہت بڑا موضوع ہے اور میں تھوڑے عرصے میں اس کے ساتھ انصاف نہیں کر سکوں گا۔

تصویر کشی

سوال: تصویر کشی اور سنگ تراشی پر دورِ حاضر کے مطابق وضاحت فرمایئے کہ کیا یہ اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شروع شروع میں تصویر کشی اس لیے حرام ہوئی کہ عرب کا ایک شخص صحرا سے گزر رہا تھا تو اسے ایک خوبصورت منقش پتھر نظر آیا۔ اس کا نام عمرو بن لحی تھا تو اس نے وہ پتھر اٹھایا۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر اسے معزز ترین پتھر سمجھا۔ پھر رفتہ رفتہ اسے کعبہ میں نصب کر دیا۔ جب لوگوں نے وہ خوبصورت پتھر دیکھا تو اس کی پرستش شروع کر دی۔ پھر جس قسم کے پتھر ان کی رغبتوں میں آتے تھے کوئی جبل بنا، کوئی لات، کوئی منات اور اس طرح یہ سلسلہ ہائے اصنام شروع ہو گیا۔

ایک تو انسان آج اتنا بالغ نظر ہو چکا ہے کہ شاید پتھروں سے خدا اس نے بنانے بند کر دیے ہیں مگر میں جیسے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ ساتھ کا ملک دیکھتے ہیں تو اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو اتنی خوفناک مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز دیکھتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ انسانوں میں ابھی بت پرستی کا رجحان ختم نہیں ہوئے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں "انسائیکلوپیڈیا آف ریلی جن" کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

There is such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology is possible. If no mythology is possible, you cannot draw.

حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی منقش تصویروں والے پردے تھے۔ پھر وہ پردے ہٹا دیے گئے کیونکہ ان سے شرک کی بو آتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا وقت تھا کہ پورا عرب قدیم بت پرستی سے اسلام کی جانب مڑا تھا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صورتحال میں بڑے محتاط تھے کہ ایسی کوئی بھی صورت نہ ہو کہ یہ لوگ کسی بھی چیز کا سہارا لے کر دوبارہ بت پرستی کو پلٹ جائیں۔ بعد میں عباسیوں اور امیوں کے ادوار میں تصویر کشی کی اجازت دے دی گئی۔

آپ کی دوسری بات یہ کہ Body Vision لینا درست ہے یا نہیں ہے۔ ایک عام انسان کی حیثیت سے میرا خیال ہے کہ

اگر تو ایک Objectivity کسی بھی چیز میں ایسی پہنچ سکتی ہے کہ جس جسم کو آپ Draw کر رہے ہو اس کا

معمولی یا غیر معمولی اثر آرٹسٹ پر نہ آئے۔ تو پھر میرا خیال ہے بات مناسب لگتی ہے لیکن اگر دنیاوی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بات غیر ممکن بھی لگتی ہے۔ اگر کسی قسم کا تعلق تصویر میں اور تصویر کش میں موجود ہے کوئی رغبت' محبت' کوئی انس ہے جس کی وجہ سے وہ تصویر کھینچ رہا ہے اور وہ شرعاً اور اخلاقاً ایک دوسرے کے مخالف ہیں تو پھراتنی احتیاط تو کرنی پڑے گی جتنی اللہ آپ کو بتاتا ہے۔ ان پر کوئی اتنے بڑے الزام نہیں لگتے۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ فقہ اسلامی میں اگر دو غیر محرم اس درجہ بھی قریب ہوں کہ وہ یکجا ہوں تو بھی ان پر وہ الزام نہیں لگتا جو عام طور پر کسی بڑی سزا کا ہوتا ہے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ فرد سے فرد تک' آدمی سے آدمی تک اور Situation سے Situation تک اس حکم کا اطلاق مختلف انداز سے ہوگا۔

حضور علیہ السلام سے پہلے بھی تصاویر تھیں۔ ان کو تصاویر نہیں' تماثیل کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ جنوں سے اپنی تماثیل بنوایا کرتے تھے اور قرآن حکیم ان کا منفی طریقے سے ذکر نہیں کرتا۔ حکومت سلیمانؑ اور شوکت سلیمانؑ ظاہر کرنے میں قرآن کی آیت موجود ہے کہ اللہ کے وہ نبی جنوں سے کام لیتے تھے اور تماثیل بنوایا کرتے تھے۔ ایسی تصاویر کشی کرایا کرتے تھے تو اس میں اس قسم کی کوئی ممانعت نہیں۔ واحد ممانعت جو موجود ہے' وہ رسول اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ہے اور وہ اس وجہ سے کہ عرب بڑے تازہ تازہ بت پرستی سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور خدا کے رسول علیہ السلام اس بات میں محتاط تھے کہ ان کو کوئی چیز دوبارہ بت پرستی پر مائل نہ کرے' اس لئے ہر قسم کے ایسے آثار کی ممانعت فرمائی۔

Marfat.com

اسلام اور عصرِ حاضر، عروج یا زوال؟

☆ لیکچر

سوالات و جوابات

☆ مذہب اور اخلاقیات

☆ دعا

☆ قرآن کے تلفظ کی ادائیگی

☆ پاکستان اور اسلام

☆ مسلمانوں کے زوال کی وجوہات

☆ خدا سے محبت یا ڈر

☆ یہ لیکچر 16 مئی 2003ء سونی اسکوائر سیالکوٹ میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

اسلام اور عصر حاضر' عروج یا زوال؟

خواتین وحضرات! سیالکوٹ آنے کا یہ تیسرا یا چوتھا موقع ہے۔ اپنی طرف سے جو بہترین خیال میں نے پائے' بہترین بات اور بہترین مشورے جو ممکن تھے آئندہ آنے والے وقتوں کے لیے' آپ کی نذر کیے۔ یہ اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ جب میں آخری مرتبہ متقابل نظریات پر گفتگو کر رہا تھا تو اُس وقت میں نے حضرات سے عرض کیا تھا کہ جس دن اہل مغرب میں سے کوئی ملک' کوئی فرد انسان کی ہو بہو نقل بنانے کے قابل ہو گیا تو آپ یہ سمجھے گا کہ عصرِ دجال شروع ہو گیا۔ اس کے پورے نو مہینے کے بعد کلوننگ آ گئی۔ اسی موقع پر قرآن حکیم ہی کے مطالعے سے وہ تمام باتیں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے کسی اہلِ دل یا اہلِ نظر کا ہونا ضروری نہیں' بلکہ ذرا سا غور و فکر' ذرا سا مطالعہ' ذرا سی جانچ پرکھ آپ کو بڑی آسانی سے اس ہنگامہ کبریٰ تک' جہاں تک انسان نے جانا ہے۔ ایک ایک واقعہ' ایک ایک حادثہ' ایک ایک ترقی' ایک ایک کمی' ایک ایک بیشی' اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہم پر واضح کر دی۔ مگر ہوتا یہ ہے جیسے ایک مغربی مفکر نے کہا کہ عجیب سی بات ہے کہ:

Where there is oil, there is Muslim, and where is Muslim, there is oil.

بڑی حسرت سے اس نے کہا کہ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ جہاں مسلمان ہے وہاں تیل ہے اور جہاں تیل ہے وہاں مسلمان ہے۔ برا نہ منایئے گا۔ میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ آپ کی توجہ اس سے بالکل الگ حقیقت کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں مسلمان ہے' وہاں وہاں اسلام کوئی نہیں اور جہاں جہاں اسلام ہے وہاں مسلمان کوئی نہیں۔ یہ تفاوت' یہ دوری اس وجہ سے زیادہ پیدا ہوگئی کہ وہ مذہب جو عروج و زوال سے بے نیاز تھا۔ وہ مذہب جس کو اپنے زوال کے وقت اتنی عزتیں اور عظمتیں حاصل تھیں کہ اس کے اعداء اور اس کے دشمن اس نازک وقت میں بھی مسلمانوں سے مقابلہ کرتے گھبراتے تھے۔ ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں کہ ابن ابی عامر جو اسپین کی جھاڑیوں پر جا رہا تھا۔ مورخین اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دو سو سال کے بعد بھی کسی قسطلہ کے نائٹ' کسی شہزادے اور کسی طلیطلہ کے عیسائی بادشاہ کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ جھنڈا اتارے مگر پھر خواتین وحضرات! کہتے ہیں کہ یہ ہمارے آباؤ اجداد تھے اور یہ ہم ہیں کہ سوچے سمجھے طریقے سے انتہائی غور و فکر کے ساتھ ایک مسلسل حوصلہ شکن پروپیگنڈہ تمام مسلم امہ میں جاری ہے اور وہ اس لیے ہے کہ یہ وہ فاقہ کش جو کبھی کبھی روح محمد ﷺ کی وجہ سے جاگ جاتے ہیں' وہ فاقہ کش کہ شاید کسی وقت حمیت اسلامیہ کی وجہ سے جاگ پڑیں۔ ان کو اتنا ڈرا دو' ان کو اتنا مغلوب کر دو کہ یہ کبھی غالب آنے کا نہ سوچیں۔ یہ کبھی اپنے عروج کی داستان نہ

دہرائیں مگر خواتین وحضرات! چاہے کچھ ہو' تاریخ اپنے ادوار سے گزرتی ہے۔ زمانہ پھر اسی مقام پر آ جاتا ہے جہاں سے وہ پہلے کبھی گزرا ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اس قسم کی عظمت کی داستانیں جو ہماری طرف یورپ اور دوسرے ممالک کی یا امریکہ کی بکھری ہوئی ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود وہ ممالک عروجِ اسلام سے بہت خوفزدہ ہیں اور تمام تر کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں میں جو چند ایک ایسے تصورات ہیں جیسے تصورِ مہدی اور تصورِ ظہورِ مسیح۔ یہ تمام تصورات غلط ثابت کر کے' خوش کن خواہش کا سراب ثابت کر کے ان کو ایک آرزوئے معطل ثابت کر دیا جائے تاکہ مسلمان کسی بھی قسم کے عروج کو ترک کر کے اس وقت غلامی کی وہ خندہ بخوشی قبول کر لیں جو امریکہ' یورپ اور بڑے ممالک اسلام کی گردن میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

مگر میں اب آپ کو بڑے نئے انداز سے ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ جو آدمی ابنارمل یا "سب نارمل" ہے' وہ نارمل نہیں ہے تو ہم سب نارمل اس کو کہیں گے جس کو آپ معذوری کہتے ہیں' جو معمولی سا بھی اپنی حرکات وسکنات کو قابو نہیں رکھ سکتا اور جس کا برین کنٹرول ہمیشہ خراب رہتا ہے۔ دوسری طرف ایک ابنارمل ہے کہ جس کی رفتارِ ذہن تیز نہیں ہوتی اور جب اس کی رفتارِ ذہن تیز ہو جائے تو اس کے عملی Incidence آہستہ ہو جاتے ہیں اور وہ ایک ایسے مرض کا شکار ہو جاتا ہے جسے آپ پراگندہ ذہنی (Schizophrenia) کہتے ہیں اور یہ پراگندہ ذہنی اس کی زندگی تضادات سے بھر دیتی ہے اور وہ الگ تھلگ ہو جاتا ہے۔ وہ عام انسانوں میں زندہ رہنے کے قابل نہیں رہتا اور خواتین وحضرات! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے علاج کتنے مخصوص اور متعین ہیں۔ کسی مریض کو پرانے زمانے میں الٹا لٹکا کے مرچوں کی دھونی دی جاتی تھی اور آج کے زمانے میں اسے بجلی کے جھٹکے دیے جاتے ہیں۔ اگر سچ پوچھیے تو پرانے پیر فقیر اور آج کا ڈاکٹر ایک ہی کام کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس تیز رفتار دماغ کو کسی بھی طریقے سے آہستہ کیا جائے تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اسے سُلا دیا جائے اور اتنا سُلا دیا جائے کہ اس نیند میں اس کے تخیل کا نظام رک جائے اور شاید وہ واپس پلٹنا شروع کر دے۔ جب وہ بے قابو ہو جائے تو اسے بجلی کے جھٹکے دیے جائیں۔ خواتین وحضرات! اس بے قاعدگی (Anomaly) کو یاد رکھیے گا۔ اب آپ دیکھیے کہ دو ارب سال سے انسان زمین پر موجود ہے مگر اس کا جو تشخص بحیثیت آدم کے ہے' وہ صرف چالیس ہزار برس کا ہے۔ پتھر کے نئے زمانے سے پہلے ہم آدمی کو اس طرح نہیں جانتے۔

ہمیں بڑی مشکل ہے اس آدمی کو آدمی کہنا۔ وہ انسان ضرور ہے مگر اسے آدمی کہنا بڑا مشکل لگتا ہے اور چالیس ہزار برس ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ اچانک یہی انسان آدمی بن کے بستیاں بسا رہا ہے۔ بچے پال رہا ہے۔ طریقے سے حکومت چلا رہا ہے اور وہ ایک ایسی قسم کا اجراء کر رہا ہے اور ایسے انسان تخلیق ہو رہے ہیں جو مسلسل باشعور' سوچنے والے اور جن میں عقل کی نمائندگی جاری ہے مگر خواتین وحضرات! اس چالیس ہزار سال پرانے انسان کو اس نسلِ آدم کو اللہ نے آہستہ آہستہ اسی طرح بالغ کیا جس طرح آج آپ اپنے بچے کو بالغ کرتے ہیں۔ جب یہ پیدا ہوا' معصوم ہوا' حدِ شعور تک پہنچا جس طرح آپ کسی بھی بے شعور بچے پر وہ بوجھ نہیں ڈالتے جو اس کی شعوری کاوشوں کا ہوتا ہے' اسی لیے چودہ برس تک شرع ساکت ہو گی کہ یہ معصوم جان ابھی اچھے بُرے کی تمیز نہیں کر پایا۔ اس کا دماغ ابھی اتنا ترقی یافتہ نہیں ہوا کہ وہ اپنے مسائل' اپنے گناہ وثواب اور اپنے اخلاق وکردار کا کوئی اچھا تعین کر سکے۔ اسی طرح نسلِ انسان بھی ابتدائے حال سے گزری اور

Marfat.com

رفتہ رفتہ کبھی ایک، کبھی دو اور کبھی تین اس کو ایک ایک قانون خداوند دیا گیا حتیٰ کہ انسان کا ذہن اس قابل ہو گیا کہ وہ پورے قانون کو برداشت کر سکتا۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب انسان جو ہے معجزات کے شوق سے آگے گزرتا ہوا حیرت کے انکشافات سے آگے گزرتا ہوا نہ ہمیں موسیٰ کی طرح نئے معجزات دکھا رہا ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرح غیر عقلی مظاہرات دکھائے جا رہے ہیں بلکہ اب اس کو اس قابل سمجھا گیا کہ یہ اپنے معاملات زندگی پر اپنی شعوری کاوشوں کے ذریعے بڑا سوچ سمجھ کے فیصلہ دے سکتا ہے تو اس موقع پر اللہ کی طرف سے پورا پیغام اسے دے دیا گیا۔ اسے قرآن دے دیا گیا اور اسے محمد رسول اللہ ﷺ عطا کر دیے گئے۔

پہلے تو یہ تھا کہ جبلت عقل پر حکمران تھی، اب یہ ہوا کہ عقل جبلت پر حکمران ہو گئی اور انسانی ذہنوں نے بڑی تیزی سے سوچنا شروع کر دیا مگر اس کے باوجود اگر آپ اچھے طالب علم ہیں تو آپ کو پتہ ہو گا کہ چالیس ہزار برس میں بھی دو سو برس پہلے تک کا انسان ست، کاہل الوجود اور کسی قسم کی اخلاقیات سے عاری لگتا ہے۔ اگرچہ وہ بہت بڑا فلسفی ہے، دانشور ہے، اگرچہ ان میں ابن الہیثم جیسے لوگ بھی ہیں۔ ابن حیان جیسے لوگ بھی ہیں اور افلاطون، ارسطو بھی ہیں مگر مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو ایجادات کی بھرمار کی یہ دنیا وہاں پائی نہیں جاتی۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد یہ پوری نسل انسان ذہنی پراگندگی میں مبتلا ہو گئی۔ ایسی تیزی سے اس کے دماغ نے سوچنا شروع کیا، اتنی سرعت آ گئی، اس کے فکر کے اعجاز میں، اتنی برق رفتاری آ گئی انسانی ذہن کی ترقیاتی سکیموں میں کہ یہ انسان ان تمام انسانوں سے انوکھا، علیحدہ اور مختلف ہو گیا۔

جس ہستی کو بھی خواب عظمت کا المیہ ہو جائے، وہ دوسروں کی عظمت پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے اور آج کے انسان کو بھی یہ بہت بڑا المیہ درپیش ہے کہ وہ اس عقل و معرفت کی وجہ سے، جو اس کے ذہن میں آئی، نارمل نہیں ہے۔ اب بھی انسان کی یہ ترقی نارمل نہیں ہے۔ اتنی تیزی سے آگے بڑھتا ہوا انسان پچھلی صدیوں کے توازن کھو چکا ہے۔ پچھلی صدیوں کے اخلاقی، علمی، ذہنی توازن ضائع کر چکا اور یہ ایک ایسا انسان نظر آ رہا ہے جو بڑی سرعت کے ساتھ آخری ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہی علاج جو آپ پراگندہ ذہنی کا کرتے ہو، ایک شدید جھٹکا، بہت بڑا جھٹکا یا الٹا لٹکا کے مرچوں کی دھونی یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک طویل نیند۔ ایک بات جو بڑی جنگ کے حادثے کے نتیجے میں کہی جاتی ہے کہ انسان کا ذہن ایٹمی دھماکے سے بالکل شل ہو کے رہ جائے گا اور بڑے مزے کی بات، ایک حادثے نے انسان کو سوچ دی اور ایک حادثہ انسان سے وہ سوچ چھین لے گا۔ آج تک کوئی بھی دنیا کا چھوٹا یا بڑا سائنس دان حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان نے کب اور کیسے سوچنا شروع کیا۔

ہاں ایک بات شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے کہی۔ ایک بات ول ڈیورانٹ نے کہی۔ دونوں ایک جیسی ہیں۔ ابن عربیؒ نے کہا کہ اللہ نے انسان کو بنایا اور پچاس ہزار سال اس پر نظر کرتا رہا۔ ول ڈیورانٹ نے کہا کہ ایسے لگتا ہے کہ خوابیدہ اور سست الوجود دور میں انسان پر کہیں باہر سے ایک بہت بڑا بجلی کا جھٹکا لگا ہے جس سے اس کی ذہنی صلاحیت بڑھ گئی ہے اور یہ چمپنزی سے انسان بن گیا اور اس نے سوچنا شروع کر دیا۔ ایک حادثے نے اس کو عقل دی اور ایک حادثہ اس کی عقل چھین لے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں نے پھر اُدھر واپس جانا ہے، پھر اُسی کلچر کو واپس جانا ہے، پھر اُسی انداز

Marfat.com

زندگی کو واپس جانا ہے‘ پھر اُسی بت پرستی کو واپس جانا ہے‘ پھر اُسی طرح کے اوہام کو واپس جانا ہے‘ پھر اُسی طرح غاروں کی زندگی کو واپس جانا ہے اور پھر انہی پتھروں سے سر پٹخ پٹخ کر شاید انہوں نے دوبارہ اپنی زندگی کا انجام کرنا ہے۔ عروج و زوالِ انسان کی یہ داستانیں پہلے سے لکھی گئی ہیں۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا اور حیرت کی بات ہے کہ ابھی انسان پیدا نہیں ہوئے تو اللہ نے کہا کہ ہم نے تمام تقدیرِ انسان لکھ کر لوحِ محفوظ میں رکھ دی یعنی بڑے منصوبے بہت پہلے کے تیار شدہ تھے۔

وما من دآبة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقها ویعلم مستقرها ومستودعها ط کل فی کتب مبین (۱۱(ہود):۶) زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں جس کے اسبابِ رزق ہم پر نہ ہوں اور وہ جانتا ہے کہ کس شخص نے کس فرد نے کہاں رکنا ہے‘ کہاں جانا ہے‘ کہاں اٹھنا ہے‘ کہاں بیٹھنا ہے‘ کہاں اس کی زندگی ہے‘ کہاں وہ سونپا جائے گا۔ ایک ایک حرف ہم نے کتابِ مبین میں لکھ دیا۔

منصوبہ بندی ہو چکی تھی۔ نسلِ انسان کی گنتی ہو چکی تھی۔ اس کے بعد غرض و غایتِ زندگی کے لیے زمین و آسمان تخلیق ہوئے‘ پھر انسان کو آدم بنایا گیا۔ پھر هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیا مذکورا o ان خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلنه سمیعاً بصیرا o انا هدینه السبیل اما شاکرا واما کفورا (۷۶(الانسان):۱تا۳) کیا انسان پر ایک زمانہ ایسا نہیں گزرا جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا؟ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں۔ پھر اسے سننے اور دیکھنے والا بنا دیا۔ ہم نے یقیناً اسے راہ دکھلا دی۔ اب خواہ وہ شکرگزار رہے یا ناشکرا بن جائے۔ ذہنی پراگندگی کا جو ایک بنیادی نقصان ہوتا ہے‘ وہ یہ ہے کہ انسان پند و نصائح اور وعظ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آج کا انسان بھی ہر قسم کی اس سوچ سے بے نیاز ہے۔ جس میں کسی طریقے سے بھی خدا کا وجود پایا جاتا ہو۔ یہ آپ کے ساتھ بھی ہے اور میرے ساتھ بھی ہے۔ آج کا انسان جس کا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی معجزہ رونما ہونا چاہیے تھا۔ عراق بزرگوں کی سرزمین تھی‘ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی سرزمین تھی۔ سیدنا جنید بغدادیؒ کی سرزمین تھی۔ وہ لوگ خدا کے معیاروں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں۔ پورے عالمِ اسلام میں پچھلے ایک سو برس سے جتنی تنظیماتِ مذہب اٹھی ہیں‘ ان کا مقصد واحد صرف اللہ نہیں تھا۔ ان کا مقصدِ واحد ذاتی تنظیمات تھیں۔ فارم بھروانے تھے۔ نمبروں کا اضافہ کرنا تھا اور اپنے آپ کو ایک مضبوط تر اکائیوں میں قائم کر کے اقتدار کے غلبہ کی آرزو کرنا تھا۔ اس کے علاوہ برصغیر میں اور پوری دنیا میں مذہبی تنظیمات نے کبھی کوئی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دیا۔ جب ایک قوم اپنی ترجیحات کا بنیادی سبق بھول جاتی ہے‘ جب ایک قوم اپنی ترجیحات کو سرے ہی سے بھول جاتی ہے‘ جب مسلمان کو معلوم نہیں کہ میرا مسلمان ہونا بہرحال دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔ وہ اہلِ حدیث تو ہے‘ بریلوی تو ہے‘ دیوبندی تو ہے مگر مسلمان نہیں ہے کیونکہ مسلمان کی حیثیت سے اسے ایک ایسی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوتا ہے جس کا مقصد صرف اللہ ہوتا ہے۔

غور کیجیے کہ ایمان کی دو بڑی علامات رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں کہ اس نے ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھ لیا کہ جس نے اللہ کے لیے پیار کیا اور اللہ کے لیے نفرت کی‘ جس نے مجھے اپنی جان و مال‘ عزت و آبرو سے زیادہ محبت کی۔ کیا ہم میں یہ سب چیزیں موجود ہیں؟ کیا چھوٹی چھوٹی دنیاوی اشیاء‘ معمولی سے معمولی فوائد ہمارے کردار میں اسی بلاغت کے ساتھ ہمیں ان چیزوں کو نہیں لے کے جاتے جہاں خدا اور رسول اللہ ﷺ کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ یہ عجیب اجنبی خدا

Marfat.com

ہے دیارِ غیر میں۔ نہ اس کی وجہ سے کوئی گناہ رکتا ہے' نہ اس کی وجہ سے کوئی غاصبانہ قبضہ چھوڑتا ہے' نہ اس کی وجہ سے کوئی اپنے گھر والوں سے محبت کی آرزو کرتا ہے' نہ کوئی بچوں سے شفقت برتتا ہے۔ یہ کونسا خدا ہے؟ نیٹشے نے ایک دفعہ کہا تھا! اس نے تو شاید اپنی قوم کے بارے میں کہا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ آج کل وہ ہم پر زیادہ سچ اترتا ہے۔

The mankind has become so mature now they have thrown God out of their kingdoms.

اب انسان اتنا بالغ نظر' اتنا سمجھدار ہوگیا ہے جیسے کیرن آرمسٹرنگ (Prof. Karen Armstrong) نے کہا کہ اب اگر اللہ کو زمین پر آنا ہوگا تو اسے کچھ مصلحتیں اختیار کرنی ہوں گی۔ اب دیکھو' میں کہتا ہوں کہ امریکہ میں میں نے ہم جنسیت کا قانون بنایا ہوا ہے۔ اب اگر اللہ کو مجھ سے داد لینا ہے' تو اسے یہ قانون قبول کرنا ہوگا۔ پہلے قوم عاد وثمود کے ساتھ جو ہونا تھا' وہ ہوگیا۔ اب میں اتنا ترقی یافتہ' اتنا متمدن انسان ہوں' میں آخر کم از کم پراگندہ ذہن انسان ہوں' میں اتنا دانشور ہوگیا ہوں' صبح وشام نئی سے نئی ایجادات کر رہا ہوں' اختراعات مرتب کر رہا ہوں۔ اب میرا یہ حق ہے کہ میں اللہ سے کہوں!

ع کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

اب بہت وقت ہوگیا۔ اب مجھے موقع دے کہ میں اپنے قوانین خود بناؤں' اپنے اصول خود مرتب کروں۔ یہ وہ واحد فرق ہے جو یورپ اور ایشیا میں ہے۔ میں آپ سے ایک چھوٹا سا سوال کرتا ہوں کہ ہمیں کس بات کی شرمندگی ہے۔ امریکہ کے سامنے سر نہ اٹھانے کی۔ بہت بڑی طاقت ہے۔ نام نہاد سُپر پاور ہے۔ میں اسے سُپر پاور کہنا دین کے خلاف سمجھتا ہوں۔ بہرحال آپ سُپر پاور کہہ لیجیے۔ کتنی گہری شناسائی ہے۔ بات بات پر اس کی مثال دی جاتی ہے۔ بات بات پر امریکہ کو سراہا جاتا ہے۔ اب اگر دنیاوی طریقِ تمدن ہی دیکھا جائے تو اتنی بڑی قوت کے ساتھ آپ کی اتنی بڑی محبت ہی کافی ہے۔ آپ کی ترقی اور عظمت خیال کے لیے پھر آپ کو برا کیوں لگتا ہے' کیوں آپ دن رات امریکہ کو کوستے ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ مذہب کے خلاف ہے۔ اگر وہ آپ کے مذہب کے خلاف بھی ہے تو آپ اپنے مذہب سے کتنا انس رکھتے ہو۔ آپ نے اپنے مذہب سے کتنی شناسائی رکھی ہوئی ہے۔

جب چنگیز خان کی افواج بغداد کو تاخت وتاراج کر رہی تھیں تو شیخ نجم الدین کبریٰؒ اس وقت زندہ تھے تو ان سے کسی نے کہا کہ دعا کیوں نہیں کرتے؟ جیسے آج سخت گیر مسلمان کم ظرف مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ اب شیخ عبدالقادرؒ سے کہو کہ بغداد بچالیں۔ اس وقت بھی یہ واقعہ پیش ہوا جب چند لوگ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے پاس گئے۔ اے ولیٔ عصر! آپ دعا تو کریں۔ کم از کم یہ فتنۂ تاتار بغداد سے ٹل جائے۔ تو خواتین وحضرات! حضرات شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے کہا کہ میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے تو مجھے ہاتف کی صدا آئی' اے کافرو! ماروان منافق مسلمانوں کو۔ اگر درجہ بندی کا فرق ہو تو ایک سچ بولنے والا کافر ایک منافق مسلمان سے بہتر ہے' لہٰذا جب ہم مقابلتاً خدا کی مدد چاہیں۔ اس کی اعانت طلب کریں یا اس کی امداد کا کوئی دعویٰ ہمیں چاہیے یا کوئی معجزہ چاہیے تو ہمیں کم از کم ایک ایسا مسلمان ہونا چاہیے' جس کی زندگی کا خیال' جس کی محبتیں' جس کی رغبتیں' جس کی نفرتیں سب اللہ کے لیے وقف ہوں۔ ہر زمانے میں معجزات ہوتے رہے۔ سپین میں جب حکومتیں الٹیں تو الغزالی پیدا ہوئے اور پھر دوسو برس کے لیے سپین میں اسلام قائم ہوگیا۔

سلطنتِ بغداد اُجڑی تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوئے اور پھر اسلام دو سو برس راہِ شوکت پر گامزن ہوا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عروج و زوال کا دور ہے۔ قرآن کی حکمت سے ذرا دیکھیے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کس کا عروج ہے اور کس کا زوال ہے؟ خدا کہتا ہے کہ ہم نے سرکشوں کی قوم کو اس وقت پکڑا جب وہ اپنی معیشت پر ناز کر رہے تھے۔ غریب آدمیوں کو اللہ نہیں مارتا۔ کم از کم مرے کو مارے شاہِ مدار والا محاورہ اللہ پہ صادق نہیں آتا۔ اللہ تو قوموں کو اس وقت پکڑتا ہے کہ جب ان کی معیشتیں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ کبھی Hanging gardens of Beblon اور کبھی اتنے اتنے بڑے Palaces جیسے بنو سبا کے Palaces تھے۔ ویسے نظر آتے ہیں اور کبھی

Temple of the Godess of Astarthe.

نظر آتے ہیں۔ جب انتہائی متمدن شاندار Riches تک قومیں پہنچتی ہیں تو خدا پھر ان کو تباہ کرتا ہے' پہلے نہیں کرتا۔ یہ اصولِ پروردگار ہے۔

اب اگر آپ دیکھیں تو دنیا کی وہ بڑی قومیں جو اپنی معیشتوں میں نازاں اور جو اس کو As Example پیش کرتی ہیں۔ اپنے تفاخر' اپنے تمدن اور اپنی Achievement کی مثال Quote کرتی ہیں اور ہمیں یہ بتاتی ہیں یا باقی دنیا کو یہ بتاتی ہیں کہ یہ انتہائی ترقی یافتہ تمدن ہے۔ یہ انتہائی ترقی یافتہ سائنٹیفک دور ہے اور اس میں We are the leaders of all the world اس لیے باقی قوموں پہ حکمرانی کرنے کا ہمارا استحقاق بنتا ہے۔ اس کے برعکس اب مسلمان ہیں۔ مسلمان کا Basic فریضہ تو یہ تھا کہ ان میں سے بھی کوئی اٹھتا۔ البیرونی کی طرح بارہ سال ہندو بن کے ان کے ٹمپل میں وقت گزارتا اور مکمل انفارمیشن لے کے پھر اخبارِ ہند جیسی کتاب لکھتا۔ ہم میں سے صرف دو چار ہی ایسے نکلے کہ جنہوں نے یورپ اور دوسری جگہ جا کے ایک ریگولر Espionage کی اور بڑے Thrilling رزلٹ نکالے۔ جیسے آپ کے سائنس دانوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے It is recommendable۔

دیکھیے آپ تمدن میں اُن کے برابر نہیں ہو سکتے ہو۔ اگر آپ چاہو کہ آپ بھی ایک نیویارک تعمیر کرو تو شاید نہیں ہو سکتا' اس لیے کہ جس ملک کی آپ بات کرتے ہو اس کے پاس تیرہ فیصد دنیا کے ذرائع پیداوار اور آپ کے پاس 0.013 بھی نہیں۔ اب اتنے ذرائع پیداوار میں ہو سکتا ہے کہ آپ آسائشات میں شاید وہ ایک بڑا درجہ حاصل نہ کر سکو یا شاید ہمیں کچھ دیر ہو گئی ہے یا ہم کمزور پڑ گئے ہیں' مگر ہلاکت کے سامان میں برابر ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اگر ایک ملک بائیس سو ایٹمی ہتھیار لیے بیٹھا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ آپ کے پاس بھی پورے بائیس سو ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بائیس کارآمد نکلیں۔ اس طرح ہلاکتوں میں ملک برابر ہو جاتے ہیں اور کسی بھی قوم کے عروج و زوال کے قوانین وہ نہیں ہیں' جو بظاہر نظر آتے ہیں۔

اسبابِ معیشت نہیں ہیں' اسبابِ جنگ نہیں ہیں' اب اوسط وہی ہے۔ اگر غزوۂ بدر میں دو گھڑ سوار اور ایک تلوار والا۔ اور باقی کچھ لوگوں کی چھڑیاں جو آگے لگی ہوتی تھیں' غزوۂ بدر کی تمام قوت جو تین سو تیرہ پر تھی' ان کا مقابلہ اگر اعداء اسلام کی ان قوتوں سے کیا جائے تو اوسط وہی بنے گی جو آج عراق اور امریکہ کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج کا دانشور کہے کہ آسمان سے برستی اس آگ کا کیا علاج ہے مگر یہ بھی تو بتائیے کہ عالمِ اسلام کے اتنے دانشور بچے' اتنے بزرگ اتنے علم

Marfat.com

والے آدمی ہیں۔ ان کے ذہن میں کیوں نہ اس کا ایک حل نکلا کہ ہم آسمان سے برستی اس آگ کا کچھ علاج کر سکتے ہیں۔ یہ سستی کیوں، کیوں نہیں ہم نے اس کا حل نکالا۔ اگر ایئر فورس ہی تباہی کا باعث ہے۔ اگر یہی ایک خوفناک ترین حربہ ہے تو ہماری اتنی بڑی امت میں سے ایک دو آدمیوں کو غور و فکر کر کے اس کا علاج ڈھونڈ لینا چاہیے تھا۔

کیا خوف کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ایک مستقل آفت تسلیم کرتے ہوئے اپنے تحفظات کو بالکل معطل کر دیں اور ہمارے پاس جو عقل و ذہن موجود ہے' اس میں ایک شمہ برابر بھی امت مسلمہ کو نصیب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عصر دجال میں زمانے بہت تیزی سے گزریں گے۔ آپ دیکھیے' وہ دریافتیں وہ ایجاد جو پہلے برسوں میں ہوتی تھیں' مہینوں میں ہوتی تھیں۔ اب ہم ہر روز جب اخبار اٹھاتے ہیں تو کسی نئے کرشمہ عقل کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ اب زمانے مختصر ہو گئے ہیں اور ان زمانوں کے اختصار کا مطلب یہ ہے کہ پراگندہ ذہنی اور تصوریت پسند انسان کو اب بہت جلد بجلی کے جھٹکے سے گزرنا ہے یا اس کو طویل تر خواب سے گزرنا ہے یا پھر اس کو ان بڑے دھماکوں سے گزرنا ہے۔ اور یہ سب کچھ زیادہ دور کی بات نہیں۔ اس سے اب عروج و زوال کی توضیح اس طرح نہیں ہو سکتی جیسے تاریخ کے پچھلے ادوار میں ہوئی۔ باقی رہے مسلمان' کوئی تنظیم اسلامیہ جو ستر سال یا سو سال سے اس ملک میں قائم ہے' اس نے کسی قسم کے خصوصی مقاصد میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ اگر آپ تھوڑا سا تکنیکی مطالعہ فرمائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ جماعتیں جو بڑے جوش و خروش سے منظر عام پر آئیں اور جنہوں نے بڑی جلدی پذیرائی حاصل کرنے کی کوشش کی' اس وقت وہ زوال پذیر ہیں اور لوگ ان سے گریز کرتے ہیں۔

ایک اور بڑی بات۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ امت محمد ﷺ چند لاکھ جماعت کے لوگ ہوں گے' چند لاکھ تبلیغ کرنے والے لوگ ہوں گے۔ کیا امت محمد ﷺ چند لاکھ اہل حدیث ہوں گے اور چند لاکھ دیوبندی ہوں گے۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ اگر آپ احادیث رسول اللہ ﷺ پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ خدا کے رسول کی امت وہ ہے جو بے نام و نشان ہے' جس کا کسی جماعت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ پہلے تو اللہ نے قرآن میں حضور ﷺ کو تنبیہ کی اور پھر یہ کہا کہ اے پیغمبر! تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو علیحدہ گروہ بناتے ہیں' شناخت بناتے ہیں' جو دین میں فرق کرتے ہیں کہ پیغمبر کسی گروہی عبادات کے مسلک میں نہیں ہے۔ پیغمبر آفاقی ہے' کائناتی ہے' ہر بندے کا ہے' ہر عورت کا ہے' ہر مرد کا ہے' پیغمبر کسی گروہ کا نہیں ہے۔ یہ واحد علاماتِ قرآنِ حکیم ہیں جو ہمیں تنبیہ کرتی ہیں کہ اگر تم نے قبروں تک پہنچنا ہے تو کوئی امتیازی نشان لگا کے نہ پہنچنا۔ کوشش کرنا کہ مسلمان ہو کے پہنچو۔ تمہارا واحد تشخص مسلمان ہونے کا تشخص ہے۔

حضور گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں بنوعفرہ (نیلی آنکھوں والے لوگ) کی حکومت ہوگی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس وقت مسلمان بڑے کم ہوں گے؟ فرمایا نہیں مورو ملخ کی طرح ہوں گے مگر یہ کہ ان پر دنیا غالب ہوگی۔ خواتین و حضرات! یہ ہم ہیں' یہ آپ ہیں جو مورو ملخ کی طرح گروہوں میں قید ہیں' جو گنہگار ہیں' جو بے ایمان ہیں' جو جعلساز ہیں مگر ہم میں شاید یہ وصف باقی ہے کہ ہم گنہگار ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' خدا کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ اگر کسی وقت بھی اسلام میں کوئی بڑی تبدیلی آئی تو کسی مذہبی جماعت کی طرف سے نہیں آئے گی۔ یہ ان لوگوں کی طرف سے آئے گی' جو منزل ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اردگرد کے ان مذہبی کلیساؤں سے تنگ ہیں' جو مختلف مسالک سے تنگ

Marfat.com

ہیں۔ جو بڑی سادہ دلی کے ساتھ محبت رسول اللہ ﷺ کو اپنے دل میں نہاں رکھتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو تقدیرِ اسلام کو بدلنے کا باعث بنیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو زمین و آسمان کو بدلیں گے مگر ان کو کوئی فوجی آمر نہیں بدل سکتا۔ ان کو کوئی سیاسی نظام نہیں بدل سکتا۔ امتِ مسلمہ کی بنیادی تبدیلی اداروں سے نہیں آتی۔ ہمیشہ استادوں سے آتی ہے۔ یہ ایک واحد امت ہے جو استادوں کی وجہ سے بدلتی ہے' یہ جابروں کی وجہ سے نہیں بدلتی' یہ علم کی وجہ سے بدلتی ہے۔ جب تک ان کو ان کی شناخت نہ دی جائے گی' جب تک ان کو یہ نہ بتایا جائے گا بقول اقبال کے:

سبق پھر پڑھ عدالت کا' صداقت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

انہوں نے دو بڑی خوبصورت رباعیات کہیں۔ لوگ کہتے ہیں وہ مہدی کو نہیں مانتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے آنے کے قائل نہیں تھے مگر جو اشعار میں آپ کو سنا رہا ہوں' یہ ان کے آخری ہیں اور اس میں ایک بڑی خوبصورت بات کہتے ہیں' وہ اپنے احساس کو اجاگر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید' کہ ناید؟

کہ کیا وہ وقت ہوگا کہ وہ بھولا ہوا سبق ہمیں یاد آئے گا کہ وہ پرانا سرود ہمارے ذہنوں کو پھر مسرور کرے گا۔

سرآمد روزگار ایں فقیرے

اس فقیر کی تو عمر تمام ہو چکی۔ اقبال کہتے ہیں کہ میری موت تو اب قریب آ چکی ہے۔

دگر دانائے راز آید کہ ناید؟

مگر وہ دانائے راز کب آئے گا' وہ راز کی بات کب بتائے گا۔ وہ کیا بتائے گا مسلمانوں کو۔ میں نے تو عمر تمام کی۔ میں تو زور لگا چکا مگر میں وہ نہیں ہوں کیونکہ جو بات اس نے کہنی ہے' وہ میں نہیں کہہ سکتا اور وہ بات بڑی سادہ سی ہے:

اگر می آید آں دانائے رازے
بدہ او را نوائے دل گدازے
ضمیر امتاں را می کند پاک
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

اگر وہ وقت حال آئے تو میرا یہ غمگین سا پیغام اسے سنا دینا کہ امتوں کے ضمیر کو جنگ و جدل نہیں صاف کرتیں' امتوں کے ضمیر کو حادثے نہیں صاف کرتے' امتوں کے ضمیر کو یا کوئی کلیم بدلتا ہے یا پھر اچھے اندازِ گفتگو والا حکیم بدلتا ہے۔ اچھی بات کہنے والا دانشور بدلتا ہے۔ اچھی بات کہنے والا مفکر قوموں کے ضمیر کو بدلتا ہے۔ اب اگر آپ دیکھیے تو آج سے سو برس پہلے آج کے ہونے والے واقعات کے بارے میں جو علامہ کہہ گئے تھے کہ:

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

Marfat.com

یہی حال افغانستان کا ہوا۔ یہی حال عراق کا ہوا۔ یہی حال اب کچھ عرصے کے بعد سعودی عرب کا ہونے والا ہے۔ یہ ناداں سجدے میں گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ خدا سے حفاظت کی توقع رکھتے ہی نہیں۔ اللہ بہت دور ہے۔ آسمان بہت دور ہے اور یہ یقین رکھنا۔ تمام امت اس وقت لکھے ہوئے ایمان پر قائم ہے۔ لفظی اعتقاد پر قائم ہے اور تمام مذہب لفظی اعتقاد سے عملی اعتقاد کو آنے کا نام ہے۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے خدا پر بھروسہ ہے' یہ صرف لفظ ہے اور جب زندگی کے حادثات میں' واقعات میں' تسلسل میں جب تک وہ صورتِ حال پیدا نہیں ہوتی جہاں میرا مقابلہ ہوگا' سبب اور اللہ کے ساتھ۔ تب آپ کہنے کے قابل ہوں گے کہ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ جب تک یہ صورتِ حال نہیں آئے گی' آپ کا تمام تر اعتقاد لفظی ہوگا۔ تمام امت اس وقت لفظی اعتقادات کے المیے سے گزر رہی ہے۔ ہم صرف خدا کا حوالہ دے رہے ہیں۔ ہر جگہ' ہر کتاب' ہر صفحے پر ہم نے خدا کا اتنا حوالہ دیا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ

We are most vocal about the existence of God.

مگر تمام تر تصورِ خدا عادلانہ ہے۔ کل کی بات ہے کہ سعودی شہزادے سے جب کسی نے پوچھا کہ آپ کی حفاظت کون کرے گا؟ اس بیچارے نے ایک لمحہ بھی نہیں سوچا کہ لفظاً کہہ دوں کہ اللہ۔ اس نے کہا امریکہ۔ وہ عرب قوم پرستی جس نے مشرق وسطیٰ کی بنیاد میں اتنی خود غرضی' اتنی ذاتیات بھر دی ہے کہ عراق کے ستون گرنے سے مصر اور اردن کو خوشی ہوتی ہے۔ یہ وہ امت مسلمہ نہیں ہے جس کے عروج و زوال کے المیے کی داستان آپ سوچ رہے ہو۔

May be its you.

میں کہتا ہوں کیا ضرورت پڑی ہے مسلمان ہونے کی۔ کیا تعصب ہے آپ کو اسلام کے ساتھ۔ ایک لفظی اعتبار کے لیے کیوں آپ اتنی جان سپاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کیوں اتنے جلوس نکالتے ہو خدا کے لیے۔ کیا وہ خدا جو آپ کے جلوس میں اور بینرز میں ہوتا ہے' جو آپ کی باتوں میں ہوتا ہے۔ کبھی اس خدا نے آپ کو جھوٹ بولنے سے روکا۔ کبھی مفاد حاصل کرنے سے روکا۔ کبھی کسی کار شر سے روکا۔

I don't think any thing happens because of God. I am not talking of individuals or a few people.

جب تک اللہ ہر مسلمان کی جواب دہی کا مرکز نہیں بنتا' آپ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ یہ نام کی مسلمانی جو ہے' اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں۔ خدا اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یا تکم مثل الذین خلوا من قبلکم ط مستھم الباساء والضراء وزلزلو حتیٰ یقول الرسول والذین امنو معه متی نصر الله ط الا انّ نصرالله قریب (۲(البقرہ):۲۱۴) تم خیال کرتے ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ تمہیں ابھی وہ مصائب پیش ہی نہیں آئے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں کو پیش آئے۔ ان پر اس قدر سختیاں اور مصیبتیں آئیں جنہوں نے انہیں ہلا کے رکھ دیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ خود اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے سب پکار اٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی؟ سن لو! اللہ کی نصرت قریب ہی ہے۔

تم سمجھتے ہو تمہیں یونہی جنت میں داخل کر دیا جائے گا' ٹھنڈی سڑک ہے۔ مال روڈ پر آئے جنت میں داخل ہو

Marfat.com

گئے مگر جب آپ آزمائش کے مراحل میں کچھ کامیابی حاصل کرو گے تو ملے گی نا۔ آپ صرف نعرے بازی سے اللہ کو قائل نہیں کر سکتے۔ دو ہی تو چیزیں ہیں جو مذہب کو خراب کرتی ہیں۔ اِدھر سیکولرازم خراب کر گیا۔ اُدھر علمائے دین خراب کر گئے۔ انہوں نے دین کی اپنی تشریح کی اور انہوں نے مذہب کے خلاف ابھارنے میں ان لوگوں کی مثال دی۔ مذہب یہ بھی نہیں، مذہب وہ بھی نہیں۔ مذہب بنیادی طور پر معاملہ دل ہے، معاملہ محبت ہے، یہ دوستی ہے، یہ خیال ربوبیت ہے، یہ کرشمہ انس ہے، محبت سب سے پہلے احساس ہے، ایک شدید فطری احساس۔ اس احساس کے بعد اعمال کو آپ شرع کہتے ہیں۔ جب تک کسی انسان کے سینے میں قربتِ الٰہی کی طلب پیدا نہیں ہوتی تو وہ اس کولہو کے بیل کی طرح ہے جو رسوم مذہب میں دن رات مصروف ہے اور اُسے ان رسوم کے مقاصد کا بھی علم نہیں۔ خداوند کریم نے جہاں بھی ذکر کیا، اس نے کہا دیکھو محبتوں کے مقابلہ کو مذہب کہتے ہیں لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (۳ آل عمران): ۹۲)

It's a match of possession.

اگر میرے دل میں باقی ساری محبتیں سلامت ہیں تو خدا نہیں آ سکتا مگر خدا کوئی یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ تم رہبانیت اختیار کرو۔ فاقہ کشی اختیار کرو۔ یہ تو نہیں کہتا۔ نہ تو مذہب میں فاقہ ہے، نہ رہبانیت ہے۔ اللہ صرف ایک چیز چاہتا ہے صرف ایک چیز، آپ کا انس، آپ کی محبت۔ اے لوگو! مجھے حسرت ہے کہ تم میں سے کوئی میرا بھی سوچتا۔ میرا بھی خیال کرتا۔ میں جو تمہیں پیدا کرنے والا تھا۔ میں جو تمہیں سکھ دینے والا تھا۔ میں نے تمہیں اتنے آرام سے بسایا، تمہارے آنے سے پہلے دنیا و مافیہا میں ہر چیز میں نے پیدا کی۔ تمہیں پانی کی ضرورت تھی۔ میں نے پانی پیدا کیا اور تمہارے زمین پر آنے سے پہلے تمہیں ماں باپ دیے۔

آج کا انسان اسی قسم کے طلسم ہوشربا میں کھویا ہوا ہے۔ جدھر دیکھتا ہے اُسے اپنی آب و تاب نظر آتی ہے۔ وہ گریز کرتا ہے عقل و معرفت کا کریڈٹ اللہ کو دینے سے۔ وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ میری یہ عقل و معرفت کسی کی عطا کردہ ہے۔ وہ اُدھار کی چیز کو اپنی سمجھتا ہے۔ وہ اُدھار کی زندگی کو اپنا سمجھتا ہے۔ ایسا ناشکر گزار انسان پہلی صدیوں میں کم ہوا کرتا تھا۔ آج زیادہ ہے۔ چاہے مغرب کا ہو چاہے مشرق کا۔ اور عروج و زوال بھی ایک جیسا ہے، مشرق کا اور مغرب کا۔

There are not two parties.

عروج و زوال میں ہم مشرق و مغرب کو جدا نہیں کرتے۔ عروج و زوال میں ہم صرف یقین کو بے یقینی سے علیحدہ کرتے ہیں، چاہے آپ میں ہو، چاہے کسی اور میں ہو۔ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ مغرب میں دجّال موجود ہے تو کیا آپ کے ملک میں نہیں ہے؟ کیا اس کی پیروی کرنے والے موجود نہیں ہیں؟ کیا تعریف اور توصیف کرنے والے آپ کے ملک میں موجود نہیں ہیں؟ کیا امریکہ کو خدا سمجھنے والے آپ کے ملک میں موجود نہیں ہیں؟ کیا یورپی تمدن کو آسائش و زندگی کا قرینہ سمجھنے والے آپ کے ملک میں موجود نہیں ہیں؟ بہت ہیں۔ آج کا مقابلہ حضرت انسان کا حضرت انسان سے ہے۔ آج کی کتابِ حقیقت یہ بتاتی ہے کہ تمام انسان ہلاکتوں کے گڑھے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ جب کسی نے ایک دفعہ مجھ سے سوال پوچھا تھا What is so particular about Islam

تمہاری اپنی طرزِ عبادت، ہماری اپنی طرزِ عبادت۔ ہماری نمازیں ہمارے ساتھ۔ تبت کا دلائی لامہ بیچارہ بیس ہزار فٹ

Marfat.com

ہمالیہ کی ترائی پر غور وخوض میں مصروف ہے۔ ہوا میں معلق ہونے کے عمل سے گزر رہا ہے۔ افریقہ کا شامان کہیں بیٹھا ہوا اپنی زندگی میں مصروف ہے۔ آپ کو کیا فرق پڑا۔ آپ کہاں سے لاڈلے ہو گئے۔ سب کی اپنی اپنی عبادات ہیں تو میں نے کہا' آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ عبادات کے رنگ سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر مصیبت یہ ہے کہ اب خدا کسی اور مذہب سے نہیں ملتا۔ اب اللہ عیسائیت سے نہیں ملے گا' نہ ملتا ہے۔ اب اللہ بدھ ازم سے نہیں ملے گا۔ اب اللہ ان مذاہب سے نہیں ملے گا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا۔ ایک تو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں علم کی پختگی بخشی ہے' علم میں نے ختم کر دیا ہے۔ اب تم اگر یہ چاہو کہ پوسٹ گریجویٹ ہونے کے بعد اپنے نام کی تختی لگاؤ اور اس پر لکھا ہوا ہو کہ فلاں سکول سے پرائمری پاس کی تو بڑی عجیب سی بات ہوگی۔ تمام مذہب اپنے ارتقاء کو پورا کرتے ہوئے اسلام پر آ کے ختم ہو گئے۔ اب پچھلی طرف رجعت کرنا اپنے علم کو کم کرنے کے برابر ہے۔

اب اگر اسلام اور قرآن کے ہوتے ہوئے واپس جاؤ گے' انجیل کو یا اساطیر الاولین کو واپس جاؤ گے یا تورات کو واپس جاؤ گے یا نغمات سلیمان کو واپس جاؤ گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ایک ترقی یافتہ ذہنی حالت سے زوال پذیر عقل کو جا رہے ہیں اور خدا یہ کہتا ہے کہ اب میں ایک عقل کے ایک خاص درجے پر نصیب ہوتا ہوں۔ ایک کتاب کے معیار پر نصیب ہوتا ہوں اور وہ معیارِ کتاب قرآن ہے اور اس کتاب کا ٹیچر تمہارا رسول اللہ ﷺ ہے۔ اب اس کے بغیر میں تمہیں کسی اور رستے سے نہیں ملوں گا۔ ان الدین عند الله الاسلام (سورۃ آلِ عمران' آیت ۱۹) مگر ہو سکتا ہے کہ ایک ارب مسلمانوں میں ایک بھی خدا رسیدہ نہ ہو لیکن اگر کہیں ایک خدا رسیدہ ہے تو وہ مسلمان ہوگا۔ اسلام سے باہر نہیں ہو سکتا۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه (سورۃ آلِ عمران' آیت ۸۵) تو خواتین و حضرات! اتنے بڑے کائناتی بحران میں تہذیب کے بحران میں بڑا مسئلہ وہی رہے گا کہ خدا صرف پاکستان کے لیے تبدیلی نہیں لائے گا۔ خدا امت مسلمہ کے لیے تبدیلی نہیں لائے گا۔ خدا اپنے مخلص بندوں کے لیے تبدیلی لائے گا۔ خدا ان کے لیے تبدیلی لائے گا جنہیں ان سے محبت ہے۔ جس سے ان کو محبت ہے اور ایک آدمی بھی اگر دنیا میں ایسا موجود ہے تو خدا اس کے لیے بھی تبدیلی ضرور لائے گا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ فرمایا' جب زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہا تو قیامت آئے گی۔ اس میں مذہب کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ نظریاتی اختلافات کی کوئی تخصیص ہے۔ اللہ کو اپنے مقصد کا اگر ایک آدمی بھی مل گیا تو آپ کی دنیا آباد رہے گی۔ اب بھی اگر مہدی اور عیسیٰ آخر الزماں آئیں گے تو وہ یقیناً ایک اصول کے تحت آئیں گے۔ ایک بہت بڑے اصول کے تحت کہ جب تمام انسانیت انحرافِ ذاتِ پروردگار پر ہوگی تو وہ چند لوگ جو اپنے لیے آرزو کریں گے اخلاص کی:

برات عاشقاں در دل

جو محبت پروردگار اور ہمسائیگی پروردگار کی آرزو کریں گے تو خدا اُن کے لیے ضرور انقلاب لائے گا۔ خدا اُن کے لیے ضرور عروج کی وہ ساعتیں لائے گا جو اُن کے زوال کے غموں کو دور کر دے گا۔ مختصراً میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ بہت سارے ڈیٹا پرست لوگ' بہت سارے اعداد و شمار کی پرستش کرنے والے لوگ جب یورپ جاتے ہیں' اُن کی ثروت مندی دیکھتے ہیں:

Marfat.com

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنائی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

تو ہم اس سے متاثر ہیں۔ ترقیوں کا کریڈٹ تو جانا چاہیے' مگر ان کو کریڈٹ دینا اور ذہنی طور پر مرعوب ہو جانا دو بڑی علیحدہ سی چیزیں ہیں۔ اور چاہے امریکہ یا کوئی بھی بندہ کسی وقت بھی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے اور کرتے رہتے ہیں لیکن اگر آپ غور کریں تو جدید تکنیک ایسی ہے جیسے امریکہ نے بہت پہلے سوچ لیا تھا کہ افغانستان کے پاس کوئی جوابی دفاعی کارروائی نہیں ہے اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ عراق کے پاس بھی کوئی جوابی دفاعی کارروائی نہیں ہے' اس لیے اس نے کشادہ دلی سے ستمگرانہ کارروائیاں کیں۔ مگر خواتین و حضرات! اس تمام ڈیٹا کے باوجود ایک چھوٹا سا نقطہ آپ کو نظر آئے گا۔ عراق کی اس جنگ میں جب گرد موصل میں داخل ہو رہے تھے تو ترکی نے دھمکی دی بلکہ اس نے اپنی فوج عراقی علاقے میں داخل کر دی تو ترکی کے خلاف عالمی قوت کا کیا جواب تھا کہ نہ صرف دوڑتے ہوئے ان کے پاس گئے' منت سماجت کی بلکہ ان سے عرض کی کہ آپ موصل میں اپنے نمائندے بھیج دیں' وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں وہاں کوئی کُرد نہیں۔ تو جو یہ سارے دھمکی آمیز ڈیٹا چل رہے تھے' یہ بڑے غرق ہوئے تھے مگر پہلی دفعہ شاید امریکہ کو یہ شبہ ہوا کہ واقعی ایک خاص فوج میرے مقابلے میں آئی جیسے ترکی کی ہے تو اس صورت کے ساتھ انہوں نے گریز کیا جنگ کے ساتھ۔ اور کیا کچھ نہ کیا انہیں یقین دلانے کے لیے' تو بات یہ ہے کہ

پس پردہ ہیں یہ فریب کار کیا کیا

بجائے اس کے کہ ہم خوفزدگی کے عالم میں رہیں۔ آپ تھوڑی سی تیاری تو کرو۔ تھوڑا سا حوصلہ تو پکڑو۔ لڑنے کا نہیں۔ یہ بہت دیر کی بات ہے اور ایک بات یاد رکھو مسلمان ویسے ہی لڑائی میں کبھی پہل نہیں کرتا مگر اپنے تحفظات کو خوف کی نظر تو نہیں کرنا چاہیے۔ مایوسی کی نظر تو نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ میں دوسروں کے گن گاتا پھروں اور اپنے لوگوں کی اخلاقی اور نفسیاتی ہمتیں ہی پست کرتا پھروں۔ یہ جو سوچی سمجھی کوششیں ہو رہی ہیں' امتِ مسلمہ کو شکست کے صدمے دینے کی جو کوشش کر رہے ہیں' یہ قطعاً غیر منطقی ہیں۔ میں دو احادیث پر اپنی بات ختم کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کسریٰ سے جہاد کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔ میری امت قیصر سے جنگ لڑے گی اور اُس پر غالب آئے گی۔ میری امت چپٹے چہرے' ڈھال والے' تسمے کے جوتوں والوں کے ساتھ جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی اور زمانہ آخر میں میری امت دجال سے جنگ کرے گی اور اس پر بھی غالب آئے گی۔ یہ کمال امت ہے جو صادقؐ اور امین کی بات پر یقین ہی نہیں رکھتی مگر ایک بات انہی احادیث کی روشنی میں کہ اب اس امت کے لیے آدھی شکست اور پوری فتح ہے۔ اب ہمارے نصیب میں ایک آدھی شکست اور لکھی ہوئی ہے مگر اس آدھی شکست کے بعد آپ کو ایک انتہائی مکمل فتح نصیب ہوگی اور اس کے بعد یہ جنگ و جدل کے فسانے ختم ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز اللہ چاہے گا اور آپ لوگوں کا اخلاص خدا سے یہ رعایت طلب کر کے رہے گا' آپ کی محبتیں روئے یزداں پر کچھ نہ کچھ رنگ تو بکھیریں گی' اس عمل کے پیچھے بھی کوئی حرکت تو ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ اس کے روئے زیبا سے نقاب اٹھ جائیں گے اور آپ کے دل بھی ایمان کی روشنی سے منور ہوں گے اور اللہ کی یہ بات سچی ہوگی۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم

مومنین (سورۃ آل عمران' آیت ۱۳۹) کہ تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو لیکن اگر کبھی غالب نہیں آئے ہو تو یہ ضرور پیچھے پلٹ کے دیکھنا کہ ہم میں کوئی ایمان والا تھا کہ نہیں۔

مذہب اور اخلاقیات

سوال: ہمارے ہاں نمازی اور مساجد بڑھ گئی ہیں لیکن اخلاقی اقدار شدید انحطاط کا شکار ہیں۔ مغرب میں مذہب نہیں ہے مگر ان کی اخلاقی اقدار ہم سے بہتر ہیں۔ تو یہ صورتحال دو سوال پیدا کرتی ہے کہ:

☆ ہمارے مذہب میں ہماری جو اقدار ہیں ان کو نمایاں کرنے میں یا ان کو عملی صورت دینے میں کیا ہمارا مذہب ناکام ہو چکا ہے؟

☆ کیا حقوق اللہ کی زیادہ متابعت حقوق العباد کی طرف سے توجہ کم کر رہی ہے؟

جواب: یہاں آپ نے جو لفظ ''مورل'' استعمال کیا ہے' وہ محل نظر ہے کیونکہ آج تک دنیا کے کسی بھی دنیاوی سسٹم نے اخلاقی نظام نہیں دیا۔ کوئی بھی دنیا کا ایسا نظام نہیں ہے جو زمین پر انسانوں کے ہاتھوں سے بنا اور پروان چڑھا ہو اور اس نے کوئی اخلاقی نظام دیا ہو۔ دوسری طرف اللہ نے کوئی اخلاقی نظام کا اختیار انسان کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ کہ آج کا جو نمائندہ ترین نظام سیکولرازم ہے اور سیکولرازم کی تعریف انسائیکلوپیڈیا میں درج ہے کہ مذہب کو ہر اس اقتدار کی مسند سے ہٹا دینا جہاں وہ دنیاوی معاملات میں دخل دے سکے۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے کہ جب انکوائری کا دور شروع ہوا تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ مذہب دنیاوی معاملات میں مداخلت کر کے ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ اس لیے ہوا کہ:

Christianity has no practical morality. Christianity is a religion of intention.

اور اس میں نیتوں پر اس قدر زور دیا گیا کہ اس کی جو نیتوں عملی پہلو تھا وہ بالکل سامنے نہیں آتا۔ جیسے اگر کسی نے ایک تھپڑ تمہارے ایک گال پر مارا ہے تو بجائے بدلے کے تم اسے دوسرا گال بھی پیش کر دو تا کہ وہ حسرتِ ظلم مٹالے اور مظلومیت کی وجہ سے آپ خدا کے قریب تر ہو جائیں۔

دوسری بات' آپ جن ملکوں کی کر رہے ہیں' وہاں غیر عملی مسیحی فلاسفی تھی۔ اس کے نتیجے میں خود انجیل کے ایک سو چھتیس متن ہیں اور پاپائے روم نے ان کو اکٹھا کرنے کے بعد ایک واحد متن تیار کیا' جسے Black Bible کہتے ہیں۔ اب اگر دیکھا جائے تو ہم میں سے بڑے لوگ انجیل اور قرآن کا موازنہ کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے' کیونکہ موازنہ میں اس وقت کروں جب وہ یہ نہ مانتا ہو کہ میری کتاب میں کوئی نقص نہیں ہے۔ جب وہ خود اس کو اچھی طرح تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری انجیل کے ایک سو چھتیس متن ہیں اور پھر ان کو اکٹھا کرنے کے بعد ایک بلیک بائبل بنائی گئی تو اس کے بعد میرا خیال ہے کہ ہم پر لاگو نہیں ہوتا کہ ہم ان کے موازنے اور قرآن کی حقانیت ثابت کرتے پھریں۔ قرآن اور انجیل میں بہت فرق ہے۔

Marfat.com

مگر آپ اندازہ کیجیے کہ جب بہت بڑے فلاسفر اور دانشور لارڈ رسل سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ

Why should I? All gospel truth is alike.

انجیل اور قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے کہ خداوند کریم نے بڑی وضاحت سے کہا کہ میں ان کتابوں کو اب تسلیم نہیں کرتا۔ جب وہ پیغمبر تھے تو میں ان کتابوں کو تسلیم کرتا تھا اور اب ان میں بنیادی تحریفات ہو چکی ہیں۔ قرآن میں بڑی وضاحت سے اللہ نے کہا ہم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون (سورۃ البقرۃ آیت ۷۵) اس لیے اب میں انہیں تسلیم نہیں کروں گا' یہ میری نہیں ہیں اور اگر آج کسی کو خدا سے کوئی نبوت درکار ہو گا یا اس کو خدا سے کوئی بحث کرنا ہے یا خدا کو غلط یا صحیح ثابت کرنا ہے تو اس کے لیے جو حوالے کی کتاب ہو گی' وہ نہ تورات ہو گی' نہ نغمات سلیمان ہوں گے' نہ انجیل ہو گی' نہ عہد نامہ قدیم و جدید ہو گا' بلکہ صرف اور صرف قرآن ہو گا اور قرآن اس چیلنج کا ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے۔

دوسرے یہ کہ مسیحی اخلاقیات اس وقت اس قدر خراب ہو چکی تھی جو اب شاید ہمارا حال ہے بلکہ اس وقت شاید کہیں اس سے بھی بدتر حال تھا کیونکہ اس وقت عیسائی سند جاری کیا کرتے تھے' جسے سند نجات (Certificate of Redemption) کہتے تھے۔ پانچ پونڈ کا' دس پونڈ کا' پچاس پونڈ کا۔ جنت کے بہت سارے حصے بنائے ہوئے تھے اور پادری حضرات فرماتے تھے کہ تم نے کونسی جنت کو جانا ہے۔ بڑی جنت کو جانا ہے پچاس پونڈ کلیسا کو دو' چھوٹی جنت میں جانا ہے تو دس پونڈ۔ میں دیکھتا ہوں کہ اتنے سالوں کے بعد ماشاءاللہ مسلمانوں میں بھی اب یہ عادات آ گئی ہیں کہ بڑی بڑی تنظیمیں چندہ دینے والوں کی رشوتیں معاف کر دیتی ہیں' تو منطقی طور پر یہ ایک جیسا طریق کار ہے۔ وہ مذہب اس وقت بھی عملی نہیں تھا۔ پھر یورپ میں بہت عرصے تک پاپائے روم' کارڈینل کی وجہ سے اور ان کے مذہبی رہنماؤں کی وجہ سے' ہمیشہ سیاسیات میں بھی پورا عمل دخل رکھتا تھا۔

مذہب ایک عملی طاقت کی طرح یورپ کی رہنمائی کرتا رہا حتیٰ کہ یورپی لوگ انتہائی سنجیدگی سے سوچنے لگے کہ مذہب اب آفت الٰہی بن گیا ہے اور ہمارے لیے عذاب و مصیبت بن چکا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی اور جب روشن خیالی کا دور آیا' جب مسلمانوں کی کتابیں وہاں پہنچیں' جب الغزالی اور ابن رشد پہنچے تو اس کے بعد آکسفورڈ میں جب الغزالی' ابن رشد اور ابن سینا پڑھائے گئے تو یہ فیصلہ ہوا کہ وہ اب مسیحیت کا دفاع نہیں کر سکتے۔

میں پھر زور دوں گا کہ اس وقت کے دانشوروں نے دیکھا کہ علمی اور تحقیقی تجسس کے معیار پر انجیل پوری نہیں اترتی تو انہوں نے دین کو دنیا سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا اور فرانسس بیکن جو ایک بڑا تاریخ ساز مفکر ہے' اس نے یہ بڑا مشہور جملہ بولا جو آج بھی ہماری تمام سیکولر فلسفہ اور تمام سیکولرازم ذہن کی بنیاد ہے اور وہ یہ ہے کہ:

Religion is a private matter. Even today most of us think that religion is a private matter.

اور انہی کے اثرات جب برصغیر میں آتے گئے تو انگریز نے جس فلسفہ کا سب سے پہلے اضافہ کیا' وہ مذہب اور اس کی

Marfat.com

Dogmatic Approach سے متعلق تھا۔ ایک Dogma ہے اور ایک Theme ہے۔ Dogma سوال برداشت نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب انگریزی تعلیم برصغیر میں آئی تو ماشاءاللہ بڑے بڑے نیک اور عبادت گزار دہریے ہو گئے۔ حتیٰ کہ اب اگر کسی کو دلی کوفت نہ ہو تو میں آپ کو ان بڑے بڑے بزرگوں کے نام بتاؤں کہ جو اس انگریزی تعلیم کی وجہ سے دہریے ہو گئے تھے۔ ان میں بڑے مشہور مفسر قرآن حضرت قبلہ عبدالماجد دریابادی بھی تھے۔ یہ سارا سوال اس لیے پیدا ہوا کہ اس وقت سیکولرازم کے اس حملے کو اسلام نے روک دیا۔ صرف ایک وجہ سے اور وہ وجہ یہ تھی کہ قرآن کی جو معلومات تھیں اور قرآن کا جو سائنسی اور عملی پہلو تھا' وہ آج تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی' سائنسدان اور دانشور سے غلط ثابت نہیں ہو سکا۔ اگر قرآن نے یہ کہا وجعلنا من الماء کل شیء حی (سورۃ الانبیاء' آیت ۳۰) اس سے آج بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر قرآن نے یہ کہا کہ وسخر الشمس والقمر کل یجری لا جل مسمی (سورۃ فاطر' آیت ۱۳) ہم نے چاند اور سورج مسخر کیے اور یہ تمام وقت مقررہ تک چل رہے ہیں۔ تو آج بھی کوئی سائنسدان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جو بات قرآن نے پندرہ سو سال پہلے بغیر کسی سائنسی تجربے کے کہی' وہ بالکل درست ہے۔

ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے امریکہ سے ایک دانشور تشریف لائے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی تھے اور اسلام پر نئی کتاب لکھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے آ کر کہا کہ ایک سوال کی تلاش میں بڑی دور گیا ہوں اور یہی سوال میں آپ سے کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ مسیحیت میں ابتدائے کائنات کا عرصہ چھ ہزار سال کا ہے اور ہندومت میں کوئی اٹھارہ ہزار سال کا ہے۔ اسلام اس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ میں نے اسے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں کوئی وضاحت نہیں کروں گا۔ ایک سادہ سی قرآنی آیت سناؤں گا اور اس کا ترجمہ بھی سادہ سی انگریزی میں کروں گا۔ اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو ٹھیک ہے۔ آپ ابتدائے کائنات کے مسئلہ کو خدا کے حوالے سے سمجھ جائیں گے۔ میں نے اسے یہ آیت سنائی اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنھما (سورۃ الانبیاء' آیت ۳۰)

In the beginning heavens and earth all were one mass. Then we (Allah) forceably tore them apart.

تو میں نے کہا کہ قرآن میں ابتدائے آفرینش کے بارے میں یہ مذکور ہے۔

He said its classic, its big bang.

آج ہمارے پاس چھپن یا چھتیس کے درمیان جو بھی تھیسز ہیں جو کائنات کی ابتدا کے بارے میں گردش کر رہے ہیں۔

They all say one and the same thing that in the beginning, heavens an earth were one mass and then they were torn apart by some centrifugal force.

اب اگر غور کیجیے تو ان حقائق کی وجہ سے قرآن اپنے خلاف ہونے والے حملے کو برداشت کر گیا' اس لیے قرآن کو غلط کہہ کر اُسے لوگوں کے سینوں' دلوں اور دماغوں سے نکالا نہیں جا سکتا جیسے مسیحیت میں بڑا آسان تھا کہ سائنسدان کہتے تھے کہ ہماری تحقیق یہ ہے۔ ہم یہ فکر کر رہے ہیں لیکن آپ کی عیسائیت یہ کہہ رہی ہے۔ جب بات عملی زندگی کی آئی تو دوبارہ

Marfat.com

قرآن عادتاً زندگی کے ہر شعبے میں مثبت مداخلت کرتا تھا۔ قرآن بتاتا ہے کہ ایک قوم کو اس لئے تباہ کر دیا کہ یہ کم تولتے تھے۔ واقیمو الوزن بالقسط و لا تخسرو المیزان (سورۃ الرحمٰن' آیت ۹) اور وزن کو انصاف سے تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔ وہ طرزِ حیات بتا رہا ہے' اخلاق بتا رہا ہے اور طریق زندگی بھی بتا رہا ہے اور

All those decencies, which are now being practiced in the West are simply a part of Islamic civilization, which passed from the East to the West.

تہذیبوں کا اس طرح تبادلہ ہوتا رہتا ہے جیسے زبانوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ مغرب نے ہم سے قریباً قریباً تمام اچھی اقدار لے لی ہیں۔

اب آپ اس وقت پاکستان میں دیکھ لو' یورپ میں دیکھ لو' کہیں بھی دیکھ لو۔ جمہوریت کا سب سے بڑا ہتھیار چونکہ اکثریت ہے اور

Majority of the people is never Immoral. You must remember this......

لہٰذا جمہوریت میں اکثریت فیصلہ ساز ہوتی ہے جیسے برطانیہ میں ایک ہاؤس آف لارڈز ہے جو نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ ہے اور ایک دارالعوام ہے جو اَن پڑھوں یا عام لوگوں کے لیے ہے۔ اب دارالعوام نے ایک قانون ہم جنسیت تین مرتبہ ہاؤس آف لارڈز کو پیش کیا۔ اصولاً تین مرتبہ انگریزی قانون کسی ترمیم سے انکار نہیں کر سکتا' لہٰذا ان کو قبول کرنا پڑا یعنی جو جبلی اکثریت تھی بالآخر اس نے عقل والی لارڈ شپ کو بھی متاثر کیا اور قانون بن گیا۔ اگر آپ دیکھیں تو دنیا کے جتنے اخلاقی جرائم کو قبولیت کی سند دی گئی وہ جمہوری ممالک میں دی گئی۔ ان تمام اخلاقی جرائم کی اجازت ایک مذہب کے نزدیک یا مہذب معاشروں میں ہمیشہ سے جرائم سمجھے جاتے رہے ہیں۔ ایک جمہوری ملک ہی ایسی اجازت دے سکتا ہے۔ کوئی بھی مذہب یا کلاسیکل معاشرہ نہیں دے سکتا۔

They would call it liberties.....

Last time when I was in U.S.A, I saw a big procession, which was almost comprising of all these people.

اور اس میں انہوں نے یہی مطالبہ کیا اور اسی شام مجھے پتہ چلا کہ وہ مطالبہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ آدمی کی آدمی سے شادی کی اجازت ہے اور یہ کہ ایسے جوڑوں کو کم از کم نیویارک میں حقوق ملکیت بھی دیے جائیں۔ جب میں امریکہ سے واپس آرہا تھا تو میں سوچ رہا تھا کہ اسی لیے اخلاقیات کبھی بھی اللہ نے دنیاوی لوگوں کو نہیں دی کیونکہ یہ اپنی مرضی سے ان اخلاقی اقدار کو تشکیل دیتے ہیں' انہیں خراب کرتے ہیں۔ چونکہ اکثریت ہمیشہ جبلی اقدار کے قریب ہوتی ہے' اس لیے ہو سکتا ہے کہ اکثریت مل کے فیصلہ کرلے کہ چوری ٹھیک ہے تو چوری ٹھیک ہوگی۔ اس میں اخلاقیات کا جو فیصلہ ہے وہ اکثریت کے پاس ہے۔ عقل وفہم وفراست کے پاس نہیں۔

ہم لوگ عبادات زیادہ کرتے ہیں اور یورپ عبادات سے فارغ ہے۔ یورپ عبادات سے فارغ ہونے کے بعد ترقی پذیر ہے اور مشرق عبادات کے ساتھ زوال پذیر ہے۔

Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ اہلِ کفر کی ثروت اور امارت سے پریشان ہوتے تھے اور بعض اوقات دعا کرتے تھے کہ محمد ﷺ و آلِ محمدؐ کے لیے دو وقت کی روٹی بھی نہیں ہے اور دشمنوں کے کاروبار سجے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو ہم اہلِ کفر کے در و دیوار سونے چاندی کے کر دیتے' ان کی سیڑھیاں بھی سونے چاندی کی کر دیتے مگر مصلحت جو مانع تھی وہ یہ کہ پھر اس دنیا میں کوئی مسلمان ہی نہ رہتا۔ ظاہر ہے' جب تمام نعمتیں اہلِ کفر کو ملتی ہیں تو ایک بڑی غلط قسم کی توجیہہ کی جاتی ہے کہ وہ دین کو چھوڑ کر آسودہ حال ہیں اور ہم دین کو اختیار کر کے غریب ہیں۔ حالانکہ منطقی طور پر یہ بات بڑی غلط ہے۔ اگر ہم پاکستان والے یا مشرقی' دین چھوڑ بھی دیں تو بھی شاید ہم اسی طرح غریب رہیں۔ جیسے اقبال نے کہا کہ اگر کوئی کالا حبشی بھی اسلام قبول کرے تو رہے گا' وہ کالا حبشی ہی۔ اس کو فرق کوئی نہیں پڑتا۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری اقدار خوبصورت ہیں' شاندار ترین الفاظ اور لباس میں ملفوف ہیں اور ہم اُن پر فخر کرتے ہیں' نازاں ہیں مگر ہم میں کوئی معاشرتی اور سماجی شعور نہیں ہے۔ ہم ان اقدار کو اپنی عملی زندگی میں کبھی بھی استعمال نہیں کرتے۔

اب ایک سوال کرنے والے نے تو بہت سمجھ کر سوال کیا کہ جس ملک میں تین سو تیرہ اللہ کا نام لینے والے پیدا ہوئے یا تین ہزار مسلمان بیعت شجرہ و رضوان کے وقت موجود تھے۔ انہوں نے تو وقت کی دو بڑی انتہائی طاقتور سلطنتوں کا تختہ کر دیا اور ہمارے اخبار میں بڑے اعلیٰ بیانات آتے ہیں کہ بیس لاکھ فرزندانِ توحید کا اجتماع۔ اور ایک صاحب سے میں نے سنا کہ پانچ لاکھ فرزندانِ توحید یہاں جمع ہیں اور ہمارے پیچھے پانچ کروڑ فرزندانِ توحید اور بیٹھے ہیں۔ اب اتنے سارے فرزندانِ توحید جب جلسوں سے فارغ ہوتے ہیں تو پاکستان کے نصیب میں کوئی اور ذلت شامل ہو جاتی ہے۔ اتنے لوگ مل کے دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں اور دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس کے بعد کوئی بڑا فاسق تخت پر آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کوئی زیادہ بڑا ظلم ملک کے ساتھ ہو جاتا ہے اور کوئی زیادہ بڑی ذلت نصیب دشمناں نہیں' نصیب دوستاں ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے' خدا اس پر خوش نہیں۔ آپ خدا کو کیا الزام دے سکتے ہیں۔ آپ اللہ کی بدقسمتی سمجھو یا اللہ کی خوش قسمتی۔ وہ دلوں کے حال جانتا ہے۔

واعلم ماتبدون وماکنتم تکتمون (سورۃ البقرہ' آیت ۳۳) اور قول و فعل میں ہم آہنگی کے باوجود آدمی منافق ہو سکتا ہے۔ ہاں قول و فعل اور فکر جب تینوں ایک جگہ ہوتے ہیں تو پھر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ آدمی مخلص ہے۔

As for as the progress of the West is concerned, they had not built any moral philosophy, no moral fabric is there , but they have definitely created a commercial morality.

مثال کے طور پر جب آپ امریکہ یا یورپ میں کسی پل سے گزرتے ہیں تو آپ اس کو سکہ دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے Thank you, have a nice day, enjoy!! اور اگر سکہ نہیں دیتے تو ساتھ ہی بڑی انگریزی گالی آپ کو سننے کو ملتی ہے۔ عملاً یہ ایک تجارتی انداز کی اخلاقیات ہے کیونکہ انہوں نے کسی بھی معاشرے کو تجارتی نقصان سے بچانے کے لیے جن سہولتوں کا تعین کیا ہے' اس کو ہم فلاسفی نہیں کہہ سکتے۔ اگر آپ مہذب ہو جائیں۔ آپ کے ملک میں سہولتیں مہیا ہوں۔ آپ کے ملک میں بھی طرزِ زندگی بہتر ہو جائے تو آپ بھی خوشحال ہو جائیں۔ آپ کی جو فلاسفی اُبھرے ہوگی۔ وہ کمرشل نہیں ہوگی۔

Marfat.com

نیچرل اور اسلامک ہوگی۔ اگر ایک گھر کو آگ لگی ہوئی ہے تو ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ سب سے پہلے قیمتی چیز بچائے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ آج اسلام کے ہر گھر میں ایک ایسی آگ لگی ہوئی ہے کہ ہم اگر خدا کے تصور اور ترجیح کو بچا جائیں تو یہی سب سے بڑا کارِ ثواب ہے۔ خدا نے قرآن میں ہر جگہ گناہ کو خسارہ کہا۔ ایک خسارے کا پہلو ہے' ایک نفع کا۔ گناہ تمام تر خسارے میں آتا ہے۔ ایک چیز اللہ نے آپ کو بہتر مقاصد کے لیے دی ہے اور وہ چیز آپ اچھے اور صاف ستھرے مقاصد کے لیے استعمال کریں گے تو وہ دیرپا ثابت ہوگی' تسکین بخش بھی ہوگی اور وہ زندگی بھر آپ کا ساتھ بھی دے گی۔ اگر آپ اس کو غیر منطقی چیز کے طور پر استعمال کریں گے تو وہ جلدی ضائع ہو جائے گی۔ فرض کیجیے کہ انسان اور عورت میں ایک تولیدی قوت ہے' جس کو آپ ایک جگہ جوڑتے ہیں' ایک ملاپ کا سلسلہ ہوتا ہے اور اس سے بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس سے ہر کوئی راضی ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اسے غیر قانونی طور پر استعمال کرنا شروع کر دیں تو اللہ اس کو اس لیے خسارہ کہے گا کہ اس کے پیچھے جو اخلاقی ضمیر ہے وہ آپ کو اتنے کچوکے لگائے گا کہ نہ آپ کو چین لینے دے گا اور نہ اس قوت کے زوال پذیر ہونے کا سبب بنے گا۔ تمام گناہ ایک خسارہ ہیں جو آپ کے توازن کو خراب کرے گا اور ثواب اسی طرح عملاً آپ کے فوائد میں سے ہے۔ اللہ کو آپ کے گناہ و ثواب سے کوئی غرض نہیں ہے۔ شریعت اس لیے ہے کہ بہت سارے خسارے بہت تھوڑی سزا سے زمین پر پورے ہو جائیں۔ اللہ کی بنیادی غرض انسان کی نیت اور خیال کی کمٹمنٹ سے ہے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ جو چیز کسی نے دی ہے' اس کا عوض اس نے قبول کرنا ہے۔ اللہ نے اگر انسان کو کوئی خاص چیز دی ہے تو وہ عقل دی ہے۔ فہم و فراست دی ہے اور اس کا مقصد یہ بتا دیا کہ تجھے یہ عقل اس لیے دی ہے کہ تو غور و فکر کرنے کے بعد مجھے ماننے اور پہچاننے کے قابل ہو جائے۔ اگر انسان اس میں ناکام ہو گیا تو اس نے اپنی پیدائش' تخلیق اور خدا کی تخلیق کے مقاصد پورے نہیں کیے۔

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ گناہ اکتساب کا سبب بنتا ہے۔ بعض اوقات توبہ آپ کی آسودگی کا سبب بنتی ہے کیونکہ حضرت آدمؑ نے جو پہلا کام خدا کے حضور کیا' وہ خطا تھی اور خداوند کریم نے سب سے پہلا کام جو انسان کے حق میں کیا وہ توبہ قبول کی۔ عبادات تو بہت بعد میں آئی ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو قافلہ انسان خطا اور توبہ سے شروع ہوا ہے۔ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ توبہ آپ کا خسارہ پورا کر دیتی ہے۔ توبہ ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے توبہ کی وہ ماں کے پیٹ سے تازہ جنا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا توبہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک مرتبہ سے حتمی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بعض اوقات جبلت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ وہ ایک توبہ سے پوری طرح اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی۔ پھر جب تھوڑی دیر یہ قائم رہے گی' پھر آپ گناہ کریں گے' پھر اس پر گناہ کی سرزنش آئے گی' پھر آپ توبہ کرو گے تو بسا اوقات حدیث مبارکہ کی رو سے اگر ساری زندگی انسان خلوص دل سے توبہ کرتا رہے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی رہے گی۔ اس کی ایک وجہ ہے کہ

Toba is not a fixation---man is variable unit.

آدمی ہر وقت ایک بدلتا ہوا یونٹ ہے۔ اس کا اخلاق ایک وقت میں بہت اچھا' ایک وقت میں کم اچھا' ایک وقت میں سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ ایک دن میں انسان پر اتنے مراحل آتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر ٹکتا ہی نہیں۔ آپ کی کوئی

دوسری نماز پہلی جیسی نہیں ہوتی اور آپ کے مراحل' آپ کے خیال' آپ کی فکریں ہر جگہ آپ کو تبدیل کرتی رہتی ہیں۔ پھر اگر انہی خطا کاریوں میں آپ کسی خطا کے مرتکب ہو جائیں تو مسئلہ یہ نہیں کہ آپ توبہ کے بعد پھر توبہ کیوں کریں گے یا توبہ کے بعد توبہ کرنے کا مقصد نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب بھی خطا ہو' خلوص دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ چاہے آپ کو ستر مرتبہ توبہ کرنی پڑے۔ جب جبلت کمزور ہوگی تو توبہ غالب ہو جائے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور آئے گا کہ حضرت انسان اپنی خطا کاریوں کی روش سے انکار کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

دعا

سوال: دعا کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: میرا یہ خیال ہے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

بندے اور خدا کے درمیان دعا انتہائی ذاتی تعلق رکھتی ہے۔ دعا ایک خصوصی تعلق ہے۔ یہ ایک برآمدہ ہے۔ مجھے ایک بہت بڑے اور مشہور نجومی سے بات چیت کا اتفاق ہوا تو میں ان سے کہہ رہا تھا کہ اللہ نے زمین و آسمان میں کچھ برآمدے ضرور رکھے ہیں کہ

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تو اس نے کہا نہیں پروفیسر! سیڑھیاں۔ تو جب اس نے سیڑھیاں کہا تو میں بڑا چوکنا ہوا اور اس سے کہا کہ میں غلط لفظ استعمال کر رہا ہوں۔ اصل میں قرآن میں لفظ ہی معارج استعمال ہوا ہے تو میں بڑا حیران ہوا کہ میں قرآن کی ذرا اپنے انداز سے غلط تشریح کر رہا تھا اور اس نے سائنسی طور پر صحیح تشریح کر کے بتایا کہ اس کائنات میں کچھ سیڑھیاں ہیں اور ان سیڑھیوں کے ذریعے آپ بڑی آسانی سے یہ لاانتہا پھیلے ہوئے سراب کے فاصلے وصل کے حقائق میں بدل سکتے ہیں اور کوئی بھی شخص ایک خاص فریکوینسی پر ان سیڑھیوں سے گزرتا ہے تو خدا کے قرب و جوار میں جا بستا ہے۔ دُعا اس فاصلے کی وہی سیڑھی ہے۔ دُعا بھی ایک ایسی سیڑھی ہے جو تمام فاصلوں کو ختم کر دیتی ہے۔

اسی لیے جب دعا کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ اتنی ساری دعاؤں کے باوجود کیوں دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ تو فرمایا یہ مت کہو۔ ان ربی لسمیع الدعآء (۱۴(ابراہیم):۳۹) بلاشبہ میرا رب دُعا سنتا ہے۔ اللہ اس لیے جواب نہیں دیتا کیونکہ اللہ کے نزدیک وژن اور تعلیم آپ کے پورے احاطہ زندگی کو لیے بیٹھی ہے۔ اس کو یہ معلوم ہے کہ اگر میں اس کو بیرونِ ملک میں داخلہ دے دوں جیسے اس کے ماں باپ چاہتے ہیں اور یہ بیرونِ ملک چلا جائے اور یہ وہاں تعلیم یافتہ ہو تو یہ کبھی گھر نہیں پلٹے گا۔ اس کو یہ اچھی طرح علم ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے دین سے جائے گا مگر نیک ماں باپ یہ آرزو کرتے ہیں کہ بچہ پڑھ جائے' نیک بن جائے' اس کو کہیں وظیفہ مل جائے یا باہر چلا جائے مگر اس بچے

Marfat.com

کو باہر داخلہ نہیں ملتا کیونکہ خدا کہتا ہے کہ مجھے یہ علم ہے کہ اگر یہ باہر چلا گیا تو پھر یہ تمہارے کام کا نہیں رہے گا۔ اگر تم اس کے لیے نیکی کی دعائیں مانگ رہے ہو تو پھر نیک نہیں رہے گا۔ پھر یہ اسی طرح گوسفندانِ قدیم میں سے ایک گوسفند ہوگا۔ اسی کی طرح کا آدمی ہوگا۔ اس کا حشر بھی وہی ہوگا اور کم از کم یہ دعا نہیں ہے جو تم اس کے لیے کر رہے ہو' یہ بددعا ہے۔ اس لیے بعض اوقات ہمیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا بڑا سادہ سا قانون ہے وَھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شرلکم ط واللّٰہ یعلم وانتم لاتعلمون (۲(البقرہ):۲۱۶) اور یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو' بے شک اللہ ہی خوب جانتا ہے' تم نہیں جانتے۔

قرآن کے تلفظ کی ادائیگی

سوال: آیت کے تلفظ کی ادائیگی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کئی دفعہ ہم قرآنی آیات گفتگو کے انداز میں پڑھ جاتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

جواب: اگر آپ اس کی ادائیگی کو جان بوجھ کر غلط نہیں پڑھ رہے' بعض اوقات روانی میں' بعض اوقات یادداشت کی غلطی کی وجہ سے' بعض اوقات ذہنی تھکن کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ آپ کسی قرآنی آیت کو غلط پڑھ دیں مگر اللہ آپ کی نیت جانتا ہے اور آپ کو اس کی پریشانی نہیں ہوتی۔ جان بوجھ کر غلط آیت پڑھنے والا یقیناً گنہگار ہے۔

پاکستان اور اسلام

سوال: مسلمانوں کے زوال اور بزدلی کے زمانے میں تمام مسلمان حکمرانوں میں سے صرف ایک مسلمان لیڈر مہاتیر محمد جس طرح بیانات دے رہے ہیں' کیا آنے والے وقتوں میں مہاتیر محمد کوئی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں؟ (اس وقت مہاتیر منصب اقتدار پر نہیں ہیں)۔

جواب: مہاتیر محمد کا لہجہ کم از کم مسلمانوں کا سا ہے' حالانکہ اس کے پاس وہ آلات بھی نہیں ہیں مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلام کی بنیاد' اس کی اساس' پاکستان پر ہے۔ دنیا میں دو ملک ہیں جو اللہ کے لیے بنے یا دین کے لیے بنے۔ ایک اسرائیل اور ایک پاکستان۔ دونوں میں ایک بڑا فرق یہ رہا ہے کہ اسرائیل اپنے وجود میں آنے کے بعد اب تک اپنے وجود کو مستحکم کرنے میں یا اپنی مذہبی اپروچ کو مستحکم کرنے میں لگا رہا اور پاکستان کے ساتھ یہ بدقسمتی ہوئی کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد ہی پاکستان کے جملہ حکمران اس کی بنیاد کو غیر مستحکم کرنے میں لگے رہے مگر ایک بڑا فرق یہ رہ گیا کہ اسرائیل مستحکم ہونے کے باوجود اور پاکستان غیر مستحکم ہونے کے باوجود اپنے مراتب میں برابر چلتے گئے۔ اگر اُدھر وہ ایٹمی پاور ہے تو اِدھر پاکستان بھی ایٹمی پاور ہے۔ جملہ مکر و فریب جو اس ملت اسلامیہ میں جاری ہے اور تمام مکر و فریب جو ہمارے حکمرانوں میں جاری ہے' اللہ کے فضل و کرم سے دو بڑی بنیاد پرستیاں اس پاکستان کی زمین میں دھڑکتی ہیں۔ ایک اللہ کو ماننا اور ایک محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار کرنا اور یہی ایمان ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے زوال کی وجوہات

سوال: مسلمانوں کے زوال کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہم نے اسلام کے قوم پرستی کے تصور کو بھلا دیا ہے اور مغربی قوم پرستی کو اپنا لیا ہے جو کہ علاقے کو بڑھاتا ہے۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجتہ الوداع کو فراموش کر دیا جہاں انہوں نے فرمایا کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ آج عربی اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے جبکہ عجمی بھی۔ کیا یہ نظریہ پاکستان کی بھی نفی ہے؟

جواب: ایک تو آپ عربوں کی بدسلوکی سے شاکی نظر آتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ ہر نو دولتیے کا یہی رویہ ہے بلکہ آپ دیکھیے جواب کیسے مختلف ہو جاتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جب رستم بہادر ارمنی کے دربار میں گئے تو بڑے بیش قیمت قالین پڑے ہوئے تھے تو حضرت مغیرہؓ نے نیزے کی نوک سے انہیں چھیدا تو اس نے کہا' یہ کمبخت کہاں سے آ گئے ہیں جن کو قالینوں کا نہیں پتا۔ تو اس نے حضرت مغیرہؓ سے پوچھا کہ آپ عرب سے سفیر آئے ہو' تمہیں سلطنت کی کیا سوجھی کیونکہ تم لوگ تو سُوسمار اور گوہ کھانے والے ہو۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ہم تمہیں پیسے دے دیتے ہیں اور تم واپس چلے جاؤ ورنہ تمہارے پاس ہے کیا جو تم ہم سے لڑو گے۔ تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے اس سے کہا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ ہم ایسے ہی تھے جیسے تم کہتے ہو۔ ہم باہمی انشقاق و افتراق میں الجھے ہوئے تھے۔ آپس میں لڑتے تھے' قتل و غارت میں مصروف تھے۔ پھر اللہ نے ہم پر کرم فرمایا' پھر ہم میں محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ پھر ہمیں رحمت دو عالمؐ نے طریق زندگی بتایا۔ پھر ہمیں خدا کی وحدانیت کا سبق دیا۔ پھر ہم جمع ہوئے' ایک امت بنے اور اب ہم آپ کو کچھ کہنے آئے ہیں۔ یہ پیغام اچھی طرح سن لو یا جزیہ دینا قبول کرو۔ یہ ہمارے مقام اور چیزیں چھوڑ دو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ' تو وہ بھڑک کے کہنے لگا کہ تم لوگوں کے پاس چیتھڑوں کے سوا ہے کیا کہ جس کے بل بوتے پر تم جنگ کرنے آئے ہو تو حضرت مغیرہؓ نے اپنے چیتھڑوں سے تلوار بے نیام کی تو وہ سورج کی کرنوں کی طرح چمک رہی تھی اور کہا چیتھڑے تو ضرور ہیں نیام کی جگہ مگر تلوار کی کاٹ بڑی تیز ہے۔

اب فرض کرو کہ دیہات میں بیچاری خواتین کو مزدوری کرنا پڑتی ہے' اس لیے انہیں پائینچے اٹھا کے چلنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کے پاس اتنے طور طریقے تو نہیں ہوتے۔ فرض کرو اگر ایک خاتون امیر ہو جائے تو وہ عادتاً کیچڑ دیکھ کر اتنے ہی پائینچے اٹھائے گی جتنے ادھر خشک زمین پر اٹھاتی تھی۔ تو یہ جو نو دولتیہ پن ہوتا ہے یہ عربوں بیچاروں میں بھی آیا اور ہمارے اندر بھی موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ کوئی بندہ بھی اتنا مصلحت پسند اور اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے متکبر میں کوئی بڑی نشانی دیکھنا ہو تو یہ لازماً ہوگا کہ متکبر کہیں احمق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ احمق نہ ہو تو ہر وہ چیز جو اسے خدا کے فضل و کرم سے نصیب ہو رہی ہے' اس میں کس چیز کا کریڈٹ وہ اپنی طرف لیتا ہے۔ زندگی ادھار کی' مال و اسباب ادھار کے' رزق ادھار کا' بچے ادھار کے' حال ادھار کا' مستقبل ادھار کا' کون ایسا احمق شخص ہے جو خدا کو مانے اور پھر کسی چیز کا کریڈٹ خود لے' اس لیے جس کو آپ خود کریڈٹ لیتا دیکھو' وہ ضرور بیوقوف ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ عربوں نے تو حماقتوں کی انتہا کی ہے۔

Marfat.com

خدا سے محبت یا ڈر

سوال: میں خدا سے محبت کرتا ہوں اور بچپن سے مجھے یہ بتایا جاتا ہے کہ خدا ایک ایسا سخت گیر ہے جو ذرا ذرا سی بات پہ خفا ہو جاتا ہے، جس کی فرشتوں کی ایک فوج ہے جو انسان ذرا سا گناہ کرتا ہے اس کو یہ فوج ڈنڈے مارنا شروع کر دیتی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ خدا محبت کرنے والا ہے یا ڈرانے والا؟

جواب: اصل میں مصیبت یہ ہے کہ ہر آدمی خدا کی ذات کا گمان اپنی طرح کر لیتا ہے تو مولوی عبدالغفور نے بھی یہی سمجھا کہ خدا میری طرح کا ہوگا مگر خدا اس کی طرح کا ہے نہیں۔ خدا بات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتا ہے۔

ایک شخص فوت ہو گیا ڈرتے ڈرتے جب خدا کے حضور پہنچا تو اللہ نے کہا میں نے تو تجھے ڈرنے کے لیے نہیں کہا۔ اگر تو پیچھے سے ڈرتا آیا ہے تو اِدھر بھی ڈرتا رہ۔ تو اس کو سکون و فرحت نصیب نہیں ہوئی۔ مختصراً میں سمجھتا ہوں کہ خدا کو صرف محبت عزیز ہے کہ فاذکروا اللہ کذکر کم ابآء کم او اشد ذکرا (۲(البقرہ):۲۰۰) ایسے مجھے یاد کرو جیسے اپنی ملکیتوں کو کرتے ہو۔ ذرا زیادہ کرو تا کہ مجھے یہ احساس ہو کہ تم ہر چیز سے بڑھ کر مجھے پیار کرتے ہو۔ تو خدا کی کتاب میں عذاب کسی ماننے والے کو نہیں۔ خدا کی کتاب میں عذاب صرف اس کو ہے جو اس کو صاحب محبت نہیں مانتا۔ کافر کو ہے' مشرک کو ہے مگر مسلمان کو نہیں ہے۔ مسلمان کے لیے اتنے سارے رستے کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ کے اُنس کے' پیار کے' جاننے کے۔

ایک حدیث ابو سعید خدریؓ نے نقل کی ہے اور وہ ایسی حدیث ہے جس کو سن کر انسان کے قلب کے تمام دروازے خوشی سے کھل جاتے ہیں کہ جس نے ایک مرتبہ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا' اس پر اللہ نے نارِ دوزخ حرام کر دی۔

Marfat.com

اسلام، آج اور کل

☆ لیکچر

سوالات و جوابات

☆ کوشش کیوں؟

☆ جنت یا دوزخ

☆ حضور ﷺ سے محبت کا اظہار

☆ حضور ﷺ کی محبت صرف آپ کے چہرے سے ہی نہیں

☆ سائنس کی رُو سے مسلمانوں کا زوال

☆ خلوص اور اخلاص

☆ غیر مسلم بچے کا حساب

☆ علم کے واسطے چین تک

☆ Kat Stevens

☆ وسوسہ اور الہام

☆ فلاح پانے والا فرقہ

☆ کمپیوٹرائزڈ نسل

☆ شعور کی عمر کا تعین

☆ جذبات کی مخالفت

☆ اسلام میں تفریح کا تصور

☆ اللہ کے ولی جو عراق میں دفن ہیں

☆ یہ لیکچر 27 مارچ 2003ء سیرینا ہوٹل فیصل آباد میں ہوا۔

Marfat.com

اسلام' آج اور کل

خواتین وحضرات! میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ ان حضراتِ محترم کا بھی جنہوں نے اس تقریبِ سعید کا افتتاح کیا اور مجھے کچھ پرانے دوستوں سے ملاقات کا شرف بخشا۔ یہ پرانے دوست بڑی خطرناک شے ہوتے ہیں۔ ذوقؔ فرما گئے ہیں:

اے ذوقؔ کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

آپ دیکھیے کہ مسیحا کے قریب آنے کا وقت ہے اور ہمیں دوستوں کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ آج کا موضوع شاید کسی مخصوص ترکیب کا حامل نہیں۔ پروردگارِ عالم اس دنیا کے بننے سے پچاس ہزار سال پہلے مقصودِ اَزل لکھ کے' تقدیرِ زندگی لکھ کے لوحِ محفوظ میں محفوظ کر بیٹھا۔ پھر ایک دوسرا اتفاق ہوا کہ اس کے بعد اُس نے پوری کی پوری تعلیم انسان کو کتابِ حکیم میں اور تعلیم کے مُعلّم کے حصول کو اسی کتاب میں محفوظ کر دیا اور علم ختم ہوا۔ معلّمین ختم ہوئے۔ کتاب ختم ہوئی' رسالت ختم ہوئی۔ اگر آپ غور کیجیے تو یہ بڑا عجیب سا مرحلہ ہے۔ یہ کیا ہوا کہ مذہب تو اپنی بساط لپیٹ چکا ہے اور انسان ابھی رہگزارِ حیات سے گزر رہا ہے۔ پندرہ سو برس پہلے اللہ نے جو کچھ کہنا تھا' کہہ دیا۔ اُس کی تعلیمات ختم ہو چکی ہیں۔ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر آپ غور کیجیے تو ایک انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آخر یہ کس قسم کا سببِ علم ہے۔ یہ جو بیچ کے فاصلے ہیں۔ یہ صدیاں جو ہمارے اور قرآن کے درمیان حائل ہیں' زمانہ جو اتنا آگے بڑھ گیا ہے' زمانہ جو ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ زمانہ جو سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر رہا ہے۔ زمانہ جو نفع وحکمت کے اسباب ڈھونڈ رہا ہے۔ زمانہ جو اپنے آپ کو خدائی کے القاب دے رہا ہے' زمانہ جو بُش اور بلیئر بن چکا ہے۔ آخر اتنا آگے بڑھتا ہوا زمانہ جو ہے' وہ پندرہ سو سال پہلے والی کتاب سے کیا استفادہ کرے گا اور پندرہ سو سال پہلے گزرے ہوئے استاد سے کیا استفادہ کرے گا۔

ایک بہت بڑا مرحلہ ہے جو بے یقینی کا ہر انسان میں آتا ہے۔ وہ وقت ہے جو ہمارے اور قرآن کے درمیان گزرا ہے۔ وہ زمانہ جس میں قرآن نازل ہوا۔ وہ معاشرہ جس میں قرآن اترا۔ وہ تہذیب جس میں قرآن اترا' اس کا اور اس تہذیب کا کتنا بڑا فرق ہے۔ کیا کوئی ایسا سبب نظر آتا ہے' کیا کوئی ایسی وجہ نظر آتی ہے کہ آج سے پندرہ سو برس پہلے کی کوئی کتاب اب بھی لاگو ہو۔ آج سے پندرہ سو برس پہلے کا کوئی کلچر' تہذیب کا کوئی انداز اب ہمارے اندر سلامت ہو۔ اب

Marfat.com

ہم ان کو اساطیر الاوّلین کہتے ہیں۔اب آثار و باقیات کہتے ہیں۔اب ہم انہیں اپنی زندگی کا خاصہ نہیں بناتے۔ہم اپنی زندگی میں ان علوم کو دخل تو نہیں دیتے۔اب بطلیموس ہمارا حکیم تو نہیں ہے' اگرچہ ان کے نام کتاب علم پر مرتسم ضرور ہیں مگر اب سقراط تو ہماری رہنمائی نہیں کرتا' افلاطون تو ہمارا رہنما نہیں' اس زمانے کے علوم تو ہماری رہنمائی نہیں کرتے' اس زمانے کے عقلمند حضرات جو ہیں' اس زمانے کا ماہر علم نجوم جو ہے' اس زمانے کا سائنسدان جو ہے' اس زمانے کے ماہرینِ علوم جو ہیں وہ تو اب پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے۔ہاں اُن کے نام ضرور سلامت ہیں۔ہم اپنے سلسلۂ تعلیم کو منقطع نہیں کرتے۔ہم نے اُن بزرگوں کو اس لیے ساتھ نہیں رکھا کہ آج کے دَور میں ہم اُن سے ہدایت طلب کرتے ہیں' بلکہ اس لیے رکھا ہوا ہے کہ رہگزارِ علم میں جو مختلف منازل کے نشان ہیں' وہ نمایاں رہیں۔

مگر خواتین و حضرات! یہ کیا کتاب ہے جو آج بھی زندگی کے ہر لمحے میں' ہر سال میں' ہماری ابتداء میں' ہماری انتہا میں' ہمارے کلچر میں' اخلاق میں غرضیکہ ہر چیز میں دخل دیتی ہے۔تو کیا انسان اس قسم کی مداخلت برداشت کرے گا' آج کا انسان۔کیا آج ہم قرآن کی افادیت کو اسی طرح تسلیم کریں گے' جیسے آج سے پندرہ سو برس پہلے کرتے تھے۔یہ سوال آج کے انسان کا ہے۔یہ سوال ہر اُس انسان کا ہے جو تہذیب حاضرہ کا متعلّم ہے کہ انسان آج بھی جب پیدا ہوتا ہے اور جب مرتا ہے تو اُس کی پوری زندگی انہی ابتدائی قوانینِ حیات سے گزرتی ہے' انہی غموں سے انہی تراکیب سے گزرتی ہے' انہی انسانی اشراتی رویوں سے گزرتی ہے۔اسی کمی اور بیشی کے بحران سے ہر انسان گزرتا ہے۔اسی اخلاقی چپقلش سے گزرتا ہے۔اسی طرح اُس کے ذہن میں ذہنی تصادم ہیں جو آج سے پندرہ سو برس پہلے کے انسان کے ذہن میں جنم لیتے تھے۔انسان نے فلک بوس عمارتیں تعمیر کر دیں۔انسان نے سیٹلائیٹ طیارے بنالیے۔انسان نے بجلی سے چلنے والی خود کار سیڑھیاں بنالیں' انسان نے جدید ترین مشینوں کے اس شور و غوغا میں اپنے آپ کو معتبر اور متکبر جانا' مگر آج تک کوئی انسان ایسا نہیں جس نے اپنی بنیادی اخلاقیات کو تبدیل کیا ہو' جس نے اپنے بنیادی' اخلاقی رویوں کو تبدیل کیا ہو۔یہ تمام عروجِ انسان' یہ تمام ترقی' یہ تمام قدر و منزلت جو انسان نے آج تک حاصل کی ہے' اس کے باوجود وہ آج کا بھی وہی جبلی انسان ہے جو پندرہ سو برس پہلے تھا اور جو پیغام اُس کی داخلی زندگی کو استوار کرنے کے لیے آج سے پندرہ سو برس پہلے دیا گیا' وہی پیغام انسان کے لیے معتبر اور مستند ہے۔اگر عاد و ثمود ایک بدکاری کی وجہ سے تباہ کیے گئے تو آج بھی جدید ترین ممالک کے انسان میں وہی افعال رُو پذیر ہیں' اگر کسی خرابی کی وجہ سے' کم تولنے کی وجہ سے قوم شعیبؑ کو برباد کیا گیا تو آج بھی انسان اسی قسم کے مکر و فریب اور ریاکاری کا شکار ہے جیسے اُس وقت تھا۔انسان کی بنیادی ترکیب اُس کی جبلی ترکیب اور اس کے مکر و فریب اور ریاکاری کی تکنیک نہیں بدلی۔انسان آج بھی اسی ہدایت کا متلاشی ہے جیسے آج سے پندرہ سو برس پہلے کے انسان تھے۔اگر آپ اُس دورِ جہالت اور آج کے دورِ جہالت کا مطالعہ کریں تو ایک عجیب سا بنیادی فرق جو ہمیں نظر آتا ہے' وہ یہ ہے کہ اُس وقت کے ابتدائی معاشرے میں انسانی معاشرے میں کچھ خصائص ایسے موجود تھے جن کی وجہ سے اللہ نے اُن کو چنا' اُن کو بزرگ و برتر کیا' اُن کو اصحابِ رسول ﷺ کا مقام دیا۔محمد رسول اللہ ﷺ کو اُن میں پیدا کیا اور اُن کو سارے زمانے سے معزز کیا اور آج کے اس معاشرے میں جبکہ ایک ارب مسلمان موجود ہیں' اللہ کو ایک ایسا بندہ نظر نہیں آ رہا جس کی خاطر وہ زمانے کو بدل دے۔جس کی خاطر وہ زمین و آسمان کو بدل دے' جس کی خاطر وہ

Marfat.com

اسلام کو قوت و عظمت دے۔ جس کی خاطر اُس کا قہر و غضب اعدائے اسلام پر گرے' جس کی خاطر محبت اور اُنس کی وہ فضا قائم ہو جو آج سے پندرہ سو برس پہلے قائم تھی۔

خواتین و حضرات! چالیس کی دہائی میں مَیں پیدا ہوا' ساٹھ کی دہائی میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوا۔ علوم شرقیہ' علومِ مغربیہ دونوں پڑھے۔ میرا خیال تھا کہ علم تسکین پیدا کرتا ہے۔ میں بے چین تھا' بے قرار تھا' میرا خیال تھا کہ علم تسکین پیدا کرتا ہے' علم امن دیتا ہے' سنا بھی یہی تھا' پڑھا بھی یہی تھا کہ جُوں جُوں علم بڑھتا ہے تسکین بڑھتی ہے' سکون بڑھتا ہے۔ ایک پائیدار اعتدال نصیب ہوتا ہے' مگر ایسا ہوا نہیں۔ جُوں جوں علم بڑھتا گیا اضطراب و بحران بڑھتا گیا۔ نقائصِ ذات بڑھتے گئے۔ خیال کے حادثات بڑھتے گئے' وہ ذہن جو کم علمی پر مطمئن تھا' کم از کم اندھے ایمان کی جہالت پر مطمئن تھا۔ جب اسے تشکیک کی روشنی ملی اور آفاقِ علم واضح ہوئے تو پھر یہ اور بے چین اور مضطرب ہوتا گیا اور کبھی کبھی میں پکار کے کہتا تھا پروردگار! علم کہاں ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں قوم پرستی' تشکیک' انفرادیت پسندی اور وجودیت ہزار ہا ایسے چھوٹے چھوٹے فلسفوں کے تازہ تازہ رخ بن رہے تھے جو تمام کے تمام انسان کے وجود کو' اُس کی رُوح کو برتری بخش رہے تھے اور تمام کے تمام آفافیت سے اندر آتے ہوئے انسان کی وجودیت پر زور دے رہے تھے اور خیال کیا جا رہا تھا کہ وہ تمام تصوراتی فلسفے جو ان عظیم یونانی فلسفیوں سے چل کر دورِ حاضر تک پہنچے تھے' وہ مشینوں کی تیز رفتاری میں ان کے پہیوں کے چلتے ہوئے چکروں میں۔ وہ تمام کے تمام فلسفے انسان کی مادیت پر مرتکز ہو رہے تھے اور کہاں کیمونزم' تشکیک' وجودیت اور منطقی اثباتیت (Logical Positivism) اور کیا کیا ایسا فلسفہ نہ آ رہا تھا جس کی زد براہِ راست تصورِ خدا پر پڑ رہی تھی۔ خواتین و حضرات! بڑی واضح سی بات تھی' ایک ایسے عصر میں وجود پانے سے ایک ایسے کل میں کہ جس میں تمام کا تمام فلسفہ' تمام کے تمام خیالات' تمام کے تمام رُجحانات جو ہیں خدا کے وجود کو سراب اور تخیل ثابت کر رہے ہوں۔ اس کے بعد آپ کے پاس یہ حق ہی نہیں رہ جاتا کہ آپ اپنے اسی قدیم تصور پر جاہلوں کی طرح اپنی توجہ مرتکز رکھیں اور اس تصور سے ہٹنے کی کوشش نہ کریں۔ اس وقت جتنے بھی علم کے طریقے آ رہے تھے' جتنے بھی دینی طریقے آ رہے تھے' اتفاق دیکھیے ان میں کوئی طریقہ بھی اندرونی نیتوں کا نہیں تھا۔ سارے کے سارے ایک Dogmatic Practical Move پر جا رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ اسلام صرف ایک سسٹم ہے' کیمونزم کے خلاف اسلام صرف ایک نظام ہے' اس میں کوئی ایسی غیر معمولی چیز نہیں ہے جو تمام نظاموں سے اسے اعلیٰ تر اور برتر مقام عطا کرے۔ اصولاً یہ بھی ایک ایسا ہی سسٹم ہے جیسے کیمونزم ہے' جیسے سوشلزم ہے' جیسے جمہوریت ہے۔ ایک ایسا سسٹم ہے جسے آپ آمریت کہہ سکتے ہو۔ تو پہلا سوال ذہن میں اٹھتا تھا کہ اگر خدا کے نظام میں اور انسان کے نظام میں اداروں کا ہی فرق ہے تو پھر خدا کو اتنی مصیبت کیا پڑی تھی کہ اسلام کو ان الدین عند اللہ الاسلام (سورۃ آل عمران' آیت ۱۹) کہتا۔ اتنی کیا مصیبت پڑ گئی تھی اللہ کو۔ کیوں نہ اُس نے نظام بنانا انسان پر چھوڑ دیا۔ اُس نے عقل تو دی تھی' یہ حق کیوں نہ بخشا کہ نظام آپ خود استوار کرو۔ کیا ضرورت تھی نظامِ اوقاتِ نماز دینے کی۔ کیا ضرورت تھی زکوٰۃ دینے کی' کیا ضرورت تھی صدقات کی' کیا ضرورت تھی سود سے منع کرنے کی۔ ہدایت کرنے کی' کیا ضرورت تھی ہمسائے کے حقوق کی نگہداشت کرنے کی۔ کیا ضرورت تھی آپ کو جنسی رویہ دینا' مالیاتی رویہ دینا' اخلاقی رویہ دینا اور بات چیت کے فرائض آپ کو بتانا' اُٹھنے بیٹھنے کے طریقے آپ کو

Marfat.com

بتاتا۔ خواتین وحضرات! ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام ایک اُمید ہے۔ اللہ پر اگر کوئی اور گمان نہ ہو تو اللہ ایک اُمید ایک بہت بڑی اُمید جو دنیا کا کوئی نظام نہیں دیتی۔ دنیا کا کوئی نظام وہ اُمید نہیں دیتی جب میں کہکشاؤں کے بلین سالوں کے توازن میں اپنے ساٹھ برس دیکھتا ہوں تو ناامید ہو جاتا ہوں۔ میری تو زندگی کوئی شے ہی نہیں۔ یہ ساٹھ سال کہاں ایڈجسٹ کروں گا۔ میں تو ایک خودرَو پودے کی طرح ہوں۔ اپنے آپ کو زمین کے دامن سے اُگتا ہوا' بڑھتا ہوا اور پھر مرجھاتا' پتی پتی ہو کے بکھر جاتا ہوا دیکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری زندگی کیا ہے' کون انسان ہے جو اس زمین پر اپنی روٹین سے باہر نکلنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا ہم سب کی وہی روٹین نہیں ہے۔ ہمارے پیشے جدا ہوں گے مگر اسی زمین پر رہتے ہوئے ایک طرح سے ہم پیدا ہوتے ہیں' ایک طرح سے ہم زندگی کی جدوجہد کرتے ہیں' ایک ہی طرح سے ہمارے معاملات طے ہوتے ہیں' ایک طرح سے ہم بوڑھے ہوتے ہیں' ایک ہی طرح سے ہم اپنی اپنی موت کو نکل جاتے ہیں۔ کوئی حادثات کے ذریعے' کوئی چھوٹی سی اندھیری قبر کے اندر جا گھستا ہے۔ یہی ہمارے جینے مرنے کا طریقہ ہے اور تمام فلسفہ ہائے حیات جو باقی ہیں' وہ صرف ہمیں یہی ایک بات بتاتے ہیں کہ آپ صرف زندگی میں ایک بار جینے کے لیے آئے ہو اور پھر دوسری بات کیا بھلا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے' کیا بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑے گی' کیا ہمیں دوبارہ ایک نئی زندگی عطا کی جائے گی۔ خواتین وحضرات! ان تمام باتوں میں صرف مذہب ایک ایسی امید دیتا ہے' صرف مذہب ایک ایسی امید دے رہا تھا کہ تمہاری یہ معمولی سی زندگی جو ہے' یہ عذاب ہے نہ ثواب۔ یہ قدر ہے' پیمائش ہے۔ اس تھوڑے سے وقفۂ حیات سے

ع یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

یہ معمولی سا وقفہ ہے۔ زندگی ایک سفر کا وقفہ ہے۔ صرف مذہب ہمیں بتا رہا تھا کہ مستقر ومتاع الیٰ حین (۲ البقرہ:۳۶) بہت معمولی سی ہے' تھوڑی سی ہے۔ اس پر گمانِ حقیقت نہ کر بیٹھنا۔ اس سراب کو پانی نہ سمجھ بیٹھنا۔ یہ تھوڑا سا عرصہ ہے' تھوڑا سا قیام' تھوڑا سا فائدہ۔ تو اس تمام بحران میں جب انسان کو جو بڑا سوچنے والا ہے' اپنی زندگی کے نامعلوم قدر کی شناسائی ہوتی اور اس بحران سے واسطہ پڑا تو رب کعبہ کی قسم خدا کے سوا کوئی یہ اُمید نہیں دیتا کہ ہم اس زندگی کے بعد بھی ایک طویل ترین زندگی کے حق دار ہیں۔ صرف اور صرف اللہ آپ کو یہ اُمید دیتا ہے کہ اس زندگی کے بعد بھی زندگی ہے۔ اس زندگی میں اگر میں رحمٰن ہوں تو اُس دنیا میں مَیں رحیم ہوں' اس دنیا میں تھوڑا اکرم کرتا ہوں' اللہ کہتا ہے کہ یہ بھی ایک جبر ہے کہ تمہاری آزمائش ہونا ہے۔ اگر تمہاری آزمائش نہ ہونا ہوتی تو مَیں اس زندگی میں تم پر اتنا مہربان ہوتا کہ تم سوچ بھی نہ سکتے۔ اگر ہمیں آزمائش منظور نہ ہوتی تو دنیا میں تمام کان الناس امت واحد تمام نسلِ انسان ایک ہی اُمت ہوتی' ایک مذہب ہوتا' ایک خیال ہوتا' ایک ہی نظریہ ہوتا' کوئی بیماری نہ ہوتی' کوئی مکروفریب نہ ہوتا اور انسان بڑے آرام سے اس دنیا سے گزرتا ہوا اپنی کہکشانی زندگی کا حق دار ہوتا۔ جنت میں جا کر اپنی اقدار سنبھالتا' نئی تخلیقات دنیا میں اپنے آپ کو ممتاز کرتا مگر ایسا نہیں ہے۔ خواتین وحضرات! خدا نے انسان کی داخلی اور خارجی زندگی کے لیے اخلاقی قانون نہیں بنایا۔ جب بھی انسان کے بس میں ہوا' اس نے سب سے پہلے اخلاقی قوانین کو تہ وبالا کیا۔ یونانیوں نے جب بھی اپنی بدکاری اور اپنی زندگی کے بحرانوں کا آغاز کیا' تو سب سے پہلے ایک خدا کو پانچ خداؤں میں بدل دیا۔ جو خدائے واحد تھا جس کا کلونس نام تھا' اُس کے پانچ بچے پیدا کر دیے۔ اس میں زلیس' ایتھوڈائس' ہفاسٹس اور ماس پانچ خدا پیدا کر دیے۔

Marfat.com

ہندوؤں میں ایک اللہ اندرا کی صورت میں آیا۔ انہوں نے آتے ہی اس بیچارے کی دو شادیاں کروادیں۔ متھرا اور ویرونا یعنی دو نسوانی خدا پیدا کردیے۔ یعنی انسانوں نے ہر حال میں اپنے گناہ کی توجیہہ کے لیے خدا پیدا کیے' گناہوں کی توجیہ کے لیے انہوں نے خدا تخلیق کیے۔ جب اُن سے ایک کرپشن سنبھالی نہ گئی' جب وہ ایک قسم کی بدکاری میں پڑے اور دوسری قسم کی بدکاری میں پڑے' تو اُن کے پاس بچت کی کوئی راہ نہ رہی' کیونکہ ایک خدا کی اخلاقیات سے بغاوت کرتے ہوئے انہوں نے سوچا کہ یہ خدا تو اس قسم کا خدا ہے کہ یہ کبھی بھی اس غیر اخلاقیات کی اجازت نہیں دے گا۔ انہوں نے فوراً کسی کے نام کثرت شراب لگادی' کسی کے ساتھ انہوں نے اور بڑے غیر معقول رویے لگادیے۔ قوم عاد و ثمود نے اپنے کارناموں کے لیے چند خدا تخلیق کرلیے اور صومالیوں نے اشارتھے کو اپنی کرپشن کا سہارا بنالیا۔ اس طرح ہر تہذیب نے اپنی اپنی خرابیوں کو تحفظ دینے کے لیے اپنے اپنے خدا تخلیق کرلیے۔ مگر

But the natural stream of religion was there.

ایک صاف ستھرا رستہ' جستہ جستہ' قطرہ قطرہ یہ حوادث بھی زمانے کی صراحی سے ٹپک رہے تھے۔ کبھی ادریسؑ' کبھی ابراہیمؑ' کبھی موسیٰؑ' آخر اس سلسلے کی تان یہاں ٹوٹی کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۵ (المائدہ): ۳) کہ ہم نے آج تمہارا دین مکمل کردیا' نعمت تمام کردی' دین پورا کیا۔ رسالتؐ پناہ آگئے۔ بس اب اس کے بعد تمہیں درس نہیں دیا جائے گا۔ اب جو کچھ بھی طرزِ حیات ہم نے تمہیں دینا تھا' دے دیا ہے۔ اب عقل و شعور بھی مل گیا ہے۔ زمانوں سے گزرتی انسانی سوسائٹی اب اس قابل ہوگئی تھی کہ اپنا نفع و نقصان سمجھ سکتی۔ اب وہ اپنے آپ کو اتنا عقلمند سمجھتی تھی کہ خیر و شر میں تفریق کرسکتی' اس لیے اس کتاب کے بعد' اس پیغمبر ﷺ کے بعد مزید کوئی ایسی گنجائش نہیں رہی تھی اور انسان نے یہ ثابت کیا کہ خدا ٹھیک کہہ رہا ہے' انسان نے یہ ثابت کیا کہ ان پندرہ سو سالوں میں ہم نے انسان کے ذہن کو اتنی تیزی سے ترقی کرتے ہوئے دیکھا۔ اتنی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان معاشروں کو اتنا ترقی یافتہ ہوتے ہوئے دیکھا کہ آج یہ فاصلہ بہت بڑا فاصلہ لگتا ہے۔ وہ فاصلہ جو پہلے صدیوں میں پُر ہوتا تھا' اب سال کے سال اتنی تیزی سے پُر ہونے لگا کہ آج کے دن جب ہم پندرہ سو سال پیچھے دیکھتے ہیں تو ہمیں حقائق کے اس انبار میں جواب ہم لگا رہے ہیں اور ڈیٹا کے اس انبار میں جواب موجود ہے' جب پچھلے زمانوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسا لگتا ہے کہ انسان نے اپنے سفر کا کبھی آغاز ہی نہیں کیا۔ خواتین و حضرات! یہ اتنی جلدی کی ترقی جو ہے' یہ انسانی تکبرات کا باعث بنی۔ آج کا فاتح جو ہے وہ چنگیز خان اور اٹیلہ نہیں ہے' اٹیلہ اور چنگیز خان یا امیر تیمور برلاس یا ہٹلر۔ انہوں نے کبھی بھی مذہبی سوالات نہیں اٹھائے تھے۔ حتیٰ کہ چنگیز خان جیسا بھی تھا ظالم تھا' قتل کرنے والا تھا' مگر اپنی مہم سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر اپنے آباؤ اجداد کی ارواح سے اجازت طلب کرتا۔ حتیٰ کہ جو بدترین آمر بھی اس تختۂ زمین پر گزرے وہ بھی کسی نہ کسی حقیقت پر یقین رکھتے تھے مگر اب نہیں۔ آج کا آمر صرف سیٹلائیٹ پر یقین رکھتا ہے۔ آج کا آمر صبح و شام اگر آپ ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہیں Precise laser-guided missiles پر اعتبار رکھتا ہے۔ آج کا آمر ان تمام اشیاء پر جو خود اُس نے بنائی ہیں اور جو اُس کے اسباب ہیں' اُس کی اشیاء ہیں ان پر اعتبار رکھتا ہے۔ اور وہ اپنی ایجادات پر نازاں ہے۔ ظاہر ہے خواتین و حضرات! اب تھوڑا سا آپ غور کریں تو اگر اُس کا غرور اُس کے اپنی ہی تخلیق کردہ اسباب قتل

وغارت پر ہے تو وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے۔ اگر مَیں نے ہی اس دنیا کو بنانا اور تباہ کرنا ہے اور مَیں صبح وشام بجائے کسی اور چیز کی تعریف کرنے کے اپنے ہی ہنر کی تعریف کر رہا ہوں' اپنے ہی بنائے ہوئے اسباب کی تعریف کر رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ مَیں کسی اور کو خدا نہیں مانتا۔ مَیں اپنے آپ کو خدا مانتا ہوں۔ بے شک آج کا انسان خدا ہونے کا دعویٰ نہ کرے' لیکن اگر آپ حقیقت کو پڑھنے والے ہوں تو آج کا انسان دعویٰ کرے نہ کرے' اپنے آپ کو خدا سمجھتا ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے جو پہلے زمانوں میں نہ تھا' پہلے زمانوں میں شرک تھا۔ آج تک میں نے ایسا کوئی شخص دنیا میں دیکھا نہیں جس نے خدا کو سرے سے مانا نہ ہو۔

There were no agnostics. There were no disbelivers in God.

خدا کے خلاف یہ جتنا فلسفہ آیا' خدا کے خلاف نہیں تھا' سادہ سی بات' بڑے سے بڑے فلاسفر نے خدا کا انکار نہیں کیا' صرف یہ کہا کہ چونکہ حقائق اور اسباب میں خدا نہیں آتا اس لیے:

We refrain to believe, It was not disbelief.

یہ خدا کا انکار نہیں تھا بلکہ اگر روشن خیالی کا دور آیا۔ اگر تشکیک کا زمانہ آیا۔ اگر انسان بڑھتا ہوا عقلی دور سے گزرا۔ اگر اُس نے خدا کا انکار کیا تو یہ نہیں کہا کہ خدا نہیں ہے۔ آج تک کوئی فلسفہ ایسا نہیں گزرا جس نے کہا ہو کہ خدا نہیں ہے۔ سائنسی تجسس' روشن دماغی' ان کا تدبر' ان کا تفکر' ان کی عقل نے صرف ایک بات کہی کہ خدا ہمارے بنائے ہوئے قوانین کی زد میں نہیں آتا' چونکہ یہ تلاش وتحقیق میں پورا نہیں اترتا۔ چونکہ وہ ہمارے سائنسی معیارات اور پیمانے میں نہیں آتا اس لیے ہم خدا کو ماننے سے گریز کرتے ہیں۔

That was the way which is wrongly understood to be the denial of God. It is not the denial of God. In fact the inquiry says:

کہ اب وہ موضوع جس کی شہادت عقل ومعرفت نہ دے سکے' اُس کی ہم تصدیق نہیں کرتے۔ ہوگا کوئی خدا' مگر ہم اُس کی تصدیق نہیں کرتے۔ خواتین وحضرات!

ایسی ہی صورتِ احوال تھی' جو چالیس سے آگے ساٹھ اور استی کی دہائیوں میں مجھ پر بھی گزری' آپ پر بھی گزری ہوگی اور بہت سارے وقت کے ساتھ ساتھ انسانی ترقی اسی توازن اور اسی تواتر سے گزرتی ہے' آپ پر بھی گزری۔ لیکن میرے ساتھ ایک استثنیٰ ہے کہ تعلیم کے ادوار میں خواتین وحضرات! میں نے صرف ایک استثناء صورت اختیار کی کہ جب مَیں اپنے اردگرد دیکھتا تھا' ماں باپ کو' رشتے داروں' عزیزوں کو' اساتذہ کو' ماحول کو تو مجھے لگتا تھا کہ خدا کوئی نہیں ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں یہ بات کہنے سے مگر جب بھی مَیں اپنے اردگرد دیکھتا تھا تو لگتا تھا خدا کوئی نہیں ہے۔ قول وفعل کے تضاد کی وجہ سے نہیں' خالی نمازیں اس وقت بھی بہت پڑھنے والے تھے' خدا خدا کہنے والے بہت تھے' اخبارات اس وقت بھی بھرے ہوئے ہوتے تھے اللہ کے ذکر سے۔ سنڈے ایڈیشن میں رنگین صفحات نکلتے تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ پر۔

But I felt it that nobody in this society sounded to me to be accountable to God, nobody.

اصل میں خدا جوابدہی ہے۔ اللہ جوابدہی ہے۔ جوابدہی کا ایک مرکز ہے۔ میری جوابدہی کا مرکز نماز نہیں ہے' روزہ نہیں ہے' قبر نہیں ہے' موت نہیں ہے' قتل و غارت نہیں ہے۔ میری جوابدہی کا مرکز دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ مَیں یا جبر کو جوابدہی دیتا ہوں یا مَیں اپنے ذہن سے' اخلاص سے' عقل سے' معرفت سے' اپنی ذات سے' بالا کسی کائناتی قوت کو جوابدہ ہوں جسے آپ اللہ کہتے ہیں مگر مَیں نے اپنے دور میں یہ دیکھا تھا:

When people don't believe in, how can be accountable to him.

جب آپ ایک چیز پر یقین نہیں رکھتے۔ جب ایک چیز پر آپ کا اعتبار نہیں ہے تو آپ اس کو کیسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ جب اللہ کا سراغ نہیں رکھتے۔ اللہ کا سراغ دینے والا کوئی موجود نہیں ہے تو پھر اس کو جوابدہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ کس سے راستہ پوچھیں گے؟ کوئی تو معاشرے میں ایسا ہوتا' جس کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے کہ یہی وہ شخص ہے جو اللہ پر دلیل ہے۔ بدقسمتی سے جب عقلی بحران نہیں ہوا کرتے تھے۔ جب لوگوں کے پاس سوال نہیں ہوتے تھے۔ جب لوگوں کے پاس شک نہیں ہوا کرتے تھے۔ جب لوگ اوہامِ باطلہ کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے تو لوگ ان بندوں کو ڈھونڈتے تھے جو خدا کی دلیل رکھتے تھے' لیکن اب نہیں۔ اب عقل اتنی بالغ ہو چکی تھی کہ وہ اپنی تشفی چاہتی تھی۔ اپنے سوالوں کے جواب مانگتی تھی اور جواب دینے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ اکیڈمک حضرات جواب نہیں دے سکتے تھے۔ آپ کو ان سے بہتر لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ کوئی بھی حکم نہیں ہے جس کے اِدھر اور اُدھر سوال و جواب نہ ہوں۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کے اوپر شک نہ گزرے۔ خواتین و حضرات! میں آپ سے عرض کر رہا تھا۔ ایسے میں مجھے خیال آیا کہ کیا لوگوں کے یا اپنے حالات پر مطمئن ہو جاؤں۔ خدا کا انکار صرف اس لیے کر دوں کہ مجھے ارد گرد یا آس پاس یا اپنے ماحول میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو قلباً' ذہناً' عملاً' قولاً خدا کے روبرو جوابدہ ہو۔

I thought, I thought on my part اس اللہ نے جس نے مجھے عقل دی ہے۔

This will be an act of great injustice to reject the concept of Go[d] without looking for it, without putting some effort.

جیسے آپ نے باقی علمی تحقیق کی' جیسے سائنسدان پچیس پچیس برس ایک نقطہ خیال پر مرتکز ہوتا ہے' جیسے ایک سماجی مصلح' جیسے ایک معمولی سا پوسٹ گریجویٹ سوشل سائنسز کا۔ جب تک ہزاروں انسانوں کی زندگی کا مطالعہ نہ کرے جیسے ایک نفسیات دان بہت سارے کیسز کا مطالعہ نہ کرے تو اپنے خیال کی اور اپنے تھیسز کی تکمیل نہیں کر پاتا۔ خدا پر غور کیے بغیر اس کے معاملات پر توجہ کیے بغیر اس کو وہ فوائد دیے جو عام طور پر ہم ایم۔ اے کے تھیسز کو بھی نہیں دیتے۔ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خدا ہے یا نہیں۔

کون ایسا سائنسدان ہے کہ جو ایک معمولی سے پانی کی کثافت پر اپنے پچاس سال لگا دیتا ہے مگر کائنات کے سب سے بڑے تجسس کو ایک سال بھی نہیں دیتا۔ وہ وکلاء' وہ دانشور' وہ فلسفی جو ایک نقطہ خیال تک پہنچنے کے لیے عمر تج دیتے ہیں:

کہ حاصل عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادماں زندگی خویش کہ کارے کردم

پوری پوری زندگی مشرق اور مغرب میں دیکھ لیجیے۔ پوری پوری زندگی لوگوں نے علم کے ایک نقطے کی تحصیل میں صرف کر دی مگر آج تک آپ کی یادداشت میں کوئی بھی ایسا مغربی فلسفی ہے جس نے یہ قدر بنائی ہے۔

I am looking for God and I looked for God, I studied for God, I try everywhere to find God, but I could not find him. Nobody, Nobody is there.

ایک بھی سائنسدان ایسا نہیں ہے۔ ایک بھی فلسفی ایسا نہیں ہے' ایک بھی دانشور ایسا نہیں ہے جس نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص وقت' زندگی کا ایک مختصر سا حصہ خدا کی تلاش میں صرف کیا ہو اور یہ کہا ہو کہ دیکھو میں نے پچیس برس اللہ کو تلاش کیا تھا مگر مجھے اللہ نہیں ملا۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں خدا کا کوئی وجود نہیں۔

ایسا ایک شخص بھی نہیں ہے خواتین و حضرات! یہی وہ مسئلہ تھا جس کی وجہ سے جو تجسس' جو کاوش ذہن' جو اللہ کے وجود کی ترجیح اور جس نے علم کے لحاظ سے اس کو ترجیح کہا ہو۔ جب ایسا انسانوں میں نہ ہو سکا تو خدا کا وجود تصور انسان سے بحیثیت حقیقت معدوم ہو گیا۔

There was no practical God.

ایک تصور ہے۔ جیسے ہمارے ذہن میں اور بڑے تصور ہیں۔ آباؤ اجداد کے تصور۔

بُت خانوں میں ایک بڑا بُت سج گیا۔ ہمارے ذہن کے بہت ساری الجھنوں میں ایک بڑی پیچیدگی جو ہے' وہ پیدا ہوگئی اور یہ پیچیدگی خدا کی ذات تھی۔ اللہ ایک ایسا تصور بن گیا' جو ناکامی میں صلہ کے طور پر یاد آتا ہے۔ پوری پوری کوشش کی۔ ہار گئے' تھک گئے۔ اب الزام کسی کو تو دینا ہی تھا۔ اب یہ ہم بالکل اس لیے نہیں کہتے کہ اللہ کی یہ مرضی تھی بلکہ ہم اللہ پر یہ الزام دے رہے ہوتے ہیں No we did our best

ہم نے خدائے حاضرہ کو پورا آزمایا۔ پورے پورے اسباب جمع کیے۔ ایک ایک سبب کو پرکھا' ایک ایک چوکھٹ پر سجدہ کیا' ایک ایک دروازہ کھٹکھٹایا' بڑی ٹیلی فون کالز کیں' کام نہیں بنا۔ جب نہیں بنا تو ہم نے کہا اللہ کی مرضی We blamed God for this۔ اللہ کی مرضی کہ وہ ظالم اگر چاہتا تو ہو جاتا۔ وہ ظالم نے نہیں چاہا' نہیں ہوا۔

Obviously we always use God as a compensatory attitude.

ہم نے کبھی اسے حقیقی خدا نہیں سمجھا۔ اسباب کو خدا سمجھا۔ مسبب الاسباب کو خدا نہیں سمجھا۔ یہ وہ المیہ تھا ہمارے ایمان میں' ہمارے فلسفیوں میں' دانشوروں میں اور سائنسدانوں میں۔ اب دیکھیں سائنسدانوں کو کیا فکر آن پڑی۔ ایک بہت بڑے محترم سائنسدان نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب سائنس کی بات قرآن سے کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ بندے سے قصور ہوا ہوگا تو آپ وضاحت کریں تو اس نے کہا' یہ تو سائنس کی کتاب نہیں۔ میں نے کہا' میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں' لیکن یہ کتابِ تخلیق تو ہے۔ اس میں خالق کلام کرتا ہے۔ اس نے کہا' کیسے۔ میں نے کہا کہ آپ کو خوف کیا ہے۔ آپ کو خوف یہ ہے کہ جب ہم ہارورڈ سے' آسٹن سے' لندن سکول آف اکنامکس سے' آکسفورڈ اور کیمبرج سے جدید ترین سائنسی تعلیم لے کے آئیں گے' بھلا اتنا تصنع۔ اگر قرآن پڑھتے ہوئے کوئی غلطی نکل آئی' تو بڑی مصیبت پڑے گی۔ تو اس ڈر سے انہوں نے کبھی قرآن پڑھا ہی نہیں۔ ان کو سرے سے یقین ہی نہیں ہے۔ ہماری سائنسی جستجو اتنی ترقی کر گئی ہے' ہم

Marfat.com

اتنے آگے بڑھ گئے ہیں' بھلا قرآن کو کیا مطلب ہے' سائنسز سے۔ یہ نہ ہو کہ قرآن کوئی بات غلط لکھ دے۔ اس خوف کے مارے قرآن نہیں پڑھتے کہ قرآن نے زمین کی بات کی ہے اور کہیں آسمان کی بات کی ہے۔ کہیں پہاڑوں کی بات کی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک سادہ سا احمقانہ ایمان جو ہمارے دل میں موجود ہے' یہ جو ہم یقین رکھتے ہیں' اب چلو خیر غنیمت ہے کہ اسباب کی ذلت سے بچ کر کوئی تو ہے جسے ہم الزام دے دیتے ہیں۔

ہر ظلم خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ وہ اگر نام کا خدا بھی نہ رہا تو پھر ہم کیا کریں گے۔

Their scientists have always saved God of as the only refuge of thei failures.

انہوں نے کبھی ڈر کے مارے قرآن نہیں پڑھا۔ پچھلے زمانے میں کمیونسٹ بہت اعتراض کیا کرتے تھے۔ مذہب افیون ہے۔ مذہب نشہ ہے۔ مذہب تو ایسے ہی خمار ہے جو ایسے ہی لوگوں کے ذہنوں پر چھایا رہتا ہے۔ اس کی جگہ عقلیت پسند ارواح آئیں۔ اس کی جگہ قوموں کو جگانے کے لیے بڑے بڑے نئے تھیسز آئے۔ ان کی برتری کے لیے نئے نئے نظام آئے اور سارے کے سارے آئی۔ ایم۔ ایف میں ڈھل گئے۔ عالمی بینک میں سما گئے اور وہ قومیں جو آزادی کے بعد غلام ہوئیں' وہ بیچاری ان گنتیوں کی وجہ سے غلام ہوئیں اور اس خدائی کے تصور سے ہٹنے کے بعد ہر وہ دوسرا جو ادارہ تھا' غلام بنا لیا۔ نادانستہ طور پر بھی اس میٹرکس کے آپ غلام ہو گئے۔ اعداد و شمار کے غلام ہو گئے۔ اعداد و شمار میں آپ خود سوچئے کہ اعداد و شمار دورِ حاضر کا اتنا بڑا افراڈ بن گیا ہے۔ اعداد و شمار اتنا بڑا خوف کا سایہ بن گیا ہے کہ آپ کو ہزار اللہ کی بات کوئی بتائے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات بتائے۔ اعداد و شمار کی جڑ جو ہے' آکٹوپس کی طرح آپ کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ آپ کو ہلنے نہیں دیتی کیونکہ ذہن آسیب زدہ ہے۔ مگر آپ کا آسیب اللہ نہیں ہے۔ آپ کا آسیب اعداد و شمار ہیں۔ ان میں تو غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ان میں تو غلطی ہو ہی نہیں سکتی' اس لیے وہ غلط نہیں ہو سکتے۔ اب آپ بتائیے کیسے غلطی ہو سکتی ہے۔ اگر ایک طرف چار سپاہی اور چار ٹینک ہیں اور دوسری طرف چالیس سپاہی اور چالیس ٹینک ہیں اور آپ نے نتیجہ نکالنا ہے' تو آپ سے یقیناً غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ چالیس ٹینک اور چالیس سپاہی ہی جیتیں گے۔ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ عراق کس طرح جیت سکے یا عراق اس جنگ کو پلٹا سکے' اس کے کنارے تین آرمرڈ ڈویژن فوجی کھڑے ہیں Precise Guided Bomb کھڑے ہیں۔ ہو ہی نہیں سکتا اور عراق کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

میں کوئی رائے نہیں دے رہا' مگر بعض اوقات ایک سرخ ریت کی آندھی اعداد و شمار غارت کر جاتی ہے۔ بعض اوقات اتنی بڑی قوت اسٹریٹجی کی' یعنی انسانی ذہن کی ایک حرکت سے ساری غارت ہو جاتی ہے۔ صلاح الدین ایوبی اللہ بخشے اس وقت جیتے تھے۔ وادی حطین کی جنگ ہو رہی تھی اور پورے کا پورا یورپ مدِ مقابل تھا۔ 136 پرنسز آف یورپ' ان میں Regenald of Kirk بھی تھا' Baldwin بھی تھا' ان میں Spanish Monarchs بھی تھے' ان میں اطالوی ایمپائر کے شہزادے بھی تھے' نائٹس آف ہاسپٹلز بھی تھے اور نائٹس آف ٹمپلر بھی تھے' یہ وہ اسلحہ بند سپاہی ہوتے تھے جنہوں نے Knighthood حاصل کی ہوئی تھیں۔ جو ناقابلِ شکست سپاہی سمجھے جاتے تھے۔ یہ سب یروشلم کو آزاد کرنے کی

Marfat.com

قسمیں کھا کر اُترے ہوئے تھے اور عکر[1] میں انہوں نے ایک مسلمان زندہ نہیں چھوڑا تھا۔

ظاہر ہے، صلاح الدین ایوبی کا یہی حال تھا جو آج عراق کا ہے۔ مصر اس کے خلاف، دمشق اس کے خلاف، سلطنتِ بغداد اس کے خلاف۔ وہ بیچارہ بھکاریوں کی طرح ان سے محبت اور مدد کی بھیک مانگنے کبھی اِس کے پاس جاتا تھا، کبھی اُس کے پاس جاتا تھا۔ بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا۔ انہی دنوں اُسے ایک چھوٹے سے غلام کی مدد مل گئی، اس کو اس کے استاد نے کہا کہ تو نے لڑنا ہے تو لڑ۔ اسباب کو چھوڑ، مسبب الاسباب پر نظر رکھ۔ صلاح الدین کو یہ بات سمجھ میں آ گئی۔ خواتین و حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ وادی حطین میں کوئی جنگ نہیں لڑی گئی۔ وادی حطین کی جنگ اتنی خوفناک ہے۔ یہی صلیبی جنگ کہلائی۔ دو صلیبی جنگیں ہیں جو کبھی یورپ کو نہیں بھولتیں۔ ایک جنگِ حطین، دوسری جنگِ منصورہ۔

جب میں آپ کو بتاؤں گا تو آپ حیران ہوں گے کہ وہ آج لڑی جا رہی ہے۔ تو جنگِ حطین میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے صرف ایک کام کیا کہ اسی طرح بڑھتے ہوئے آرمرڈ ڈویژنوں کے دستوں کو صحرا میں آنے دیا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ آگے سے بھاگ جاتا تھا۔ یورپی جرأت آزما صحرا میں صلاح الدین ایوبی کا تعاقب شروع کر دیتے۔ دو چار تلواریں چمکائیں اور بھاگ نکلے۔ جب وہ دور صحرا میں آ گئے تو جنگِ حطین کے مؤرخ یہ لکھتے ہیں کہ اوپر سے جب دھوپ پڑی تو وہ سورما زمین پر قتل ہونے سے پہلے ایک بار پانی ضرور مانگتے تھے اور ایک درخواست ضرور کرتے تھے کہ سر اتارنے سے پہلے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔

صلیبی جنگیں، جنگ منصورہ پر ختم ہوئیں۔ مگر منصورہ کی جنگ میں اللہ نے مسلمانوں کو ایک ایسا جرنیل عطا کیا تھا، جس کے نصیب میں ایک عجیب سی عزت لکھی تھی۔ اسی طرح مشرق وسطیٰ میں دو فیصلہ کن جنگیں لڑی گئیں۔ ایک طرف منگول تھے جنہوں نے بغداد کو تباہ کر کے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس کو معرکہ عین جالوت کہتے ہیں۔ اسی میدان میں حضرت داؤدؑ نے جالوت کو شکست دی تھی۔ اسی میدان میں جب منگولوں کا ایک لاکھ کا لشکر چلا آ رہا تھا تو اُس وقت سلطنت اسلامیہ میں ایک جرنیل تھا جسے آج بھی یورپی زرد چیتا کہتے ہیں یعنی سلطان رکن الدین بیبلس اور اس فیصلہ کن جنگ میں تمام منگول تہ و بالا ہوئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منگولوں کی اسلامی ممالک پر چڑھائی ختم ہو گئی اور اسی جنگ کے نتیجے میں اقبالؒ کا وہ شعر ہے

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسی جنگ کے بعد منگولوں نے اسلام کا احترام سیکھا اور مسلمان ہونا شروع ہوئے اور اسی جنگ کے بعد پورے کا پورا منگول قبیلہ مسلمان ہونا شروع ہوا۔ یہی سلطان رکن الدین بیبلس آخری صلیبی جنگ میں آ کر لڑا۔ خواتین و حضرات! میں وہ مماثلت آج اور کل میں بتانا چاہتا ہوں، جو ہے۔

Again the entire Europe was united and this was known to be the biggest army of the crusade ever cross the Muslims of the Middle East.

(1) شہر کا نام

Marfat.com

تو سلطان نے پیچھے ہٹتے ہوئے ان کو کھلا آنے دیا اور منصورہ کے شہر میں آ کر اس نے خندقیں کھود کے دیواریں کھود کے اور تہہ خانے کھود کے اپنے آپ کو غائب کر لیا۔ منصورہ میں وہ لشکر رات کو پہنچا۔ تھوڑے تھوڑے دستے اس نے آگے کر دیے جن کو انہوں نے مارا، قتل کیا، بھگایا۔ وہ سمجھے کہ انہوں نے مکمل طور پر جنگ جیت لی ہے۔ منصورہ شہر خالی تھا۔ جو کوئی ان کو نظر آیا انہوں نے قتل کیا اور اس کے بعد انہوں نے خوشی سے جشن منایا۔ اس جشن میں جو کچھ انہوں نے کرنا تھا' کیا۔ ساری رات جشن منایا۔ ساری رات شرابیں پیں۔ ساری رات نشے میں بدمست ہوئے۔ جب آدھی رات کے بعد سُرور میں اُن کی آنکھیں بند ہوئیں تو یہ سارے باہر نکلے اور انہوں نے یورپ کے 136 شہزادوں کو دوبارہ گرفتار کر لیا۔ اس کو منصورہ کا نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ اس جنگ میں یورپ کے سارے امراء اور بادشاہ گرفتار ہوئے اور تمام لشکر قتل ہوا اور آج تک رُکن الدین بیبلس اور منصورہ کا نام صلیبی جنگوں میں آج بھی خوف اور دہشت کی علامت ہے۔ خواتین وحضرات! ان لوگوں کی وجہ سے یورپ میں مائیں بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں' جب بچوں کو سلانا ہوتا تھا تو یہ نہیں کہتی تھیں' بلی چوہا آیا بلکہ Hush!!! The Turks are comming یہ آج اور کل کی مماثلت ہے' لیکن میں آباء پرست نہیں ہوں۔

میں آپ کو واضح طور پر ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں آباؤ اجداد کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر دور میں مسلمانوں میں اگر کُلی نہیں تو کچھ نہ کچھ اعتقاد کی صورت ضرور سلامت تھی۔

اسلام میں دو بنیادی عقائد پر زور دیا جاتا ہے' ایک اللہ پہ یقین اور ایک محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت۔

خواتین وحضرات! اللہ کا نام تو اب بھی سنائی دیتا ہے۔ کوئی مسلمان ہو تو وہ اللہ کے نام سے گریز نہیں کرتا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت بہت کم ہو گئی ہے۔ اب تو ایسے دین کے علماء پیدا ہو گئے ہیں کہ جو آپ کو سکھاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ آپ جیسے ایک عام سے انسان تھے۔ اس کو کیوں اتنی قدر و قیمت دیتے ہو۔ اب ہم جو معزز ہیں' اب ہماری ضرورت محسوس کرو' وہ تو بس اپنی قبر میں پہنچ گئے۔ وہ کہیں موجود نہیں۔ وہ ختم ہو گئے (نعوذ باللہ)

تو صلاح الدین نے قسم کھائی کہ اس شخص کا سر میں اپنے ہاتھ سے کاٹوں گا۔ جب یورپ کے سارے شہزادے گرفتار ہوئے تو ان کو پانی پیش کیا جانے لگا۔ گرمی بہت تھی' صلاح الدین ایوبی نے کہا رُکو ابھی اُن کو پانی نہ پیش کرو۔ تلوار اٹھائی اور رجنارڈ کا سر اپنے ہاتھ سے اتارا کہ یہ اس بات کا جواب ہے جو تو نے اس عورت[1] کو کہا تھا کہ بلاؤ اب اپنے محمد ﷺ کو مدینے سے۔ خواتین وحضرات! اب یہ روح نہیں رہی ہے۔ یہ محبت نہیں رہی ہے۔ اب تو جو آج کے علماء جو اسباب ظاہرہ کو دیکھتے ہیں' وہ تو یہ تلقین کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں ہم خدا کا نام تو سنتے ہیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ محبت نہیں دیکھتے۔ شاید اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہو کہ:

''مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے۔''

شاید اسی لیے ابھی ہند میں یہ دو بنیادی عقائد سلامت ہیں۔ یہاں کے لوگ اللہ سے بہت اُنس رکھتے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بے حد عشق رکھتے ہیں اور اب یہ غور کیجیے کہ جب یہ حدیث پڑھی جائے گی تو ایک صاحب اٹھیں گے' فرمائیں گے اس حدیث میں نقص ہے۔ دوسرے صاحب اٹھیں گے اس کی روایت خراب ہے' تیسرے صاحب اٹھیں گے'

(1) رجنارڈ نے ایک عورت کو قتل کرتے وقت کہا تھا کہ اب اپنے محمد ﷺ کو کہو کہ تمہیں قتل ہونے سے بچالیں اور یہ بات صلاح الدین ایوبی جانتا تھا۔

یہ کہاں سے نقل کر رہے ہو' مگر ایک حدیث تو میں ابھی آپ کو سنا دیتا ہوں' حوالے کے ساتھ کہ ابو نعیم بن حماد نے بخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب ہند کے مسلمان اہل کفر ہند سے جنگ کر کے فارغ ہوں گے اور ان کے امراء کو پابند طوق و سلاسل کریں گے تو پھر شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ بظاہر اس وقت پاکستان تو تھا نہیں۔ خواتین و حضرات! پاکستانیوں کا مقدر دیکھا آپ نے۔ یہ ہے پاکستان کا مقدر۔ خواتین و حضرات! آپ کا کردار جو قرآن و حدیث میں نظر آ رہا ہے' نہ صرف بھارت میں بلکہ اسرائیل کی بربادی میں۔ آپ اپنے حکمرانوں سے دھوکا نہ کھائیے گا۔ آپ کے حکمرانوں کے بارے میں بھی حدیث موجود ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے حکمران اُن کے بدترین لوگ ہوں گے۔ آپ نہ گھبرائیے گا۔ حکمران جیسے بھی ہوں' ایک ملت اسلامیہ' ایک پاکستان کا یہ مقدر ہے کہ

We have to fight against the local enemy and they have to fight against the enemy of Islam.

اور یہ دُور بھی نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجّال خراسان سے خروج کرے گا۔ وہ ایک ملک میں آئے گا تو اُس کو اس طرح سے تباہ و برباد کر دے گا کہ ایک ہاتھ سے اُس پر روٹیاں پھینکے گا' اور دوسرے ہاتھ سے آگ پھینکے گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے' دجّال عراق اور شام سے گزرے گا۔ ان کے بیچ سے گزرے گا اور ہر جگہ آگ پھیلاتا جائے گا۔ خواتین و حضرات! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ فرات کی تہوں سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جس کے لیے تمام قومیں لڑتے لڑتے مر جائیں گی۔ کمال کی بات ہے۔ اگر تیل کا نام سیاہ سونا رکھا جائے یا بہتا ہوا سونا رکھا جائے' اور دیکھا جائے تو سونے کی قیمت کا تعین ہی تیل کر رہا ہے۔ یہ پندرہ سو برس پہلے کی بات ہے۔ ہمیں اس بات پر سوچنا چاہیے کہ ہمارا اعتبار کس شے پر ہے۔ ہمارا اعتبار تو اللہ پر ہے' وہ کتاب تو ختم ہو چکی۔ وہ کتاب تو اوّل و آخر کو بیان کر کے ختم ہو چکی۔ وہ بسم اللہ سے شروع ہوئی' اس رحمٰن و رحیم سے جس نے آغازِ حیات کیا اور انجامِ حیات کیا کل من علیہا فان (سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶) کیا خیال ہے آپ کا کہ جو اللہ ابتدائے حیات بتا رہا ہے' جو اللہ انتہائے حیات بتا رہا ہے' اس کو صرف امریکی ترقی کا علم نہیں ہوگا۔ برطانوی کا پتہ نہیں ہوگا۔ اس کو نئے نئے فلسفہ ہائے خیال کا علم نہیں ہوگا۔ خواتین و حضرات! اس خوش فہمی کو دور کرنا بہت ضروری ہے۔

ہمیں اپنے ایمان کی جانب رخ موڑنا ہے اور ہمیں اپنے ایمان کو کچھ وقت دینا پڑے گا۔

یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ فرمایا پروردگار نے کہ دجّال کے نکل آنے کے بعد ایمان کسی کو ایمان نہیں دے گا۔ کیو ں نہ دے گا' کہ جس کے دل میں نقص ہے' جس کے دل میں فریب ہے' وہ دجّال کی سمت ضرور جائے گا' چاہے مسلمان ہے چاہے غیر مسلم ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بلکہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ نفاق ہمارے زمانے تک تھا۔ اب نفاق نہیں رہے گا۔ اب یا کفر ہے یا ایمان ہے۔

Either you believe in God and his Prophet(Muhammed) or you believe in America and its things.

اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں۔ ایمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے ہتھیار کند کر دیں۔ ایمان کا مطلب یہ نہیں

Marfat.com

ہے۔ دیکھیے لوگ جہاد کی غلط تعریف کرتے چلے آئے ہیں۔ جہاد کی صرف ایک تعریف ہے کہ کم اسباب کے ساتھ بہتر اسباب سے جنگ کرنا اور تمہاری کمی اسباب کو اللہ کی اعانت پورا کرے گی۔ جہاد کبھی برابر کی طاقتوں میں نہیں ہوتا۔ جہاد تو ہوتا ہی ان کم اسباب والے لوگوں میں جو دو تلواریں، دو گھوڑے رکھتے تھے۔ جن کے پاس اٹھارہ تلواریں تھیں۔ جن میں بیشتر مجاہد ایسے تھے جنہوں نے لکڑیوں کو آگے سے گول کر رکھا تھا۔ اس جنگ کے لیے اُن کی نوکیں بنا رکھی تھیں۔ جہاد کبھی بھی کثرت اسباب سے نہیں ہوتا۔ ہمیشہ کمی اسباب سے ہوتا ہے' مگر جہاد کی نصرت لوگ نہیں ہے۔ جہاد وہ ہے جس میں اللہ ایک آدمی کو بھیجتا ہے اور مصر کی تین سو برس کی سلطنت کو غارت کروا دیتا ہے۔ کیا وہ آدمی اتنا دلیر تھا کہ ان ہزاروں، لاکھوں لوگوں سے لڑ گیا۔ نہیں۔ چلنے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگارِ عالم! میں تو ڈرتا ہوں۔ **قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون** (سورۃ القصص، آیت ۳۳) میرے رب! میں نے ان کے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ تُو مجھے کن ظالموں میں بھیج رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا! **قال لا تخافا اننی معکما** (سورۃ طٰہٰ آیت ۴۶) مت کر خوف۔ میں جو ہوں تیرے ساتھ۔

جہاد کی خصوصیت صرف ایک ہے کہ آپ نہیں لڑ رہے ہوتے' آپ کی قوت نہیں لڑ رہی ہوتی مگر آپ کے خسارے کو خدا پورا کر رہا ہوتا ہے۔ خدا وہاں بذاتِ خود موجود ہے۔

فرمایا پروردگارِ عالم نے ہم نے تمہیں غزوۂ بدر میں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی۔ ہم چاہتے تو اس کے بغیر بھی تمہیں جنگ جتوا دیتے مگر کیوں دی مدد؟ کیا وجہ تھی؟ خواتین و حضرات! خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کو بیچ میں کچھ نظر آنے والے سہارے چاہئیں۔ کچھ چیزیں جو وہ دیکھ سکے۔ وہ جانتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کر رہا ہے۔ جانتے تو ابراہیمؑ علیہ السلام بھی تھے۔ **و اذقال ابرٰھم رب ارنی کیف تحی الموتی** ابراہیمؑ نے کہا! اے رب تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ **قال اولم تومن** تو اللہ نے پوچھا کیا تجھے یقین نہیں؟ **قال بلی و لکن لیطمن قلبی** ابراہیمؑ نے جواب دیا کیوں نہیں! لیکن میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ دل عملی شہادت مانگتا ہے۔ ذہن دلائل پر اعتبار رکھتا ہے۔ دل شہادتِ نظر مانگتا ہے۔ اطمینان مانگتا ہے۔ یقین کے باوجود ایک شہادتِ نظر مانگتا ہے۔ اللہ نے کہا **قال فخذ اربعة من الطیر فصر ھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزء ثم ادعھن یاتینک سعیا ط واعلم ان اللہ عزیز حکیم** (سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۰) اچھا چلو ایسے کرو کہ چار پرندے لو۔ اُن کو اچھی طرح مانوس کر لو۔ اس کے بعد اُن کی گردنیں کاٹ کے پہاڑ کی مختلف چوٹیوں پر رکھ دینا۔ پھر انہیں پکار وہ تیری طرف آ جائیں گے۔ خواتین و حضرات! یہاں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ پہلے ہلا لو اُن کو اپنے ساتھ۔ عادی کر لو اپنا۔ یہ کیوں کہا بھلا۔ دیکھیے کمال کی بات ہے جیسے جیسے انسان کے شکوک و اوہام ہیں' ویسے ویسے خدا اس نفسیات کو استعمال کر رہا ہے۔ خدا کے علم میں تھا کہ اگر دل اتنے بڑے اعتبار کے باوجود یقین کی شہادت مانگتا ہے تو کل کو اگر چار پرندے اُس کے پاس آ بھی گئے تو ابراہیمؑ کہے گا۔ شک کرے گا کہ کیا پتہ یہ وہی ہیں کہ کوئی اور۔ تو ابراہیمؑ پھر شک میں چلے جائیں تو پہلے اس شک کا مداوا کر دوں جس میں ابراہیمؑ جا سکتے ہیں۔ تو کہا کہ پہلے ہلا لو، مانوس کر لو تب۔ جب وہ تیری طرف واپس آئیں گے تو تمہیں کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ یہ وہی پرندے ہیں جو میرے ساتھ مانوس تھے۔ خواتین و حضرات! اسی طرح مالک اور کریم جو ہے' وہ شہادت عطا کرنے کے

لیے۔ ورنہ اصحاب رسول ﷺ سے بڑھ کر کون صاحب یقین تھا۔ یہاں ایک بڑی خوبصورت بات ان اصحاب یقین کی کہتا چلوں کہ جب یہ آیت اتری واعبد ربک حتی یاتیک الیقین (سورۃ الحجر، آیت ۹۹) کہ عبادت کیے جا، تاکہ تو یقین تک پہنچے تو خواتین وحضرات! اصحاب رسول ﷺ نے اس کا ترجمہ موت کیا۔ عبادت کیے جا تاکہ تو موت تک پہنچے یعنی جب تک موت نہیں آتی یقین پر لمحات تشکک آتے رہتے ہیں۔ مرتے ہوئے اگر آپ سلامت گزر گئے خدا پر یقین کے ساتھ تو پھر بات بنے گی۔

There are thousand sips between the cup and the lips.

کیا معلوم کب کوئی بے اعتباری کی صورت پیدا ہو جائے۔ اسی لیے حدیث رسول ﷺ ہے کہ مقدرات ایسے ہیں کہ بڑے بڑے عبادت گزار شاید مرحلہ یقین اور بے یقینی سے گزرتے ہوئے اپنی عمر آخر میں ایسی خطا کر بیٹھیں کہ ٹھکانا جہنم ہو اور بڑے بڑے فاسق شاید اس دنیائے بے اعتبار سے گزرتے ہوئے لمحہ آخر میں کوئی ایسا کارِ خیر کر بیٹھیں اور ایسا اعتبار دکھا جائیں کہ جس سے اُن کا یقین اُن کی منزل آخر جنت ہو۔ تو یقین واعتبار کی منزل موت سے پہلے ختم نہیں ہوتی۔ وہ براہ راست سب کچھ کر سکتا ہے مگر انسان کے اس نفسیاتی اعتبار کو قائم کرنے کے لیے انہوں نے ملائکہ کی مدد بھیجی۔ حتیٰ کہ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مَیں نے آواز سنی کہ حیزوم آگے بڑھ۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل کے گھوڑے کا نام ہے۔ پھر مَیں نے آواز سنی کہ ان کے ٹخنوں پہ مارو۔ ایک اور صحابیؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے تلوار اٹھائی کہ اُس کو قتل کروں مگر مجھ سے پہلے اُس کی گردن کٹ کے زمین پر آن پڑی۔ حضور ﷺ نے فرمایا 'یہ ملائکہ تھے' جو ہماری مدد کے لیے آئے تھے۔ مگر مدد کے لیے ملائکہ تو آئیں گے۔ ملائکہ تو اصحاب بدر کی مدد کے لیے ہر صورت تیار ہیں اللہ کے حکم کے ساتھ۔ مگر مسئلہ وہی ہے خواتین وحضرات! کہ آپ کا خدا پر کتنا اعتبار ہے۔ آپ اپنے ٹی وی دیکھیے۔ میں تو ہر آدمی کی زبان سے ایک ہی بات سن رہا تھا۔

Iraqis cannot fight, cannot fight, cannot fight, might, might, might.

یہ وہ قوت دجال' یہ قہر سامانیاں' یہ قتل وغارت کے اسباب آج کی بات ہے۔ کل کی بات ہے۔ پہنچنے کی بات ہے۔ دیر کا ہے کی ہوگی۔ سجدہ ریز ہو جائیں گے اور دیکھو اس بدبخت کو بھی بھلے وقتوں میں خدا یاد آیا۔

دی موذن نے اذاں وصل کی شب پچھلے پہر
ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

تو وہ دیکھو صدام کو کیا وقت پر خدا یاد آیا کہ وہ صدام جو کبھی خدا کا نام نہیں لیتا تھا۔ وہ شروع کر رہا ہے۔ نصر من اللہ و فتح قریب (۶۱ الصف:۱۳) اور انشاء اللہ اور اللہ اکبر۔ پورے عرب میں لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کا بہت بڑا ہاتھ قوم پرستی کی تحریک کا ہے اور عراق بہت بڑا قوم پرست ہے۔ آج عراق پاکستان کا شکریہ ادا کر رہا ہے کل اس کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا کر رہا تھا۔ کوئی بات نہیں۔ پاکستان تو شروع ہی سے بڑا بھائی ہے۔ اُس نے تو ہر صورت یہ جبر وستم سہا ہے۔ ہمیں تو بہر حال ایک بگڑے ہوئے چھوٹے بھائی کا دکھ ہونا ہے۔ اگر آج اللہ نے انہیں توفیق دے دی ہے خدا کو یاد کرنے کی We do pray to God for everything' مگر ایک بات میں آپ کو بتا دوں اور اس بات میں قطعاً کوئی

Marfat.com

شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ جو میں آپ کو احادیث بتا رہا ہوں کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا اور ان سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت پر بڑے فتنے آئیں گے۔ میری اُمت کسریٰ سے جنگ کرے گی اور اُس پر غالب آئے گی۔ میری اُمت قیصر سے جنگ کرے گی اور اُس پر غالب آئے گی۔ میری اُمت ڈھال والے چہروں کے لوگوں سے جنگ کرے گی اور چمڑے کے تسمے والوں سے جنگ کرے گی اور اُن پر غالب آئے گی اور زمانہ آخر میں میری اُمت دجّال سے جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زمانہ آخر میں میری اُمت کا ایک گروہ دجّال کا ساتھ دے گا۔ میری اُمت کا ایک گروہ لڑے گا' شکست کھائے گا اور یہ روئے زمین پر بدترین لوگ ہوں گے۔ میری اُمت کا ایک گروہ حق پر ہوگا وہ دجّال سے جنگ کرے گا اور اس پر فتح پائے گا۔ ایک بڑی عجیب سی بات بتاؤں کہ اوقاتِ مقررہ لکھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو ڈرانے نہیں آیا اور مقرر کردہ وقت کے لحاظ سے بتایا کہ دجّال کے خروج سے لے کر فتح قسطنطنیہ تک سات سال۔ میرا خیال یہ ہے کہ افغانستان کا سال گزر گیا۔ عراق کا شروع ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بصرہ تباہ کاری کی نذر ہوگا اور وہ بصرہ تباہ ہو رہا ہے۔ اگلی صورت یہ ہے کہ امریکہ اور انگلینڈ اس جنگ میں اُلجھے ہوئے ہیں۔

They will have no options at least to my mind, there are no other options.

کہ وہ اسرائیل سے درخواست کریں کہ تو اپنی افواج ہماری حمایت میں باقی کا تیل حاصل کرنے کے لیے سعودی عرب میں داخل کر دے اور اس میں پورا وقفہ جو ہے ڈیڑھ برس کا ہے۔ ایک بات شاہ نعمت اللہ ولیؒ کہہ گئے کہ انگلینڈ چونکہ شروع سے ہی ہر دین کا مخالف ہے اور فتنے کی جڑ ہے اور فساد کی جگہ ہے' اللہ اس جنگ میں اسے سرے سے نیست و نابود کر دے گا اور اس میں کچھ بھی نہیں بچے گا۔ میں درخواست تو کر رہا ہوں اپنے ان بھائیوں سے کہ بھائی ایک ایک گھر پیچھے بنوا لو۔ تاکہ سال' ڈیڑھ سال میں اگر تمہیں اچانک واپس آنا پڑے تو کم از کم اپنی حفاظت کا بندوبست تو پیچھے کر لو تاکہ تم ان کے ساتھ ہی فنا نہ ہو جانا اور خواتین و حضرات! ان کے ساتھ فنا ہونے میں ایک بہت بڑا خطرہ ہے کہ ایک حدیث اس پر بھی وارد ہے کہ لوگ انہی کے ساتھ سمجھے جائیں گے جن کے ساتھ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ تو خطرہ یہ ہے کہ وہ انگلینڈ والے مسلمان گوروں کے قبرستان سے ان کے ساتھ نہ اٹھائے جائیں اور ہمارے یہ بہت سارے لوگ جو بڑی تیزی سے اُدھر بھاگنے کا سوچ رہے ہیں اور امریکہ کو محفوظ سمجھ کر امریکہ جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خواتین و حضرات! اس کے بارے میں بھی یہ اطلاعات موجود ہیں۔ ایک بڑی عجیب و غریب اطلاع یہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد' میں اس کا وقت متعین نہیں کر سکتا' امریکہ ان صحراؤں کی طرح ہوگا جس میں شاید صرف بیریوں کے جُھنڈ ہوں گے اور ویران۔ امریکی عورتیں پتھر کے چولہے پر روٹیاں پکا رہی ہوں گی اور خواتین و حضرات! یہ باتیں ذرا دُور کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی تہذیب کو تباہ ہوتے بھی وقت لگتا ہے۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

ایسے لگتا ہے کہ اس تباہی پر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ منٹ لگیں گے اور یہ ساری دنیا قتل و غارت کی اس انتہا کو بڑی جلد پہنچ رہی ہے۔ شاید ایک ڈیڑھ برس میں اور زیادہ سے زیادہ سات سالوں میں یہ عمل اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! اس پورے المیے میں باعث نجات صرف وہی دو چیزیں ہیں جو میں نے پہلے آپ کو بتادی تھیں کہ جب قوم عاد وثمود پر عذاب توڑنا تھا تو حضرت نوحؑ سے کہا! نکل اپنے بچوں کو لے کر اور رات ہی رات میں یہ جگہ چھوڑ دے۔ جب بھی کہیں سے' خواہ وہ انگلینڈ ہو' خواہ امریکہ یا کوئی اور جگہ' اللہ نے اپنے بندوں کو نکالنا ہوتا ہے' تو ان لوگوں کو پہلے سے بتادیا جاتا ہے کہ یہاں سے نکل چلو۔ جس کو اس نے بچانا ہے' صرف اسی نے بچانا ہے۔ تباہی ایک مقدر ہو چکی ہے۔ ہلاکت لکھی جا چکی ہے۔ یہ انسانی تہذیب جس نے اسباب کو خدا سمجھ رکھا ہے اور جس نے اپنے آپ کو ان اسباب کا خدا سمجھ رکھا ہے' اس کا انجام بہت قریب ہے۔ چاہے اس پر یقین رکھیں یا نہ رکھیں۔

کوشش کیوں؟

سوال: اگر سب کچھ پہلے سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے' تو پھر کوشش کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: دو چیزیں ایسی ہیں کہ اس کی وجہ سے آپ کو کوشش کرنا پڑتی ہے۔ حالات و واقعات کے ساتھ اس تقدیر عالم میں تغیر وتبدل ممکن ہے۔ دعا کے ساتھ تغیر وتبدل ممکن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جس کے لیے دعا مانگتے ہیں' اللہ اس کی زندگی طویل کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ دنیا کی عمر آدھا دن اور بڑھ جائے۔ پوچھا گیا کہ حضور ﷺ آدھا دن کتنی؟ فرمایا' پانچ سو برس۔ تقدیر لکھے جانے کے باوجود کمی اور بیشی ہوسکتی ہے۔ فرمایا' ایک بلا آرہی ہے۔ آپؐ نے دعا مانگی ہے اور وہ بلا ٹل جائے گی۔ وہ آپ تک نہیں پہنچے گی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ بلا کو ایک مثال سے نکال دیتا ہے۔ بلا تو لکھی گئی مگر بجائے اس کو آپ کے عملی وجود سے گزارنے کے آپ کے حسی وجود سے گزار دے گا۔ خواب سے گزار دے گا۔ کوئی اور تصور کی شکل میں گزار دے گا اور وہ آپ سے ٹل جائے گی' اس لیے انسان کا عمل خیر جو ہے۔ وہ اس کے وجود کے حادثات کا تحفظ بن جاتا ہے۔ یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ تمام اعمال لااخلاقی ہیں یعنی نماز پڑھنا یا گناہ کرنا اور اسی طرح کے تمام دوسرے اعمال نہ تو اخلاقی ہیں نہ غیر اخلاقی بلکہ لااخلاقی ہیں۔ ان کو رنگ اس وقت ملتا ہے جب' ان کے پیچھے آپ کی نیت متحرک ہوتی ہے۔ یعنی اگر نماز دکھاوے کے لیے پڑھی جارہی ہے تو یہ آپ کا گناہ ہوگیا' حالانکہ کارِ خیر ہے اور اگر آپ نے غلط کام کیا بعد میں ندامت اور توبہ کی تو یہ آپ کا کارِ خیر ہوگیا۔ اس لیے اقبالؒ نے کہا کہ

ع گفتہ کہ خیر او نا شناسی ہمی شراست

اللہ نے قرآنِ حکیم میں خیر وشر دونوں کو فتنہ کہا۔ خالی شر کو فتنہ نہیں کہا۔ خیر کو بھی فتنہ کہا۔ یعنی دونوں طرف انسان کی آزمائش ہے۔ خیر میں بڑے فتنے ہیں۔ میں آپ کو امام مسلم بن حجاج کی بات بتانا چاہوں گا' جو انہوں نے ''مسلم'' کو ترتیب دیتے ہوئے کہی۔ فرمایا کہ بڑی عجیب بات ہے کہ اہل خیر بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک آدمی کی اصلاح کرنا ہے۔ اس کو کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حالانکہ وہ حدیث نہیں ہوتی۔ ایک آدمی کو غلط روایت سنا دیں گے۔ ایک غیر معقول بات کر کے اسے خدا اور رسول اللہ ﷺ کے نام سے منسوب کر دیں گے۔ یہ گناہ کبیرہ ہیں جو بظاہر کارِ خیر کے لیے کیے جاتے ہیں۔ روایت خرافات میں کھو گئی یعنی آج کے مذہب میں اور آج کے علماء میں سب سے بڑا نقص یہ ہے۔ ایک عالم

Marfat.com

سے میں نے پوچھا کہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ تو اتنی ناقص اور غلط ہے کہ یہ تو کبھی بھی حدیث نہیں ہو سکتی۔ کہنے لگے تمہیں نہیں معلوم۔ ہمیں پتہ ہے کہ لوگوں کے کارِخیر کے لیے اس قسم کا تھوڑا سا جھوٹ بھی بول دو تو ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ کل جب وہ اس کی تصدیق کرے گا اور یہ غلط نکلے گی تو وہ آپ کو جھوٹا سمجھے گا اور رسول اللہ علیہ السلام کو بھی جھوٹا سمجھے گا اور خدا کو بھی جھوٹا سمجھے گا۔ غلط روایت نقل کرنے سے اتنی بڑی غلطی کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ ایک وظیفہ آپ کو دیا جاتا ہے کہ اسے پڑھ لیں۔ چالیس دن ایک سو چھبیس مرتبہ۔ آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ آپ چالیس دن ایک سو چھبیس مرتبہ پڑھ کے اب مراد پوری ہونے کے انتظار میں ہیں۔ وہ مراد تو پوری نہیں ہوئی۔ مزید نامرادی پڑ گئی۔ آپ کا اعتبار کس چیز سے اٹھے گا۔ آپ کا اعتبار اس وظیفے سے اٹھے گا جو بہرحال کسی نہ کسی قرآنی آیت پر مشتمل ہوگا۔ چالیس دن سے اٹھے گا۔ اس عالم سے اٹھے گا۔ اس دین سے اٹھے گا۔ پوری خدائی سے اٹھ جائے گا۔ اکثر میں نے لوگوں کو سنا' بڑے وظیفے کیے۔ جی۔ اللہ سُن دا ہوندا تے میری گل نہ سُن دا۔ بڑے وظیفے کیے۔ یہ ایک مسئلہ ہے کہ جب آپ عبادات کا رخ ہی صحیح نہیں رکھتے تو بے اعتباری کے رخ کھل جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ خدا کی بات پر اعتبار نہیں کریں گے۔ پورے زمانے میں کوئی جادو کا ماہر ڈھونڈو گے' کوئی آسیب کا ماہر ڈھونڈو گے' کوئی تعویذوں کا ماہر ڈھونڈو گے اور ان سے یہ کام کرتے کراتے دین سے اتنی دور چلے جاؤ گے کہ خدا اور آپ کے درمیان سوائے حجاب کے کچھ باقی نہیں رہے گا۔

جنت یا دوزخ

سوال: اگر خدا نے اچھوں کو جنت میں اور بُروں کو دوزخ میں ڈالنا ہے اور اللہ کو اس بات کا پہلے سے علم ہے تو پھر زندگی کا آخر مقصد کیا ہے؟

جواب: ایک بات جان لیجیے کہ کسی انسان کو خدا جہنم میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یہ ایک بہت ہی غلط تصور ہے جو انسانوں میں پیدا ہو گیا ہے۔ اگر میں خود خدا سے اصرار کروں کہ بھئی جنت تو بڑی بے لطف سی جگہ ہے' میں نہیں جانا چاہتا' آپ مجھے دوزخ میں بھیجو تو پھر خدا آپ کو چننے کا اختیار دے گا۔ قرآن کی آیت کی رو سے اس پر غور کیجیے کہ جو خدا قرآن اور پورے دین کی عبارت کو اس سے شروع کرتا ہے کہ الحمد للہ رب العلمین O الرحمٰن الرحیم O ملٰک یوم الدین O (۱(فاتحہ):۲تا۴) خدا کے تین بڑے اوصاف یہ ہیں کہ تم اسے مانو یا نہ مانو' وہ آپ کو رزق دے گا۔ چاہے آپ عیسائی ہو، یہودی ہو، کافر ہو، چاہے آپ پرندے ہو، انسان ہو، پہاڑ ہو، اللہ آپ کو رزق دے گا۔ خدا کہتا ہے کسی قسم کا احتمال نہیں ہونا چاہیے کہ میں تم سے ناراض ہوا تو تمہارا رزق بند کر دیا جائے۔ ایسے نہیں بلکہ اس کے برعکس کہا کہ جو مجھے نہیں مانیں گے' میں ان کا طعنہ نہیں سہہ سکتا۔

دوستوفسکی کی بات کہ انسان ہے ہی بدقسمت۔ اس لیے وہ بھوک افلاس کے لیے پیدا ہوئے۔ نہیں ایسا نہیں' بلکہ جو مجھ پر یقین نہیں رکھیں گے اُن پر دولت دنیا کشادہ کروں گا۔ پوچھا گیا' بھئی اللہ! یہ کیسی دوستی ہے کہ اعتبار والوں کو بھوکا مار دیا' جو تجھ پر یقین نہیں رکھتے اُن کو اس قدر رزق دے دیا۔ فرمایا' دیکھو! یہ کل مجھ سے گلہ کریں گے کہ اللہ تجھ کو ہم نے نہیں مانا' تو تُو نے ہماری دنیا تنگ کر دی۔ یہ میں نہیں سن سکتا۔ اس کو یہ گوارا نہیں کہ اسے یہ کہا جائے۔ دیکھو' کیا غیرت

Marfat.com

خداوند ہے کہ اس کو کافر کا یہ طعنہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ! اگر ہم نے تجھ پر اعتبار نہیں کیا' تو تُو نے سزا کے طور پر رزق بند کر دیا۔ کہتا ہے نہیں تم سے زیادہ ان کافروں کو رزق دوں گا۔ اے پیغمبر! اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتو میں ان کے دروازے سونے اور چاندی کے کر دوں۔ وہ مصلحت کیا ہے کہ سارے مسلمان کافر ہو جائیں گے۔ اگر یہ مصلحت مانع نہ ہوتو میں ان کے درودیوار اور ان کی سیڑھیاں سونے اور چاندی کی کر دوں تا کہ یہ کل کو مجھ سے گلہ نہ کر سکیں۔ قرآن میں اللہ نے کہا کتب ربکم علی نفسه الرحمة (٦ (الانعام):٥۴) تمہارے رب نے اپنے اُوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ کیا اس رحمت میں جہنم شامل ہو سکتی ہے۔ خدا ہر گز یہ نہیں چاہتا کہ کسی فرد کو نقصان پہنچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ قطعاً نہیں ڈالنا چاہتا۔ وہ تو ایسا ہے کہ جس پیغمبر ﷺ کو بے قدر کیا جا رہا ہے' جس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ یہ تو مدینے میں پڑے ہیں' اس کے بارے میں وہ کہہ رہا ہے کہ پہلے میں جزوی طور پر معاشروں کو عذاب دیتا تھا۔ جس قوم سے ناراض ہوا' اس کو زمین سے اکھاڑ دیا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کتنے گھروندے الٹے پڑے ہیں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کتنے کنویں سوکھے پڑے ہیں اور کتنی آبادیاں اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔ میں تو جب دیکھتا تھا کہ کوئی قوم ناشکری میں مبتلا ہے اور وہ معیشت پر اِترا رہی تھی' میں نے اُس کو تہ و بالا کر دیا' مگر اے پیغمبر ﷺ! اب میں کوئی بڑا عذاب نہیں دوں گا' کیونکہ اے پیغمبر ﷺ تُو جو اِن میں ہے۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اے پیغمبر! یہ مجھ سے عذاب مانگتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب کیوں نہیں عذاب آتا قوم ثمود کی طرح اور عاد ثانیہ کی طرح۔ تو فرمایا پروردگار نے اے پیغمبر! یہ اب کیسے ہو سکتا ہے کہ ان پر عذاب آئے تو جو اِن میں ہے۔ اس شخص کی کیا قدر و قیمت ہے اللہ کے نزدیک اور کیا قدر و قیمت ہے ہمارے علمائے جدید کے پاس۔ یہ ذرا فرق محسوس کر لیں۔ اللہ نے رحمت لکھ کر دے دی فرمایا وما ارسلنک الا رحمة للعلمین (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷) اور رحمت اللعالمین زمین پر موجود ہو تو پھر انسان کو جہنم کیسے مل سکتی ہے مگر یہ کہ ہم اصرار کرتے ہیں۔ آج کا المیہ گناہ و ثواب نہیں ہے۔ آج کا المیہ ایمان ہے۔ کیا ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟

گناہ کا کیا ہے۔ یہ تو سارے خسارے ہیں جو توبہ سے پورے ہو جاتے ہیں۔ گناہ کیا ہے۔ انسان کا آغاز توبہ ہی تو ہے۔ اللہ کی طرف سے پہلا قدم جو انسان پر ہے۔ انسان کاروانِ حیات میں' انسان کے اس قافلے میں بنی آدم نے اپنا سفر ہی اسی سے کیا ہے۔ پہلے خطا کی پھر توبہ ہوئی اور پھر معاف کیا گیا۔ یہی تو پہلے اعمال ہیں جو انسان اور خدا کے بیچ میں گزرے ہیں۔ نہ نماز گزری، نہ روزہ گزرا، نہ عبادات کا شغف گزریں، نہ چلّہ معکوس گزرا۔ پہلے انسان نے خطا کی۔ اللہ نے اسے معاف کیا۔ خواتین و حضرات! جب اللہ کو معاف کرنے والا نہ سمجھا جائے گا' جب انسان کے پاس توبہ کا دروازہ نہیں رہے گا۔ تو پھر اس کے لیے عذاب ہے اور آپ کے لیے جنت ہے۔ آپ کو تہ دل سے یہ مان لینا چاہیے کہ ایک ایسی ذات بھی ہے جو گناہ معاف کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے۔

حضور ﷺ سے محبت کا اظہار

سوال: اللہ سے محبت کا اظہار تو بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ رسول اللہؐ سے محبت کا اظہار کیسے ہو اور اس کا

Marfat.com

یقین کیسے آئے گا؟

جواب: آپ نے بڑی خوبصورت بات پوچھی ہے۔ یہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد بن حنبل کی مسند حدیث ہے۔ یہ اقوال رسول ﷺ ہیں۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے وہ نقوش ہیں جو ہم دل میں سمیٹ لیں، ہم اپنی آنکھوں میں بسالیں تو ایک شناخت پیدا ہوتی ہے۔ شناخت کی غلط توجیہہ نہیں کرنا چاہیے۔

پہلی حدیث باب الایمان میں بخاری کہتا ہے کہ دیکھو کہ ابھی آگے مت جانا۔ پہلے اس بات کا فیصلہ کرلیں۔ حدیث انما الاعمال بالنیات پہلے اس بات کا فیصلہ کرلو پھر آگے جانا کہ حضور ﷺ کا قول مبارک ہے کہ اعمال کے پیچھے تمہاری نیتیں دیکھی جائیں گی۔ اعمال نہیں دیکھے جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ عمل غلط رُخ پر جارہا ہو مگر اس کی نیت درست ہو تو تمہاری نیتیں دیکھی جائیں گی۔ تمہارے اعمال بعد میں آئیں گے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم اپنی شناخت رکھنا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان اعمال کی نیتیں دیکھنی پڑیں گی جو ہم بغیر سوچے سمجھے کرتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نصف شب کو اٹھتے تھے تو اندھیرا ہوتا تھا۔ وہ پھر ہاتھ سے ٹٹولتے تھے اور ایک چھوٹی سی پانی کی مشک ان کے پاس ہوتی تھی۔ پھر ہاتھ اس مشک تک جاتا تھا۔ پھر آپ اس میں سے تھوڑا سا پانی لے کر کلی کرتے یا آنکھوں پر ملتے۔ جب نیند کا غبار ٹوٹتا۔ یہی فطری بات ہے کہ اگر آپ آدھی رات کو اٹھیں گے اور نیند چڑھی ہوئی ہوگی تو سب سے پہلا کام آپ یہی کریں گے کہ پانی تھوڑا سا لگاؤ تاکہ یہ نیند کا غبار اترے۔ پھر آپؐ دانت صاف کرتے۔ خواتین وحضرات! مسواک کی بڑی اہمیت ہے۔ اب علمائے اسلام اگر مسواک کی اہمیت زیادہ کریں گے اور دانتوں کی صفائی کم کریں گے تو کیا بات بنے گی۔ اگر نیات کو پرکھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ نے دانتوں کی صفائی اشد ضروری قرار دی اور اگر فیصل آباد کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی شناخت کو برقرار رکھنا چاہیں اور اگر لوگ صبح سویرے مسواک ڈھونڈنے نکل پڑیں تو تمام درخت اور تمام پودے شام تک میرا خیال ہے بے برگ وبار ہوجائیں گے۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسواک سے مراد دانت صاف کرنا ہے تو آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اور اگر آپ کا مسئلہ خالی مسواک ہے تو پھر بیچارے درختوں کی شامت تو آ ہی جائے گی۔

مثال کے طور پر میں اب اس قسم کی شناخت کے لیے عمدہ سا ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔ یہ مستند حدیث ہے کہ ایک دفعہ حج کا موقع تھا۔ حضرت فضل بن عباسؓ رسول اللہ کے پیچھے اونٹ پر بیٹھے تھے۔ ایک خاتون بڑا اچھا چہرہ زیبا لے کر آئی۔ وہ لباس احرام میں تھی۔ فضل بن عباسؓ نے ٹکٹکی باندھ کے دیکھنا شروع ہوگئے۔ اب بڑی پریشان کن صورت حال پیدا ہوگئی۔ جب دیکھا کہ یہ تو اس بدتمیزی سے باز ہی نہیں آرہے تو حضور ﷺ نے اُن کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اُدھر کردیا کہ بس بہت ہوگیا۔ یہ وہ اطوار کی شائستگی ہے۔ اگر آپ رسالت مآب ﷺ کی نیت دیکھیں تو وہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم حج پر میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو۔ ایک خاتون مذہبی مسئلہ پوچھنے آئی ہے اور آپ اس طرح ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہو کہ آپ مجھے بھی شرمندہ کررہے ہو تو آپ ﷺ نے انتہائی شائستگی سے چہرے کو اُدھر کردیا۔ دراصل سکھانے کا یہ مستحسن طریقہ ہے۔ کوئی لفظ نہیں بولا۔ لفظ بولتے تو دونوں کو شرمندگی ہوتی۔ صرف آرام سے چہرے کو اُدھر پھیر دیا۔ بس یہ وہ باتیں ہیں، جو ہمارے دل کو لگ جائیں۔

Marfat.com

اِسلام میں اور باقی نظاموں میں بہت بڑا فرق ہے کہ اسلام کو دل تسلیم کرتا ہے۔ باقی نظام جبر ہیں۔ اسلام واحد ایسا نظام ہے جس کو لوگ دل سے تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسلام کی خوبی دیکھیے کہ آج کے اس دور میں جبکہ یہ نظام پچھلے سینکڑوں برسوں سے کہیں بھی رائج نہیں ہوا ہے' پھر بھی لوگ دل سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ آج بھی کر رہے ہیں۔ آج بھی لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ آج بھی لوگ زکوٰۃ دے رہے ہیں، صدقات دے رہے ہیں۔ آج بھی اسی طریقے سے وضو کر رہے ہیں۔ آج بھی خدا کو مان رہے ہیں۔ احکامِ رسول اللہ ﷺ کو مان رہے ہیں۔ یہ خوبی ہے اس نظام کی کہ لوگ پہلے اسے تسلیم کرتے ہیں' پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ لوگ پہلے اُس پر ایمان لاتے ہیں' پھر اس کے مطابق عملی زندگی میں بہتری لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایمان تو آپ بڑی دیر سے لائے ہوئے ہیں' لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا اور نہ اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش ہی کی جارہی ہے۔

حضور ﷺ سے محبت صرف آپ کے چہرے سے ہی نہیں

سوال: آپ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حضور ﷺ سے محبت آپ کے دل میں ہی ہے' چہرے پر نہیں؟

جواب: آپ نے بڑی معقول بات فرمائی' مگر میں ایک چھوٹی سی بات آپ سے عرض کر دوں۔ بعض اوقات جو ایک کوتاہی میری ذات میں ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی کوتاہی نہ بنے' مگر اس کے پیچھے ایک خصوصی حکمت کارفرما ہے۔ جو شاید میں کہوں تو وہ عذر سمجھا جائے گا اور جھوٹ سمجھا جائے گا۔

مجھے جس اُمت سے واسطہ پڑا' جن لوگوں سے واسطہ پڑا' جن لوگوں کو میں نے داڑھیوں میں دیکھا' میں ان کی مذمت نہیں کرتا' لیکن بدقسمتی سے وہ داڑھی کے معیار پر پورے نہیں اترے۔ ایک جُملہ آپ نے بھی سنا ہوگا میں نے بھی سنا ہے' یہ کوئی داڑھی کی قدر و قیمت تو نہیں۔ میں آپ کو قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ میں ابھی اپنے آپ کو داڑھی کا اہل نہیں سمجھتا میری ذات میں بڑی خامیاں ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے یہ سنتِ رسولؐ مجھے زیبا نہیں۔ کم از کم اس کے نہ ہونے سے میں ان کمتر اور کمزور درجے کے مسلمانوں میں ہوں جن پر اعتراض نہیں ہوتا اور پھر جب میں اس کو رکھ لوں گا تو پھر مجھے کچھ نہ کچھ اس کا معیار پورا کرنا پڑے گا۔ روزانہ جو میں جھوٹ بولتا ہوں' اسے ترک کرنا پڑے گا۔ سب سے بڑھ کر مجھے نفاقِ قلب کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ علی بن عثمانؒ نے فرمایا! یہ قول ایک حجت ہے کہ جس سنت پر فسق و فجور کا گمان ہونا شروع ہو جائے' اس کا ترک اس کے اختیار سے بہتر ہے۔

سائنس کی رُو سے مسلمان کا زوال

سوال: کیا مسلمانوں کا سائنس اور ٹیکنالوجی سے دور ہونا ان کے زوال کی بہت بڑی وجہ نہیں ہے؟

جواب: نہیں' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ علم کا تقسیم ہو جانا۔ مجموعی طور پر آپ دیکھیں کہ تین' چار سو سال سے ایک حماقت عالمِ اسلام میں جاری ہے' اور اس کا سبب علمائے اسلام ہیں اور وہ یہ کہ یہ دین کا علم ہے' وہ دنیا کا۔ جس کو بھی آپ

Marfat.com

دیکھیں گے وہ علم کو تقسیم کر رہا ہے۔ فرض کیجیے ایک شخص جو ایم۔ایس۔سی میں داخلہ لے رہا ہے' ایک بزرگ اسے فرمائیں کہ آؤ ہمارے مکتب میں یہ کرلو۔ یہ علم تو دنیا کا ہے' یہ دین کا ہے۔ یہ تقسیم جب سے شروع ہوئی ہے' دین و دنیا کے علوم علیحدہ ہوئے ہیں۔ جب سے یہ تقسیم شروع ہوئی ہے کہ آپ بچے کو قرآن حفظ کروانا چاہتے ہیں اور اسے سکول سے اٹھالیتے ہیں کہ یہ قرآن حفظ کرے گا۔ سکول نہیں پڑھے گا۔

قرآنِ حکیم جب علوم کی تفسیر کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے بہترین وہ لوگ ہیں جو الذین یذکرون اللہ قیما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض (۳(آل عمران):۱۹۱)

اب آپ انصاف سے کہیے کہ ایک طرف خدا یہ کہتا ہے کہ میرے بندے وہ ہیں جو صبح و شام چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے مجھے یاد کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ بندے ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو ماہرین نباتیات ہیں' وہ لوگ جو ماہرین فلکیات ہیں' وہ لوگ جو مختلف سائنسی علوم سے وابستہ ہیں' جو تحقیق و جستجو کے میدان میں ایک چھوٹی چیز سے خدا کا اثبات ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں' وہ لوگ جو سمندر پر غور کر رہے تھے' جب وہ سمندر کی تہہ میں اُترے تو انہوں نے ایسی عجیب و غریب مچھلیاں دیکھیں تو وہ شخص جو مسلمان نہیں' یہ کہتا ہے کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس مچھلی کو کس لیے بنایا گیا ہے' اس کا مدافعاتی نظام مخصوص ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مدافعاتی نظام اس کو کس نے دیا ہے۔ سوائے اس کے میں یہ کہوں کہ اسے اللہ نے دیا ہے۔

خواتین و حضرات! تحقیق و جستجو کی یہ تقسیم کہ یہ قرآن ہے' یہ حدیث ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن ہے تو اس کی ایک ایک آیت کو سمجھنے کے لیے آپ کو مختلف علوم کی اعلیٰ اسناد چاہئیں۔ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون (۲(البقرہ):۱۷۹) اور اگر اہلِ عقل غور کرو تو قصاص میں زندگی ہے' اس کے لیے آپ کو علم تاریخ چاہیے' اس کے لیے آپ کو بکھرائے ہوئے ڈھانچوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کے لیے آپ کو عمرانیات کا پورا علم چاہیے۔ پھر جا کر آپ اس آیت کے معانی کو سمجھ سکیں گے۔ ایک چھوٹی سی آیت ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیاء مذکوراً (۷۶(الانسان):۱) میں آپ سے بطورِ دعویٰ کہتا ہوں کہ لم یکن شیاء مذکورہ کی تفسیر جو ہے آپ میں کوئی بڑے سے بڑا عالم اس وقت تک نہیں کرسکتا' جب تک اسے حُیاتیات کا مکمل علم نہ ہو۔ انسان کے آغاز کا علم نہ ہو' حیات کی ابتداء کا علم نہ ہو۔ اللہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ مدتوں برس ہا برس' قرن ہا قرن تم زمانے میں ایسے رہے کہ تم کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھے تو اس کی کون وضاحت کرے گا کہ انسان زمانے میں کیسا رہا؟ کون اس حقیقت سے پردہ اٹھائے گا کہ حیاتِ انسانی تو دو ارب سال پہلے شروع ہوئی۔ وِل ڈیورانٹ اپنی ''ہسٹری آف فلاسفی'' میں کہتا ہے کہ انسان ایک جامد حیات کی صورت میں کہیں موجود تھا اور پھر اس نے سودا کیا' موت کے بدلے زندگی قبول کی اور یہ بٹتا چلا گیا۔ ایسا سے Paramecia ہوا' اس سے آگے بڑھتا ہوا دوہرے خلیے (Double celluler) کی حیات تخلیق ہوئی۔ آپ ایک' دو ارب سالوں میں اس درجہ انسانیت پر پہنچے۔ علم کی تقسیم کی وجہ سے یہ سب حادثات پیش آئے۔

آج بھی آپ ایک طرف وہ تمام لوگ دیکھیں جو صرف مذہبی علوم رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ دیکھیں جو تمام دنیاوی علوم رکھتے ہیں' ان دونوں کے درمیان کوئی مطابقت نہیں۔ یورپ کیوں ترقی یافتہ ہے کہ تمام سائنسی علوم

Marfat.com

میں کمال حاصل کر گیا' مشرق کیوں پسماندہ ہے کہ ان کو ان سائنسی علوم کا کچھ پتا نہیں تھا' مگر مغرب والے یہ کہتے ہیں کہ مشرق اس لیے پسماندہ ہے کیونکہ وہ مذہبی ہے حالانکہ یہ دلیل غلط ہے۔ مشرق مذہبی علوم کی وجہ سے پسماندہ نہیں ہے۔ مشرق یا آپ اس وجہ سے پسماندہ ہو کہ آپ نے مذہب کے قانون کو صحیح طرح سمجھا نہیں۔ آپ موضوعی نقطہ ہائے نظر (Subjective Approaches) کے مالک ہوئے۔ آپ نے آدھے مذہب کے قانون پر عمل کیا۔ آدھے کو بالکل چھوڑ دیا۔ الذین یذکرون اللہ قیٰما وقعودا و علیٰ جنوبھم تک تو عمل کر لیا اور دوسرا حصہ بالکل ترک کر دیا کہ ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض (۳(آل عمران):۱۹۱)

خلوص اور اِخلاص

سوال: خُلوص اور اِخلاص کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ تو بھڑوں کا چھتا ہوتا ہے' جسے آپ اِخلاص کہتے ہیں کہ اس کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ مخلصی بعض اوقات نادانی سمجھی جاتی ہے۔ اِخلاص ایک ایسا رویہ ہے جو تعقل کے درجے پر پہنچتا ہے تو الہام ہو جاتا ہے۔ اِخلاص بغیر ترجیحات کے مرتب نہیں ہوتا۔ جب آپ دل و دماغ سے کسی چیز کا انس پیدا کرتے ہیں اور کسی شے کی محبت کو ترجیح اول قرار دیتے ہیں تو آپ کا اخلاص ترقی پذیر ہوتا ہے۔ ان تمام معاملات میں تمام لوگوں میں یہ محبت کی جبلت موجود ہوتی ہے۔ یہ بنیادی جبلتوں میں سے ہے۔ محبت ایک بنیادی جبلت ہے جیسے جارحیت اور تحفظ ذات بھی بنیادی جبلتیں ہیں مگر جب اس جبلت کو سنوارا جاتا ہے اور کوئی رخ دیا جاتا ہے اور یہ وجود سے نکل کر قدر کی صورت اختیار کر جاتی ہے تو یہ اخلاص کا نام پاتی ہے۔

غیر مسلم بچے کا حساب

سوال: ایک بچہ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا' اس کا مسلمان ہونا تو سمجھ میں آتا ہے جو بچہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہی نہیں ہوا' اس سے اللہ کے پاس حساب لینے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اس معاملے میں معتزلہ اہل اسلام سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اس کا جواب رسول اللہ ﷺ نے بڑا مناسب دیا۔ پوچھا گیا کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟ چھوٹی عمر میں مرگیا۔ بلوغت سے پہلے مرگیا۔ فرمایا' اللہ بہتر جانتا ہے جو اُس نے بڑے ہو کر کرنا ہے' مگر میں آپ کو ایک عملی سا جواب دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں حالات و واقعات یا کوئی اچانک تبدیلی آ جائے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز کے بنیادی اجزاء (جو آپ نے ایک چیز حاصل کرنی ہے اس کے بنیادی اجزاء) ایک جیسے ہوں۔ مثلاً آپ نے مشین میں دودھ اور آئس کریم پاؤڈر ڈالا۔ باقی اجزاء ڈال دیے تو ہو سکتا ہے کہ پتلی آئس کریم تیار ہو' اچھی تیار ہو' بے مزہ آئس کریم تیار ہو مگر یہ نہیں ہوگا کہ آئس کریم کی جگہ تمباکو نکل آئے۔ اب اگر ایک کافر ماں ایک کافر باپ' کا فر جینز (Genes) بچے میں ڈال رہے ہیں تو جب تک وہ بلوغت اور شعور کو نہیں پہنچتا اس جینز میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئے گی اس لیے:

The product will stand wasted just as the parents stands wasted.

Marfat.com

بڑی سادہ سی بات ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ ہاں اگر وہ بچہ بڑا ہوتا ہے۔ بلوغت کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اپنے تصورات کی تبدیلی کا اختیار رکھتا ہے' عقل و شعور رکھتا ہے' خدا کو جاننے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اللہ اس کے راستے متعین کرتا ہے اور وہ کے۔ایل۔گابا ہو جاتا ہے۔ کافر تھا' ہندوؤں کے گھر پیدا ہوا' مسلمان ہو گیا اور ادھر سے کوئی مسلمان ایسا نکلتا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے تو جب بلوغت آئی تو انسانوں کے کردار و افعال ان پر مسلط ہوئے تو ان کی سوچیں فیصلہ کرتی ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ کروڑ ہا مسلمان صاحبِ نجات ہیں یا نہیں۔ اب آپ غور کیجیے کہ ایک نظریہ آتا ہے کیمونزم' سوشلزم اور وہ نظریہ دیکھتے دیکھتے دو یا تین کروڑ پاکستانیوں کو متاثر کر دیتا ہے۔ ہمارے زمانے میں ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے لیکچرر فرماتے ہیں کہ:

Muhammad (PBUH) was a Capitalistic Exploiter.

جب ایک مسلمان کا بچہ محمد رسول اللہ ﷺ کو Capitalistic Exploiter کہے گا تو کیا اس کا ٹھکانا پھر جنت میں ہونا چاہیے؟ یہ وہ تھیسز ہے جو مکمل طور پر اس بات پر قائم ہے کہ مذہب افیون ہے اور خدا سراب ہے' خیالِ خام ہے' حماقتِ انسان ہے۔ وہ دو کروڑ مسلمان' مسلمانوں کے سے نام رکھیں گے' مسلمانوں کے گھر پیدا ہوں گے' مسلمانوں کی اولاد ہوں گے اور اپنے مقامات جو ہیں۔

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

علم کے واسطے چین تک

سوال: ایک حدیث ہے کہ علم حاصل کرو چاہے' تمہیں چین تک جانا پڑے تو جناب ٹیکنالوجی تو ساری امریکہ اور یورپ کے پاس ہے تو چین تک کا ذکر رسول پاک ﷺ نے کیوں فرمایا؟

جواب: اگر آپ کو شاہراہ ریشم کے رُوٹ کا پتہ ہوتا تو یہ مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ جس زمانے میں یہ بات کہی گئی اُن دنوں سب سے مہذب علاقہ چین سمجھا جاتا تھا' جیسے آج آپ کے ہاں نیویارک اور واشنگٹن ڈی۔سی کے نام صحائفِ مقدس سمجھے جاتے ہیں' اس زمانے میں مسلمانوں کے سمرقند' خیوہ اور چین کے علاقے بہت معتبر اور خوبصورت ترین علاقے سمجھے جاتے تھے۔ مراکش میں تمام اطالوی لوگوں کا خیال تھا کہ پریاں بستی ہیں اور وہاں حور اور ملائکہ کے قصے مشہور تھے اور یہ اس وجہ سے تھے کہ تکنیکی اور ثقافتی اعتبار سے مسلمان اس زمانے میں یورپ سے بہت آگے تھے۔ یورپ اس وقت سیاہ ادوار میں تھا اور یہ علاقے اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند تھے۔

حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہم اس سے بھی پیچھے جھانکتے ہیں تو تین ہزار سال پہلے جیسے قبلائی خان اور کنفیوشس کے دور میں چین سب سے قدیم' سب سے مہذب اور سب سے ترقی یافتہ تہذیب سمجھی جاتی تھی اور وہ تاثرات رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک قائم تھے۔ اب آئیے رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک۔ دیکھیے کہ یورپ کا کیا حال تھا۔ ظاہر ہے کہ یورپ اُن دنوں دورِ سیاہ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا' اس لیے اس کی نہ کوئی علمی شناخت تھی' نہ کوئی تکنیکی شناخت تھی

Marfat.com

بلکہ پندرہویں اور سولہویں صدی کے درمیان انگلینڈ' اٹلی اور فرانس میں جب کسی کو آدھے سر کا مستقل درد ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے اس پر جن غالب ہے اور جن لوگوں سے وہ درد کا علاج کرانے جاتے تھے' وہ ایک صلیب نما کیل اُن کے سر میں ٹھونک کر ان کا درد دور کرتے تھے۔ وہ بندہ بھی فارغ ہو جاتا تھا اور درد بھی۔ اس زمانے میں چونکہ مہذب ترین اور اعلیٰ ترین علمی فضیلت والی قوم چین تھی' اس لیے فرمایا' اطلبوا العلم ولو کان بصّین اور پھر چین سب سے دور بھی تھا۔ یہاں دوری بھی استعارہ ہے۔ اس کے درمیان تین ہزار میل کا صحرائے گوبی پڑتا تھا' جس کو عبور کرنے کے بعد آپ قبلائی خان کے دارالحکومت تک پہنچتے تھے' جیسے مارکو پولو پہنچا تھا۔ تو یہ ایک دوری کا نشان ہے جسے حضورؐ نے فرمایا' علم اگر اوج ثریا پر بھی ہوگا تو ایک عجمی اسے اتار لے گا' یعنی عجم میں سے کوئی شخص اسے اتار لے گا۔ تو یہ دوری کا نشان بھی ہے مگر ایک بات اچھی طرح یاد رہے کہ علم تو مدینے میں تھا' علم تو قرآن تھا' علم تو رسالت تھی' علم تو ایمان تھا' تو اس سے مراد وہ علم نہیں ہے' اس سے مراد دنیاوی علوم ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیاوی تعلیم کو کتنا لازم قرار دیا۔

Kat Stevens

سوال: ایک مغربی گویّے نے جس کا نام Kat Stevens تھا' اسلام قبول کر کے اپنا نام یوسف رکھ لیا تو اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب: خواتین و حضرات! میں نے بھی امریکہ ایک چکر غلطی سے لگا لیا تو ان دنوں وہاں Kat Stevens آئے ہوئے تھے اور وہ اللہ پر پروگرام پیش کر رہے تھے۔ انہی دنوں میں وہاں کے سلسلے کے ایک صوفی بھی آئے ہوئے تھے تو مجھے ان دونوں حضرات کو سننے کا اتفاق ہوا اور میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ یہ تصوف تو بڑا دلکش ہوتا ہے۔ آدھی رات کے بارہ' ایک بجے سلسلہ صوفیاء شروع ہوا تو تمام لوگ سفید لباس براق میں ایک حلقہ سا بنا کے کھڑے ہوئے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں دف تھی' کسی کے ہاتھ میں بانسری تھی اور وہ ناچ رہے تھے اور اللہ ہُو۔ اللہ ہُو۔ اللہ ہُو کر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم اپنے ہی لوگوں کو ایسے فراڈ میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ یہاں اس سے بھی زیادہ فراڈ ہے۔ Kat Stevens ان دنوں گٹار پر اللہ کا پروگرام پیش کر رہے تھے اور ساتھ جھوم رہے تھے By far, it was one of the most funniest sites I have every seen.

مگر میں ان کے اخلاص کی بات نہیں کرتا۔ بہر حال مجھے یہ سب کچھ بڑا عجیب سا محسوس ہوا۔

آپ گٹار پر اللہ ہُو کرتے پھرو اور پوپ موسیقی کے ذریعے ہی اللہ کو مقبول کرتے رہو۔ بہر حال۔

I don't know...... God is the better judge.

وسوسہ اور الہام

سوال: وسوسہ اور الہام میں کیا فرق ہے؟

Marfat.com

جواب: وسوسہ دستک' جھنکار کو کہتے ہیں کہ آپ کے سلسلۂ خیال میں اور جس طرح کوئی سکوت ہوا من ہو' پھر اچانک کہیں سے پائل کی جھنکار آئے' کوئی دستک دے تو جو چونکاہٹ پیدا ہوتی ہے اُس کو وسوسہ کہتے ہیں۔ وسوسہ اور الہام خیر دو علیحدہ چیزیں ہیں۔

ایک صوفی اپنے شاگرد کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ سردی بہت زیادہ تھی' پاؤں بھی ننگے تھے۔ شاگرد کے گلے میں گلوبند تھا تو اس نے چاہا کہ گلوبند اتار کے مَیں اپنے شیخ کے پاؤں میں پہنا دوں۔ پھر خیال آیا نہیں شیخ تو بہت ریاضت والا ہے۔ اس نے تو بڑے کشٹ کاٹے ہیں' یہ کہاں سردی گرمی کی پروا کرتا ہے۔ خیال ختم ہو گیا اور آگے بڑھ کے کچھ دیر کے بعد اسی شاگرد نے اپنے استاد سے پوچھا کہ حضرت یہ وسوسہ اور الہام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا! جو تجھے پہلے آیا تھا وہ الہام تھا' جو بعد میں آیا وہ وسوسہ تھا۔

فلاح پانے والا فرقہ

سوال: مسلمان اس وقت بہت سے فرقوں میں بٹ چکے ہیں' اس کی وجہ کیا ہے اور آپ کے خیال میں فلاح پانے والا فرقہ کون سا ہے؟

جواب: بہت سادہ سا فرق ہے مسلمان میں اور فرقوں میں۔ ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعًا لست منھم فی شئی (٦ (الانعام): ١٥٩) وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں فرق کیا اور گروہ بن گئے' اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں۔

پیغمبر نہیں ہے تو ہم کہاں سے ہوں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے تشخص جُدا کیا' عادات جُدا کیں' انداز جُدا کیے' اسٹائل جُدا کیے' داڑھیاں جُدا کیں' ٹوپیاں جُدا کیں' شلواریں جُدا کیں' رنگ جُدا کیے' ان میں پیغمبر نہیں اور وہ جن کا ایک سا انداز ہے جو گنہگار ہیں' نکمے ہیں' غلطی کے وقت توبہ کر لیتے ہیں' مڑ مڑ کے خدا کو یاد کرتے ہیں فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ (٥٣ (النجم): ٣٢) جو شخص اپنے آپ کو پاکباز نہیں کہتا' مقدس نہیں سمجھتا' وہ آپ جیسا' جس کا ایک تشخص ہے کہ وہ مسلمان ہے' وہی صحیح ہے۔

کمپیوٹرائزڈ نسل

سوال: آج کے دور میں نوجوانوں کی تفریح کمپیوٹرائزڈ ہے۔ نہ تو انہیں دودھ سے دلچسپی ہے نہ شہد سے۔ جنت میں جا کر یہ لوگ کیا کریں گے؟

جواب: خداوند کریم نے فرمایا کہ جنت میں ہر سمت آپ کو خوشی ملے گی۔ اگر آپ کا یہی ٹیسٹ جنت میں قائم رہا تو اللہ وہاں بھی آپ کے لیے کوئی ڈسک پلیئر یا کمپیوٹر لا دے گا۔ اس سے کوئی مسئلہ نہیں' بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہاں کے کمپیوٹر' سپر کمپیوٹر کے سامنے اتنے حقیر لگیں کہ آپ کو ایم سی ایس دوبارہ کرنا پڑے۔ یہ خیال کر کے جائیے گا کہ وہاں اگر آپ امتحان دینے کی مصیبت میں پڑ گئے جو دنیا میں ہے' تو مزا نہیں رہے گا۔

Marfat.com

شعور کی عمر کا تعین

سوال: احساسِ گناہ جو ہے، وہ شعور کی عمر میں جا کر آئے گا۔ شعور کی عمر کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

جواب: ہم چودہ برس کی عمر تک اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں۔ بہت ساری باتوں سے بچوں کو روکتے ہیں تو وہ اس کا پسِ منظر بن جاتی ہے۔ جھوٹ بولنے سے روکتے ہیں یا ان کو آگ کے قریب جانے سے روکتے ہیں تو یہ ساری کی ساری ابتدائی تربیت ہے جو ان کو بعد میں مدد دیتی ہے۔

جیسے احساسِ گناہ قبر تک جاتا ہے۔ ہم شعور کی عمر میں بھی گناہ کرتے رہتے ہیں، مگر ہمیں چھوٹا سا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی تربیت کو اس لیے اہم قرار دیا جاتا ہے کہ ابتدائی تربیت جتنی بھی مستحکم اور واضح ہوگی اور جتنی بھی منافقت سے خالی ہوگی، وہ تربیت آخرت تک ہمارا ساتھ دے گی۔ جیسے اقبالؒ نے کہا:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

جیسے آج کل کی تربیت ہو رہی ہے۔ بچے اس لیے زیادہ بگڑ جاتے ہیں کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ جو چیز ماں باپ کہہ رہے ہیں، خود اس کے خلاف کرتے ہیں تو ان کو پتہ لگ جائے گا کہ ماں باپ بھی بے اصول ہیں اور ہم نے بھی ایک بے اصولی کا رویہ اپنانا ہے، مگر جیسے سبھی کہتے ہیں کہ آغوشِ مادر ہی سے بھلائی کے سراغ لگتے ہیں اور جھولے ہی میں پوت کے پاؤں سے پتا لگ جاتا ہے کہ بڑا انسان ہے کہ نہیں۔ اس کی وجہ وہ ابتدائی تربیت ہے جس میں ایک خالص نیکی، سعادت، شرافت، اخلاق اور صبر کے اصول ہیں Adversity is the school of all great people اور غربت میں جو مائیں اپنے بچوں کو اچھے اصولوں سے پالتی ہیں، خیر پر پرورش کرتی ہیں، نیکی پر پالتی ہیں، پھر وہی بچے آگے جا کر انہی اصولوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

جذبات کی مخالفت

سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ کو اپنی ترجیح اولیں بنائیں اور آپ نے یہ بھی کہا کہ مسلمان اتنا الجھ چکا ہے کہ وہ اس موضوع پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کر سکتا۔ میں خدا کو اپنی ترجیح اول تو بنا لوں اور بنانا بھی چاہتا ہوں مگر میں اپنے جذبات کی مخالفت کیسے کروں؟

جواب: اصل میں تو یہ جہاد ہے اور ایک جنگ ہے جو کلمہ پڑھنے سے شروع ہوتی ہے۔ کیا مدوجزر ہے جو انسانی طبیعت میں کلمے کے بعد شروع ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ۔ میں جو ہزاروں خداؤں میں تقسیم ہوں۔ میرے باطن میں میری انا میرا خدا ہے۔ میرا انتخاب میرا خدا ہے۔ میری محبتیں میرا خدا ہے۔ میری چاہتیں، رغبتیں ہر چیز میرا خدا ہے۔ زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة و الخیل المسومة والانعام و الحرثِ ط ذالک متاع الحیوٰة الدنیا (۳(آل عمران):۱۴) لوگوں کی خواہشاتِ نفس سے محبت،

Marfat.com

عورتوں سے محبت' بیٹوں سے محبت' سونے اور چاندی کے خزانوں سے محبت' عمدہ قسم کے گھوڑوں' مویشیوں سے محبت اور کھیتی سے محبت بڑی مزین کی گئی ہے۔ یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے۔ یہ سارے کے سارے خدا ہیں۔ اگر ان ساری چیزوں ہی کی عبادت ہم نے کرنا ہے تو پھر لا الٰہ کیوں کہنا ہے۔ میں نے اِلا اللہ تک کب پہنچنا ہے۔ کیا بہتر نہ ہوگا کہ میں کلمے سے دستبردار ہو جاؤں۔ میں یہ نہ کہوں کہ میں اِلا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میری استعداد کوئی نہیں ہے۔ یہ تو بڑی ہمت کا کام ہے۔ بڑی سوچوں کا کام ہے۔ مگر خدا کہتا ہے۔ لن تنالو البر حتیٰ تنفقو مما تحبون (۱۳(آل عمران):۹۲)

براتِ عاشقاں در دل

تم کبھی میری محبت نہیں پا سکتے جب تک کہ اس کے مقابلے میں اٹھتی ہوئی محبتوں کو خرچ نہ کرو۔ قربان نہ کرو۔ یہ ایک دن کا کام نہیں۔ بائیس برس قرآن اترتا رہا۔ بائیس برس عربوں کی جبلتیں ٹوٹتی رہیں۔ بائیس برس تک تربیت کے اس نظام میں بدترین لوگ بہترین نفوس میں بدلتے رہے۔ ایک دن میں نہیں بدلے۔ میں بہترین انسان بننے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ علیہ نے فرمایا' سب سے بہترین زمانہ میرا' پھر میرے اصحاب کا' پھر تابعین کا۔ حضرات گرامی! آج کے دن ہم زیرو مارجن سے تو شروع کر سکتے ہیں' میں اگر عمل نہیں کر سکتا تو میں ایک خواہش کا اظہار تو کر سکتا ہوں اور خواہش کے اظہار کے لیے ہی سورۂ فاتحہ ہے۔ فاتحہ کیا چیز ہے۔ جدوجہد کے کھلنے کو کہتے ہیں میری اپروچ کا کُھلنا کہ میں کچھ بھی نہیں کرتا۔ دیکھیے جس چیز کو آپ کمتر سمجھتے ہیں' اس سورۃ کو آپ چھوٹا سمجھتے ہو' دن میں دس مرتبہ پڑھتے ہو' اس کی اہمیت کا آپ کو پتہ ہونا چاہیے۔ یہ آپ سے عمل کا تقاضا نہیں کر رہی۔ آپ غور کیجیے۔ سورۃ فاتحہ اس سوال کا جواب ہے جو ابھی آپ نے کیا کہ خدا کو ماننے کی آرزو ہے۔

وصال یار بڑی چیز ہے مگر ہمدم
وصال یار فقط آرزو کی بات نہیں

جس شخص کے دل میں آرزوئے خداوند پیدا ہوگئی' اس کا پہلا سوال یہی ہے کہ کیا کروں تو اللہ کہتا ہے کہ فاتحہ سے شروع کرو۔ دُعا سے شروع کرو۔ یہ سورۃ تمام امراض کی شفا ہے اور سب سے بڑھ کر امراضِ قلب کی شفا ہے جو آپ کے دل میں وساوس' جو اجرام فلکی کے گمان' جو زندگی کے گمان' جو غلطیوں کے گمان آتے ہیں' اُن میں یہ آپ کو راستہ دکھاتی ہے اور اگر اللہ توفیق دے تو آپ اپنے مشاغل میں نماز کو اور سورۂ فاتحہ کو جز وفکر بنائیں اور خدا سے دعا مانگتے رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ کے راستے کشادہ ہوں گے۔ آپ کو عملی' نظری اور فکری رستے ملیں گے اور آپ قرب و جوارِ خداوند میں جا کر رکیں گے۔

اسلام میں تفریح کا تصوّر

سوال: اسلام میں تفریح کا کیا تصور ہے؟

جواب: اسلام میں تفریح کے اتنے مقامات ہیں اور اسلام اتنا تفریح کا قائل ہے کہ حضور علیہ نے تیراندازی کے مقابلوں میں شرکت کی۔ حضور علیہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تماشا دکھلایا' جسے آپ بازی گروں کا تماشا کہتے

Marfat.com

ہیں۔ حضور ﷺ نے گھڑ دوڑ میں حصہ لیا اور اسلام ان تمام تفریحات میں یقین رکھتا ہے جو شہوات خالصہ کو نہ لے کے جائیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے دَور کے بہترین کھلاڑی تھے۔ وہ کھیلوں کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے کہ فرمایا' ایک بار میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا' یا رسول اللہ ﷺ دوڑ ہو جائے تو فرمایا عائشہ ہو جائے اور پھر ہم نے صحن میں دوڑ لگائی اور حضور ﷺ آگے نکل گئے اور میں پیچھے رہ گئی۔ میں نے کہا' حضور ﷺ پھر سہی۔ فرمایا! ہاں پھر کبھی سہی اور پھر کچھ عرصے کے بعد جب حضور ﷺ بوڑھے ہونے لگے تو میں نے کہا' حضور ﷺ آج پھر دوڑ ہو جائے فرمایا ہاں ہو جائے۔ پھر ہم نے صحن میں دوڑ لگائی اور میں آگے نکل گئی۔ فرمایا! عائشہؓ برابر ہوئے۔ شکر ہے تم نے دوڑ جیتی ورنہ تم نے بدلہ نہیں چھوڑنا تھا۔ دیکھیے کہ گھر میں اپنی محترم خاتون کے ساتھ دوڑیں لگ رہی ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ وہ تفریح کو پسند نہیں کرتے ہوں گے۔

بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ جن کی زیادتی غلط ہے اور وہ تفریح کی حد تک رہیں اور شہوات کی حدود میں نہ داخل ہوں۔ اب اگر آپ نے باقی چیزوں کی اصلیت دیکھنی ہے تو آپ کو یہ اصول برتنا پڑے گا کہ کیا وہ آپ کے عوامل میں داخل ہو رہی ہے۔ کیا وہ آپ کو نماز سے غافل کر رہی ہے۔ کیا آپ کو صدقات سے غافل کر رہی ہیں۔ کیا آپ کو خدا کے احکام سے غافل کر رہی ہیں۔ اگر یہ سب کچھ کر رہی ہیں تو گناہ ہے' اگر نہیں تو تفریح ہے۔

اللہ کے ولی جو عراق میں دفن ہیں

سوال: عراق میں ولی اللہ اور بزرگ ہستیاں دفن ہیں' ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: میں کل ایک جگہ سے گزر رہا تھا تو ایک صاحب دوسرے صاحب کو کہہ رہے تھے کہ جس کو غوثِ اعظمؒ مانتے ہو' کہو بغداد کو بچالے۔ اب کہو فلاں کو جنیدؒ بچالے۔ یہ بڑے گستاخی کے کلمات ہیں جو اولیاء اللہ کے بارے میں بولے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے دوست ہیں۔ یہ اللہ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف راغب کیا۔ خدا نے ان سے کام لیا کہ اپنی محبت کو ان لوگوں کے توسط سے پھیلایا۔

اگر آپ ان پہ طنز کرو گے تو یہ جواب میں ضرور کہیں گے کہ تم جیسے لوگوں کے ہوتے ہوئے کیسے ترس ہو سکتا ہے۔ تم جیسے گستاخانِ رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے کیسے رحم ہو سکتا ہے۔ ہم تو آرام سے نیچے پڑے ہیں۔ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے جو تمہیں مل رہی ہے۔ پھر دوسری بڑی بات۔ ابھی جنگ کو چھ دن ہوئے ہیں اور آپ نے باتیں شروع کر دیں۔ ابھی تک جنگ کا فیصلہ ہی نہیں ہوا۔

کیا واقعی شہر بچتے ہیں کہ نہیں۔ محدثین کے امام اور شافعی سلسلہ کے بزرگ شیخ محمد بن علی ابن الجزریؒ جو مصنف ''حصن حصین'' ہیں۔ احادیث کی دعاؤں کی کتاب لکھ بیٹھے تھے اور لکھ کے حضور ﷺ کو نذر فرمائی اور شہر کا یہ عالم تھا کہ قزل بوغا سوا لاکھ منگول لے کے حملہ کرنے آیا ہوا تھا۔ شہر کے اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ عورتیں تھیں' بچے تھے۔ کہرام مچا ہوا تھا۔ شیخ نے حضور ﷺ سے شہر کے بچنے کی دعا کی درخواست کی۔ شیخ نے یہ ''حصن حصین'' کے آغاز میں نقل کیا کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مجھے بائیں ہاتھ لیا۔ پھر وضاحت فرمائی کہ عرب جس کو بائیں ہاتھ لیتے ہیں' اس کی

Marfat.com

حفاظت مقصود ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے کتاب کو قبولیت عطا فرمائی اور فرمایا' ڈرمت تو سلامت رہے گا۔
اگلے دن صبح قزل بوغا دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر کیوں چلا گیا۔ اگر یہ کتاب شیخ ہی تھی اور شیخ کا بیان ہی تھا کہ میں نے کتاب منسوب محمد علیہ السلام کی اور دعا مانگی تھی کہ یا رسول اللہ علیہ السلام اپنی اُمت کو عذاب سے چھڑائیے اور رات رسول اللہؐ خواب میں تشریف لائے اور مجھے بائیں ہاتھ لیا اور پھر وضاحت فرمائی کہ عرب جس کو بائیں ہاتھ لیتے ہیں ان کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔ ڈرمت تجھے کوئی خطرہ نہیں اور شہر والوں کو کوئی خطرہ نہیں اور اس طرح یہ خطرہ ٹل گیا۔
علامہ اقبال کہتے ہیں:

Mystic experiences excommunicable.

آپ کو پتہ ہے صوفیوں اور مولویوں میں کیا جنگ ہوتی ہے۔ مولوی پر تو پوری زندگی وہ لمحہ گزرا ہی نہیں۔ اس کے دل پر اس کے باطن پر کوئی ایسی کیفیت گزری نہیں تو وہ کیسے مان لے کہ کسی اور پر گزری ہے۔ اسی لیے وہ کرامت کا قائل نہیں۔ اسی لیے وہ محبت کا قائل نہیں۔ وہ صرف شریعت کا قائل ہے اور شریعت بغیر طریقت بے معنی ہے۔
امام ابن تیمیہؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں' حالانکہ ابن تیمیہؒ سے سخت کوئی نہیں ہے۔ اپنے زمانے میں ہزاروں لوگ انہوں نے قتل کروائے جو دجل و فریب سے خدا کے نمائندے بن کے بیٹھے ہوئے تھے' مگر جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ بغداد کے وہ عظیم اولیاء اللہ تھے اور ان کی کرامات ہم تک تواتر سے پہنچیں۔ اب اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا اولیاء اللہ کا کہ ابنِ تیمیہؒ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ان کی کرامات تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں اور اب بھی کرامات بغداد سے پہنچ رہی ہیں۔ خدا اپنے دوستوں کا ساتھ دیتا ہے اور اس کے دوست ہم اور آپ جیسے غریب بندوں کا ساتھ دیتے ہیں۔
قرآن میں اللہ نے کہا کہ اے پیغمبر علیہ السلام اگر یہ تیری بیویاں تیرا ساتھ نہیں دیتیں تو پھر میں' میرے ملائکہ اور میرے مومنین تیرا ساتھ دیں گے۔ اگر آپ ترتیب دیکھیں تو بڑی عجیب سی ہے کہ میں' میرے ملائکہ' میرے مومنین تیرا ساتھ دیں گے۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ کوئی بھی اہل عقل ایسا ہے کہ جب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں ساتھ دوں گا تو میں اپنے غلاموں کا کیوں ذکر کروں گا مگر اس طرح اللہ جُملہ بڑھاتا ہے کہ میں ساتھ دوں گا' میرے ملائکہ ساتھ دیں گے اور میرے مومنین تیرا ساتھ دیں گے۔ ایک نظام ہے۔ ایک سربراہی ہے۔ اس کے نیچے گروہ ہیں۔ قیادت بھی ہے۔ جزوی ہیں۔ کُلی ہیں۔

حضور علیہ السلام کی حدیث ہے۔ اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ یا تو پھر آپ یہ جُملہ کہو گے کہ اے اللہ' اپنے بانٹنے والے سے کہو کہ مجھے کچھ دے۔ اگر خدا تک آپ کی رسائی ہوگی تو آپ کہو گے اے اللہ مجھے دے۔ اب جو شخص اللہ سے مانگنے جائے گا۔ تقسیم تو کسی بندے کے پاس ہے تو اس سے وہ دعا کیسے مانگے گا کہ اے اللہ کہو اپنے رسول علیہ السلام سے کہ مجھے کچھ دے۔ کیسا لگے گا یہ آپ کو۔ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ کار تو نہیں بنے گا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یا اللہ مجھے دے۔ خدا نے تو جو کچھ عطا کرنا تھا' اس کی تقسیم پر محمد رسول اللہ علیہ السلام کو لگا دیا کہ یہ تمہیں دیں گے۔ اب دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو قرآن بتا رہا ہے جو اللہ کے رسولؐ آپ کو بتا رہے ہیں کہ اے پیغمبر علیہ السلام جب لوگ میرے پاس

Marfat.com

آئیں' اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے کے لیے اور آپ ﷺ بھی ان کے لیے دعا کریں تو ہم بخشنے والے ہیں۔ یہ ہے اصل عطا اور بخشش کا مطلب کہ جب لوگ میرے پاس آئیں' اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے کے لیے تو بات تو ختم ہو گئی کہ اللہ معاف کرے۔ ختم کر۔

As simple as that - through proper channel.

بھئی اگر کسی کے بہت اچھے ذاتی تعلقات ہیں اللہ سے' تو جاؤ مبارک ہو۔ اگر اتنے گہرے نہیں ہیں تو پھر through proper channel' ورنہ اس کے بغیر کام نہیں بنے گا۔

Marfat.com

فتنۂ آخرزماں ☆

☆ یہ لیکچر 1998ء راولپنڈی میں دیا گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

فتنۂ آخر زماں

خواتین وحضرات! میرا یہ خیال نہیں تھا کہ یہ موضوع اتنا بڑا خطرہ ہوگا' کیونکہ جب یہ موضوع تھانیدار صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے ہال کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے باقی کا حصہ نہیں پڑھا اور فتنے سے گمان کیا کہ یہ تو بڑا گڑ بڑ والا معاملہ ہے۔ تو میں نے گمان کیا کہ فتنہ کہیں بھی ہو' کچھ نہ کچھ ضرور مصیبت پیدا کرتا ہے' خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

خواتین وحضرات! پیشتر اس کے کہ میں اصل موضوع پر گفتگو کروں۔ اس کے پس منظر میں دو چار بڑے اہم ذہنی سوالات ہیں جو ہم نے طے کرنا ہوتے ہیں کہ مستقبل میں جھانکنا انسان کی بے چینی کا باعث ہے۔ اس کے اضطراب کا باعث ہے' اس کے تجسس کا باعث ہے۔ ہر انسان جھانکنا' تاکنا پسند کرتا ہے۔ چاہے وہ فلکیات اور علم الاعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔

خواتین وحضرات! یہ فتنۂ آخر زماں کا لفظ بذاتِ خود ایک ایسی شعبے کی نشاندہی کرتا ہے جو اس وقت موجود نہیں ہے۔ ایسے ماحول اور ایسے مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے جو اس وقت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور کیا واقعتاً یہ زمانہ اختتام کے قریب ہے۔ کیا واقعتاً ہم لوگ کسی ایسے تجسس میں ہیں کہ کل کوئی ایسا بڑا ہنگامہ ہونے والا ہے' جس کی وجہ سے یہ کاروانِ حیات اپنے اختتام کو پہنچے گا۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔ جب سے انسان پیدا کیا گیا' تب سے اس نے مستقبل کے لیے تجسس کی بیخ لگا رکھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بہت سارے مستند علماء علوم غیب کو مکمل متاع پروردگار سمجھتے ہوئے کسی ایسے امکان کی بالکل نفی کرتے ہیں' جہاں کوئی شخص بھی غیب کی گفتگو کرتا ہو یا کسی بھی مستقبل کی نشاندہی کرتا ہو۔ خواتین و حضرات! اللہ کے لیے تو کوئی غیب نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو عالم الغیب والشہادۃ کہتا ہے۔ وہ اس لیے کہتا ہے کیونکہ وہ غیب آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ وہ اس کے مشاہدے میں ہے اور جب بھی قرآن کی کوئی آیت پڑھی جائے گی اور جب اس کا مفہوم سمجھا جائے گا تو اسے اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن بندوں کے پڑھنے کے لیے اور سمجھنے کے لیے ہے۔ اس لیے ہم اس جہت کو جدا نہیں کر سکتے' جو محاورہ قرآن میں استعمال کیا گیا ہے۔ جس فہم وتدبر اور فراست کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' وہ انسان کی تکمیلِ فراست ہے۔ انسان اپنی عقل سے کام لیتا ہے اور ضرور اس مقامِ فہم تک پہنچے گا' جہاں اسے اللہ کے علوم الغیب سے اور اس کے ظاہری علوم میں سے بھی اس کو فراست حاصل ہوگی۔ زمانے میں ایسے بہت سارے باکمال گزرے ہیں جن سے مستقبل کے اشارے ملتے ہوں اور خواتین وحضرات! ایسے لوگوں پر

Marfat.com

کوئی حد نہ تھی کہ وہ کس مذہب سے' کس مکتبِ خیال سے یا کس طبع ورجحان سے تعلق رکھتے تھے' اس لیے کہ انسانی ذہن کی وسعتیں بے پناہ تھیں اور کسی نہ کسی قید و بند کے عالم میں مجنوں اور قلبی اُداسی میں جب انسان کے ایک طرف کے عملی اعتقادات ختم ہوتے تو باقی اعتقادات کھل جاتے جیسے مشہور فرانسیسی نجومی Nostradames کی بات ہے کہ زندگی کی معصیت میں وہ کچھ ایسے دور سے گزرا کہ اس کے اندر ESP (Extra Sensory Perception)۔ آزاد اور زندہ ہوگئی اور اس نے آئندہ زمانے تک اپنی مسلسل پیش گوئیوں کا سلسلہ دیا۔

خواتین و حضرات! پیشین گوئی اور سچی خبر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ غیب اور شہادت کا فرق صرف اتنا ہے جتنا انسان کے اندر علم ہے۔ اس حد تک اس کے اندر شہادت ہے۔ جب اس کا علم اختتام کو پہنچتا ہے تو اس سے آگے وہ غیب میں چلا جاتا ہے۔ چاہے وہ پانچویں کلاس ہی میں کیوں نہ ہو' چاہے وہ ایم۔ اے کی جماعت ہی میں کیوں نہ ہو' وہ تمام علوم جن میں انسان نے تحصیل نہیں کی ہوتی' وہ تمام علوم جن میں اس کی اطاعت فراہم نہیں ہوتی' وہ تمام علوم جن تک اس کی نظر نہیں گئی ہوتی وہ اس کے لیے علم الغیب بن جاتا ہے' مگر کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی مخصوص تعلیمات اس فن میں ہوتی ہیں' اس درجہ خیال میں ہوتی ہیں جب وہ یہاں سے آگے بڑھتا ہوا خصوصی طور پر ان علوم پر اعتراضات کرتا ہے جس پر عمومی لوگ نہیں کرتے تو ان علوم پر اس کی معلومات عمومی لوگوں سے بڑھ جاتی ہے اور عمومی لوگ جس مسئلے پر غیب میں ہوتے ہیں' خصوصی لوگ اس مسئلے میں شہادت پر ہوتے ہیں۔

نبی کی جو تعریف آئی ہے' بنیادی طور پر وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ ایسی خبر دینے والا جس کی کسی اور کے پاس کوئی خبر نہ ہو۔ بنی اسرائیل میں ایک وقت میں بے شمار انبیاء گزرے تھے اور بعض اوقات بہت سارے جھوٹے انبیاء بھی گزرے تھے۔ تو عموماً ان کی سچائی کا واحد امتحان وہ خبر ہوتی تھی جو ملائے اعلیٰ سے کسی ایسے سچے بندے کو دی جاتی تھی جو بالآخر درست نکلتی تھی۔ اس عالم میں جب حضرت دانیال علیہ السلام کو بخت نصر کے زمانے میں بابل کے بادشاہ Balthasar نے خواب دیکھا اور اس نے اعلان کیا کہ میں اس شخص کو سچا مانوں گا جو مجھے میرا خواب بتائے گا اور اس کی تعبیر بھی بتائے گا تو بہت سارے ایسے جھوٹے انبیاء جو اس وقت اس فہم و فراست کے دعویدار تھے' وہ کہنے لگے کہ ہم تعبیر تو کر سکتے ہیں مگر وہ خواب کیسے بتائیں جو بادشاہ نے دیکھا ہے۔ بالآخر اسے بتایا گیا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص ایسا ہے جو تمہیں خواب بھی بتا سکتا ہے اور اس کی تعبیر بھی۔ اس طرح حضرت دانیال علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور یہ بہت بڑا واقعہ تھا کہ دانیال علیہ السلام کی رہائی کے بعد بنی اسرائیل کو یروشلم آنا نصیب ہوا اور وہ وہاں آباد ہوئے۔

حضراتِ گرامی! اگر آپ غور کریں تو پوری کائنات میں صرف ایک غائب ہے۔ ہر چیز پر کسی نہ کسی مخلوق کی رسائی ہے' مگر ہماری ملائے اعلیٰ پر رسائی نہیں ہے۔ کم از کم ملائکہ کی ضرور ہے۔ کوئی نہ کوئی مخلوق ہر جگہ پروردگار کی اس وسیع تر مملکت میں موجود ہے اور کوئی نہ کوئی غیب کسی نہ کسی کے لیے شہادت ہے۔ سوائے اللہ کے پوری تاریخِ انسانیت' ہمیں یہ بتاتی ہے کہ پروردگار ایک منزل پر واحد اور تنہا ہے اور اس کا دیکھنا کسی انسان کے لیے یا کسی مخلوق کے لیے مناسب نہ تھا اور نہ اسے دیکھا گیا' حتیٰ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے نوازا گیا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام کی مدد دی گئی۔ واتینا عیسی ابن مریم البینٰت و ایدنہ بروح القدس (۲ (البقرہ):۲۵۳) اور ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو

Marfat.com

روشن نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے مدد کی۔ اس مدد کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قرآنِ حکیم کی آیت کے مطابق دعویٰ فرمایا اور سچا دعویٰ فرمایا کہ: وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم (۳(آل عمران):۴۹) اور جو کچھ تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو سب تمہیں بتلا سکتا ہوں۔

حضراتِ گرامی! جب آپ آگے بڑھے تو اللہ کو بھی اپنے لیے کسی بڑی شہادت کی ضرورت تھی کہ انسان یہ اعتبار کرے کہ اللہ کا بھی کوئی گواہ اور شاہد موجود ہے تو بالآخر اپنے دوست (بنی نوعِ انسان) اپنے پیغمبرؐ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو یہ سعادت بخشی گئی کہ قاب قوسین کے مقام پر جا کر انہوں نے خدا کو دیکھا۔ جب حضور ﷺ نے رویت الٰہی کا دعویٰ کیا تو عمر بن ہشام حضرت ابوبکرؓ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور سیدنا صدیق اکبرؓ سے یہ کہا کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ راتوں رات مسجدِ اقصیٰ گیا اور عالم بالا کو بلند ہوا اور اللہ کو دیکھا تو کیا تم یقین کرلو گے۔ تو انہوں نے کہا نہیں۔ تو تمہارا دوست محمدؐ یہ کہتا ہے۔ تو فرمایا' اگر وہ یہ کہتے ہیں تو سچ کہتے ہیں' اسی لیے وہ صدیق اکبرؓ کہلائے تو جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک صدیق ہوتا ہے اور میرا صدیق عبداللہ بن ابی قحافہ ہیں۔

خواتین و حضرات! ایک دوسرا نقطہ' ایک نفسیاتی نقطہ جو انسان کے ذہن میں ہمیشہ موجود رہا کہ کہیں نہ کہیں انکار کرنے والوں کے پس منظر میں بھی خدا ایک کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ کا یقین اس کا اعتقاد اتنا مضبوط اور پرانا تھا' اتنا سچا تھا کہ ہر زمانے میں جنہوں نے انکار کیا' انہوں نے بھی کہیں نہ کہیں اس اقرار کا تھوڑا بہت اعلان کیا' حتیٰ کہ ارنسٹ ہیمنگ وے (امریکی مصنف) جو بڑا مشہور ترین خدا کا انکار کرنے والا تھا' وہ اپنے ہاتھ میں ایک کڑا پہنتا تھا' تو اس پر اسے کسی نے کہا کہ تو تو خدا کو نہیں مانتا تو پھر یہ کیا ہے۔ اس نے کہا' یہ میرے اعتقاد کا ایک حصہ ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب میں اسے پہنتا ہوں تو میرے ساتھ اچھے واقعات ہوتے ہیں اور جب میں اتار دیتا ہوں تو میرے ساتھ اچھے واقعات نہیں ہوتے۔

جیسے پہلے معروف نفسیات دان ولیم جیمز نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اس جہاں سے پرے بھی ایک جہاں ہے اور وہ مکمل ہماری طرح ہے اور میں اس کی آوازیں بھی سنتا ہوں اور میں وہاں سایوں کو چلتا پھرتا بھی دیکھتا ہوں۔ تو خواتین و حضرات! جب انسان خدا سے گریزاں ہوتا ہے ایک فرد مثال لیجیے تو اس کے دل میں کوئی نہ کوئی احساسِ جرم ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی اس سے ایسا گناہ ہوتا ہے اور کہیں نہ کہیں کوئی غیر مطمئن صورت اس کے باطن میں پیدا ہوتی ہے' جس کو کرنے کے لیے وہ اپنے لیے خود کسی احساسِ گناہ کا تصور پاتا ہے۔

اس کی مثال آپ کو دورِ حاضر میں دو ملکوں میں بڑی نمایاں نظر آتی ہے۔ ایک جرمنی میں اور ایک امریکہ میں۔ جب جرمن قوم کو احساس دلایا گیا تو جرمنی والوں میں اتنا احساسِ جرم پیدا ہوا کہ وہ اپنی ترقی میں جنگ عظیم دوم کے ذمہ دار قرار پائے اور ان کی سائیکی پر اس کا اتنا دباؤ تھا کہ ان کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہٹلر نے جو یہودیوں کا قتل عام کیا' اس کے ہم ذمہ دار ہیں اور کہیں نہ کہیں اس کی سزا ہم پا رہے ہیں جس کی وجہ سے اب بھی وہ کسی ملک کی جنگی تیاریاں اور ایٹمی

Marfat.com

تجربوں کے بہت خلاف ہوتے ہیں۔

خواتین وحضرات! یہ بات جاپانی قوم میں بڑی نمایاں ہے۔ جاپان نے جنگ عظیم دوم میں جس تشدد کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد ان کا جب ایٹمی بم سے واسطہ پڑا تو آج بھی جب آپ ان کی خوف پیدا کرنے والی فلمیں دیکھتے ہیں' ان میں وہ کسی نہ کسی عفریت کی علامت کو ضرور دکھاتے ہیں اور خوف و دہشت ان کی زندگی کی علامت بن گیا ہے جسے ایک خاص اصطلاح میں Surrealistic Pattern کہتے ہیں جو آپ صادقین کے آرٹ میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

یہی حالت امریکہ میں ہے کہ پروپیگنڈے کے ساتھ اپنے آپ کو اس ایٹم کے ظلم وستم سے بچانے کی کوشش کی اور بڑی اچھی طرح جواز پیدا کیا' لیکن بلاشبہ امریکی قوم میں سب سے بڑا خوف ایٹم کی تخلیق ہی کا ہے۔

But no doubt, the biggest fear in American nation is creation of atom.

اور وہ اس کے بارے میں سوچ کر خوف و دہشت سے کانپتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلی کوشش یہ کی کہ کوئی مسلمان ملک ایٹمی طاقت نہ بنے اور اس طاقت کو روکنے کے لیے وہ انتہائی تشدد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔ یہ ان کے انتہائی اندرونی خوف کی علامت ہے۔

پورے یورپ اور مسیحی دنیا نے مل کر کم از کم چودہ صلیبی جنگیں مسلمانوں سے لڑیں اور ان جنگوں میں خود جو زِک اٹھائی' اس کی ایک جنگ کا حال میں آپ کو سناتا ہوں جو بالکل ناقابلِ یقین حد تک ان کے لیے خوف و دہشت کا باعث بن گئی' جسے ہم جنگِ منصورہ کہتے ہیں۔ جنگِ منصورہ میں ان کو اتنی بڑی شکست ہوئی کہ جس میں چودہ یورپی بادشاہ بذاتِ خود پکڑے گئے اور اسی طرح اس سے تھوڑا عرصہ پہلے وادیٔ حطین کی جنگ میں انگلینڈ کا سب سے بڑا مضبوط اور دلیر بادشاہ جسے وہ شیر دل کہتے تھے' وہ اتنی ذلت اور پستی سے ہمکنار ہوا' جس کا خوف یورپی اقوام کے باطن میں بیٹھ گیا۔ یہ دو جنگیں فیصلہ کن جنگیں کہلاتی ہیں۔

خواتین وحضرات! صرف یہی نہیں بلکہ سلطان سلیمان ذیشان کے زمانے میں دہشت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے یورپی متحدہ بیڑے کو اتنی بُری طرح شکست دی اور ان کے نام کی اتنی دہشت تھی کہ آج تک آپ یورپی فلموں میں سمندری بیڑے یا بحری قزاقوں کی جو شکل دیکھتے ہیں' وہ خیرالدین باربروسا کے کمانڈوز کی شکل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ایک جرنیل نے جب اٹلی پر قبضہ کیا تو چھ مہینے تک ساحل پر وہ ان سے خراج لیتا رہا اور وہ کبھی اٹلی میں داخل نہیں ہو سکا' کیونکہ اس کے پاس فوج ہی نہیں تھی اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ انگریز مائیں جب اپنے بچوں کو سلانے کے لیے ڈراتی تھیں تو کہتیں:

Hush!!!! The Turks are comming.

یورپی اقوام کا یہ خوف اب ان کے جارحیتی لب ولہجہ کی وجہ سے ایک عظیم ایٹمی جنگ میں بدل گیا ہے اور یہ مجموعی لاشعوریت جو انسان کی تباہ کاریوں اور بہت زیادہ خوفناک ہتھیاروں کی ایجاد کے باوجود اپنے وجود میں لرزاں ہے' ان کا احساس ہے کہ ہم اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ اب زمانے کی رفتار کو روکا نہیں جا سکتا۔ بقول حدیث رسولؐ کے زمانے اب قریب آ رہے ہیں' دنیا اور آخرت اب قریب آ چکے ہیں کہ اب ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ خواتین وحضرات! جب انسانی سائیکی کسی خطرے کی زد میں آتی ہے یا کسی آسیب کی زد میں آتی ہے تو اس کا خوف اس کے اندر سے ایسی معلومات

Marfat.com

تخلیق کرتا ہے جو بالآخر صحیح نکلتی ہیں اور یہ تیسری وجہ ہے کہ لوگوں نے پیشین گوئیاں کیں۔ پیشین گوئی کرنا نہ کبھی جرم رہا اور نہ کبھی جرم ہوا' مگر بہت ساری پیشین گوئیوں کو قرآن بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون (سورۃ الانعام' آیت ۱۱۶) وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور انکل پچو سے کام لیتے ہیں۔

اسی لیے انبیاء اکرام اور حضور ﷺ کے علاوہ کسی بات کو حتمی نہیں مانا جا سکتا' خواہ وہ کسی تباہی و بربادی کی ہو' خواہ کسی خوشخبری کی ہو' خواہ کسی عیش و عشرت کی ہو۔ خواتین و حضرات! ایک بات تو آپ نے دیکھی ہوگی کہ عوام جب کسی ذرا سی بات پر جابر حکمران سے تنگ آتے ہیں تو ان کی سائیکی اس قسم کی پیشین گوئیاں گھڑتی ہے کہ یہ قتل ہو جائے گا' وہ ضرور مارا جائے گا۔ میں اس بات پر حیران ہوتا ہوں کہ کوئی انسان خارجی طور پر جینے کے لیے تو نہیں آیا۔ اگر کسی آمر مطلق کے بارے میں یہ پیشین گوئی کی جائے کہ یہ بیس سال بعد اپنی موت خود مر جائے گا تو کیسی رہے گی۔ میرا خیال ہے کہ فطری پیشین گوئی ہے۔ اس سے زیادہ سچی بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی مگر بہت سارے پیشین گوئی کرنے والے ان باتوں کا سہارا لیتے ہیں۔

They are little more sharp than the others. They keep on guessing.

'بو سونگھتے ہیں' اندازے لگاتے ہیں اور پیشتر اس کے کہ کوئی واقعہ ہو' اس کی قربت میں بڑا سا بیان لگا دیتے ہیں کہ دیکھا میں نے پہلے سے کہا تھا' میری بات سچ نکلی۔ مگر خواتین و حضرات! آج بھی اللہ کے بندے پیشین گوئیاں نہیں کرتے۔ آج بھی زمانے پر حکم چلاتے ہیں۔ وہ حکم دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ پیشین گوئی بن جاتا ہے۔ سچی پیشین گوئی۔

وہ ہر بات پوری ہونی ہی چاہیے۔ اس کا پہلے سے کوئی سوچے یا نہ سوچے' وہ ایک بات رحمت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے' وہ بات عذاب کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے' اسی لیے ایک اچھے مجذوب کے بارے میں کہا گیا کہ اس کی اگاڑی سے بھی ڈرو اس کی پچھاڑی سے بھی ڈرو۔ کوئی پتہ نہیں' موڈ میں آ کے تمہیں اچھی خبر دے جائے اور موڈ میں آ کے کوئی بری خبر دے جائے' مگر خواتین و حضرات! اس کے علاوہ سائیکی کی سطح پر ایک ایسا پہلو ہے جس کی نشاندہی کیے بغیر میں آگے پیشین گوئیوں کے باب تک نہیں جانا چاہتا کہ اللہ جب کسی کو ایسے خصوصی علوم سے آشنا کرتا ہے جسے آپ 4th Dimensional Perception کہتے ہیں تو ان سے ظاہری علوم کا احساس چھین لیتا ہے۔ اللہ کو یہ منظور نہیں ہوتا کہ یہ خبریں عمومی سطح پر پہنچیں اور لوگ موجود کو چھوڑ کر' حاضر کو چھوڑ کر مستقبل کی فکر کریں۔

ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ جو کچھ قیامت تک ہونا ہے لکھا جا چکا ہے' لوحِ محفوظ پر اتر چکا ہے۔ ایک بات اور بھی یاد رکھیے کہ ایک ہزار سال کے لیے یہ زمین ان ملائکہ کو دی جاتی ہے' جنہوں نے ایک ہزار سال کا بندوبست کرنا ہوتا ہے اور پھر ایک ہزار سے ایک سو سال تک کی اسکیم اُن ملائکہ کو دی جاتی ہے جنہوں نے کسی صدی کا بندوبست کرنا ہوتا ہے۔

کل وہ مبارک رات ہے اور اس مبارک رات میں ایک سال کی اسکیم اتار دی جائے گی۔ ایک سال میں کیا ہونا ہے۔ کس نے مرنا ہے' کس نے پیدا ہونا ہے' کس نے رزق حاصل کرنا ہے' کس کی کمی ہے' کس کی بیشی ہے۔ اب سب کچھ آسمانِ اول کے ملائکہ کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

Some intellectuals can always peep into these secrets.

بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ یہ اسکیم جب نافذ ہو رہی ہوتی ہے تو کوئی ESP والا بتا دیتا ہے۔ یہ تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض اوقات سائنس دانوں میں بھی حس ہے۔ جس طرح حدیث رسول ﷺ کے مطابق کتا بدرُوحوں کو دیکھ لیتا ہے' گدھا شیطان کو دیکھ لیتا ہے۔ تو خواتین و حضرات! یہ سماعت و بصارت میں کوئی خصوصی اثرات تو ہوں گے۔ مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں کہ مرغ کی آنکھ میں زردی جو ہے' ضرور اس میں کوئی Ultra Violet Ray کا اثر ہوگا کہ جس سے شاید Ultra Violet Ray کی وجہ سے فرشتہ نظر آ جاتا ہے اور کسی جانور کی سفیدی میں اس قسم کی شعاعیں ضرور ہوں گی' جو ایک فرشتے کا کھوج لگا لیتی ہیں۔

اب میں ایک بڑا مشہور اور مستند واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تاج الدین ناگوریؒ اپنے زمانے کے سب سے مانے ہوئے مجذوب تھے تو انہوں نے مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر کو دیکھتے ہی کہا کہ تم یہاں کہاں؟ تم تو پھاٹک کے پیچھے ہو' پھاٹک کے پیچھے ہو' تو وہ دونوں حضرات بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہم پھاٹک کے پیچھے ہیں۔ ہم تو ان سے ملنے آئے ہیں تو جب پلٹ کر گئے تو رولٹ ایکٹ کے تحت دونوں جیل میں بند ہو گئے۔ تب ان کی سمجھ میں آیا کہ انہوں نے دو چار دن آگے پیش آنے والے واقعات دیکھ لیے تھے اور وہ ان سے بار بار کہہ رہا تھا کہ تم تو پھاٹک کے پیچھے ہو۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ انسانی سائیکی اپنے ترفع کی وجہ سے ماورائے فطرت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح جب ایسی کارروائیاں بڑھتی ہیں تو بہیمانہ جرائم پیدا ہوتے ہیں' بدترین جرائم پیدا ہوتے ہیں اور ایسی کارروائیوں کی جانب کو دھیان چلا جاتا ہے۔

خواتین و حضرات! پیشین گوئیوں کو جاننا میری طرح ضرور آپ کا بھی تجسس ہے' مگر یہ آج سے شروع نہیں ہوئیں۔ یہ تو بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ انسان اس زمین پر رہتا ہے' اس کے انجام کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا ہے۔ معلومات خواہ کتنی بھی کم ہوں مگر ایک ذریعۂ معاملات ہمیشہ موجود ہے اور وہ اللہ خود ہے اور انسان کو آنے والے وقتوں سے ڈراتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ کشتی پر بیٹھے تو اللہ نے ان سے ایک بات کہی کہ اے نوح علیہ السلام! تجھے تو میں نے بچا لیا اور تیرے ساتھیوں کو بھی اور یہ نیکوکاروں میں سے تھے مگر یاد رکھنا کہ تیری اولاد میں سے لوگ پھر کفر کریں گے اور یاد رکھنا پھر میں ان کو ایسی ہی بڑی سزا ضرور دوں گا۔ خواتین و حضرات! ایک بہت بڑی تباہی کی بنیاد اس قوم پر پڑ گئی اور پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے حواریوں نے کہا کہ یا نبیؑ! اللہ ہمیں ایسا کوئی ثبوت دے کہ ہم واقعی اللہ کے پیارے ہیں اور تو واقعی اللہ کا سچا نبی ہے۔ تُو دُعا کر کہ اللہ ہمارے لیے آسمان سے نعمت اتارے' ہم اسے کھائیں اور شکر کریں۔ تو اللہ نے کہا کہ ٹھیک ہے اتارتا ہوں تم کھاؤ گے بھی اور تم بھوکے بھی کبھی نہیں رہو گے' مگر ایک بات یاد رکھنا کہ کچھ سزائیں میں تمہیں تمہارے ہاتھوں زمین پر ہی دوں گا۔

جنگِ عظیم اوّل اور دُوم اس بات کی مکمل شہادت ہے کہ ان کے بعد جو یورپی سائیکی یا بیسویں صدی کے عوام کی سائیکی کبھی بہتری کو مائل نہیں ہوئی بلکہ وہ خدا سے اور دُور ہو گئے اور زیادہ تباہی و ہلاکت کو بڑھے۔ ایمان رخصت ہو گیا اور تمام اقوامِ مغرب خدا کو Personal Outsider سمجھنے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا کہ اللہ اگر ہماری بات مانتا ہے تو ٹھیک

Marfat.com

ہے اللہ رہے ورنہ:

He should be set outside the Universe. He is no more needed on this earth.

اور آج کا پورا ماحول' پورا فلسفہ اور پورا خیالِ مغرب اسی ایک بنیادی عقیدے پر قائم ہے کہ:

God is a personal idea which remain within somebody's sick mind but he is no more needed on God's Earth. We are enough to raise our own system, our own communities, our own life.

ابھی ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ پیشین گوئیاں جو آئیں اور وہ فتنۂ آخرزماں کہاں ہے۔ ضمناً آپ کو بتاتا چلوں کہ بہت ساری چیزوں کو حضور علیہ نے فتنہ بتایا کہ فتنۂ آخرزماں عورت ہے' مال ہے' دین سے بے رغبتی ہے' اور فرمایا فتنۂ آخرزماں بہت کچھ ہے۔ مگر ایک بہت بڑے فتنے کو حتمی طور پر انہوں نے آخری زمانے کا فتنہ بتایا کہ باقی تمام فتنے انفرادی زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں' مگر یہ فتنۂ آخرزماں انسان کے بنیادی عقیدے اور بنیادی اعتبار خداوندی پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اسی لیے اوّل و آخر تمام انبیاء نے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام' حضرت یحیٰ علیہ السلام' حضرت دانیال علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرکارِ کائنات حضرت محمد علیہ نے اس کا ذکر کیا۔

پیشین گوئیاں اس وقت سے شروع ہیں' جب سے یہ زمین بنی ہے' جیسے بہت پرانے لوگ قدیم یہودی تھے' ان کا یہ کہنا تھا کہ بہت بڑی جنگ جسے Armageddon کہتے ہیں اور یہ جنگ اور آخری مسیحا اس وقت آئے گا جب مشرق وسطیٰ میں یہودی سلطنت قائم ہو جائے گی اور حضراتِ گرامی! اتفاق دیکھیے کہ یہودی سلطنت قائم ہے اور وہ بھی کسی آخری مسیحا کا انتظار کر رہی ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے آپ کو بڑی عجیب و غریب پیشین گوئیوں سے واسطہ پڑے گا۔ اصل سے بھی اور نقل سے بھی۔ پھر میں آپ کو ان کا تجزیہ پیش کروں گا۔ اب انجیل نے اس کے خلاف جو پیشین گوئی دی' وہ تھوڑی سی اس سے مختلف ہے۔ فرمایا کہ شمالی شہنشاہ اور جنوبی شہنشاہ دونوں اسرائیل پر حملہ کریں گے اور وادیٔ Sion میں تباہی و ہلاکت کا بہت بڑا منظر ہوگا اور اسرائیل تباہ ہو جائے گا۔ یہ یاد رکھیے گا کہ اسرائیلی سلطنت کے قیام سے ہزاروں سال پہلے کی پیشین گوئیاں ہیں' کل اور پرسوں کی نہیں۔

اب میں آپ کو ایک دوسری قوم کی طرف لیے چلتا ہوں کہ تبت کی پیشین گوئیوں میں دو پیشین گوئیاں آئی ہیں۔ ایک تو آخری زمانے کے بارے میں مہاتما نے فرمایا کہ زمین اس وقت تک تباہ نہیں ہوگی جب تک کہ مترا نہیں آ جاتا۔ اور وہ اسے رحمت اللعالمین کہتے ہیں' یعنی ان کے مطابق جب تک آخری بدھا نہیں آ جاتا' تب تک دنیا تباہ نہیں ہوگی۔ پھر تبتی لاماؤں کی کتابوں میں ایک بڑی پرانی پیشین گوئی لکھی ہوئی آئی کہ تیرھویں دلائی لاما کے بعد کوئی دلائی لاما نہیں ہوگا اور یہ زمین کے انجام کی نشانی ہے۔ تیرھویں دلائی لاما آ کے ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کوئی دلائی لاما نہیں آیا جو سرکاری سطح پر تبت پر بیٹھا ہو۔ پھر اس پیشین گوئی میں یہ بھی آیا ہے کہ بدھ مت کی پوری عمر پچیس سو برس ہے اور پچیس سو برس کے بعد بدھ مت باقی نہیں رہے گا۔ اتفاق دیکھیے کہ مہاتما کو پچیس سو برس ہو گئے اور وہ زمانہ ختم ہو گیا۔ ویسے تو مومن

Marfat.com

خان مومن نے کہا کہ:

اُس بت کی ابتدائے جوانی مراد ہے
مومن کچھ اور فتنۂ آخر زماں ہے

تو شاعروں کا فتنۂ آخر زماں کچھ اور ہوتا ہے۔ مگر کتاب کا فتنۂ آخر زماں کچھ اور ہوتا ہے۔ خواتین وحضرات! ہندو روایات میں بڑی پرانی پیشین گوئی لکھی ہوئی آئی کہ چار وِتر ہیں زمانوں کے اور آخری وِتر کالکی وتر ہے۔ ان کے یقین میں کالکی کالی کا وتر ہے یعنی جنگ و جدل اور زمانے کا آخری وتر ہے اور کالکی وتر میں زمانے کا اختتام ہونا ہے مگر اس کا بھی وقت پورا ہو چکا ہے۔ کالکی وتر میں بھی انہوں نے عرب کے پیغمبر کی پیشین گوئی کا سہارا لیا ہے اور کہا کہ عرب میں ایک ایسا پیغمبر ہوگا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں کتاب ہوگی اور وہ زمانے کو صاف کرے گا۔ اتفاقاً یہ بھی وقت آ کے گزر چکا ہے اور کالکی دور بھی اپنے اختتامی دور سے گزر رہا ہے۔

سائنسی نظریات کو یا آپ پرانے زمانے کے علم نجوم کو لیجیے Trabesious قدیم بابل کا سب سے بڑا عالم تھا۔ انہوں نے سائنسی توجیہات کی بنا پر جو فیصلے دیے ہوئے ہیں' اس میں زمانے کا آخر 2160ء ہے۔ ان کے حساب سے 2160ء میں زمانہ ختم ہو جائے گا۔

بادشاہ شوریدنے اسی تباہی کا منظر دیکھنے کی خاطر بابل میں دو بہت بڑے ستون تعمیر کیے' جن میں آنے والے وقت کے حالات ومصائب کو وہ دیکھ سکتا تھا اور اس کا خیال یہ تھا کہ میں آنے والی تباہی کو سونگھ لوں گا اور اپنے ملک کو بچا لوں گا۔ اس زمانے کے اہرام مصر خالی تعمیرات نہیں ہیں بلکہ علم ہیئت کے منطقی اصولوں کے مطابق اور فلکیاتی سائنس کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ چارلس سمتھ سکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا اہرام کا فاضل ہے۔ اس نے پہلی اور دوسری جنگِ عظیم اور ایٹمی دور کو انہی آثار سے نوٹ کیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ 2001ء میں آ کر اہرام کی سارے اعداد وشمار ختم ہو جائیں گے' 2001ء تو زیادہ قریب لگتا ہے۔ چینی' عرب' یہودی اور سب لوگوں نے ابھی مغربی نظام کے اعداد وشمار کو قبول کر لیا ہے۔ بجائے قمری حسابوں کے اور پرانے بکرمی سالوں کے۔ اب سب لوگوں نے چونکہ شمسی سال کے نظام کو قبول کر لیا ہے تو اب یہ مسئلہ پڑ گیا کہ عیسوی حسابات سے جتنے بھی تباہی کے وقت ہیں' وہ انتہائی قریب آ گئے ہیں۔

اگرچہ یونانی لوگ بہت بڑے فلسفی تھے اس میدان میں بھی ان کی مہارت کلّی تھی۔ یونانی دانشوروں جیسے افلاطون نے بھی یہ یقین رکھا ہوا ہے کہ:

Desturction of the Earth will be with fire.

یعنی زمین کے کچھ ادوار ہیں' جن میں زمین مکمل تباہی کے آثار کو دہراتی ہے اور اب کی بار یہ جو ہمارا دور چل رہا ہے' وہ بھی اسی تباہی سے ختم ہوگا اور اس کی میعاد بھی دو ہزار سال ہے۔ اس سے آگے ان کے اعداد وشمار بھی نہیں جاتے۔ اکیسویں صدی جس کے بارے میں آپ اتنی امیدیں ظاہر کر رہے ہیں اور انسانی فتوحات کے کسی نئے باب کی امید کرتے ہیں' ملائے اعلیٰ پر کمندیں پھینکنے کی سوچ رہے ہیں' افلاک کو زیر وزبر کرنے کی سوچ رہے ہیں' اس کے بارے میں قدیم مفکرین ذرا مشکوک تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ انسان اکیسویں صدی میں تباہی اور ہلاکت سے ہمکنار ہوگا اور

Marfat.com

It is a famous sentence which I must quote to you that this is not the end of the world. This is end of a world.

کہ اس دنیا کی مکمل تباہی ہے یہ دنیا کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ جو دنیا موجود ہے ایک دنیا کی تباہی کے مکمل سامان اکیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے ہی قبیلے بڑے پرانے قبیلے ہیں اور پانچ ہزار سال پہلے بھی ان کا خیال یہ تھا کہ زمین اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے۔ بڑی عجیب سی بات یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب زمین کے مدار میں خرابی آئے گی تو آسمان اور سورج میں بھی خرابی آئے گی اور باقی سیاروں میں بھی خرابی آئے گی۔ اس وقت کو وہ قیامت کا وقت سمجھتے تھے لیکن قرآنِ حکیم میں اللہ نے فرمایا کہ ہم زمین کو دونوں کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں And by cm or some bigger distances زمین جو کناروں سے گھٹ رہی ہے تو اس کا عمومی توازن ضرور متاثر ہونا چاہیے۔

القارعۃO ما القارعۃO وما ادرک ماالقارعۃO (سورۃ القارعۃ آیت ۱ تا ۳)

زمین میں جب یہ ڈگمگاہٹ (Wobbling) آئے گی تو زمین اونچی نیچی ضرور ہوگی اور یہ ڈگمگاہٹ بھی آ چکی ہے اور یہ سائنسی طور پر ریکارڈ پر آ چکی ہے کہ آپ ان کے عقیدے اور پیشین گوئی کی صحت بھی اس بات سے دیکھ سکتے ہیں۔

خواتین وحضرات! یہ یاد رکھیے گا کہ میں نے آپ کو یہاں ڈرانے کے لیے نہیں جمع کیا۔ میں نے یہ عنوان اس لیے چنا کہ جہاں ہم زندگی کے بہت سارے پہلوؤں کو زندہ رکھتے ہیں وہاں ایک منزل ہمارے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہماری اپنی غلطیوں اور حماقتوں کی وجہ سے کسی تباہی کا وقت جلد بھی آ سکتا ہے اور ہم لوگوں کو اس حادثے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور حادثے کی تیاری صرف ایک ہے اور وہ ہے خدا کا ساتھ۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جب زمانہ آخر میں اس قدر بڑی تباہی آئے گی اور کھانے کے لیے کچھ نہیں رہے گا تو لوگ کیا کھائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا تسبیح ان کی خوراک ہوگی۔

اب خواتین وحضرات! زیادہ مہذب دور کو آتے ہیں۔ سب سے بڑی اور اہم پیشین گوئیاں عیسوی دور کی ہیں کیونکہ ان میں بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت بہت سارے انبیاء کی تشخیص تھی اور وہ غیب کی خبریں ضرور بتایا کرتے تھے اور بہت سارے انبیاء نے اس زمانہ آخر کی پیشین گوئیاں کیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یسعیا علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام پیشین گوئی کرنے والے پیغمبروں میں سے ہیں اور فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج بیماری اور آگ بن کے آئیں گے اور بڑے خوفناک ہتھیاروں کی نمائش ہوگی۔ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں گے اور بیماری، آگ اور خوفناک ہتھیاروں کی بارش ہوگی۔ اسی طرح عراق یا روس کا بادشاہ اسرائیل پر حملہ کرے گا اور شمال کا بادشاہ بھی اس پر طوفان کی طرح پڑے گا اور وہ اسرائیل کا روزِ حساب ہوگا۔ ذرا غور کیجیے ان الفاظ پر جو انہوں نے استعمال کیے کہ دھوئیں کے بادل ستونوں کی طرح آسمان کو بلند ہوں گے۔ میرے خیال میں یہ ایٹم بم کی طرف اشارہ ہے جو بالکل اسی طرح دھوئیں کے بادل کی طرح آسمان کو بلند ہوتے ہیں کہ سورج تاریکی میں ڈوب جاتا ہے۔

ایٹمی بارش کی وجہ سے دو تین مہینے کے لیے زمین پر سورج کی روشنی نہیں ہوگی اور چاند خون میں ڈوب جائے

Marfat.com

گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمان سے تباہی گرے گی' زمین کی بنیادیں گر جائیں گی' زمین ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور شرابی کی طرح ڈولے گی۔ اب اس پیشین گوئی کو دوبارہ لائیے کہ زمین اپنے مدار سے نکل جائے گی یا زمین اپنے مدار میں ڈولے گی۔ زمین پر ایٹم کے دھماکوں سے عدمِ توازن پیدا ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دوبارہ اس زمین کو ترقی نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک بڑی عجیب بات کہی' فرمایا کہ اس قسم کی بیماریاں آئیں گی کہ لوگ کھڑے کھڑے گل سڑ کے گر جائیں گے۔

ایک بڑی اہم پیشین گوئی جسے مکاشفۂ دانیال کہتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ چار سینگوں کے درمیان ایک چھوٹا سینگ نکلا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سینگ بہت بڑھ گیا ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے اور جبرئیل امین علیہ السلام سے کہا' میرا دل بڑا متغیر ہے' مجھے اس خواب کی تعبیر بتائیں؟ جبرئیل امینؑ نے فرمایا کہ جب بڑا بادشاہ بلند ہوگا جو خداوند سے بغاوت کرے گا اور اپنے آپ کو خدا کہے گا اور زمین پر سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو اعلیٰ کہے گا اور بار بار کہے گا اور وہ قدسیوں کی مخالفت کرے گا اور زمین پر بہت ساری حکومتوں کو زیر کرے گا اور پھر ایسے اعمال پیدا کرے گا جو خدا کو پسند نہیں ہیں اور پھر وہ وقت قریب آئے گا اور تباہی و ہلاکت ہوگی اور اجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی اور انسان اجرامِ فلکی میں دخل اندازی کرے گا۔ حضراتِ گرامی! اس سے تو زیادہ واضح کوئی علامت نہیں ہے جسے ہم بالکل دورِ جدید پر منطبق کر سکتے ہیں تو حضرت دانیال علیہ السلام نے خوف کے مارے پوچھا کہ یہ وقت کب آئے گا' فرمایا اے دانیالؑ اس وقت تو نیک لوگوں میں سویا پڑا ہوگا اور یہ ایک دور اور دو دور اور آدھا دور۔ جیسے میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ایک دن یا ایک دور ایک ہزار سال پر مشتمل ہے اور یہ ہوا ایک ہزار سال اور ایک ہزار سال اور پانچ سو برس اور یہ ڈھائی ہزار سال کی پکی شہادت موجود ہے اور اتفاق سے حضرت دانیالؑ کو ڈھائی ہزار سال گزر چکے ہیں۔ کہیں سے مجھے راستہ ہی نظر نہیں آتا۔

خواتین و حضرات! آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسلمانوں اور یورپ میں دو بہت مشہور پیشین گوئیاں کرنے والے پیدا ہوئے۔ مسلمانوں میں خاص طور پر برصغیر میں شاہ نعمت ولی اللہ ولی کی پیشین گوئیاں بڑی مشہور ہوئیں اور یورپ میں ناسٹرے ڈیمس کی پیشین گوئیاں بڑی مقبول ہوئیں۔ اصل میں یہ اتنی تفصیل میں تھیں کہ ان کو معلوم کرنا اب شاید ممکن نہ ہو سکے' مگر میں ان کا کچھ حصہ جو زمانہ آخر سے منسلک ہے' وہ ضرور بتاؤں گا۔ ناسٹرے ڈیمس کہتا ہے کہ مشرق دوبارہ زوال میں چلا جائے گا اور پھر دوبارہ عروج میں جائے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر تیغِ بے نیام بن کر گرے گا۔ یہ ذرا یاد رکھنے کی بات ہے کیونکہ جب میں حدیث کی طرف بڑھوں گا تو پھر آپ کو یاد رکھنا ہوگا کہ کیا کیا باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

The great city of Constantinople will be destroyed by the French and forces of the turban will be taken captured.

یہ French کا لفظ بھی یاد رکھیے گا' اصل میں کہتے ہیں کہ ناسٹرے ڈیمس کو French فوبیا تھا' وہ کسی بھی مغربی طاقت کو French کہہ دیتا تھا کیونکہ وہ خود فرانسیسی تھا۔

Help will come by the sheeve from the great leader of Portugal. This

will happen on 25th May 1999 the day of Saint Urban.

اب ایک اور بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ مسلمانوں کے اس لیڈر کو یا شاید کسی رُوسی یا چینی لیڈر کو ناسٹر ڈیمس Anti-Christ کہتا ہے۔ پیشین گوئیوں میں یہ مغالطہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی Anti-Christ نہیں ہوتا اور نہ ہوگا۔ یہاں ناسٹر ڈیمس کا یقین ہمارے دل سے اُٹھ جاتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان حکمران سفید یا نیلی پگڑی والا ہے تو وہ کم از کم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

ناسٹرے ڈیمس کہتا ہے کہ سات سال تک یہ تیسری جنگِ عظیم جاری رہے گی اور تین دفعہ Anti-Christ بالکل نیست و نابود ہو جائے گا۔ زیادہ اہم بات جس وجہ سے مسلمان بھی کبھی پھولے تھے کہ مسلمانوں میں ایک لیڈر پیدا ہوگا' مشرق وسطیٰ سے نہیں بلکہ عظیم اسلامی سلطنت سے' ترکی' انڈونیشیا' پاکستان' افغانستان اور وہ ممالک جو مشرقی وسطیٰ سے باہر ہیں جو سپین اور اٹلی کو فتح کرے گا وہ مسلمان یورپ پر تین اطراف سے حملہ آور ہوگا ور تمام یورپ فرانس اور لندن بھی تباہ ہوں گے اور مسلم سلطنت یورپ پر قبضہ کرے گی۔ قرطبہ کا ایک بڑا شخص اپنے ملک سے بغاوت کرے گا اور اس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوگا۔ اب آگے چلتا ہوا دوسرا حملہ ایران سے ایک مسلمان فاتح یونان پر کرے گا اور جس سے عراق کو تباہ کرتے ہوئے یہ آگے نکل جائیں گے' پھر ایک نیلی پگڑی والا نیا فاتح پیدا ہوگا' جو مسلمانوں میں انتیس سال حکومت کرے گا' جب یہ آپس میں ملیں گے تو پھر یہ دوبارہ 18 فروری 1981ء کو اٹلی پر قبضے کی پیشین گوئی کرتا ہے' مگر اب تو یہ وقت بھی گزر گیا ہے۔

جیسے میں نے آپ کو قرآن کی آیت سنائی تھی۔ ان یتبعون الا الظن وان هم الا یخرصون (سورۃ الانعام' آیت ۱۱۶) وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔ شاید یہ واقعہ پیش آ جائے مگر یہ اپنے بیان کردہ وقت سے کافی آگے نکل گیا ہے۔

یہ بڑی دلچسپ پیشین گوئی ہے۔ اس کا تعلق خاص طور پر ہم لوگوں سے ہے کہ یورپ کا ایک ملٹری لیڈر مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کرے گا' جس سے دو گروہوں میں جنگ ہوگی اور دونوں گروہ بالآخر دریائے گنگا پر ایک خوفناک جنگ لڑیں گے۔ اس سے کم از کم ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت ہندو کوئی نہیں ہوگا' کیونکہ مسلمان نے اگر دریائے گنگا پر جنگ لڑنا ہے تو اس سے پہلے شاید ہندوستان کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

شاہ نعمت اللہ ولی نے اس کی یہ پیشین گوئی کی اور کہا کہ اٹک کا دریا خون سے بھر جائے گا اور مسلمان ہمیشہ کے لیے ہندو کو ختم کر دیں گے۔

I hope, so God's will, it will be done. I hope, Shah is right.

شاہ نعمت اللہ ولی کہتے ہیں کہ جیسے کنگا کنگھے میں الجھتا ہے' اسی طرح قومیں قوموں میں الجھی ہوئی ہوں گی اور جنگ کا کوئی پتہ نہیں ہوگا کہ کس کی قوم کس قوم سے لڑ رہی ہے۔ یہ باتیں یاد رکھیے گا کیونکہ جب ہم قرآن و حدیث تک جائیں گے تو ان کے حوالے کام آئیں گے۔

ناسٹرے ڈیمس دوسری جنگ کی خبر دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ سلیمان کو آخری جنگ میں شکست ہوگی' اصل میں

Marfat.com

ان کو شرق کے ہر بڑے بادشاہ کا نام سلیمان ہی لگتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ قومیں قوموں کے خلاف جنگ کریں گی' ملک ملکوں کے خلاف جنگ کریں گے' بڑے بڑے زلزلے آئیں گے' جب فوجوں کے اجتماع ہوں گے تو سمجھ لینا کہ تباہی قریب ہے اور سورج کو بجھتا دیکھے گا' سمندروں کو اچھلتا ہوا پائے گا تو خدا کی حکومت قریب ہوگی۔

ایک بڑا مشہور شخص Saint Meloki گزرا ہے' اس نے اپنی وضاحتوں میں یہ کہا کہ سات پہاڑوں کا شہر یعنی روم تباہ ہوگا اور سخت محتسب حساب لے گا۔ خواتین و حضرات! جو شخص پیشین گوئیوں میں مشہور ہے' وہ ناسٹرے ڈیمس ہی ہے۔ ناسٹرے ڈیمس یہ کہتا ہے کہ ستائیس سال کی جنگ کے بعد اس کی وفات فطری اعتبار سے ہوگی اور وہ اپنے فوجی کیمپ میں وفات پائے گا اور اس کے ساتھ یہ جنگیں اپنے اختتام کو پہنچیں گی اور دونوں اطراف بالکل خاموش ہو جائیں گی۔ اس طرح ستائیس سال کی یہ جنگ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

خواتین و حضرات! ناسٹرے ڈیمس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ناسٹرے ڈیمس ایسے لگتا ہے کہ ایک حد سے آگے اس کی فراست نہیں ہے۔ جیسا میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ سائیکک مخبر صادق نہیں ہو سکتا۔ باوجود اس کے کہ تمام دنیا اس کی پیشین گوئیوں کو بار بار نقل کرتی ہے۔ ابھی تک ان میں صداقت تلاش کرنا ممکن نہیں ہوا۔ 1999ء میں وہ جنگوں کا آغاز کرتا ہے' کچھ مشابہت ضرور ہے کہ ترکی کی جنگ اٹلی اور سائپرس سے ہونا بڑا ممکن نظر آتا ہے۔ وہ شمالی مغربی ایشیائی ممالک کا جنگ میں شامل ہونا مشرق وسطیٰ کے ممالک اور یونانی لیڈرز کر کرتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو یہ چیزیں سامنے نظر آ رہی ہیں لیکن وقت معین نہیں اور نہ اس کا کوئی علم ہے

اس کے علاوہ وہ زمانہ آخر کے بارے میں اس کی پیشین گوئیاں اس لیے غلط ہیں کہ بحیثیت مسیحی وہ مہدیؑ کو نہیں مانتا اور مسیح کو بھی وہ اس طرح نہیں مانتا' جس طرح ہم مانتے ہیں۔ اس لیے وہ تعصب کی نظر سے دیکھتا ہے کہ جب اسے جاننا چاہیے تو وہ نہیں جان سکتا کہ فتنہ یاجوج و ماجوج کا بھی خدا ذکر کرتا ہے مگر سب سے بڑی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کی صرف ایک چھوٹی سی آیت ہے کہ حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون (۲۱ (الانبیاء):۹۶) حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے نیچے کو دوڑتے آئیں گے۔ اگر اس کو انجیل کے ترجمہ کے ساتھ دیکھا جائے کہ اجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی تو قرآن بنیادی طور پر یہ کہتا ہے کہ آئندہ جتنی تباہی بھی ہوگی وہ اوپر سے نیچے کو آئے گی اور میرے خیال میں وہ ایٹم بم اور میزائل سے ہوگی' کیونکہ اللہ نے قرآن میں کہا' لیظھرہ علی الدین کلہ (۴۸ (الفتح):۲۸) ہم نے اپنے دین کو سب ادیان پر ظاہر کرنا ہے اور بالآخر ہم نے اس کو زمانہ آخر میں ایک آخری غلبہ دینا ہے۔

حضرت دانیالؑ سے پوچھا گیا کہ دجال کون ہے تو فرمایا کہ مملکت روس' بحیرۂ بالٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو روس' یورپ اور امریکہ کی اقوام پانیوں کے گرد آباد ہیں اور اس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ دجال ایک فردِ واحد بھی ہے اور دجال ایک پورا گروہ بھی ہے اور مغربی بلاک۔ مل جل کر مسلمانوں سے اس عظیم جنگ کو شروع کریں گے۔ جنگ شروع ہوگی۔ ابھی میں آپ کو سنن ابی داؤد کی حدیث سناتا ہوں کہ وہ جنگ کیسے شروع ہے۔

Marfat.com

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہے کہ ہم حضور ﷺ سے پوچھا کرتے تھے کہ کب یہ فتنۂ آخرزماں ظاہر ہوگا۔ تو فرمایا کہ جب کسی قبیلے میں ایمان دار آدمی کی نشاندہی کی جائے' جب یہ کہا جائے کہ وہ فلاں آدمی پورے زمانے میں ایمان دار ہے۔ آپ ذرا توجہ فرمائیں تو میرا خیال ہے اس زمانے کی بات ہو رہی ہے کہ اب ہمیں بے ایمان نہیں ڈھونڈنے پڑتے' ایمان دار کی نشاندہی کرنی پڑتی ہے اور حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اور جب اس شخص کو عقلمند' ہوشیار اور خوبصورت سمجھا جائے جو دنیا میں کامیاب ہو اور اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہو تو سمجھ لینا کہ فتنۂ آخرزماں قریب ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم برے تھے' ہمارے آثار برے تھے' پھر آپ ﷺ تشریف لائے' ہم نے اچھائی کو قبول کیا' اسلام کو قبول کیا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ ہوگا تو پھر کبھی بھلائی نہیں ہوگی۔ فرمایا! ہاں ضرورت کے ساتھ۔ پوچھا' یارسول اللہ ﷺ ضرورت کے ساتھ؟ فرمایا' ہاں اچھی بات تو ہوگی' دوبارہ اچھا زمانہ آئے گا مگر ان میں کچھ عادتیں تمہاری طرح کی ہوں گی اور کچھ عادتیں نہیں ہوگی۔

حضراتِ گرامی! میں گمان کرتا ہوں کہ وہ ہم لوگ ہیں کیونکہ ہماری کچھ عادتیں تو بہت ہی بُری ہیں مگر کچھ عادتیں شاید مسلمانوں جیسی ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیں بھلائی کا زمانہ کہا تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت کا اور کوئی حق دار نہیں ہے' سوائے ہم لوگوں کے کہ ہم تھوڑے سے اچھے بھی ہیں اور کافی برے بھی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ فتنے کا زمانہ وہ ہے' جب فتنے رات کے ٹکڑوں کی طرح برسیں گے۔ فرمایا عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا' سویا ہوا جاگنے والے سے بہتر ہوگا' بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر ہوگا' کھڑا چلنے والے سے بہتر ہوگا' چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ خواتین وحضرات! میں اور تو اس حدیث پر عمل نہیں کر سکا' مگر سوئے ہوئے کو اب میں نہیں جگاتا' کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق کہ سویا ہوا جاگنے والے سے بہتر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ جونہی آنکھ کھلے' وہ فتنہ فساد شروع ہوتا ہے کہ پھر سو جانا بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ فتنے کا وہ زمانہ ہے کہ زمانے جب قریب ہو جائیں گے۔ یہ خوبصورت فاصلوں میں سے ایک ہے۔ یعنی اچھے زمانے اور بُرے زمانے میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ دنیا اور آخرت اتنی قریب ہو جائے گی کہ کسی بھی وقت کوئی بڑی تباہی یا قیامت آنے والی ہے اور یہ زمانہ فتنۂ آخرزماں کہا گیا ہے۔

حضرات گرامی! نشانیاں کیا ہیں؟ ذرا غور کیجیے گا کہ یہ نشانیاں پوری ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں کہ علم اٹھا لیا جائیگا' فتنوں کا ظہور ہوگا' بخل ڈالا جائے گا۔

ہر شخص مال وزر کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور اسے دن رات دولت جمع کرنے کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ کوئی اپنی حد سے آگے' اپنے گھر سے آگے' اپنے تعلق سے آگے سوچنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے۔ مخبر صادق ﷺ نے کتنے واضح انداز سے اس زمانے کی پیشین گوئی کی ہے جو آج گزر رہا ہے کہ قاتل کو نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول کو خبر نہ ہوگی کہ وہ کیوں مارا جا رہا ہے' کس جرم میں' کس خطا میں؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ بڑا فتنہ اس وقت ہوگا' جب اسلام میں' مسلمانوں میں گروہ بندی ہوگی اور مسلمان ایک دوسرے پر زبان درازی کریں گے۔ بڑی فطری سی بات ہے۔ آج ہم اپنے اندر یہ گروہ بندی دیکھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ فتنہ مختلف اقسام میں آئے گا۔ فرمایا' فتنہ اجلاس' کہ لوگ خوف کے مارے ایک دوسرے سے بھاگیں گے' ایک دوسرے کو شک وشبہہ سے دیکھیں گے۔ ہر آدمی کو فکر ہوگی کہ میرے پیچھے آنے والا میرا قاتل تو نہیں ہے۔ سفر کرنے سے پہلے بھی آیت الکرسی پڑھی جائے گی اور اترتے وقت بھی آیت الکرسی پڑھی جائے گی۔ راتوں کو اندھیروں میں اپنے ہی کسی بچے کا ہاتھ لگ جانے سے مائیں چیخیں گی کہ شاید کوئی ڈاکو آ گیا ہے۔ اتنا خوف ہوگا اور اس کو فتنہ اجلاس کہتے ہیں۔

دوسرا اسراف کا فتنہ ہے۔ خوشحالی' عیش وعشرت۔ یہ فتنہ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستانیوں میں تو نہیں ہے مگر یہ فتنہ باقی مسلمان ممالک میں بڑی کثرت سے ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا بانی میری ایک اولاد میں سے ہوگا۔ امارت اتنی ہو جائے گی کہ عرب کے بدو بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور یہ فتنہ اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک عرب کے بنجر صحرا سرسبز وشاداب نہ ہو جائیں گے۔ اتفاق کی بات ہے کہ عرب اس وقت گندم کا سب سے بڑا درآمد کنندہ ہے۔ صحراؤں میں انہوں نے اتنی فصلیں اُگالی ہیں' کیا حیرت کی بات نہیں ہے؟ اور فرمایا یہ فتنہ میری اُمت میں سے ہر بندے کو چھوئے گا' طول کھینچے گا' اتنا آگے تک جائے گا کہ اسی فتنے میں دجال کا ظہور ہوگا اور اس وقت دو خیمے ہوں گے' ایک نفاق کا خیمہ اور ایک ایمان کا خیمہ۔ جو نفاق کے خیمے میں ہوں گے' ان میں ایمان کی رتی بھی نہیں ہوگی اور جو ایمان کے خیمے میں ہوں گے' ان میں نفاق نہیں ہوگا۔ اس وقت تیس جھوٹے پیغمبر پیغمبری کا دعویٰ کریں گے اور یہ زمانہ مہدی تک ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اصل میں مغربی انہوں نے لفظ رومی استعمال کیا ہے۔ اب ہمیں انہیں متبادل صورت دینا پڑتی ہے۔ اب وہ رومی تو نہیں ہیں۔

لفظ رومی ہر غیر عرب کے لیے استعمال ہوتا تھا اور فرمایا کہ رومی مقامِ عماک تک آئیں گے۔ مسلمانوں سے ان کی جنگ ہوگی' ایک تہائی مسلمان شہید ہوں گے اور یہ اس وقت دنیا کے بہترین شہداء ہوں گے جو آخری تہائی جنگ جیتیں گے مگر جب وہ جنگ جیت کے ہلکے پھلکے ہو رہے ہوں گے' تو ان کو پتہ لگے گا کہ دجال بھی ان کے گھروں تک آن پہنچا ہے۔ وہ شام تک پہنچیں گے تو دجال مارا جائے گا۔ خواتین وحضرات! یہ وہی جنگ ہے جس کی پیچھے پیشین گوئیاں کر چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ ہوگی' ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے' ایک تہائی جنگ میں شہید ہو جائیں گے۔ ہم حدیث کو تینوں زمانوں تک بھی لے جا سکتے ہیں۔ جب حدیث تین دن کہہ رہی ہے تو یہ تین زمانے اور تین جنگیں بھی ہو سکتی ہیں کہ پہلی جنگ میں مسلمان بھاگ جائیں گے' دوسری جنگ میں بہت سارے مسلمان شہید ہوں گے اور تیسری جنگ میں مسلمان بنی اسرائیل پر غلبہ پائیں گے اور جب وہ ان پر غلبہ پائیں گے تو دجال کا خروج ہوگا تو اس وقت امریکہ اور دوسری اقوام ان کی حمایت کے لیے نکلیں گے' جو دجال ہیں اور اس طرح بہت بڑی جنگ کا آغاز ہو جائے گا۔

میں نے احادیث بخاری' مسلم اور سنن ابی داؤد سے لی ہیں' ان میں کوئی ابہام نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ چار راتیں یہ جنگ ہوگی' ایک جماعت جائے گی لڑے گی' رات پڑ جائے گی مگر صبح پتہ لگے گا کہ وہ تمام کے تمام شہید ہو گئے ہیں۔ پھر دوسری جماعت جائے گی' دوسری رات جنگ ہوگی' واپس نہیں پلٹیں گے کیونکہ رات پڑ جائے گی۔ وہ جماعت بھی شہید ہو جائے گی۔ پھر تیسری جماعت جائے گی اور یہ بھی شہید ہو جائے گی۔ پھر چوتھی رات کو جنگ انتہائی شدید

Marfat.com

ہوگی۔حدیث میں ایک بڑی خوبصورت مثال دی گئی ہے کہ اتنے بڑے لشکر آپس میں جنگ کر رہے ہوں گے کہ ایک پرندہ اڑے گا اور وہ لشکروں سے گزر نہیں سکے گا کہ راستے میں ہوا سے دھند سے اور گیسوں سے ہی مر جائے گا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک باپ کے اگر سو بیٹے ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک بچے گا۔

خواتین و حضرات! حضرت حذیفہؓ جن کو صاحبِ اسرار کہتے ہیں' اتفاق کی بات ہے کہ ان کی احادیث زیادہ محفوظ نہیں ہوئیں۔انہوں نے بہت ساری احادیث کو اپنی حد تک رکھا اور اس لیے وہ ہم تک نہیں پہنچیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر دس سوار دجال کی خبر لینے جائیں گے۔یہ دس سوار زمین پر اس وقت سب سے بہترین لوگ ہوں گے۔میں ان کی ماؤں اور ان کے باپوں کے نام بھی جانتا ہوں۔اگر چاہو تو میں ان کا ذکر کروں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک بڑی عجیب و غریب حدیث ہے کہ بیت المقدس کی آبادی جب کمال کو پہنچے گی تو مدینہ کی تباہی و بربادی کا باعث بنے گی اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کا محاصرہ کیا جائے گا۔اسرائیل کی فتوحات کعبہ تک پہنچیں گی اور دائمی قربانی موقوف ہوگی مگر وہ مدینہ کے اندر داخل نہ ہوسکیں گی اور یہودی اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔اس کے لیے مدینے کے سات دروازے بنائے جائیں گے اور دو دو ملائکہ اس کی حفاظت کریں گے اور خسف واقع ہوگا اور پورا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔سبحان اللہ!

یہ متفق علیہ حدیث ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا! دجال مشرق سے مدینہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے گا' یہاں تک کہ اُحد کے پیچھے اترے گا۔پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں حضور گرامی ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ اہل حبشہ کو ناراض نہ کرنا کہ زمانہ آخر میں ایک حبشی کعبہ کا خزانہ نکالے گا۔حضراتِ گرامی نمازِ عصر کا وقت ہے اور میں اپنے بیان کو جلد ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔

جنگ کی صورت میں 1999ء سے جو فسادات شروع ہوں گے۔پہلے روایتی ہتھیاروں کے ساتھ جنگ ہوگی۔وہ گزرتی ہوئی ایٹمی ہتھیاروں تک جائے گی۔پہلے مسلمان فتح حاصل کریں گے پھر دجال اور یورپی اقوام کو مکمل فتح حاصل ہو جائے گی۔پھر دجال کی وجہ سے مہدیؑ مسلمانوں کو لے کر ایک محفوظ جگہ پہنچیں گے اور کوئی قوم دجال سے لڑ نہیں سکے گی۔وہاں مہدیؑ دعا فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ کا نزول مبارک دو زرد چادروں میں پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوا ہوگا اور حضور ﷺ نے فرمایا جو بھی اس وقت عیسائی اور مُسلم وہ سب جہاں بھی موجود ہوں گے' حضرت عیسیٰؑ کی شہادت دیں گے۔جب یہ شہادت دیں گے تو دوبارہ ایک قوت بن جائے گی اور اس قوت کے سامنے حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کر دیں گے۔

جب یہ جنگ ختم ہوگی تو یاجوج اور ماجوج کا اخراج ہوگا اور اللہ کہے گا کہ یہ میرے وہ بندے ہیں جن کے خلاف کوئی بھی نہیں لڑ سکتا۔حضراتِ گرامی! یہ یاجوج اور ماجوج زرد اقوام ہیں۔ان کی ساری نشانیاں چینی اور ویت نامی لوگوں میں موجود ہیں۔بلاشبہ یہ اتنی زیادہ تعداد میں ہوں گے۔یہ اتنے زیادہ ہوں گے کہ کوئی بھی ان سے لڑ نہیں سکے گا۔حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ بھی بے بسی کا اظہار کریں گے اور اللہ کے حضور دعا مانگیں گے کہ اے پروردگار! ہمیں اس فتنے سے نجات دے اور پھر اس بڑے فتنے سے خداوند کریم ایک متعدی مرض کے ذریعے نجات دیں گے۔حضورؐ نے فرمایا کہ ان کی

Marfat.com

گردنوں میں ایک کیڑا پیدا ہوگا۔ یہ ایک وائرس کا حملہ ہوگا' جس سے راتوں رات پورے کا پورا لشکر ختم ہو جائے گا تو ان کی سڑاند کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی پرندہ اڑ نہیں سکے گا اور کوئی فرد زندہ نہیں رہ سکے گا۔ تو پھر حضرت عیسیٰؑ اور مہدیؑ دُعا کریں گے کہ اے پروردگار! ہماری زمین کو قابل رہائش بنا تو پھر اللہ بڑی بڑی گردنوں والے پرندے بھیجے گا۔ جیسے آپ کے Scavenger Birds ہوتے ہیں۔ وہ ان لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا' پھینکیں گے۔ زمین دوبارہ آباد کی جائے گی۔ چالیس چالیس دن کی تین بارشیں ہوں گی۔ سیاہ بارش' سبز بارش اور اس کے بعد نارمل بارش ہوگی۔ زمین اپنی برکت کو اگا لے گی۔

حضرت عیسیٰؑ کا بابرکت دَور شروع ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ دور سات برس اور دوسری حدیث میں چالیس برس ہے اور تمام مذاہب اسلام پر قائم ہوں گے کیونکہ جب حضرت عیسیٰؑ اتریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ امامت کروائیے تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ امامت تم لوگوں کا حق ہے۔ مذہب اور شرع تمہاری ہے اور مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور حضراتِ گرامی! سب سے بڑی بات جو ہے' اس کا وقت اتنا قریب ہے اتنا قریب ہے کہ میرے اپنے حساب کے مطابق میں نہیں جانتا کہ ہم 2005ء تک پہنچیں گے یا نہیں۔

میرے اپنے ذاتی خیال میں 2005ء تک یہ واقعات بڑی تیزی سے رُوپذیر ہونے شروع ہو جائیں گے اور اس حادثے کی تیاری صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ۔

اِسلام اور مغربی افکار☆

☆ یہ لیکچر 1999ء میرپور میں ہوا۔

Marfat.com

Marfat.com

اِسلام اور مغربی افکار

حضراتِ گرامی! کسی بھی ملک کا دورہ کرنا یا وہاں سے آنا کبھی بھی کوئی ایسا عجیب عمل نہیں رہا جس کی بنا پر کوئی جلسہ مرتب ہو۔ ہم لوگ مسلسل ایک غیر مناسب رویہ مغربی تجزیے کے خلاف رکھتے ہیں اور ہم اس اصل حقیقت کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ خرابی ہم میں ہے یا اُن میں ہے۔ خرابی شاید دونوں طرف ہے۔ ہم اُن سے مختلف بھی ہیں اور کیا وجہ ہے کہ ہم احساس کمتری کی وجہ سے' کسی دینی' اخلاقی' اصولی وجہ سے مغرب کے خلاف ہیں۔ میں مغرب کو صرف امریکہ ہی نہیں سمجھتا۔ بلکہ سارے یورپی ممالک کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں۔

جب میں نے تجزیہ کیا تو ہم دونوں میں فرق یہ نکلا کہ وہ اللہ کی پروا نہیں کرتے' مگر ملک اور قوم کے بنائے ہوئے قانون کی بڑی پاسداری کرتے ہیں جبکہ ہم اہلِ اسلام دونوں قوانین کی پاسداری نہیں کرتے۔ معلوم نہیں انصاف اُن کو جائے گا کہ ہم کو جائے گا۔ دوسری جو ایک بات مجھے حضور ﷺ کی احادیث مبارک سے یاد آئی۔ امریکہ میں بار بار یاد آتی رہی کہ شیطان دو آنکھوں سے کھاتا ہے اور مومن ایک آنکھ سے کھاتا ہے۔ تو میں جدھر سے بھی گزرا' میں نے شیطان کو تو نہیں مگر امریکنوں کو مسلسل کھاتے دیکھا۔ ایک بڑی وزنی خاتون نے مجھ سے کہا کہ:

"Do you have any Tasbeeh for reducing weight."

And she was eating تو میں نے اس خاتون سے کہا:

"I don't have any Tasbeeh for reduction of weight and you are continuously eating."

تو اس نے کہا کہ I don't know when do I eat مجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ میں کب کھاتی ہوں۔ تو وہ لوگ مسلسل کھاتے رہتے ہیں اور حضراتِ گرامی! اُن کا کھانا دیکھ کر مجھ پر ایسا حجاب طاری ہوا کہ میں بارہ بارہ گھنٹے کھا ہی نہیں سکتا تھا۔ اور میں نے ٹیلیویژن پر ایک پروگرام دیکھا جس میں انہوں نے بڑے افسوس کا اظہار کیا کہ 63 فیصد امریکی موٹاپے کا شکار ہیں اور اگلے پانچ برسوں میں جو باقی رہتے ہیں' وہ بھی موٹے ہو جائیں گے۔

حضراتِ گرامی! میں نے مسلمان کا کوئی اچھا حال نہیں دیکھا جو خطرات ہمیں مغرب سے درپیش ہیں' اس کا ہم مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ پل سے گزرتے ہوئے مجھے ان کا مشہور ترین مجسمۂ آزادی نظر آیا تو دور سے میں نے اسے دیکھا تو تھوڑا میں دل میں ہنسا اور کہا کہ پروردگار! تجھے بھی بتوں کے بغیر چین نہیں آتا اور دورِ حاضر میں

Marfat.com

بھی جبل ولات کے بت کھڑے کر کے اور ان سے جنگ و جدل کر کے تو مسرت حاصل کرتا ہے۔ایک طرف پورا مغربی کلچر مکمل شخصی آزادی کا اعلان کر رہا ہے اور دوسری طرف جن مسلمانوں کو میں نے امریکہ میں پایا' وہاں ان کے پاس آزادی کے خطرات کا سامنا کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔آپ اخبار میں پڑھتے بھی ہوں گے۔ میں بھی پڑھتا تھا' اگر میں وہاں عملی طور پر نہ جاتا تو مجھے کبھی اندازہ نہ ہو سکتا کہ وہاں اسلام بدتر حالت میں ہے۔یہی صورت حال انگلینڈ اور دیگر مغربی ممالک میں بھی ہے۔

یہ یاد رکھیے کہ تمام معاشرے خواہ وہ امریکہ ہو' خواہ وہ انگلینڈ ہو' جہاں آپ جائیں گے اور پہلے سے احتیاطی تدابیر نہیں کریں گے' وہ معاشرے آپ سے اپنا اجر ہر قیمت میں وصول کریں گے۔ابتدائے حال میں جو لوگ امریکہ یا یورپ گئے' انہوں نے صرف پیسے کی خاطر نوکری کی' رزق کی خاطر' ان جگہوں میں سکونت اختیار کی' ان کو آسانی اور آسودگی حاصل ہوئی اور انہوں نے کچھ کمایا مگر وہ اس حال سے بے خبر ہے کہ یہ معاشرہ بھی ہم سے کچھ وصول کرے گا۔وہ نوجوان لوگ جو اس تصور سے کہ ہم دوزخ سے بہشت کو جا رہے ہیں' آزادی کو جا رہے ہیں' آسودگی کو جا رہے ہیں' مال و اسباب کو جا رہے ہیں' وہ یہ بھول گئے کہ اگر ہم وہاں مستقل قیام پذیر ہو گئے تو یہ معاشرہ ہماری اولاد کی صورت میں اپنی قیمت وصول کرے گا۔

حضراتِ گرامی! پورے یورپ میں مذہب ایک مدافعتی رویہ ہے۔ایک دفاعی قدم ہے۔جب پہلی نسل گزرنے کے بعد دوسری نسل جوان ہوئی اور پھر تیسری نسل آئی اور انہوں نے اس معاشرے' اس کلچر اور انہی درسگاہوں سے تعلیم پائی' جوان کے اپنے ضوابط' اپنی اخلاقی اور مذہبی رسوم جن میں کوئی ذہنی کمٹ منٹ شامل نہیں تھی' جب انہوں نے اسے دیکھا تو ان کو یقیناً مغرب کی آزادی کا روپ پسند آیا۔

حضرات گرامی! میں نے امریکہ یا یورپ میں یا کسی بھی مغربی ممالک سے آئے ہوئے کسی بھی نوجوان آدمی کو کٹر مسلمان پایا ہے مگر آزادی سے' خیال سے' محبت سے اور اپنے کسی تصورِ مذہب کو چاہتے ہوئے نہیں پایا۔یہ مدافعت اس لیے سامنے آئی کہ جب ہمارے بچے جوان ہوئے' مغرب نے انہیں حقوق اور آزادیاں بخشیں۔اس کے مقابلے میں ہم نے انہیں ایک اکیڈمک مذہب دیا۔میں آپ کو اس کی ایک مثال بتاتا ہوں کہ ایک خاتون کی صرف چار بچیاں تھیں' اس کا بیٹا نہیں تھا۔تمام لڑکیوں کی تعلیم انگلینڈ میں ہوئی۔اب جب وہ بڑی ہوئیں تو بڑی کا معاشقہ ایک ہندو کے ساتھ' دوسری اور تیسری کا انگریز کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ خاتون سخت پریشان تھی۔اتنی پریشان کہ کسی سے تعویذ گنڈا لیا۔بالآخر اسے کسی نے میرا بتایا۔جب وہ خاتون اپنی جدید ترین نسل کی خواتین کو میرے پاس لے کر آئی تو جب وہ گھر میں داخل ہو رہی تھیں تو ان میں سے ایک لڑکی نے دوسری لڑکی سے کہا کہ:

Our mother has brought us to another cheat.

یہ اس نے دوسری لڑکی سے کہا کہ ہماری ماں ہمیں پھر کسی اور فراڈ کے پاس لے آئی ہے تو میں نے وہ سن لیا۔ ان کے خیال میں یہ تھا کہ انگلینڈ سے واپس لانے کے لیے یہ ہمیں پابند کر دے گی اور ہماری زندگیوں کو آزادی سے محروم کر دے گی۔

Marfat.com

So they came to the cheat. But cheat was a real cheat.

یہ ان کو اندازہ نہیں تھا۔ تو جونہی وہ داخل ہوئیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ What is your identity? اور وہ ایک دم سے They were shocked اور انہوں نے کہا کہ What do you mean? تو میں نے ان سے کہا:

Should I consider you a Pakistani or a British. What do I consider you?

تو وہ اس سوال سے پریشان ہوگئیں۔ مگر کچھ دیر کے بعد ہم میں جب حجاب ٹوٹ گیا اور ہماری بات چل نکلی اور ہر دو چار منٹ گزرنے کے بعد جب میں کوئی رائے دیتا تو وہ کہتیں Where did you learn this۔ تو میں نے کہا کہ:

It's not found in Oxford or it's not found in Cambridge.

یقین کریں کہ اس مخلوق کو میں نے اتنا اچھا پایا کہ دو گھنٹے کی گفتگو کے بعد انہوں نے بڑے شوق سے بڑی محبت سے تسبیحات لیں اور اپنی چادر کے پلو میں وہ تسبیحات باندھ لیں تو میری ہنسی نکل گئی اور میں بڑے زور سے ہنسا۔ انہوں نے کہا کہ What are you laughing about? میں نے کہا کہ:

I am laughing about the real origin you are showing.

ہمارے ہاں برسوں سے روایت چلی آ رہی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیز ہم پلو میں باندھ لیتے ہیں تو جو تم نے کیا اصل میں یہی تمہاری اصل ہے۔ وہ نہیں ہے جس کو تم پیش کر رہی ہو۔ اگر تم اپنی اصل کی حفاظت کرو گے تو تمہارے لیے دنیا میں کوئی جگہ غیر محفوظ نہیں ہے مگر حضرات گرامی! میری اصلاح کا کیا فائدہ ہوا' یہ تھوڑی دور چل کر آپ کو پتہ چلے گا۔ میں یہ ایک کیس سنا رہا ہوں۔ ان ہزاروں میں سے جو مغرب میں درپیش ہیں۔ انہوں نے ماں سے کہا کہ ٹھیک ہے ہم اسلام آباد ہی میں اپنی باقی تعلیم حاصل کریں گی اور واپس انگلینڈ نہیں جائیں گی تو ان کی ماں بہت خوش ہوئی۔ سارے کام ٹھیک ہو گئے تو ایک لڑکی کا ایک ماہ بعد فون آیا اور اس نے کہا کہ پروفیسر صاحب:

"We followed your instructions but what my mother is doing to me."

میں نے کہا' کیا ہوا۔ اس نے کہا ہم یورپ چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ اب مجھے ایک انجینئر لڑکا اچھا لگا ہے۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور میری ماں یہ کہتی ہے کہ یہ ہماری ذات کا نہیں ہے۔ آپ اندازہ کریں اس نقصان کا' جو وہاں اس کو ل رہا تھا کہ اس کی بیٹی ہندو کے ساتھ جا رہی تھی' عیسائی کے ساتھ جا رہی تھی' تو جب وہ واپس امن میں آئے' وہ تھوڑی سی محفوظ ہوئیں تو سب سے پہلے اس نے یہ نہیں دیکھا کہ لڑکا پڑھا لکھا ہے' اچھا ہے اور میری بیٹی اسے پسند کرتی ہے اور اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا تو اس لڑکی نے مجھ سے کہا کہ پروفیسر صاحب ہمیں یہاں بلا کر Didn't you do a mistake۔ تو میں اس کا کیا جواب دیتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جو مذہب ہم یورپ یا امریکہ میں پیش کر رہے ہیں' کیا وہ مطلوبہ نتائج لا سکتا ہے کہ نہیں۔

اسلام مغرب میں کسی خیال یا نظریے کی حیثیت سے موجود نہیں۔ اسلام مغرب میں جداگانہ عمل کی حیثیت

Marfat.com

سے موجود ہے جیسے یہودیوں کے اپنے اعمال ہیں جیسے عیسائیوں کے اپنے اعمال ہیں۔ اس طرح اسلام بھی چند اعمال پر مشتمل ہے اور بغیر کسی مضبوط نظریے اور خیال کے آپ مغرب کے تصورِ آزادی سے جنگ نہیں کر سکتے۔

یہ بڑا مضحکہ خیز واقعہ ہے۔ مجھے جب ہیوسٹن کی مسجد میں تقریر کے لیے بلایا گیا تو وہاں مصری امام مسجد تھا' جس کا تعلق اخوان المسلمون سے تھا۔ زیادہ تر مسلمان پاکستانی اور تمام شرعی لوگ تھے۔ اچھے عبادت گزار تھے۔ مجھے امام مسجد نے کہا کہ برادر:

"Don't say anything which is not liked by them."

تو میں نے اس سے کہا کہ What do you mean? اگر تم نے مجھے بلایا ہے تو میں وہی کہوں گا جو مجھے پسند ہے اور یہ بات ان لوگوں پر چھوڑ دو کہ یہ میری بات قبول کرتے ہیں کہ نہیں۔ بات شروع کرنے سے پہلے ہی مجھ پر پابندی لگا رہے ہو کہ پروفیسر صاحب یہ نہ کہنا وہ کہنا۔ جب میں نے تقریر شروع کی تو میں نے ان سے یہ کہا کہ تم لوگ ایک ایسے نظام کے خلاف کھڑے ہو جو مکمل آزادی دیتا ہے' بات کرنے کی' زندہ رہنے کی' طریقہ ذات اپنانے کی' اپنے موڈ کی حفاظت کرنے کی' تمہاری جبلتوں اور خصلتوں کی حفاظت کرنے کی' اپنی شخصی آزادی کو قائم کرنے کی۔ صرف ایک پابندی لگاتا ہے کہ قانون جو بنائے ہوئے ہیں' ان کو نہ توڑنا' باقی جو تمہارے دل میں آئے وہی کرنا۔ اس کے مقابلے میں وہ رسول اللہ علیہ اور وہ اللہ جو ایک مکمل اعتدال اور آزادی کا مذہب دیتے ہیں۔ آپ اس رسول اللہ علیہ کے ایک بندے کو بات کرنے سے پہلے روک رہے ہو کہ یہ کہنا اور یہ نہ کہنا۔ آپ نے اتنی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں کہ جو مغربی مذہب اور یہ جو آزادی کا جبل ہے' یہ جو مجسمہ آزادی ہے' یہ آپ کو کھا جائے گا۔ یہ آپ کی اولاد کو بھی کھا جائے گا۔ اس سے آگے آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کو اتنی پابندیوں ہی میں اپنی اولاد کو پالنا ہے اور بغیر کسی خیال سے پال رہے ہیں تو اس کا کیا فائدہ!

آپ کے پاس کوئی نظریہ نہیں ہے۔ آپ صرف روزمرہ زندگی کے تقاضوں پر عمل کر رہے ہیں۔ نماز پڑھو قرآن شریف پڑھو اور روزے رکھو مگر محض عبادت سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ ایک یہودی اسکالر نے کہا کہ کس چیز پر نازاں ہو۔ تمہارا واسطہ ہی کتنا ہے خدا سے۔ تم تو صرف پندرہ سو سال سے خدا کے شناسا ہو۔ ہم تو بارہ ہزار سال سے خدا کے شناسا ہیں۔ تم کس چیز کا دعویٰ کرتے ہو کہ تم خدا کے بڑے اچھے اور سچے بندے ہو' میں نے اس سے کہا کہ:

I agree with you that you know God for twelve thousand years but tell me one thing that does He also know you?

تمام تحقیقِ علم اور تمام تجسسِ فکر کا صرف ایک ہی فطری انجام ہے اور وہ اللہ ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے علم و جستجو اور فکری کاوشوں کے بعد خدا تک نہیں پہنچا یا اسے شناختِ خداوندی کا حصول نہیں ہوا تو اسے واپس پلٹ کر دیکھنا چاہیے کہ اس کی تحقیق کہاں ناقص ہوئی ہے' کیونکہ جب آپ علم کو اس کا مقصد اولین اللہ دیتے ہیں تو وہ بغیر کسی وسوسے اور فریب کے اپنی منزل کو حل کرتا ہے۔ وہ ہر حال میں شناخت کرتا ہے اور ہر حال میں اللہ کو پالیتا ہے۔

Marfat.com

شخصی تاثرات

بڑی سرکار	ممتاز مفتی
اکیسویں صدی کا ولی	جاوید چوہدری
پسِ حجاب	افتخار عارف
اسلام آباد ایک جوگی سے ملاقات	عطاء الحق قاسمی
پروفیسر صاحب	ہارون رشید

Marfat.com

Marfat.com

بڑی سرکار[1]

میرے ایک دوست ہیں' امتیاز بخاری۔ ان کا چہرہ بارہ دری ہے' اتنا چوڑا اور اس میں محرابیں ہی محرابیں۔ شخصیتوں میں دروازے عام ہوتے ہیں لیکن پٹ دار ہوتے ہیں' کوئی بند' کوئی ادھ کھلا' کوئی کھلا۔

کچھ شخصیتیں ازلی طور پر چہروں پر دھری ہوتی ہیں۔ ایسی شخصیت کو پنجابی میں ''کھلی ڈُلی'' کہتے ہیں۔ امتیاز بخاری ''کھلا ڈُلا'' ہے۔

ہاتھ کی تسبیح

ایک بار وہ مجھ سے ملا تو اس کے ہاتھ میں ایک مُنی سی تسبیح تھی۔ ''ارے یہ کیا ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

کہنے لگا: ''کیوں اسے کیا ہے؟''

میں نے کہا: ''یہ ایسے ہے جیسے راگ میں بے برجت سُر لگی ہو۔''

کہنے لگا: ''بے برجت سُر کیا ہوتی ہے؟''

میں نے کہا: ''کچھ سُریں ایسی ہوتی ہیں جو راگ کے تاثر کو اُبھارتی ہیں' جو بار بار لگائی جاتی ہیں۔ کچھ ایسی ہوتی ہیں جو راگ کے منافی ہوتی ہیں' اس لیے ممنوع ہوتی ہیں۔ یہ تیری شخصیت سے ہم آہنگ نہیں بلکہ اسے جھٹلاتی ہے۔''

اس سے پہلے بھی عمادالدین ایک بزرگ کو میرے گھر لائے تھے۔ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح تھی۔ وہ ہم سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ ساتھ ساتھ تسبیح کے دانے گراتے جاتے تھے' لیکن ان کے ہاتھ میں تسبیح سجی تھی۔ رسمی بزرگ تھے' معزز تھے' داڑھی تھی' گیسو تھے' جسم پر چغہ تھا' کندھے پر صافہ لٹک رہا تھا۔

اگلے روز عماد بھی ایک منی تسبیح اٹھائے آ گیا۔

میں قہقہہ مار کر ہنسا۔

عکسی کہنے لگا: ''بابا! آپ تو خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔ اب کی بار میں فرانس گیا تو میں نے دیکھا کہ یورپ میں تسبیح اٹھائے رکھنا فیشن ہو گیا ہے۔ ہماری محترمہ (بی بی) بھی اٹھائے پھرتی ہیں۔''

امتیاز بخاری سے میں نے پوچھا: ''یہ بتا کہ یہ منی تسبیح فیشن ہے یا روحانیت؟''

---

(1) ممتاز مفتی کی کتاب ''تلاش'' سے۔

Marfat.com

بخاری بولا: ''یہ حکم ہے۔''
میں نے کہا: ''یار تُو تو بشرے سے آزاد دکھتا ہے' پابند کیسے ہو گیا؟''
بولا: ''میرے ایک بزرگ دوست ہیں۔ ان کے حکم سے یہ تسبیح ہاتھ میں رکھتا ہوں۔''
میں نے کہا: ''کیا ان بزرگ دوست میں سینس آف ہارمنی کا فقدان ہے؟''
کہنے لگا: ''اس کے برعکس ان کا تو عقیدہ ہی ہارمنی ہے' توازن ہے' ہم آہنگی ہے۔''
میں نے کہا: ''لیکن یہ تسبیح تو تجھ سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ یہ نمائش ہے' دکھاوا ہے' Pretention ہے۔ دعویٰ ہے۔''
''وہ ان باتوں کو روا نہیں رکھتے۔'' بخاری نے جواب دیا۔ اس پر میں سٹپٹا کر رہ گیا۔ میں نے کہا: ''یہ کیسا بزرگ ہے جو نمائشی تسبیح بھی چلاتا ہے۔ ساتھ ہی ہارمنی' ہم آہنگی' توازن کا دعویٰ کرتا ہے' ہمیں بھی زیارت کرا دے ان کی۔''

پروفیسر' سرکار قبلہ

یوں ہم رفیق احمد سے جا ملے۔
گوجر خان پہنچے تو پتہ چلا کہ شہر کے سبھی لوگ انہیں جانتے ہیں اور انہوں نے انہیں پروفیسر کا لقب دے رکھا ہے۔
اس بات پر حیرت ہوئی کہ یہ کیسا بزرگ ہے جو سرکار قبلہ کی جگہ خود کو پروفیسر کہلواتا ہے۔
مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک ادھیڑ مگر Youngish آدمی پلنگ پر بیٹھا ہے۔ سر ننگا' کلین شیو' کرتا شلوار جیسے کوئی عام سا آدمی ہو۔ چہرے پر تحکم کی جگہ ذہانت ہے جس کی دھار زیادہ ہی تیز ہے۔ گلے کے نچلے پردوں سے بات نہیں کرتا۔ بات میں روانی ہے۔ معززیت کی ''رک رک'' نہیں۔
میں نے کہا: ''آپ پروفیسر ہیں؟''
بولے: ''پروفیسر تھا۔ پھر استعفیٰ دے دیا۔ اب اللہ کا نوکر ہوں۔''
میں نے کہا: ''پہلے سرکار کے نوکر تھے' اب بڑی سرکار کے ہو گئے۔''
ہنسے' بولے: ''ہاں۔''
میں نے کہا: ''یہ سودا اچھا نہیں کیا آپ نے!''
بولے: ''وہ کیسے؟''
میں نے کہا: ''بڑی سرکار تنخواہ دینے میں بڑی خسیس ہے۔''
ہنسے یوں جیسے عام آدمی ہنستے ہیں۔
میں نے سوچا: ''یہ تو واقعی پروفیسر ہیں۔ بزرگی وزرگی کوئی نہیں۔''

عقل کی پکی سڑک

پھر میں نے انہیں چھیڑا۔ میں نے پوچھا: ''آپ کو یہ مقام کیسے ملا جس پر آپ فائز ہیں؟''

Marfat.com

بولے: ''عقل سے ملا۔''

''ارے'' میں چونکا۔ بڑا غیر متوقع جواب تھا' لیکن جواب میں بلا کی خود اعتمادی تھی۔

میں نے کہا: ''حضور! ہم تو عقل کو راستے کی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔''

''آپ غلط سمجھتے ہیں۔'' وہ بولے۔

پھر انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔

وہ حلق کے نچلے پردوں سے قرآن نہیں پڑھ رہے تھے جیسے کہ قاری پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ تو یوں قرآن پڑھ رہے تھے جیسے قرآن نہیں بلکہ کسی عرب شاعر کا کلام پڑھ رہے ہوں بلکہ یوں جیسے اللہ تعالیٰ خود باتیں کر رہے ہوں۔ ساتھ ساتھ ترجمہ کرتے جاتے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے پروفیسر ہمیں قرآن سے اقتباسات سناتے رہے۔ لب لباب کچھ ایسا تھا کہ:

''لوگو دیکھو' بار بار دیکھو۔ سوچو' بار بار سوچو' غور کرو' فکر کرو' آنکھیں بند کر کے ایمان نہ لاؤ۔ اللہ نے تمہیں عقل دی ہے' اپنی عقل سے کام لو۔''

''پہلے بات کو تولو' آزماؤ' اگر تمہارے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ جو جو شکوک ذہن میں آتے ہیں ان پر غور کرو۔ جو جو Alternatives ذہن میں آتے ہیں انہیں باری باری آزماؤ...... پھر تم جان لو گے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی سچ ہے۔''

یہ باتیں سن کر حیرت ہوئی۔ یہ کیسا اللہ ہے کہ ایک طرف تو اس کے حکم کے بغیر پتا نہیں ہل سکتا۔ دوسری طرف حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو نہ سہی اسے مجبور نہ کرو۔

بہرحال پروفیسر نے ہمیں عقل کی پکی سڑک پر ڈال دیا۔

چار ایک دن تو میں پروفیسر کی باتوں پر غٹ رہا' پھر شکوک نے سر اٹھایا۔

کیا دل کی کوئی اہمیت نہیں۔ وجدان کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیا اللہ کے اتنے بڑے عاشق جو گزرے ہیں' محمد ﷺ کے پروانے' صوفی' فقیر' قلندر۔ کیا ان کا کوئی مقام نہیں۔ میں پھر ڈب جھلکے کھانے لگا۔ میں نے مسعود قریشی سے بات کی۔ اس نے قہقہہ لگایا۔ تمسخر بھرا قہقہہ۔

مسعود ایک عجیب و غریب قسم کی شخصیت ہے۔ بارہ مصالحے قسم کی چیز ہے۔ اس میں مختلف اور متضاد قسم کی خصوصیات ہیں' مثلاً اس میں عقل بھی ہے' جذبہ بھی ہے' ایمان بھی ہے' کفر بھی ہے' بےفکری بھی ہے۔ وہ مثبت بھی ہے' منفی بھی ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تضادات کے باوجود اس کی شخصیت میں ایک ہم آہنگی ہے۔ ہارمنی ہے۔

مسعود قہقہہ مار کر ہنسا' بولا: ''مفتی تو بڑا کنفیوزڈ آدمی ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ اللہ برانچ لائن ہے۔ نہیں بھائی اللہ تو بہت بڑا جنکشن ہے' کئی ایک راستے وہاں پہنچتے ہیں۔ کئی ایک لائنیں آتی ہیں۔ عقل کی لائن بھی پہنچتی ہے' وجدان کی بھی اور پتہ نہیں کون کون سی لائنیں پہنچتی ہے۔''

Marfat.com

پروفیسر احمد رفیق اختر

اس بات پر مجھے پروفیسر احمد رفیق اختر یاد آ گئے جن کا مقصد حیات ہی ہارمنی پیدا کرنا ہے' نوکیلے کونے گول کرنا ہے۔ گذشتہ چند ایک برس میں مجھے چند ایک بزرگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ وہ عام انسان کی طرح جیتے ہیں۔ نہ لباس میں خصوصیت' نہ شکل وشباہت میں' نہ انداز میں' نہ برتاؤ میں۔ نہ جبہ' نہ دستار' نہ گیسو' نہ ڈاڑھی۔ کلین شیو ہیں۔ چہرے پر مصنوعی وقار نہیں۔ صرف ذہانت اور انسانیت ہے۔ بات میں ''ہم'' نہیں۔ گلے میں ''اہم'' نہیں۔ انداز میں اُجلا پن نہیں۔ دوسرے کو میلا ہونے کا احساس نہیں۔ کشف نہیں چلاتے۔ فراست ہے' لیکن جتاتے نہیں۔ اختلافِ رائے کو کاٹتے نہیں' برداشت کرتے ہیں۔ طبیعت میں بڑا ''سینس آف ہیومر'' ہے۔ خودنمائی نہیں کرتے۔ دعویٰ نہیں کرتے۔ پیری مُریدی نہیں کرتے۔ بیعت کی دعوت نہیں دیتے۔ مسئلہ مسائل نہیں چھانٹتے۔ جنیدیہ سلسلے کے مشاہیر کو اُستاد مانتے ہیں لیکن جو تصوف پر وموٹ کرتے ہیں' وہ انہوں نے خود قرآن سے اخذ کیا ہے۔ لوگوں کو پڑھنے کے لیے اسماء دیتے ہیں۔

مجھے بھی دیے۔ میں نے کہا: ''پروفیسر صاحب! یہ ظُلم نہ کرو۔ میں تو اللہ کا ایک ادنیٰ مُنشی ہوں۔ عبادت میرا کام نہیں۔ سیانے کہتے ہیں جس کا کام اسی کو ساجے۔''

کہنے لگے: ''یہ ضروری ہے' تین ماہ کے لیے پڑھو۔''

میں نے کہا: ''تین ماہ کے بعد کیا ہوگا؟''

وہ مسکرا دیے۔

میں نے تین ماہ تسبیح چلائی۔ میرا خیال تھا' تین ماہ بعد میرے دائیں ہاتھ سے آواز آئے گی۔ ''بول میرے آقا! میرے لیے کیا حکم ہے' میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں۔'' لیکن کوئی آواز نہ آئی۔

پروفیسر کا کہنا ہے اسلام توازن کا نام ہے۔ اپنے اندر ہارمنی پیدا کرنے کا نام ہے۔ نہ لاگ ہو نہ لگاؤ۔

حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ''لوگو! حد میں رہو۔ حدیں نہ توڑو۔''

میں نے پوچھا: ''پروفیسر آپ کا شغل کیا ہے؟''

بولے: ''تحلیل نفسی کرتا رہتا ہوں۔ وہ کونے جو دوسروں کو چبھتے ہیں' انہیں گول کرتا رہتا ہوں۔''

اکیسویں صدی کا ولی[1]

جب میں پروفیسر احمد رفیق سے پہلی بار ملا تو دل اسے بزرگ ماننے پر تیار نہ ہوا۔ اس کی کئی ایک وجوہات تھیں' مثلاً اس کا کلین شیو ہونا' مسلسل سگریٹ پیے جانا' ان موضوعات پر بلاتکان گفتگو کرنا' جن کے ذکر پر ہی کمزور دل حضرات کے کان سرخ ہو جاتے ہیں اور اپنی بے عزتی پر قہقہہ لگا کر مخاطب کو داد دینا وغیرہ وغیرہ' لیکن جب میں مایوس ہو کر اٹھنے لگا تو اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ مجھ سے کہنے لگا: ''اپنا نام تو بتاتے جاؤ''۔ میں نے فوراً بتا دیا (یہی میری غلطی تھی) تو ہنس کر بولا: ''تمہارے اندر ''انگزائٹی'' بھری ہے' غصہ اور نفرت اُبل رہی ہے' اگر یہ باہر نہ نکلی تو تم پھٹ جاؤ گے۔ بالکل اس طرح جیسے غبارہ دھماکے سے پھٹتا ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں کیا غرض۔'' تو بولا: ''مجھے تم سے بڑی غرض ہے' ذرا بیٹھو میں تمہیں بتاتا ہوں۔'' اور میری حماقت دیکھیے میں شغل ہی شغل میں اس کے قریب بیٹھ گیا اور اس کے بعد پتہ نہیں اس نے مجھ پر کیا پھونکا کہ آج آٹھ برس ہو چکے ہیں' میں اسی کے پاس بیٹھا ہوں۔ کہیں بھی بھاگ جاؤں' کہیں بھی چھپ جاؤں' کہیں بھی غائب ہو جاؤں' خود کو اسی کے قریب پاتا ہوں' اسی صوفے' اسی کمرے اور اسی نیم تاریک ماحول میں رہتا ہوں اور اب تو یقین ہو چکا ہے کہ شاید پچاس برس بعد بھی جب کوئی مجھ سے پوچھے گا تمہاری زندگی کا حیرت انگیز واقعہ کیا ہے؟

تو میں بلاسوچے سمجھے کہہ دوں گا۔ ''پروفیسر احمد رفیق۔''

اور اگر کوئی پوچھے گا۔

''تمہاری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی کیا ہے؟''

تو میں بلاکم وکاست کہہ دوں گا۔ ''پروفیسر احمد رفیق۔''

اور اگر کوئی پوچھے گا۔

''تمہاری زندگی کی سب سے بڑی محرومی کیا ہے؟''

تو بھی میں بلاخوف وتردید کہہ دوں گا ''وہ وقت جو میں نے پروفیسر احمد رفیق سے دُور رہ کر گزارا۔''

اور اگر پوچھنے والا پوچھے گا۔

''کیوں؟''

تو میں فوراً کہوں گا ''اگر مجھے پروفیسر احمد رفیق نہ ملتا تو شاید میں باقی زندگی بھی جھوٹے خداؤں کی پرستش میں گزار

(1) جاوید چوہدری کی کتاب ''زیرو پوائنٹ'' سے۔

دیتا۔ اگر مجھے پروفیسر احمد رفیق نہ ملتا تو شاید میں باقی زندگی بھی اندھیرے میں بھٹکتے بھٹکتے گزار دیتا' اگر مجھے پروفیسر احمد رفیق نہ ملتا تو میں شاید باقی زندگی بھی کسی صاحبِ کشف' صاحبِ دعا اور صاحب نظر بزرگ سے ملاقات کی خواہش لیے ہی گزار دیتا۔ اگر مجھے پروفیسر احمد رفیق نہ ملتا تو شاید میں باقی زندگی بھی باعمل عالم کی تلاش میں گزار دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا کہ اگر موج' موج ہے تو کناروں سے ضرور ٹکراتی ہے۔ اگر ہوا' ہوا ہے تو قطرہ خون میں ضرور اترتی ہے اور اگر روشنی' روشنی ہے تو وہ اندھیروں کا سینہ ضرور چیرتی ہے۔"

میں نے پروفیسر احمد رفیق سے پوچھا: "پروفیسر صاحب آپ ایک نظر میں لوگوں کو کیسے جان لیتے ہیں؟"

پروفیسر نے قہقہہ لگایا اور بولا: "جب اللہ سے دوستی کا رشتہ استوار ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دوستوں کو بہت سی کنجیاں دے دیتا ہے۔ ان کنجیوں میں ایک کنجی دلوں کے قفل کھولنے کی بھی ہوتی ہے۔"

"یہ کیا کنجی ہے؟" میں نے پوچھا۔

یہ علم اسماء ہے۔ قرآنی اسماء جو قدرت کی ہارڈ ڈسکس ہیں' یہ ہارڈ ڈسکس چودہ (حروف مقطعات) ہیں' ہر ڈسک میں مختلف لوگوں کے ذہنی اور روحانی حالات درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان حروف کے علم سے نوازا ہے' لہٰذا جونہی کوئی نام میرے کانوں سے ٹکراتا ہے' اس کی پوری شخصیت میرے دماغ میں اتر آتی ہے۔"

میں نے پروفیسر سے پوچھا: "پروفیسر صاحب آپ کو خدا کیسے ملا؟"

اس نے اسی اطمینان سے جواب دیا: "صرف خلوص سے' جب میں نے خدا کو پہچان لیا تو میں نے دیکھا کسی بزرگ نے اسے پانے کے لیے چالیس برس جنگلوں میں ننگے پاؤں گزار دیے' کوئی کنویں میں الٹا لٹک کر وظیفہ کرتا رہا' کوئی دریا میں ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر اسے یاد کرتا رہا...... تو میں نے اپنے رب سے دعا کی یا اللہ! اگر صرف جسمانی طور پر مضبوط لوگ ہی تمہیں یاد کر سکتے ہیں تو شاید میں پوری عمر تمہیں نہ پا سکوں لیکن اگر کمزوروں کا بھی تم پر اتنا ہی حق ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں میں زندگی میں کبھی تم سے رخ نہیں بدلوں گا' تم سے اپنی "کمٹمنٹ" نبھاہوں گا تو مجھے خدا مل گیا۔"

میں نے پروفیسر سے پوچھا: "پروفیسر صاحب آج کل خدا کی کیا پوزیشن ہے؟"

پروفیسر نے قہقہہ لگایا اور بولا: "آج کل خدا کی پوزیشن کو بڑا خطرہ ہے' اُدھر دنیا میں اطلاعات اور علوم کا ایٹم بم پھٹ چکا ہے' ذہنوں میں نئے سوال پیدا ہو چکے ہیں لیکن اِدھر ہمارے مولوی ابھی تک اونٹ پر سواری کے دور سے گزر رہے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوال دنیا کے بہترین اداروں کے پڑھے لکھے اعلیٰ ترین دماغ کرتے ہیں لیکن جواب وہ ان پڑھ اور گنوار مولوی دیتا ہے' جسے ابھی تک چاند کی تسخیر کا دعویٰ ہضم نہیں ہوا۔ لہٰذا انہیں ہماری سمجھ آتی ہے اور نہ ہم ان کی سمجھ سکتے ہیں۔ اس "کمیونی کیشن گیپ" میں اللہ تعالیٰ کا تصور تیزی سے "ڈی شیپ" ہو رہا ہے' نعوذ باللہ۔ اہلِ یورپ کی نظر میں اس کی ایک متعصب' تنگ نظر اور وحشی قوم کے "لیڈر" جیسی شکل بن رہی ہے۔ چنانچہ جب تک پڑھے لکھے اور جدید علوم وفنون سے آراستہ لوگ اللہ تعالیٰ کے "ایڈوائزر" بن کر سامنے نہیں آئیں گے' خدا کا تصور وسیع نہیں ہوگا۔"

پروفیسر کی کہانی بڑی عجیب ہے۔ ایم اے انگریزی کیا' لاہور کے ایک کالج میں پروفیسری' شاعری کی' ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں کام کیا' لیکن اس دوران جب اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ڈائلنگ شروع ہوئی تو گوجر خان آ بیٹھا'

Marfat.com

جہاں اب دن رات ذہنوں کی پیاس بجھاتا ہے' گمراہوں کو راہ دکھاتا ہے' پریشان حال لوگوں کے دکھ سنتا ہے اور آخر میں ہر آنے والے کو کاغذ کی ایک چٹ پر چند اسماء الٰہی لکھ دیتا ہے' اب پتا نہیں ان اسماء الٰہی میں کیا ''جادو'' ہے جو انہیں پڑھتا ہے وہ خدا کا ہو جاتا ہے اور خدا اس کا ہو جاتا ہے اور جب خدا اور بندہ باہم مل کر ایک ہو جائیں تو کیا دنیا کا کوئی مسئلہ' مسئلہ رہ جاتا ہے؟

اگر پروفیسر کی ذات سے ''روحانی بلوغت'' نکال بھی دی جائے تو بھی اللہ تعالیٰ نے اسے دلوں پر اثر کرنے والی شخصیت' جاذب طرز تکلم اور بے پایاں علم سے نوازا ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کے لیے کسی دوسرے معجزے کی ضرورت نہیں رہتی۔

میں نے پروفیسر سے پوچھا: ''پروفیسر صاحب آپ نے اتنا علم کہاں سے حاصل کیا؟''

وہ گہرے اطمینان سے بولا: ''خدا سے کہ سارے علوم کے دھارے اسی کی ذات سے نکلتے ہیں۔ جو اس کا ہو گیا وہ گویا علم کے سمندر میں ڈوب گیا۔''

اور میں نے اپنے آپ سے پوچھا کیا آج کا کوئی انسان پروفیسر کے بغیر خدا کے جدید تصور کو چھو سکتا ہے تو جواب ملا نہیں کہ اکیسویں صدی کے لوگوں کو صرف پروفیسر احمد رفیق سے ہی روشنی مل سکتی ہے کیونکہ صرف یہی شخص ہے' جو نہ صرف اکیسویں صدی کے دماغ کو سمجھتا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ خدا کی بات کو کس لہجے اور کس فریکوینسی میں کہا جائے تو وہ دلوں کے قفل توڑ کر ذات میں رچ جاتی ہے' بس جاتی ہے۔

Marfat.com

پسِ حجاب[1]

مطالعہ وسیع ہو، علم متحضر ہو، استدلال کی بنیاد تعقل وتفکر پر ہو، پیرایۂ اظہار دل کو اپنی گرفت میں لینے کا ہنر جانتا ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ کریم نے سخن کو تاثیر کی نعمت سے مالا مال کر رکھا ہو تو ایسے شخص کو مرجع خلائق بننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ یہی صورت گرامی قدر پروفیسر احمد رفیق اختر کے حوالے سے بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ تصوف اپنی ابتدا ہی سے متنازعہ بنا رہا ہے اور اتنا متنازعہ کہ ایک عظیم المرتبت صوفی غوث اعظم حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کو کہنا پڑا کہ: ''وہ طریقت، جس سے شریعت کے کسی حکم کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہو، صدیق کے بجائے زندیق بنا دیتی ہے۔''

عصرِ حاضر میں تصوف کی تعبیر وتفسیر کے سلسلے میں پروفیسر احمد رفیق اختر کا نام بہت مستند ومعتبر گردانا جاتا ہے۔ مجھے پروفیسر صاحب کی محفلوں میں شریک ہونے کی سعادت میسر آتی رہتی ہے۔ خلوت وجلوت دونوں میں تمام سوالوں کے جوابات کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور ختمی مرتبت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے منابع نور سے رجوع کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ جہانِ دانش کے جدید ترین مآخذ تک ان کی رسائی، خبر کی منزلوں کو طے کرتی ہوئی نظر کے علاقے میں داخل ہو جاتی ہے۔ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مگر تجسس، جستجو، توجہ اور نظر کے سفر میں زندگی، انتسابِ کلّی اور سپردگی تمام کی منزلوں سے نہ گزرے، تو گوہرِ مراد حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے انہیں مختلف مسلکوں، فرقوں، طبقوں اور حلقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اسی منہاج کے پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا ہے، جس سے ان کا تعلق ہو، مگر آخری بات کے لیے ان کی دلیل، کتابِ مبین اور حدیث مبارک ہی کی طرف سے آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کا ان کے تمام خیالات سے متفق ہونا ممکن نہیں ہے۔ افکار وحیات ودلائل کا اختلاف، جہانِ علم ودانش کی اولیات وروایات میں سمجھا جاتا ہے، مگر پروفیسر رفیق کے خیالات وافکار ایک بار آپ سے رک کر از سرِ نو اپنی رائے پر غور کرنے کا مطالبہ ضرور کرتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔ تصوف کی روایت کو توہمات وکرامات کے منطقوں سے نکال کر دلیل ودانش سے جوڑ دینا پروفیسر احمد رفیق اختر کا ایک ایسا کارنامہ ہے، جو ان کے لیے ہی نہیں، ان کے ہم نشینوں کے لیے بھی سببِ طمانیت وامتیاز ٹھہرتا ہے۔

---

(1) افتخار عارف کا خلاصہ بصورتِ فلیپ ''پسِ حجاب'' سے۔

Marfat.com

اسلام آباد میں ایک جوگی سے ملاقات![1]

آج میں آپ کا تعارف اپنے ایم۔اے۔او کالج کے ایک پرانے دوست اور آج کے ایک بہت بڑے صوفی دانشور سے کرانا چاہتا ہوں۔ تب کی بات ہے جب ایم۔اے۔او کالج لاہور کا ہاسٹل ''طالب علم رہنماؤں'' کی ''آماجگاہ'' بنا ہوا تھا چنانچہ ''خیرسگالی'' کے اظہار کے طور پر حریف رہنماؤں میں باہمی فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ اس کے بعد کالج میں دنگا فساد بھی عام تھا' آئے روز ''پولیس مقابلے'' ہوتے تھے۔ میں ان دنوں ایم۔اے۔او کالج میں اردو کا استاد تھا۔ ایک روز کالج میں داخلے کا متمنی ایک نوجوان اعجاز حسین بٹالوی کا ایک خط میرے نام لے کر آیا' جس میں لکھا تھا ''برادرم قاسمی صاحب! حامل رقعہ ہذا کا خیال ہے کہ انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے' خواہ اس کے لیے ایم اے او کالج ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' یہ بھی انہی دنوں کی بات ہے کہ کسی شخص نے کسی سے پوچھا: ''کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ کالج' اسلامیہ کالج اور ایف۔سی کالج وغیرہ میں سے ہر سال ایک آدھ طالب علم ایسا نکلتا ہے جو کالج کا نام روشن کرتا ہے' ایم۔اے۔او کالج سے کیوں نہیں نکلتا؟'' اس ستم ظریف نے جواب دیا: ''طالب علم یہاں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیتا ہے اور فورتھ ایئر تک پہنچتے پہنچتے پولیس مقابلے میں مارا جاتا ہے۔ کوئی بچے گا تو کالج کا نام روشن کرے گا۔'' خیر یہ تو لطیفہ گوئی تھی۔ اسی تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ لاہور کا واحد کالج تھا جو انتہائی کم نمبروں والے طلبہ کو داخلہ دیتا تھا اور اس کے باوجود اس کا رزلٹ بہت قابل فخر نہ سہی' باعث شرمندگی بھی نہیں تھا۔ میری ملاقات ایک چیف انجینئر سے ہوئی۔ اس نے کہا: ''مجھے لاہور کے تمام کالجوں نے دھتکار دیا کیونکہ میٹرک میں میرے نمبر کم تھے' لیکن ایم۔اے۔او کالج نے مجھے اپنی آغوش شفقت میں پناہ دی۔ میں آج چیف انجینئر ہوں۔ میں اس کالج کا احسان نہیں اتار سکتا۔'' اس زمانے میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے کالج کو طعنے دینے والے ایک سال کے لیے گورنمنٹ کالج میں اعلیٰ ترین نمبر حاصل کرنے والے طالب علموں کا داخلہ ایم۔اے۔او کالج منتقل کر دیں اور جو لڑکے ہم نے داخل کیے ہیں' وہ ہم گورنمنٹ کالج منتقل کر دیتے ہیں اس کے بعد دیکھیں گے کہ کس کالج کا رزلٹ اور ڈسپلن مثالی ہے؟

انجمنِ اسلامیہ کے زیر اہتمام قیام پاکستان سے پہلے سے قائم اس تاریخی کالج کی بے پناہ خدمات ہیں۔ اس کا ذکر میں کبھی بعد میں کروں گا۔ فی الحال میں اپنے ایک کولیگ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق شعبہ انگریزی سے تھا۔ اس زمانے میں پروفیسر خورشید صدر شعبہ انگریزی تھے' وہ اپنے شعبے کے خواجہ صاحب' اطہر زیدی' محبت علی الفت' اعجاز اور

(1) عطاء الحق قاسمی کے کالم ''روزنِ دیوار'' سے (روزنامہ جنگ' 13 جون 2002ء)

Marfat.com

دوسرے تمام اساتذہ کو بہت تحفظ دیتے تھے اور انہیں مرغی کی طرح اپنے پروں کے نیچے رکھتے تھے۔ انہی میں میرا یہ دوست بھی تھا۔ جوان رعنا' سانولا رنگ' ماتھے پر دلیپ کمار کی طرح بالوں کی لٹ' نہایت خوش لباس اور خوش گفتار اور چین سموکر۔ اسے انگریزی اور اردو پر یکساں دسترس تھی۔ مطالعے کا بے حد شوقین تھا' اس دوست کے مزاج کا انداز دوسروں سے بالکل مختلف تھا۔ جب کالج میں ہمارا آمنا سامنا ہوتا۔ یہ مجھے روک کر کھڑا ہو جاتا اور چوسر (Chaucer) کے زمانے کی انگریزی یا ملا وجہی کے زمانے کی اردو میں پوری سنجیدگی کے ساتھ لیکچر کے انداز میں گفتگو شروع کر دیتا اور میں ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتا۔ میں جس دوست کا ذکر کر رہا ہوں' یہ عام لوگوں جیسا ہوتے ہوئے بھی عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ بہت بے خوف' نڈر اور دل کی بات کھل کر کہنے والا۔ اس کا آبائی گھر لاہور سے باہر تھا' چنانچہ اس نے کالج کے قریب ایک مکان کرائے پر لیا ہوا تھا اور یہ لاہور شہر کا واحد گھر تھا جس کے دروازوں پر تالا نہیں تھا۔ اس گھر میں تھا بھی کیا۔ ایک چارپائی' دو تین چائے کے مگ' چنانچہ جس دوست نے سستانا ہوتا تو وہاں جا کر چارپائی پر سو جاتا۔

اس زمانے میں ہمارے کالج میں ایک پرنسپل صاحب تشریف لائے جن کے خیالات یقیناً بہت اچھے ہوں گے' لیکن قابل عمل نہیں تھے' چنانچہ ہم نے ان کا نام تغلق رکھ دیا۔ ایک دن میرے اس دوست کا اختلاف تغلق صاحب سے ہو گیا' جس پر اس نے کالج کی پروفیسری سے استعفیٰ دیا اور اپنے آبائی قصبے میں واپس جا کر وہاں برتنوں کی دکان کھول لی۔ اس پر ہم میں سے کسی کو بھی حیرت نہ ہوئی۔ یہ درویشی کے انداز اس میں پرانے تھے۔ اس کا کردار بے داغ تھا۔ اس کی باتوں میں گلوں کی خوشبو تھی۔ وہ عالم تھا مگر اسے اپنے علم کا غرور نہیں تھا' میرا کئی دفعہ جی چاہا کہ میں اس کے قصبے کا دورہ کروں اور دیکھوں کہ انگریزی کا پروفیسر اور ایک عام شخص ایک معمولی دکان پر بیٹھا برتن بیچتا کیسا لگتا ہے مگر ہر بار کوئی مجبوری آڑے آئی اور اس ہمدم دیرینہ سے ملاقات کی خواہش دل ہی میں رہی۔ اس دوران اس دوست کے بارے میں عجیب و غریب خبریں سننے میں آئیں۔ ایک اُڑتی خبر یہ سننے میں آئی کہ وہ ایک روحانی شخصیت کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے مگر مجھے اس پر کوئی حیرت نہ ہوئی کیونکہ روحانیت کے اثرات تو شروع ہی سے اس کی شخصیت میں بہت واضح تھے۔ اختلاف رائے پر نوکری سے استعفیٰ دینا اور ایک دانشور کا رزقِ حلال کے لیے برتنوں کی دکان کھولنا اپنے طور پر ایک روحانی فعل تھا' مگر جب میں نے سنا کہ وہ باقاعدہ پیر بن گیا ہے اور اس کے عقیدت مندوں میں جرنیل' بیوروکریٹس' دانشور' ادیب اور صحافی کثیر تعداد میں شامل ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اب میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میرا دوست ''پیر'' بن کر کیسا لگتا ہے اور گذشتہ ہفتے اسلام آباد میں سجاول خاں رانجھا کی کتاب کی تقریب رونمائی میں میری ملاقات اپنے اس دوست سے ہو گئی۔ وہ اس تقریب کی صدارت کر رہا تھا اور ہال اس کے چاہنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔

کل کے انگریزی کے پروفیسر اور آج کی اس روحانی شخصیت کا نام پروفیسر احمد رفیق اختر ہے جسے ہم کالج میں رفیق اختر جوگی کے نام سے پکارتے تھے۔ میں نے اسے دیکھا تو میرا سینہ خوشی سے بھر گیا۔ اس کی وضع قطع میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اسی طرح کلین شیوڈ' ماتھے پر بالوں کی لٹ' خوش پوش اور چین سموکر۔ اس کے گرد عقیدت مندوں کا ہجوم تھا اور وہ انہیں ذکر کی تلقین کرتا تھا اور اپنے ہاتھوں سے انہیں تسبیح کی عبارت لکھ کر دیتا تھا۔ وہ مجھے اسی طرح ملا جیسے ایک پرانے بے تکلف دوست کو ملتے ہیں۔ عقیدت مندوں کی کثرت بھی اس کے انسانی رویوں پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ شاید یہ بھی

Marfat.com

اس کی روحانیت کا ایک کرشمہ تھا! پروفیسر احمد رفیق اختر لوگوں کی فرمائش پر ان کے لیے دعا مانگتا ہے۔ میں نے بھی اس سے اپنے لیے دعا کی فرمائش کی' لیکن میرا اپنا تعلق بھی چونکہ پیروں کے خانوادے سے ہے' لہٰذا میری بھی دُعا ہے کہ پروفیسر رفیق اختر جوگی سے روحانی فیض حاصل کرنے والے طبقے کے رویوں میں وہ تبدیلی واقع ہو جو حقیقی فیضانِ نظر سے حاصل ہوتی ہے اور یوں اگر کوئی جرنیل ہے تو وہ اپنے حلف کی پاسداری کرے' صحافی ہے تو وہ سچ لکھے' بیوروکریٹ ہے تو وہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرے' جج ہے تو وہ ہر قسم کے خوف' دباؤ اور لالچ سے بالا ہو کر اپنے فیصلے تحریر کرے اور اگر وہ سیاستدان ہے تو ذاتی مفاد سے بالا ہو کر صرف پاکستان کے مفاد کو مدنظر رکھے۔ اگر اتنے بڑے روحانی منبع سے فیض حاصل کرنے والوں میں یہ تبدیلی نہیں آتی تو میرے دوست کی رہنمائی میں پھیری جانے والی تسبیحیاں اس دنیا کے کاموں کے لیے تو شاید مفید ثابت ہوں' لیکن آخرت میں یہ ان کے کسی کام نہیں آئیں گی۔ گناہ آلود ضمیر بھی عبادات سے نہیں' معاملات کی وابستگی ہی سے مطمئن ہوگا۔

Marfat.com

پروفیسر صاحب (1)

محترم خواتین و حضرات! اگر محض ایک جملہ ادا کرنا ہو تو میں صرف وہ بات دہرانے کی جسارت کروں گا جو خود پروفیسر صاحب بارہا کہہ چکے...... عقیدت اور جہالت کا آغاز ایک ساتھ ہوا کرتا ہے......

اٹھارہ برس ہوتے ہیں...... مسافر کو مظفر آباد سے لوٹتے ہوئے کوہ مری میں ایک درویش سے ملنا تھا جو اس پر راہ روشن کر دیتا۔ وہ جو ہزار راستوں کے سنگم پر کھڑا تھا اور اس کی اپنی ایک بھی راہ نہ تھی۔ مظفر آباد سے جھاگ اڑاتے پانیوں کے ساتھ سفر کرتی بس بالآخر دریا سے جدا ہوئی اور بلندیوں کو بڑھنے لگی مگر مسافر اپنی نشست پر جما رہا۔ ایک محدودسی شہادت پر اتنی زحمت کیوں اٹھائی جائے۔ کون جانے خانقاہ نشیں وہی اجداد کی ہڈیوں کا تاجر ہو۔ ادھر درد ایسا تھا کہ درماں کو بے تاب تھا۔ تب اس نے چیڑ اور دیار کے بلند و بالا اشجار اور پہاڑوں کے درمیان شام کی سرمست ہوا میں اپنے پروردگار سے دعا کی۔ اے میرے رب! ایک عالی قدر اور مہربان و مشفق استاد عطا کر۔ گئے زمانوں کا سا کوئی استاد جس کا غور و فکر زندگی کی گہرائیوں اور رفعتوں کو ماپ چکا ہو اور جو متلاشیوں میں اپنا سوزِ دروں بانٹتا ہو۔

بجھے ہوئے دل کی یہ دعا تیرہ برس کے بعد قبول ہوئی اور پروفیسر احمد رفیق اختر سے ملاقات ہوگئی۔ 48 برس کی عمر میں، میں اپنی پختہ عادات کے ساتھ ان سے ملا اور پھر صحافت کا پیشہ جو خودستائی کو اتنا سازگار ہے کہ فقط سبزہ لہلہاتا ہے اور خاکساری گرد ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود بتدریج دوستی ہوگئی۔ میں ان کا دوست نہیں، محض ایک شاگرد ہوں اور وہ بھی خاصا نالائق۔ ثابت صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک صوفی استاد محض اپنے کونے ہی سیدھے نہیں کرتا، گرد و پیش بھی تراشنے میں لگا رہتا ہے، حتیٰ کہ پتھر میں بھی کہ شاید کوئی صورت ابھر آئے۔

"صوفی اپنے ساتھ ہمدردی کا ہرگز متحمل نہیں۔" پچھلے دنوں انہوں نے مجھ سے یہ کہا اور اس انداز میں نہیں، جیسے میں نے دہرا دیا۔ جب وہ ایسی بات کہتے ہیں تو ایک گہری دل سوزی، لپک، چمک اور وارفتگی ان کی آواز میں شامل ہوتی ہے۔ کبھی آپ نے کسی بلند مقام پر تیز رفتار گاڑی سے دھان کے ہرے کچور کھیتوں پر ساون کے ابر کو سخاوت کرتے دیکھا ہے، جب ہوائیں اپنا سب سے سہانا اور سب سے زیادہ دلگداز گیت گاتی ہیں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ طویل عرصے کے بعد وہ تاریخ میں ایک نئے علم کے بانی ہیں۔ اسماء کی روشنی میں کرداری خصوصیات کا تعین اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اسماء ربانی اور ختم المرسلین ﷺ کی دعاؤں کے ساتھ ان کرداری خصوصیات کی

(1) ہارون رشید کے کالم "ناتمام" سے (روزنامہ جنگ، 23 جون 2003ء)

Marfat.com

خامیوں کا خاتمہ اور تاریکیوں میں اجالے کا اہتمام۔ اپنے اس علم کے بل پر وہ اگلے زمانوں میں یاد رکھے جائیں گے اور لوحِ زماں سے کوئی ان کا نام کھرچ نہ سکے گا۔ صدر بش کے امیدوار بنتے ہی انہوں نے بھارت میں متعین امریکی کونسل جنرل کو بتا دیا تھا کہ اگر اس شخص کو اقتدار ملا تو بیگناہوں کے خون سے زمین آلودہ ہوگی۔ ان کے سوا کون ہے' پانچ برس پہلے ہی جس نے ایک تاریخی فساد کی خبر دی۔ کون ہے جو ایک حکمران کے پہلے دن اس کے دور کی خصوصیات بیان کرے اور کون ہے جو برسوں پہلے واحد عالمی قوت کے دلدل میں اترنے کے مدارج بیان کر ڈالے۔ میں وہاں موجود تھا' جب انہوں نے یہ کہا' عمران خان کے مشیر ناقص ہیں' اسے فقط ایک نشست ملے گی مگر ریاضت کے مہ و سال کے بعد...... اور عمران خان بھی سامنے بیٹھے تھے۔

ہم میں سینکڑوں اور ہزاروں ہیں' جنہیں حیران کن تجربات سے واسطہ پڑا اور بار بار پڑا' تاہم اگر یہی کچھ ہوتا تو بے شک مخفی علوم میں ایک اور علم کے اضافے سے' وہ کتابوں اور یونیورسٹیوں میں اعتبار پاتے مگر اس رفعت کو ہرگز نہ پہنچتے جو اللہ نے ارزاں کی ہے' اگر انہوں نے قرآن اور سیرت کو یوں من میں بسا نہ لیا ہوتا۔ اگر وہ انسانوں کے لیے ایسے خلیق' مہربان اور مددگار نہ ہوتے۔ علم برتر ہے مگر وہی حجاب بھی ہے اور کبر بھی ہے اور کبر بھی طبع زاد۔ خیال کی رفعت و وسعت برحق مگر ان گنت ابلیس اسی سے پیدا ہوئے۔ تاریخ پر ان کا علم معتبر اور فصاحت مسلم مگر اکثر یہ قومی امنگوں کی تجارت کا ہتھیار ثابت ہوا ہے۔ دلیل کے ہنگام وہ شائستہ اور استوار ہوتے ہیں۔ پہاڑ کی طرح مضبوط اور شاخِ گل کی طرح خنداں۔ اختلاف تو کیا اعتراض' طعنے اور دشنام پر بھی برہم نہیں ہوتے مگر یہ سب تو ان کا اپنا اثاثہ ہے۔ کشتیاں پار لگتیں یا ڈوب جاتیں' دریا اپنی طغیانیوں میں مگن رہتا۔ اگر وہ عطا کے خوگر نہ ہوتے تو ہم ان سے کیا پاتے۔ وہ اپنا سوز اور علم عام کرتے ہیں۔ خوف اور اندیشوں سے بلند' فصاحت' شائستگی اور بے ساختگی کے ساتھ' کتنی ہی زندگیاں ہیں جو سرسبز اور بامعنی ہو گئیں۔

خواتین و حضرات! پروفیسر صاحب کے بارے میں بات کرنا مشکل نہیں۔ پانچ برس اور بلا مبالغہ سینکڑوں طویل ملاقاتیں مگر اس حیرت پر قابو پانا مشکل ہے کہ عام علماء کے برعکس دونوں ہاتھوں سے سرکار ﷺ کا دامن تھامے' قرآن میں غوطہ زن یہ مردِ مسلمان' ماضی کے بجائے ہمیشہ حال میں زندہ رہتا ہے اور قدامت پسندی سے اسے دور کا سروکار بھی نہیں۔ علماء ہی نہیں' جدید علوم سے وہ اکثر سیکولر مفکرین اور فلسفیوں سے زیادہ بہرہ ور ہے۔ پھر تہذیبوں کی تاریخ اور ادبِ عالیہ کا ایسا گہرا اور ہمہ گیر مطالعہ۔

لیکن آخر میں وہی گزارش ہے کہ وہ ایک آدمی ہیں۔ گاہے ان کے اندازے غلط بھی ہوتے ہیں۔ اسلام کی علمی روایت اور عصری تحریکوں کے بارے میں ان کے ہر تجزیے سے اتفاق ممکن نہیں کہ یہ اعجاز تو صرف قرآن کا ہے اور صرف سرکار ﷺ کا ہے۔ خود ان کا اپنا قول بھی تو یہی ہے کہ عقیدت اور جہالت کی حدود ہمیشہ ایک ساتھ شروع ہوتی ہیں۔

(22 جون 2003ء کو اسلام آباد میں پروفیسر صاحب کے لیکچر سے پہلے پڑھا گیا)

اَللّٰھُمَّ
اَحْسِنْ عَاقِبَتِنَا
فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا
وَاَجِرْنَا مِنَ خِزْیِ
الدُّنْیَا وَعَذَابِ
الْاٰخِرَۃِ O

(اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام بہتر فرما اور دنیا کی
رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے)

یہ آسماں بھی رستہ ہے

افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش

ہم فکری طور پر اس قدر غریب اور مفلس ہو گئے ہیں کہ ہمارے نزدیک نظریات، تصورات اور اصطلاحات کا یکسر مفہوم ہی بدل گیا ہے۔ ہمارے سامنے افکار نئے مفاہیم کے پیکر میں ڈھل رہے ہیں۔ اقدار مسلسل بدل رہی ہیں۔ ضعیف الاعتقادی کی یہ حالت ہے کہ ہر دیوانہ فرزانہ دکھائی دیتا ہے۔ مجنون اور فاترالعقل دانا اور حکیم بن بیٹھے ہیں۔ پستی بلندی ہو گئی ہے اور بلندی کا نشان تک دکھائی نہیں دیتا ہے۔ کرن سورج کو ڈسنے لگی ہے۔ قطرہ سمندر پی رہا ہے اور خوشبو پھول کے وجود پر الزام ہے۔ انہی فکری مغالطوں اور ہوشربا تغیرات نے ہماری زندگی کے حسن کو چاٹ لیا ہے۔ ہر لہر کے تعاقب میں دوسری لہر ہے۔ ہر مفہوم کے پیچھے ایک نیا مفہوم ہے۔ اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں روشنی، پھول اور سچ کا نعم البدل میسر آ گیا ہے حالانکہ یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جس قوم اور معاشرے کو حق کا نعم البدل مل جائے تو پھر اس کا تباہ و برباد ہونا یقیناً ٹھہر جاتا ہے۔ درحقیقت روشنی، پھول اور سچ کا Substitute ہوتا ہی نہیں ہے۔ کاش ہم ان کائناتی سچائیوں کو اپنے اصل روپ اور حقیقی مفہوم ہی میں دیکھ سکتے اور ان کا عرفان حاصل کرنے کے لیے اپنی مرضی، خواہش اور پسند کو ہرگز شامل نہ کرتے۔ کاش ہم سچ اور حق کے تابع ہوتے اور سچ اور حق کو اپنا تابع نہ بناتے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس کی اساسی وجہ یہ ہے کہ ہمیں فکری اور مذہبی اعتبار سے آزاد ہی نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ہمیں ہمیشہ محدود اور مخصوص نقطۂ نگاہ کا پابند اور عادی بنایا گیا ہے۔ اس کا فطری نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم منطق اور حقیقی فلسفے کی دنیا میں غریب ہو گئے ہیں اور رفتہ رفتہ ہماری علمی اور فکری ترجیحات ہی بدل گئی ہیں۔

ہم بے یقینی کے اس اندھے جنگل میں اپنا رستہ کھو چکے ہیں۔ ہمیں اپنی منزل سے کوسوں دور فاصلوں کی خلیج نے نگل لیا ہے۔ فرعون اور نمرود کی زندگی ہماری خواہش ہے اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کا انجام ہماری حسرت ہے۔ اس دوغلے پن نے ہمارا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ یہی ہمارا خوفناک اور المناک المیہ ہے۔ ہم مومن بنتے بنتے منافق ہو گئے ہیں۔ اب ہم نے دنیا کی ہوس میں آخرت بھی گنوا دی ہے۔ ہم نے اپنا سب کچھ اپنے پیر کے حوالے نہیں کیا ہے۔ ہم ایک نمبر مرید بھی نہیں بن سکے ہیں۔ ہم جہنم کے خوف سے عابد ہیں اور جنت کے لالچ میں زاہد ہیں۔ ہمارا خارج خوبصورت ہے اور باطن بدصورت ہے۔

Marfat.com

ہم ساجد ہیں مگر مسجود سے دور ہیں۔ ہم عابد ہیں مگر معبود سے لاتعلق ہیں۔ ہمارے اعمال کھوکھلے ہیں۔ ہمارا اخلاق مصنوعی ہے۔ ہم ظاہر کے بندے ہیں اور ہمارے اندر اندھیرا ہے۔ ہماری عقیدت ایک دھوکہ ہے اور ایثار مشکوک ہے۔ ہم بھنور کے قیدی ہیں۔ ہم دائروں میں رہتے ہیں اور سفر سے ڈرتے ہیں۔ چاندنی پہ مرتے ہیں اور روشنی سے ڈرتے ہیں۔ ہم لکیر کے فقیر ہیں۔ ہم دائرے کے سفر میں ہیں۔ ہم فکری رسموں اور روایات کے پابند ہیں۔

اس کربناک منافقانہ کلچر سے ہمارے عقائد، اعتقادات اور نظریات کو بھی شدید دھچکا لگا ہے۔ ایمان ہمارے سینوں سے جلاوطن ہے۔ خوبصورت عقائد کی مضبوط دیواروں میں دراڑیں پڑ چکی ہیں۔ مذہب محض رسم و رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اسلام کے آنگن میں اندھیرا ہے۔ اللہ اپنے گھر میں اجنبی ہے۔ یہاں جادوگر، کاہن، عامل اور جوتشی طاقتور ہیں اور اللہ کمزور ہے۔ ہم اپنی بہترین صلاحیتیں اور کوششیں ان اوٹ پٹانگ اور بے بنیاد کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔ ہمارے مولوی اور مذہبی طبقے نے مذہب کو چیستاں اور گورکھ دھندا بنا دیا ہے۔ خدا کی ہمسائیگی اور شناخت مشکل ہوگئی ہے۔ ایسے میں پروفیسر احمد رفیق اختر ایک معتبر آواز بن کر سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے عام انسانوں کے لیے دین کے عرفان اور خدا کی شناخت کو آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو اللہ پر اعتماد کرنے کا حوصلہ اور شعور عطا کیا ہے۔

ان کے نزدیک خدا رحمٰن و رحیم ہے اور رحمت کا سب سے بڑا حوالہ ہے۔ لہٰذا جو لوگ مذہب کو صرف اور صرف سزا، خوف، ملال اور عذاب کی چبھن سے تعبیر کرتے ہیں، یہ ان کا ذاتی خیال تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ رحمت، اللہ کا ایک انسٹی ٹیوشن ہے جہاں فقط رحمٰن اور رحیم کی حکمرانی ہے۔ اللہ کے انہی دو ناموں کا سکہ سارے عالم پہ چلتا ہے۔ یہ ساری کائنات اللہ کی رحمت اور کرم کے سایۂ عاطفت میں ہے۔ اللہ کی رحمت گمان کی طرح ہے یعنی جو گمان کرے گا کہ اللہ سے بڑا رحیم، کریم اس کائنات میں کوئی نہیں ہے اور وہ اپنی مخلوق پر ہر صورت میں ایک ماں کی محبت سے بھی سو گنا زیادہ مہربان ہے تو ایسا شخص کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہو سکتا ہے اور اس کے نصیب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بخشش اور نجات لکھ دی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص سو بار بھی خطا اور گناہ کا مرتکب ہو اور اس کا ایمان اور یقین اس بات پہ کامل ہو کہ اللہ معاف کرنے پر قادر ہے اور اس نے ہر حال میں اپنے بندے کو معاف کرنا ہے کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے تو ایسے صاحب ایمان اور صاحب ایقان پر اللہ کی رحمت ارزاں ہو جاتی ہے۔ اللہ ایسے انسان کے گمان سے از حد خوش ہوتا ہے جو گناہ کرنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات میں، اسے کوئی بخشنے والا موجود ہے۔ اس فلسفے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ گناہوں اور خطاؤں کی بخشش اللہ کا اختیار ہے اور اللہ کو اپنے اس قطعی اختیار کے استعمال سے کون روک سکتا ہے؟ اللہ جس طرح چاہے، جب چاہے اور جس کے لیے چاہے اپنی رحمت کو عام کر سکتا ہے۔ اس کی رحمت تو گناہ گاروں اور خطا کاروں کو معاف کرنے کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ اس مفہوم کو جا بجا بیان کرتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیوں خبر نہیں دیتے ہو کہ میں تو ہر حال میں انہیں بخشنے اور معاف کرنے والا ہوں لیکن بعض صورتوں میں میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ اس نکتے کا سیدھا سا مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر انسان ہر صورت میں اپنے رب کو رحمٰن، رحیم، کریم، غفور اور رؤف مانتا ہے تو پھر اس کے لیے کسی طرح کے عذاب سزا اور خوف کا

Marfat.com

وعید نہیں ہے۔ اصل میں بنیادی بات یہ ہے کہ انسان رحمت پروردگار کو اپنے لیے گناہ اور خطا کی آمادگی کا مستقل ذریعہ نہ قرار دے اور اپنے آپ کو اسراف کا شکار اور عادی نہ بنائے کیونکہ اسراف گناہ اور خطا کی ایک ٹیکنیکل وضاحت ہے۔ اسراف میں کوئی خیر کا پہلو نہیں ہے۔ اس میں انسان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اس سے ہر حال میں بچنا از بس لازم ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوسی بھی تو ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والے لوگوں کے نصیب میں کبھی بھی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ جب اللہ قرآن میں اعلان کرتا ہے کہ وہ بے شک تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے تو پھر کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ اللہ کے اس قطعی اختیار اور حق کو چیلنج کرے اور اس کی رحمت سے مایوس ہو کر اپنے لیے بربادی اور ناکامی کا سامان اکٹھا کرے۔ ان کو ہر حال میں اپنے مالک اور خالق کے حکم کا پابند ہونا چاہیے۔ یہ انسان کو قطعی زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اللہ کے اختیارات اور نظام کو اپنی محدود حکمت اور دانائی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کا اس زمانے میں علمی کنٹری بیوشن یہ ہے کہ انہوں نے خدا اور مذہب کی معرفت کو عام انسانوں کے لیے آسان اور عام فہم بنا دیا ہے۔ پروفیسر صاحب مسلسل اس نکتے کو واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدا اپنی مخلوق کے لیے از حد مہربان ہے۔ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کرۂ ارض پر بسنے والے تمام افراد اس کی نظر میں برابر ہیں۔ وہ سب کے ساتھ عدل کرنے والا ہے۔ وہ کسی کے ساتھ بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کو کیونکر فراموش کر سکتا ہے؟ جبکہ وہ تو اپنے دشمنوں کی بھی پرورش کرتا ہے اور اس کے دسترخوان پر ہر قوم پلتی ہے۔ قرآن میں اس طرح کا مفہوم جا بجا ملتا ہے کہ اللہ ساری کائنات کو رزق عطا کرتا ہے۔ وہ موافق ہوائیں چلاتا ہے۔ بارشیں برساتا ہے۔ دھوپ اور چاندنی تقسیم کرتا ہے۔ زمین کو روئیدگی سے نوازتا ہے۔ اس کی نوازش اور نعمتیں سب کے لیے یکساں ہیں۔ اللہ ہر حال میں اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ تمام لوگ جنت میں اللہ کی رحمت ہی سے داخل ہوں گے۔ اس کی رحمت بے پایاں اور مسلسل ہے۔ وہ اپنی مخلوق کا امتحان اپنے ظرف کے مطابق ہی لے گا اور اس کا ظرف یقیناً عالی اور لطیف ہے۔ اس کا کرم اور التفات ہماری خطاؤں، فروگزاشتوں اور کج اداؤں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عالم کبھی بھی کم علم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ اس نورانی نکتے کے تحت یقیناً اللہ کی آزمائش اور حساب کتاب بھی اس کے اپنے علم، حکمت، اور ظرف کے مطابق ہی ہوگا۔ توحید کے اس مثبت اور مشفقانہ پہلو کا نفسیاتی فائدہ یہ ہوگا کہ خلق خدا کو اعتماد اور محبت سے خدا کے قرب میں آنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جب انسان دامن رحمت پروردگار کے سائے میں بیٹھنے کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر اس کو شریعت کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے کا موقع بھی میسر آ سکتا ہے۔ اسی بلند تر مقصد کے حصول کے لیے پروفیسر صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر حال میں انسان کا خدا سے تعلق مضبوط ہو کیونکہ وہ اس تلخ حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہمارے نام نہاد مذہبی طبقے اور افراد نے اپنے سخت متعصبانہ اور رکرخت رویوں کی وجہ سے مذہب کو ایک ہوا بنا دیا ہے اور عام لوگ مذہب کی اس خوفناک غیر حقیقی اور غیر سائنسی صورت کو قبول کرنے سے گریزاں ہو چکے ہیں۔ اس پرفتن اور پرآشوب دور میں لوگوں کے دلوں میں مذہب کی رغبت کا احساس دلانا اور مذہب کی حقانیت اور صداقت کو دلائل اور براہین سے ثابت کرنا یقیناً ایک مستحسن عمل ہے۔ میں یہاں پروفیسر احمد رفیق اختر کو اس بات کی داد دیتا ہوں کہ وہ بطریق احسن مذہب کی روحانی اور فکری صداقتوں کی لافانی خوشبوؤں کو عام

Marfat.com

کرر ہے ہیں اوراس بات کو Establish کر رہے ہیں کہ مذہب میں انسان کی نجات ہے اور مذہب ہی انسانی زندگی کی فلاح کا ضامن ہے۔ پروفیسر صاحب کا یہ کمال ہے کہ وہ عصر حاضر میں قرآنی حقائق، مذہبی فلسفے اور دین کی تعلیمات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ اس میں فکری تازگی، جمالیاتی شگفتگی، سائنسی جدت اور روحانی پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ میرے نزدیک پروفیسر صاحب لحۂ موجود میں ایسے دانشور ہیں جو علامہ اقبال کی طرح دنیا بھر کے قدیم اور جدید فلسفہ ہائے فکر کو کھنگالنے کے بعد بھی اپنے مذہب کی آسمانی سچائیوں اور تہذیب وتمدن پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور انہیں کسی لمحے بھی نام نہاد ترقی یافتہ اور جدید مغربی نظریات وتصورات کا حامل دانشور بننے کے لیے قرآن، مذہب اور خدا سے فکری برگشتگی کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قرآن اور مذہب کی ہر بات حتمی اور قطعی حقیقت ہے۔ اس میں کسی قسم کا فکری، علمی اور سائنسی ابہام نہیں ہے۔

پروفیسر احمد رفیق کے نزدیک مذہب فکری خلجان اور علمی انتشار کا نام نہیں ہے بلکہ مذہب کو وہ ایک ایسا روشن راستہ قرار دیتے ہیں جس پر انسان گامزن ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کے فلسفۂ مذہب کی آخری منزل اللہ ہے۔ وہ ہمہ وقت اسی منزل کے حصول کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ اللہ مومن کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن اس کی قربت اور ہمسائیگی کا حصول انسان کی شدید تڑپ، بے پایاں جستجو اور صادق طلب کے بغیر ممکن نہیں ہے یعنی انسان جس شدت محبت سے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے گا، اسے اسی شدت اور خلوص سے سرفراز کیا جائے گا اور جو لوگ غفلت اور بے عملی کا شکار ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کو فراموش کر دیا ہے، یقیناً خدا بھی ان کو فراموش کر دیتا ہے۔ جو لوگ اپنی حالت بدلنے کے لیے بے چین اور بیتاب نہیں ہوتے ہیں، خدا بھی کبھی ان کی حالت نہیں بدلتا ہے۔ یہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ جو افراد اپنے باطن میں تغیر کے قطعی متمنی نہ ہوں تو ان کے خارج میں کیونکر انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟ یعنی جو ہجرت ہی نہیں کرنا چاہتے انہیں کبھی بھی وصال نصیب نہیں ہو سکتا ہے۔ دراصل پروفیسر صاحب کا مقصود یہ ہے کہ مومن جہالت کے اندھے کنویں کا قیدی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ وہ فراست کے آسمان پر مسلسل امکانات کے روشن آفاق دریافت کرتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو تمام فکری، سائنسی اور زمینی حقیقتوں کا امین اور مظہر بنالیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر صاحب ہر لحہ تحقیق اور تجسس کے تازہ جہانوں کی دریافت کو زندگی کا اولین مقصد قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی سوکھے پتے کی رگوں میں چھپ کر بیٹھی بے حسی کا نام نہیں ہے بلکہ دائرہ در دائرہ پھیلتا ہوا عزم اور امکان کا آسمان ہے۔ پروفیسر صاحب اب ہر منزل کو ایک مرحلے کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک آسمان دنیا کے نیلگوں وسط میں سے گزرنے والی دودھیا پٹی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ یہ آسمان بھی ایک راستہ ہے۔ اس آسمانی گزرگاہ سے کون صاحب توفیق گزرا ہے؟ اس عظیم راہرو افلاک کے نقوش پا ہمیں ہر لحہ اک جہان تازہ کو سر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے — کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

یعنی جب حضرت انسان کو اپنے مالک حقیقی کی عطا کردہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مکمل عرفان ہو جاتا ہے تو پھر یہ بسیط کائنات اس کے لیے ایک جولاں گاہ بن جاتی ہے اور وہ اپنے خدا کی آرزوؤں کا حقیقی ترجمان بن کر ستاروں سے

Marfat.com

آگے آباد دنیاؤں کو سر کرنے کا عزم بالجزم کرتا ہے۔ جب حضرت انسان اس عظیم ترین سفر کا آغاز کرتا ہے تو اس وقت یہ آسمان بھی اس کے لیے ایک راستہ بن جاتا ہے اور پھر یہ سورج، چاند اور ستارے اس کے زیرِ نگیں آجاتے ہیں۔ "یہ آسماں بھی رستہ ہے" میرے نزدیک حضرت انسان کی انہی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک استعارہ ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کی اس کتاب کے نام کے ہر حرف کی آنکھ میں ارتفاع آدم خاکی کا سویرا جذب ہے اور ہر لفظ کی روح چراغ طور کے اجالے سے منور دکھائی دیتی ہے۔ اس کتاب کے افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش جب آسمانوں تک پہنچے گا تو سدرہ نشینوں کا ردِعمل کیا ہوگا؟ یہی بات دیکھنے کی ہے!

عروج آدم خاکی کے منتظر ہیں تمام　　یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

اب میں آخر میں اس کتاب کی ترتیب و تالیف کے حوالے سے اپنے جن بے بدل دوستوں کے تعاون کی محبتوں کا مقروض ہوں، ان کا قرض چکانے کے لیے محمد آصف اور ظہیر عباس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مؤلف

پروفیسر سید نسیم تقی جعفری

شعبہ اردو

سرور شہید (نشان حیدر) گورنمنٹ کالج گوجرخان

Marfat.com

مذہبی فکر میں انحطاط

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

خواتین و حضرات میں 1962ء میں پہلی دفعہ مظفر آباد آیا تھا اور اس وقت اور آج کے تاثر میں میں نے شہر کو دیکھا تو مجھے عجیب سا لگا۔ اس مرتبہ آتے ہوئے مجھے اس کے حسن و خوبصورتی سے واسطہ پڑا

And I was shocked with the previous identity of the city.

اتنا خوبصورت شہر، اس قدر مہمان نواز لوگ اور اس قدر عزت افزائی کہ مجھے اپنے انکسار پر بھی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک دیرینہ غلطی ضرور ہوئی۔ یہ علمی اور فکری موضوع جو مجھے اظہار گفتگو کے لیے دیا گیا ہے۔ دراصل یہ کم از کم ایک صدی پر محیط ہے میں سوچتا ہوں کہ اسے کہاں سے شروع کیا جائے، کتنا وقت میرے پاس ہے، کس نوعیت کی بات کی جائے، جب مذہبی فکر کی بات ہوگی تو یقیناً اعلیٰ ترین وجدانی فکر کی بات ہوگی، انسانی اخلاقی ترقی کی انتہا کی بات ہوگی اور یہ بڑا دشوار عمل ہے کہ اتنے زمانوں کو اتنے مختصر وقت میں کسی بھی Accomplishment کے ساتھ ان کا احاطہ کیا جائے۔ بہر حال میں اسے ایک ایسے وقت سے شروع کر رہا ہوں جب سلطان سلیمان ذی شان کی افواج یورپ کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں اور یوگوسلاویہ، البانیہ، بوسنیا، ترک شہسواروں کی تگ و تاز کی زد میں تھی۔

اتنا بڑا بادشاہ اور اتنا Magnificent کہ تاریخ میں آج بھی وہ سلیمان ذی شان کے نام سے جانا جاتا ہے اور ایک ادھر صرف ایشیا Minor اور یورپ کے دروازوں پہ ہی دستک نہیں دے رہے تھے بلکہ اسی زمانے میں پندرھویں اور سولھویں صدی میں دوسری طرف روئے عالم پر جن شہنشاہوں کے ناموں کا سکہ چلتا تھا وہ تینوں کے تینوں مسلمان تھے سلطان عباس صفوی

And again he was called Abbas the great ہندوستان میں جلال الدین محمد اکبر And again he was called Akbar the great. ایک ایسے زمانے میں قوت و شوکت و سطوت اسلامیہ اپنے انتہا درجے کی بلندی پہ تھی کہ دنیا میں اگر کوئی تین بڑے بادشاہ تھے تو تینوں مسلمان تھے اور اسی وقت پورے یورپ پر ایک ایسا زمانہ تھا جسے متفق علیہ Dark Ages کہتے ہیں، اندھیرا اور تاریک دور۔ Mediterranian بحیرہ روم کو ترکوں نے Seal کیا ہوا تھا۔ The only way of products and business یہ پورا بحیرہ روم امیر خیر الدین باربروسہ کی زد میں تھا۔ اس کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ یورپ میں اس وقت ماؤں کو جب بچوں کو ڈرانا ہوتا تھا تو کہا کرتی تھیں

"Hush the Turks are coming." نہ وہ بلی سے ڈراتی تھیں، نہ وہ چوہوں سے ڈراتی تھیں بلکہ اس وقت یہ عالم تھا عثمانی ترکوں اور خاص طور پر امیر خیرالدین باربروسا کہ Mediterranian پہ Single Handed وہی Rule کرتا تھا۔ یورپ کی مائیں اپنے بچوں کو جب ڈراتی تھیں تو یہ کہتی تھیں Hush the Turks are coming کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ ترک آجائیں گے۔ اس کے Back Ground میں جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تو ایک بہت بڑی Shift ہوئی۔ مذہبی فکر میں بنیادی انحطاط فتح سے ہوا جب فتح و نصرت کے علم بلند ہوئے اور مسلمانوں نے معاشرتی اخلاقی اور علمی طور پر بہت زیادہ عروج پایا اور انہوں نے مملکت اسلامیہ کو بڑی دور تک پہنچا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمان حکمرانوں نے تکبرات کی ایک دبیز چادر ان کے ارد گرد ڈال دی They became careless تمام فتح بڑی اچھی رہی لیکن فتح کا سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ انسان اس کی پائیداری اور اس کے تحفظ میں Relax کر جاتا ہے اور تفاخرات میں ڈوب جاتا ہے۔ یہی Tragedy اس وقت انڈیا میں ہوئی، ایران میں ہوئی اور یہی Tragedy سلطنت عثمانیہ میں ہوئی تو Exactly قطعی طور پر مسلمان کا انحطاط سلطنت عثمانیہ کے زوال کے ساتھ شروع ہوا۔ یہ سب کیسے شروع ہوا؟ ہتھیاروں سے تو نہیں شروع ہوا!

Fall of Constantinople کے وقت اہل یورپ کا یہ حال تھا کہ جب کسی کے سر میں درد ہوتا تھا تو وہ کسی پادری کے پاس جاتے تھے تو وہ یہ کہا کرتا تھا کہ سر میں شیطان گھس گیا ہے

And the only way to cure it was.

اس کے سر پر بڑے ڈنڈے مارے جاتے تھے یوں سر بھی جاتا اور شیطان بھی چلا جاتا۔ سر درد کی گنجائش ہی نہ رہتی۔ اس وقت جو پادری تھا وہ عیسائیت کی تبلیغ کرتا تھا، وہ سرٹیفکیٹ Issue کرتا تھا۔ اس کو Certificate of Redemption کہتے تھے۔ نجات کے سرٹیفکیٹ میں کہا جاتا تھا کہ اگر تم نے جنت میں جانا ہے تو پانچ پاؤنڈ اور اگر درجات جنت میں بلندی چاہیے تو دس پاؤنڈ اور اگر اعلیٰ ترین جنت میں جانا ہے تو بیس پاؤنڈ۔ معاف کیجیے گا آج یہ سلسلہ مسلمانوں میں بھی شروع ہے۔ اس وقت بھی مولوی Priest سرٹیفکیٹ Issue کیا کرتا تھا۔ میں آپ کو اس کے بالکل Comparative بتاتا ہوں کہ پاکستان میں اس Latest زمانے میں ایک مولوی صاحب نے شاگرد سے کھل کے کہا کہ فلاں جماعت کو چندہ دو تو میں لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ جنت میں جائیں گے۔ تو وہ برخوردار کسی طرح پریشان حال مجھ تک آ گیا۔ یہ بات میں نے سنی، کہنے کی تھی، کیا یہ سچ ہو سکتا ہے؟ تو میں نے کہا کاغذ پنسل لے جاؤ اور مولوی صاحب سے یہ کہہ دو کہ آپ اپنی جنت کی تصدیق لکھ دیں تمہاری بات تو بڑی دور کی ہے۔ فتح کا ایک ناقص ترین نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان

Lost researches, lust for knowledge, acquisition for knowledge, lust for curiosity.

ایک جنرل Satisfaction مسلمان ممالک پہ چھا گئی اور جہاں ابن سینا پیدا ہوتا تھا اور محمد طوسی پیدا ہوتے تھے اور وہ تحقیق والے لوگ جیسے محمد غزالی یا ابن رشد جیسے محقق پیدا ہوتے تھے وہاں علم و تعلیم اتنی خسارے میں چلی گئی کہ

Marfat.com

Over a very long period of time, I have not seen a muslim scholar outshining in the field of philosophy, knowledge, sciences and technology.

یہ بہت بڑی بدقسمتی کی بات تھی کہ فتح نے ایک General mental shift پیدا کر دی۔ تفاخرات میں ڈوب کر ملت اسلامیہ اس بنیادی عنصر فتح سے محروم ہوگئی جسے ہم علم کہتے ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال تحصیل علم اور تحقیق و جستجو سے مرتب ہوتے ہیں۔ جب مسلمانوں سے علم رخصت ہونا شروع ہو گیا تو شہر فارابی سے، شہر ابن رشد سے، تہافتہ الفلاسفہ سے قرطبہ سے Travel کرتا ہوا لندن یونیورسٹی تک آیا، کیمرج تک آیا، آکسفورڈ تک گیا۔ یورپ میں نئی تحریکات نے جنم لیا جنہیں ہم Renaissance اور Reformation کہتے ہیں۔ تحریک احیائے مذہب اور تحریک احیائے علوم شروع ہوگئیں یہ کتنی عجیب سی بات ہے

What we lost, they started gaining. تحریک احیائے علوم سے بڑے بڑے سکالرز نے جنم لیا اور آج بھی Modern فلاسفی کا باوا آدم ڈیکارٹ ہے۔ اگر آپ اس کی کتابیں پڑھیں تو حیرت سے یہ انکشاف ہوگا کہ غزالی کی مثالیں لفظ بہ لفظ اس نے اپنے نام سے درج کر دیں۔ حجتہ الاسلام محمد بن احمد الغزالی نے جو Proposition اور مثالیں دی تھیں، ڈیکارٹ نے وہ اپنی کتاب میں بالکل اسی طرح بغیر شرمائے نقل کر دیں۔ یہ کسی اور کی چیز تھی اس نے اپنے نام سے منسوب کر دی۔

یہ زوال مملکت اسلامیہ میں ایسا ظاہر ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی تعلیم، افکار اور ترقی سب زوال آمادہ ہوئے اور

Muslims lost their supremacy, military supremacy and above all supremacy in knowledge and understanding.

یہ وہ دور تھا جس میں یورپ کی آگہی نے اسے تیزی سے آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کو Outpace کر دیا اور جہاں جہاں ایک متقابل صورت حال پیش آتی گئی تو مسلمان بتدریج انحطاط کا شکار ہوتے گئے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اس دوران کوئی بڑا Mystic ٹیچر بھی پیدا نہیں ہوا۔ اسلام میں ہمیشہ جو سب سے بڑا Survival رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں جب کبھی بھی انتہائی Critical Moment آیا تو ضرور کوئی بڑا صوفی استاد پیدا ہوا، جس نے ایسا غیر معمولی وژن دیا کہ عالم اسلام کو از سر نو اپنی ذہنی علمیت اور عظمت رفتہ برقرار رکھنے میں مدد ملی اور امت مسلمہ پر اپنے ذہنی اور اخلاقی اثرات چھوڑے۔ جب Spain میں مسلمان حکومت تباہی کے کنارے پہنچی تو غزالی کے ایک شاگرد الیعقوب المومن نے الموٰاحدین کی تحریک کا آغاز کیا اور دو سو سال کے لیے اسلام پھر Spain میں قائم ہو گیا۔ الموٰاحدین کے بعد المرابطین جو یوسف بن تاشفین کی تحریک تھی ان دونوں نے اسی علمی Source سے حیات پائی اور اسی علمی زمانہ کی صحبت کا شرف حاصل کر لیا اور مذہبی ماحول کو ایک تازگی بخشی

And they were able to resurrect Islam out of the deluge of defeat.

یہی حال بغداد میں ہوا اور خلفاء مکمل تباہی اور مکمل اضمحلال کا شکار ہو گئے تو فطرت نے بغداد ہی سے الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پیدا کیا اور ان کی وجہ سے یہ انحطاط زمانہ رکا۔ انہی کی وجہ سے مسلمان دوبارہ اپنے

Marfat.com

Original and genuine prestigeous religion

کی طرف آئے اور انہوں نے اس زوال کو دو سو سال تک تھامے رکھا۔ ہندوستان میں سلطان محمود آف غزنہ جہاں فتوحات کی ایک بارات لے کر آیا وہاں علم کی بھی اک سوغات لے کر آیا اور سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ جن کے ورودِ مسعود نے علم و معرفت کی ایک ایسی شمع روشن کی جسے بعد میں چشتیہ اصحاب نے اپنی محبت، اخلاص، نرمی، مروت اور حسن عالمگیر سے اٹھایا اور اس وقت سے خدا کے دین کی طرف Local Inhabitance کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہوں یا خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ ہوں یا بختیار کاکیؒ ہوں یا چراغ دہلویؒ ہوں خداوند کریم نے ان بندوں میں محبت کے ایسے سوتے رکھے کہ اہلِ کفر اور اہلِ شرک خدا کی واحدنیت کی طرف مائل ہوئے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی اسلام پہنچا اور جہاں جہاں بھی اللہ کے یہ بندے پہنچے، یہ خالی عالم نہ تھے، یہ فقط علمائے دین نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ ان کی مذہبی وضاحتوں کے ساتھ ساتھ، ان کے اخلاقی رتبے چلے اور ان کی اعلیٰ ترین ذہنی صلاحیت بھی تھی۔ یہ پورے مذہب کو بار بار اس نقطے پہ لاتے تھے جہاں آج ہم Discuss کر رہے ہیں۔ تمام Mystics کا ایک رویہ رہا اور انحطاطِ اسلامیہ میں ان کا ایک رول رہا کہ عالموں کی انہوں نے Shift نہیں کی۔ انہوں نے اعمال کو خالی Shift نہیں کیا۔ انہوں نے اعمال کو Overstress نہیں کیا بلکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق "انما الاعمال بالنیات" سب سے پہلے، انہوں نے عمل سے پہلے انسانوں کی نیتوں کو درست کرنے کے لیے ایک ذہنی جدوجہد کی کیوں کہ نیت کے بغیر عمل صرف قول وفعل ہے اور قول وفعل کی ہم آہنگی بھی منافقانہ ہوسکتی ہے۔ تصوف میں 'Mystic' میں مومن میں، ولی میں، متقی میں اور اللہ کے ان نیک بندوں میں اور تمام علماء میں صرف ایک فرق تھا کہ جہاں اچھے عالم قول وفکر کے تضاد کو ختم کرنے پہ زور دیتے تھے۔ تو اہلِ خدا قول وفعل وفکر تینوں کے تضاد ختم کرنے پہ زور دیتے تھے۔ یہ ایک حتمی تعلیم تھی جو صوفیاء اور مومنین کے گروہ نے ہمیں دی کہ تمام افعال مذہب کے بجائے خدا کے لیے رائج ہونے چاہئیں۔ رستے میں گم ہونے کے بجائے منزل کی طرف بڑھنا چاہیے، مذہب چلنے کا راستہ ہے اور Destination صرف اللہ ہے۔ جب تک آپ اپنی حتمی Destination کو پہلے متعین نہیں کریں گے، ایک بہت بڑی غلطی کا پوری امتِ مسلمہ شکار رہے گی۔ یہ غلطی ہے۔

Confusion in the sense of priority

جب تک آپ ذہنی طور پر اس بنیادی سوال کو حل نہیں کرتے کہ آپ کے ایمان کے مطابق اسلام میں ترجیح اوّل کیا ہے اس وقت تک آپ کو خدا کا مس نہیں ہوسکتا، چاہے آپ ساری عمر طلب خداوند میں گزاریں۔ پروردگارِ عالم کسی بھی صورت میں Top Priority سے نیچے اترنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

This is one habit of God, on which he never compromises

وہ ایک اعلیٰ ترین اور مکمل ترین Priority ہے۔ تخلیقات سے نیچے اپنے مقام سے گریزاں ہے۔ جس دن کوئی مسلمان ذہناً اسے Top Priority ڈیکلیر کرتا ہے خدا اس کی ہمسائیگی میں اتر آتا ہے۔ وہ کبھی بندے سے دور نہیں ہوتا۔ پھر کیا عجیب بات ہے کہ جس مذہب کے چرچے ہم صبح وشام کرتے ہیں، جس مذہب کے قصیدے صبح وشام اخباروں میں رسالوں میں، کتابوں میں کرتے ہیں، جس کو ہم خدا کا دین کہتے ہیں، جس کو اللہ کی شناخت کا واحد

valid مذہب کہتے ہیں کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ یہ مذہب ہمیں ایک خدا شناس نہیں دے رہا۔ یہ ٹریجڈی ہے کہ آپ سوچتے نہیں ہیں کیا اپروچ میں غلطی نہیں ہے؟ کیا ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر تمام مذہب اسلام مل کر بھی ہمیں ایک خدا شناس نہیں بخش رہا۔ ایک عبدالقادر جیلانیؒ نہیں بخش رہا، ایک علی بن عثمان ہجویریؒ نہیں بخش رہا تو دورِ حاضر میں یہ غلطی ہو گئی

Why do'nt we go back and try to think? credentials in our religion.

کیوں ہم سختی سے ایک مؤقف پہ قائم رہنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیوں ہم صحت خیال کو ہی Ultimate سمجھتے ہیں؟

Why do not we come back, try to think?

یہ کیا وجہ ہے کہ ہمیں خدا نہیں مل رہا وہ خدا جو "نحن اقرب الیه من حبل الورید" (ق: آیت ۱۶) کہتا ہے کہ ہم تمہاری رگِ جان کے قریب ہیں وہ لوگ کون ہیں جنہیں وہ رگِ جان کے قریب محسوس ہوتا ہے مگر خدا نے کہا "زین للناس حب الشھوات من النسآء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث" (آل عمران: آیت ۱۴) اور بیویاں بچے، گھوڑے، سونے چاندی کے برتن ساری کی ساری چیزوں میں زینت دی۔ میں ان کی تلاش میں نہیں ان کی جستجو کی مسابقت میں تمہیں نہیں مل سکتا۔ اگر تم نے میری ہی مخلوق کو مجھ پر ترجیح دینا ہے اگر تم نے اپنی بہترین صلاحیتیں عقل اور وقت ان کو دینا ہے تو میں پھر تم سے نہیں مل سکتا۔ کچھ عرصہ پہلے، "50 سے 70 سال پہلے"، علامہ اقبال نے بہت بڑے مسئلے کی نشاندہی کی کہ جب یورپ اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی Knowledgeability میں ہمارے سامنے آیا تو مسلمانوں کے دو Attitude پیدا ہوئے ایک روّیہ کو Fundamentalism کہتے ہیں اور جو دونوں Attitude پیدا ہوئے وہ دونوں مسلمان کے لیے صحت مندانہ نہ تھے، ایک تقلید اور ایک تردید مغرب۔ جنہوں نے تردید مغرب اختیار کی انہوں نے علم کی کسی بھی شناخت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ بالکل نہیں سوچا کہ یورپ جس سوغات علم پر آج قائم ہے، وہ ہمارے آباؤ اجداد کے ورثے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث پر غور نہیں کیا کہ حکمت میراثِ مومن ہے، جہاں سے اس کا ایک ذرہ بھی ملے اٹھالو۔ انہوں نے اس چیز پر غور نہیں کیا Fundamentalist رویوں کا صرف ایک مطلب ہے کہ علم کو قبول نہ کرنا Fundamental کا اصلی ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کی کسی علمی تحقیق کو قبول نہ کرنا اور اس پر غور و خوض نہ کرنا جب وہ آپ تک پہنچے اس کی تردید کرنا۔ اور یہ Fundamentalist Attitude یورپ سے اور Spain کی Inquisition سے شروع ہوا۔

اتنے Religious Barriers کے بعد جب مسلمانوں کو سپین سے ملک بدر کرنا تھا تو Inquisition بیٹھی اور Inquisition نے دو Choices دیں کہ Christianity یا Expatriation یا عیسائیت قبول کر دیا ملک چھوڑ دو Inquisition اس وقت لگی جب ایک متجسس فکری روح Galileo نے کائنات پر غور کرتے ہوئے کوپر نیکس کی مخالفت میں ایک اصول Cosmos دریافت کیا تو صرف اس دانشور نے Inquisition کے خوف سے معافی نامہ لکھ کے دے دیا کہ میں اپنے خیالات سے باز آیا اگرچہ وہ صحیح تھے۔ اگرچہ وہ تکنیکی علمی طور پر صحیح تھا اور آج ہم جدید

Marfat.com

Cosmology کا بانی گلیلیو کو کہتے ہیں تو Fundamentalist Attitude یورپ سے ہی شروع ہوا اور آج بھی ہے آج اس کی شکل بدل گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان اس الزام سے بری ہے اگر وہاں ایک Adamant Attitude قائم ہے تو یہاں بھی یہ Attitude قائم ہے اور آپ غور کیجیے کہ پہلی مرتبہ جب لاؤڈ سپیکر آیا تو علمائے اسلام نے اس پہ شیطنت کا فتویٰ دیا۔ ایک سوالنامہ دیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دیو بند بیچ اس مسئلے کے کہ آلہ مکبر الصوت کا استعمال جائز ہے یا ناجائز، جواب ملا کہ ناجائز۔ اس طرح قرآنِ حکیم بھی ایک وضاحت کرتا ہے۔

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

وہ آیت یہ کہتی تھی کہ جب حضور گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ اللہ کی تعریف کر رہے تھے تو بیچ میں لات و منات کے لفظ آئے تو اہلِ کفر نے کہا لو آج سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا جھگڑا ختم ہوا وہ بھی آج لات و منات کی بات کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا صدمہ ہوا، اتنی زچ محسوس ہوئی کہ اللہ نے اس پر قرآن میں آیت اتاری کہ اے پیغمبر یہ تجھ سے پہلے بھی کئی پیغمبروں سے ہوا، وہ بولتے کچھ تھے اور شیاطین اس میں کچھ ملا کر دوسروں کی سماعت تک کچھ اور پہنچا دیتے تھے تو ایسا کوئی فکر و غم نہ کر۔ اس آیت کو فتویٰ میں Quote کیا گیا اور کہا گیا یہ لاؤڈ سپیکر کا ایک جگہ واقع ہوتا ہے اور آواز ادھر سنائی دیتی ہے تو بیچ میں شیطان کچھ ملا دیتا ہے۔ ایک چیز جسے Cult کہتے ہیں، جسے خود پرستی کہتے ہیں۔ بت پرستی فزیکل کم ہوتی ہیں، ذہنی زیادہ ہوتی ہیں۔ عقل جہاں رکتی ہے وہاں ایک بت پیدا ہوتا ہے۔ چاہے وہ تعصبات کا بت ہو۔ چاہے وہ کسی کی محبت کا بت ہو۔ عقل جہاں رکے گی وہاں ایک Cult ایک مندر بن جاتا ہے اور انسان صحتِ خیال کا اس قدر قائل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی Narcissisim میں نرگسیت، لذت وجود خیال میں جھک کر اپنے آپ کو Accomplished اور مکمل سمجھنے لگتا ہے، سوائے خدا کے، سوائے ان لوگوں کے جو عقل کا واحد مقصد خدا تک پہنچنا گنتے ہیں جو علم و حکمت کی بنیادی اساس قربِ خداوند کو سمجھتے ہیں جو اپنے شوق کی منزل پروردگارِ عالم کو قرار دیتے ہیں اور جو اس عظیم و حکیم رب کی قربت کی سعی کے لیے دن اور رات "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض" (آل عمران: آیت ۱۹۱) یہ ان اہلِ صوف کا قائدہ ہے۔ میں جذبہ ولایت کی بات نہیں کرتا۔ جب زمانے میں بحران بڑھا Scepticism بہت بڑھا شکوک و شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے معتزلہ اٹھے اشاعرہ۔ ماترید لاطینی فلسفے نے بنیاد پرستی کی دھجیاں اڑا دیں۔ اس وقت کوئی عالم انہیں جواب دینے کے قابل نہیں تھا آج بھی نہیں ہے۔ اس وقت تحقیق و جستجو کے میدان میں ایک ایسا Group of Thinkers اٹھا جنہوں نے اعلیٰ ترین تحصیل علم کی، جنہوں نے انہی کے ہتھیاروں سے انہی سے سیکھا لاطینی فلسفہ بھی سیکھا Roman Conjuncture بھی سیکھے، انہوں نے غور و فکر سے علومِ اسلامیہ کوئی جہت بخشی اور ہر زمانے میں خدا پہ حجت، دلیل اور برہان قائم کی "لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ" (الانفال: آیت ۴۲) کیسے پروردگار نے کہا جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا، جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ خدا یہ کہہ رہا ہے جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا اور جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ Blind faith is odd خداوند کریم نے Blind Faith کے بارے میں کیا کہا۔ ذرا غور کیجیے جسے آپ اساس سمجھتے ہیں جذباتی تعلق کی، بغیر غور و فکر و تجسس

Marfat.com

کے۔ پروردگار کو آپ اتنی Importance نہیں دیتے جتنی ایف اے اور بی اے کے امتحان کو دیتے ہیں۔ آپ اتنا ٹائم بھی اللہ کو نہیں دیتے۔ بغیر غور و فکر کے آپ نے ایک سوغات سنبھالی ہوئی ہے جو پچھلی نسلوں سے چلی آ رہی ہے۔ خدا اہل کفر کو طعنے دیتا ہے تم اگر آباؤ اجداد کے دین پر قائم نہ ہوتے اور تھوڑا سا غور و فکر کرتے تو مجھے ضرور پہچان لیتے۔ یہی بات شاید ہمارے اوپر بھی لاگو ہوتی ہے۔ آپ اللہ کو بے انصاف سمجھتے ہیں کہ جو طعنہ وہ کافر کو دیتا ہے آپ کو نہیں دے گا تو تم جو اندھا دھند پیچھے سے آئی ہوئی بات کو نیچرل کر کے بلائنڈ Faith کو معراج زندگی بنا بیٹھے ہو خدا کے ساتھ انصاف تو نہیں کر رہے۔ اس نے تو عقل و شعور کا مقصد ہی صرف ایک بتایا ہے۔ اس نے عقل و شعور کا مقصد سیاست نہیں بتایا، Solving of Personal Problems نہیں بتایا، اس نے حکومتیں چلانا نہیں بتایا، اس نے تو ایک مقصد بنایا (آیت) ان ھدینا ہ السبیل میں نے تو عقل و شعور تمہیں صرف اس لیے بخشا "اما شاکرا و اما کفورا" چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو نہ مانو۔ یہ عقل و شعور تو Instrument of judgement ہے۔ معاملات زندگی میں ہمیں پرکھ کا ایک Instrument دیا گیا ہے۔ کیا جدائی کے بعد، میثاق کے دن کی جدائی کے بعد، جب ہم نے خدا کے جواب میں کہا جب اس نے ہم سے ایک سوال پوچھا "الست بربکم" (الاعراف: آیت ۱۷۲) کہ جانتے ہو پہچانتے ہو "قالوا بلی" (الاعراف: آیت ۱۷۲) سوال ہی نہ تھا انکار کا۔ ایمان اس وقت جبر تھا۔ جلوہ یزداں سامنے تھا "قالوا بلی" (الاعراف: آیت ۱۷۲) کسی نے سید ہجویرؒ سے پوچھا کہ خدا ظاہر کیوں نہ ہو گیا۔ اگر خدا ظاہر ہو جاتا تو یہ ایمان و بے ایمانی کا مسئلہ تھا۔ جناب شیخ نے فرمایا اگر خدا ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا۔ مگر ایمان جبر نہیں ہے۔

All instrument of wisdom and thinking is only given to make one decision.

من ربک Who is your God? اس انحطاط کے ذمہ دار، اس علمی فکر میں جب خدا مسلمان قوم کی Top priority نہیں رہا، رسول پروردگار کی خواہش امت مسلمہ میں نہیں رہی، جب وہ سکالر جنہیں ہم صوفیاء کہتے ہیں، وہ عالم جو جنید بغدادیؒ کی صورت میں نکلے شیخ علی بن عثمانؒ کی صورت میں نکلے، ایک ایک وہ درس، ایک ایک وہ بات جو انہوں نے انسان کی Understanding میں کہی۔ حیرت کی بات ہے کہ آج تک یورپ کا کوئی بھی Psychologist کوئی Gestalt کا فلاسفر، کوئی Ethical سکول کا مدبر، اس بات تک نہیں پہنچا جس کو آج Mystic علوم نفس میں Explain کر گئے ہیں۔ تصوف کے ساتھ بھی بڑی زیادتی ہوئی۔ یہ کیا چیز ہے؟ Greek فلسفے کا اثر ہے کسی نے کہا۔ یہ خانقاہی نظام ہے کسی نے کہا انسان کے ذہن کی اسیری ہے کسی نے کہا۔ گئے گزروں کا Stamp ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ طریقت شریعت کی نیت تھی مختصر یہ تھا کہ جسے ہم طریقت کہتے ہیں یہ شریعت کی نیت تھی۔ جب آپ تمام شرعی اعمال بغیر نیت حصول خداوند کے کئے جا رہے ہیں تو وہ شرع ہے جب تمام اعمال رضا و محبت خداوند کے لیے کئے جائیں تو وہ طریقت ہے۔ اسی لیے بخاری نے جب حدیث بخاری مرتب کی، اعمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقل کیا اس کے پس منظر کو بیان کیا تو ساتھ ایک بات ابتدائیہ میں لکھی کہ میں باب الایمان میں سب سے پہلے اس حدیث کو لایا ہوں کہ تمام افعال بغیر فلاسفی آف ایکٹ کے بے کار ہیں اور تمام اعمال بغیر ذہنی تصدیق کے بے کار ہیں اسی لیے میں پہلی حدیث

Marfat.com

ایمان میں یہ لایا ہوں کہ "انما الاعمال بالنیات" (صحیح بخاری) جب تک آپ کا کوئی مؤقف واضح نہ ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر تمہیں یہ دیکھنا ہو کہ یہ کام تم کیوں کر رہے ہو تو پہلے اس کی نیت کرلو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ کوئی کام تم کیوں کرتے ہو؟ یہ وہ وقت ہے جب اقبال نے آکر یہ محسوس کیا کہ یورپ کے اس چڑھتے ہوئے اک فتنہ کی وجہ ہے، ابلاغ کی وجہ ہے اور اتنی زیادہ مشہور کن ایجادات کی وجہ سے، فائیو سٹار ہوٹلز کے کلچر کی وجہ سے، یہ کتنا عجیب سا لگتا ہے کہ فائیو سٹار ہوٹلز میں خدا کی بات نہیں ہوتی، اس لیے نہیں ہو سکتی کہ وہ ماحول خدا کے ماحول سے جدا ہے۔ اس لیے کہ خدا کا Concept رو بہ انحطاط ہے۔ ایک پرانی سی شے ہے علی بابا کی طرح سرخ ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھا ہوا ہے وہ دور رفتہ سے آگے نکلا ہی نہیں ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے علمی انحطاط کا یہ عالم ہے کہ قرآن کی تفسیر اور قرآن کا ابلاغ دورِ وسطیٰ سے آگے نہیں آیا بارھویں اور تیرھویں صدی سے آگے نہیں آیا۔

کچھ جدید مفکر جن کے علم بعض اوقات اتنے ناقص ہوتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جو رائے دیتے ہیں، وہ ان کی اپنی احمقانہ عالمانہ سند بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ کیا ابوذرؓ تمہیں پتا ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ کہا ابوذرؓ یہ سورج عالم بالا میں عرش بریں پر جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو لوٹ۔ پھر یہ پلٹتا ہے پھر ایک دن اسے کہا جائے گا کہ تمہیں پلٹنا نہیں ہے اسی جانب سے طلوع ہونا ہے۔ اس حدیث پہ بہت اعتراض ہوتا ہے کہ غلام جیلانی برق نے اعتراض کیا۔ اس پہ غلام احمد پرویز نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے کہ یہ حدیث خلاف واقعہ ہے خلاف واقعہ اس لیے ہے کہ سورج تو کہیں نہیں جاتا سورج تو Ecliptical Movement میں گردش کرتا ہے۔ انہوں نے اتنا صبر نہیں کیا کہ اگر کوئی چیز سمجھ نہیں آتی تو انسان کا صبر اس کا ٹھہراؤ ہے۔ وہ نئے نکتہ علم کی تلاش کی خاطر کچھ رکتا ہے اور اپنی رائے کو Cult اور بت پرستی نہیں بناتا۔ کچھ سوچتا ہے کہ میری علوم معرفت میں کچھ کمی ہو گئی ہے۔ میں تھوڑا سا صبر کرلوں تو اگر وہ جلدی نہ کرتے اور کچھ دیر ٹھہر جاتے۔ اسی اور نوے کی دھائی کی سائنس کے انکشافات دیکھ لیتے کہ سورج مع اپنی Constellations کے بالائے عرش بریں تک جاتا ہے اور اس حدیث پر اعتراض نہ ہوتا اکثر ہمارے علماء جو اس دور میں پیدا ہوئے بجائے علمی فکر کے اضافے میں وہ مزید انحطاط کا باعث بنے۔ اور اس طرح کے ہر ایک آدمی کو اس وصف سے آگاہی نہیں تھی۔ اس کی تلاش سے آگاہی نہیں تھی۔ قربت یزداں میسر نہیں تھی۔ وہ Sincerity میسر نہیں تھی جس سے اللہ کا قرب چاہا جاتا ہے اور تلاش کیا جاتا ہے۔ جب انہوں نے ارد گرد بھی وہ لوگ نہ پائے، وہ اساتذہ نہ پائے جو علم و معرفت کی انتہا پہ تھے اور قلبی علوم اور انکشافات ذات کی انتہا پر بھی تھے تو انہوں نے ایک چیز فرض کر لی کہ تصوف یا درجہ ایمان مفقود اور میسر نہیں ہے اور تمام کا تمام عملیات پر چلتا ہے۔ تمام کا تمام زور اعمال پر چلتا ہے۔ اس طرح Pragmatist مسلمان پیدا ہوتا ہے۔ Pragmatist مسلمان نماز اور روزہ کی پابندی کرتا ہے مگر اسے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ وہ آرگنائزیشن میں پڑا رہتا ہے اور یہ خیال کہ امت مسلمہ کے فکری انحطاط کا باعث صرف اعمال میں کمی ہے۔ ناقص ہے انہوں نے بہترین کوششیں کیں دین کو Organise کر کے انجمنیں بنا کر ستر برس سے زیادہ عرصے تک Uplift کیا۔

Marfat.com

Over the years not a single organisation has worked good, not a single organisation has succeeded.

ان چیزوں سے مقابلہ کیجیے کہ دس سے پندرہ سالوں میں ان صوفی اساتذہ نے چاہے وہ غزالیؒ تھے، چاہے علی بن عثمان ہجویریؒ تھے، چاہے عبدالقادر جیلانیؒ تھے انہوں نے پوری کائنات اسلام بدل دی۔ یہاں یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ستر سال سے Organisations عملیت کی Build کیں، وہ امت مسلمہ پر کوئی اثر نہ ڈال سکے، انحطاط جاری رہا۔ یہ انحطاط اس لیے جاری رہا کہ Power is not the purpose of religion. یہ انحطاط اس لیے جاری رہا ہے کہ خدا کے بغیر دین کا کوئی مقصد نہیں ہے، جب لوگوں کے دلوں سے آرزوئے طلب وجستجوئے پروردگار اٹھ جائے تو تمام دین بالکل اسی طرح ہے جیسے Christianity ہے۔ تمام دین اپنے اپنے ایک ضابطہ اصول پر قائم ہے۔ ہم کسی دین کو اس لیے برا نہیں کہتے کہ وہ دین نہیں ہے، وہ ایک نظام ضرور ہے۔ وہ تبت کا لاما ہو یا Jewish Order ہو یا Free Mason ہو یا افریقہ کے شامان ہوں۔

They all believe in thier religion, what is so particular about Islam?

اگر سارے مذاہب کا مقصد God ہے تو پھر سارے مذاہب کی Approaches کو کیوں لوگ اپنا نہیں سکتے۔

Why do'nt I accept Christianity why do'nt, I accept Judaism why do'nt I become Buddhist.

بڑے خوبصورت Humanitarian فلاسفر بھی دنیا میں موجود ہیں اور اگر وہ تمام کے تمام یہ Claim کرتے ہیں کہ ان کا تفکر ان کا خیال بنیادی طور پر خدا کی طرف جاتا ہے. But they have Never achieved God. اسلام اہل دل کی مجبوری ہے "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہُ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین" (آل عمران: آیت ۸۵) جو اللہ کو چاہتے ہیں اسلام ان کی مجبوری ہے اگر کسی اور مذہب سے خدا مل سکتا تو دوسرے مذاہب کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوتے جیسے تبت کے ایک لامہ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب اس نے ایک مسلمان عالم کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس سے پوچھا گیا

Can you explian, why did you change your religion?

تو اس نے جواب دیا کہ I want God, I want peace. مجھے پچیس سال سے لاما ہونے کے باوجود یہ دو چیزیں نہیں ملیں۔ خدا ملا اور نہ امن ملا۔ اس لیے میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس سے کہا گیا You are telling a lie. اصل میں تمہاری Powers as a lama. ختم ہو گئیں تھیں۔ اسی لیے تو نے اسلام قبول کیا۔ اس نے کہا No this is not the case اس بات کا عملی ثبوت حاصل کرنے کے لیے تو ہانگ کانگ میں ایک بہت بڑا مناظرہ ترتیب دیا گیا جس میں اس لاما کو Challange-able پوزیشن پہ لایا گیا۔ وہاں ٹی وی کے کیمرے نصب کیے گئے۔ اور وہاں اس سے پوچھا گیا Why did you accept Islam? اور تم نے کیوں لاماز کے Order سے بغاوت کی۔ اس نے

Marfat.com

کہا میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ پورے پچیس سال لاما رہا ہوں اور میں نے اس فیلڈ میں انتہائی پختہ ریاضت کی ہے مگر مجھے خدا ملا اور نہ امن ملا۔ اس لیے میں نے خدا کے حصول کے لیے اسلام قبول کیا انہوں نے کہا کہ تو غلط کہتا ہے You lost your Powers جب بات بہت بڑھ گئی تو اس کے بڑے لاما نے کہا تو آؤ پھر تم آجاؤ میرے ساتھ Powers کا میچ کرلو۔ اسی طرح Stage بنی ہوئی تھی وہ Stage پر چڑھا اور اس نے بڑے لاما سے کہا کہ All right If you are powerful then jump. اس کے بڑے لاما نے کہا کہ یہ کوئی بات ہے جو تو نے مجھے کہی ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ میری Powers ختم ہوگئی ہیں تو اس سٹیج سے مجھے Jump کر کے دکھاؤ The whole world was excited جب وہ نیچے اترنے لگا تو اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اس کا آدھا پاؤں نیچے بالکل ساکت کسی Statue کی طرح لٹک گیا۔

Above 20 minutes it was so shocking moment.

کہ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے پھر ہاتھ سیدھا کیا اور وہ نیچے گر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا I did not lose my powers مجھے 25 سال لاما رہنے کے باوجود خدا نہیں ملا۔

Because the only way to God, is Islam

خواتین و حضرات! یہ نعمت ہم میں موجود ہے مگر اس نعمت کو ہم کیسے ضائع کرتے ہیں؟ اس کی توہین کر کے ہم خدا کے قرب کی سعادت، اس کی محبت اور چاہت کو اس طرح ضائع کرتے ہیں کہ ہم اپنے غور و فکر کو معطل کر کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری ہو کر خدا کو Totally Neglect کرتے ہیں۔ جب ہمارے پاس بہترین اور اعلیٰ صلاحیتیں اور طاقتیں ہوتی ہیں ہم اس وقت خدا کی ہمسائیگی اور قرب میں نہیں آتے۔ اور جب کسی کام کے نہیں رہتے اس وقت ہمارے دل میں خدا کی محبت جوش مارنے پہ آمادہ ہو جاتی ہے جیسے ایک بار کسی صحابیِ رسولؐ نے گندی پڑی ہوئی کھجوریں مسجدِ نبوی میں لٹکا دیں۔ رسم یہ تھی جس کا جو کچھ زیادہ ہوتا، وہ مسجدِ نبویؐ میں رکھ دیتا اور وہ اصحاب جو رزق اور روزگار کی سبیل نہیں رکھتے تھے وہاں سے لے کر کھا لیتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے گندی کھجوریں وہاں رکھ دیں تو پروردگارِ عالم کو اتنا غصہ آیا کہ آپ نے کہا آپ اپنی بہترین چیزیں میرے لیے نہیں دے سکتے تو بدترین تو نہ دو، کم از کم درمیانی ہی دے دو۔ ذرا غور کیجیے ہم اپنے اللہ کو بہترین عمر نہیں دے سکتے تو بدترین عمر تو نہ دیں، جب سماعت نہیں رہی جب بصارت نہیں رہی، جب زندگی کی تمام لذتیں ختم ہوگئیں۔ جب عام Senses معطل ہوگئیں اس مجبوری میں جب دنیا نے ہمیں ریٹائر کر دیا، ہم نے اپنی بہترین صلاحیتیں دنیا کو دیں اور پھر دنیا نے ایک دن ہمیں کہا کہ بڑے میاں اب ینگ بلڈ Young Blood کی ضرورت ہے، اب آپ گھر جائیے۔ اللہ اللہ کیجیے آپ ریٹائر ہوئے، جب یہ نوبت آئی کہ اب کوئی اور رستہ نہیں رہا تو اس بڑھاپے میں، اس ذلت کی عمر میں جسے پروردگار ''ارزل العمر'' (النحل: آیت ۷۰) کہتا ہے۔

آپ کائنات کے سب سے بڑے مقصد کی Achievement کو جاتے ہیں۔ اس سے بڑا تضادِ فکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو بہترین صلاحیتوں کا زمانہ تھا، جب ہمیں پروردگارِ عالم کے لیے محبت سے جدوجہد کرنی چاہیے تھی تب ہم نے تمام Energies اور طاقت، تمام شعور چھوٹے چھوٹے Purposes کو دے دیا۔ اور جب ہم بے کارِ محض ہوگئے، جب ہماری زندگی کے Protective سیل سے دنیا نے ہمیں خارج کر دیا، اب ہم چلے ہیں کائنات کے خالق پر تحقیق کرنے It

Marfat.com

is Pitiful یہ علمی فکر کی بنیادِ انحطاط ہے۔ ہم نے خدا کو کبھی Serious نہیں لیا

Less than the top priority, and untill you make him the top priority.

وہ کبھی آپ کو نہیں مل سکتا۔ یہ اعمال میں نہیں، ذہن میں ہے۔ یہ آپ کے تجسس فکر کا نچوڑ ہونا چاہیے اور یہ بات بھی یاد رکھ لیجیے کہ تمام علمیت اور تمام ذہنی فکر کا ایک صرف فطری نتیجہ ہے اور وہ اللہ ہے۔ اگر آپ غور و فکر کے باوجود تحقیق و جستجو کے باوجود آپ اللہ تک نہیں پہنچ پاتے تو واپس مڑ کر دیکھیے کہ علم کہاں غلط ہے؟ آپ کی فکر میں کہاں کجی ہے؟ یہ ایک نیچرل انجام ہے غور و فکر کا۔ اللہ کے سوا غور و فکر کہیں اور پہنچتا نہیں ہے۔ دیکھیے ہر جگہ علم رک جاتا ہے۔ کوئی علم آ کے Russell پر رک جاتا ہے، کوئی Wittgenstein، کوئی گسٹالٹ اور کوئی فرائیڈ پر آ کے رک جاتا ہے۔

In one day you can finsih one full subject.

چند بڑے نام چند بڑی تحریرات۔ دو کوانٹم کی تھیوریز ایک Relativity ایک گسٹالٹ کا سکول ایک behaviourism اس کے علاوہ علم کچھ نہ تھا

If you spend one serious year you can finish the whole knowledge

علم اتنا زیادہ نہیں ہے مدتیں گزریں انسان نے تحقیق و جستجو میں اتنی تیزی سے ترقی نہیں کی! آپ اللہ اللہ کیجیے۔ اٹھارتویں صدی 1876ء کے قریب The firstly law of relativity کا Rule دیا گیا

$E=mc^2$ Energy can be converted into matter and vice versa is also

اور آج 1997ء تک دوسرا Confirm true law نہیں ہوا آج تک اتنی Slow Movement ہے اب جا کے کہیں Fussion Establish ہوا ہے۔ انرجی کا جو آئن سٹائن نے کہا تھا' سو سال گزر چکے ہیں۔ انسانی ترقی کتنی محدود کتنی دھیرے ہے۔ اس کا اندازہ ان ترقیوں سے جو انسان کر رہا ہے

The maximum best, this is obout thirty to fourty years time

جس میں انسان نے ایک Leap لی ہے۔ اک بڑے کام میں جس کو اقبال یہ کہتا ہے۔ جس کو مختصراً علامہ نے یوں کہا جسے Reconstruction of religious thought میں تشکیل الہیات جدید میں جب انہوں نے مذہب کا دفاع کیا تو اس میں بھی انہوں نے ایک نقطے کو Point out کیا جو

I am pointing out second basic law in the Muslims mind, is that he generally feels inferior to the intellect of the West.

ہم میں اتنی خود اعتمادی نہیں ہے۔ ہم آج بھی

We generally feel inferior to intellect of the West.

ہم میں سے بہترین لوگ بھی یورپی فکر سے مرعوب ہیں۔ آج بھی ہم اپنی ہدایت عقل و شعور ایک طرف مولوی جو مغربی فکر سے مکمل طور پر انکاری ہیں اور دوسری طرف Seculars ہیں جن کا خدا اور رسول بھی یورپی فکر ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو اسی فکر سے مرتب کرتا ہے جو اس نے مارکسی فلاسفی کی روشنی میں حاصل کیا ہے جو اس نے Union

Concept سے حاصل کی ہیں جو رسل کا ماننے والا ہے۔ اس فکر سے مرتب کرتا ہے اور یہ دونوں بعد المشرقین ہیں۔ ایک جہالت کی ابتدا اور انتہا میں ہے اور ایک تقلید اور مغلوبیت کی انتہا میں ہے۔

There is no independent Muslim

ہمارا دین علم کی جستجو کی بات کرتا ہے جس دین نے علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہو اس دین کے پیروکاروں کی علمی استعداد آج ناظرہ قرآن سے آگے نہیں جا سکی ہے۔ کیونکہ ہمارے عالم اس سے زیادہ ہمیں کچھ دے ہی نہیں سکتے ہیں۔ علمی فکر میں انحطاط کیسے نہ آئے؟ کیوں کہ قرآنِ حکیم کے Standard پہ مسلمان پہنچ نہیں رہا۔ اللہ میں انحطاط نہیں آیا اللہ نے یہ پیکیج دین مکمل کر دیا ہے۔ کائنات کی Interpretation دے کے کتابِ مبین میں لکھ کر انجام کی نشاندہی کر کے اس نے پیکج مکمل کر دیا ہے وہ دن اس نے بتا دیا ہے۔ "اذا زلزلت الارض زلزالها O " (الزلزال: آیت ۵) کہ اے انسان تو نے اس منزل تک آنا ہے "اذا الشمس کورت O واذا النجوم انکدرت O" (التکویر: آیت ۱) کہ سورج لپیٹ لیا جائے گا، چاند مدہم پڑ جائے گا، ستارے بجھ جائیں گے، سورج اور چاند کو ہم دوبارہ جمع کر لیں گے Big bang ختم ہو جائے گی Session پورا ہو جائے گا "کل من علیها فان" (الرحمٰن: آیت ۲۶) خدا کہتا ہے کہ یہ تیرا انجام ہے۔ اب وہ پروردگار جو آخرت کا وقت متعین کر چکا ہے، جو آپ کے لیے انجام متعین کر چکا ہے کیا اس سے بعید ہوگا کہ درمیان میں انسانی ذہنی Intellectual Process سے ناآگاہ ہو، جو عرصہ حیات متعین کر چکا ہے، عرصہ دہر متعین کر چکا ہے، جو انجام دنیا کو مکمل کر چکا ہے۔ کیسا بے سبب انسان ہے جو Modern ہو کے سمجھتا ہے کہ اتنی Intellectual Progress کی۔ انسان کو کوئی خبر نہیں میں جب Atomic کو بحث کر رہا ہوں یا میں جب Genetic Engineering کے ماڈرن لاز کو Discover کر رہا ہوں تو

Perhaps God is not so modren today.

آج کا انسان اس Fundamental Mistake میں مبتلا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کا خیال Judaism خدا کا ہے۔ یہودیت کا تصور خدا ہے۔ وہ اسلام کے Concept کو بھی یہودی تصور خدا کہتا ہے۔ اس کو قطعاً اس بات کا علم نہیں کہ خدائے کائنات جو ہے وہ اپنی کتاب میں مکمل انسان اور خدا تو بہت ہی دور کی بات ہے، وہ تو Galaxies کا شہنشاہ ہے۔ جس کی ایک Galaxy کو سمجھنے میں ابھی تک انسانوں سے اس کی مدت کے Distance کا تعین نہیں ہو سکا۔ ایک معمولی ترین Galaxy Limit ابھی حضرت انسان کو پتا نہیں لگی۔ ایک حیرت انگیز انکشاف ہبل ٹیلی سکوپ والا، انہوں نے 11.5 ملین نہیں بلین سالوں قبل وہ دھماکہ نقل کیا جس سے نئی Galaxies بن رہی تھیں۔ 11.5 بلین سال پہلے کا جو دھماکہ ہو رہا ہے، جس میں ستارے ٹکرائے تھے اس کی لائٹ اب ہبل ٹیلی سکوپ تک پہنچی ہے۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ جس Galaxy میں ہم رہ رہے ہیں، یہ پندرہ ارب سال کی ہے اور اگر ہم زیادہ مؤثر، زیادہ طاقتور ٹیلی سکوپ بنا لیں تو ہم ابتدائے کائنات کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حیران کن ہے جو دنیا ہمارے اردگرد آباد ہو رہی ہے۔ یہ قرآن کو غلط ثابت نہیں کر سکتی اور یہ قرآن کو غلط ثابت نہیں کر رہی ہے۔ ابھی بارھویں یا تیرھویں صدی میں کسی نے ابن رشد سے ایک بات پوچھی کہ تو نے عاد و ثمود کا حشر نہیں پڑھا اس نے کہا کہ تم حشر کے عذاب کی بات کرتے ہو، مجھے تو یہ بھی نہیں پتا نہیں کہ

Marfat.com

عادو ثمود تھے کہ نہیں۔ اپنے زمانے کا سب سے بڑا فلاسفر ابن رشد تھا مگر اپنی تحقیق کے بغیر کسی چیز کو تسلیم کرنے سے بالکل عاری تھا۔ جب اسے کہا کہ تو نے عاد و ثمود کا حشر نہیں دیکھا تو اس نے کہا عاد و ثمود کون تھے؟ تم مجھے حشر کی بات کرتے ہو؟ میں عاد و ثمود کے وجود سے ہی منکر ہوں۔ یہ Deviation تھی۔ محقق بغیر تحقیق کے قرآنی آیات کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور حضرات کرتا بھی کیسے؟ یہ تو اب Precedents نکلے ہیں۔ Jordan اب آ کے پہاڑوں کے اندر جنہوں نے گھر بنائے تھے جن کی اللہ بات کرتا ہے یہ Piece علماء نے نہیں نکالے Archaelogist نے نکالے ہیں۔ یہ تو Archaelogy کا کمال ہے کہ عاد و ثمود کی بنیاد اولی اور بنیاد ثانیہ کو کھود کر قرآن کی بات کو سچ ثابت کر دیا ہے۔ اور کیا اس بات کے لیے ہمیں ان تحقیقات کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ تمام زمانوں کے علوم میں اس امت کا حصہ ہے اگر آپ Modern علوم کی آگہی حاصل نہ کریں گے تو آپ کی تحقیق و جستجو ناکافی رہ جائے گی دو آیات ہی پر صرف غور کر لیں۔ یہ آیات کسی طور پر بھی آپ کو سمجھ آ سکتی ہیں "اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنھما" (الانبیا: آیت ۳۰) تم میرا کیسے انکار کر سکتے ہو یہ Challengeable Statement ہے۔ تم ہوتے کون ہو میرا انکار کرنے والے You have no authority ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقھنما یہ زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے، ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو پھاڑ دیا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شیءٍ حَیٍّ" (الانبیاء: آیت ۳۰) کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا یہ دونوں آیات آپ کو سمجھ نہیں آ سکتیں جب تک کہ آپ علم ہیت پر نظر نہیں رکھتے۔ اس وقت تک جب آپ کی حیاتیات پر پوری تحقیق نہ ہو

These are only twenty seven thesis on the existence of earth.

اور ہر Thesis صرف ایک بات پہ Agree کرتا ہے کہ

The earth and skies were one in the bgeinning then with a big bang, and with the very big bang, the earth was torn apart.

کبھی یہ Thesis رہا کہ زندگی پانی سے پیدا ہوئی، کبھی یہ Thesis رہا کہ زندگی ہوا سے پیدا ہوئی، کبھی یہ Thesis رہا کہ زندگی Spontaneous ہے۔ کبھی یہ Thesis رہا کہ زندگی آگ سے پیدا ہوئی مگر آج کا حرف آخر سائنس پہلے Hypothesis بناتی ہے۔ ایک نظریہ Non Confirmed پھر اس کو Degree بناتی ہے It turns out to be degree, ultimately it becomes a law. لاء بننے کا مطلب یہ ہے کہ مدتوں کی تحقیق و جستجو کے بعد ہم نے ایک Chapter Final کر دیا اور وہ Chapter Science نے یہ Final کیا ہے کہ All life is created out of water. قرآن نقل نہیں کرتا۔ قرآن اپنی Statement دیتا ہے۔ اگر آپ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں تو قرآن سے پہلے جتنے علوم گزرے ہیں، ان کی آگاہی بہت ضروری ہے، اس کے بغیر آپ قرآن نہیں سمجھ سکتے Ptolemy of Greece نے Thesis دیا جسے آپ بطلیموس کہتے ہیں کہ زمین کھڑی ہے اور ستارے اس کے گرد گردش کر رہے ہیں یہ Thesis 1523ء تک کرنٹ میں رہا اور اس کے بعد کاپرنیکس نے کہا کہ Ptolemy غلط ہے The fact is that sun is stationary. سورج کھڑا ہے اور باقی ستارے اس کے ارد گرد گردش کر رہے ہیں۔ ان کے درمیان قرآن

Marfat.com

آیا۔ ذرا دیکھیے تو سہی قرآن نے بطلیموس کا ساتھ دیا یا کاپرنیکس کا۔ قرآن نے دونوں کا ساتھ نہیں دیا۔ قرآن نے بالکل مختلف بات کی "و سخر الشمس والقمر" (الزمر: آیت ۵) قرآن نے بحیثیت ایک لاء کے کہا کہ یہ سورج چاند ستارے میں نے مسخر کیے مگر ان میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہے "کل یجری لاجل مسمی" کہ یہ تمام چل رہے ہیں۔ وقت مقررہ تک۔ کوئی Laboratory نہیں ہے جنہوں نے آٹو گرافیہ یا معلومات پڑھا ہوگا۔ ہم کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کے کچھ ثابت ہیں کچھ سیار ہیں There are some stationary stars seems moving stars. مگر ان لوگوں کو قرآن پڑھنے میں کتنی مشکل پیش آئی ہوگی۔ قرآن تو کہتا تھا کہ ایک بھی ثابت نہیں ہے، سب سیار ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں آکر بڑی بڑی دوربینیں لگیں اور کائنات کا ٹیلی سکوپک یا ریڈیو ٹیلی سکوپک مطالعہ ہوا تو ایک فائنل حجت سامنے آگئی کہ

There is nothing stationary in the universe

پروردگار عالم کی بات حجت نکلی۔ پروردگار سچا نکلا تمام فلاسفی آف سائنسز غلط نکلیں۔

The science had to confirm the only saying of the God Almighty, they had to confrim that everything is moving in the universe. Ptolemy was wrong, Copernicus was wrong .

کیا ہمیں معیار قرآن کو پہنچنے کے لیے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ہمیں اپنی زندگی کی بہترین جدجہد کی ضرورت نہیں؟ اور کیا ہمیں ذہنی تفکر کی ضرورت نہیں؟ کیا ہمیں اس محبت اور انس کی ضرورت نہیں؟ جو ہمیں پروردگار سے محسوس ہو۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ انسانی تجسس کی ایک ہی ترجیح ہے اور وہ ترجیح اوّل و آخر اللہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ذہن باقی کام کیوں کرتا ہے۔ غور تو کیجیے کہ جو جبر و قدر کے مسائل پر آپ اتنا غور و فکر کرتے ہیں کہ اگر میں قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوں تو میری تو اس سے بڑی بے تکلفی ہے وہ تو مجھے سوال کرے گا۔ میں تو اسے جواب دے دوں گا۔ ساری عمر اس کے ساتھ ادھر ادھر گزاری ہے کبھی اس سے بھاگتے ہوئے کبھی اس کے پاس جاتے ہوئے تو جب وہ مجھے یہ کہے گا اے برخوردار میں نے تجھے اپنی پہچان اور اپنی شناخت کے لیے عقل و معرفت بخشی تھی تو تو نے مجھے جانا پہچانا کیوں نہیں؟ میں نے قبر کے ائیر پورٹ پر تم سے ایک ٹیکنیکل سوال پوچھا تھا کہ آگے جانا ہے تو یہ پاسپورٹ دکھا کے جاؤ گے من ربک تو تم نے صحیح جواب کیوں نہیں دیا؟ اس وقت کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ اے پروردگار، اے مولائے کریم تو نے مجھے اس مسئلے پر سوچنے کی فرصت کب دی؟ میں تو رہا بیوی کی فکر میں، میں رہا بچوں کی فکر میں، میں رہا مکان کی فکر میں، میں رہا Status کے تجسس میں، مجھے تو نے ایک لمحہ کی فرصت تو دی ہوتی۔ میری تو ساری عقل ادھر لگ گئی، میں تو Perceive میں رہا۔ خدا کہتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا۔ میں نے اسے ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہیں دی۔ تمام مقدر پر ٹوکول ہے۔ ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری آپ پر نہیں تھی۔ آپ کو جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا، وہ بڑا Different تھا۔ اناھدینا ہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا (الدھر: آیت ۳) عقل و شعور، تجسس و فکر صرف شناخت خداوند کے لیے دی گئی تھی۔ آپ اسے Lesser ترجیحات پر زور دیتے رہے۔ آپ نے بیوی بچوں پر لگا دی۔

Marfat.com

اشیائے صرف پر لگا دی اور جب وقت چلا گیا۔ ہم مسلمان تو ہیں مگر اللہ کے محبوب بندے نہیں بن سکے۔ اللہ نے آپ کو ضرور بخشنا ہے۔ یہ تو دعا ہی دیجیے حضرت معاذؓ کو ان کی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں نے آپ کی نجات کا بندوبست کر دیا ہے ورنہ جو نعمت اللہ نے دی تھی، ہم اس کے حقدار نہیں تھے۔ ہم نے اس کو اس کے Basic Purpose کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے اپنے تجسس کو Mis-use کیا۔ اگر میں اپنے ایک بھائی کو کہتا ہوں کہ بھائی پیسے لے لیں اچھے ہوٹل میں رہنا، اچھے کپڑے پہننا اور اچھا کھانا اور اپنے دوستوں سے ملنا مگر میرا ایک Letter ڈیلیور کر دینا۔ وہ تین دن کے بعد میرے پاس آتا ہے کہ میں نے بہت انجوائے کیا بڑی اچھی لائف گزاری، دو موویز دیکھیں، میں نے بہت سیر کی۔ ٹھیک ہے تم نے سرمایہ بھی لگایا اور سیر بھی کی لیکن

What about that letter,

Sorry I could not deliver the letter.

میرا حشر کیا ہوگا۔ میرے غصے اور جھنجلاہٹ کا کیا عالم ہوگا؟ کہ خدا نے رزق دیا، بیوی بچے دیے تفریح دی "وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور" (آل عمران: آیت ۱۸۵) ہر چیز اس نے دے دی مگر ہم نے اللہ کو جو لیٹر Deliver کرنا ہے من ربک یہ ذہنی نفسیات کا اول اصول ہے کہ جس چیز نے آپ کو زندگی میں Possess کیا، وہی مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہی، زندگی میں جس چیز کو آپ نے ترجیح دی، جس کی خاطر صبح و شام اپنے تصور کے چراغ جلائے اور جس خیال کو اپنے آغوش ذہن میں پالا اور جس کی خاطر آپ نے راتیں جاگیں وہی آپ کے ساتھ قبر تک رہی۔ اسی لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ دیا کے دیکھو اللہ پر گمان ٹھیک رکھنا یہ گمان کیا چیز ہے؟ کہ ایک بدو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں حساب کون لے گا فرمایا اللہ۔ وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیرت ہوئی کہ یہ ہنسنے کی تو کوئی بات نہیں۔ فرمایا دوڑو اسے واپس بلا کے لاؤ۔ آیا۔ پوچھا تو ہنسا کیوں۔ اس بدو نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے دیکھا ہے کہ زندگی میں جب کوئی اعلیٰ ظرف حساب لیتا ہے تو نرم لیتا ہے۔ لہٰذا اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو اس بدو کا گمان اللہ پر کتنا اچھا ہے؟ فرمایا آخری وقت میں اپنا گمان اللہ پر درست رکھو۔ لوگ کہتے ہیں کہ تقلید اچھی نہیں ہوتی۔ بہت سارے مذاہب فکر ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے کہا تقلید اچھی نہیں ہے مگر ہر ذہن کی Capacity اتنی محدود ہے کہ اگر میرے والے کو آپ کا Brain دے دیں تو آپ اگلے دن وفات پا جائیں۔ اسے تو صبر و سکون اور طاقت و استطاعت اللہ نے بوجھ اٹھانے کی دی ہے مگر وہ آپ میں نہیں ہے۔ آپ کا ذہن اسے دے دیا جائے تو وہ بے چینی اور اضطراب سے مر جائے خدا نے تمام اذہان کو ان کے کام کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ جبر کی تعریف یہ نہیں کہ مقدر میں کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا۔ جبر کی سب سے خوبصورت تعریف اللہ کے بعد ایک مغربی مفکر نے کی۔ اس نے سائنٹفک Determinism کا فلسفہ دیا اور عجیب خوبصورت بات اس نے کی کہ جبر یہ ہے کہ ایک لمحہ زمانہ اک مقام میں سمو دیا جائے۔

A moment of time is fitted into a piece of space

Marfat.com

اگر اللہ ایسا نہ کرتا تو زمین پر ایک بحران زندگی ہوتا۔ کسی کو گھر نہ ملتے، کسی کو شناسائی نہ ملتی۔ It would have been a big jumble of human beings. ایک کے بجائے سارے اکٹھے ہوتے، نہ کسی کو گلی ملتی نہ دروازہ نہ ہم آج یہاں ہوتے تو خدا نے اس لحہ زماں کو اس مکان کے ساتھ جوڑ کر آپ کو زحمت شنوائی دی اور مجھے ہمت گفتار بخشی۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس محدود رویے کو رد کرنا ہوگا جس پر ہم قائم ہیں۔ ایک لڑکا ایف ایس سی میں داخل ہوتا ہے۔ ایم بی بی ایس کرتا ہے آپ بہت کہتے ہیں۔ He has progressed۔ وہ Specialize کرتا ہے آپ کہتے ہیں کہ اس نے ترقی کی۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنی Professional Heights تک پہنچتا ہے۔ زندگی میں بڑی علمی تحقیق و جستجو کے بعد یہ مقام عالی حاصل کیا ہے۔ It is true with every profession۔ ایک سادہ سا موٹر میکینک بھی بیس سال کے بعد اس کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ سیلف کو کنجی لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس گاڑی میں فلاں فلاں نقص ہے

Every where the professional is progressing .

ہر جگہ علم اور حکمت ترقی کرتی ہے سوائے اسلام کے۔ یہاں ایک شخص نماز روزے سے شروع کرتا ہے اسی پر مرتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی یونیورسٹیوں کے طالب علم بہت ترقی کر جاتے ہیں اور خدائے علیم و حکیم کی طرف جانے والا بالکل وہیں کھڑا رہتا ہے جہاں وہ ازل سے کھڑا ہے۔ مجھے تو اللہ میاں میں کوئی قصور نہیں لگتا بنیادی طور پر It is our thought ہم اس مرتبہ علمیت تک نہیں پہنچتے جس پر خدا اور اس کا قرآن قائم ہے۔ جس پہ وہ تعلیم قائم ہے۔ بنیادی طور پر دو Faith ہیں ایک تو ہماری مذہبی فکر کے سامنے ہمارا جو احساس کمتری ہے کبھی ہم اس کا شدت سے انکار کر کے Stubborn Animals ہو جاتے ہیں اور دوسرا یہ کہ کبھی اسے شدت سے قبول کر کے ہم بعینہٖ اپنا احساس ذہن کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں Faith ہم میں موجود ہیں اور دوسری اہم بات مدت ہوئی ہماری ترجیح اول کھو گئی ہے۔ ہم اسلام مانگتے ہیں ہم Religion کی پرستش کر رہے ہیں۔ ہم خدا کی پرستش نہیں کر رہے۔ جب تک ہمارے اذہان میں یہ ابہام Clear نہیں ہوگا کہ

Riligion is not important, God is important. And riligion is for God and God is not for riligion.

اس وقت تک ہمارا مذہب ایک صحیح بنیاد پر استوار نہیں ہو سکتا

This is matter of totality.

اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو خدا نے وعدہ کیا ہے۔ بہت بڑا وعدہ اور اتنا کھلا اور کشادہ وعدہ کہ پروردگار کے وعدے پر اعتبار نہ کرنا، عجیب سا لگتا ہے "ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنينO " (آل عمران: آیت ۱۳۹) غم اور سستی نہ کرنا۔ غم نہ کرنا۔ مجھے قسم ہے اپنے رب ذوالجلال کی تم ہی غالب ہو، اگر اہل ایمان ہو۔ ہم غالب کیوں نہیں ہیں؟ بڑی مدت سے نہیں ہیں، بہت صدیوں سے نہیں ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ As simple is that۔ ہمارے علمی فکر میں مکمل انحطاط نے ہمیں Basic ترجیحات سے غافل کر دیا۔ ہم دین اور عمل کی

Marfat.com

بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں مگر دین کی غرض و غایت سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہماری زندگی کی نفسیات اللہ کے احکام سے مرتب نہیں ہوتی۔ ہماری فکر پر کسی Guiding Spirit کا سایہ نہیں ہے۔ ہم تمام ترجیحات سے نپٹنے کے بعد عمرِ آخر میں اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ ہم اپنے علمی مسلک میں اتنے کمزور ہیں کہ ہم نے اپنی Interpretation کا کام سب سے کم تر علوم والوں کو دے رکھا ہے اور ہم نے کبھی محنت نہیں کی۔ سوچا تک نہیں کہ ایک بی اے کے لیے چودہ برس گزر گئے۔

سوالات و جوابات

حقیقی شہید کون ہے؟

سوال: دوست کہتے ہیں کہ آپ کی باتیں بڑی اچھی ہیں اور ہمیں سمجھ بھی آ رہی ہیں لیکن اگر مسلمانوں کے پاس پندرہ سو سال سے واقعی یہ سارا کچھ تھا تو یہ اس وقت کیوں ہو رہا ہے کہ مارنے والوں کو یہ نہیں پتا کہ کیوں مار رہا ہے۔ مرنے والے کو یہ نہیں پتا کہ میں کیوں مارا جا رہا ہوں اور کہنے والا دونوں کو شہید کہہ رہا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! بڑی سادہ سی بات ہے۔ شاید میں پھر کہوں گا کہ Scientific Temper میں ایک بات تو ہونی چاہیے کہ کم از کم اعتراض کرنے والے کے پاس بھی Data ہونا چاہیے۔ جواب دینے والے کے پاس بھی تو کوئی معقول بات ہونی چاہیے۔ اگر آپ ذرا، یعنی پچھلے کوئی تین ہزار سال کی تاریخ دیکھیں تو After the advent of Islam، اسلام کے آنے کے بعد، پوری دنیا پر مسلمانوں کا تیرہ سو برس غلبہ رہا۔ رومن ایمپائر ڈیڑھ سو سال کے بعد ختم ہو گئی، Greeks پچاس سال کے بعد ختم ہو گئے، بڑی بڑی جو ایمپائرز دنیا میں قائم ہوئیں ان کی زندگیاں نظریاتی نہیں شخصی تھیں۔ کوئی سو سال بعد ختم ہو گئی، کوئی ڈیڑھ سو سال بعد ختم ہو گئی۔ صرف ایک ہی System of thought ہے۔ تیرہ سو برس مسلسل اس دنیا پہ حکمرانی کی ہے، بلکہ سولہویں صدی تک یہ عالم تھا کہ دنیا پہ تین بڑے بادشاہ تھے اور تینوں مسلمان تھے۔ ایک طرف اکبرِ اعظم تھا۔ ایک طرف سلطان سلیمان ذیشان تھا اور ایک طرف سلطان عباس اعظم تھا۔ بہرحال تبدیلی تو ہوتی ہے کیونکہ یہ قانونِ فطرت ہے لیکن مسلمانوں کے زوال کے اسباب علم سے پہلوتہی، آباؤ اجداد کے شعار سے دوری، اخلاقی اور معاشرتی بے راہ روی، فتح کو مستقل سمجھنے کی غلطی اور خدا کی بندگی سے انکار شامل تھا۔ پھر اللہ جیسے فرعون کے بارے میں کہتا ہے کہ ہم نے چاہا کہ اس کی قوم کو رسوا کریں۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حائل نہ ہوتی تو اس وقت پورا عالمِ اسلام غلام ہوتا۔ مگر شبِ معراج، سرکارِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ میری امت پر کسی کو غلبہ نہ دینا۔ امت کا لفظ استعمال کیا تو جزوی غلبے تو ضرور ہوئے مگر پوری ملتِ اسلامیہ پر کبھی کوئی دوسری قوت غالب نہیں آئی اور جس پر تھوڑا چند عرصہ غالب ہوئے سو پچاس سال میں تمام مسلمان ملک آزاد ہو گئے۔ اور ماشاء اللہ، مگر اس آزادی کے بعد بھی مسلمانوں نے رجعت اسلام نہیں فرمائی۔ اب چونکہ ذلت رسوائی اور اپنی کچھ Shortcomings کا احساس شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ کچھ غیرت بھی رفتہ رفتہ جاگ رہی ہے۔ اب

انشاء اللہ تعالیٰ العزیز کوئی زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے ہم چونکہ ایک دورِ ابتلا اور Transition کی پیداوار ہیں اور بظاہر یہی لگتا ہے کہ مغرب کا تسلط اب اور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ Within twenty five years اگر مہدیؑ اور عیسیٰؑ نہ آئیں تو پھر بھی مشرق کو مغرب پر دوبارہ غلبہ حاصل ہوگا۔ اور اس کے لیے کسی معجزے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ قانونِ پروردگار ہے کہ کائنات میں برابر تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ الگ بات ہے کہ اللہ اگر خصوصی عنایت فرمائیں اور بندگانِ عالی پہ ترس فرمائیں اور حریمِ ناز کے ان متلاشیوں میں خدا کی تلاش اور جستجو پیدا ہو جائے تو پھر معاملہ کچھ مختلف ہوگا۔

گناہ اور ثواب کے اثرات

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ کچھ لوگ ساری زندگی نیکیاں کرتے ہیں اور عمرِ آخر میں ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے کہ خدا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا' دوزخ میں جائے گا یا اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ناانصافی نہیں ہے؟

جواب: اب دیکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث واضح ہے کہ لوگوں کو اپنا پتا نہیں ہوتا یا پتا ہوتا ہے تو تمام عمر اپنی غلطیوں کا احساس نہیں کرتے لیکن اللہ ایسا نہیں کرتا بلکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کا عمل ضائع نہیں کرتے جیسے ایک شخص ہے جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، ساری عمر ذکر کرتا ہے مگر ایک ایسا عمل کر بیٹھتا ہے کہ اپنے سارے کیے دھرے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ میں لٹریچر کی آپ کو مثال دیتا ہوں۔ انگریزی ادب میں ''چاسر'' کو بہت بڑا شاعر کہا جاتا ہے۔ پندرھویں صدی کی شاعری کی ابتدا اس سے ہوئی۔ اس نے ایک خاتون اور ایک پکانے والے کا بہت ذکر کیا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق ایسا بہترین Cook سارے زمانے میں نہیں۔ وہ سلاد بنا لیتا تھا اور پلاؤ بھی پکا لیتا تھا۔ جہاں جاتا تھا اس کے کھانوں کی دھوم ہوتی تھی مگر ساتھ ہی اس نے ایک چھوٹا سا جملہ لکھا ہے کہ اس کی ٹانگ پر ایک بڑا ذلیل پھوڑا تھا۔ اب بتائیے اس Cook سے کون کھانا پکوائے گا۔ جس کی ٹانگ سے غلاظت ٹپکتی ہو۔ اس سے کون کھانا پکوائے۔ یعنی اتنی ساری تعریفوں کے بعد ایک جملے نے اس بے چارے کک کی مٹی پلید کر دی۔

اب خواتین وحضرات ایک آدمی ساری زندگی عبادت کر رہا ہے اور یہ واقعہ میرے اس شہر میں پیش آیا آپ کو سناتا ہوں۔ مسجدوں کا غلام' پانی پلانا اس کا کام' صفیں بچھانا سب کچھ اس کے سپرد' اذان بھی دے رہا ہے۔ بے چارہ' جمعہ کو نعت بھی پڑھ رہا ہے اور ساری زندگی ہوگئی۔ ایک دن کوئی پچاس سال کے بعد ایک باہر سے International Narcotics کی ٹیم آتی ہے اور موصوف کو اٹھا کے لے جاتی ہے کہ یہ تو ہیروئن کا ڈیلر ہے۔ اب آپ بتائیے وہ سارے نیک کام کس کھاتے میں جائیں گے؟ خدا اور حدیث یہ تو نہیں کہتی ہے کہ وہ نیک کام کرتا تھا۔

آپ دور کیوں جاتے ہو تخلیقِ پاکستان کے وقت دیکھو مسجدیں' عمامے' لبادے شیخ العرب والعجم' مجتہد العصر سارے کے سارے ایک طرف جب کہ دوسری طرف ایک ایسا آدمی تھا جسے نہ نماز روزہ کا اور نہ نیکی کی پروا تھی بلکہ وہ ایسا نازک مزاج اور نازک تن آدمی تھا کہ جس کا سگار ہوانا سے، ہیٹ انگلستان سے اور کپڑے فرانس سے بنتے تھے۔ نہایت

Marfat.com

مشکل سے ڈھونڈ کرلایا گیا مگر پاکستان قائم کر کے ہٹا اور تربیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے پوچھا کہ اے قائداعظمؒ تجھے اتنی محنت کر کے اس مصیبت میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی تو اس نے جواب دیا کہ وہ صرف یہ جانتا ہے کہ جلد از جلد اپنا کام پورا کرے اور جب خدا کے حضور جائے تو اسے خدا کہے کہ

Well Done Mr. Jinnah.

حدیث کے اس Pattern اور اس Pattern میں بس اتنا سا فرق تھا کہ تمام عمر کا ایک کام ایک لمحے میں نمایاں ہو جاتا ہے اور لمحہ صداقت کا قیدی ہو جاتا ہے۔

حضورؐ پر جادو کیسے اور کیوں ہوا؟

سوال: آپ نے اپنی گفتگو میں جادو کے تصور کی نفی کی ہے اور حضورؐ پر جادو کیسے ہوا اور قرآنی آیات کا نزول اس کے توڑ کے لیے کیوں ہے۔

جواب: صاحب! یہ آپ کا سوال بہت اچھا ہے۔ اللہ نے پیغمبر کو ایک Demonstration کا کام دیا ہے۔ وہ آیات الٰہی کو Demonstrate کرتا ہے۔ پیغمبر اور عام استاد میں فرق ہوتا ہے کہ میں ایک پریکٹیکل کیفیت سے گزرے بغیر بھی Lesson دے سکتا ہوں۔ فرض کیجیے میں آپ کو تصوف پہ Lesson دے رہا ہوں تو آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ کیا میں اس کیفیت سے گزرا ہوں۔ تو میں کہوں گا نہیں۔ میں اس کیفیت سے نہیں گزرا ہوں مگر پھر بھی یہ باتیں میں نے بائی کیٹگری حاصل کی ہیں اور آپ کو پہنچا رہا ہوں۔ مگر چونکہ قرآن کی ٹیچنگ کا Law یہ ہے کہ ''لم تقولون مالا تفعلون'' (الصف: آیت ۱) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پہ عمل نہیں کرتے۔ لہٰذا پیغمبر کا کام قرآن کی ہر آیت کی Proper Demonstration دینا اور Cause اینڈ Effect کے چینل سے Demonstrate کرنا ہے۔ اب دیکھیے اس زمانے میں کہانت، جادو، سحر بہت زیادہ تھے۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا کہ اس زمانے میں لوگ چالیس چالیس دن کے لیے، مٹکوں میں روغن بادام بھر کر ان میں بیٹھ جاتے تھے ان کا صرف سر مٹکوں سے باہر ہوتا تھا اور وہ صرف بادام کھاتے تھے۔ چالیس دن تک ان کا مسلسل بادام کھانا اور روغن بادام میں بیٹھنے کا اثر ہوتا تھا کہ وہ ایسی Concentrations Gain کر لیتے تھے کہ وہ جنات سے محو کلام ہو سکتے تھے۔ اور اس کو کہانت کے علوم کی Base کہا جاتا ہے۔ یہ کاہن بننے کا طریقہ تھا۔ اب اس زمانے میں کہانت موجود تھی۔ کہانت اور سحر کے چھوٹے موٹے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ خاص کر یہودیوں میں علم سحر زیادہ تھا۔ اگر آپ کو قرآن یاد ہو تو حضرت سلیمان علیہ اسلام کے زمانے میں ابتدائے سحر ہوئی اور لوگ بڑی بڑی ساحری کے کام کرتے تھے۔ قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے کہ میں نے سلیمان کو سحر نہیں سکھایا بلکہ۔ ''وما کفر سلیمن ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر'' (البقرۃ: آیت ۱۰۲) کہ شیاطین کفر کرتے تھے اور ذرا غور کیجیے گا۔ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا۔ شیاطین اللہ کا انکار کرتے تھے، Counter Powers ڈھونڈتے تھے اور لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ سحر کی ابتدا یا انجام ہے۔ پھر خداوند کریم فرماتا ہے۔

Marfat.com

"وما انزل علی ا لملکین ببابل ھاروت و ماروت"(البقرۃ: آیت۱۰۲) کہ ہم نے ہاروت و ماروت کو مملکت بابل اور نینوا میں صرف آزمائش کے لیے اتارا۔ سحر سکھانے کے لیے نہیں اتارا تھا۔ اللہ نے ان لوگوں کو اپنے یقین میں آزمانا چاہا اور کس چیز کی آزمائش کی کہ ملائکہ Power Intoxicant لائے، قوتوں کے فریب لائے سحر میں قوتوں کا فریب تھا، جیسے آج کل ہے۔ آج جادوگری، تعویذ دھاگے والے لوگوں کو اپنی قوت کا فریب دیتے ہیں۔ اپنی حکمت عملی کو غالب کرتے ہیں تو انہوں نے کیا فریب دیا۔ مگر فریب سے پہلے ایک معمولی سی ایمان کی Testing تھی یعنی ملائکہ لوگوں کو کہا کرتے ٹھیک ہے ہم تمہیں جادو سکھا دیتے ہیں مگر ایک بات یاد رکھنا کہ وہ کسی کو "وما یعلمان من احد" وہ کسی کو علم نہیں دیتے تھے اس جادو کا "حتی یقولا" جب تک یہ بات ان کو کہہ نہیں لیتے تھے۔ "انما نحن فتنۃ فلا تکفر "(البقرۃ: آیت۱۰۲) دیکھو ہم فتنہ ہیں، ہم تمھاری آزمائش ہیں۔ اس چکر میں نہ پڑو۔ کفر کے مرتکب ہو جاؤ گے! آپ نے دیکھا کہ بار بار جادو سحر اور کفر مشترک آرہے ہیں یعنی کفر نہ کرو، اللہ پہ یقین کرو، ہماری پاور، سراب کی طاقتیں ہیں۔ ہم جھوٹے ہیں ہم پہ اعتبار نہ کرو۔

اور سکھاتے کیا تھے۔ حب کے تعویذ، فراق کے تعویذ۔ جدائی پیدا کرنا، محبتیں ملانا۔ یہ وہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اگر آپ ارد گرد ذرا نظر ڈال لیں تو پھر ان سارے تعویذ والوں کی حیثیت آپ کو نظر آجائے گی کہ یہ جادوگری جو آپ کے معاشرے میں بابل اور نینوا سے بڑھ کر جاری ہے، پانچ ہزار سال قبل کی تہذیب جس کو آپ ایک پرانی اور دقیانوسی تہذیب کہتے ہیں، اسی تہذیب کو آپ آج کے ماڈرن زمانے میں Repeat کر رہے ہیں۔ مگر اللہ کی سحر پہ رائے کیا ہے۔" ویتعلمون مایضرھم ولا ینفعھم "(البقرۃ: آیت۱۰۲) تم ایسی بات کیوں سیکھتے ہو جس میں نہ نفع ہے، نہ ضرر ہے اس کا کوئی نقصان ہے نہ کوئی فائدہ ہے۔ مگر جس شخص نے اسے مان لیا۔ اسے نقصان پہنچنا شروع ہو گیا جس شخص نے اس کو ماننے کے بجائے خدا پہ بھروسا کیا، اس کو اس کا نقصان نہیں پہنچا۔

اب آیئے پیمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سحر ہو رہا تھا۔ قرآن اتر رہا تھا۔ دو سورتیں ابھی منصۂ شہود پہ نہیں آئی تھیں۔ ابھی دو انتہائی قیمتی اور خوبصورت سورتیں خدا کے خزانے میں اُمت محمدیہ کے لیے پڑی تھیں۔ یہ دافع سحر آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو عطا کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں پہ یہ رحمت ہونے والی تھی۔ اب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان آیات کے مقاصد کو Demonstrate کریں کہ کیا حالات ہوں گے! کس قسم کی Condition سے گزرو گے اور کن حالات میں وَالنّاس اور فلق کام آئیں گی۔ سو بید بن عاصم کی بیٹیوں نے جادو کیا۔ آپ ایک بات بتائیں۔ میں آپ سے سوال پوچھ رہا ہوں۔ ٹیکنیکلی کیا پہلے خدا نہیں تھا پہلے جبرائیل نہیں تھے؟ جب جادو ہو رہا تھا۔ یہ عجیب سا لگتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قصور ہوا تھا کہ ان کو سزا دی جانی چاہیے تھی سوان پہ جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ تو پیغمبر کو "لم تقولون مالا تفعلون "(الصف: آیت۱) Demonstrate کرنا تھا۔ وہ Effect، جس کی وجہ سے ان آیات کے نزول ہونے تھے۔ پیغمبر نے Demonstrate کیا کہ جادو اور سحر یادداشت پہ اثر ڈالتا ہے۔ پیغمبر نے ہمیں بتایا ہے کہ جادو دو کیفیات پہ مشتمل ہے۔ یہ نظر اور مائنڈ کا Obsession ہے۔ دماغ پہ جب ایک خیال Recurrance شروع کر دے جسے آپ نیوروسس یا سائیکاسس بھی کہتے ہیں، سحر ہے۔ پیغمبر نے demonstrate

Marfat.com

کیا کہ جب میموری مسنگ شروع کر دے یا Over Concentration کی وجہ سے Simple Attitude ضائع ہونے شروع ہو جائیں تو یہ سحر کا اثر ہے۔ یہ سحر اندر اور خارجی کیفیات سے بھی ہو سکتا ہے۔ پیغمبر نے سحر Demonstrate کیا کچھ عرصے کے بعد وہ خوبصورت آیات الٰہیہ آپ کے ہاتھ میں آ گئیں۔ اب سحر کا، اثر ختم ہوا۔ جو شخص آج بھی والناس اور فلق کو دافع سحر سمجھتا ہے اس پہ سحر نہیں ہو سکتا۔ یہ تحفہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر سے گزار کے آپ کو دیا۔ اب آپ کو جادو کا کیا ڈر ہے۔ یہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلق اور والناس سے پہلے متعدد آیات قرآنی بحیثیت دافع سحر پڑھتے تھے مگر جب یہ دو صورتیں آئیں پھر صرف انہی کو اختیار کیا۔ اب آپ بتائیں کہ اگر آپ کو کسی کیفیت سحر سے آشنائی ہو اور آپ والناس اور فلق بھی پڑھ چکیں تو آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ صرف یہ کہ

you don't believe in God, you don't believe in Quran.

یعنی وہ منحوس جو گلی میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ تم پر تعویذ ہوئے ہیں آپ کو اس پہ زیادہ اعتبار ہے۔ قرآن پہ نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نہیں ہے۔ سورۃ والناس پہ نہیں ہے۔ سورۃ فلق پہ نہیں ہے۔ اگر آپ کا دل شہادت دے کہ یہ دافع سحر ہیں اور رسول اللہؐ نے بتایا ہوا ہے تو جو ایک مرتبہ ہی والناس اور فلق پڑھے گا اس پر سحر کا اثر نہیں ہو سکتا۔

خواتین کو ہدف تنقید بنانے کا رواج

سوال: آپ نے لیکچر کے ریفرنس میں خواتین اور ان کے فیشن کو کوٹ کیا ہے مثلاً پائینچے اوپر کرنے کا حوالہ آپ نے دیا ہے حالانکہ ہماری سوسائٹی Male Dominating سوسائٹی ہے لہٰذا وہ ریفرنسز جن میں خواتین کو ہدف تنقید بنایا گیا ہو آپ Quote نہ کریں۔

جواب: دیکھیے نا اگر میں حوالہ نہ دیتا تو آپ کا اتنا اچھا سوال مجھ تک نہ پہنچتا۔ بات یہ ہے کہ فیشن یا Change of pattern زیادہ تر خواتین کو متاثر کرتا ہے۔ اس طبقے میں Competitive Sense زیادہ ہوتی ہے اور یہ فزیکل یا مینٹل Comparison سے ایک دوسرے کو Judge کرتے ہیں۔ آپ نے ایک نارمل میاں بیوی کو زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ سوائے ایک اونچے اور تعلیم یافتہ طبقے کے جہاں مرد اور عورت گھر سے سنور کے نکلتے ہیں۔ مگر نارمل حیات میں جب آپ دیکھتے ہیں تو آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ نارملی ایک بڑی اچھی Well Dressed عورت کے ساتھ ایک Quite Simple سا مرد جا رہا ہوتا ہے میں نے اپنی زندگی میں اکثر بہت سارے مردوں کو مشورے دیے، بھئی اچھی بھلی بیوی ہے تیری، خدا کے لیے اس کی پسند کی حد تک تو تھوڑا سا سنور کے نکل۔ تو نارملی مرد جو ہے، اپنی ذات کے بارے میں اپنے مسائل کی وجہ سے Careless ہو جاتا ہے۔ بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا کہ عمر کے ساتھ ساتھ بہت ساری خواتین۔ فرض کیجیے اگر Facial wise مرد کو پسند نہ کریں تو وہ بولتی تو نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ان کے Husband ڈاڑھی رکھ لیں تو دبے الفاظ میں کہتی ہیں کہ انہوں نے بے ڈھب سی ڈاڑھی رکھ لی۔ کوئی سلیقے سے رکھتے، کوئی قرینے سے رکھتے۔

Marfat.com

بات یہ ہے کہ عورتوں کی مثال میں نے اس لیے دی ہے کہ میں نے ایک fact کی مثال دی تھی کہ باوجود اس کے کہ اہلحدیث مدتوں پائینچے ٹخنوں سے اونچے کرنے کے لیے مردوں کو کہتے رہے، اس کے برعکس ایک فیشن آیا اور اکثر اور بیشتر خواتین کے پائینچے اونچے ہو گئے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کلچر کی زیادہ رسائی عورتوں میں ہے بلکہ ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ علم اور مسائل علم سیکھنا ہوں تو مدینے کی بوڑھی عورتوں سے سیکھو۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ لینگویج کی حفاظت جو کلچر کا ایک بڑا معتبر حصہ ہے، ہمیشہ عورت کرتی ہے۔ دیکھیے میں ایک محلے میں، ایک مکان کی چھت پہ رہتا تھا تو صبح صبح پانی چلا جاتا تھا۔ میرے نیچے اہل زبان رہتے تھے تو صبح سویرے جب میرے کانوں میں ایک آواز آئی یعنی ماں بیٹے سے کہہ رہی تھی۔ دیکھو! پانی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ گریزاں ہو بدن بھگو لو۔ اب دیکھیے میں تو یہ جملہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہ ایک ماں بچے کو کہہ رہی ہے کہ پانی کا کوئی اعتبار نہیں اس سے پہلے کہ یہ گریزاں ہو، بدن بھگو لو۔

Marfat.com

اسلامی تاریخ میں سفر نامہ

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنانصیرا O

(الاسراء آیت ۸۰)

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفونO وسلم علی المرسلینO والحمد للہ رب العلمین O

(الصافات آیت ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲)

خواتین و حضرات! میں نے بہت بچپن میں شاعری شروع کی تھی اور اگر جاری رکھتا تو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں سب سے Young صاحب دیوان شاعر ہوتا۔ مگر شاعری میں نے بلوغت کے وقت دو وجوہات سے چھوڑ دی۔ ایک تو مجھ میں یہ احساس ہوا کہ خدا کے سوا میں کسی اور کی تعریف کر ہی نہیں سکتا اور دوسرا مجھے اس وجہ سے شاعری چھوڑنا پڑی کہ میں دوسروں سے اپنی داد کی توقع رکھنے پر مجبور ہوتا تھا اور یہ دونوں وجوہات میرے نزدیک بہت بڑا نقص بن جاتی تھیں۔ اس شخص کے لیے جس نے اندرون ذات کے سفر میں بہت سارے شجر ہائے سایہ دار کو ترک کر کے آگے بڑھنا تھا۔ بودلر نے ایک جملے میں کہا تھا کہ

Writer's every word is an act of generosity

چاہے وہ اچھا لکھے یا برا لکھے۔ ادیب کا ہر لفظ فیاضی ہے۔ صوفی اور ادیب میں بہت تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ صرف ایک لفظ کا۔ Mystic's every act is an act of generosity اگر اس کا ہر لفظ Act of generosity ہے۔ تو Mystic کا ہر ایکٹ Act of generosity ہے۔ قلوب میں اور انسان کی فراستِ عقل میں اگر آپ کو شروع سے کوئی ادب پروان چڑھتا نظر آتا ہے تو وہ سفر نامہ ہے۔ تلاش حق میں نکلے ہوئے وہ سفر نامے جو فاہیان دھیون سانگ نے مرتب کیے، وہ ادیب نہ تھے مگر ان کو سفر کی تلاش نے، ان کو ان کے مظہر کی تلاش نے انہیں بدھ مت کا سراغ ڈھونڈنے، اس کی تعلیمات کا سراغ حاصل کرنے کے لیے۔ وہ دور دراز سے نکلے اور ان کے سفر نامے کے ذریعے ہمیں اس وقت کی تہذیبات کے انتہائی ماخذ نصیب ہوتے ہیں۔

مجھے آج تک Cicero کا یہ لطیف، لذیذ اور مزیدار واقعہ سننے کو نہ ملتا، اگر ایک مسافر سفر نامے میں، اس کا ذکر نہ کرتا۔ تو پلوٹارک کہتا ہے کہ میں سسرو کو ملنے جب اس کے گھر گیا اور دور دراز سے سفر کرتا ہوا اس وقت کے امامِ علم و عقل و

فلاسفی کو ملنے گیا تو اس کا دروازہ بند تھا اور میں نے Knock کیا تو اندر عجیب وغریب شور مچ رہا تھا۔ خوفناک چیخیں اور کربناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد میری دستک پر دروازہ کھلا میں نے دیکھا کہ عجیب سا منظر ہے کہ Cicero زمین پر گھوڑی کی طرح جھکا ہوا ہے اور دو چار بچے اس پر سوار ہیں، کوئی اس کے بال کھینچ رہا ہے، کوئی اس کے کپڑے نوچ رہا ہے، کوئی اسے جوتا مار رہا ہے۔ تو میں حیرت زدہ سا کت کھڑا رہا۔ میں تو اس دہر کے نادرۂ روزگار فقیہہ وعالم کے پاس آیا تھا۔ یہاں اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ سسرو نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا:

Hush, Dont tell it to anybody, till you have your children.

ایک اہم سفرنامے کی بدولت ہی کسی مقام اور جگہ سے ایک ایسا Insight Develope کرتے ہیں جو ہمیں زندگی بھر کے لیے ایسا درس، سبق یا عزم دے جاتا ہے جس کا حصول کہیں بھی ممکن نہیں ہوتا۔ مسافر اور مقامی کی یہ جنگ ادب میں ہر وقت جاری رہتی ہے۔ وہ جو مقامی ادیب ہے وہ کوچۂ محبوب چھوڑنا ہی نہیں چاہتا، اس کی زندگی کا تمام محور، وہی چہرہ، وہی رخ، وہی انداز، وہی قلب ورخسار ہیں اور وہ یہ کہنے پہ ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

اور دوسری طرف وہ مسافر ہے جو یہ Claim لے کر نکلتا ہے کہ میں اپنے کسی جذبے کی تغلیط نہیں کروں گا۔ میں اپنی تمام انسانی رغبتوں کو کسی مقام پر ٹھہراؤ کا رتبہ نہیں دوں گا۔ مجھے Out Growth عزیز ہے، میں نے بہتیرا آگے بڑھنا ہے، میں اپنے ہر جذبے کو آگے بڑھاؤں گا۔ اس کے نزدیک

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

یہ دونوں Attitude اتنے مختلف ہیں مگر پورے Attitude سے ادب مرتب ہوتا ہے۔ ادھر سفرناموں سے ادب مرتب ہوتا ہے، اور ادھر مکان سے ادب مرتب ہوتا ہے۔ دونوں میں کون بہتر و برتر ہے۔ اس کا تو شاید فیصلہ نہ ہو سکے مگر ایک خامی رہ جاتی ہے۔ ایک خامی اُدھر رہ جاتی ہے اور ایک خامی اِدھر رہ جاتی ہے۔ مقامی ادیب چیزوں کو مکمل Concentration سے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کے Visual Aspects کا Locale محدود ہوتا ہے اور وہ بڑے غور وخوض سے جب اس پر رائے دے رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو Out Grow نہیں کر رہا ہوتا۔ بہت کم شاعر ایسے ہیں جو اپنے آپ کو Outgrowt کر کے شاعری کرتے ہیں اور ایسے تمام شاعر بڑے شاعر ہوتے ہیں۔ چاہے وہ اقبال ہو، یا غالب ہو۔ جس شاعر نے جس مقام پر اپنے آپ کو Outgrowt کیا اور جس بلوغت فکر کے ساتھ اپنے ذاتی رنج وغم کو کائناتی رنج وغم بنالیا وہاں وہ عظمت شعر سے آشنا ہو جاتا ہے۔ ہر شاعر کا بھی ایک تصوف ہے۔ میں اسے ایک بدترین اور بدکار شاعر کہوں گا جو پوری زندگی میں کم از کم چند اچھے شعر بھی تخلیق نہ کر سکے۔ کوئی بھی شاعر پچیس برس کے بعد تو کوئی اچھا شعر لکھ ہی لیتا ہے۔ اگر ایک شخص مسلسل ادب کے ساتھ جور وستم و بلا پہ آمادہ ہی ہے تو یقین یہ ہے کہ تیس سال کی مشقت تا

مہ کے بعد دو چار اچھے شعر ضرور لکھ لے گا۔ ہر چیز کی ایک Maturity ہے Language بذات خود ایک Maturity ہے اور بسا اوقات زبان کے اشعار جو ہیں، وہ خیال کے اشعار کو مات دے دیتے ہیں اور حضرت داغ غلط دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری زبان، ہمارا انداز گفتگو بعض اوقات بڑے بڑے خیال کے شاعروں کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور باوجود اچھا خیال ہونے کے ضروری نہیں کہ اقبال کی زبان اہل زبان کو پسند آئے۔ دوسری قسم کے مسافر کے یہ تمام تجربات، ایک قسم کا Attitude ہوتا ہے۔ تمام سفرنامے ایک خواہش کو ساتھ پھرتے ہیں۔ وہ چونکہ کسی بھی Locale پہ اپنے آپ کو قائم نہیں کرتے استفادہ نہیں کرتے ایک Flamboyant سی Look ہوتی ہے۔ ایک جلدی کی نظر ہے اور جلدی کی نظر میں ان کے بعض فیصلے، بعض اندازے، بعض Ideas، بہت ناقص ہوتے ہیں۔ کہیں مسافر Defensive Mechanism ساتھ لے کر جاتا ہے۔ کہیں کہیں Aggressive Tones ساتھ لے کر جاتا ہے، کہیں کہیں اپنا احساس کمتری اس کے ساتھ چلتا ہوا نظر آتا ہے اور کہیں کہیں وہ دوسری تہذیب سے ناشناسائی کا جذبہ پہلے سے پال کر لے جاتا ہے۔ یہ سارے کے سارے انداز اور تیور سفرنامے کے مقاصد ہوتے ہیں۔ اگر آپ ابن بطوطہ کو دیکھیں تو اس انداز کے سفرناموں سے ایک بیش قیمت چیز پراسراریت ملتی ہے۔ اسرار کی خواہش سفرنامے کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے اور یہ جاننے کی خواہش کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔؟ کیسے وہ رہتے ہیں؟ کیا انداز فکر ہے؟ کیا ہماری طرح ہی وہ کامن لوگ ہیں؟ وہاں بھی کچھ Un-common attitude ہوتے ہیں۔ ہم ایک واقعہ پڑھتے ہیں کہ شارلیمان Charlemagne کے دربار میں ہارون رشید کا ایک تحفہ گھڑیال پہنچا۔ اس گھڑیال کا تذکرہ مدتوں ہم یورپی لٹریچر میں پڑھتے ہیں۔ وہ عجیب و غریب کلاک تھا کہ اس کلاک میں عین ایک گھنٹے کے بعد جو بھی وقت ہو چکا ہوتا، اس کے مطابق اس گھڑیال میں سے اتنے ہی گھوڑے دوڑتے ہوئے باہر نکلتے، ہنہناتے، اعلان کرتے اور واپس آ جاتے۔ ہمیں یہ ایک مسافر نے بتایا کہ جب شارلیمان کے دربار میں یہ تحفہ پیش کیا گیا تو اس کے تمام درباری اٹھ کر بھاگ نکلے۔ بڑی مشکل سے ان کو اکٹھا کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ معاملہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بادشاہ نے ہمیں یہ تحفہ بھیجا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کے بادشاہ نے ہمیں مغلوب کرنے کے لیے جادو کیا ہے۔ ایک اسی قسم کا واقعہ ایک مسافر نے ہمیں الحمرا کی داستان میں سنایا کہ الحمرا میں سلطان وقت نے اس محل میں تالاب بنایا تھا جس کے اردگرد تمام آئینے لگے ہوئے تھے اور وہ تالاب پارے سے بھرا ہوا تھا۔ جب کسی Mechanism سے تالاب کے پارے کو حرکت دیتے تو ایسے لگتا کہ سارے کا سارا محل گرنے کو ہے۔ اس کا عکس ایسے منعکس ہوتا کہ اس کی بلند و بالا دیواریں گرتی ہوئی نظر آتیں۔ اسی زمانے میں Spanish ریاستوں کے حکمران اور تمام یورپی بادشاہوں کا ایک وفد عین اسی وقت سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ اموی بادشاہ سلطان عبدالرحمٰن ثانی تھے۔ اس کے دربار میں جب وفد آیا اور تھوڑا سا پارے کو ہلایا گیا تو چیختے چلاتے ہوئے تمام یورپی سفیر اور وفد کے امراء بھاگ نکلے کیونکہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ شائد محل گرنے کو ہے۔ اب وہ سفرنامے جو یورپ کے بارے میں لکھے جاتے ہیں مجھے بڑے Nostalgic لگتے ہیں۔ بڑے اداس سے لگتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ ہم نہ چاہنے کے باوجود ان سے بہت مرعوب ہیں۔ مرعوب نہ ہونے کے عزم کے باوجود ہم ان سے بہت مرعوب ہیں۔ اسی ذہنی مرعوبیت کے سبب ہمیں ان کا وطن دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سرسید احمد خان سے جو مرعوبیت شروع ہوئی وہ قرآن کی تفاسیر میں بھی داخل ہوگئی۔ جب

Marfat.com

انہوں نے سیّم انجن وہاں دیکھا تو سورۃ دخان کو اسی پر منطبق کردیا۔ اسی طرح وہ ہمارے بڑے اسکالرز جو کچھ عرصے کے لیے یورپی تعلیم سے آشنا ہوئے وہ اپنی Outgrowth نہیں کرسکے۔ ایک بدقسمتی ہوئی کہ جب یورپی تعلیم یا اس وقت کے بعد ہماری اکیڈمک پراگندہ ہوئی اور ہمارے مکاتب فرسودہ ہوئے اور ہمارے قصے کہانیاں ضائع ہوئیں۔ یاد رکھیے کہ داستان ازل سے صرف دو جگہوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ تمام مسافرت کی کہانیاں صحراؤں میں، الاؤ کے گرد بیٹھنے والے مسافروں، ترکمانوں یا ان شہسواروں نے تخلیق کیں جو سارے دن کی مسافرت کے بعد صحرا میں الاؤ کے گرد بیٹھ کر صرف داستان سننے کے شائق ہوتے تھے۔ اور ایسی چیزیں سنتے کہ جو انہیں رات کو اچھی نیند سلادیں۔ یا سمندروں کے ساحلوں پر بندرگاہوں میں جہاں دور دراز کے مسافر اترتے ہوں گے، مقامی لوگوں کو حیرت انگیز قصے سنایا کرتے ہوں گے مگر ان مسافروں میں دیارِ غیر میں یہ تاثر لے کر نہیں جاتا ہے۔ اور وہ Comparative classical matches ڈال رہا ہوتا ہے اور اس کے خیال میں ایک تہذیب دوسری تہذیب سے لڑ رہی ہوتی ہے۔ ہم اپنی نسل، اپنے Clash of patriotic اور Clash of civilization ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تہذیبات کی کروٹیں ایسے بدلیں کہ وہ زمانہ جس میں ایک کریڈٹ آپ مسلمان تہذیب کو ضرور دیں گے جو بڑی سربلند رہی، بالغ رہی بلکہ جب قرطبہ میں اسی ہزار حمام تھے، شانزے لیزے میں، گھٹنوں تک خواتین پائینچے اٹھالیا کرتی تھیں کہ کیچڑ بہت ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو یاد ہوگا کہ برنارڈ شا کے ڈرامہ Pigmalion میں لندن میں جو شناخت نظر آتی کہ کیچڑ میں سے گزرتے ہوئے خاتون کے پائینچے اٹھانے کو بدتہذیب کہا جاتا تھا۔ پائینچے چاہیں خراب ہوجائیں گھٹنوں کی نمائش نہیں ہونی چاہیے۔ یہ وہ مسافرتیں ہیں جو اندر کے انسانی شعور میں جاری رہتی ہیں تو فرق یہ ہے کہ علم بھی مسافرت میں ہوتا ہے۔ علم بھی سفر کرتا ہے اور سب سے بڑے تاثرات علمی طور پر ہی معاشروں میں منعکس ہوتے ہیں۔ ایک آدمی جو بغیر علم جا رہا ہوتا ہے، وہ تو مزدور ہے، کسب کرنے والا ہے، اس کو تو زندگی گزارنے کے سوا چند دن آثارِ زندگی بڑھانے کے سوا کسی دوسرے معاشرے سے کوئی غرض نہیں ہوتی مگر دراصل وہ لوگ جو اس تجسس کے ساتھ جاتے ہیں، کہ اگر ہم پست ہیں اور کوئی بالا ہے تو اس کے بالا ہونے کا راز کیا ہے؟ بعض اوقات سراغ رسانی ہی اس حد تک پہنچتی ہے کہ ایک مسافرِ علم علامہ ابوریحان البیرونی جب ہندوستان پہنچتا ہے تو پورے بارہ سال ہندو بن کر، ان کے کلچر میں، ان کے مندر میں وقت گزارتا ہے کہ ان کے کلچر اور مزاج کو اچھی طرح سمجھ لے۔ مستند تاریخ اور تاریخ اخبار الہند مرتب کرتا ہے اور یہ مسافرت کا خاصہ اس ادیب کا خاصہ ہے جو مسافرت میں جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریر میں ایک ایسی صنف چھوڑ جائے کہ اہلِ ادب کے لیے ایک Curiosity پیدا کرے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اچھا سفرنامہ اس کو سمجھوں گا کہ میں نے ایک مسافر کے انداز پڑھے اور سمجھے اور اس کے طریقہ کار کو دیکھا۔ جب کبھی خدا نے مجھے وہاں جانے کا موقع دیا تو میں اس بات کا قائل ہوا کہ اس نے جھوٹ نہ بولا تھا۔ ادبیت کیا چیز ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لکھتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا کہ لکھنے کی عمر کیا ہے؟ ادب کی زندگی کیا ہے؟ اس نے کہا کہ رہتی دنیا تک ہے۔ ایک بڑا عجیب سا حیرت انگیز اور تاریخی پس منظر یاد آیا کہ جو بھی کائناتیں پہلے تباہ ہوئیں، جو تہذیبات تباہ ہوئیں، چاہے وہ موہنجوداڑو یا ہڑپہ کی تھیں، ان کا کوئی سراغ اب باقی نہیں۔ ہم اس معاشرے کے کسی بڑے شاعر کا نام نہیں جانتے۔ ہم جس چیز کو ادبی اور دائمی سمجھتے ہیں، وہ ادب ہو یا شاعری، یا وہ انسان کے خصائص

Marfat.com

میں سے ایک خصوصیت ہے۔ انسان کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے، اس کے ذہنی ارتقاء کی ایک سیڑھی ہے۔ اعلیٰ ترین Values کے حامل ہونے کے باوجود Mystic کیوں نہیں ہو جاتے؟ عجیب بات ہے کہ ایک بڑا ادیب جو دنیا میں بہترین Aesthetic knowledge دے رہا ہوتا ہے جیسے آسکر وائلڈ ہے کہ

Tread lightly here, she lies under the snow,

Speak gently, she can hear the daisy grow,

جو اتنی خوبصورت Learning دیتا ہے، بدقسمتی دیکھیے کہ Homosexuality کے چارج میں جیل کے اندر جاتا ہے۔ موت پاتا ہے۔ یہ کیا عجیب بات ہے؟ کیا ادب کو ہم زندگی کا ایک ایسا پہلو سمجھیں یا ایک ایسا انفرادی پہلو سمجھیں جو کسی قسم کے اخلاقی ضوابط سے یا کسی قسم کی اخلاقی اعلیٰ Committment سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ کیا ادیب ایک ایسا Narcissist ہے جو انسان کے توازن کو بگاڑنا چاہتا ہے یا عظیم شاعر ایک Fore Runner ہے۔ اس تمام Pornographic Movies کا، ان تمام Pornographic Literature کا جو پہلے لٹریچر کے لیے Values، اپنے لوگوں کو دینا چاہتا تھا۔ عرب کے لوگ آپ کو پتا ہے کہ تشبیب میں کتنے ماہر تھے؟

تو سلطان سلمان عبدالملک کے زمانے میں ایک شاعر نے تشبیب پڑھی تو خلیفہ نے کہا کہ تجھ پہ تو حد لگ گئی ہے۔ کیونکہ تو نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ تجھ پر تو حد لگ گئی ہے۔ وہ بہت گھبرایا کہ کیا ہوا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تو نے مجھے جو واقعہ بتایا ہے، اس کے بعد تُو حد سے نہیں بچ سکتا۔ اس نے کہا! اے خلیفہ میں جھوٹا ہوں۔ خلیفہ نے کہا یہ کیسے ہے۔ تو نے تو اقرار کیا ہے اور اقرار کے بعد تو کیسے جھوٹا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ سرکار مجھ پر قرآن کریم گواہ ہے کہ شعراء تو جھوٹ کی وادیوں میں سفر کرنے والے لوگ ہیں تو بادشاہ نے کہا کہ آج تو بچ گیا۔

میں یہاں ذاتی گناہ گننے نہیں آیا بلکہ ادب اور تصوف کے مابین اس خلیج کی ضرور نشاندہی کروں گا جس کی وجہ سے ادیب بیک وقت ادیب اور صوفی ہو جاتا ہے اور ایسا اصولاً ضرور ہونا چاہیے کہ پھر ادیب کو بھی اپنے کسی نہ کسی تصور کی Outgrowth کرنی چاہیے۔ اگر اس کے پاس تحریر و تقریر کا ملکہ ہے، اگر اس کے پاس اندازِ گفتگو ہے، اگر القابات کہنے کا سلیقہ ہے تو پھر اسے اپنا موضوع اور اپنی Committment کسی نہ کسی اصول کے ساتھ واضح کرنا پڑتی ہے ورنہ وہ ادیب بنیادی طور پر انارکسٹ ہوگا۔ ایک کیمونسٹ مصنف کارل مارکس (یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس کے نقص کی تعریف کر لیں یا اس کو داد دیں) کا کمال یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام تاریخ اپنے فلسفے کی رو سے پڑھ رہا ہے۔ وہ وہی غلام اور آقا کے فلسفے کو لے کر آگے چل رہا ہے۔ حتیٰ کے ادب پر بھی اس نے Bolshevik اور Proletariat کی حدود لگا رکھی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تمام چیزیں کسی Special نقطۂ نظر اور Committment سے دنیا کا Angle واضح نظر آتا ہے۔ اگر آپ کی Committment ہی نہیں ہے اور آپ کے خیال میں کسی ادب کا کوئی انجام ہی نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ دیکھیے کہ دنیا کی باقیات قدیم میں آپ کو جو سب سے پہلا ادبی مخطوطہ نظر آتا ہے یا جو تحریر نظر آتی ہے، وہ تصوف میں ہے۔ وہ اس سفر پر ہے جو Outgrowth کا سفر ہے۔ وہ میسوپوٹیما کے Gilgamish کی داستان ہے اور اگر کچھ تحریروں میں ان آثار قدیمہ سے کچھ بچتا ہے اور ان تہذیبات میں سے جو اللہ نے تباہ کیں، ان میں سے اگر کچھ بچتا ہے تو ایک واضح ترین

Marfat.com

داستان جو بچتی ہے وہ Ecedo اور گلگامش کی داستان ہے اور وہ داستان ادب عالیہ میں شمار ہوتی ہے۔ مگر اس داستان کی مقصدیت صرف ایک ایسے متجسس بادشاہ کا سفر ہے۔ جو بالآخر اسے خدا کی طرف لے جاتا ہے جو اپنے جسم کے فاصلوں کو طے کرتا ہوا، اپنی روح کے حقائق کو طلب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ علم ہمیشہ مسافر کی طرح حاصل ہوتا ہے۔ فاہیان اور ہیون سانگ تلاش علم میں چلتے ہوئے دنیا اور علم کی منظر کشی کرتے ہیں اسی طرح ابن بطوطہ کے سفرناموں کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ جھوٹ بہت بول جاتا ہے۔ اس کے تاریخی حقائق کی تصدیق بہت مشکل ہے اور اس کے ہر سفر میں مبالغے کا ایک عنصر ضرور شامل ہوتا ہے۔ چاہے یہ مبالغہ حقائق یا کسی Defensive Mechanism پر مبنی ہو۔ جیسے عطاء الحق قاسمی کے تمام سفرناموں میں Aggressive Romanticism چیختا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں وہ حالات پر نظر ڈالتے ہوئے ایک Aggressive Romanticism جو اس کے اندر ہے مستنصر حسین تارڑ اپنی Individual حیثیت کو Maintain کرنا چاہتا ہے۔ صرف مشرق و مغرب میں نہیں۔ مگر آپ قرۃ العین حیدر میں دیکھیں تو اس کی زندگی کا تمام ناول ہی سفرنامہ ہے اور وہ Out most board سے اس تہذیب کے Nostalgia سے کبھی آزاد ہی نہیں ہو سکی۔ وہ صدیوں کے سفر کو کبھی بھلا ہی نہیں سکی اور اس کی اول تحریر سے آخری تحریر تک اسکے Nostalgic سفر کی نمائندگی ہمیں صاف نظر آتی ہے۔

میں آپ کو یہی بات بتاؤں کہ میں نے رانجھا صاحب کے سفرنامے کی ایک ہی کتاب دیکھی۔ زیادہ نہیں دیکھ سکا۔ اس کتاب میں مجھے رانجھا ایک ایسے مسافر کی طرح نظر آیا، میں یہاں اس لیے بالکل نہیں آیا کہ

من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو

بلکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر میں پہلی صورتحال جو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر شروع کی تھی

رب ادخلنی مدخلل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا. (الاسراء آیت ۸۰)

کہ مجھے سچ میں داخل کر کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دو چیزیں اس میں نظر آتی ہیں کہ سفرنامہ Individually اور Originally نہیں لکھا گیا۔ سفرنامہ میں یہ عجیب و غریب رخ اس چیز کا ہے کہ پہلے سے اگر آپ ایک تعداد دیکھتے ہیں ان کتابوں کی، جو حاجیوں کے حج کے بعد سفرنامے شروع ہوئے اور جس میں بہت سارے سفرناموں میں بڑی تازہ دلی پائی اور ان میں سے آپ دیکھیں گے کہ جو حاجی جا رہا ہے حج کو، وہ ایک سفرنامہ مرتب کر رہا ہے مگر عبدالحمید عدم نے بھی ایک سفرنامہ مرتب کیا ہے فرمایا کس قدر بوجھ بڑھ تھا گناہوں کا حاجیوں کا جہاز ڈوب گیا جو مسافر وہاں دیار حرم کو جا رہا ہے، وہ حرم کے نام سے ایک سفرنامہ ضرور تحریر کرتا ہے۔ جو یورپ کو جا رہا ہے، وہ یورپی اچنبھوں کی تفاسیر اپنی کتاب حقائق میں ضرور لکھتا ہے، جو روس کو جا رہا ہے صاف نظر آتا ہے کہ مخاصمت ذہن کے ساتھ جا رہا ہے، کہ میں نے اس انداز فکر کی تقلید نہیں کرنی اور اگر آدمی Pre-set Ideas کے ساتھ کسی تہذیب کے سفر کو جائے گا تو یہ ایک بہت بڑی ناانصافی ہوگی۔ جب میں امریکہ گیا تو آپ کو حیرت کی بات بتاؤں کہ میں نے سفرنامہ نہیں لکھا مجھے کرپشن وہاں نظر نہیں آئی تو میں بڑا پریشان ہوا کہ میں کیا چیز واپس لے کر جاؤں گا اور کیسے ان پر تنقید کروں گا لائنوں میں کھڑا ہونا، احمقوں کی طرح آسمان

Marfat.com

دیکھنا اور اپنی باری کا انتظار کرنا۔ لہٰذا مجھے تلاش رہی کہ میں سفر کے نقاط ڈھونڈوں کہ کل جاؤں تو میرا تو کوئی Defence نہیں ہے۔ یہ کم بخت تو بازی لے گئے ہیں، صفائی ستھرائی میں، اتار چڑھاؤ میں، دیکھنے میں، Maintenance of orders میں، Attitudes میں۔ حقیقت میں یہ بازی لے گئے ہیں۔ بالآخر مجھے ایک چیز مل گئی، میں ایک Washroom میں گیا تو اوپر لکھا ہوا تھا کہ

Not washing hands is illegal.

بڑا خوش ہوا۔ یہ وہ بدبخت قوم ہے جنہوں نے اپنے Washroom کے اوپر لگایا ہوا ہے کہ

Not washing hands is illegal.

وجہ یہ ہے کہ اگر لوگ Washroom کے بعد ہاتھ دھوتے تو یہ کبھی نہ لکھا ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے غلیظ ہیں اور ہم تو پیدائشی باتھ روم سے نکل کر ہاتھ دھوتے ہیں۔ پہلے ماں باپ دھلاتے ہیں پھر خود دھونا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم تو صفائی کے معیار میں یقینی حد تک ان سے بہت آگے ہیں۔ میرا خیال یہ تھا کہ کوئی تہذیب اتنی ایماندار نہیں ہو سکتی یہ میرا اصول تھا۔ Technically I would say کہ جو کچھ آپ کو نظر آتا ہے، ویسے ہی نظر آنا چاہیے۔ میں چونکہ مسافر تھا تو ایک دم سے فلیش لائٹ پڑ رہی تھی تو میں نے کہا ہاتھ رکھ کے دیکھوں کہ فلیش لائٹ کے نیچے کیا جا رہا ہے۔ مجھے فلش لائٹ کے نیچے ایک عجیب سا لطیفہ نظر آیا۔ سڑکوں کے کنارے ننگے امریکی کچھے وچھے ڈالے اور اپنے ہاتھوں میں کچھ اٹھائے آوازیں لگا رہے تھے۔ میں بڑا شرمندہ ہوتا کہ بسوں سے گزرتے ہوئے یہ ریوڑیاں بیچنے والے ہماری اقدار کا بدنما داغ ہیں جن کی ترقی پر سالم دلیل ہیں یہ ذلت صرف ہمارے ملک میں پائی جاتی ہے۔ میں نے وہاں بے شمار کالے، پیلے، نیلے اور گورے لوگ ٹیلیفون ہاتھ میں اٹھائے نظر آئے۔ یہ ٹیلیفون بڑا سستا ہے۔ جب انہوں نے ٹیلیفون کی پانچ ڈالر قیمت بتائی تو میں پانچ ڈالر پھینکنے پر آمادہ ہوا میرے ساتھ والے نے کہا، یہ جھوٹا ہے۔ یہ چوری کے ہوتے ہیں، میرے ساتھ والا چونکہ مستقل امریکی تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ نہ لینا یہ صرف ایک منٹ چلیں گے اور بجلی لگاؤ گے تو یہ ختم ہو جائیں گے۔ میں دل میں بڑا خوش ہوا کہ اگر ہمارے اور ان کے اعلیٰ ترین طبقے میں ہم آہنگی موجود نہیں ہے تو پست لیول پہ میری اور اس قوم کے افراد میں ہم آہنگی موجود ہے۔ اور آپ کو پتا ہے کہ حُب علی نہ سہی بغض معاویہ تو مشہور ہے۔ میں آگے بڑھتا گیا۔ میری نگاہ اس مسافر کی طرح تھی جو کوشش کر رہا تھا مگر ایک بات میں آپ کو بتاؤں

Finally I reached to one conclusion that clash of civilization

مجھے تو ایک بہت بڑی نسل کا انسان ملا اس نے کہا کہ پروفیسر صاحب

I came to seek help from you. I have six daughters and one of my daughter has aloped with someone. Can you help me?

میں نے کہا مدد کیا لینے آئے ہو۔ بولا، کیا وہ واپس آ سکتی ہے؟ میں نے کہا، میں وہ تو واپس نہیں لے کر آ سکتا باقی پانچ بچا سکتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیٹیوں کو کیا دیا؟ تم یہاں جو آسانی کی خاطر آئے تھے تم نے اپنے

Marfat.com

بچوں کو کیا دیا؟ تم نے اپنی اولاد کو اتنے اللہ میاں دیے کہ ان کے پاس چناؤ کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اللہ میاں نے انسان کی آزمائش بھی بتوں سے کی کیونکہ وہ بھی اس کے پیدا کردہ ہیں۔ دور حاضر میں دیکھو جہاں اللہ اتنا بلند و برتر ہے وہاں اس نے اپنا مخالف لات، منات عزیٰ نہیں بلکہ Statue of Liberty کھڑا کیا تھا۔

امریکہ میں جب اس بت پر میری نگاہ پڑی تو بے اختیار مجھے ہنسی آئی کہ اے اللہ تو باز آ ہی نہیں سکتا۔ تجھے ہر صورت میں مخالفت کے لیے ایک بت چاہیے اور اس عصر حاضر میں سب سے ترقی یافتہ بت کا نام Statue of Liberty ہے خدا بندشیں پیش کر رہا ہے۔ اور آزادی کا مجسمہ آزادیاں بانٹ رہا ہے۔

اس مقابلے میں Academic Religion کہیں Exist نہیں کر سکتا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پورا فلسفہ مذہب اس نہج میں ناکام رہتا ہے۔ علماء کو دیکھا۔

All of them were very rigid, dogmatist, and fundamentalist.

اس لیے کہ ان کے پاس Liberty کے Concept کو Match کرنے کے لیے کوئی Instrument ہے اور نہ انداز فکر اور نہ خیال ہے۔ ایک تازہ ترین نوجوان نسل کو Concept of Liberties بہلا سکتی ہیں۔ اسلام کے پاس ان کو دینے کے لیے کیا ہے؟

Capacity of Civilization جہاں آپ کے Dogmas پر ضرب لگاتی ہے جہاں آپ کو رسوا کرتی ہے وہاں ایک General سا سوال پوچھتی ہے۔ برطانیہ میں لوگ جب نئے نئے انڈیا سے آئے تو ان کا انداز فکر و نظر ذرا مختلف تھا۔ وہ اپنے رویوں، افعال اور کردار میں سخت تھے۔ مذہب بنیادی طور پر Flexies میں Dogmas کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہت کم مذہب میں ایسا فرد پیدا ہوتا ہے کہ دو سو سال کے لیے مذہب پر اس کی چھاپ رہ جاتی ہے۔ حجۃ الاسلام محمد بن غزالی کا عروج ہوا۔ دو سو سال اسلام غالب تر آ گیا۔ ادھر مواحدین اور مرابطین کی تحریک شروع ہو گئی اس وجہ سے اسپین پر مسلمان ڈیڑھ سو سال مزید غالب آ گئے۔ اس زمانے میں ایک ایسا استاد اور عالم پیدا ہوا جو مدتوں تک قرطبہ اور استنبول پر حکمرانی کرتا رہا اور بعد میں بھی اس کے خیالات اور نظریات آکسفورڈ اور کیمبرج کی ٹیکسٹ بکس میں چمکتے رہے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ڈیکارٹ جملہ بہ جملہ، لفظ بہ لفظ، عین بعین، پورے کا پورا غزالی نقل کرتا ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ اُس نے غزالی کو نقل کیا ہے۔ مسافرت علم کا یہ عالم ہے کہ جب ہم وہاں جاتے ہیں اور مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اس مرعوبیت کی کیا وجہ ہے۔ یہ لین دین تو صدیوں تک جاری ہے، کبھی مشرق کبھی مغرب اپنی اقدار کی پستی آپ پر لازم ہونی چاہیے۔

مغرب کا ایک بہت بڑا عالم، دانشور مفکر اور ادیب، اس کے نام کے ساتھ کتنے القابات ہیں۔ ادھر میرے محلے کا مولوی ہے۔ خطیب العصر، لسان الامت، مجاہد عصر حاضر، علامہ قبلہ، مولوی، مولانا بنا پھرتا ہے۔ اگر اس آدمی کو دیکھیں تو شرمندگی علم بڑھ جائے کیونکہ ان کے Titles مغرب کے علماء کے مقابلے میں ان گنت اور زیادہ عالمانہ ہیں۔ کیا آپ نے کبھی مغرب کے علماء کے ناموں کے ساتھ اتنے ثقیل، وزنی اور ڈھیروں ٹائٹل Attached دیکھتے ہیں؟ مگر وہاں کا

Marfat.com

تخصص یہ ہے کہ علم وجاہت طلب ہے۔ان کا اداکار بھی وجاہت طلب ہے۔ان کا سکالر بھی Recognition مانگتا ہے۔ اسی طرح ہمارا عالم بھی اپنی منفرد شناخت کا حریص ہے۔لیکن علم اس کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ایک زمانہ تھا جب ہمارے علماء فقط علم کی جستجو اور تحقیق کے لیے جیتے اور مرتے تھے۔ ابن سینا آخری دنوں میں بیماری کے دوران میں اپنے شاگرد سے کہنے لگا کہ طاق سے ذرا فارابی اور ارسطو کی شرح اٹھا کر دو۔اُس نے کہا حضرت خدا خدا کرو جان لبوں پر ہے۔نزع کا عالم ہے، رخصت ہو رہے ہیں اور آپ ابھی ارسطو پڑھنا چاہتے ہیں۔اُس نے کہا اے کم بخت کیا تم حدیث نہیں سنی ہے کہ تلاش علم میں چلتا ہوا ہر طالب علم شہید ہے اور وہ خدا کے نزدیک اتنے بڑے رتبے کا مالک ہے کہ اس کو بڑے سے بڑے عابدوں اور محدثین سے بالا اٹھایا جائے گا۔میں تیری طرح کلمہ پڑھوں، میں اللہ کے علوم اس طرح جانوں کہ میں آخری لمحوں میں بھی تلاش علم کر رہا ہوں۔یہ وہ مسافرت ہے جو ہمارے پہلے لوگوں کے پاس تھی۔اب ہم اس سے عاری ہو گئے ہیں۔ اصل میں عالم اور فاضل لوگ ہی زندگی اور معاشرے کا حسن ہوتے ہیں۔یہ کونسا سفر علم ہے جو ہم کر رہے ہیں۔اب خدا گواہ ہے کہ میں نے اس معاشرے میں کوئی Intellectual نہیں پایا بقول اقبال

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں

اس شعر میں علامہ اقبال زندگی اور علم کے سفرنامے میں فکری غربت کے ایک سنگ میل کا پتا دے رہے ہیں اور چلتے چلتے اس کرب کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس زمانے میں ایک بھی غیر معمولی حیثیت کا حامل کوئی صوفی دانشور نہیں ہے جو اس زمانے کے کھیت میں جدید اور تازہ خیالات ونظریات کے بیج بو سکے۔

کوئی Intellectual نیا خیال دے گا تو میں سمجھوں اور مانوں گا۔اگر یورپ سے Existantialism بھولے بسرے سے بھٹکتی ہوئی ادھر آگئی ہے تو پورا عصر ہی وجودیت کا ہو گیا ہے اگر ایک Existentialist ہے تو دوسرا Determinist ہے۔اور اس کے پاس جو خیال آ گیا وہ ایک صحیفہ مقدس کی طرح ادباء پر اترا، دیکھتے دیکھتے پورا معاشرہ Determinist ہو گیا۔اگر وہاں تھوڑی سی کلیت فکر آئی اور ادیب نے ذرا Naked الفاظ میں حقائق بیان کر دیے تو ہمارے ادیبوں نے قسم کھالی کہ ہم پیچھے نہیں رہیں گے۔Where lies the committment? میں خود کیا ہوں؟ میرا معاشرہ کیا ہے؟ میرا ادب کیا ہے؟ میرے ادب سے تو مرے وجود کی شناخت نہیں ہوتی۔میرے ادب سے میرے معاشرے کی شناخت نہیں ہوتی۔اسلام سب سے بڑا مہاجر ہے، سب سے بڑا مسافر ہے۔کہاں سے چلتا ہوا دیار غیر میں آ کر رکا ہوا ہے۔عتبہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم آخر میں بھی مہاجر ہوتا ہے۔جہاں سے چلا ہے بڑی دور کا سفر کیا ہے۔کئی زمانے دیکھے ہیں۔پلٹتا ہوا یہ واپس آئے گا اور آخر کار کسی سوراخ میں چھپ کے بیٹھ جائے گا۔ And this is worry ''کل شیء یرجع الی اصلہ'' مقولہ عرب) وہ قافلہ انسان جو Cave سے شروع ہوا اور Escalator تک پہنچا ہوا ہے۔اس نے واپس غاروں کو جانا ہے۔شاید ان کی فہم وفراست اور بہت سارے رجائیت پسند انسان ومفکر اور دانش ور اپنی عقل ودانش سے یہ انجام آور دکریں۔

اکیسویں صدی کے دانشور جو آج اس دنیا میں ہو رہا ہے اور جو کچھ ہمارے ادیب نقل کر رہے ہیں اس کے بعد تو

Marfat.com

یہ لگتا ہے کہ اگر خدا نے انجامِ دنیا آدھا دن رکھا تھا تو وہ اب ایک چوتھائی کرنے کی فکر میں ہے۔ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ادیب وہ ہے جو دوسرے کلچر کے ساتھ بھی ویسا ہی انصاف کرے جیسا وہ چاہتا ہے کہ اس کے اپنے کلچر کے ساتھ ہو۔ میں نے اسی لیے سفرنامہ نہیں لکھا کیونکہ امریکہ کے باشندوں میں احساسِ گناہ نہیں تھا۔

They were not accountable to any Religious person.

مجھے وہاں ایک انگریز نے کہا کہ اگر ہم پر خوفِ خدا نہ ہوتو ہم بھی صوفی ہوتے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تم میں صوفی کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کہ تمہاری تو مجبوری ہے۔ تم تو آزاد رہنا چاہتے ہو۔ تم دنیا کا ہر شوق رکھتے ہو، تم چاہتے ہو کہ ہر چیز کھاؤ اور شراب، کباب کے تمام شوق پورے کرو لیکن میری تو مجبوری یہ ہے کہ میں پوری ذہنی رسائی کے ساتھ یا جہاں تک میرے ذہن کی رسائی تھی میں خدا کا قائل ہو چکا ہوں۔ میرے پاس انکار کے Arguments نہیں ہیں۔ میں مجبور ہو چکا ہوں، میری Accountabilty مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں وہ افعال نہیں کر سکتا جس کے لیے خدا کی مخالفت مول لوں۔ گناہ وثواب میرے Practical اعمال نہیں، گناہ وثواب تو ارشاداتِ خداوند میں ہیں اس کا میں جج نہیں ہوں۔ مجھے بڑے گناہ بہت خوبصورت لگتے ہیں اور بڑی نیکیاں مجھے Bore لگتی ہیں۔ میں چونکہ مجبور ہوں۔ میرا اہتمام، اعتبار اعتماد گناہ وثواب پر نہیں، ملائکہ پر نہیں ہے۔ یہ سارے اعتبارات صرف ایک اعتبار کا حصہ ہیں جو مجھے خدا پر ہے۔ لوگ مجبور ہیں۔ میں نے امریکہ میں مسافرت کے دوران یہ دیکھا کہ وہ ٹھیک ٹھاک لوگ تھے، اگر میرے سر پر خدا نہ ہوتا تو میں بھی ویسی ہی زندگی گزارنا چاہتا۔ آپ کے اوران کے طرزِ عمل میں کتنا فرق ہے؟ ہم نے تو مرنا بھی ہے، اٹھنا بھی ہے، جواب بھی دینا ہے اور آخرت میں جانا ہے۔ منکر نکیرین سے ملنا ہے۔ جنت اور دوزخ کے مقامات دیکھنے ہیں۔ پھر لڑ بھڑ کر کہیں پلِ صراط سے گزرنا ہے، پھر حوضِ کوثر پر پہنچنا ہے۔ اتنی Crucial داستانیں ہمارے ذہنوں میں ہیں جن مقامات پر یہ ساری چیزیں واقع ہیں، ہاں وہ ساٹھ ستر سال کی مسافرت تو کام ہی نہیں آئے گی۔ خداوند کریم نے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رانجھا صاحب کیا بتائیں گے کہ سفرنامہ کیا ہے۔ فرمایا ''پورے کا پورا دین ہی اس کائنات کا سفرنامہ ہے۔'' رانجھا اس مسافر کی طرح ہے کہ جس نے شائد دینداری اور پرہیزگاری کو تھام کے یہ سفر کیا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ رانجھا صاحب نے ایک اچھے اور نیک مسافر کی طرح یہ سفر کیا ہے۔ اگر موصوف دل ونگاہ پر کنٹرول کرتے ہوئے احتیاط سے سفر نہ کرتے تو یقیناً وہیں کے ہو کر رہ جاتے۔ کیونکہ کلچرل Aspects میں آپ کا کلچر، اس کلچر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک تقابل کی خاطر پوری تاریخ میں آپ یہ دیکھیں گے کہ اسلام کہاں کہاں آیا اور کہاں کہاں فوجیں اتریں؟ آپ حیران ہوں گے کہ بیشتر جگہوں پر کوئی مسلمان فوج نہیں اتری۔ انڈونیشیا میں کوئی نہیں اتری، سراندیپ میں کوئی نہیں اتری، ماریشس میں کوئی نہیں اتری تو بیشمار جگہوں پر اسلام ہی اسلام ہے۔ مجھے ان لوگوں کی حماقت سمجھ نہیں آتی کہ ایک مسافر ان کے ساحل پہ اترتا ہے اور اگلے دن سارے مسلمان ہو جاتے ہیں وہ لوگ اتنے جاہل ہیں، نہیں شائد ایسا نہ ہو۔

میرے ایک جماعت اسلامی کے دوست تھے (اس وقت میرے جماعت اسلامی کے ہی دوست ہوا کرتے تھے) بڑے پکے دوست تھے کہ وہ ہر وقت مجھ سے کہا کرتے تھے کہ یہ کافر ہے، وہ کافر ہے یہ زیادتی ہے، یہ عمل مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ فلاں بات مذہب کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور میں ان کے اشارات سے فقرے مرتب کرلیا کرتا

Marfat.com

تھا۔ تو وہ اتفاقاً امریکہ چلے گئے۔ کوئی سال دو سال بعد ان کی واپسی ہوئی۔ مجھے کہنے لگے یار کیا ہم لوگ زیادہ Prejudice نہیں ہیں؟ میں نے کہا کیسے۔ تو کہنے لگے کہ کتنا واہیات ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو کافر Declare کیا ہوا ہے اور ہر وقت ہر چیز پر فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ ہم ضرورت سے زیادہ متعصب ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آج کل نماز پڑھ رہے ہو۔ جواب دیا کہ آج کل امریکہ میں ماحول ایسا نہیں ہے کہ جہاں نماز پڑھی جائے۔ آخر کار باتوں باتوں میں پتا لگا کہ بے چارے اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہوئے کے مصداق، نیویارک اترتے ہی فلپائنی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے کا پورا ماحول منچلا ہو گیا۔ اب یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آخر اس کلچر میں ایسی کیا طاقت ہے کہ آپ کا کلچر اسے Face نہیں کر سکتا۔ لیکن اس وقت اسلام کے کلچر میں کیا طاقت تھی کہ دنیا کا کوئی کلچر اُسے Face نہیں کر سکا۔ جہاں جہاں مسلمان جاتے تھے مسلمان بنانے کی ایک فیکٹری کھل جاتی تھی۔ یعنی جدھر بھی گئے، اسلام چھوڑ آئے۔ جدھر بھی گئے مسلمان چھوڑ آئے اب تو مصیبت پڑی ہوئی ہے آج کے جدید ترین ملکوں کو کہ جہاں جہاں تیل ہے وہاں وہاں مسلمان ہیں، جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں وہاں تیل ہے۔ مگر اصولاً یہ ان اصحاب کا کرشمہ ہے جو کلی اور انفرادی اعتبار سے مسافرت پر نکلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس پتا نہیں کیا تھا۔ شاید اللہ کی وہ بات سو فیصد درست نکلے کہ جب اللہ کے بندے زمین پر چلتے ہیں تو آگے آگے ایک نور سعی کرتا ہے اور جوان لوگوں کو ہر دل عزیز اور مقبول کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کو Power of Integrity of Philosophy دیتا ہے۔ ان لوگوں کا اتنا مضبوط کلچر تھا کہ انہوں نے اپنے زمانے اور اپنے زمانے کے لوگوں کو مسخر کیا۔ بے پایاں شان و شوکت اور عزت و عظمت والی Empires ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن بعد میں کیا ستم ہوا کہ کچھ درویش وہاں چلے گئے، نہ شکلیں نہ انداز نہ فکر! ان کلچرز کے ٹکراؤ میں یہ فقیہہ جیت گئے اور وہ تہذیبات شکست کھا گئیں۔ It is one base کہ یہ ذہنی ٹکراؤ ہے اگر آپ کمزور ذہن کے ہیں تو آج بھی دوسری Civilizations آپ کو Suggestions دے رہی ہیں مگر ذہنی ٹکراؤ میں Dogmatic Fundamentalism کام نہیں آتا، اندھا دھند تقلید کام نہیں آتی اور اندھا دھند تقلید کے بارے میں ارشاد باری ہے ان شر الدوآب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون (الانفال:۸-۲۲) "کہ بدترین ہیں وہ انسان جو غور و فکر نہیں کرتے، جو عقل استعمال نہیں کرتے اور اندھے اور بہروں کی طرح میری آیات پہ گرتے ہیں" آج کل ہر سفرنامے میں، اس احساس کی بنیاد ہمیں ملتی ہے کہ ہر مسافر اس فہم و فراست، اقرار ذات خداوند کا اپنی Priorities پر قائم نہیں ہے جو اللہ، قرآن اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دی ہیں۔ مجھے ایک بار ایک اچھے پروفیسر نے کہا کہ اُس نے چودہ سال مسلسل خدا ڈھونڈا ہے لیکن اسے خدا کیوں نہیں ملا۔ تو میں نے صرف ایک جملہ کہا:

Allah is not mathematical approaches, or thesis or researches. It is the top priority of the intellectual curiosity.

اللہ کے دین کی جستجو تخلیق کار ذہن کی اعلیٰ ترین ترجیح ہے جو انسان کے نفس کی تمام ترجیحات پر مکمل غلبہ چاہتا ہے وہی Fundamentalist ہے۔

سوالات و جوابات

کیا خدا بھی خوشامد پسند ہے؟

سوال: ہم جب بھی دعا کرتے ہیں تو ہم تو خدا کو ایسے ناموں سے، جیسے غفورالرحیم ہے، سے پکارتے ہیں کیا خدا کو اپنے ان سارے Attributes اور Characters کا علم نہیں کہ خدا ایسا کیوں چاہتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ خوشامدی رویہ اختیار کریں؟

جواب: مولانا صاحب! ہمیں یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہم اسے خوبصورت لفظوں سے ادب کے ساتھ یاد کریں۔ ہمیں اپنے طور پر کیسے پتا چل سکتا ہے ہمیں چونکہ یہ آداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائے ہیں اور ان میں یہ ادب شامل ہے کہ اللہ کو اسماء حسنہ سے پکارا جائے۔ اچھے ناموں سے۔ اور اس کے ساتھ یہ ادب بھی شامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے ہمیں یہ آداب سکھائے ہیں، ان پر درود بھی پڑھا جائے، درود و سلام پڑھنے کے بعد دعا کی جائے اور اس کے بعد آخر میں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہدیۂ درود، ان کی خدمت میں پیش کیا جائے، ان کے لیے پڑھا جائے۔ یہ آدابِ دعا ہیں اور اس میں اللہ یہ بات پسند کرتا ہے' اللہ عبادت اور عبودیت کے اظہار کو پسند کرتا ہے' اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ جب ہم ایک عاجز بندے کی طرح اسے اچھے ناموں سے پکارتے ہیں اور درود شریف بھی پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو پھر وہ دعا سنتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس میں کوئی اعتراض کیا جا سکے یا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ خوشامد کی بات ہے۔ یہ ہمارا فرضِ عین ہے کہ ہم اس کا ادب بھی کریں، اس کا احترام بھی کریں۔ اس سے محبت بھی رکھیں اور ان تقاضوں کے مطابق اس کو اچھی طرح مخاطب کریں۔ کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ اسے غلط طریقے سے مخاطب کیا جائے۔

دوسری بات کہ خوشامد دو لفظ ہیں۔ خوش آمد ایک ایسی بات جو پسند آ گئی۔ ایک بات جو مجھ میں نہیں تھی میں نے سنی اور مجھے پسند آ گئی۔ یعنی ایک بات جس کا میں مستحق ہی نہیں تھا لیکن خدا کے معاملے میں تو یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ آپ اللہ کی جتنی بھی تعریف کریں گے، وہ اللہ کے مقام، عزت، بزرگی اور جود و سخا سے کم تر ہو گی۔ اس لیے اللہ کی خوشامد نہیں ہو سکتی۔

اللہ کے دوست کی شناخت

سوال: قرآن میں ہے کہ اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم جبکہ سچ یہ ہے کہ سارا زمانہ خوف و غم میں مبتلا ہے۔ کیا اس زمانے میں خدا کا کوئی دوست نہیں؟

جواب: اللہ کے دوستوں کے بارے میں قرآنِ کریم نے کہا اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ کے

Marfat.com

دوست غم وحزن اور خوف سے آزاد کیے جاتے ہیں۔ مشکل میں مبتلا ہونا جو آزمائش بھی ہو سکتی ہے، درجات کی بلندی کا سبب بھی ہو سکتی ہے، وہ بالکل مختلف بات ہے۔ خوف وحزن سے مشکل کے باوجود اگر دل مطمئن ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ قرآن کی نفی ہو گئی ہے یہ اللہ کے دوست ہونے کے باوجود خوف وحزن میں کیوں مبتلا ہے۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ تیر پسلیوں کے آر پار ہو چکا ہے' جان کنی کا عالم ہے لیکن کہنے والا زبان سے یہ کہاں رہا ہے۔ رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہوں۔ یہاں خوف وحزن کہہ رہا ہے حالانکہ تکلیف تو ہے۔ جان بھی جا رہی ہے' خون بھی بہہ رہا ہے، درد بھی ہے، الم بھی ہے لیکن خوف اور حزن دونوں چیزیں نہیں۔

عصر حاضر میں اجماع کی ضرورت

سوال: آج کے دور میں اجماع کا عنصر غائب ہوتا جا رہا ہے۔ کیا اس کی ضرورت کبھی باقی رہی ہے یا نہیں؟

جواب: خواتین وحضرات: زمانے میں بڑے بحران آتے ہیں اور یہ رسم دنیا ہے کہ دین جب اپنے اصلی مقام اور حوالے سے گرتا ہے تو بہت سارے لوگ اسے اختیار کر کے اس کی علمیت کا دعویٰ کر لیتے ہیں اور اس کے جاننے کا زعم اپنے اوپر مسلط کرا لیتے ہیں جو دراصل کسی بھی تازگیٔ ذہن کے مالک نہیں ہوتے، کسی خیالاتی رفعت کے مالک نہیں ہوتے اور نہ وہ فہم وفراست کے مالک ہوتے ہیں جس سے وہ حکمتِ الٰہیہ یا حکمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادراک کر سکیں۔ آج کل ہمیں دو قسم کی مذہبی تحریکات سے واسطہ پڑتا ہے جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتے ہیں ایسے مذہبی سکالرز جو بزعمِ خود علمیت دین کو دوبارہ زندہ کر رہے ہوتے ہیں جن میں شاید میں بھی شامل ہو سکتا ہوں اور جو یہ چاہتے ہیں کہ پورا اسلام دوبارہ نافذ العمل ہو جن کی شاید خواہشات میں کوئی دوسرا کلام نہیں ہوتا۔ وہ ایک اسلامی نظام کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور خاص کر زوال کے دنوں میں ہمارے مسلمانوں میں یہ خواہش بڑی شدید ہو جاتی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے بھی جب ایک مکمل غلامی کا دور گزر رہا تھا تو عالمِ اسلام میں چار بڑی موومینٹس نے یہ علم اٹھایا کہ اسلام کو پھر سے استحکام ملے۔ ان میں اخوان المسلمین مصر، تحریک محمدیہ انڈونیشیا، جماعت اسلامی پاکستان اور اسی طرح ترکی کی Relegious Organisation قابل ذکر ہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم اسلام کو Re-establish کریں گے اور شوکتِ گم گشتۂ اسلام واپس لائیں گے مگر اس میں دو مسئلے ذرا سنجیدہ ہوتے ہیں۔ ایک سلسلہ تو یہ کہ اپنی اس کوشش میں کہ اسلام کو علمیت کے کسی معیار پر لایا جائے وہ دراصل اس کے علمیت کے مقام اور اس کی اصل روح کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ ان تنظیموں سے منسوب جتنے رسائل اور اخبارات ہیں وہ تصوف اسلام کے منکر ہیں۔ اسلام میں باطنی صلاحیت تصوف سے اجاگر ہوتی ہے اور آگے بڑھ کر ہمیشہ معاشرے کی اصلاح کا سبب بنتی ہے مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ اسلام کے علمبرار نے ظاہراً کردار پر بہت زور رکھا اور خیال کیا کہ عمل ہی اصلاحِ مذہب ہے اور دوسری بات جو اس سے زیادہ سنجیدہ تھی اور زیادہ خدا کے بارے میں کم فہمی کا نتیجہ تھی وہ ایک ایسے انقلاب کے داعی تھے جس میں بزعم خود انہوں نے چاہا کہ ہم یہ انقلاب لا سکتے ہیں اور لا کے رہیں گے اور یہ کہ ہمارے اللہ نے ہمیں اس کے لیے Sanction بخشی ہے تو میں نے ایک کتاب میں بھی اس کا حوالہ دیا کہ کوئی انقلاب اس تک نہیں آ سکتا جب تک خدا اس کی اجازت نہ دے اور

Marfat.com

ان سادہ لوح مفکرین میں ایک غلط فہمی یہ پیدا ہوگئی کہ خدا کی اجازت سوچے سمجھے جانے بغیر انہوں نے چاہا کہ ہم اسلامی انقلاب لائیں۔ بدقسمتی سے اخوان المسلمین جو مصر میں تھے اگرچہ انہوں نے ایک بڑی قوت پیدا کرلی اور اسلامی احیاء پیدا کرلیا لیکن چونکہ انہوں نے باطنی صلاحیت کی طرف زور نہیں دیا اس لیے قیادت اُن کے ہاتھ سے چھن کر Nationalist اور Secularist کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اسی طرح پاکستان میں جماعتِ اسلامی کو میرا خیال ہے یوں کہئے ستر اسی برس گزر گئے ہیں اور ستر اسی برس گزرنے کے بعد گمان کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت نہ صرف Establish ہوگی بلکہ منزلِ حق کے قریب ہوگی۔ انقلاب لانے کے بڑے پاس ہوگی۔ اس کے برعکس محسوس یہ ہوا کہ جماعت اسلامی اچانک رو بہ زوال ہوئی، رو بہ انحطاط ہوئی اور جو کچھ اُس کے اثاثے پہلے سے مسلمانوں میں قائم تھے وہ بھی گئے۔ اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ظاہراً بات اعمال کے اوپر بگڑی۔ تقویٰ اور طہارت کا جو عمل ان جماعتوں نے کھڑا کیا وہ کسی صورت بھی قابلِ عمل نہ تھا اور خصوصاً جب انہوں نے تصوف کو روح ایمان سے اور یقین محکم سے نکال دیا۔ ایمان تصوف' اخلاص اور مذہب کی اعلیٰ ترین Values جس کے لیے اعلیٰ ترین اذہان ہی کوشش کیا کرتے تھے' ان کو بالکل Ignore کیا یا ڈھکوسلا جانا اور غلطی سے ایک ایسی جنگ چھیڑ دی جو کم از کم خدا اور رسول کو پسند نہیں آسکتی تھی۔ ان علماء نے اس غلط مفروضے کو بنیاد بناتے ہوئے کہ سارے ہی تصوف کے علم بردار Quacks اور جعل ساز ہیں رد کردیا جو بہت سی مخلوق کے لیے مشعل راہ تھے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

مگر اس تصادم کی وجہ سے یہ بھی قبولیت عام سے نکل گئے اور اُن کے بارے میں بھی خلق خدا رنجیدہ ہوگئی اور بہت ساری امت مسلمہ میں تمام تحریکات سے جدائی اختیار کرلی۔ میرے پاس آپ کا ہونا یا میرا آپ کے پاس ہونا اس وجہ سے ممکن ہوا کہ آپ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ میں کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ کے خیال میں یہ ہے کہ ہم تمام صرف مسلمان ہیں۔ عمومی اسلام کے دونوں پہلوں پر گفتگو کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو عملی پہلو ہے جس میں نماز ہے روزہ ہے اور یہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ہم سب یہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص بات کررہا ہے اور جو سن رہا ہے وہ اس بات پر قطعی طور پر متفق ہے کہ اسلام کا یہ عملی پہلو کسی قیمت پر بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا مگر میرے اور آپ کے ذہن میں ایک ہی سوال ہے جو بار بار ہمیں اکساتا ہے کہ کیا اسلام فقط نماز و روزہ ہی ہے۔ اگر اتنا ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ معاذ بن جبل کو نماز پڑھتے ہوئے ملائکہ نظر آتے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ رات کو مدینے کی گلیوں میں جب دو اصحاب رسول نکلے تو ایسی تاریک شب ہے کہ رستہ تک بجھائی نہیں دیتا تو پھر ان کے آگے دو شمعیں فروزاں ہوگئیں اور انہیں مسجد نبوی تک لے آئیں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کہاں گیا وہ اسلام جس میں کنعان کی چھاؤنی پر پہنچ کر عقبہ بن نافع آواز دیتے ہیں کہ اے جنگل کے جانورو، اے جنگل کے مکینو! اصحاب رسول یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اور تم یہاں سے نکل جاؤ اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ دو دن میں یہ دیکھا گیا کہ ان گنت جانور سر عام اپنے بچوں کو اٹھائے جنگل چھوڑ کر جا رہے تھے اور حضرت عقبہ بن نافع نے وہاں کنعان کی چھاؤنی بسائی۔ اور کیا وجہ ہے کہ سعد بن ابی وقاص جو کبھی بھی ایسے متقی مسلمان نہ

جانے گئے اور بعد میں ان سے کچھ روایات بھی منسوب ہیں مگر جب قادسیہ کی جنت میں مدائن کے دریا تک پہنچے تو طوفان غالب تھا اور آندھیاں چل رہی تھیں اور لشکر کچھ جھجکا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور جب لشکر نے یہ منظر دیکھا کہ سردار نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہے تو پھر سارا لشکر ہی دریا میں کود پڑا اور جب وہ سب طوفان سے گزر کر ساحل تک پہنچے تو وہ ایرانی جوان پر ہنس رہے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ جن بھوت اور دیو آ گئے ہیں۔ یہ آدمی نہیں ہیں۔ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور کیا وجہ ہے کہ حضرت خضرؑ کی اور حضرت موسیٰؑ کی طرح ایک صحابی رسول جب جھیل تک پہنچتے ہیں اور سامنے ان کا دشمن کھڑا قہقہے مار رہا ہے تو وہ اللہ کا نام لے کر حضر موت کی جھیل میں گھوڑا ڈال دیتے ہیں اور پھر انتہائی گہری جھیل سے اپنے لشکر سمیت سلامت نکل جاتے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ خالد بن ولیدؓ جس کا شاید اس وقت کے اصحاب میں کوئی محققانہ مقام نہیں تھا اور جب دومۃ الجندل کی جنگ میں اور جب جنگ ذات سلاسل میں جب وہ ایک قلعے کا محاصرہ کرتے ہیں تو اس کا پادری نکلتا ہے کہ خالد اگر آج تم صلح نہ کرتے تو میں یہ زہر ہلاہل کھا کر مر جاتا تو حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ مجھے وہ زہر ہلاہل تو دکھا اور پھر اس پڑیا کو ہاتھ میں لے لیا اور ہنسے اور کہا تو سمجھتا ہے کہ زہر آدمی کو زندہ رکھتا ہے اور زہر مارتا ہے یہ تو میرے پروردگار کی رضا خواہش اور مرضی ہے۔ یہ کہہ کر اس پڑیا کو پھانک لیا اور وہ بعد میں بڑی دیر تک زندہ رہے تو ہمیں یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ وہ کیا علم تھا جو سلیمانؑ کے زمانے میں ایک کتاب کا ایک صحابی کو حاصل تھا اور حضرت عاصم بن نجیہ اس کتاب کے علم کی رو سے Transfusion اور Defusion پر قادر تھے اور تختِ سبا کو پلک جھپکنے میں تختِ سلیمانؑ کے دربار میں لے آئے۔ بہت سارے ایسے سوال ہیں کہ وہ کون تھے اور کیسے مسلمان تھے۔ ان میں کیا عجیب و غریب صفات تھیں۔ جب حضرت بَرَہ بن مالکؓ خدمت حضورؐ میں آئے تو لباس سے بو اٹھ رہی تھی اور اُن کی جوتیاں گرد سے اٹی پڑی تھیں اور اصحاب نے ناک سکوڑنا شروع کیے کہ اتنا گندہ آدمی حضورؐ کی بارگاہ میں۔ اس کو کچھ خیال نہیں آیا نہانے دھونے کا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو بظاہر ان کے چہرے گرد سے اٹے ہوتے ہیں اور لباس سے بو آ رہی ہوتی ہے مگر وہ اگر خدا کی قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کرتا ہے اور یہی وہ بَرَہ بن مالکؓ ہیں کہ جب قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے درخواست کی کہ اے ابن مالکؓ آج دعا کر اور تجھے حضورؐ کی بشارت ہے آج دعا کر کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے تو حضرت بَرَہؓ نے فرمایا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو مذاق بنا لیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ قلعہ فتح ہوگا اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میں آج شہید ہو جاؤں گا اور یہ دونوں باتیں ویسی ہی ہوئیں۔ اسی طرح ایک وہ وقت بھی تھا کہ آذربائیجان کے پہاڑوں میں نعیم بن ساریہؓ لڑ رہے ہیں اور ان کو شکست ہونے والی ہے اور دشمن گھیرا تنگ کر رہا ہے اور وہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں، ایک بدترین شکست کا سامنا ہے اور ادھر مدینہ منورہ میں عمرؓ خطبہ دے رہے ہیں کہ اچانک اصحاب مدینہ نے دیکھا کہ خطبہ چھوڑ کر عمرؓ نے بلند آواز میں کہا ساریہؓ پہاڑ کو لو، پہاڑ کو لو اور اس آواز کو نعیم بن ساریہؓ نے آذربائیجان میں سنا اور پہاڑ کی طرف ہوئے اور جنگ جیت لی۔ خواتین و حضرات! یہ محض داستانیں تو نہیں ہیں۔ بے شمار لوگ مسلسل روایت کرتے ہیں، بے شمار لوگ۔ میں کہوں یہ کہانیاں ہیں قصے ہیں تو شاید میں احمق ٹھہروں گا جب پانچ ہزار اصحاب شہادت دے رہے ہیں کہ موتہ اور تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک سے پانی پھوٹا اور سارا لشکر اس پانی سے سیراب ہوا تو معجزہ کیا ہے اور کرامات کیا ہیں جوان

Marfat.com

لوگوں کے ساتھ ہوئی۔ آپ ان کو عجیب وغریب سمجھتے ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ ایسے کمالات تھے جو آپ سرانجام نہیں دے سکتے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایسا کیوں ہوا بات تو بڑی سادہ تھی کہ اللہ نے کہا تو میرے بندوں کو اغوا کرنے کے لیے ان کے آگے سے آئے گا پیچھے سے آئے گا، دائیں سے آئے گا اور بائیں سے آئے گا اوپر سے آئے گا۔ نیچے سے آئے گا مگر اتنا یاد رکھنا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ اللہ کے مخلصین جو اللہ سے'اپنے مالک سے' اپنے رحمٰن ورحیم اور کریم سے اخلاص رکھتے ہوں گے، ہمیں یہاں سوچنا پڑے گا، اور Academic لوگوں سے یہ اہم سوال پوچھنا پڑے گا کہ اے دیوبند، اے اہل حدیث ہمیں تو تم سے کوئی اختلاف نہیں تم نے اپنے آپ کو مکتباتی طور پر علیحدہ کرلیا ہے۔ تم نے خیال کیا کہ باقی مسلمان دیوبند کے نہیں ہم ہیں۔ تم نے کہا کہ باقی بریلوی نہیں ہم ہیں۔ تم نے کہا کہ جملہ مسلمین بریلوی نہیں ہم ہیں تو ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمہارے مذہب کو ہم کیسے پسند کریں۔ مجھے بتایئے کہ ہم اس مذہب کو کیسے قبول کریں۔ ہم سکول کو کیسے مانیں کہ ہزاروں مسلمان اس سکول میں پڑھے اور فارغ ہوئے مگر مذہب کے اصل مقصد تک ایک بھی نہ پہنچا۔ پہلے تو سکول نہ ہوتے تھے۔ صرف مسائل پر اختلاف تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ زوال بغداد میں حجتہ الاسلام محمد بن احمد الغزالی پیدا ہوئے، دوسری مرتبہ جب بغداد میں زوال آیا تو سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوئے۔ پھر زوال آیا تو ابوالاثر شاذلی پیدا ہوئے۔ کہیں مرابطین اور کہیں مواحدین کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ اسلام کا نام بلند ہو رہا ہے، دو دو سو سال تک، ان مفکرین اور ان مجاہدین اسلام کی وجہ سے، اسلام سربلند ہوا، پھر خدا نے اسے عزت بخشی، کیوں نہ بخشتا کہ عزت دینے والا امریکہ تو نہیں ہوتا آپ کو عزت دینے والا کوئی مشرک نہیں ہوتا، عزت کے بارے میں تو اللہ نے بڑی سادہ سے بات کہی ہے کہ غیب سے عزت ڈھونڈ لی جائے

تو اے بھلے لوگو فان العزة لله جميعا (النساء آیت ۱۳۹)

عزت تو تمام میرے پاس ہے، پھر اگر مسلمان اس قانون کو بھولے گا، اس کو خبر نہ رہے گی، وہ شخص کیا قرآن پڑھتا ہے، جو عزت کے لیے دوسرے در پہ جاتا ہے۔ قرآن کیا پڑھتا ہے وہ شخص جس نے ہر وقت اپنا ذہن غیبت کے لیے کھول رکھا ہے، کیا قرآن پڑھتا ہے۔ وہ شخص جو خدا کی طاقتوں میں ہزاروں جھوٹے' مکار، فریب کاروں کو شریک کرتا ہے۔ رسول کے پاس جب ایک شخص آتا ہے کہ یارسول اللہ نصیحت فرمایئے' فرمایا جھوٹ نہ بولنا۔ دس دن کے بعد وہ شخص بولا یا حضرت مجھے تو آپ نے عذاب میں ڈال دیا۔ مجھے تو ایک اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے ساری زندگی بدلنا پڑی اور واقعی ساری زندگی بدلنی پڑے گی۔ بہت سارے اصولوں اور فارمولوں کو اکٹھے طور پر نہیں اپنانا ہوتا، ایک بار صرف اک خیال جو آپ نے خدا کے خیال سے اپنایا ہو جو اس کی محبت اور اُنس سے اپنایا ہوا ان Dogmatic مولویوں میں وہ چیز کیوں نہیں آتی۔ ان علمائے مظاہر پرست کی تحاریک میں کیوں نہیں جان پڑتی، کیوں سلطان محمد غوری سے جب ایک دفعہ پرتھوی راج ناراض ہوتا ہے تو حضرت خواجہ معین الدینؒ کو کہتا ہے کہ میں واپس پلٹوں تو مجھے نظر نہ آئے اور اس کو واپس پلٹنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا، جب سلطان محمد غوری نے 1192ء میں حالانکہ وہ 91 کی جنگ ہار چکا تھا 1192ء اس ایک جملے کی بدولت جو پرتھوی راج کے منہ سے نکلا سلطنت ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے ہاتھ سے نکل گئی۔

Marfat.com

خواتین و حضرات! بہت غور کرنا پڑے گا کہ اس مسئلے میں ہم Academics کو جانتے ہیں، مانتے ہیں، نماز و روزہ کے فضائل سے آگاہ ہیں مگر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ اس میں وہ برکت کیوں تھی، کون تھا جو افغانستان میں نماز نہیں پڑھتا تھا۔ مزے کی بات ہے کہ مخالف بھی پڑھتے تھے اور موافق بھی پڑھتے تھے۔ کلمہ گو لوگوں نے کلمہ گو لوگوں کو قتل کیا۔ کس کی ایماء پر کیا۔ کیا اسلام نہ تھا کہ پھر بھائی چارے اور اخوت کی فضا کیوں نہ قائم ہو سکی۔ ہمیں سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ آخر اسلام کی وہ اقدار کہاں گئیں اور وہ اقدار Dogmatics میں، Acdemics میں، اس اصول پرستی میں' عبادت پرستی میں کیوں نہیں آ ئیں۔ خدا پرست کو خدا پرست رہنا چاہیے تھا مگر وہ عبادت پرست ہو گیا۔ اللہ کے بجائے مذہب اہم ہو گیا، ادارے اہم ہو گئے، در و دیوار حاوی ہو گئے۔ ان کے پہلے بت تو لات، ہُبل وعزا تھے۔ نئی جماعتوں نے نئے ناموں سے پرانا دھندہ شروع کیا ہے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الااللہ

لاالہ الااللہ ہی تو کھو گیا۔ وہ کلمہ جو مسلمان کو ابتدا ہی سے، اپنے آغاز ہی سے، اپنے اندر کی کش مکش سے آگاہ کرتا ہے جو نفس خراب کار کی ترغیبات کے خلاف اعلان جہاد کرتا ہے، جو اس جنگ میں مسلمان کو ہمیشہ مصروف رکھتا ہے اور اسی مصروفیت میں رکھتا ہے کہ موت تک مسلمان کبھی اس وہم اور وسوسہ سے نجات نہیں پاتا۔ موت تک وہ اپنے یقین کے مرحلہ سے نجات نہیں پاتا حتیٰ کہ جب وہ مرتا ہے اور اللہ کے نام پر مرتا ہے اور ایمان کی سلامتی پر مرتا ہے تو علی کرم اللہ وجہہ جیسے جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ اے لوگو میں آج کامیاب ہوا ہوں۔ یہ کیا وجہ ہے کہ ابھی ہم نے دو نمازیں نہیں پڑھیں، پھر ہم کامیاب ہو جاتے ہیں یہ کیا مسئلہ ہے کہ انسان Transit میں ہو، سفر میں ہو اور منزل کے دعوے شروع کر دے۔ اصحاب رسول تو ایسے نہیں تھے۔ جب قرآن کی آیت اتری عبادت کیے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے اور آپ کتاب حکیم اٹھا کے دیکھیں، کسی بھی صحابی نے یقین کا ترجمہ موت کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کو پتا تھا کہ یقین موت ہے اور موت تک ہے اور موت سے پہلے کسی لحہ اجل میں، کسی وقت میں ہماری کمزوریاں، ہم پر غالب آ سکتی ہیں۔ اگر مسلسل رجعت نہ اختیار کی جائے، مسلسل توبہ، صرف یہ نہیں کہ گناہوں پر توبہ کرنا۔ دیکھیے پیغمبر الصلوۃ والسلام کے بارے میں اللہ کیا کہتا ہے کہ وہ ابراہیم مجھے اس لیے پسند تھا بہت پسند تھا۔ "ان ابراھیم لَا وّاہٌ حلیم" (التوبہ: آیت ۱۱۲) کہ ہر وقت مجھ سے رجوع رکھتا تھا۔ زندگی میں معاملات میں بچوں میں' بیویوں میں کیا وہ مقام ہے جہاں آپ کو رجوع کا سلسلہ نہیں بتایا۔ کون سا ایسا مقام ہے جہاں خداوند کریم نے کہا ہو کوئی چیز اچھی لگے اور تم اس کی معذوری سے ڈرتے ہو، اس کے چھن جانے سے ڈرتے ہو تو یہ ضرور کہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ما شاء اللہ لاقوۃ الا باللہ " حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ جب کوئی وسوسہ آ جائے، جب کسی خاتون کو کسی مرد کو آسیب کا ڈر ہو، رنج ہو کوئی شبہہ ہو تو اس کے الٹ کرو، اگر دل نے کہا کہ فلاں نے تعویز کیا تو آپ کا دل و دماغ دونوں مل کر کہیں کہ نہیں، مجھے اپنے رب کعبہ پر یقین ہے میں اللہ اور اس کے رسول ہی پر ایمان لایا اور لائی ہوں۔ مجھے یقین ہے کوئی جادو، کوئی سحر مجھ پر اثر نہیں کر سکتا کیونکہ جادو یا سحر تو بقول قرآن، سوائے ان لوگوں کے اثر نہیں کرے گا جو رحمٰن کے ذکر سے غافل ہوئے۔ جو

Marfat.com

اللہ کے قریب ہوتا ہے اللہ اسے شیطان پر غلبہ دیتے ہیں اور میں اللہ کا نام لیتی ہوں یا لیتا ہوں۔ میں خدا کے ذکر اور خدا کے انس میں ہوں۔ مجھے تو ہمسائیگی پروردگار نصیب ہے مجھے تو حفاظت حفیظ نصیب ہے۔ مجھے کسی کے جادو اور کسی کے سحر سے کیا ڈر ہو۔ خداوند کریم نے ہمیں یہ استطاعت بخشی ہے۔ اسلام اور ایمان کیا ہے، ایک ہی قدم اسلام اور ایک ہی قدم ایمان ہے، ایمان ایک اندرونی علامت ہے، کیا لوگ یہ نہیں جانتے، کیا Acadmics والے نہیں جانتے کہ ایمان کو کسی ظاہرا معیار پر پرکھا نہیں جا سکتا، کوئی شخص خارجی طور پر یہ رائے نہیں دے سکتا کہ یہ صاحب ایمان ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کیا آپ کو پتا نہیں کہ جب اصحاب رسول جنگ بدر میں آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں شخص نے بڑی محنت کی اور وہ شہید ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنمی ہے۔ تو اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہم نے تو اسے لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا نہیں وہ جہنمی ہے۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوڑتے گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اصحاب رسول نے دیکھا کہ وہ زخموں سے چور پڑا تھا۔ اور آخر اذیتِ موت برداشت نہ کر سکا اور خنجر مار کر کلائی کاٹ لی اور خودکشی کر لی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ذہنوں کو سوچنے کی عادت ہونی چاہیے کہ ہم کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں ہمیں اسلام کا حقیقی عرفان حاصل کرنا چاہیے۔

انسان کے پاس اللہ کی امانت کیا ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے زمین پہ، پہاڑوں پہ اور آسمان پر کچھ امانتوں کو رکھا اور انہوں نے اسے قبول نہیں کیا مگر انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بعض علماء دین کہتے ہیں کہ وہ امانت روح تھی۔ کچھ کہتے ہیں کہ وہ بندے کے اعمال ہیں۔ آپ پلیز اس کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیں کہ وہ امانت کیا تھی؟

جواب: خواتین و حضرات نہ تو وہ امانت روح ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی اعمال سے تعلق تھا۔ یہ وہ خصوصی صفت تھی جس کی وجہ سے اس امانت کی کئی ذمہ داریاں تھیں۔ اس امانت کے کئی فوائد تھے۔ اس امانت کے ساتھ انسان کی برتری وابستہ تھی۔ کسی بھی مخلوق کی برتری وابستہ تھی۔ "انا عرضنا الامانۃ" (الاحزاب: آیت۷۲) یہ امانتِ علم و فکر تھی، عقل تھی۔ اس عقل سے کسی چیز نے باقی چیزوں سے ممتاز ہونا تھا مگر اس میں ایک Risk بھی بتایا گیا کہ اس امانت عقل و شعور کا استعمال صحیح نہ ہوا تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔ ابدی جہنم نصیب ہوگی۔ تو جب باقی مخلوقات نے یہ Risk دیکھا تو انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ انہوں نے کہا کہ جو نہیں Safety ملی ہوئی ہے وہی کافی ہے۔ لہٰذا انہوں نے سیادت کا Risk لینے سے انکار کیا کیونکہ انہیں ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھانے کے سبب جس عذاب کی وعید سنائی گئی تھی، سارے اس ڈر سے خوفزدہ ہوئے لیکن انسانوں نے اس حوالے سے سر تسلیم خم کیا۔ انسان کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔ اسے اپنی عقل و معرفت پر غرور تھا۔ انسان نے اللہ کو جاننے، ماننے اور پہچاننے میں بخل سے کام نہیں لیا لیکن اللہ نے خود ہی اس کا حکم سنایا "انہٗ کان ظلوماً جھولا" (الاحزاب: آیت 72) کہ افسوس

He has overestimated himself and underestimated the job.

آج چھ ارب انسانوں کی زندگی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اللہ نے قرآن میں جو فیصلہ سنایا تھا درست

Marfat.com

تھا۔ "انہ کان ظلوماً جھولا" (الاحزاب :آیت 72) کتنے ان چھ ارب انسانوں میں سے اللہ کو جانتے ہیں۔ کتنے اسے مانتے ہیں۔ کتنے اس سے خلوص رکھتے ہیں۔ پانچ ارب کافر تو چھوڑ دو۔ ایک ارب مسلمان دیکھ لو۔ ادنیٰ و اعلیٰ کو دیکھ لو۔ حکمرانوں کو دیکھ لو۔ اللہ سے زیادہ سچی کسی اور کی بات تو نہیں ہو سکتی۔ یقیناً ہم ظالم اور جاہل ہیں۔ اس اعتراف میں تھوڑی سی گنجائش باقی ہے۔ اور وہ شفاعتِ رسول ؐ تھی۔

Marfat.com

ایمان بیم ورجا کے درمیان

خواتین وحضرات! یاد کرنے والے کو یاد کرنا سنت اللہ ہے آپ یاد کرتے ہیں تو سنت کریم کے مطابق میرے دل میں بھی آپ کی یاد آتی ہے مختصراً جواب میں ادھر آ رہا تھا تو ذوق کا ایک شعر مجھے بہت یاد آ رہا تھا۔

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

خواتین وحضرات! آج کا موضوع اس لحاظ سے انوکھا ہے کہ ایک طرف اس کے پریکٹیکل Aspects ہیں اور دوسری طرف اس کے انتہائی ذہنی اثرات ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ایمان کیا ہوتا ہے، اس کے بعد ہی اس بات کا تعین ہو سکتا ہے کہ ایمان خوف ہے یا امید۔ اتفاق سے یوں تو آپ کو ایمان کی Dictionary Definition تو بہت نظر آئیں گی، مگر رسول گرامی مرتبتؐ نے جو ایمان کی تعریف فرمائی ہے، مختصر اور جامع ہے۔ فرمایا، ایمان قول وفعل ہے۔ اگر ایمان قول وفعل ہے تو افعال کے بارے میں ایک اور حدیث موجود ہے۔ انما الاعمال بالنیات اگر ان دونوں احادیث رسول کو جمع کریں تو مختصراً ایمان کی Definition یہ بنتی ہے کہ نیت فعل اور قول۔ ان تینوں کی یکجائی کو ایمان کہتے ہیں۔ ایمان Transitional ہے، وقتی ہے اور اس میں Permanence اس وقت آتی ہے جب آپ عرصۂ مرگ میں ہوں، سکرات کا عالم ہو اور زندگی رخصت ہونے کو ہو اور نئے انداز زندگی روشن ہو رہے ہوں اور پھر بھی آپ کو خدا پہ یقین ہو تو یہ ایمان کا مزا چکھ لینا ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ جس نے زندگی میں ایک بار دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور موت تک اس پہ قائم رہا، یہ ایمان ہے۔ خواتین وحضرات اسلام کے برعکس کہ جو ایمان کی وجوہات کے بغیر بھی قائم رہ سکتا ہے اور اسلام پہ ہونے کے باوجود لوگ جہنمی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام میں بعض اوقات نفاق کی شدید علامات پائی جاتی ہیں۔ اللہ میاں نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا "لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ" (البقرۃ: آیت ۱۷۷) کہ اگر تمہارے منہ مشرق، یا مغرب کو ہوں تمھاری نمازیں قبلہ کو ہوں یا غیر قبلہ کو ہوں، اس وقت تک تم درستی سے آداب محفل خداوندادا نہیں کر سکتے جب تک تم اللہ پہ ایمان نہ لاؤ۔ وہ تمام عبادات جو خدا کی شناخت، خدا کی محبت اور خدا کے اخلاص کے بغیر ہیں، انہیں اسلام میں واضح طور پہ قبولیت حاصل نہیں ہے جیسے کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے کہ حضورؐ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے اور ایک شخص کو حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ مومن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کچھ بھی نہیں دے رہے تو میں نے کہا یا

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ تو مومن ہے فرمایا بلکہ مسلم کہو، تھوڑی دیر کے بعد حضرت سعدؓ نے فرمایا، میرا گمان تو یہ ہے کہ یہ مومن ہے۔ فرمایا مسلم کہو، جب تیسری مرتبہ حضرت سعدؓ کو پھر چین نہ آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے نزدیک مومن ہے۔ فرمایا مسلم کہو پھر کہا بعض اوقات تالیف قلب کے لیے ہم ایک ایسے شخص کو مال دیتے ہیں کہ اگر مال نہ ملے تو خدا کے غضب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ گمراہی، حسد اور کینے کا شکار ہو جائے اور باوجود اس کے کہ ہم دل میں بعض بندوں کو اچھا جانتے ہیں اس کے باوجود شائد میں ان کو غنیمت سے حصہ نہیں دیتا۔ تو خواتین و حضرات قرآن حکیم میں بھی اللہ میاں فرماتے ہیں کہ یہ اعراب جو تیرے پاس آتے ہیں۔ یہ ایمان کا بڑا دعویٰ رکھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ ابھی تم مومن نہیں ہوئے، تم صرف اسلام میں داخل ہوئے ہو اور اسلام میں داخل ہونے کا مطلب ایمان نہیں ہے۔ یہ ایک Inner Value ہے یہ انتہائی اعلیٰ ترین ذہنی قدر ہے۔ ایمان ایک ایسا یقین ہے جس میں کوئی وسوسہ اور کوئی خرخشہ نہیں ہے۔ ایمان اس ذہنی اعتقاد کو کہتے ہیں جو وساوس، تنقید، Scepticism اور تمام شکوک وشبہات سے گزر جانے کے بعد، جب اللہ آپ کے لیے کنفرم ہوتا ہے تو پھر آپ صاحب ایمان ہوتے ہیں اور خواتین و حضرات اگر آپ کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو تو پھر آپ کو کوئی خوف نہیں ہے۔ ایک ایسا ایمان، ایک ایسی آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے لیے ایک آنسو اسلام میں نہیں ٹپکتا وہ آنسو ایمان میں ٹپکتا ہے اور ایمان کی تین بہت بڑی اور Basic Conditions ہیں اگر آپ دیکھیں تو وہ Conditions معاملاتی نہیں ہیں، وہ Conditions ایسی نہیں ہیں جو نماز اور روزہ سے حل ہوں۔ ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان، مال، اولاد، اقرباء ہر چیز سے زیادہ بہتر اور معزز اور قریب تر محبوب مانو۔ خواتین و حضرات آج کے زمانے میں اسلام کے دو Basic Fundamentals ہیں وہ Fundamentals عباداتی نہیں ہیں۔ ایک Fundamental ہے خدائے واحد پہ بحیثیت واحد یقین رکھنا۔ آپ دنیا کے کسی مسلمان کے پاس چلے جائیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو گھڑی بھر میں شرک یا کفر کا طعنہ دے دیتے ہیں۔ تمام مسلمان خواہ وہ کسی طبقہ خیال سے ہوں۔ اگر آپ ان کو ایک Straight Question کریں کہ اللہ کتنے ہیں، وہ کہے گا ایک ہے اور جب کوئی شخص یہ کہہ رہا ہو کہ اللہ ایک ہے تو پھر آپ اس کو کسی بھی قیمت پہ مشرک یا کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور دوسرا Fundamental تمام عالم اسلام میں قدر مشترک ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اللہ کو واحد نہ جانے۔ اللہ کو اکیلا، تنہا، احد نہ سمجھے۔ مگر دوسرا Fundamental جو امت مسلمہ کے لیے انتہائی لازم اور ضروری تھا جیسے میں نے ابھی آپ کو ایمان کی شرط اول میں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جان، مال، اولاد ہر چیز سے عزیز تر جاننا یہ Fundamental پورے عالم اسلام میں موجود نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ واحدانیت کے پرستار ہیں، زیادہ تر لوگ خدائے واحد کے اقرار کے شائق ہیں اور لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اللہ ایک ہے مگر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ایمان کی ایک بنیادی شرط ہے اور شرط بھی اس سطح کی کہ آپ کے جان و مال و اولاد سے عزیز تر آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ یہ شرط Sub-Continent کے مسلمانوں میں کہیں موجود نہیں بلکہ بعض اسلامی ممالک میں Delibrately محبت رسول کو Decadence کی ویلیو سمجھا جاتا ہے۔ بعض مکاتب فکر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لوکل اور Temporal منیجر تھے۔ جو اپنے وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اہمیت وہ نہیں

رہی بلکہ بعض آج کے علما اپنی اہمیت میں اس وقت سے بھی زیادہ اہمیت پاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر تھے اور بہت سے مکاتب فکر جو جدید عملیات کی بنیاد پہ استوار ہوتے ہیں۔ وہ بدقسمتی سے محبت رسولؐ کو فروغ نہیں دیتے اور یہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرؓ سے پوچھا کہ اے عمرؓ میں تمہیں کتنا عزیز ہوں، فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مال، میری زندگی اور میری جان کے بعد آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز تر ہیں۔ فرمایا عمرؓ ایسے تو ایمان پورا نہیں ہوتا۔ اگر میں تمہیں تمہاری جان سے بھی بڑھ کر عزیز نہ ہوں۔ عمرؓ نے کہا، یارسول اللہ آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ خواتین وحضرات! اگر یہ Fundamental محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، اس Idealistic پیٹرن میں استوار نہیں ہے۔ اگر اس انداز پہ استوار نہیں ہے۔ اس اخلاق میں استوار نہیں ہے جو آقائے کائنات کا تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا تو پھر آپ کے ایمان میں کچھ کمزوری ضرور واقع ہے۔ بلکہ Basic کمزوری واقع ہے، ایمان کی دوسری شرط خواتین وحضرات یہ ہے کہ آپ صرف اللہ کے لیے دوستی رکھیں اور آپ صرف اللہ کے لیے دشمنی کریں۔ یہ ایمان کی دوسری بنیادی شرط ہے کہ آپ کی دوستی اللہ کے لیے، آپ کی دشمنی اللہ کے لیے، اگر کوئی شخص اللہ کے لیے ہجرت بھی نہیں کرتا ہے تو اس مہاجر کو چاہے وہ بادی النظر میں مہاجر مکہ ہی کیوں نہ ہو، اس کو مہاجر پروردگار نہیں کہا جائے گا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کو ایک خاتون سے بڑا گہرا انس تھا۔ ان کا نام ام قیس تھا۔ جب باقی اصحاب رسولؐ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہجرت فرمائی تو اس شخص نے اس خاتون کی خاطر ہجرت کی لہٰذا زمانہ رسول اکرمؐ میں اور اس کے بعد تمام احادیث کی روایت میں، وہ ہمیشہ مہاجر ام قیس ہی کہلائے۔ ان کو کبھی بھی اس ہجرت کا صلہ نہ ملا کہ جو ہجرت خداوند کریم کے لیے ہوتی ہے۔ خواتین وحضرات! ایک تیسری شرط بھی ہے جو ایمان کی مٹھاس کا حصہ ہے، اسے حلاوت ایمان کہتے ہیں۔ اللہ نے ایمان کا اگر کسی کو مزہ دینا ہو، سرور دینا ہو، اور اگر کسی شخص میں مکمل ایمان ہو تو اس میں یہ تین باتیں نمایاں ہوں گی۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے بڑھ کر جاننا اور دوسرا اللہ کے لیے محبت کرنا، اللہ کے لیے نفرت کرنا اور تیسرا خواتین وحضرات! کہ جب اس کو کفر کا دھیان آئے، جب اس کو انکار خداوند کا خیال آئے تو اسے محسوس ہو کہ جیسے اسے جہنم میں پھینکا جا رہا ہے۔ اس کو خدا سے ایسا تعلق ہو، خدا سے ایسی محبت ہو، خدا سے ایسی دوستی ہو کہ ہر وقت اسے یہ خوف رہے کہ اس سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے کہ جو خدا کی محبت کے خلاف ہو تو وہ شخص کفر کو اختیار کرنا، جہنم میں گرنے سے بھی بدتر جانے۔ یہ تین شرائط! خواتین وحضرات! ایمان عقیدہ ہے اور عقیدے کی بنیاد اگر کم علمی پہ ہو تو کبھی بھی ترقی پذیر نہیں ہو گا۔ کہیں نہ کہیں وہ متقابل نظریات کی زد میں آ کر خطرات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر عقیدہ علم کی غور و خوض اور عقل و معرفت کی بنیاد پہ ہو تو وہ آپ کو مہد سے لحد تک کبھی کسی وسوسے میں گرفتار نہیں ہونے دیتا۔ پروردگار عالم نے ایمان کی جو پروسیسنگ کی ہے، وہ بالکل آپ کی زندگی کے باقی ادوار کی طرح ہے۔ جب ایک نوجوان اپنی زندگی میں محبت، خلوص کے عناصر، انکوائری کی سپرٹ، سچی جستجو اور اضطراب لے کر نکلتا ہے، جب وہ اپنے ایمان میں نکلتا ہے تو Inveterat Condition آپ تمام نوجوانوں میں پائیں گے اور ان میں یہ کنڈیشن نہیں ہو گی کہ شروع کے مصلے، عبادات، نماز، مسجدوں میں جانا، ٹوپیاں پہننا اور تراویح میں شریک ہونا یہ ہمارے مسلمان نوجوان کا وتیرہ ہے پھر جب وہ ذرا بڑے ہوتے ہیں اور زندگی

Marfat.com

کے حقائق کو Face کرتے ہیں اور معاملات دنیا میں ان کا رسوخ ہوتا ہے تو اکثر ماں باپ ایک شکایت کرتے نظر کرتے ہیں کہ پہلے میرا بچہ بہت نیک تھا۔ بڑے خلوص والا تھا ہر وقت پانچ وقت کی نماز میں لگا رہتا تھا مگر اب عجب حال ہے کہ نہ نماز رہی نہ اخلاق رہا۔ اس لیے کہ اس عقیدے کی بنیاد علم پر نہ تھی۔ جب کاؤنٹر نظریات کی فورس بڑھی، دنیا کی طلب بڑھی، Attractions بڑھیں، تو وہ ایمان جو Basically ایک Illiterate ایمان تھا جس پہ اس کا بنیادی خیال قائم نہ تھا۔ سنا سنایا Faith تھا۔ صرف ایک لہر تھی جو آگے نہیں چل سکی۔ اس کے برعکس اس شخص کو دیکھیے کہ جو اس تجسس میں رہا کہ میں خدا کو جانوں، میں وہ تعلیم حاصل کروں، جو اللہ کی طرف جاتی ہو تو اس کے رستے میں بے شمار مشکل، پیچیدہ سوال حائل ہوئے۔ اب سوال حل کرنے کا خواتین وحضرات بڑا سادہ سا ایک طریقہ ہے، ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے ہی کم فہم اور کم علم کے پاس چلا جائے یا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ متجسس رہے اور کبھی بھی اس جواب سے مطمئن نہ ہو جو اس کے دل کو نہ لگے۔ کیونکہ ایمان دل کو لگتا ہے۔ ایمان کی جگہ ہی دل ہے۔ اگر دل کسی جواب کے باوجود اضطراب میں رہے گا تو ایمان پورا نہ ہو گا۔ یہ یاد رکھیے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور ایمان بڑھتا بھی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ایک برگزیدہ نبی اور اللہ کے دوست تھے۔ جب ان سے اللہ نے پوچھا "و اذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ، قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی" کہ اے ابراہیم اتنی ساری باتیں دیکھنے، لکھنے، پڑھنے اور اتنی ساری انٹیلیکچوئل Curiosity کے بعد کیا ابھی تک آپ کے دل کو امن نہیں ہے، کیا ابھی آپ ایمان نہیں لائے ہو۔ فرمایا اے پروردگار ایسا تو نہیں ہے۔

I have a confirmed faith in you, I have a total faith in you.

مگر دل اطمینان چاہتا ہے۔ دل ایمان کا مرکز ہے۔ یہ وسوسے سے خالی ہونا چاہتا ہے اور وسوسہ صرف مشاہدے سے جاتا ہے اور اس میں چونکہ قلب Involved ہے۔ اس لیے قلب بھی کسی نہ کسی صورت مشاہدہ چاہتا ہے۔ خواتین وحضرات! جب ایک نوجوان تجسس کے لیے نکلتا ہے تو کاؤنٹر فلاسفیز اسے بے چین کر دیتی ہیں۔ بے شمار ایسے سوال ہیں جو اہل دل، اہل ایمان، اہل عقل پر گزرتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اس ماحول میں ان سوالات کا جواب دینے کے لیے Efficient Probable Authorities نہیں ہوتیں۔ پھر وہ صاحب ایمان، اب ڈر کے مارے ایمان چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس پر خوف بھی تو مسلط ہے اور تمام خوف Guilt کی پیداوار ہے۔ آج اگر میں چاہوں کہ کیوں مجھے اللہ پہ ایمان نہیں ہے تو مجھے معاشرے کا خوف مارتا ہے۔ مجھے سنی سنائی باتوں کا خوف مارتا ہے۔ مجھے ایسا خوف ہے جیسے جادو اور سحر کا خوف مارتا ہے۔ میں کبھی بھی اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ میں ایک خدا کے خلاف Open ڈکلریشن کے بعد۔ اس معاشرے میں صحتمندی سے Survive کر سکتا ہے۔ نتیجہ وہ اپنے دل میں اضطراب چھپائے ہوئے کچھ ایسی مکروہات کا سہارا لیتا ہے۔ کچھ ایسی غلط Reasoning کا سہارا لیتا ہے اور اس کی محض ایک ہی وجہ ہوتی ہے کہ جب بھی آپ اس سے پوچھو، وہ کہے گا، کہ اسے اس کے تجسس کا کافی اور شافی علاج نہیں ملا۔ اسے کسی عالم نے اس کے چند سوالوں کا جواب نے نہیں دیا۔ اس لیے کہ کسی بھی عالم کے پاس اس میٹا فزیکل لیول کا یا اس مابعد الطبیعاتی سوال کا جواب مشکل سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے مطالعے لوکلائز ہوتے ہیں، اسلام پہ ہوتے ہیں۔ عملیات پہ ہوتے ہیں اس لیے اگر کوئی نوجوان

Marfat.com

ان کے پاس ایسا سوال لے کر جائے گا تو وہ سب سے پہلی بات کہیں گے کہ برخوردار یہ سوال سوچنا کفر ہے اور وہ بیچارہ کیا کرے جس کے دماغ سے وہ سوال جاتا ہی نہیں ہے، وہ بیچارہ کیا کرے کہ جس کا تجسس اس کو اس Blast Feeling پہ ابھارتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ جب کسی نوجوان کے ذہن میں خدا کا خیال ناقص آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ناقص آئے گا تو اس کا دل مضطرب ہوگا۔ کتنا بے چین ہوگا وہ یا تو سرے سے ہی خدا اور رسول کا انکار کردے گا اور کچھ عرصہ اس بے چینی اور بربادی کی فضا میں گزارے گا اور یا پھر وہ ساری عمر کے لیے ایک ایسا بیمار ہو کے رہ جائے گا کہ ایک Individual, Depressed بنے گا اور کبھی ڈاڑھی رکھ کر ایک طرف جائے گا، کبھی دوسری طرف جائے گا اور اعمال کی شدت میں پڑ جائے گا اور ایک دیوانگی کا شکار ہوگا جو اسے مذہبی ہونے کے باوجود اعتدال سے بہت دور لے جائے گی۔

خواتین و حضرات! جو کلمہ جدلیات کا سبق دیتا ہو، جو اللہ تبلیغی مراحل میں کہتا ہو، "وجادلهم بالتی هی احسن" (النحل: آیت ۱۲۸) کہ بحث کر یہ نہیں کہ بحث نہ کر۔ بحث کر اور جو بھی تیرے مخالف آئے، اور جو بھی تجھے Reason دے۔ اس کے خلاف Reason دے "وجادلهم بالتی هی احسن" (النحل: آیت ۱۲۸) مگر دلیل اچھی ہونی چاہیے، یہ نہ ہو کہ شورش و غوغا ہو۔ یہ نہ ہو کہ آپ غصے میں کف آلود ہو جاؤ اور سوالات و جوابات کے بجائے ایک دوسرے پر اینٹ روڑہ برسانا شروع کر دو۔ پروردگار کہتا ہے کہ بصیرت پیدا کرو، تبلیغ بصیرت پر ہے۔ انداز علم تخلیق کرو۔ اگر کوئی معتبر اعتراض کر رہا ہے تو تم کوئی معتبر جواب ڈھونڈو۔ خدا کے کہنے کا لطیف مطلب یہ ہے کہ اے اہل اسلام، اے اہل ایمان اگر دنیا بہت عقل والی ہوگئی، بہت دانشور ہوگئی، اس میں ہوبکنز پیدا ہوگئے، رسل اور وٹ کانسٹائن پیدا ہوگیا، کلنٹن پیدا ہوگیا، برگساں پیدا ہوگیا، نیٹشے اور فیشٹے پیدا ہوگئے، تو تمہارے ہاں ایک بھی ایسا فلسفی اور دانشور پیدا نہ ہوا جس نے خدا کے لیے چاہا ہو، خدا کے لیے نفرت کی ہو۔ جس نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علم کی تلاش کی ہو، جس نے علم کو اپنا مقصد حیات بنایا ہو۔ جس نے یہ حدیث پڑھی ہو، "طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم ومسلمة" (ابن ماجہ، المعجم الصغیر) (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے)۔ اور جس نے یہ سوچا ہو کہ طلب علم میری زندگی میں کبھی ختم نہیں ہو سکتی، کوئی ابن سینا دوبارہ پیدا نہ ہوا، کوئی ابن رشد تخلیق نہ ہوا۔

دور حاضر میں قحط الرجال علم پیدا ہو گیا ہے۔ جواب مل نہیں رہے سوال بیشمار ہو گئے ہیں خواتین و حضرات سوال تو ہر چیز سے نکل رہا ہے بذاتہ مذہب سے نکل رہا ہے۔ سوال معاشرت سے نکل رہا ہے۔ سوال ماڈرن ٹیکنالوجی سے نکل رہا ہے، سوال کلچرل ڈس ہارمنی سے نکل رہا ہے اگر سوال ہر جگہ سے نکل رہے ہیں تو جواب بھی تو کسی جگہ سے نکلنا چاہیے۔ جواب بھی تو کسی خیال سے آنا چاہیے آج کا سب سے بڑا بحران کہ ایمان اس لیے مضطرب ہے خواتین و حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ ایمان ہمارے سینوں سے جلاوطن ہے۔ وہ بیچارہ جنگل اور صحرا میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کوئی مومن ہو، کوئی ایسا دیندار ہو جو مجھے خدا کے لیے چاہے، اس کے دل میں خدا کے لیے محبت ہو، اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو، وہ خدا کے لیے چاہے اور خدا کے لیے نہ چاہے، وہ کفر سے ڈرے اور Hate کرے، اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح خدا کے قرب و جوار میں آباد رہنا چاہے۔ اس کو استاد نہیں ملتا، اس کو شناخت نہیں ملتی۔ ایمان اس بے چارے کی متاع حیات نہیں بن سکتی، ایمان کا علم پر استوار ہونا بہت ضروری ہے، جب آپ Clash of Ideas سے گزرتے ہیں

جدلیات فکر سے گزرتے ہیں اور آپ کا سب سے پہلا سبق جو ہے۔ لا الہ الا اللہ ہے، یہی آپ کو جدلیات علم میں ڈال دیتا ہے۔ اگر آپ غور کرو تو یہ کہنا کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اللہ کے اور ایک اللہ کے تو پورے کا پورا جملہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک بہت سارے الٰہ کو الٰہ نہ بناؤ اور ان کو فکری اور ذہنی طور پر رد نہ کرو۔ حتیٰ کہ جب تمام الٰہیات کو تم Reject کرو گے، تمام ناقص خداؤں کو Reject کرو گے، تمام اسباب تخلیق کو Reject کرو گے تو بالآخر آپ اللہ کے اقرار تک پہنچو گے۔ جب تک آپ میں جدلیات الٰہیات استوار نہیں ہوتیں، جب تک آپ غم و فکر کے مراحل سے نہیں گزرتے کہ ہم خدائے واحد کی واحدنیت کا اقرار کیسے کریں، اس وقت تک آپ کا ذہنی اور عقلی ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ خواتین و حضرات! ذرا غور کر کے دیکھیے کہ آج کے زمانے میں حقیقتاً اور علانیہ کہہ سکتا ہوں کہ لوگ جادو، سحر، ٹونے اور ٹوٹکے پر اللہ کی نسبت زیادہ اعتبار رکھتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو پیش کرتا ہوں کہ قریباً قریباً ہر گھر اور ہر گلی میں آسیب زدگی ہے۔ ہر گھر اور گلی میں جادو اور تعویذات اور اس کے اثرات کی بھرمار ہے۔ اب اگر یہ لوگ جانتے ہوں کہ خداوند کریم نے دو خوبصورت آیات جادو اور سحر کے لیے رکھی ہوئی ہیں اور وہ روز ان کو پڑھ لیتے ہوں تو پھر ان کا جادو اور سحر جانا چاہئے۔ مگر ایسا نہیں ہے والناس اور فلق پڑھنے کے باوجود لوگوں کا جادو سے اعتبار اٹھتا نہیں ہے بلکہ والناس اور فلق پڑھنے کے باوجود گھر گھر حساب کے لیے خواتین چل رہی ہوتی ہیں اور مرد اپنی ناکامیوں اور رزق کی کمی کے اسباب خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ جادو، سحر اور تعویذ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب ہر گلی میں یہ شور ہو ہر جگہ معاشرہ اس الحاد کا شکار ہو تو آپ کا ایمان کہاں رہے گا۔ آپ کا اسلام بھی تو خطرے میں چلا جائے گا۔ اس لیے ایمان کی جب بنیادی Definition پوری ہو جائے۔ جب آپ کو پتا ہو کہ ایمان کیا ہے، ذہن کی جدوجہد سے نکلنا اخلاقی پیٹرنز کو استوار کرنا اور اس کے بعد اللہ سے امید رکھنا اب آپ دیکھیے اللہ نے جنت کو کتنا سستا کیا ہوا ہے۔ جنت ایمان والوں کے لیے نہیں ہے۔ جنت اچھے اسلام والوں کے لیے ہے کوئی ایمان والا جنت کی آرزو نہیں کرتا آپ کو پہلے ہی ایمان کی شرائط کا علم ہے کہ ایمان تو خدا کی محبت پہ استوار ہے۔ ایمان تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پہ استوار ہے۔ بھلا ایسا شخص جو اللہ سے محبت کرے گا وہ جنت کی کیا آرزو کرے گا ہاں اس کو کبھی جنت پسند آئی تو صرف ایک وجہ سے کہ جنت میں اہل ایمان کا سب سے بڑا سوال یہ ہے۔ کہ آج کے دن یعنی جمعہ کے دن رب کریم ان کو اپنا دیدار دے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کیا جنت میں جنتی اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ لیں گے فرمایا ہاں بالکل اسی طرح جیسے تم سورج کو باریک باریوں کی اوٹ سے دیکھتے ہو اور جس شخص کو خدا سے محبت ہے، خدا سے انس ہے۔ جو صاحب ایمان ہے، وہ جنت اور دوزخ کے حوالے سے Impress نہیں ہوتا۔ اس کو یہ پتا ہے کہ میں نے ایمان جنت اور دوزخ کے لیے استوار نہیں کیا مگر اللہ کا قانون جہاں ایک طرف اعلیٰ درجے کے اذہان کے لیے ہے، دوسرا اس کا قانون اس مزدور کے لیے بھی ہے جو شاید اتنی Intellectual Capacity نہیں رکھتا جو اتنی ذہانت نہیں رکھتا جو اتنی خلاقیات کی اعلیٰ تعلیم نہیں رکھتا۔ اگر ایک طرف ایمان اعلیٰ ترین ذہانت ہے تو دوسری طرف اللہ نے یہ Facility Creat کر دی ہے کہ معمولی سے معمولی انسان بھی کوئی نہ کوئی سطح ادراک اس کے لیے رکھتا ہے۔ چاہے اب دیکھیے ایک شخص کو آپ لالچ دیتے ہو، ایک شخص کو خوف دیتے ہو تو اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم بھی تو دوسرے لوگوں کی طرح لالچ دیتا ہے اور خوف دیتا ہے مگر ایسا اس لیے ہے کہ انسانوں

Marfat.com

کی ذہنی سطح مختلف ہے اور قرآن حکیم میں آپ دیکھیں گے جو آیات منسوخ ہیں، ان کے بھی درجات ہیں۔ "ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا" (البقرۃ: آیت ۱۰۹) کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر آیت عطا کر دیتے ہیں۔ دیکھیے اہل ایمان کو اللہ نے کہا کہ اگر تم اہل ایمان ہو اور خدا کے لیے مرنے اور لڑنے کا جذبہ رکھتے ہو۔ تو ہم نے تمہیں بہت بڑی برکت دی ہے۔ تم میں سے ایک آدمی دو سو آدمیوں پر غالب ہے دو چار پہ نہیں۔ اللہ نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی دو سو آدمیوں پہ غالب رہے گا۔ اب مسلمانوں کے درجات تھے، اصحاب کے درجات تھے کوئی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

شخصیات کے مقام اور درجات میں بڑا فرق ہے۔ تو کچھ مسلمان گھبرا گئے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلا اتنی بڑی Average ہم سے کیسے نکلے گی یہ تو بڑی جنگ ہے تو پھر خدا نے کہا کہ ہم نے تمہاری کمزوری دیکھی ہے۔ تم میں سے کچھ کی کمزوری دیکھی ہے، اس لیے اب ہم وہ قانون ہٹا کے منسوخ کر کے اب تمہیں کوئی ہلکا پھلکا قانون دیتے ہیں کہ تم واقعی خدا کے بندے ہو، خدا کے لیے لڑنے والے ہو تو ہم ہر حال میں ایک کو دو پہ غالب کریں گے۔ خواتین و حضرات بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلی منسوخ ہے۔ مگر منسوخ نہیں ہے۔ اس نسخ میں جیسے اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک آیت پیچھے ہٹالی اور اس سے بہتر آیت دے دی۔ بہتر آیت جیسے عام لوگوں کے لیے ہے مگر وہ آیت جو ہے دو سو والی یہ بھی قائم رہے گی۔ ان اہل ایمان کے لیے کہ جو قیامت تک صرف خدا کے لیے "قل ان صلوٰۃ و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین" (الانعام: آیت ۱۶۱) کہ وہ لوگ جو اپنی جان زندگی موت تمام تر خدا کے لیے صرف کریں گے، ان کے لیے وہ پہلی قائم رہے گی وہ ایک یا سو پہ ضرور غالب آئیں گے۔ تو ایمان خواتین و حضرات کم ہوتا ہے بڑھتا ہے آپ کوئی خطا کرتے ہو۔ خلاف خدا کرتے ہو خلاف شرع کرتے ہو۔ کچھ عرصے کے لیے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان آپ سے نکل کر ایک چھتری کی طرح آپ کے سر پر جاتا ہے۔ پھر جب وہ خطا ختم ہو جاتی ہے جب آپ کا گناہ ختم ہوتا ہے۔ وہ ایمان پھر واپس آجاتا ہے اس لیے کہ خطا اضطرابی ہے لوکل ہے۔ ایمان جو ہے انسان کے دل میں رہنے والا ہے۔ ایک انسان ہو سکتا ہے کہ خدا کی خلاف ورزی ذہنی اور منطقی طور پر نہ کرنا چاہے۔ مگر اضطراب میں وقتی اشتعال میں اور Momently Influence میں وہ ایک ایسی خطا کر بیٹھتا ہے جو اس کا دل قبول نہیں کرتا۔ جب بعد میں وہ تاسف کا اظہار کرتا ہے تو اس کا ایمان اسے واپس آتا ہے۔ اتنے لمبے Span of life میں جو ایک انسان کو عطا ہوتا ہے۔ کتنے ایمان پر ہر انسان کی نجات ہے۔ یہ بڑی Important بات ہے خوف۔ ابھی میرے اس عزیز نے ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی کہ "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" (الزمر: آیت ۵۳) کہ کہہ دے میرے بندوں کو کہ تم نے بڑے گناہ کیے مگر گناہ کو اللہ گناہ نہیں کہتا، اسراف کہتا ہے، خطا کو اسراف کہتا ہے۔ اسراف بڑی سادہ سی بات ہے۔ جیسے عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ "لاخیر فی الاسراف" اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے۔ خدا کی راہ مین جتنا خرچ اسراف نہیں ہے اور خدا کے خلاف راہ میں جتنا بھی خرچ گے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اللہ میاں قرض لیتا ہے، دیتا ہے اور اللہ میاں نفع ریٹرن کرتا ہے۔ عجیب سی بات ہے کہ زمین پہ بھی بینکوں کے کاروبار ہیں، اور اوپر بھی ایک بینک کھلا ہوا ہے۔ اللہ کو لوگوں سے قرض لینے کا شوق ہے، وہ ادھار لیتا ہے، ایسا سرمایادار ہے جو کثرت نفع سے نوازتا ہے۔

Marfat.com

بھئی عام حالات میں اگر ایک شخص ایک روپیہ لے کر دس روپے واپس کرے تو آپ سمجھیں گے بہت بڑا فراڈ ہے یا کسی Ultimate بہت بڑے فراڈ کی نیت رکھے ہوئے ہے یا آپ اسے مجنون و پاگل کہو گے مگر اللہ کی یہ عادت شریفہ ہے کہ وہ قرض لیتا ہے اور پھر بہت بڑا اضافہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔ "من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفهٗ لهٗ اضعافاً کثیرۃً" (البقرۃ: آیت ۲۴۵) کہ جس نے اللہ کو قرض دیا اللہ کے لیے خرچا۔ اللہ کے لیے بانٹا۔ اللہ کی محبت میں دیا پھر اللہ اسے یہ قرض ہزار گنا زیادہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔ خواتین وحضرات! صاحب ایمان کو اس آیت پہ اعتبار ہو سکتا ہے مگر آپ ذرا اپنے دل ٹٹول کے دیکھ لیں کہ آپ کو اس بات پر کتنا اعتبار ہے ایسے لگتا ہے کہ اس آیت شریفہ پر ہمیں قطعاً اعتبار نہیں ہے۔ ہم روپیہ دو روپے خرچنے کے بعد اس کو آزمائشی روپیہ قرار دیتے ہیں کہ اس ایک روپے کے دس روپے آئے تو دیکھیں گے۔ بڑی قسمت کی بات ہے کہ بہت سارے لوگ عمومی زندگی میں اس طرح میرے پاس آتے ہیں کہ پروفیسر صاحب آپ دعا فرمائیں ہمارے مال میں کثرت ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیوں، فرمایا، بس ایک آرزو ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں بہت خرچ کریں۔ میں ان سے کہتا ہوں یار کچھ نا کچھ تو اب بھی تمہارے پاس ہوگا۔ اس مال میں سے اللہ پر تم کتنا خرچتے ہو۔ آپ خدا پر اتنے بڑے کلیم جو رکھتے ہو۔ اگر اس پر آپ کا یہ Claim ہے کہ آپ کو پیسے خدا اس لیے دے کہ آپ اللہ کی راہ میں خرچو تو سب سے پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس میں تو خرچ کر کے دکھاؤ نا، اللہ کو۔ کوئی Basic اعتبار تو آئے مگر بخل جان سے بڑا کوئی بخل نہیں ہے اور انسان ہمیشہ Insecurity کے احساس میں مبتلا ہے۔ خدا سیکورٹی کا احساس دیتا ہے اور انسان Insecurity میں مبتلا ہے۔ جو ہے کسی شخص کی Insecurity ایک مہینے اور کسی کی ایک سال کی ہے اور بعض سرمایہ دار ایک سو سال کی Insecurity کور کر رہے ہوتے ہیں۔ خواتین وحضرات! یہ اللہ پر خاک اعتبارات ہیں۔ آپ اگلے سال کا سوچتے ہو۔ چلو یہ تو مناسب لگتا ہے کہ آپ نے ایک بچہ کالج یا سکول میں داخل کرایا اور آپ اس خیال سے ڈرتے ہو کہ ایک سال کی فیس اتنی ہے، اتنا روپیہ ہمارے پاس ہونا چاہیے کہ یہ ایک سال کی فیس جمع کرنے کے لیے ہمارے پاس کچھ ہونا چاہیے مگر میں نے یہ دیکھا ہے کہ لوگ نہ صرف اولاد کا سوچتے ہیں، بلکہ ان کی شادیوں، تعلیمات اور ان کے اثاثے بڑھانے کا سوچتے ہیں، پھر شاید ان کے شاندار مقابر بنانے کا بھی سوچتے ہوں۔ اتنی لمبی Insecurity خدا پہ مکمل بے اعتباری کا ثبوت ہے اور اس میں تو کم از کم ایمان کا شائبہ بھی موجود نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جو سب سے زیادہ چیز پسند ہے وہ اخلاق ہے، جو ہم سب میں سے شاید رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ اچھی بات کرنا تو حیرت کی بات ہے کہ آج کل اخلاق منافقت کا حصہ بن گیا ہے۔ سیاست کا حصہ بن گئی ہے۔ آج آپ اس شور وغوغا میں دیکھ لیں اس شور وغوغا میں سیاستدان اتنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ کہ انسان اسی پہ فیصلہ دیتا ہے چلو جی جو بھی ہو بات تو بڑی اچھی کرتا ہے اور دوسری بات جو اللہ کو پسند ہے وہ کھانا کھلانا۔ خواتین وحضرات! اگر اخلاق اچھا ہے اور اگر آپ مہمان نواز ہیں تو آپ کو اللہ بہت پسند کرے گا اور آپ کو ایمان دار سمجھے گا۔ آپ کو پتا ہے کہ عرب کی جاہل سوسائٹی میں کوئی وصف نہ تھا، بدترین لوگ تھے۔ اس زمانے کو جاہلیت کا بدترین زمانہ کہتے ہیں مگر پھر خدا نے ان کو کیوں چنا کیا ان میں بہتر لوگ موجود نہ تھے، کیا زمین پر ایسے اشراف موجود نہ تھے۔ جو اللہ کو بہتر کام دیتے۔ آخر اس بدترین جاہل ترین اور اخبث قوم کو کیوں اس نے چنا۔ اس کی دو بنیادی وجوہ تھیں کہ وہ مہمان نواز بہت تھے۔ دلیر تھے،

Marfat.com

شجاع تھے، مرنے کی ہوس رکھتے تھے۔ جذبہ زندگی سے گریز کرتے تھے۔ آپ دیکھیے تو سہی کہ کتنے دلیر تھے کہ مرتے وقت ان کو کافر بھی کہتا ہے کہ او ساربان زادے میری گردن ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ نیزے پر چڑھے تو سردار قریش کا سر لگے، یہ مرتے وقت ابوجہل کا قول ہے اور مہمان نواز اتنے کے تیمیہ کے حاتم کی داستانیں تو آپ نے سنی ہوں گی۔ خواتین و حضرات! یہ محض داستانیں نہیں تھیں۔ جب سفانہ حاتم کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ کو پتا لگا کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھی چادر بچھائی اور اس کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ تو لوگوں نے استعجاب کیا تو فرمایا کہ اس کا باپ فیاض، مہربان اور نیک شہرت والا تھا۔ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ خواتین و حضرات! کہ شیطان سب سے زیادہ ایک فاسق فیاض سے ڈرتا ہے۔ وہ ساری زندگی اس سے مطمئن رہتا ہے۔ وہ منافق پر زور لگا رہا ہوتا ہے، وہ متقیوں کو گمراہ کر رہا ہوتا ہے اور اس کا گمان ہوتا ہے کہ یہ تو پکا فاسق، شرابی، زناکار، جوا کھیلنے والا اور بدکار ہے اور اس کے تو سارے رستے بند ہیں۔ اس کو تو میں جب چاہوں اپنی گرفت میں لے لوں کیونکہ میں اس کو جہنم کے رستے پر ڈال ہی چکا ہوں مگر اس کی بدقسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ فیاض ہوتا ہے اور وہ فسق و فجور کے باوجود جب کسی غریب کی دعائے اجابت سن لیتا ہے تو پروردگار اس کے تمام گناہ معاف کر کے اسے بخش دیتا ہے۔ اس لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ شیطان سب سے زیادہ ایک فاسق فیاض سے ڈرتا ہے اور جب حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین کے ایک گروہ سے گزرے تو فرمایا کہ تم میں ایمان کی بہت کمزوری ہے۔

خواتین و حضرات! ایمان عجلت پسند نہیں ہوتا۔ جلدی جلدی شفٹ ایبل نہیں ہوتا۔ جس کے دل میں ایک ذہنی اعتبار قائم ہو جائے، اخلاص قائم ہو جائے اور ایک مکمل عقیدہ بن جائے تو وہ اتنی جلدی نہیں جاتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو خواتین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم میں ایسا کیا قصور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبعی وجہ ایک یہ فرمائی کہ تمہارے، دین کا نقصان یہ ہے کہ کچھ عرصہ نماز روزے سے گریز کرتی ہو اور دوسری ذہنی اور فکری وجہ یہ بتائی کہ تمہارے اثرات اور تفکرات لوکل اور محدود ہوتے ہیں اور تم میں اتنی Possession ہے کہ یہ سارے کا سارا نظام Possession ہوتا ہے۔ آپ کو پتا ہے جب معاشروں کی تقسیم کی گئی تو اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ انسانی معاشرہ کو توازن اور ہمواری سے چلانے کے لیے عقل و شعور کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا خدا نے فرمایا ہے کہ اگر انسان اس کی عطا کردہ آسمانی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو بروئے کار لائے گا تو پھر آخرکار اسے زندگی میں غیر معمولی کامرانیوں اور خوبصورتیوں سے ہمکنار کر دیا جائے گا۔ جب انسان اپنے اندر ذوق، جستجو، محنت اور تخلیق کو رواد دینے کی آرزو رکھے گا آسمان اس پر کرم اور عنایت کی برسات برسائے گا۔ سکائی سکریپر تخلیق کرے گا، آسکیلیٹر تخلیق کرے گا۔ جب سمندروں میں اس کے جہاز چلیں گے، جب موت کو زندگی میں بدل دے گا اور جب اپنی خدائی کا دعوے دار ہوگا۔

Self centered narcissistic God of the West.

لہٰذا آپ اس کو Face کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ آپ کی ٹیکنالوجی بڑی پست ہوگی۔ آپ بڑے کم تر درجہ میں ہوں گے، پھر آپ خدا سے دعا کریں گے مگر اس وقت آپ کے اندر ایک صاحب ایمان موجود ہوگا، وہ خدا سے دعا

کرے گا، مہدی اس وقت موجود ہوگا۔ مہدی کی کیا تعریف ہے۔ کوئی خاص تعریف نہیں ہے۔ آپ بخاری اور مسلم پڑھ لو، اس کی کوئی تعریف نہیں ہے۔ بخاری بالکل سادہ سے لفظوں میں اس کی ایک چھوٹی سی تعریف دیتا ہے کہ حضور گرامی مرتبتؐ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کے سردار ایک نیک مسلمان ہوں گے۔ That is all۔ صحیح بخاری میں حضرت امام مہدی کی یہ ساری تعریف ہے۔ آپ بتاؤ یہ کتنی بڑی تعریف ہے۔ آپ حیران تو ہوں گے آپ کے گمان کے مطابق تو اس معاشرے میں ہزاروں نیک مسلمان گزرتے ہوں گے پھر ان کی خاطر اللہ زمانہ کیوں نہیں بدل دیتا۔ فرمایا زمانے کو برا مت کہو۔ زمانہ میں ہوں۔ میں دن رات کو پلٹتا ہوں، میرے ہاتھ میں امر ہے میں دن رات پلٹتا ہوں۔ میں کسی بھی قوم کو پلٹ سکتا ہوں۔ انسانوں کے دل میری مٹھی میں ہیں۔ جیسے ہوا ایک پر کو سطح زمین پر جس طرح چاہے اسے پلٹاتی ہے، ایسے ہی لوگوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جیسے چاہوں پلٹا دوں، جس سے چاہوں چھین لوں۔ آپ بڑے دعوے کرتے ہو، آپ حکومت ساز ہو، اتنے بڑے بڑے دعوے، خدا تو مختصر سی کارروائی کرنے والا ہے۔ مجھے ایک دفعہ بڑی ہنسی آئی ایک حکمران سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اگلے پانچ سال بھی صدر رہو گے، تو انہوں نے کہا، کس کو پتا، اگلے پانچ سال جیتا بھی ہوں یا نہیں۔ تو مجھے ہنسی اس بات پہ آئی کہ انہیں ان پانچ سالوں کا کیسے یقین ہے۔ یہ ایمان، یہ شناخت نہیں تھے، پلٹنا نہیں ہے۔ اگر مسلمان مغلوب ہے تو واضح بات ہے کہ ایمان نہیں ہے اور ہمیں اپنی ترجیحات درست کرنی چاہیں اور عقل کی ایک ترجیح یہ ہے جو ایمان کی شرط ہے کہ

The only top priority of intellectual curiosity is God and nothing else.

اور ہمارا مرض کیا ہے کہ

We always give lesser importance to the top priority and more importance to the lesser priority

ہم سب سے بڑی ترجیح کو نظر انداز کرتے ہیں اور کمتر ترجیحات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہی غلطی پورے اسلامک ورلڈ میں ہے۔ کبھی وہ نیشلسٹ بنے ہوئے ہیں، کبھی وہ لوکلسٹ بنے ہوئے ہیں، کبھی ڈاگمیٹس بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی انقلاب کی کوشش کر رہا ہے اور اس کی ذات کے اندر اس کا ایمان ابھی ویسا بھی نہیں ہے جیسے عرب کے ان اعراب کا تھا جو ابتدائے دور میں اسلام لائے تھے۔

سوالات و جوابات

امام مہدیؑ کا ظہور دین کے غلبے کی ضمانت ہے۔

سوال: کیا امام مہدیؑ کا قرآن میں ذکر ہے؟ اور وہ کب آئیں گے؟

جواب: جی قرآن پاک میں حضرت مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے یعنی اگر قرآن میں اللہ نے عہد کا ذکر کیا، تبدیلی کا

Marfat.com

ذکر کیا، اسلام کا ذکر کیا اور کہا کہ یقین جانو کہ میرا دین اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک یہ تمام ادیان پہ غالب نہیں آ جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ آخر کی بشارت دیتے ہوئے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی وضاحت کی ہے اور ان آیات کا حوالہ دیا ہے کہ خداوند کریم نے کہا "لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ" (التوبہ: آیت ۳۳) کہ میں یقیناً زمانہ آخر میں اپنے دین کو تمام ادیان پہ غالب کردوں گا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث قرآن کی وضاحت ہے اس لیے آپ نے اس زمانے کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ مہدی اور عیسیٰ کا زمانہ اللہ کے دین کی برتری اور غلبہ کا زمانہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے ضمن میں کہا کہ اس وقت تو وفات نہیں پائے گا جب تک کہ تمام جملہ ادیان کے لوگ تجھ پہ اعتبار نہیں کریں گے اور یقین نہ لائیں گے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ آخر کے ساتھ انتباہ کیا اور مہدی اور عیسیٰ کا زمانہ ایک قرار پایا تو میں عرض کر رہا ہوں کہ جب دجال بہت جوش و خروش میں آئے گا اور مسلمان اس سے مقابلے کی استطاعت نہیں رکھیں گے تو حضرت مہدی والصلوٰۃ والسلام دعا فرمائیں گے اور نزول عیسیٰ ہوگا۔

محبت اور عقیدت کا مفہوم

سوال: کیا مذہب میں عقیدت کی گنجائش ہے؟ علاوہ ازیں قرآن کی روشنی میں محبت کی بھی وضاحت فرمائیں؟

جواب: آپ کے دوسرے سوال کا جواب میں دوں میں نے عقیدت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ میں نے محبت کا لفظ استعمال کیا ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عقیدت ایک ایسی Blindness ہے کہ جس میں کوئی Reason نہیں ہوتی مگر محبت، دانشوری اور علم ہے۔ دیکھیے کہ برصغیر کے لوگ بہت جذباتی ہیں، ٹوٹ کر محبت کرنے والے بلکہ ہمارے نقائص بھی ہماری محبت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ Mostly جیسے میں آپ سے وہ فلسفہ بیان کر رہا تھا کہ مادرانہ اور پدرانہ نظام میں ماں کی طرف سے انس اور گہرائی اور محبت شو ہوتی ہے اور باپ کی طرف سے، بے پروائی اور گنوارپن شو ہوتا ہے۔ چونکہ یہ معاشرہ مادرانہ نظام پر مبنی ہے اور مادرانہ نظام بالآخر انڈیا میں غالب آ گیا تو ہم میں ایک مادرانہ محبت اور انس بہت زیادہ موجود ہے۔ رسول گرامی مرتبتؐ کے ساتھ ہر مسلمان کی ایک گہری وابستگی اور محبت بھی ہے اور تعلق کے سبب حضورؐ کی ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں۔ اگر برصغیر کے کسی شخص کو پتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے باپ بھی ہیں تو یقین جانئے کہ وہ باپ کی طرف زیادہ جائیں گے۔ کیونکہ برصغیر کا یہ جذباتی ابلاغ ہے جو ان کو Objective Opinion سے روکے رکھتا ہے۔

One of the major losses which we suffered in the modern age in the modern sciences.

کہ ہمارے شدید جذباتی لوگوں کو کوئی بھی Rigid عالم اٹھ کر Exploit کر سکتا ہے۔ یہ شدید محبت ہی کی وجہ ہے کہ نوجوان پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھو تو یہ محبت رسولؐ ہی میں یہ پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ ان میں اتنا انس ہے اور یہ خدا سے اتنی محبت رکھتے ہیں کہ ایک عام سا ان پڑھ آدمی ان کو مولوی کہہ دیتا ہے کہ میرا

طریق محبت ہے۔ یہ اس کی پگڑی بھی پہن لیتے ہیں۔ اخلاص، انس اور محبت برصغیر میں ہے یہ ان Heartless اعراب میں نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پریکٹیکل Decadent ویلیو سمجھنا شروع ہو گئے ہیں۔ جو اپنے دور میں اتنے Academecian ہیں اتنے متشدد مبلغین ہیں کہ وہ اس Importance کو خارج کر دیتے ہیں اور وہ دورِ حاضر کے علماء کو قریباً قریباً اسی سٹینس میں دیکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑے دورِ حاضر کے مبلغ اور مفکر کی Statement میرے سامنے ہے کہ میں پیغمبر نہ تھا مگر مجھے کام پیغمبرانہ دے دیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں ایک Idealistic Statement ہے جس میں وہ اپنے آپ کو غیر معمولی حیثیت کا حامل قرار دے رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ

Islam as a religion doesn't hate anybody. Islam deosn't hate jews. we have no reason to hate them.

اگر اس وقت کوئی مسلمان یہودی سے نفرت کر رہا ہے تو وہ اس کے یہودی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ وہ اسلام جو ایک بنیادی اصول دیتا ہے "لا اکراہ فی الدین" (البقرۃ: آیت ۲۵۶) وہ کبھی یہودی سے نفرت نہیں کر سکتا، یہود ہونے کی وجہ سے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کے خیال میں یا مسلمانوں کے خیال میں یا پریکٹیکل کانڈکٹ کی وجہ سے Overall جو Basic مسلمان ہے، جنرل مسلمان ہے۔ اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہے ان کی Identity اور ان کی سیکورٹی مسلسل ایک طویل عرصہ سے یہود کی وجہ سے Risk میں پڑی ہوئی ہے Just like Pakistan کہ پاکستان کی سیکورٹی یہود کی وجہ سے Risk میں پڑی ہوئی ہے۔ اب اسی Question پہ ایک دوسرا لیکچر مرتب ہو جائے گا، میں آپ کو ایک مختصری خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت نعیم بن حمادؒ کی حدیث ہے، میں آپ کو پاکستان کا وصف بتا رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہند کے مسلمان کفارِ ہند سے جنگ کر چکیں گے اور ان کے امراء اور شرفاء کو گرفتار کر لیں گے تو پھر شام میں مہدیؑ کا ساتھ دیں گے، ویسے آپ کی تسلی ہو جانی چاہیے کہ ہم نہ صرف ہنود سے لڑیں گے بلکہ یہود سے بھی لڑیں گے۔ Basically ہم صرف

Survival of Islam

کے لیے لڑیں گے اور تمام احادیث اس بات پہ متفق ہیں کہ Survival of Islam میں دجال کا سب سے بڑا Instrument یہود ہوں گے۔ یہ ایک Question ہے کہ کچھ دانشورانِ عصر کا خیال ہے کہ Prophet صرف اپنے علاقہ اور زمانے کے لیے ہوتا ہے میرا خیال یہ ہے خواتین و حضرات کہ اس سے زیادہ ناقص Statement شاید کسی امتی کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ یہی سوال اگر وہ لوگ کریں جو کسی رسول کے امتی نہیں ہیں تو ہم اس کو دوسری طرح سے ٹیکل کریں گے۔ اگر ایک امتی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ سوال کرتا ہے کہ پیغمبر علاقائی ہے، یا پیغمبر لوکل ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر پہ ایمان نہیں لایا۔ اس لیے کہ ہم نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ زمانہ آخر تک علم کیا حیثیت اختیار کرے گا، زمانہ آخر تک علم کس نوعیت کا ہے۔ اور اگر آپ غور کریں گے تو انتھروپالوجی کے ریفرنس سے آپ کو پتا لگے گا کہ سب سے پہلا انسانی معاشرہ پریسٹ معاشرہ ہے۔ سب سے پہلا استاد سب سے پہلا حکمران پریسٹ ہے۔ یعنی پیغمبر ہے اور شروع ہی سے پیغمبر تمام کام سرانجام دیتے ہیں۔ وہ پیغمبر بھی تھے۔ وہ حکمران بھی تھے وہ Teach بھی کرتے تھے اور

Marfat.com

دنیاوی معاملات میں Preach بھی کرتے تھے۔ معاشرہ آگے بڑھتا گیا پیغمبر اس کثرت سے نہ آئے۔ انہی پیغمبروں کی تعلیمات پر بیچ کے ادوار میں لوگوں کو ٹرینڈ کیا گیا پھر ان کے ادوار میں تعلیمات خراب ہوئیں۔ پھر نوحؑ کے زمانے میں مکمل عالم کی تباہی ہوئی۔ دوبارہ معاشرے کا اجراء ہوا۔ اگر آپ قرآن پڑھیں تو اس کے Historical References اتنے Correct ہیں کہ جو آثار و شواہد و آثار باقیات نکل رہی ہیں، وہ قرآن سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔ قرآن پہلے کہہ چکا ہے اور اب وہ باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ دیکھو نوحؑ! میں نے تیرے ان لوگوں کو جو کشتی میں ہیں بچا کے لے تو آیا ہوں مگر یہ لوگ پھر وہی غلطیاں کریں گے جو اس سے پہلے کرتے آئے ہیں اور پھر میں ان پر اسی طرح کے عذاب توڑتا رہوں گا۔ معاشرہ پیغمبر کے بغیر برا نہیں ہے البتہ جب زمانے نے خدا کے خلاف سرکشی اختیار کی تو گا ہے گا ہے کبھی موہنجو دڑو ہلاک ہوا اور یہ ہلاکت اس طرح کی ہلاکت نہیں جیسے کے جنگوں میں ہلاکت ہوتی ہے۔ یہ ٹوٹل ہلاکت ہے۔ اس میں سے بچتا کچھ نہیں ہے۔ آثار قدیمہ کوئی نہیں بندوں کا حساب کوئی نہیں۔ کوئی کتاب نہیں بچتی کوئی Document نہیں بچتا ہے۔ پیغمبر اپنے زمانے کا سب سے بڑا Intellectual ہوتا ہے۔ اگر نہ ہو تو دانشور اس کی بات کیسے مانیں۔ اگر وہ اپنے زمانے کا ذہین ترین انسان نہیں ہے، سب سے بڑا عالم نہیں ہے، سب سے زیادہ موزوں بات کرنے والا نہیں ہے، سب سے موزوں عقل والا نہیں ہے تو لوگ اس کی بات کیسے مانیں گے۔ اگر ہزاروں لوگ جو دانشور ہیں، اہل عرب میں نصاب کے بڑے ماہر تھے، بڑے بڑے دانشور تھے اور وہ تیز طرار تھے مگر جب قرآن اترا پیغمبر کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس نے انہیں عاجز کر دیا پیغمبر کی زبان سے ایسے خیال نکل رہے تھے جو غیر معمولی تھے Unusaul تھے۔ پیغمبر خبر دے رہا تھا۔ پیغمبر اگر قیامت کی خبر دے سکتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر زمانے کے بیچ کی خبر دے سکتے ہیں۔ اگر مہدی اور عیسیٰؑ کی خبر دے سکتے ہیں تو آپ تمام ترین علم کی معراج تھے۔ اگر پیغمبر آپ کو سارے مستقبل کے رستے دکھا گئے ہیں تو پھر پیغمبر لوکل کیسے ہو سکتا ہے۔ پیغمبر کے دو قول ہیں انہوں نے ایک قرآن اور دوسری حدیث دی اگر آپ کا مطالعہ اچھا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ زمانہ آخر تک کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا کے رسولؐ نے آپ کو Advance نہ بتا دی ہو۔ ابھی سائنس ان اطلاعات تک نہیں پہنچیں "اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن" اللہ ہی تو ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کیں اور اسی کی طرح کی سات زمینیں "یتنزل الامر بینھن" اور ان تمام زمینوں پہ ہمارا حکم اترتا ہے "لتعلموا ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر" (الطلاق: آیت ۱۲) تاکہ تم جان سکو وہ کتنی بڑی قدرت والا کتنا بڑا قادر ہے تو مجھے بتائیں کیا ابھی تک کسی دوسری زمین کا سراغ کا سالوجسٹ نے ڈھونڈ لیا۔

But the option is alive. اللہ آپ کو سات کائناتوں کی خبر دیتا ہے اب پندرہ سو برس بعد 1994ء میں یا 1995ء میں یا آگے جا کر آپ صرف اتنے قابل ہوئے ہیں کہ Multiuniverse کا کانسپٹ پیدا ہوا ہے۔

Multiuniverses کا کانسپٹ اب آ کے ان پچھلے تین مہینوں میں پیدا ہوا ہے۔ جو پندرہ سو برس پہلے قرآن نے رسولؐ کے ذریعے بیان کیا ہے۔ رسولؐ کیسے لوکل ہو سکتا ہے۔ کیسے وہ ایک وقت کا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ جب قرآن یہ کہہ رہا ہو اور رسول کی زبان سے کہہ رہا ہو "اذا الشمس کورت O واذا النجوم انکدرت O" (التکویر: آیت ۱) سورج لپیٹ لیا جائے گا ستارے ماند پڑ جائیں گے آپ جے ایم جیم سے پوچھو ہاکنگ سے پوچھو تو وہ آپ کو بتائیں

گے۔.The sun is dying سورج مر رہا ہے اس کی روشنی ماند پڑ رہی ہے۔ اٹھارہ ہزار ایٹم جو اس کے پر سیکنڈ پھٹ رہے ہیں۔ جس کی توانائی ہم تک پہنچ رہی ہے وہ کسی بھی اینٹی ایکشن میں مبتلا ہو کر یا Suddenly Finish ہو جائے گا یا Gradually۔ سائنسدان کیا کہتا ہے کہ Gradually ختم ہونے میں زمین کو دس ارب سال لگیں گے، دس ارب سال مگر لگیں گے ضرور.The only probable end of this earth جو وضاحت سے نظر آتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ذرا غور کیجیے تم زمین والے بڑے اتراتے ہو۔ ایک تو انسان کا بچہ مغرور بہت ہے۔ یہ غیر معقول اپنے آپ کو کائنات میں تنہا پاتا ہے اسی لیے تو اپنے آپ کو Important سمجھتا ہے۔ اگر سات زمینوں کا اس کو پتا ہو، اگر اس کو پتا ہو کہ سات زمینیں اور بھی ہیں، ادھر بھی قرآن ڈھل رہا ہے۔ تو یہ اپنے ٹھکانے پہ آ جائیں مقابلہ ہو جائے۔ لیکن چونکہ کوئی زمین Discover نہیں ہوئی ابھی تک

But according to scientist the option is always there,

اب کبھی مریخ کی تہوں کو ٹٹولا جا رہا ہے، کبھی کسی ستارے پر تحقیقات کر رہے ہیں کہ ہمیں مخلوقات کا مزید سراغ ملے۔

But ladies and gentle men all this must be clear.

کہ آخر وہ کیا Source ہے جہاں نہ کوئی Laboratory نہ کوئی ٹیسٹ ہے مگر ایک آدمی ہے جو آپ کو زمانۂ آخر کی خبریں دیے جا رہا ہے۔ ہاکنگ کہتا ہے کہ اگر مجھے Big Bang سے پہلے ایک پل کے بارے میں بھی علم ہو جائے تو میں سارا فلسفہ کائنات Explain کر دوں۔ بھئی بگ بینگ سے پہلے ایک آدمی کو پتا ہے کہ خدا کیا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمین وآسمان کی تخلیقات سے پہلے اللہ دھند میں تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا بھئی پانی پہ کیا کر رہا تھا۔ اللہ پانی پہ عرش رکھ کر کیا کر رہا تھا۔ اب ذرا دیکھیے وہ دھند میں بیٹھا کیا کر رہا تھا آپ نہیں سمجھ سکو گے

There is no knowledge with you.

مگر کوئی کاسمالوجسٹ بیٹھا ہو تو ایک پل میں کہے گا حیرت انگیز

So wonderful, this is so true.

وہ پاگل ہو جائے گا "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً "

How dare you to deny me.

اور تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو نالائقو۔ چھوٹے چھوٹے بندو تمہیں میرا پتا ہی نہیں ہے۔ "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی"

How dare you deny me.

"ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاء" تمہیں نہیں معلوم کہ شروع میں زمین وآسمان ایک تھے۔ ایک Mass تھے ایک وجود تھے "ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما"(الانبیاء: آیت ۳۰) پھر ہم نے جبراً انہیں پھاڑ کر جدا کر دیا.We tore it apart ایک بار میرے پاس ایک کاسمالوجسٹ آ گیا۔ وہ Ph.D تھا۔ وہ مجھے کہنے

Marfat.com

لگا کہ میں عالم اسلام گھوما ہوں۔ ایک سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا یار عالم اسلام آج کل ذرا سستی کا شکار ہے۔ بہر حال ہو سکا تو میں آپ کو جواب دے دوں گا۔ اس نے کہا کہ Christian Theology میں اس کائنات کی عمر چھ ہزار سال ہے اور Indian Mythology کے حساب سے کوئی اٹھارہ ہزار سال ہے۔ اسلام Origin of universe کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا یار بات سنو، تم گمان نہ کرنا کہ میں کوئی تاویل کر رہا ہوں آیت سنا دیتا ہوں اندازہ تم خود لگا لینا۔ میں اسے انگریزی میں لٹرل ٹرانسلیٹ کر دیتا ہوں تو میں نے اسے سنایا۔ ''اولم یر الذین کفروا ان السمٰوت والارض کانتارتقا ففتقنٰھما وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی''

In the beginning the heaven and earth were one mass then I tore them apart.

تو اچھل کر کرسی سے کہنے لگا This is big bang.

This is big bang. تو میں نے کہا یار تو تھوڑی سی کاسمالوجی جانتا ہے تو تجھے اس آیت سے بگ بینگ کا پتا چل گیا ہے۔ میں اپنے تمام علماء کے سامنے یہ آیت پڑھوں تو انہیں Big Bang کا پتا نہیں لگتا۔ یہ ٹریجڈی ضرور واقع ہوتی ہے۔ اب ذرا دوسری آیت دیکھیے اسی سے ملحقہ ''وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی'' (الانبیاء: آیت ۳۰) ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ بات آپ ہزاروں مرتبہ پندرہ سو برس سے قرآن میں پڑھ رہے ہیں ''وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی'' (الانبیاء: آیت ۳۰) کہ ہم نے تمام اشیاء کو پانی سے پیدا کیا لٹرل ٹرانسلیشن آپ کو کبھی بھی سمجھ نہیں آئی۔ کسی مسلمان نے دعویٰ نہیں کیا۔ کسی نے اس پر فلسفے اور سائنٹفک استدلال کی بنیاد نہیں رکھی ہے۔ جب سر جیمز جیم نے کہا نا

All life is created out of water.

آپ کو فوراً یقین ہو گیا۔ It is very simple کہ قرآن کا مطالعہ چھوڑ دیا گیا، صاحب قرآن اٹھ گئے، خدا نے جس علم کے لیے آپ کو پیدا کیا تھا وہ آپ نے چھوڑ دیا۔ آپ کیوں برطانیہ اور امریکہ کے فلاسفروں اور سائنٹسٹوں پہ اعتبار کرتے ہیں۔ وہ تو انسانی محنت کے ساتھ قائم ہیں، انہوں نے تجسس کی راہیں ڈھونڈی ہیں۔ اللہ کو مولوی پسند ہیں، قطعاً نہیں، میں آپ پسند ہیں، قطعاً نہیں، اس کے پسندیدہ ہم اور آپ نہیں ہیں نہ کوئی ڈاڑھیوں والے نہ بغیر ڈاڑھیوں والے نہ کوئی مہاجر نہ کوئی مقامی۔ اللہ کے پسندیدہ ترین لوگ کون ہیں۔ ''الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم'' (آل عمران ۳-۱۹۱) کہ صبح اٹھتے بیٹھتے کروٹوں کے بل خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ''ویتفکرون فی خلق السمٰوت والارض'' (آل عمران ۳-۱۹۱) اور زمین و آسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک قصہ رہ گیا۔ ہم تسبیح کے لیے رہ گئے وہ غور و فکر کے لیے ہیں۔ بھئی جڑو گے تو کوئی دلیل خداوند پیدا ہوگی نا۔ وہ پروردگار یہ کہتا ہے۔

''لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ'' (الانفال: آیت ۴۲) جو ہلاک ہوا، وہ دلیل سے ہلاک ہوا جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا ''وان اللہ لسمیع علیم'' (الانفال: ۴۲)۔ اللہ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اندھا دھند اعتقاد والے مراد کو پہنچ گئے، اندھے اعتقاد کو پہنچ گئے، وہ مراد پا گئے جو بے عقل تھے۔ خدا کو کہنا چاہیے تھا

Marfat.com

جس کو میراث اور وراثت میں دین ملا وہ کامیاب ہوا لیکن خدا نے یہ نہیں کہا فرمایا ''ان شر الدوآب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون'' (الانفال: آیت ۲۲) میرے نزدیک انسانوں میں بدترین جانور وہ ہیں جو میری آیات پر بغیر غور و فکر کے عمل کرتے ہیں، غور و خوض نہیں کرتے۔ سوچتے نہیں اب میں کیا کرسکتا ہوں، اگر مجھے قرآن کی وضاحت ہاکنگ دے رہا ہے۔ آئن سٹائن دے رہا ہے۔ والسن دے رہا تو میں کیا کیا وضاحت کرسکتا ہوں۔ قرآن مغرب دے رہا ہے مگر مغرب کے نصیب میں قرآن نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایمان کی رتی ہوسکتی ہے آپ کے پاس وضاحت نہیں ہے۔ بحران ہر سمت ہے، مشرق و مغرب میں بحران ہے۔ وہ خدا کے بغیر بحران میں مبتلا ہیں، ہم خدا لے کے بحران میں مبتلا ہیں۔

خواتین و حضرات! اعتدال علم، غور و فکر، سوچنا اور سمجھنا انسان کی شناخت ہے۔ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو کہا مجھے ذرا چل کے دکھا پھر عقل آگے بڑھی، پیچھے ہٹی، خدا نے کہا تو مجھے اچھی لگی، تیرے جیسی کوئی چیز میں نے پیدا نہیں کی پھر اسے انسان کو دے دیا پھر وہ بیچاری تب سے رسوا اور ذلیل ہے۔ عقل سے عاری لوگ خدا کے ناپسندیدہ ہیں اور خوف ان کے مذہب کا مرض ہے۔ خوف مذہب کے لیے انس اور محبت کو پیدا نہیں ہونے دیتا جب عقل کم ہوتی ہے اور جب علمائے اسلام اس بہتر سمت کو نہ دیکھیں، ان آیات کے مطالعے کو لوگوں کے لیے عیاں نہ کریں اور یہ Historical Fact ہے کہ جب برہمن اس ہندوانہ معاشرے میں کھشتری سے جنگ ہارنے لگا تو اس کو بڑا افسوس ہوا کہ ہم تو عاقل و بالغ تھے ہم تو دانشور تھے لیکن کھشتری فوجی آ کے ہم سے اقتدار چھین کے لے گئے۔ مثل مشہور ہے کہ جب چندر گپت موریا کے زمانے میں اپنے وقت کا عظیم دانشور کوٹلیا جو بادشاہ کو مشورے دیا کرتا تھا تو اس نے بادشاہ کے لیے ایک مکمل جاسوسی کا ایک نظام مرتب کیا اور اس کو بتایا کہ یہ بادشاہت کا طریقہ ہے کہ کسی انسان سے بھی جاسوسوں کی نظر نہ ہٹاؤ تو بادشاہ نے تنہائی میں سوچا کہ یہ چالاک آدمی ہے، اتنا دانشور ہے کہ مجھے اتنا قیمتی مشورہ دے رہا ہے تو اس نے ایک اور خفیہ نظام ترتیب دیا تو مثل مشہور ہے کہ کوٹلیا نے چندر گپت موریا کو خفیہ نظام سکھائے اور اس کے بدلے میں چندر گپت موریا نے ایک سیکرٹ سروس پوری کوٹلیا پہ لگا دی کہ اس کی مکاریوں سے بھی مجھے آگاہ ہونا چاہیے۔ تو جب برہمن نے یہ دیکھا کہ کھشتری صرف فوجی طاقت کی وجہ سے مجھ پہ قابو پا گیا ہے تو پھر اس نے طریقہ سوچنا شروع کر دیا کیونکہ مذہبی تو تھے، تو اس نے سوچا کوئی ایسا طریقہ ہو کہ میں کھشتری کو کسی طریقے سے اپنے بس میں لاؤں۔ تو خواتین و حضرات برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خوف کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی Allure ٹیکنالوجی اور Religious Fear کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی Allure کیا گیا اداسیوں کے رقص کے ساتھ۔ آپ کوئی منظر اٹھا کے دیکھ لیں برصغیر کا کوئی منظر دیکھ لو آپ کالی کا ہو یا دُرگاہ کا یا شیوا کا ہو یا وشرو کا، گھنشام کا ہو کوئی منظر دیکھ لو دو صورتیں آپ کو نظر آئیں گی ایک طرف میوزک گھنٹیاں بجتی ہوئی، ساز ہیں، رنگ ہیں، اداسیوں کے رقص ہیں اور دوسری طرف چھوٹے چھوٹے تاریک خانوں میں نیم دھندلکوں میں، چراغوں کی روشنی میں زبانیں نکلی ہوئیں، دیوی دیوتا۔ خون آشام دیویاں ہولناک بت طرز کے نئے اور یہ دو طریقے ایک سادہ دل راجپوت کو پھنسانے کے لیے برہمن نے استعمال کیے ایک طرف اس کو لالچ دیا، فریب دنیا دیا، رقص و سرور دیا، میوزک دیا اور دوسری طرف اس کے اعصاب پہ خوف بٹھا دیا۔ وہ بیچارہ راجپوت جب گھر واپس آتا تھا تو اس کو ایلورنگ فلاسفی کم ہی نظر آتی تھی اس کو تو وہ کالی زبان نکلی ہوئی اور بارہ ہاتھوں کی کالی دیکھ کے وہ ساری رات کانپتا رہتا تھا۔ اس خوفناک ماحول میں نیچرلی

Marfat.com

اب اس کو ضرورت پڑی کہ خوف اور آسیب سے کیسے نجات پائے۔ لہٰذا مجبوراً اس نے برہمنوں کا سہارا لینا شروع کر دیا، برہمن جو فزیکل طاقت Use کر بیٹھا تھا وہ دوبارہ اس مذہبی طاقت کے ذریعے کھشتریوں پہ غالب آ گیا خواتین وحضرات! بدقسمتی ہوئی، جب اسلام انڈیا میں آیا تو اسلام کے بارے میں ایک واضح بات تھی اور وہ انسائیکلوپیڈیا آف Religion کا مصنف کہتا ہے کہ

There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam. that no methology was possible.

کہ اللہ کی واحدانیت اتنا کڑا احساب تھا اور اسلام اتنی سخت ججمنٹ دے رہا تھا کہ دیو مالا بنانا ممکن ہی نہیں ہو سکا، کوئی دوسرا بت پیدا ہی نہیں ہو سکا۔ اب ہندو مایوس ہو گیا، ہندو اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اسلام میں میرے پاس واحدنیت کا کوئی توڑ نہیں تو اس نے علمائے اسلام کو دوسری ٹیکنالوجی ٹرانسفر کر دی۔ خوف کی، دہشت کی، عذاب قبر کی، سانپوں کی۔ وہ خواتین و مرد ہندوؤں سے لی ہوئی بڑی بڑی کتابیں لے کر پھرتے تھے جیسے قبر میں سانپ لپٹے ہوئے۔ فلاں جگہ پہ لپٹا ہوا ہے۔ عورتیں ان کو دیکھ کر کانپتی تھیں اور مدعا یہی تھا کہ اس خوف سے نجات حاصل کرنے کے لیے عوضانہ پیش کریں۔ تحفظات کا فلسفہ عمل پذیر ہوا۔ ہم سے تو کرسچین بہت بہتر تھے۔ ماشاء اللہ انہوں نے آسان ٹیکنیک نکال لی، وہ خوف و وحشت سے بچ نکلے۔ انہوں نے کہا کہ یسوع مسیح کے خون میں نہا لیا، وہ پاک ہو گئے، انہوں نے بات ہی ختم کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر نے ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا۔ لہٰذا اب ہمیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، پروردگار نے اپنی جانب سے بندہ بھیج دیا اور اس نے پوری نسلِ انسانی کا ذمہ اپنے اوپر اٹھا لیا اور پھر وہ قربان ہو گئے اور انسان کو گناہوں سے نجات دے دی۔ ان کے لیے ایک Easy Escape قائم ہو گئی۔ دیکھیے ہمارا کیا حال ہے۔ ہمارے پاس امید والا ایمان نہیں رہا۔ ہمارے پاس خوف والا ایمان رہ گیا۔ آپ دیکھیے کہ ایک شخص صبح کو آپ کو تھری پیس میں ٹائی میں، پائپ لگائے آپ کو نظر آتا ہے تین مہینے کے بعد وہ پانچے اونچے لمبی سی ڈاڑھی سر گھٹا ہوا۔ اب اس ماہیت پہ حیران رہ جائیں گے کہ خداوند کریم یہ کیا انقلاب آ گیا چلیے اور چھوڑ دیجیے ذرا دیکھیے خوف کا فلسفہ کیا کام کرتا ہے۔ مشہور کرکٹر کو تو آپ نے دیکھا ہو گا۔ جناب سعید انور صاحب کو۔ بھئی سعید انور میاں سوچنے کی بات ہے کوئی اس سے پوچھے کہ ساری زندگی تمہیں اسلام کا خیال نہ آیا، موصوف کی چھوٹی بچی فوت ہو گئی "قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون" (البقرۃ: آیت ۵۶) خدا اس بچی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ حضرت ایک دم ہی اس گلٹ سائیکالوجی کے اسیر ہو گئے یعنی اتنا صدمہ پہنچا کہ اس صدمے میں موصوف مجنون ہو گئے۔ ایک دم سے ہی Beyond Average ڈاڑھی رکھ لی۔ Beyond Average تبلیغ میں نکل گئے۔ اس قسم کی ہیوی شفٹ کبھی بھی ذہنی صحت کی علامت نہیں ہوتی۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ادھر بھی سعید انور Extremist تھا۔ ادھر بھی سعید انور Extremist ہے یعنی یہ رستہ ہو یا وہ رستہ ہو یہ اعتدال کے رستے نہیں اور ایمان اعتدال میں ہے۔ اگر پروردگار کو اعتدال سے آگے بڑھنا منظور ہوتا تو کبھی یہ بات نہ کہتے کہ "قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا" قتل کرو میرے لیے قتل کرو مگر زیادتی نہ کرو "ان اللہ لا یحب المعتدین" (البقرۃ: آیت ۱۹۰) بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہے اب دیکھیے ادھر بھی اللہ میاں یہی کہتا ہے "قل

Marfat.com

یا عبادی الذین اسرفوا" (الزمر: آیت ۵۳) بھئی میں نے Reporduction کے لیے سیکس دی تھی۔ میں نے مال خرچنے کے لیے دیا تھا تم بخیل بن گئے تم بل گیٹ بن کے بیٹھ گئے۔ وہ بیچارہ بھی خوفزدہ ہے خلق کے سامنے آنے سے تم قارون بن گئے۔ تم نے مال واسباب کی چابیاں گننی شروع کر دی۔ ایک صاحب مجھے ملے اور کہنے لگے میرے پاس سالانہ 21 کروڑ روپے کا منافع آتا ہے۔ جو پہلے آ چکا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر میں ساری زندگی میں کوئی کام نہ کروں اور اگر ایک دو کروڑ بھی ماہانہ خرچ کروں تو پھر بھی مجھے اگلے سو برس تک کی نہیں ہے مگر پھر بھی میں کیوں پیسہ کمانے کے کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ میں نے کہا بھئی بات تو بڑی Simple سی ہے کہ پیسہ پہلے ضرورت ہے، جب آپ ضرورت سے گزرتے ہو تو آسائش ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز ادھر سے خریدیں مال واسباب اکٹھا کیا پھر جب آپ آسائشات سے گزرتے ہو تو پھر تعین ہو جاتا ہے کہ آپ کو قیمتی ترین اور اعلیٰ ترین چیزیں خریدنے کا شوق ہے، نوادرات خریدنے کا۔ ایک جہاز بھی لے لیا موٹر بوٹس بھی لے لیں، آپ نے پورا بیڑا لے لیا مگر جب اتنا سارا پیسہ ہوگا تو یہ ساری چیزیں خریدنے کے بعد پھر بچ گئے اب آپ کو چیزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اب اگر پیسہ کما رہے ہو تو صرف پیسے کے لیے کما رہے ہو اب یہ پیسہ آپ کو ضرورت نہیں آسائش نہیں، تعیش نہیں۔ آپ کا پیسہ خدا ہے، اللہ ہے۔ اب اس کے حضور جانا اس کی زیارت کرنا اس کو دیکھنا صبح شام اس کی فکر کرنا یہ وہی انس ہے جو اللہ اپنے لیے چاہتا ہے۔ یہ وہی انس ہے جو پیسے کے لیے آپ کے لیے پیدا ہو گیا ہے۔ یہ وہی انس ہے جو اللہ نے ایمان کی پہلی شرط قرار دیا کہ اللہ کی خاطر محبت کرنا، اللہ کی خاطر دشمنی کرنا اب آپ کو پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کثرت مال واسباب دیتا ہے مگر کثرت مال واسباب عثمانؓ کو دیتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت بڑے سرمایہ دار تھے۔ جب فوت ہوئے تو عجیب وغریب وصیت لکھی۔ اب دیکھیے نا مسلمان اللہ سے محبت کرنے والا جو سرمایہ دار ہے اس کی فطرت ہی عجیب ہوتی ہے۔ وصیت میں لکھ گئے کہ میرے اثاثے سے سب سے پہلے تمام بدری اصحاب کو ایک ایک لاکھ درہم دیا جائے، اس کے بعد میری اولاد کو اور دوسروں کو دیا جائے۔ یہ وہ سرمایہ دار ہے جو اللہ سے انس کرتا ہے اور اس صاحب کو خداوند کریم کی رضا حاصل ہے۔ خواتین وحضرات! میں آپ سے عرض کر رہا تھا بات سے بات نکل آتی ہے کہ خداوند کریم نے کہا کہ یہ آپ کی انسانی صفات ہی آپ کی خصوصیات ہیں۔ تھوڑا سا غصہ ضروری ہے تھوڑا سے جذبہ ضروری ہے، ممتا ضروری ہے، تھوڑی سی سیکس ضروری ہے مگر جب آپ ان کو بے جا خرچتے ہیں۔ میں نے آپ کو جائز کاموں کے لیے دی ہے۔ آپ نے اس کو بے جا خرچا تو خدا اس صلاحیت کو جس کا بے جا مصرف ہو اس کو اسراف کہتا ہے اور گناہ نہیں کہتا اسراف کہتا ہے۔

Package which i gave to you for spending your life, in normal way, you see, you over did it. You accessed you committed accesses.

یعنی تم معتدل نہیں رہے اس لیے فرمایا" قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" (الزمر: آیت ۵۳) تم نے بہت اسراف کیا بہت زنا کیے بہت غلطیاں کیں مگر سب سے بڑی غلطی نہ کر بیٹھنا "لاتقنطوا من رحمة اللّٰہ" (الزمر: آیت ۵۳) میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ خواتین وحضرات ایمان کا فیصلہ بھی یہی ہوگا "لاتقنطوا من رحمة اللّٰہ" اب آپ دیکھیے خدا نے ڈھیر سارے گناہ ایک طرف کر دیے، سارے گناہ ایک طرف کر دیے، اور سب سے

بڑا گناہ یہ قرار دیا "لاتقنطوا من رحمة اللهِ" کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً" اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کرتا ہے "انهٗ هو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت ۵۳) میرا تو کام بخشنا ہے۔ میرا تو کام ہے۔ تم عجیب مسلمان ہو، خطا کرتے ہو۔ گناہ کرتے ہو، اور رجوع نہیں کرتے ہو۔ مجھے اپنا سب سے زیادہ مرغوب و محبوب کام نہیں کرنے دیتے ہو۔ میرا تو سب سے زیادہ مرغوب و محبوب کام بخشنا ہے۔ تم کو کیا آپ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سنی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اصحابؓ تشریف فرما تھے ادب کا یہ عالم تھا کہ محدث لکھتے ہیں کہ اس طرح مؤدب تھے جیسے ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوں یعنی سر ادب واحترام سے ہلاتے ہی نہیں تھے۔ بنو اسرائیل کے زاہدوں کی باتیں ہوئیں عبادت گزاروں کی باتیں ہو رہی تھیں تو ایک مسلمان صحابیؓ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی پہلی قوموں کی طرح ہیں، تقویٰ اختیار کریں گے، عبادات کریں گے اور کبھی گناہ نہیں کریں گے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ جیسے تمازتِ آفتاب سے سرخ ہوتا ہے، ایسے سرخ ہو گیا۔ فرمایا تم ایسی بات کرتے ہو تو خدا سخت ناراض ہوگا۔ تمہیں صفحۂ زمین سے نیست و نابود کر دے گا۔ اے متقیو! اے دعویٰ تقویٰ رکھنے والو! اگر تم گناہ نہ کرنے کا عزم کرو گے اور خدا کے سامنے اپنے تقوے لے کے جاؤ گے تو خدا تمہیں صفحۂ زمین سے نیست و نابود کر دے گا اور تمہاری جگہ ان لوگوں کو لائے گا کہ جو خدا پر اعتبار رکھیں، خطا کریں گے گناہ کریں گے اور اس سے توبہ کریں گے اور اللہ ان کو بخشنے میں زیادہ خوشی، حلاوت، محبت اور مسرت محسوس کرے گا۔ خواتین و حضرات! کیا اس سے محسوس نہیں ہوتا کہ گناہ اعصاب کو شل کرتا ہے، یہ ایک ایسی ناقص فلاسفی ہے جس کی وجہ سے آج کے ماحول میں ہیوی ڈپریشن جاری ہے جس کو دیکھو گناہ پر کف افسوس مل رہا ہے۔ کہاں کہاں گناہ ہے۔ رزق میں کمی ہوگئی او بھئی رزق میں کمی ہوگئی تو اللہ کو کیوں نہیں کہتے۔ اللہ کو منبع اور ماخذ کیوں نہیں سمجھتے یہ کیوں نہیں کہتے "ان اللہ یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر" کہ جس کو چاہے رزق عطا کرتا ہے جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے۔ اس کے بجائے حضرت کیا فرمائیں گے اور یہ فلاسفی آف گلٹ ہر مسلمان گھرانے میں موجود ہے۔ فرمائیں گے میرا خیال یہ ہے کہ فلاں مقبرے سے گزرتے ہوئے میں نے فلاں جگہ پیشاب کر دیا تھا اس کی وجہ سے میرا رزق بند ہو گیا۔ فلاں درخت کے نیچے میں نے یہ کر دیا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک بوڑھے آدمی کو گالی دی تھی، اس کی وجہ سے میرا رزق بند ہے۔ آپ ہر جگہ گلٹ کو لے آتے ہو۔ ہر جگہ گلٹ آجاتا ہے یعنی رزق کی کمی اور کشادِ قلب کا ختم ہونا، اس کی بنیادی وجہ اسبابِ ظاہر میں نہیں ڈھونڈتے، اسبابِ غیاب میں نہیں ڈھونڈتے، آپ اللہ کی مرضی میں نہیں ڈھونڈتے ہو بلکہ آپ اس کو ایک گلٹ بنا لیتے ہو۔ You try to locate the reason. اور Reson اور کوئی بنتی نہیں۔ آپ کو کوئی جرم یاد آجائے گا، کوئی گناہ یاد آجائے گا آپ کو کوئی خطا یاد آجائے گی اور آپ آکے کہو گے کہ مجھ سے خطا ہوگئی تھی۔ اس کے برعکس، آپ قرآن پہ یقین نہیں رکھتے۔ یہ سچا ایمان نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحارث دونوں اکھٹے بیٹھے تھے۔ ایک شخص سوال کرنے آیا کہا جنید توبہ کیا ہے۔ جنید نے کہا ابوالحارث جواب دینگے۔ حارث نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔ اس نے کہا جنیدؒ آپ توبہ کے بارے میں کیا کہتے ہو جنیدؒ نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ رہے۔

خواتین و حضرات! آپ دیکھتے ہو یہ بہت بڑے مسلمان آئمہ ہیں اور کیا الٹ بات ہے کہ ایک کہتا ہے کہ گناہ

Marfat.com

تجھے ہمیشہ یاد رہے اور ایک کہتا ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ ہو۔ مگر خواتین و حضرات! علم کا فرق ہے جنید بہت بڑا عالم ہے۔ اس پائے کی ذہانت ہے کہ عبدالقادر جیلانیؒ اور عثمان ہجویریؒ جیسے جنیدؒ کی شاگردی میں تفاخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسا Intellectual ہے جو کہتا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اگر آپ گناہ کو یاد کرتے رہو گے تو تھوڑے عرصے کے بعد اس گناہ کے اثرات زائل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ وہ جو پہلا رونا ہے وہ دوہرا رونا نہیں ہوگا۔ تیسرے چوتھے دن آپ کے آنسو خشک ہو جائیں گے۔ پانچویں دن لذت گناہ توبہ کے ساتھ چلی آئے گی، ساتویں دن پھر وہی گناہ کرو گے۔ یہ توبہ نہیں ہے اگر ہے تو ناقص توبہ ہے۔ جو جنید نے کہا وہی اصلی توبہ ہے کہ تجھے گناہ یاد نہ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو خدا سے کمٹ کر کہ میں نے آئندہ یہ بات نہ سوچنی ہے نہ کرنی ہے۔ یہ آپ کے غیر متوازی رستے ہیں Parallel رستے نہیں چلیں گے بلکہ ایک رستہ مشرق کا ہے ایک مغرب کا ہے۔ آپ نے عہد کیا کہ اس سمت جاؤں گا نہیں۔ آپ نے اللہ سے توبہ کی کہ میں اس راہ گزر پہ کبھی سفر فرما نہیں ہوں گا۔ میں کبھی سوچوں گا بھی نہیں۔ یہ اصل توبہ ہے۔ اگر گناہ یاد کرتے رہو گے تو لذت گناہ غالب آجائے گی اور پھر خطا کے مرتکب ہوں گے۔ خواتین و حضرات! ترکِ گناہ کا یہی طریقہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا توبہ آسان ہے۔ اور ترک گناہ مشکل ہے، اس لیے کہ یہ عادت ہے۔ کبھی کبھی گناہ عادت بن جاتا ہے۔ اور آپ خیر کے ارادے کی خواہش کے باوجود گناہ ترک نہیں کر سکتے۔ خواتین و حضرات! مختصراً میں آپ سے حضرت صدیق اکبرؓ کے قول مبارک پر یہ بات ختم کر رہا ہوں فرمایا ایمان بیم و رجا کے درمیان ہے۔ فرمایا جب میں اپنی خوبیوں پر نگاہ کرتا ہوں، جب اللہ کے وعدوں پہ نگاہ کرتا ہوں۔ جب بخشش اور کرم پہ نگاہ کرتا ہوں تو مجھے خیال آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جنت میں جو سب سے پہلا شخص ہوگا، وہ میں ہوں گا اور جب اپنی کی اعمال پہ نگاہ کرتا ہوں، جب میں اپنے اعمال پہ نگاہ کرتا ہوں، اپنی خطاؤں پہ نگاہ کرتا ہوں تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ شائد سب سے پہلے میں جہنم میں ڈالا جاؤں گا تو اہل دل نے کہا کہ جو صدیق اکبرؓ کا ایمان ہے وہی افضل و بہتر ہے کہ بیم و رجا میں ہے مگر بیم و رجا کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں اپنے آپ سے کبھی مطمئن نہ ہو۔ خوف اپنی ذات میں ہو کہ میں اپنی کی اور بیشی کے سبب خدا سے زیادہ دور جا رہا ہوں تو اس کے دل میں خدا کی محبت کا خوف ہو اور وہ کوشش یہ کرے کہ خدا کی محبت مجھ سے دور نہ ہو۔ اگر مومن کے دل میں کوئی خوف ہوتا ہے تو پروردگار عالم سے دوری کا خوف ہوتا ہے اور اگر اس کے دل میں اگر کوئی امید ہوتی ہے تو اللہ کی محبت اور آرزو کی امید ہوتی ہے اور ایمان ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ ایمان Guilt Conscience میں نہیں ہے۔ ایمان Over Expectation میں نہیں ہے بلکہ ایمان خدا سے ہر وقت امید رکھنے میں ہے، اپنے آپ سے ہر وقت نا امیدی کے عالم میں ہے۔

اللہ کی خشیت کا ہمہ گیر فلسفہ

سوال: اللہ سے ڈرنے کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! سوال یہ ہے کہ اللہ نے پیغمبر بھیجے، حضورؐ نے خوشخبری بھی دی، گناہ کرنے پہ ڈرایا بھی، اگر انسان دانستہ گناہ کرے گا تو اللہ کی طرف سے اس کی سزا بھی سنائی گئی ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق انسان گناہ

Marfat.com

کرنے کے لیے راغب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ گناہ کرنے والے کو میں معاف کروں گا۔ اس پر ذرا صورتحال بتایئے خواتین وحضرات! میں نے آپ کو زیادہ تر یہ بتایا ہے کہ خدا کی محبت گناہ پہ غالب آتی ہے اور گناہ انسان کا ایک ذاتی عذر اور خوف بن جاتا ہے۔ اصل میں اتنی گناہ کی سزا نہیں جتنی عذر گناہ کی ہے۔ جب آپ Justify کرنا شروع کر دیں عذر گناہ کو۔ جب Basically ایک کمپیوٹر بھی ناقص ہے۔ جب انسان Incomplete ہے۔ جب قرآن میں اللہ کہہ رہا ہے۔ "فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی" (النجم: آیت ۳۲) کہ کبھی اپنے آپ کو متقی نہ کہو میں جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔ تو انسان اگر اپنی ذات پہ گناہ گار اور ناقص کا گمان کرے تو جائز نہیں ہے۔ انسان اگر خدا سے یہ کہے اللہ کا یہ حق ہے بندے پر کہ بندہ اس کو واحد جانے، اس کو مانے اور خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ Basically میں نے انسانوں سے جو صلہ طلب کرنا ہے وہ گناہ وثواب کی صورت میں نہیں کرنا۔ اگر آپ نے گناہ کیے ہیں تو آپ کے ہیں۔ اگر آپ نے ثواب کمایا ہے تو آپ کا ہے۔ اللہ کو یہ چیزیں نہیں پہنچتیں۔ اس کی جو سزائیں ہیں وہ شرع میں ہیں، معاشرے میں ہیں اور حضورؐ کی حدیث ہے کہ پھر ایک انسان نے ایک مسلمان نے گناہ کیا اگر اس کی سزا اسے دنیا پہ مل گئی تو اللہ نے اسے معاف کیا اور اگر اس کی پردہ پوشی کی گئی اور اللہ نے اسے چھپالیا تو یہ پھر اللہ پہ ہے، اسے چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ اس کا کوئی تعلق ہم خداوند کریم سے براہ راست نہیں جوڑتے۔ اللہ میاں نے بار بار قرآن میں کہا ہے کہ بھئی تمہارے گناہ تمہارے لیے، جو کوئی اچھے اعمال کرے گا اس کے ثواب اس کے لیے، جو برے کام کرے گا، برے اعمال کا نتیجہ اس کے لیے پھر اللہ کو کیا چاہیے۔ اللہ کو تو وہی بات چاہیے جس کے لیے اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ اس نے آپ کو ایک ذہنی برتری اور فوقیت بخشی۔ اس نے آپ کو ذہانت عالیہ بخشی۔ اس نے اشرف المخلوقات کا آپ کو تحفہ دیا۔ اس نے ملائکہ سے آپ کو بہتر چنا۔ ذہنی اعتبار سے ایک امانت عطا کی۔ ایسی امانت جس کو اللہ نے کسی اور کو عطا کرنا تھا مناسب نہ سمجھا۔ اب ظاہر ہے کہ خدا نے جو چیز آپ کو دی ہے اس کا کوئی کام بھی تو متعین کیا ہوگا۔ اس کا بھی تو کوئی صلہ اور طلب رکھے تو صلہ یہ رکھا۔ "واذ قال ربک للملا ئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ" (البقرۃ: آیت ۳۰) کہ میں نے زمین وآسمان میں آپ کو معزز کروں گا۔ بلا زمین پہ رہا ہوں، مگر معزز آپ کو جنت میں بھی کروں گا اور دوسرا یہ کہا کہ دیکھو بھئی میں آپ کو صرف ایک کام کے لیے بھیج رہا ہوں۔ "ان ھدینا ہ السبیل اما شاکر و اما کفورا" کہ عقل وشعور صرف اس لیے بخش رہا ہوں کہ تم چاہو تو مجھے جانو اور مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔ اب دیکھیے اب واضح بات ہے کہ اللہ کا کنسرن آپ کی اس Mental Capacity سے ہے۔ جس میں آپ اللہ جانتے ہیں یا مانتے ہیں۔ یا نہیں جانتے یا نہیں مانتے۔ فرمایا "ما یفعل اللہ بعذابکم" (النساء: آیت ۱۴۷) مجھے کیا پڑی ہے تمہیں عذاب کروں، دیکھیں نا انداز اللہ کا۔ کہ مجھے کیا پڑی ہے اے بندگان خدا اے میرے بندو! مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں۔ "ان شکرتم و انتم" اگر تم مجھے ماننے والے ہو اور مجھ پہ ایمان رکھتے ہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں۔ باقی جو آیات قرآن حکیم ہیں۔ عذاب وثواب کی اگر آپ غور کریں تو ان کو شفٹ کر کے احادیث میں Clarify کر دیا گیا ہے اور سب سے مشہور حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔ اس نوعیت کی کم از کم پندرہ احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اس موضوع پہ تواتر کے ساتھ احادیث مسلم اور صحیح بخاری میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلاتی اور ابو ہریرہؓ نے سوال کیا حضرت ابوذر کی حدیث میں مزید اس پہ سوال کیے۔ چاہے اس نے زنا کیا ہو۔ چوری کی ہو۔ فرمایا چاہے زنا کیا ہو، چوری کی ہو۔ پھر ابوذرؓ نے سوال کیا تعجب میں۔ چاہے زنا کیا ہو، چاہے چوری کی ہو۔ فرمایا چاہے زنا کیا ہو چاہے چوری کی۔

مگر آپ جب بھی گناہ Commit کریں گے وہ شراکت میں ہوگا۔ وہ معاشرے میں ہوگا۔ وہ ایک معاشرتی قانون جیسے آپ شریعہ کہتے ہیں تو شریعہ دراصل سیف ایریا کے وہ قوانین ہیں جو اللہ نے ایک معتدل اور ایک مضبوط سوسائٹی کے لیے دیے ہیں۔ اگر آپ خطا کرو گے اور اسلامی معاشرہ ہوگا اور اس پہ شہادتیں موجود ہوں گی تو آپ کو سزا ملے گی اور جس کو سزا مل گئی پھر وہ خدا کی طرف سے معصوم ہے اللہ کی طرف سے اس پہ کوئی عذر نہیں رہا۔ مگر جس کو سزا نہیں ملی اور خدا نے اس کی پردہ پوشی فرمائی۔ تو پھر یہ اللہ پہ ہے کہ اسے سزا دے یا جزا دے۔ As Such جو Conduct قرآن میں درج ہے وہ ایک اسلامی معاشرے میں ایک صحتمند معاشرے کے لیے وہ قوانین ہیں جن کو ہر معاشرہ اپنے لیے تخلیق کرتا ہے وہ امریکن معاشرے میں بھی ہیں، وہ برٹش معاشرے میں بھی ہیں، وہ انٹرنیشنل معاشرے میں بھی ہیں معمولی بات ہے کہ اللہ نے قتل کی سزا قصاص رکھی۔ اگر یورپی معاشرے نے یہ سمجھا کہ یہ سزا بڑی ناقص ہے ہم قتل کی سزا معطل کیے دیتے ہیں۔ تو آپ کرلو۔ چلو یہ تو بڑی بہتر بات ہے کہ اگر انسان معاشرے کو ایسا قانون دے جائے کہ قتل کی سزا کے بغیر مجرم ٹھیک ہو جائے تو بہت بہتر ہم بھی آپ کی بات مان لیں گے مگر اس قانون کی کامیابی شرط ہے۔ تو پھر انہوں نے بارہ چودہ سال قانون لگائے رکھا۔ کہ ہم نے قتل کی سزا قصاص نہیں لیں گے۔ قتل نہیں کریں گے۔ ماریں گے نہیں۔ مگر بارہ چودہ سال کے بعد میسز جولیانی صاحب نے دوبارہ ڈیتھ پینلٹی عائد کردی تو خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے قوانین کی پائیداری کے خلاف اگر کوئی شخص کوئی قانون پاس کرے گا اور معاشرہ اس کو جج کرے گا اور اگر وہ واقعتاً اچھے قوانین ہوں گے تو پھر ہم کہہ سکیں گے۔ خدا کے قوانین پائیدار نہیں تھے۔ معاشرہ Safe کرنے کے لیے اور یورپ کے قوانین زیادہ پائیدار تھے۔ چونکہ ہر معاشرہ اپنے تحفظات تخلیق کرتا ہے۔ قوانین بناتا ہے اس لیے اسلام نے بھی ایک معاشرہ تخلیق کیا اسلام نے بھی معاشرے کی تخلیق میں چند ایک حدود نافذ کیں۔ وہ حدود معاشرے کی سیفٹی کے لیے ہیں اس کے تحفظ کے لیے ہیں، اس لیے اگر وہ سزائیں سنائی گئی ہیں تو قانون ہے، کوڈ ہے اور اس سے انحراف معاشرے کو ممکن نہیں مگر ہم بات کر رہے ہیں اس ذہنی سطح کی جہاں انسان اللہ سے کمٹ کرتا ہے پھر اپنے وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دل میں اگر اللہ کی محبت زیادہ ہے تو وہ گناہ کرنے سے اجتناب کرے گا۔ اسے خدا کی محبت اور انس ہی اس گناہ سے روکیں گے اور بالفرض محال اس نے گناہ کمٹ بھی کرلیا تو اس کی توبہ کی رینج بڑی مختصر ہوگی۔ اور وہ بڑی شدت سے خدا کو پلٹ آئے گا اور اس کے انس کی خاطر میں نے آپ سے پہلے کہا کہ محبت کرنے والے اس لیے گناہ نہیں کرتے کہ وہ خدا سے انس رکھتے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ گناہ خدا سے دوری ہے۔ یہ بدصورتی ہے اور اللہ جمیل ہے "ان اللہ جمیل و یحب الجمال" (مسلم۔ مسند احمد ترمذی) اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور گناہ اسراف بھی ہے بدصورتی بھی ہے تو کوئی شخص جو خدا کے قریب جانا چاہتا ہے اپنے آپ کو بدصورت نہیں رکھ سکتا۔

Marfat.com

اللہ کے خوف کی معنوی پرتیں!

سوال: اللہ کا خوف کیا ہے اور اللہ سے ڈرنے کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

جواب: یہ بات میں نے آپ کو بتا ہی دی ہے کہ میرے نزدیک اللہ کا خوف یہ ہے کہ اہل ایمان اس بات سے ڈریں جوان کو اپنے اللہ سے دور کر دے۔ اس کے علاوہ خوف خدا کچھ بھی نہیں ہے، حضرات گرامی اگر رات کو ہمیں پتا چلے کہ تھانیدار صاحب نے ہمیں صبح تھانے میں بلایا ہے۔ تو رات بڑے کرب میں گزرے گی ہم بڑے پہلو بدلیں گے۔ بڑا خوف آئے گا ہم لوگ بہت ڈریں گے اگر آپ ایک تھانیدار کی طلبی کا خوف نہیں سہار سکتے تو مجھے علمائے دین بتائیں کہ خدا کا خوف کیسے سہار سکیں گے۔ اگر آپ نے دنیا کے معمولی سے بندے، ایک زور آور کا خوف ایک ایسے فوجی کا خوف نہیں سہار سکتے جس نے آپ پر بندوق تان رکھی ہو تو آپ خدا کا خوف کیسے سہار لیں گے۔ آپ کی ریڑھ کی ہڈی نہ چیخ جائے۔ آپ زندہ نہ رہ سکیں۔ کبھی بھی نہ رہ سکیں۔ دراصل یہ خوف خدا کی غلط Interpretation ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے میں تم سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھتا ہوں اور خدا کا خوف صرف ایک ہے۔ جب کہا اصحاب نے یا رسول اللہ آپ کے تو پچھلے اور اگلے سب گناہ معاف ہیں ہم تو بڑی عبادتیں کرتے ہیں تو حضور گرامی مرتبت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں اور جو اللہ کو زیادہ جانتا ہے وہ علم والا ہوتا ہے۔ ''انا یخشی اللہ من عبادہ العلما'' اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اس کے عالم ہوتے ہیں۔ اس کو جاننے والے ہوتے ہیں اور جاننے والے کو پتا ہے اللہ کس چیز سے ناراض ہوتا ہے۔ اس کو پتا ہے خدا حسین ہے، حسن کو پسند کرتا ہے، اس کو پتا ہے کہ گناہ بدصورتی ہے بدعملی ہے۔ اس کو پتا ہے کہ تلخ زبانی اللہ کو پسند نہیں۔ اس کو پتا ہے کہ حسن کلام اللہ کو پسند ہے۔ اس کو پتا ہے کہ بخل اللہ کو پسند نہیں لہٰذا جو عمومی لوگوں کے ثواب ہوتے ہیں وہ خصوصی لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں۔ پیغمبر بیچارے نے کیا کر لیا تھا۔ صرف ایک ہی بات اللہ سے کہی تھی نا۔ یونس بن متی نے کہا اتنا بڑا گناہ، وہ گناہ تھا کوئی، انہوں نے مختصر سی بات کی تھی کہ اے اللہ تو نے مجھ سے قوم کے عذاب کا وعدہ کیا تھا اور تو نے عذاب ان پہ نہیں کیا، میں بڑا شرمندہ ہوں۔ اب یہ کوئی گناہ کی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا نہیں بعض لوگوں کی جو زیادہ ذہین تر اور زیادہ عالم ہوتے ہیں ان کی خطا وہ نہیں ہوتی جو عمومی ہوتی ہے تو جتنا ذہن نفیس تر ہوتا ہے اس کا احساس گناہ بھی نفیس تر ہوتا ہے جتنی نگاہ تیز ہو گی، اشرافیہ میں سے ہو گا۔ اتنا بدصورتی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ اور ہر سطح پر خدا کا خوف یہ ہے کہ آپ وہ کام نہ کرو جس سے خدا کی ہمسائیگی سے دور ہو جاؤ اس کے علاوہ کوئی خوف خدا نہیں ہے۔

خطاب اکیڈمی ادبیات

خواتین وحضرات! بڑی مدتوں کی بات ہے کہ میں نے اپنے اندر ایک عجیب سی آرزو پائی اور وہ مجھے غیرسی لگی۔ اس کا وجود مجھے اجنبیت کا احساس دلاتا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب نارمل تعلیمی ادوار سے گزرتے ہوئے، میں یہ خیال کر رہا تھا کہ میں نے جو علم کے معاملات میں تکمیل کی آرزو کی یا میں نے جو تحقیق وجستجو کا دامن تھاما، میری مراد اس سے پوری ہوگئی، مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ جوں جوں میں علم وآگہی کی طرف بڑھتا رہا، مجھے زیادہ کرب، زیادہ بے چینی، زیادہ انتشار سے وابستگی رہی اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ علم اگر امن ہے، سکون ہے۔ اور بغیر علم انسان اگر منتشر ہے تو کیا وجہ ہے کہ دور حاضر کے قریب قریب ان تمام علوم کی تحصیل کے بعد جو کسی شناخت کے لیے ضروری ہوتے ہیں، میرے سینے میں یہ بے چینی اور یہ کرب موجود رہا اور میں طاقتور انسان بھی نہ تھا نہ میں ان مرشدان گرامی کے طرز فکر کی پیروی کرسکتا تھا جنہوں نے برصغیر میں اپنے تقویٰ، طہارت اور ریاضت کی عجیب وغریب داستانیں چھوڑی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے اپنے سرکش نفوش، تمرد وانا کو اس بیدردی سے کچلا جو کم ازکم میرے لیے ممکن نہ تھا۔ میں اس آرزو کو بڑی عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا جو ایک نوجوان کی حیثیت سے میرے سینے میں پیدا ہوگئی تھی اور یہ آرزو یہ تھی کہ کیا اس جستجو کے آگے بھی کوئی منزل فکر ہے جہاں انسان کو سکون وثبات نصیب ہو سکتا ہے۔ میں بھی لوگوں کی طرح اس زمانے کا شکار تھا جس میں کم ازکم پانچ سکولز آف تھاٹ ایسے پیدا ہوگئے تھے جو تمام کے تمام تشکیک وشبہات کو جارہے تھے۔ اور کم ازکم میرا پرانا Dogmatic Faith ان کی ضرب نہیں سہار سکتا تھا۔ میں بڑی کوششوں کے بعد یہ سمجھ رہا تھا کہ جو مذہب میرے پاس ہے جو خیال میرے پاس ہے اور جو ترتیب ذہن وقلب میں مذہبی طور پہ لے کر آیا ہوں، وہ اس انکوائری کا سامنا نہیں کرسکتی اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ میری مذہبی انڈرسٹینڈنگ میں وہ Instruments ہی نہیں تھے، وہ آلات ہی نہیں تھے، وہ ذہنی کاریگری ہی نہیں تھی جو اس ذہن کا جواب دے سکے جو یورپ اُس وقت ہم پر اعتراض کرتا رہا تھا۔ ان میں Logical Postivist تھے۔ ان میں جدلیاتی مارکسزم تھی، ان میں ایسے ایسے لوگ تھے، جیسے انتھروپالوجسٹ بھی جب بیان دینے لگتا تو خدا کے خلاف ہی دے جاتا اور یہ تشکیک کا ایسا صحرا تھا کہ جس میں یقین کی شبنم کے ایک دو قطرے بھی نصیب نہیں ہوتے تھے۔ اس بحران میں دو چیزیں ایسی ہیں جو میں نے ازخود سوچیں۔ ایک تو جب میں اپنے معاشرے، پس منظر، زندگی اور ماحول پہ نگاہ ڈالتا تھا تو مجھے ان اعتراضات میں صداقت نظر آتی تھی اور اپنے لوگوں میں بہت سارا جھوٹ نظر آتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ خاندان میں فیملیز میں ہماری معاشرت میں سوائے منافقت، جھوٹ کے اور کچھ

Marfat.com

نہیں اور میں یہ ری ایکشن کے طور پہ نہیں کر رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرا باپ کتنا سچ بولتا ہے۔ بدقسمتی سے ایک ایسا معیار تنقید مجھ میں پیدا ہو گیا تھا کہ جس کے تحت میں یہ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قول و فعل نہیں بلکہ قول و فکر کے تضادات کتنے پائے جاتے ہیں۔ جب میں اپنی فیملی سے آگے بڑھ کر دوسرے لوگوں، معاشرے، ادیبوں اور ان Highest Values کے علمبردار لوگوں کو دیکھتا تو مجھ پہ ایک عجیب سا انکشاف ہوتا کہ ہر آدمی کسی گہری آگ کی خندق میں ہے۔ اور ہر آدمی بظاہر کتنا بھی نجیب الطرفین ہو۔ دراصل سینے میں منافقت کی اتھاہ گہرائیاں لیے بیٹھا تھا۔ یہ تنقید نہیں تھی بلکہ یہ دکھ اور درد تھا جس سے میرا مذہبی تشخص مجروح ہو رہا تھا۔ میں اسلام اور مسلمان کو سمجھ رہا تھا۔ مومن کو سمجھنے کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔ میں تو Simple جدلیات کا عرفان حاصل کر رہا تھا اور میرے نزدیک لا الہ الا اللہ کا مطلب ہی یہی بنتا تھا کہ وہ بے شمار خدا اور بت جو اللہ تک پہنچنے میں حائل ہیں میں ان کو سمجھوں۔ جب میں ان کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا تو مجھے یہ شدت سے احساس ہوا کہ میرے ارد گرد کوئی اس قسم کا کوئی ایک شخص بھی نہیں پایا جاتا کہ جس سے جا کے میں یہ کہہ سکوں کہ اے بندہ خدا مجھے عرفان ذات خداوند کا پاک لمحہ چاہیے، لہٰذا تو نوازش کر اور میرے دل پہ نگاہ کرم فرما۔ مجھے کوئی ایسی نظر مل جائے جو میری کائنات بدل دے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا، وہ تمام رومانوی افسانے جو میں نے اپنے اولیائے اللہ تعالیٰ العزیز کے بارے میں پڑھے تھے نہ صرف یہاں بلکہ مغرب میں کہیں سینٹ فرانسیس آف اسیسی بولتا ہوا نظر آتا ہے اور کہیں کسی صوفی کی تعریف غلط ہو رہی ہے۔ اور کہیں کوئی جو واقعہ کوٹ کر رہا ہے، وہ غلط ہے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ غزالی حدیث غلط کوٹ کرتا ہے۔ یہ سارے واقعات مل جل کر مجھے ایک پرابلم دے رہے تھے کہ

Is God there? Is it true. Somewhere a high scepticism in my heart was convincing me.

صرف ایک مسئلہ میرے آڑے تھا اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ کسی بھی اپوزیشن کے ساتھ انصاف کے بغیر اسے Reject کر دینا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔ اگر آپ خدا کو چاہتے ہو تو جیسے ابھی تھوڑی سی گفتگو ہوئی تو ایک صاحب نے بڑی معقول بات کی کہ میں نے پہلے استدعا کی تھی کہ میں تعریف و توصیف سننے کے لیے نہیں آتا یا میں محض ایسی تنقید بھی نہیں سننے آ رہا جس میں کوئی وزن نہ ہو۔ مجھے ان لوگوں سے علم سیکھنا ہے جو مجھ پہ سوال کریں گے۔ اور اگر ان کا دل چاہا اور میری بات میں انہیں کچھ وزن نظر آیا تو ہم اور ان لوگوں کے درمیان یہ تحصیل علم کا ایک دروازہ ہے۔ میں ان سے سیکھوں اور وہ مجھ سے سیکھیں گے۔ اس لیے میں نے سوال و جواب کی شرط عائد کی تھی کہ اگر ایسا کوئی مرحلہ ہے تو میں ضرور جاؤں گا۔

خواتین و حضرات! مجھے جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش آیا وہ یہ تھا کہ میں آزاد ہوں یا غلام ہوں۔ مجھے یورپ کی فکر جو تشکیک، حریت اور شخصی آزادی عطا کر رہی تھی اس کا مقابلہ بھلا پندرھویں صدی کا ٹھاٹ پراسس کیسے کر سکتا ہے۔ اللہ کا وہ تصور جو کبھی Judaism یا کبھی کرسچین فلاسفی میں ابھرتا تھا وہ تمام فلاسفیز نہ صرف ناقص ہیں بلکہ جا بجا انسانی Guilt کے مظاہرات کی Compensation ہے۔ اس کے علاوہ مذہب میں کچھ نہیں رہا تھا۔ اور میں اپنے لیے اسلام میں بالکل Interested نہیں تھا۔ اسلام مطلوب نظر ہی نہیں تھا۔ مگر اللہ میری طلب ضرور تھا۔ جب بھی میرے دل میں

Marfat.com

اللہ کی طلب اٹھی تو میں نے اسے غریب الدیار پایا کیونکہ میرا وجود اور میری خواہش اس کی نفی کرتی تھی۔ ایک زورآور اور متمرد نفس جو تھا حاوی تھا اور وہ یہ چاہتا تھا۔ کہ اس قسم کا کوئی کمزور عقیدہ جس کے لیے عصر حاضر میں کوئی دلیل مرتب نہ ہو سکے۔ بغیر سوچے سمجھے ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔

And then i decided to make, at least, one effort.

میری کوشش صرف اتنی تھی کہ خدا کو Reject کرنے سے پہلے خدا پر ایک مکمل ریسرچ کی جائے۔ اس سے پہلے کہ میں رسم ورواج کی ہوا میں اڑتے ہوئے زرد پتوں کی طرح ان تشکیک کے خیالات کی پیروی کروں۔ میرے دل نے چاہا کہ میں خدا کو ایک موقع دوں۔ میں اب تک خدا سے ایک موقع لے رہا ہوں مگر اُس وقت میں نے یہ چاہا تھا کہ میں خدا کو ایک موقع دوں۔ میں اس غریب کو جو اپنی ہی کائنات میں غربت نصیب ہے، اس کو جاننے سوچنے، پہچاننے اور سمجھنے کا ایک موقع تو دوں۔ وہ مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ میں بحیثیت انسان اسے عقل کی روشنی میں تلاش کروں۔ اور انسان خود کہتا ہے کہ میں بھی ڈیڑھ دو ارب سال سے دوسرے جانوروں کی طرح بستا رہا ہوں۔ کہاں Primates والا انسان جو ایک لمبوتری سی Skull لیے ہوئے درختوں پر اچھلتا پھرتا تھا اور اس کے پاس ہوش وحواس کا ایک لمحہ نہیں تھا۔ اور کہاں یہ انسان جو Sky-scraper پہ بیٹھا ہوا خود خدائی کے دعوے کر رہا ہے۔ اب بہت فرق پڑ گیا ہے۔ ڈیڑھ دو ارب سال میں تو انسان کو کچھ نہ ہوا مگر دس بارہ ہزار سال کے بعد ایک دم سے انسان نے بدلنا شروع کیا اور ہم شعور کی رمق کو پتھر کی طرح بار بار Ruin ہوتے دیکھتے ہیں۔ آبادیاں بنتی دیکھتے ہیں۔ پہلے مردوں پہ پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ یعنی پہلی رسم ہی عبادت کی رسم ہے۔ مجھے اس چیز نے بڑا حیران کیا کہ جنگل سے نکلے ہوئے کسی انسان کو اگر پہلے ہی کسی چیز کا خیال آیا تو موت کا خیال آیا۔ پہلے ہی اگر کسی چیز کا خیال آیا تو قبر کا خیال آیا۔ پہلے ہی کسی چیز کا خیال آیا تو دعائیہ کلمات کا خیال ہے۔ پھول چڑھانے کا خیال آیا۔ اگر آپ عراق میں سے دریافت ہونیوالی ایک قدیم بچے کی نعش کو دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ نئی تہذیب کو بڑھتا ہوا یہ انسان دعائیہ کلمات سے اپنا سفر شروع کر رہا ہے، عبادات سے شروع کر رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ اچانک اسے کوئی رہبر نصیب ہوگیا ہے۔ مگر عصر حاضر تک پہنچتے پہنچتے یہ رہبری کہاں کھوگئی۔ اگر کوئی انسان دو بنیادی سوال نہیں سوچتا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ حق شعور ادا نہیں کرتا ہے۔ یہ ہم سب کو اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ ہم آزاد ہیں یا غلام ہیں۔ اگر خدا نہیں ہے تو ہم آزاد ہیں۔ میں ایک جبلی اقدار کا انسان ہوں۔ میں اپنی عقل کو شہوات دنیا کے لیے، شہوات ذات کے لیے استعمال کروں گا۔ میں اپنے عروج کے لیے دوسروں کو استعمال کروں گا۔ میں مقاصد ذات کے لیے اس دنیا کو مسخر کروں گا اور اگر خدا ہے تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ایسا اس لیے نہیں کر سکتا کہ پھر میں کسی ذات گرامی، کسی سسٹم یا کسی بزرگ و برتر ذات کو جواب دہ ہوں جس سے میری جان قبر تک نہیں چھوٹ سکتی۔ اور قبر کے بعد بھی مجھ پر اس کا احتساب لاگو ہے۔ میں آپ کو ایک بات بتا دوں کہ میں عذاب قبر سے کبھی نہیں ڈرا میں فرشتوں سے کبھی نہیں ڈرا۔ جنات میرے لیے Meaningless ہیں۔ میں نے ان سے کبھی خوف نہیں کھایا اس لیے کہ وہ میرے لیے فضول سی مخلوق ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس دنیا کی تمام کی تمام مخلوقات اور آسیب ایک ذات کی وجہ سے متشخص ہیں۔ اگر وہ ذات نہیں ہے۔ اگر اللہ نہیں ہے تو ملائکہ کا ہے کے، قبر کا ہے کی، عذاب قبر کا ہے کا۔ دیکھو کفار مکہ کیا خوبصورت دلیل دیتے ہیں کہ بھلا جب ہم

Marfat.com

قبروں میں جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی۔ پھر بھی ہمیں اٹھایا جائے گا۔ تو عقل اور فراست یہی کہتی ہے کہ اگر کوئی اللہ نہیں ہے تو پھر بھی ہمیں اٹھایا جائے گا۔ اگر زندگی کی یہ تمام جدوجہد اور اس کا تمام سفر قبر تک اسی طرح ہے تو یہ یقینی بات ہے کہ ہم بلا خوف وخطر خدا کے بغیر اپنا سفر شروع بھی کر سکتے ہیں اور اسے انجام تک بھی لا سکتے ہیں۔ مگر اداسی کی بات یہ ہے کہ .God is in between my liberties میری آزادی اور میرے شعور کی گرفت میں اور میری اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کے درمیان اگر کوئی ذات حائل ہے تو وہ اللہ کی ذات ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کیے بغیر میری کوئی نجات نہیں ہے۔ یا میں اسے تسلیم کروں یا میں اسے رد کردوں۔ مگر تسلیم کرنے کا جو انداز ہم میں موجود ہے وہ انتہائی ناقص ہے۔ دور کیوں جائیے جس کو ہم تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ اہل کفر کو ایک طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم صاحب شعور ہوتے، اگر تم غور وفکر والے ہوتے تو تم کبھی اپنے آباؤ اجداد کے دین پہ قائم نہ رہتے۔ تم یقیناً مجھے مان لیتے۔

حضرات گرامی! مجھ کو اور آپ کو بھی یہی کام ملا۔ اگر ہم عقل وشعور استعمال کیے بغیر آباؤ اجداد کی میراث میں سے خدا کا تصور لیے بیٹھیں گے تو ہم اہل کفر سے بھی بدتر ہیں۔ اس لیے کہ ہم بھی غور وخوض کے بغیر کسی دلیل اور فکر کے بغیر ایک ایسے خدا کا تصور پالے ہوئے ہیں جو ڈرائنگ روم ڈیکوریشن کا باعث ہوسکتا ہے مگر اس کا حقیقی تصور کبھی ہمارے سینوں میں نہیں آسکتا۔ کون سا خدا ہے، جسے جب چاہا جھوٹ کے لیے قسم کے لیے استعمال کرلیا۔ یہ کون سا خدا ہے جو فراڈ اور دجل وفریب کے وقت کبھی ہمارے آڑے نہیں آتا۔ یہ کون سا خدا ہے کہ گناہ کی ہر کشمکش میں مفرور ہو جاتا ہے اور جب ہم اپنی مرضی پوری کر لیتے ہیں تو پھر وہ دوبارہ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور ہم عذر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ہم دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں۔ یہ اس Faith کا نتیجہ ہے جسے ہم Blindly لیتے ہیں۔ کیا اللہ Blind faith کو تسلیم کرتا ہے۔ قطعاً نہیں! "ان شر الدو آب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون" (الانفال:۸-۲۲) ذرا غور کیجیے گا یعنی میرے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو میری آیات پہ اندھوں اور بہروں کی طرح گرتے ہیں اور جنہیں شعور حاصل نہیں ہے۔ یعنی انسان کو انسان نہیں کہا جو عقل وشعور استعمال نہیں کرتا وہ میرے نزدیک جانوروں سے زیادہ بدتر ہے۔ "ان شر الدو آب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون" (الانفال:۸-۲۲) کہ جانوروں میں سے بدترین جانور وہ ہے جسے ہم انسان کہتے ہیں جو عقل وشعور کی نعمت رکھتے ہوئے بھی میرے بارے میں غور وفکر نہیں کرتا اور اندھا دھند ایک میراث لیے اٹھتا ہے اور میراث لیے ہوئے قبر میں جا سوتا ہے۔

خواتین وحضرات! اب سوال یہ ہے کہ! بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ کون سا ایسا عصر ہے جس میں اللہ کے لیے دلیل موجود نہ ہو۔ کیا خدا کے لیے میں نے دلیل مہیا کرنی ہے۔ میرا تو ڈیٹا ہی اتنا نہیں ہے مگر مجھے یہ تو دیکھنا پڑے گا کہ جو اللہ ہر زمانے میں موجود ہے جو دعویٰ موجودگی کرتا ہے۔ کیا اس نے ہر زمانے کے عرفان وادراک کے مطابق اپنے لیے کوئی ایسی مضبوط دلیل رکھی ہے جو رد نہیں ہوسکتی۔ کیا آج کے زمانے میں انسانی عقل اپنی سرمستی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ وہ سانپ کا زہر ہے جو انسان خود چاٹے جا رہا ہے۔ کیا آج کی عقل یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ خدا کے لیے کوئی Positive Argument آج کے زمانے میں موجود نہیں ہے۔ کیا لوگ یہ نہیں کہتے کہ رحمٰن و رحیم وکریم وجلیل یہ سارے پیاز کے چھلکے ہیں۔ جب چھلکے اتارے جائیں تو وہ خالی رہ جائے۔ .There is no doubt

یہ تو آپ ہی کی Perception ہے۔ کیا وہ آج یہ نہیں کہتے کہ زمانہ اوّل میں جب انسان نے اپنے آپ کو قتل و غارت کرتے ہوئے دیکھا تو وہ ایک دوسرے کا قانون نہیں مان سکتے تھے۔ جب وہ ایک دوسرے کا قانون نہیں مان سکتے تھے تو انہوں نے سوچا کوئی ایسی غیر مرئی خوف کی طاقت پیدا کریں جس کے ڈر سے قبائل تھمے رہیں اور وہ جو سر سبز لہلہاتی ہوئی فصلوں میں کوئی سادہ دل دیہاتی نکلتا تھا تو اس کی سرسراہٹ کی آواز آسیب کی طرح لگتی تھی تو پتا نہیں کتنے اس نے دیوتا سرسراہٹ کے بنا ڈالے جس کو آپ پینتھی ازم بھی کہہ لیتے ہیں۔ اتنے سارے تصورات کے ہوتے ہوئے اور اتنی ساری Developments جو انسان نے جہالت سے علم کو آتے ہوئے کی ہیں اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان کے پاس خدا کو نہ ماننے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر موجود رہا ہے۔ مگر خواتین وحضرات! خدا کی طرف سے بھی ہر زمانے میں کوئی ایسی دلیل موجود ہونی چاہیے تھی جو معجزہ یا خارق عادت ہے اور خارق عادت کا وجود کسی کم علم معاشرے میں دلیل کے طور پر ہی ہوتا ہے اور وہ دلیل یہ ہوتی ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کے وجود پہ ہمیں یقین دلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا کام کر کے دکھاؤ جو ہمارے نزدیک Impossible ہو اور اگر کسی پیغمبر کی ایک پھونک پانی کے گلاس کو دودھ کے گلاس میں بدل دے تو ظاہر ہے کہ اہل کفر کے لیے یہ امر محال ہے لیکن اگر یہ امر محال ممکن ہوسکتا ہے تو خدا بھی ممکن ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہر معاشرے میں عقلی بلوغت اور Level کے مطابق انبیاء علیہ السلام اپنے دلائل لاتے رہے، جیسے حضرت ابراہیمؑ۔ جن کے زمانے میں تمام عقل والے عقل ابراہیمؑ سے لیتے ہیں۔ میں نے یہ بات آپ سے کہی ہے۔ اس لیے کہ ان حضرت نے عقل وشعور کی بنیادی Instruments کا استعمال انسان کو سکھایا۔ انہوں نے میتھڈ بھی دیا۔ انہوں نے Inductive Logic بھی استعمال کی۔ Deductive Logic۔ جب ستارہ چڑھا، ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا خدا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے! بہت سارے علماء اس جملے پر کہیں گے۔ ابراہیمؑ کا مطلب یہ نہیں تھا مگر

Moving from general to particular and moving from particular to general.

جب ستارہ نکلا تو ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا خدا ہے۔ یعنی ایک ایک چیز کو خدا مان کر پھر اس کی صفات کا احاطہ کرنا شروع کیا مگر جب دیکھا کہ یہ تو زوال پذیر ہے، اس کی روشنی تو مدھم ہوجاتی ہے، یہ تو کہیں کھو جاتا ہے۔ کہیں نمودار ہوتا ہے، اس میں تو وہ پائیداری نہیں جو میں خدا کے تصور سے وابستہ کرسکتا ہوں۔ کہا "لا احب الافلین" (الانعام ۶:۷۸) میں ڈوبنے والوں کو خدا نہیں سمجھتا۔ چاند چڑھا تو کہا، یہ تو بڑا روشن ہے۔ یہ تو بڑا منور ہے، یہ بڑا خوبصورت ہے۔ یہ ضرور خدا ہوگا۔ پھر وہی پراسس دہرایا، پھر سورج، شمس بازغہ کا طلوع ہوا تو کہا یہ تو واقعی جہانوں کا پالنے والا ہے یہ تو فصلیں پکاتا ہے۔ زندگی کو اجاگر کرتا ہے۔ ہمیں نور دیتا ہے مگر جب ایک چھوٹا سا بادل آکے پورے سورج کی کارکردگی کو تباہ کردے تو اس نے کہا یہ کیسے خدا ہوسکتا ہے۔ مگر جب خود دلیل نمرود کو دی تو بڑی عجیب وغریب دی۔ دیکھیے ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ جب پیغمبر دلیل دے رہا ہے تو وہ ناقابل شکست ہے۔ جو دلیل اسے معاشرے سے مل رہی ہے وہ قابل شکست ہے۔ "ربی الذی یحیی و یمیت قال انا احیی و امیت" (البقرہ ۲-۲۵۸) اس نے کہا ٹھیک ہے دربار تک تو تیرا حکم چلتا ہے، ایک شخص کو تو نے پھانسی سے ہٹا لیا۔ ایک معصوم کو تو نے قتل کروادیا۔ تو خدا ایسے ہی بنتا ہے مگر خدا اتنا لوکل تو

Marfat.com

نہیں ہوتا کہ ایک دربار تک قید ہو۔ اگر تو واقعی خدا ہے تو "قال ابراهیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب" (البقرۃ:۲-۲۵۸) "میرا رب مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے تو مغرب سے طلوع کر دے۔" ناقابل شکست دلیل There was no way. نمرود ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ کیا آج کے زمانے تک پہنچتے ہوئے کیا قرآنی Dialectics ختم ہو گئی ہیں، کیا خدا کریم نے یہ "لیھلک من هلک عن بینة" (الانفال ۸-۴۲) جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا" و یحیٰی من حی عن بینة (الانفال:۸-۲) "جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا"'' ان الله لسمیع علیم'' (الانفال:۸-۴۲) سننے اور جاننے والا پروردگار یہ کہتا ہے کہ جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا، جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اب ذرا آپ اپنی زندگیوں پر غور کر کے دیکھیں کہ آپ زندہ ہیں یا ہلاک ہیں۔ غور ہی نہیں کیا تو نہ زندگی ہے نہ ہلاکت ہے۔ آپ دیکھیں کتنا عجیب سا منظر ہے کہ جب پچھلے دنوں ایک یورپی سکول کے کچھ بچوں نے بڑے عجیب و غریب سوال کیے۔ ماں باپ کو کوئی جواب نہیں پتا تھا، بحیثیت فرد۔ چلو جی ادنیٰ سا ایک سپیشلسٹ بیٹھا ہے، اس کے پاس لے جائیں کیونکہ وہ سوال نہ صرف بچوں کو کنفیوز کر رہے ہیں بلکہ ماں باپ کو بھی کنفیوز کر رہے ہیں۔ کیوں آپ کو ان کے جواب نہیں آتے؟ آپ نے تو کبھی زندگی بھر غور ہی نہیں کیا۔ آپ نے تو کبھی وجود خداوندی کی قربت اور ہمسائیگی کے لیے کبھی تردد نہیں فرمایا تو وہ کیسے آپ کے قریب آئے؟ اس کا تو اصول ہی بڑا سادہ اور خوبصورت ہے۔ کیا آپ سوچتے ہو؟ کس چیز سے مجھے محبت ہے۔ ہر چیز میں خوبصورتی کی طلب اور حسن کی فراوانی ڈھونڈنے والا صرف اس لیے خدا تک پہنچ گیا کہ خدا سب سے حسین ہے۔ آپ اپنی عقل کو اپنی اس پرکھ سے پہچانتے ہیں جو آپ نے اسے دی۔ آپ کی عقل بھی بالکل آسمانوں کی طرح سات پردوں میں قید ہے، تہہ بہ تہہ، درجہ بہ درجہ، مگر تمام کی تمام Intellect کا مرکز سٹیٹس بنا ہوا ہے، آپ کی تمام ذہنی صلاحیتیں Status کو جا رہی ہیں۔ آگے بڑھو پیسہ ہے۔ ساری ذہنی صلاحیتیں مال و اسباب کو جا رہی ہیں، ذرا اور آگے بڑھو تو سیاست ہے، وجاہت ہے، ہر چیز لکھی ہوئی ہے۔ علم کے صرف تین مقاصد ہیں۔ ایک علم وہ ہے، جسے ہم Facility of life کہتے ہیں وہ علم جو Friction of society کو کم کرتا ہے، وہ علم جو آپ کو سہولت بخشتا ہے تا کہ آپ اتنے بڑے کمپیکٹ اور لامحالہ اتنی بڑی سوسائٹی میں ایک دوسرے کے انٹرسٹ قائم رکھیں جیسے آپ Traffic Laws میں دیکھتے ہیں۔

All these laws are made to lessen the friction of movement in society.

اس طرح علم سے جو کچھ بھی آپ سیکھ رہے ہیں، اس کا مطمح نظر ووکیشنل ہے، وہ علم جس سے روزگار ہے، وہ علم جس سے زندگی ہے، وہ علم جس سے نان نفقہ آپ کا چلتا ہے۔ علم کا ایک دوسرا مقصد علم برائے علم بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک علیحدہ امیج! وہ لوگ جن کو تفاخر تھا سوفیسٹ کے سکول سے لے کر افلاطون، ارسطو، آگسٹین، ایکوناس، Saint Dynesius یہ لوگ عالمانہ شان سے گزرے، کیا ہم ان کی قدر اس لیے نہیں کرتے کہ وہ صاحب علم تھے، وہ دنیا کے اس کاروبار حیات کو اس تخلیقات کے پیٹرن کو اور آگے بڑھا گئے مگر جب علم کے پس منظر میں مابعد الطبیعات کا انکشاف نہ لکھا جائے گا، جب نفسیات سے بالائے نفسیات کی قدر نہ پہچانی جائے گی۔

That is one of the reason some where back in time wrote Psychology

Marfat.com

if applied to others is a science if applied to one's ownself is Mysticism

اگر نفسیات کا مقصد خدا کی شناخت ہوتا تو آج نفسیات کے سارے ڈیپارٹمنٹ خدا شناسوں سے بھرے ہوتے مگر ایسا نہیں ہے نفسیات جس کو آپ روح النفس کہتے ہیں۔

Basiclly it is one of the most helpful knowledge in understanding of your basic instinct, and in understanding your basic self.

مگر یہ علوم اپنے مطمع نظر میں خدا کی شناخت نہیں رکھتے ان کا مقصد آپ کو خدا تک پہچانا نہیں ہوتا بلکہ Basic Self کو Better Self میں Convert کرنا ہوتا ہے۔ تمام تر علوم نفسیات کا مقصد Basic Self سے Better Self کو جانا ہے اور اس کا مقصد ایک نارمل انسان کو، ایک ناکارہ انسان کو ایک ایسے انسان کو جو ایک سوشل یونٹ میں بے قاعدگی کا شکار ہو گیا ہے، اسے دوبارہ اسی زندگی کی توقع میں لانا اور اسی زندگی کے رنگ میں اسے پھینک دینا ہے۔ اس کا قطعاً مقصد خدا کی شناخت نہیں ہوتا۔ مگر ذرا اللہ کو دیکھیے وہ آپ سے کون سی سائیکالوجی طلب کرتا ہے، وہ تو یہ کہ رہا ہے "واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى" (النازعات: آیت ۴۰) کہ "اگر تم مجھے جاننا چاہتے ہو، مجھے پہچاننا چاہتے ہو تو پھر تمہیں اپنے نفس کی غرض و غائیت کو قطعاً ترک کرنا ہوگا کہ نفس کسی بھی حال میں میرا دوست نہیں ہے" سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں ہے، آخر نفس ہی کو تو خدا نے، پکار کر کہا "یایها النفس المطمئنةO ارجعي الى ربك راضية مرضية" (الفجر: ۲۷-۲۸) کہ "اے نفس مطمئن میں تجھ سے راضی تو مجھ سے راضی" میں، یہ رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ خداوند کریم سب سے پہلا معلم ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑے معلم ہیں، یہ سلسلہ تعلیم کا ہے، اس میں کوئی جبر نہیں تھا۔ ذرا دیکھیے تو کتنا بڑا استاد ہے، خدا خود اذیت پسند نہیں آپ لوگوں کے انکار سے اپنے آپ کو خوشی دیتا ہے۔ لگتا تو ایسا ہی ہے

The God has power to change power, to demolish power, to destroy power, to construct power, to reconstruct power.

(Omnipotent-Omnipresent) ادھر دیکھو کہ پانچ ارب انسان اس کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھتے۔ روٹی وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، پانی وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، بیوی بچے وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، یعنی انسان اتنے تمرد میں ہے کہ اس کی ہر خوبی کا انکار کیے جاتا ہے، جس کو دیکھو خدا کا گلہ۔ جس کو دیکھو وقت کا گلہ، جس کو دیکھو زمانے کی شکایت۔ لیکن اقبال کسی ترنگ میں کہہ گیا ہے کہ "نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ" ہر انسان کی زبان پر وقت کا، زمانے کا گلہ ہے مگر یہ بھی دیکھیے یہ جاتا کہاں ہے۔ ذرا سی شکایت اٹھی تعویذ ہو گئے، ذرا سا گلہ اٹھا سحر ہو گیا، ذرا سی بات ہوئی کسی نے جادو کر دیا اور خدا کیا کہتا ہے، کیا آپ مصائب میں اپنے بنیادی عقیدے اور بنیادی عقل و شعور کو بھی ترک کر دیتے ہو، کیا خدا اپنی پاورز Share کرتا ہے۔ جس نے پیغمبروں سے کوئی پاور شیئر نہیں کی۔ وہ ان گلی کوچے میں بیٹھے ہوئے نااہل جادوگروں کو اپنی پاور بانٹتا پھرتا ہوگا۔ تعویذ دھاگے والوں کو پاور بانٹتا ہوگا کہ تم جا کے میری خلق پہ آسیب کرو۔ وہ کرو۔ یہ اجاڑو، یہ کرو۔ خدا ایسا نہیں ہے۔ خدا نے بڑی خوبصورت بات کی، اتنی خوبصورت آیت ہے کہ لگتا ہے لفظ ہی

زبان سے نہیں جاتے "وان یمسسک اللہ بضر فلا کلاشف لہ الا ھو وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیرO (الانعام:٦-١٧) یہ بات سن لو کہ" جسے اللہ ضرر سے چھو لے تو کائنات میں ایسی طاقت نہیں ہے جو یہ گرہ کھول سکے" (آیت)"اور جسے وہ خیر سے چھو لے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ وہ ہے ہی قدرت والا" اس کا اعلان سنو اور ذرا اس جاہل کا ایمان دیکھو جو اپنی ہر بلا کو، ہر مصیبت کو خدا کے بجائے کسی زمینی خدا کے حوالے کر دیتا ہے۔ حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع والے دن فرمایا کہ" شیطان آج کے بعد اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے" اب وہ لات، عزا اور ہبل، پتھر کی صورت میں نہیں پوجا جا سکتا، اب وہ ہمارے لیے آسیب کی صورت ہے۔ اب وہ Abstract زمانہ ہے۔ کیونکہ اب زمانہ ہی Abstract Art کا ہے، اب تمام خدا Abstract ہو گئے ہیں، اب ہمارے تصور سے نئے نئے آسیب اور نئے نئے خدا گھڑ لیے۔ اتنا تنوع Greeks کی مائتھالوجی میں نہیں ہے جتنا آج کل چل رہا ہے۔ اس حوالے سے جس گلی، محلے اور بازار میں جاؤ تو شرمندگی ہوتی ہے۔ جب میں لوگوں کے یہ اعتقادات دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم کے یہ بندے خدا کے سوا ہر چیز کو خداوند کریم سمجھتے ہیں۔ بڑی مدت کی بات ہے جو میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ میں اس دلیل کی تلاش میں اس سفر پہ نکلا کہ اے پروردگار تیرے پاس دور حاضر میں اپنے لیے بھی کوئی دلیل ہے میں نے ابھی آغاز میں ایک چھوٹی سی دعا پڑھی ہے

"رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیراO" (الاسراء آیت ٨٠)

کہ" اے پروردگار مجھے اپنے پاس سے ایسی دلیل غالب عطا فرما جس پر مشرق و مغرب کے مفکروں، ادیبوں، مفسروں اور دانشوروں کی دلیل غالب نہ آ سکے۔ اتفاق سے جب میں نے قرآن دیکھا تو پہلی آیت سے ہی I was shocked میں نے

خواتین و حضرات! میں نے ایک طویل مدت کے بعد قرآن کھولا

Basically I was trained in objecting.

کیونکہ میں ایک Subjective Explanation کے لیے سرگرداں تھا۔ میری بنیاد ان فلاسفرز اور ریاضی دانوں پر تھی جو کسی کو بخشتے ہی نہیں ہیں، جو کیچڑ کے چھینٹے بھی اڑیں تو فارمولا دے دیتے ہیں۔ وہ کہاں اس طرف آتے کہ خدا کو بے دلیل کیسے مانیں۔ خدا کے لیے ثبوت کہاں سے لاؤ گے، کونسا ایسا ثبوت ہے جو تم خدا کے لیے لاؤ گے تو خواتین و حضرات جب میں نے قرآن حکیم کھولا تو مجھ پر خوف کا لرزہ طاری ہو گیا۔ میں سمجھا کہ ابھی خدا کی دلیل کی عمارت منہدم ہو گی، لکھا ہوا تھا "الم o ذلک الکتاب لاریب فیہ" (البقرۃ:١-٢) میں نے کہا سبحان اللہ میں اسے کیا سمجھوں، یہ تو وہ خدا ہے جو اتنا Intoxicated ہے۔ Truth کے ساتھ وہ اپنی سچائی میں اتنا ڈوبا ہوا ہے کہ پہلے قدم پر ہی مجھ جیسے متشکک اور فلسفی کو (پتا نہیں، میں اس وقت کیا کیا بنتا تھا) اس نے کہا، برخوردار آؤ تو سہی، پہنچو تو ہماری بارگاہ میں، یہ میری کتاب ہے، یہ میرا کلام ہے، تم کہتے ہو نا کہ اللہ کا کوئی ڈیٹا نہیں۔ یہ میرا ڈیٹا ہے۔ یہ میرے لفظ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں خدا کا ڈیٹا نہیں ہے اور قرآن کہتا ہے کہ میں خدا کا ڈیٹا ہوں۔ ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب جس کا ایک ایک لفظ اللہ کا ہے، حیرت کی بات

Marfat.com

ایک ایک لفظ۔ وہ اللہ جو کسی حد وحساب میں نہیں، جو Infinity میں نہیں، جو Beyond Infinity بھی نہیں۔ وہ اس کائنات میں نہ اُس کائنات میں "دل کے آئینے میں ہے تصویر یار" کوئی ایسا اس نے کارنر سا رکھا ہوا ہے کہ خفیہ خفیہ آئے، خفیہ خفیہ گئے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ کسی صوفی کی Interpretation اور صاحب علم کی Interpretation میں کیا فرق ہوتا ہے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ جب ملکہ سبا کو خط گیا تو ملکہ سبا نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا دیکھتے ہو یہ کیسے طریقے سے خط آیا ہے، یہ کوئی بڑا زبردست بادشاہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اس کا کیا کروں تو سب نے کہا اے ملکہ عالیہ ہم نے تیرے کہنے پہ بڑی جنگیں لڑی ہیں، ہم نے تنہا کچھ نہیں کیا۔ ہم نے کچھ اکھاڑ پچھاڑ نہیں کی، ہم شمشیرزن ہیں، بہادر ہیں، جرنیل ہیں۔ آپ حکم کریں ہم اس بادشاہ سے بھی ٹکرا جائیں گے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں جو بادشاہ میری خواب گاہ میں میرے تکیے کے تلے خط چھوڑ سکتا ہے وہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ تم جیسے لوگوں سے شکست کھا جائے اور تمہیں پتا ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے امراء اور رؤسا کو ذلیل ورسوا کر دیتے ہیں اور بستی کو اجاڑ کے ویران کر دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے دل میں اللہ آئیگا تو تمہارے، آگے بڑے بڑے رئیس بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بڑے امراء بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بڑے سرکش اور متمرد انائیں بیٹھی ہیں، بڑی بڑی خاندانی وجاہتیں بیٹھی ہیں، اندر بڑی بڑی سرکاریں ہیں، تو خدا جب تمہارے دل میں جائے گا تو ان تمام آثارِ قدیمہ کو ملیا میٹ کر دے گا۔ جب تمہارا دل خالی ہوگا تو پھر آرام سے آ کے خود بیٹھ جائے گا۔ یہ فرق ہے، Mysticism اور ارتکاز کے تمام علوم میں۔

خواتین وحضرات! غور سے سنیے گا آپ نے تبت کے لاماؤں کے کرشمے تو سنے ہوں گے۔ اور Hindu Yogi کتنے حیران کن حرکات کے مالک ہوتے ہیں۔ ہمارے اردگرد بہت پراسرار مناظر ہیں۔ بعض اوقات واقعات مختلف نتائج دیتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے سفر میں ایک امریکن ملا تو میں نے اس سے کہا کہ تم بڑے اداس اور غمزدہ ہو۔

And you have been failing with your wife.

اس نے بریک لگائی اور کہنے لگا Man, how do you know? میں نے کہا یار میں جس مسلک کا بندہ ہوں وہاں چھوٹی موٹی فراست تو مل ہی جاتی ہے، تو اس نے مجھے کہا کہ اس نے تین سال تک ٹمپل میں یوگا کیا ہے اور صرف اس ایک چیز یعنی اندر کی نگاہ کو پانے کے لیے ان کی خصوصی مشقیں کی ہیں لیکن میں تو حیران ہوں کہ مجھے کچھ بھی نہیں ملا تمہیں کہاں سے مل گیا؟ میں نے کہا، میں نے کوئی ابنارمل طریقہ استعمال نہیں کیا، میں نے صرف اخلاص کے معمولی سے ذرے کو جو ابتدائے حیات میں میرے نصیب میں تھا، اس کو تھوڑا سا Use کیا ہے، اسی کے توسط سے خدا کو Exploit کرتا رہا۔ اللہ میاں تو خوب جانتا ہے کہ میں تھوڑا سا تو اس کے ساتھ Sincere ہوں نا۔ مجھے زیب نہیں دیتا کہ متاع فقیر ضائع کروں۔ تجھے زیب نہیں دیتا کہ میری اس طلب کی توہین ہو۔ میں تیرے لیے تیری توجہ کا طالب ہوں اور میں ضرور تجھے مطلوب بنا کے چھوڑوں گا۔ خدا نے کبھی کسی طلب کو ضائع نہیں کیا۔ خدا نے کسی کے ذرۂ اخلاص کی توہین نہیں کی۔ ذرا خدا کا کرم دیکھو، اللہ کیا بات کرتا ہے، ذرا غور کرو کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ اللہ اس پہ نار دوزخ حرام کرے گا۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! کیوں حرام کردی، میتھڈسٹ بے چارہ اس بات پر بڑا لڑے گا۔ میتھڈسٹ کو برا لگتا ہے۔ یہ کیا ہم ساری عمر نمازیں پڑھیں، ہم ساری عمر تقویٰ میں رہیں، روزے رکھ رکھ کے ہمارے بدن کی جھلیاں جھڑ جائیں اور یہ کیا کہ یہ مفت خورے جنت لے جائیں۔ تو خواتین وحضرات! اس کی دو وجوہات ہیں، جیسے پطرس بخاری نے کہا تھا کہ بھونکتے کتے کاٹا تو نہیں کرتے لیکن ان کا کیا پتا کہ کب بھونکنا بند کردیں اور کاٹنا شروع کردیں۔ تو خواتین وحضرات! Transition کے کسی مرحلے میں آپ کسی شخص کو گناہ گار نہیں کہہ سکتے۔ میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ رہا ہے سکرات سے ایک لمحہ پیشتر بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ پھر کوئی مائی کا لال مجھے کیوں جنت سے محروم کرے گا۔ جب تک میں خود اپنے آپ کو محروم نہ کروں۔ مجھے اپنا باطن دیکھنا ہے کہ کیا نفاق کے علاوہ کہیں اپنے رب کریم کے لیے، کہیں ایک ذرہ اخلاص موجود ہے کہ نہیں ہے۔ جب پہلی دفعہ یہ حدیث اتری۔ حضرت ابوھریرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ نے اسے نقل کیا۔ کنوئیں میں منڈیر پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اور فرمایا جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس پر دوزخ کی آگ حرام کردی گئی۔ تو ابو ہریرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، ابوسعید خدریؓ نے فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے گناہ ہی کرلیا ہو فرمایا چاہے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ انسانوں کے لیے خوشخبری تھی۔ بقول امام جعفر صادق کہ توبہ آسان ہے ترک گناہ مشکل ہے۔ بقول ان کے یہ ذرا مشکل کام ہے اور توبہ کرتے تھے روز توبہ ٹوٹتی تھی روز ایک مایوسی سے گزرتے تھے۔ سیدنا علی ابن عثمان ہجویری سے کسی نے پوچھا کہ اے مرشد گرامی فرمایئے کہ کیا کسی ولی اللہ سے بھی گناہ ہوسکتا ہے۔ فرمایا ہاں گناہ کبیرہ بھی ہوسکتا ہے اور ستر مرتبہ بھی ہوسکتا ہے، ستر مرتبہ آپ کو پتا ہے، عرب کثرت کے معنوں میں لیتے تھے مگر عذر گناہ بدتر از گناہ۔ مگر خواتین وحضرات! تاسف تو اصلی ہونا چاہیے نا، چند دن پہلے مجھ سے جہلم میں کسی نے پوچھا تھا کہ توبہ کا کیا مقام ہے؟ میں نے کہا میں تو دو ہی باتیں جانتا ہوں کہ اولین Institution جو تخلیق ہوا، وہ توبہ کا تھا۔ حضرت انسان نے سب سے پہلی چیز جو Commit کی وہ خطا ہے اور سب سے پہلا کرم جو اللہ نے کیا وہ توبہ کا قبول کرنا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ قرآن پاک کی آیات دیکھیں۔ "الم ذالک الکتاب لاریب فیه "(البقرۃ:۱-۲) تو مجھے یہ احساس ہوا کہ خدا کہہ رہا ہے اے بندۂ خدا اندھا دھند، Blindly نہیں۔ اگر تیرے ذہن میں کوئی تجسس ہے، کوئی فکر ہے، کوئی شک ہے تو یہ میری کتاب ہے۔ اس میں سے اپنا شک نکال لے۔ اس میں شک نکال لے اپنا پھر اگر تو اس کتاب کو بلا شک وشبہ پڑھ تو پھر تجھے میرے تصور میں عذر نہیں ہوگا۔ اور خواتین وحضرات! بہت طویل بات ممکن نہیں دو چار باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیے گا پندرہ سو برس پہلے بظاہر جو آپ کو اوراق نظر آتے ہیں، خدا کی سچائی کی بہت لمبی داستان ہے اور خدا نے خود کہا کہ سارے درخت قلم ہو جائیں، سارے سمندر سیاہی ہوجائیں تو بھی صفات عالیہ پروردگار کو بیان نہیں کرسکتے۔ صرف دو باتیں ذرا غور کیجیے گا، اس عقل وفراست کو دعوت دیجیے گا۔ جو Relativity اور کوانٹم پر تحقیق کرتے رہے ان کو دعوت دیجیے گا۔ جو کاسمالوجی کے آخری حروف پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ ان کو دعوت دیجیے گا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو آیات میں۔ ایک میں اللہ تعالیٰ حیاتیات کا اصول دے رہا ہے اور ایک کاسمیاتی اصول دے رہا ہے۔ کہہ رہا ہے "اولم یر الذین کفروا" (الانبیاء: آیت ۳۰) تم کیسے میرا انکار کرسکتے ہو تو دیکھیے ذرا، تم کیسے میرا انکار کرسکتے ہو۔ "ان السموات والارض کانتا رتقا

ففتقنهما" (الانبیا: آیت ۳۰) تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے یہ سب زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے۔ پھر ہم نے انہیں کاغذ کی طرح پھاڑ کے جدا کر دیا۔ عربی میں پھاڑنا اس کو کہتے ہیں۔ کاغذ کو جب بے ڈھنگے طریقے سے پھاڑتے ہیں تو جگہ جگہ سے گیپ پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ زمین و آسمان پہلے ایسے تھے۔

In the beginning all the universe was one mass then I tore them a part.

اور اسی آیت میں ہے "وجعلنا من الماء کل شیءٍ حیی" (الانبیا: آیت ۳۰) اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ آپ کو انکار کرنا ہے تو آغاز تو کیجیے نا۔ اگر نماز نہیں پڑھتے تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اللہ کو مانیں گے تو نماز پڑھیں گے، روزے رکھیں گے۔ اللہ کو مانیں گے تو اس کی بات مانیں گے نا، جب اللہ کو تو نے مانا ہی نہیں تو کیسے یہ سارا کام کریں گے۔ مگر یہ تو کوئی ایسے حقائق نہیں ہیں، یہ تو وہ باتیں نہیں ہیں۔ ذرا غور تو کرو کہ "وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب" (النساء: آیت ۱۲۸) تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔ یہ پہاڑ کھڑے تو نہیں ہیں۔ یہ تو سرمئی بادلوں کی طرح اڑتے ہوئے زمین پہ تیر رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو خلا میں جانا پڑے گا۔ تبھی آپ کو پہاڑ اڑتے ہوئے نظر آئیں گے ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ خداوند کریم کیا فرماتے ہیں۔ ان پہاڑوں کے بہت سارے مقاصد ہیں۔ یہ میں نے میخوں کی طرح زمین میں گاڑ دیئے ہیں تاکہ زمین ڈول نہ جائے۔ آپ ذرا تھوڑا سا غور کیجیے میخوں کی طرح گاڑنے سے مراد یہ ہے کہ میخ کا تھوڑا سا حصہ اوپر اور بڑا حصہ نیچے ہو تب زمین میں ٹھونکی جا سکتی ہے۔ آپ زمین کے اندر اس جگہ کو دیکھیے جس میں پہاڑ کھڑے ہوتے ہیں۔ 3.5 ڈینسٹی ہے اس میٹریل کی جو زمین کے نیچے سمندر کی طرح تیر رہا ہے اور زمین کے اوپر جو پہاڑ کھڑے ہیں، ان کی 2.3 اور 2.7 Density ہے۔ یعنی اس میخ کی کتنی مضبوط Base ہے۔ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہے اور جب پہاڑوں میں Friction ہوتی ہے۔ جب یہ تیرتے ہوئے براعظم آپس میں ٹکراتے ہیں تو جو گرد و غبار بنتا ہے، اس سے پہاڑ بنتے ہیں۔ پتا نہیں کہ یہ کتنے بنے ہوں گے۔ مگر خدا یہ کہتا ہے کہ اس نے زمین کے اندر انہیں گاڑ رکھا ہے۔ پندرہ سو برس پہلے بھلا کونسا نظریہ ہوگا۔ ہمیں تو پہاڑ زمین کے اوپر ہی نظر آتے ہیں۔ ایک نحیف سا Faith اس بات کا گمان نہیں رکھتا۔ خواتین و حضرات! ایک ایک صفحے پہ اور خالی یہ سائنسز نہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے آپ کے لیے اختلاف کی گنجائش کہاں چھوڑتا ہے۔ کہتا ہے میں نے انسان کو بڑی جبلتیں دیں، بڑی خصلتیں دیں۔ مگر تمام جانداروں کو ایک جبلت دی ہے۔ "واحضرت الانفس الشح" (النساء: آیت ۱۲۸) ہم نے تمام جانوں کو بخل جان پہ جمع کیا۔ ہم نے تمام زندگی کو سب سے پہلے جو چیز دی ہے وہ Survival ہے۔ یہ Instinct ہم نے Basic رکھی ہے۔ آپ کو پتا ہے شہید کیوں بڑا ہے۔ شہید اس لیے بڑا ہے کہ وہ اس Basic Instinct پہ فتح پالیتا ہے۔ وہ Instinct of Survival پر فتح لیتا ہے (آیت) اور کوئی شخص شہداء پہ غلبہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے کے اس رب کریم نے یہ Instinct! "عالم الغیب والشهادة" (الحشر: آیت) کہ عالم الغیب میں یہ Instinct رکھی ہے۔ سوائے اس شخص کے۔ "والله شکور حلیم O عالم الغیب والشهادة العزیز الحکیم O" جو اللہ کا شکر کرنے والا ہے اور حلیم الطبع ہے۔ وہ کبھی بخیل نہیں ہوگا۔ کبھی Survival کے نیچے نہیں آئے گا۔ یہ خدا کی صفات عالیہ ہیں۔ اللہ نے چھوٹی سی بات سمجھائی کہ میاں جب انسان ایک دوسرے کو قتل کر رہا تھا، مار رہا تھا، بگاڑ رہا تھا۔ اپنے سوسائٹی کے تناسب سے

جب زمانہ ختم ہو رہا تھا تو ہم نے ایک پیغمبر کو یہ کہہ کہ بھجوایا۔ ''ولکم فی القصاص حیوٰۃ، یاولی الباب، لعلکم تتقون O'' (البقرۃ: آیت ۱۷۹) اہل عقل غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھی ہے۔ اگر تم ایک آدمی کے بدلے ایک قبیلہ اڑا دو گے۔ اگر ایک شخص کے بدلے ایک خاندان مار دو گے تو تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ تم ختم ہو جاؤ گے اور جب نسل انسان اس قتل و غارت پہ اتنی آمادہ ہو گئی کہ آبادیاں کم ہو گئیں اور بڑی بستیاں ویران ہو گئیں دیار اجڑ گئے اور چھتیں اوندھی ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر کو یہ قانون دے کر بھیجا اور اُس کے زمانے میں یہ قانون کتبوں پہ لکھا گیا۔ حضورؐ نے تو یہ کتبے نہیں دیکھے۔ اس زمانے میں تو کتبے دریافت ہی نہیں ہوئے تھے۔ ذرا قرآن اٹھا کے دیکھ لیجیے۔ ''الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ'' (البقرۃ: آیت ۱۷۸) ''آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت'' ''ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن'' (المائدہ: آیت ۴۵) ''بے شک جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت'' یعنی وہ قوانین جو قرآن نے آج سے پندرہ سو برس پہلے دیے جب آثار قدیمہ نکلے تو وہی قوانین جگہ جگہ کتبات میں ملے، ایسے لگتا ہے آپ کہیں گے کہ قرآن نے اس کو کاپی کیا ہے۔ ایک ایک لفظ وہی ہے جو اُن کتبات میں ہے اور دور کیوں جائیے، ملاحظہ فرمائیے ابھی کل کی بات ہے۔ آپ نے سورہ سبا پڑھی ہوگی۔

ہدہدین خوشخبر از ملک سبا می آید

حضرت سلیمان کے لیے جب ہدہد خوشخبری لے کر آیا تو سلیمانؑ نے کہا تو نے کیا دیکھا ہے۔ تجھے زندہ جلا دونگا بدبخت تو بڑی دیر کر کے آیا ہے۔ انس بڑا تھا ہدہد سے۔ تو ہدہد نے کہا حضرت بڑی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک قوم کو دیکھا ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔ حضرات گرامی! قرآن آپ کے پاس موجود ہے کہ ہدہد نے پہلا Sentence شاہ سلیمان سے یہ کہا کہ اے بادشاہ زمانہ میں نے ایک عجیب و غریب قوم کو دیکھا ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔ ابھی دو چار ہفتے پہلے سبائی کی آثار قدیمہ نکلی ہیں اور حیرت کی بات ہے جو پہلا ستون نکلا وہ سورج کی پرستش ہے۔ خواتین و حضرات! اگر آپ بڑے سائنٹفک ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ یہ تو کریڈٹ دیں گے کہ وہ اتنے بڑے آرکیالوجسٹ نہیں تھے، Historian نہیں تھے، وہ کوئی عجیب و غریب آلات نہیں رکھتے تھے کہ کاسالوجی ماپتے پھرتے اوران کو پہلے سے بگ بینگ کا پتا ہو میں آپ کو ایک بڑی ضروری بات بتا تا چلوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ سائنس ہر بات پہلے دریافت کرتی ہے اور بعد میں مذہب اس کو اپنا تا ہے۔ سائنسدانوں کو اس بات کا زعم ہے اور وہ اسلام کو طعنے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لوگ کھینچ تان کے سائنس کی باتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ خواتین حضرات! قیامت ابھی آئی تو نہیں ابھی قیامت کا کوئی طریقہ کار طے تو نہیں ہوا لیکن اللہ کیا کہتا ہے۔ ''اذا الشمس کورت O'' (التکویر: آیت ۱) وہ وقت جب سورج لپیٹ لیا جائے گا ''واذا النجوم انکدرت O'' (التکویر: آیت ۱) اور جب ستارے بجھ جائیں گے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا کہ وہ وقت جب کشش ثقل کے سارے دھاگے ٹوٹ جائیں گے اور چاند اور سورج باہم آپس میں مل جائیں گے۔ اب ذرا غور کرو کہ یہ ابتدائے حیات کی خبر دیتا ہے کہ ادھر کہتا ہے (اذالشمس کورت O اذانجوم کدرت O) آپ کا کیا خیال ہے۔ ان Intellectual لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ بیچ میں ہمارے زمانے کے ذہین

لوگوں کے اذہان نہیں پڑھ سکتا ہوگا۔ابتدا کی خبر دے رہا ہے، انتہا کی خبر دے رہا ہے۔ابھی تو قرآن کی بات تشنۂ تکمیل ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے قرآن تو بڑے دور کی بات ہے، ابھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پوری نہیں ہوئی۔ سائنسدانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ذرا غور کیجیے گا آپ بڑے جدید لوگ ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں۔پہلے اس بات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ مجھے پروردگار کی قسم ہے کہ اس وقت تک زمانہ آخر نہ ہوگا جب تک انسان درندوں سے کلام نہ کرلے۔یہ کمزور حدیث نہیں ہے۔صحیحین کی حدیث ہے۔قسم ہے مجھے رب کریم کی زمانہ ختم نہ ہوگا جب تک انسان درندوں سے کلام نہ کرے گا جب تک انسان کے جوتے کا تسمہ اس کے حال کی خبر نہ دے گا۔آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ تو جینیٹکس ہی ہے نا۔ ایک Decoding of Animal language ہے۔ مجھے تیری ابھی سمجھ نہیں آئی۔خداوند کریم یہ کہتا ہے کہ اے حضرت انسان تو نے ابھی کچھ اور آگے جانا ہے اور میں نے "اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن" (الطلاق: آیت ۱۲) میں کوئی ایک جہان بنا کے تھک نہیں گیا ہوں۔ہم بڑے Narcissist لوگ ہیں۔حضرت انسان سے زیادہ میں نے Narcissist نہیں دیکھا۔ہم مجموعی طور پر Narcissist ہیں۔ اتنی چھوٹی سی زمین ہے اور بات سے بات نکل آتی ہے۔اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ پہلے حضورؐ گرامی مرتبت کی حدیث اور پھر جدید سائنسدانوں کا ایک محاورہ سناتا ہوں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہماری زمین اس کائنات میں ایسے ہے جیسے ساری دنیا جنگل میں پڑا ہوا ایک حلقہ، ایک چھوٹا سا ایک چھلا اور چھوٹی سی ایک مرلی، یعنی اتنی ہے کہ اگر ساری دنیا جنگل ہو جائے تو آپ کی زمین اس جنگل میں پڑے ہوئے ایک حلقے کی طرح ہے۔اور سائنسدان کہتا ہے کہ اگر پوری کائنات اور ساری دنیا کے ریگزار جمع کر لیے جائیں تو ہماری زمین بھی ایک ذرے کی طرح ہے۔

یہ دونوں ذرائع اپنے اپنے زمانے میں بالکل ایک ہی مفہوم دیتے ہیں۔Hugeness اور Smallness کی ایک ہی Ability سامنے آتی ہے۔ان کو بھلا کون کہے۔آپ کو پتا ہے، پیغمبر ہر زمانے میں ٹاپ Intellectual ہوتا ہے، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیغمبر ہی کوئی نہیں ہے وہ زمانہ آخر تک Intellectual ہیں۔اول و آخر ان کی ذہانت سے کسی انسان نے بھی قدم آگے نہیں رکھا۔میں آپ کو یہ سادہ سی بات بتا رہا ہوں کہ جب میں نے اپنے وجود میں خدا کو تلاش کرنے کی ایک اجنبی خواہش دیکھی تو میں نے اپنے آپ کو مغلوب پایا کیونکہ اس ذرہ اخلاص میں بڑی قوت تھی۔پھر وہ وقت آیا جب مجھے میرا وجود ہی غیر لگا اور پھر میں نے جدوجہد کی میں متقی بننے کی کوشش کر رہا تھا اور نہ ہی پارسا۔آپ کو پتا ہے کہ تقویٰ کتنا سخت ہے اور یہ لوگ تو مقدس ہوتے جاتے ہیں۔یہ فقراء یہ پیر اور مساکین دس دس لبادوں میں نوعروس کی طرح قدم رکھتے جاتے ہیں۔ایسے لگتا ہے ان غریبوں کا ایک ایک پاؤں عرش معلیٰ پہ پڑا ہوا ہے۔ ان کے انداز جو ہیں۔ "ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین" (آل عمران: آیت ۵۴) خدا کے نام پر ان لوگوں نے یہ مکروفریب پھیلا رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے آزاد اور محفوظ رکھے۔خواتین وحضرات! مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں آپ کو عذاب کی خبر دوں۔ بھئی پیغمبر کو تو پہنچتا ہے۔پیغمبر کو تو اس لیے پہنچتا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کی نجات کنفرم کی ہے۔پیغمبر اللہ کا دوست ہے۔ پہلے پیغمبر کو بخشا ہے پھر اس امت میں سے کچھ لوگ بخشے گا۔میں آپ کو عذاب کی کیسے خبر دوں گا۔ مجھے تو اپنی بخشش کا پتا نہیں ہے اور میں آپ کو خبر سنادوں اور میری ہوا جہنم میں نکل رہی ہو۔یہ تو ناممکن ہے۔

Marfat.com

ہمارا کوئی حق نہیں بنتا کہ ہم قرآن کے سوا لوگوں کو عذاب کی خبریں دیں۔ مگر قرآن بھی آپ پڑھ کے دیکھ لیجیے۔ سارا عذاب کافر کے لیے ہے۔ جو اللہ سے انکار کرتا ہے۔ اس کے لیے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی کو کیا پتا ہے کہ جو شخص بے نماز ہے۔ وہ نماز پڑھنا شروع کر دے اور نماز پڑھنے والا بے نمازی ہو جائے۔

How can you pass a judgement in transition period

وہ کون عاقل و بالغ ہوگا جو آپ کے لیے سفر سے بہت پہلے منزل کا تعین کر دے گا جب تک آپ پہنچیں گے نہیں۔ There are hundred sips between the cup and lip.

آپ کس یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ بخشے ہوئے ہیں میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ میں بخشا ہوا ہوں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بات ہے۔ وہ بہت لاڈلے تھے۔ ایک بہت بڑے استاد کی کلاس تھی سارے اچھے پڑھے لکھے تھے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ اتنی بدتہذیب کلاس کسی استاد کو نہیں ملی۔ گلے میں پھندے ڈالے، پتھر مارے، کانٹے بچھائے، کیا استاد تھے۔ ہم جیسے استادوں کو شرم آنی چاہیے۔ اس نے کسی کو کوسا نہ کسی کو گالی دی نہ سرزنش فرمائی، نہ کوئی چھڑی ہاتھ میں تھی۔ اس شخص کے لیے اتنی محبت تھی۔ محبت فاتح عالم تھی۔ کیا اللہ کے رسول کی محرومیاں تھیں۔ حضرات گرامی! اگر بچپن میں ایک انگلی خراب ہو جائے تو Inferiority قبر تک جاتی ہے۔ کیا اس شخص کا رُتبہ ہے، کیا ذہن ہے۔ اُس کو کون کم تر برین (Brain) کہہ سکتا ہے۔ کون اس کو لوکل برین (Local Brain) کہہ سکتا ہے۔ کہ کبھی باپ دیکھا اور نہ ہی ماں کی مامتا نصیب ہوئی۔ جس پہ تکیہ کیا وہی شاخ چھن گئی۔ اتنی محرومیوں اور غربت کے بعد، اس شخص نے لوگوں کو کیا دیا محبت، محبت، محبت فاتح عالم۔ یہ وہ استاد تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اُجڈ، گنوار، نااہل کلاس کو اصحاب رسولؐ میں بدل دیا۔ رضی اللہ عنہ ورضوعنہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ راضی ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے راضی ہوئے۔ کبھی کبھی لوگ، (برسبیل تذکرہ کہہ رہا ہوں) کہ کبھی کبھی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بڑی مدحت فرماتے ہیں..... بڑی تعریفیں ہوتی ہیں۔ میں نے جب سے خیبر کی حدیث پڑھی ہے تو مجھے لوگ مشکوک لگ رہے ہیں۔ مجھے لوگ اس لیے مشکوک لگتے ہیں کہ شائد Intellectualy یا Mentally وہ اس حیثیت کو نہیں جانتے جو کسی لفظ کی ہوتی ہے۔ حضور گرامی مرتبتؐ نے خیبر کے آخری دن فرمایا ''کہ آج میں عَلَم اس کو دوں گا جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے بڑی محبت ہے، اور جس سے اللہ اور رسولؐ کو بڑی محبت ہے۔ اس کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بالا کوئی عزت کوئی مقام جناب علی کرم اللہ وجہٗ کا ہو سکتا ہے کہ جس سے اللہ اور رسولؐ کو بڑی محبت ہو ماشاء اللہ قوت الا باللہ۔ خدا کے لیے بندگان عالی اور حضرات گرامی تھوڑا سا غور تو کرو کہ ہم نے عمریں گنوا دی ہیں۔ ہم نے خدا کو کبھی وقت نہیں دیا، ہم نے اللہ سے کبھی آرزو نہیں کی، ہم نے اسے کتاب دین سے باہر رکھا ہوا ہے۔ اللہ باہر ہے اور ہم تمام تر آسیبوں کو جمع کر کے اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ اب زمانہ زیادہ باقی نہیں رہا، سچی بات آپ کو بتاؤں بہت کم وقت ہے کہ آنے والے وقتوں میں خوشخبریاں بھی ہیں، آنے والے وقتوں میں تباہی، ہلاکت و بربادی بھی ہے مگر صرف ایک چیز کام آئے گی، صرف ایک چیز کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''زمانہ اتنی آفت میں جائے گا اور ہر چیز تباہ ہو جائے گی، رزق ناپید ہو جائے گا تو لوگ کس چیز پر گزارہ کریں گے۔ فرمایا: ''تسبیح خداوندپر۔''

Marfat.com

سوالات و جوابات

انسان کے اختیار کی حدود

سوال: کیا خدا انسان کے معاملات میں بلاواسطہ دخل دیتا ہے اور انسان اپنے اعمال کے حوالے سے کس حد تک آزاد ہے؟

جواب: Main question یہ نہیں ہے۔ Main question تو یہی بنتا ہے کہ

If God is there, Where is he?

کیونکہ جہاں تک ہمارے اکاؤنٹس ہیں جو ہمیں خدا کی طرف سے ملے ہیں، جو اس نے اپنے لوگوں کے توسط سے ملے ہیں تو خدا ہر چیز اور ہر مسئلے میں مداخلت کرتا ہے بلکہ Creater ہے۔ اُن تمام Conflicts کا متصادم Situations کا، ان تمام خیالات کی Situation کا تمام زندگی Generelly اتنا بڑا Protocol ہے کہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ تمہارے معاملات زندگی میں مداخلت کرتا ہوں بلکہ یہ کہتا ہے "ونفس وما سواھا O فالھمھا فجورھا و تقوھا" (الشمس: آیت ۷-۸) نہ صرف یہ ہے کہ میں تمہارے نفس پہ الہام کرتا ہوں بلکہ فسق و فجور اور تقویٰ اور خیر کے خیالات میں بھی الہام کرتا ہوں، ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ "وما تشآؤن الا ان یشاء اللّٰہ" (التکویر: آیت ۲۹) "تم چاہ بھی نہیں سکتے اگر میں نہ چاہوں" لہٰذا جو اللہ اس درجہ مداخلت کرتا ہو، آپ اس کو کیسے Irrelevant قرار دے سکتے ہیں۔

It is very difficult to say, کہ There is a very very thin line.

تو وہ ہم سے کیا مقصد چاہتا ہے اور ہم اپنے تئیں اس کے کیا مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر رزق، زندگی اور کیریئر کے معاملات میں ہم یہ کہیں کہ ان میں انسان خود مختار ہے اور کسی حد تک اپنے معاملات خود سنوارتا ہے تو Both ends پہ یہ تھیسز غلط ہو جاتا ہے۔ ایک انسان کے بچے یا جانور کے بچے میں آپ فرق یہ دیکھیں گے کہ جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بمشکل ایک دو دن کے وقفے سے اس کو ان تحفظات کی ضرورت نہیں رہتی جو انسان کے بچے کو ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حکایت ہستی جو ابتدا سے پانچ سات سال تک انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ Independent Existence کے قابل ہو۔ پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے، اور اس کی Education میں نارمل Routine of Life کو شامل کریں اور اس کے زندگی کے کردار کی تنظیم، اس کے زندگی کے کردار کا تعین کرنا، اس کے Present کے حصول، اس کے Present کے جب اثرات ہم دیکھتے ہیں تو بعض اوقات یہ بیس سال، بائیس سال تک جاتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، یہ خیال کہ انسان کس حال اور حالات میں خود مختار ہے۔ یہ تھیسز بڑا غلط ہو جاتا ہے۔ جب ہم بڑھاپے کو بڑھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بچپن والی کیفیت پھر پیدا ہو گئی ہے کہ ہمیں کسی نہ کسی کی ضرورت پڑنا شروع ہو جاتی ہے اور بڑھاپا جو Independently اپنا وقت گزار نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں Ends چھوڑ کر درمیان کے کچھ عرصے میں انسان کا دماغ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا

Marfat.com

خود مالک ہے وہ اپنا Career بلٹ کر رہا ہے۔ وہ ذہین ہے، فطین ہے، وہ دانشور ہے اور وہ اپنے فیصلے خود کر سکتا ہے۔ مگر مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس چیز میں خود فیصلے کر سکتا ہے۔ اگر انسانی پروٹوکول انسان کے حوالے کر دیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ معاملات رزق کو انسان کے حوالے کر دے تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا پوری انسانی یا پوری حیوانی زندگی میں ایک ہی جین کو اس نے اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لیے خود رزق کمائے یا اپنی زندگی خود گزارے۔ یہی اختیار ایک ارب جین جو اس دنیا میں مختلف Animals یا Human beings کے ہیں، ان میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ ذمہ داری اٹھائے کہ میں چیونٹیوں کا رب ہوں یا میں مچھلیوں کا رب ہوں یا میں کسی اور جین کا رب ہوں تو پھر کم از کم اللہ تعالیٰ یہ کہنے کے قابل نہیں رہے گا کہ الحمد للہ رب العالمین O مگر مسئلہ یہ ہے کہ پروٹوکول، رزق اور حفاظت کی حد تک اگر تھوڑا سا آگے یا آپ پیچھے بڑھ کے دیکھیں تو زمین کی Creation ہی اللہ تعالیٰ کی Relevance کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ سورج اگر ایک لاکھ میل پیچھے چلا جائے تو ہم فریز ہو جائیں سورج ایک لاکھ میل آگے ہو جائے تو ہم سب Burn Out ہو جائیں اور پھر Laws of existence زمین پہ Create کیسے ہو۔ ذرا سا اوپر جا کے خلاء میں معدوم ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ لگتا ہے یہ دنیا واحد ایک ایسا ایریا ہے جو پوری Galaxy میں Multiple ہے، Imposible ہے۔ اور بڑے سے بڑے سائنسدان بھی یہ کہیں گے ابھی تک تو ریسرچ یہی کہتی ہے کہ اس قسم کی حیات یا اس قسم کا پیٹرن آف لائف کسی اور سیارے پر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سوچنا پڑتا ہے کہ Irrelevant God نے یہ پوری کائنات تخلیق کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا کیمپ، ایک چھوٹی سی جگہ، ایک مخلوق کی رہائش، آسائش اور زندگی کے لیے جو خاص طور پر تخلیق کی ہے اس کے مقاصد کیا ہیں۔ جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا اذیت پسند ہے اور نہ وہ یہ چاہ رہا تھا کہ انسان کو دنیا میں تکلیف کے لیے لائے Its not a Christian philosophy کہ جس میں انسان Basic Sinner ہے اور Sin کے لیے زمین پہ آیا ہے تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قربانی دے کر انسانوں کا خون دھویا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قول ہی بڑا Different سا ہے۔ اگر آپ خدا کے حق میں دلیل دے رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ خدا کو ماننا انسان کی مجبوری نہیں ہے۔ خدا کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ خدا یہ کہتا ہے کہ ایمان تمہاری مجبوری نہیں ہے۔ خدا قرآن حکیم میں کہتا ہے کہ ''اگر میں چاہتا تو تمام بنی نوع انسان ایک ہی ایمان کے مالک ہوتے'' خدا یہ کہتا ہے کہ میں نے دوسرے جانوروں پہ جو تمہیں عقل و معرفت کا شرف بخشا ہے اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی ایک لیول پہ تمہیں لبرٹی حاصل ہو۔ مختصر سی آیت ہے مگر بڑی جامع ہے کہ (ان ھدینا ہ السبیل) (الدہر: آیت ۳) میں نے تمہیں ہدایت، عقل، شرف اس لیے بخشی ہے ''اِما شاکرا و اِما کفورا'' (الدہر: آیت ۳) چاہو تم مجھے مانو، چاہے انکار کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ انسان کو مجبور قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اگر Practically دیکھا جائے تو پانچ ارب بلکہ ساڑھے پانچ ارب لوگوں کا خدا سے ہٹ جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ لوگ اپنی مجبوری سے نہیں بلکہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کامیاب معاشرتی زندگی کا راز

سوال: ایک انسانی معاشرہ کن عوامل کے سبب ترقی کرتا ہے؟

جواب: خاتون محترم بات یہ ہے کہ جب امیر علی ٹھگ کو پھانسی پہ چڑھانے لگے تو By the time اُس نے کئی قتل کئے ہوئے تھے۔ تو جب اس سے کسی نے پوچھا کہ تجھے کوئی غم وغصہ اور کوئی تاسف نہیں ہے تو اس نے کہا بالکل نہیں ہے۔ اس نے کہا کیوں، اس نے کہا میرے والد نے مجھے کہا تھا کہ ہر آدمی اللہ کے کسی اسم کے سایے میں پیدا ہوتا ہے اور ہم لوگ اسمِ قہار کے سایے میں پیدا ہوئے تھے۔ بات یہ کہ اگر آپ تھوڑا سا Analysis کریں تو تاریخ عالم میں آپ دیکھیں گے کہ ظالمانہ جبر والے معاشرے جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ انسانی معاشرہ جبر سے مصالحت کے ساتھ آگے نہیں بڑھا۔ بلکہ انصاف اور اخلاق کے اصولوں سے آگے بڑھا ہے۔ یہ پوری انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ حیوانی جبلتوں کی تسخیر کے بعد انسان نے جبلی عقل و معرفت میں ترقی کی ہے۔ اس وقت اس نے ان اصولوں کو اپنایا ہے جن کو ہم Constructive laws of Society کہتے ہیں۔ یہ کوئی شک نہیں ہے کہ تاریخ میں بار بار ایسے ادوار ضرور آتے ہیں کہ جب وہ لوگ جو اچھی عقل والے تھے یا جنہوں نے معاشرے کو اچھی تخلیق دے دی تھی، وہ کمزور پڑ گئے، معاشرہ کمزور پڑ گیا۔ ان کی کرپشن اتنی بڑھ گئی کہ کسی ظالم و جابر کو ضرور ان پر مسلط کر دیا گیا۔ مگر آج تک جو Cave Man سے Sky Scraper تک کا زمانہ آیا ہے۔ اس میں زیادہ تر زمانہ مذہبی عروج کا ہے اور مذہب اسلام بارہ سو سال تک عروج پہ رہا۔ تین ساڑھے تین سو سال عیسائیت عروج پہ رہی۔ اس سے پہلے بھی جن سوسائیٹوں نے عروج پایا ہے۔ ان میں ہم کوئی اعتماد دیکھتے ہیں۔ Super Natural کوئی نہ کوئی اچھی چیز دیکھتے ہیں، عقل دیکھتے ہیں، معرفت دیکھتے ہیں۔ آپ تین ہزار سال پہلے سے Socrates اور افلاطون کو جانتے ہیں۔ آج کی بات نہیں ہے اور زمانے کی ترقی اور تمدن ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ظالم اور مظلوم کی وجہ سے نہیں بلکہ عدل و انصاف کی وجہ سے معاشرہ آگے بڑھا۔

اللہ کے دوست کی توہین

سوال: کیا اللہ کے حضور کامیاب و کامران ہونے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور انؐ سے محبت کرنا لازمی ہے۔

جواب: خواتین وحضرات! پروردگار عالم نے ایک بڑی خوبصورت آیت میں جو ہم سب لوگوں کے لیے بڑی خوشخبری کا باعث ہے بلکہ جب یہ آیت پہلی مرتبہ آئی تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل بڑے کشادہ ہوئے۔ وہ آیت یہ ہے۔ "قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة الله" (الزمر: آیت ۵۳) اے پیغمبران لوگوں سے کہہ دے جنہوں نے اپنی ذات پہ بڑے اسراف کئے، جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو بے جا خرچا، یہ یاد رکھیں، خدا گناہ کو ایک اچھی صلاحیت کے بے جا خرچنے سے تعبیر کرتا ہے، اسراف کہتا ہے۔ یہ یاد رکھیے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو کلمۂ توبہ لکھایا ہے اس میں اسراف کا ذکر ہے اور خسارے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے جو صلاحیتیں اللہ نے ہمیں اپنے لیے دی ہیں اگر (مسرفانہ) خرچیں گے تو ہمیں ضرور خسارہ ہوگا اللہ نے پہلی دعا جو آدم کو دی۔ "ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین" (الاعراف: آیت ۲۳) اس لیے کے "ان یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت ۵۳) یہ Totality کا قانون ہے کہ بیشک تمہارا اللہ

تمام گناہ معاف کرتا ہے "ان یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت ۵۳) اب جن لوگوں کا آپ ذکر کرتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بڑا مخیر ہے، بڑا نیک ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اور دس بیس سال سے اس کا طریقہ زندگی یہی ہے مگر دس بیس سال بعد اچانک پتا چلتا ہے کہ یہ ہیروئن فروش ہے۔ اس کی یہ کوالٹی اس کی بیس سالہ کارکردگی تہ و بالا کرنے کو کافی ہے۔

And Secondly in a flash, all these accomplishments will be lost.

اس طرح وہ لوگ جو صبح و شام نیکیاں کرتے ہیں، خیر کا کام کرتے ہیں یا اچھی صلاحیتوں کے مالک ہیں یا انہوں نے بڑی سائنٹفک اصلاحات دی ہیں جیسے مادام ٹریسا (Madam Terresa) تو خدا کہتا ہے کہ جن لوگوں نے سارے اچھے کام جس مقصد کے لیے کیے ہیں میں نے صلہ لوٹا دیا۔ میں نے ان کو شہرت دی، عزت دی، محبت دی، لوگوں کا خلوص دیا، ہر جگہ استقبالیے دیے، بینرز لگے مگر چونکہ انہوں نے میری ذات کے ساتھ ظلم کیا ہے، ناانصافی کی ہے اور ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا دین جو آدمؑ سے شروع ہوا جبلی طور پر انسان کی تربیت کرتا کرتا بالآخر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تک آیا، عیسیٰؑ بھی آ گئے موسیٰؑ بھی آ گئے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بات پہنچی یعنی دوستی کے رشتے اللہ کے اس Major دوست تک آئے جس سے پہلے قرآن اس کی وجہ سے جاری تھا۔ پہلے قرآن اسی کی وجہ سے جزوی طور پر اترتا رہا تھا۔ جب وہ تشریف لے آئے تو اللہ نے کہا (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم" یہ نہیں کہا کہ نیا دین دیا ہے بلکہ آدمؑ سے لے کر تمام پیغمبروں...... کے رستے سے گزرتا ہوا جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آیا تو یہ ایسے ہے جیسے Academy of religion میں کسی طالبِ علم نے Basic class پانچویں میں داخلہ لیا تھا وہ اب Ph.D. تک آ گیا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدۃ: آیت ۳) کہ آج نہ صرف میں نے Message اور دین پورا کیا بلکہ اپنی نعمت تمام کر دی۔ اگر آدمؑ میں، میں نے نعمت رکھی اور موسیٰؑ میں تمہارے لیے رحمت رکھی، یحییٰؑ میں رکھی تو آج تمام رحمت عالم سمٹ کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ گئی۔ جہاں میں نے نعمت تمام کر دی ہے وہاں Message بھی تمام کر دیا۔ اس لیے کہ انسان بلوغت فکر کہ اس مرحلے میں آ گیا تھا کہ اب Message پورا پورا قبول کر سکتا تھا۔ قوم (ابریت) یکطرفہ قوم تھی ان کے ہاں تمام کی تمام ٹیچنگ حضرت عیسیٰؑ کی ہے اندرونی ہے۔ وہ قوانین جو آج Impracticable ہیں۔ وہ قوانین کہ جس نے ہمسائے کی بیوی پہ بری نگاہ ڈالی اس نے گویا زنا کا ارتکاب کیا۔ جس نے اپنے بھائی کے خلاف یہ سوچا اس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ اگر آپ ان قوانین جس نے آپ کے منہ پر ایک تھپڑ مارا آپ اسے دوسرا گال آفر کریں، یہ تمام چیزیں اندرونی شریعت کی تھیں۔ جب تک آپ بہت گہرے اخلاص میں نہ جائیں یہ Religion کا Totallity نہیں ہے۔ یہ چند ایک لوگوں کا Religion ہے جو خدا کی طرف اتنی شوقِ عبادت سے بڑھے کہ ہر بات کو اپنے اوپر قبول کریں اور اپنے جبر اور سختی سے اس موقف کی تائید کریں جو حضرت عیسیٰؑ نے دیا تھا۔ اس سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا تمام مذہب پریکٹیکل مذہب تھا۔ اسی لیے وہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے آج ہمارے Dogmatic مولوی کا مسئلہ ہے کہ اس کو پریکٹیکل Religion کے بعد اور کوئی بات آگے نظر نہیں آتی۔ خواتین و حضرات! میں ایک سوال آپ سے بھی پوچھ سکتا ہوں کہ کسی اکیڈمی اور کسی سکول آف تھاٹ میں انٹری کے وقت اور اس سے نکلتے

وقت کوئی پراگرس ریکارڈ تو ہوتا ہے اگر میں ایک کالج میں گیارہویں میں داخل ہوا اور ایم-اے کر کے نکلا ہوں تو کم از کم میں اپنے آپ کو کہہ تو سکتا ہوں کہ میں نے علم میں کچھ اضافہ کیا، ترقی کا یہ کون سا مذہب ہے۔ اسلام آپ لیے پھرتے ہو کہ اس میں آپ چھٹی ساتویں جماعت میں نماز اور روزہ سے ابتدا کرتے ہو اور نماز، روزہ پڑھتے پڑھتے گزر جاتے ہو اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ یہ کیسا مذہب بن گیا ہے کہ جس میں فکری، ذہنی جلا کی ایک رمق باقی نہیں رہتی اور جوں جوں لوگ اس میں آگے ترقی کرتے ہیں تو لگتا یہ ہے کہ مذہب تمام کسی مابعدالطبیعاتی تاثر سے خالی ہے۔ آپ یقین کرو کہ میں اس حدیث کے مصداق ایک شخص کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا رہا کہ ''فراستِ مومن سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' یہ کہاں سے ملیں گے لوگ۔ اگر مذہب میں نہیں ملیں گے تو پھر فراست مومن والے لوگ کہاں سے ملیں گے جو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ یہ مذہب کی ایک Category تو ہے۔ صرف دو مثالیں میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے ملائکہ مجھے جنت کا در کھول کر دکھاتے ہیں فرمایا معاذ یہ اخلاص ہے۔ حضرت عسیر بن عزیزؓ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں قرآن پڑھ رہا تھا تو بادل جھک گئے ان میں ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو یہ ملائکہ تھے جو تیری تلاوت سن کے جھک آئے تھے اور بادلوں سے نکل کے تجھ سے مصافحہ کرتے۔ یہ عجیب وغریب باتیں لگتی ہیں۔ Academically یہ باتیں اس دور میں جب کہ آپ اتنے Objective، سائنٹفک طرز عمل کے مالک ہیں۔ بڑی عجیب باتیں لگتی ہیں۔ مگر آپ ان ساری عجیب باتوں کو سمیٹ لیں تو بات پھر اس بنیادی Question پہ آ کے رک جاتی ہے کہ آپ اللہ کو مانتے ہو کہ نہیں مانتے ہو۔ آپ اللہ کو جانتے ہو کہ نہیں جانتے ہو۔ کچھ سسٹم ہی ایسے ہیں جو صرف اللہ ہی سے تشخیص پاتے ہیں۔ ابھی اس بنیاد پہ دیکھا جائے کہ خداوند کریم ان لوگوں کو کیا صلہ دے گا کہ جو ابتداء کو تسلیم کرتے ہیں مگر انتہا کو نہیں مانتے۔ جب وہ چھوٹے چھوٹے دوستوں کو مانتے چلے آئے مگر اللہ کے بہترین دوست کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ادھر اللہ کہتا ہے، اس بہترین دوست کا انکار جس کے لیے ساری کائنات میں نے بنائی اگر وہ الحمد للہ رب العالمین ہے تو یہ خطاب کسی اور پیغمبر کو تو نہیں ملا، ''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین'' (الانبیاء: آیت ۱۰۷) کیونکہ جہاں جہاں خدا کی ربوبیت کی حدود ہیں وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی حدود ہیں اور یہ یاد رکھیے ایک مخلوق کے لیے نہیں ہے بلکہ خداوند کریم نے یہ فرمایا تمام مخلوقات ارض وسماوی کو پیدا کرنے سے پہلے میں نے ایک چیز کو معاہدے کے طور پر کتاب میں لکھ دیا۔ "کتب علی نفسہ الرحمۃ" (الانعام: آیت ۱۲) کہ میں ان پہ ہر حال میں رحم کروں گا۔ رحم کرتے کرتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ انتہائے رحمت فرما دی۔ اب اگر کوئی شخص کتنا ہی نیک ہو، کتنا کریم النفس ہو، کتنا ہی خلیق ہو، مہربان ہو، انسان دوست ہو، بندہ پرور ہو لیکن جب اللہ کے سب سے بڑے دوست کی توہین کرے گا تو اس کا کیا مقام ہوگا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شخص نہیں مانتا اور کیوں نہیں مانتا؟ Lets go back to the reason وہ کیوں نہیں تسلیم کرتا۔ آج تک کسی غیر مذہب کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ماننے کی کوئی Reason نہیں ہے۔ میں اس کی وجہ آپ کو بتاتا ہوں تھامس کارلائل کتاب

Heroes And Heroes Worship.

Marfat.com

مرتب کرتا ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر کو بطور ہیرو کیوں نہ رکھ لیا۔ پر سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہیں ہے مگر پھر بھی مانتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ Heroes and Heroes Worship میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو Prophet as a hero مانتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی سب سے بڑا موثر اور انقلاب انگیز پیغمبر گزرا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مگر پھر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا۔ یقیناً اس کا نہ ماننا طلوع مہر کو چمگادڑوں کے نہ ماننے جیسا ہے۔ اگر سورج کو دیکھ کر آپ الٹا لٹک جائیں تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ خدا کو ان سے کیا پڑی ہے۔ خدا کا تو سارا افسانہ دنیا ہی فسانہ محبت و دوستی ہے۔ اس کو تو اور کسی بات کا پتا ہی نہیں وہ تو اپنے دوستوں کے لیے اس حد تک چلا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلو ابراہیم تو اللہ کے دوست تھے، محبت والے تھے مگر یہ صفا و مروہ کیوں ہے۔ کیا اب ہم خاتون ابراہیم کا بھی طواف کریں گے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، ایک دم اللہ کے رسول غیرت میں آ گئے۔ فرمایا "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" (البقرۃ: ۲-۱۵۸) کہ خبردار ابرہیم سے منسلک یہ چیز شعائر اللہ ہے، وہ میرا دوست ہے، وہ میری محبت ہے، وہ میرا خلیل ہے، وہ ایک ایسا انسان ہے جس نے میری دی ہوئی نعمت کا سب سے بہترین فائدہ اٹھایا ہے، اس نے مجھے عقل و شعور سے پہچانا ہے۔ اس سے بڑا میرا کوئی دوست نہیں ہے اور اس کی بیوی بھی مجھے اتنی ہی عزیز ہے جتنا وہ عزیز ہے۔ اس کا بیٹا بھی مجھے اس طرح ہی عزیز ہے، اس کی دعا مجھے عزیز ہے (آیت)'' کہا کہ اس کی دعا بھی مجھے عزیز ہے' اور اس کی دعا کی وجہ سے میں نے رحمت عالم کو اس کے خاندان میں رکھ دیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، یہ تو فسانہ دوستی ہے آپ خود سوچیں حجر اسود کو کیوں چومتے ہیں، کیوں چومیں پتھر کو، عمر نے ٹھیک کہا تھا اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ہم کیوں اسے چومیں۔ جنت سے آیا ہوگا تو دیکھا جائے گا مگر حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہم پتھر نہیں چومتے ہم تو لمس دست ابراہیم چومتے ہیں، ہم تو اسماعیل کے ہاتھوں کو چومتے ہیں، ہم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے لمس کو چومتے ہیں جو اس پتھر کو لگے ہوئے ہیں،

Feeling is a better science-i tell you,

اور Emotion کی سائنس ڈویلپ نہیں ہوتی ہے سائنسدان اور Mystic میں ایک فرق ہوتا ہے سائنسی تجربات میں سائنٹسٹ کی Feeling کا کوئی حصہ نہیں، وہ چاہے ناراض ہے، بیمار ہے، اداس ہے جس عالم میں بھی ہے کیمیکلز نے وہی ری ایکشن کرنا ہے جو اس کے نصیب میں لکھے ہوئے ہیں مگر صوفی کی ایک ایک معمولی سی Feeling اس کے تجربے کو غلط کر دیتی ہے۔

He is a better scientist

اس کو یہ پتا ہے میرا ایک Emotion، میری ایک Feeling، میرے تجربے ہیں اور سب سے قیمتی تجربات حیات کو خراب کر دیتے ہیں۔ میں جس حیثیت اور جس حقیقت کو جاننے چلا ہوں وہ سائنسز کی غائیت اولیٰ ہے۔ چاہے سائنس اسے پہچانے نہ پہچانے۔ جس سائنس کا مقصد ہی کوئی نہیں ہے، جس سائنس کا مقصد فضائے بسیط میں ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے کیا آپ سمجھتے ہو کہ science is going to the right way۔ اب ذرا غور کیجیے میں آپ کو چھوٹا

Marfat.com

سا فرق بتاتا ہوں یہ کتاب ہے کہ وہ کتاب ہے کہ سلیمانؑ کے دربار میں ایک جن کہتا ہے، اے سلیمان اگر تو مجھے حکم دے تو میں تخت سبا ایک پہر تک تیرے دربار میں پہنچا دوں تو قرآن کہتا ہے اس ایک شخص کو اللہ نے کتاب کا علم دیا تھا وہ ایک شخص آصف بن برخیا؟ وہ ایک شخص جسے اللہ نے ایک کتاب کا علم دیا تھا وہ کہتا ہے پیغمبر مجھے اجازت دے میں آنکھ جھپکنے سے کم وقت میں تخت سبا ادھر لے آؤں۔ خواتین وحضرات ڈیڑھ سو سال پہلے قریباً جب دونوں قوانین آئن سٹائن نے دے دیئے۔

Matter can be converted into energy and vice versa was also true.

آج تک توانائی Matter میں کنورٹ نہیں ہوئی، آج تک چھوٹے موٹے تجربات ہوتے رہے کافی عرصہ گزر گیا اور

Energy and matter convert easily

تو یہ جو آپ سٹار ٹریک میں دیکھتے ہیں، آدمی آیا شعاع ڈالی دوسری طرف چلا گیا، زمین سے ستارے تک منتقل ہو گیا مگر آپ کو پتا ہے کہ کتاب کے علم سے ایک شخص نے بہت پہلے یہ کرشمہ سرانجام دے دیا تو آپ کا خیال یہ ہے کہ دنیا اتنی آگے جانے کے لیے ہے۔ اس زمین میں جسے اللہ نے "مستقر ومتاع الی حین" (البقرۃ: آیت ۳۶) چھوٹا سا کیمپ، چھوٹی سی دنیا کہا ہے، اس چھوٹی سی دنیا میں آپ جن Achievements کے خواب دیکھ رہے ہو، آگے بڑھنے کے خواب دیکھ رہے ہو ابھی تو آپ نے کائنات کی دہلیز پر قدم نہیں رکھا آپ کو کتنی عمر چاہیے Galaxies کو دیکھ لیں جہاں کروڑوں اور ملین ائیرز کے فاصلے مختصر ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی کی کوئی Average بنتی ہے۔ اس کو اللہ نے کہا "قل متاع الدنیا قلیل" (النساء: آیت ۷۷) انتہائی مختصر یہ اتنی قلیل ہے کہ حیات انسانی کا کوئی تناسب حیات کائنات کے ساتھ نہیں بنتا۔ کیا آپ کو اب بھی توقع ہے۔ میں نے کہا نا انسان Narcissist ہے۔ اپنے وجود کی لذت میں ڈوبا ہوا، اپنے آپ کو کائنات میں یکتا اور خدا کا محبوب سمجھتا ہے اور یہ تصور کرتا ہے کہ وہ سب کچھ تسخیر کرے گا۔ شاید اس چھوٹے سے کیمپ سمیت وہ یہ کام اپنے سائنٹفک علوم سے نہیں بلکہ خدا کے کرم سے اس زندگی کے بعد سرانجام دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ وجود Perishable ہے۔ اس میں صرف ایک ہلکی سی Permanent Silicon chip ہے جس کو آپ روح کہتے ہیں۔ وہ اتنی باریک ہے کہ حضرت آدمؑ کو تمام اولاد آدمؑ ان کی بقول حدیث ہتھیلی پر دکھائی۔ حضرت آدمؑ کا ہاتھ کتنا بڑا ہوگا، میرے دو ہاتھوں کے برابر ہوگا، بڑے قد کے تھے چلو مگر وہ کتنی ارواح ہوں گی، کتنے موٹے دانے ہوں گے جو ایک ہاتھ پہ دکھا دیئے گئے، اتنی باریک .Specialized processed chip ہے یہ روح کہ اس کو نکالتے ہوئے بھی بندے کو بہت تکلیف ہوتی ہے، ملائکہ بڑا لمبا آپریشن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں اور اس کا انفراسٹرکچر اور اس کا لوئر سٹرکچر بھی Destructable ہے۔ انسان ازلی نہیں ہے لیکن ابدی ضرور ہے، اب جہنم اور جنت کے دونوں مظاہر کے لیے وہ لمبی تیاری کر رہا ہے، وہ تسخیر عالم کے لیے نہیں آیا بلکہ صرف ایک سوال کا جواب دینے کے لیے آیا ہے۔ "ان ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا" (الدھر: آیت ۲) دنیا سے گزر جائیں گے اور قبر کے دہانے پہنچیں گے

Its an Airport to the galaxy.

Marfat.com

قبر کوئی چھوٹی سی جگہ تو نہیں ہے ادھر Galaxies ہیں جو Heaven کو جاتی ہیں ادھر Galaxies ہیں جو Hell کو جاتی ہیں۔ پاسپورٹ، آپ کے ہاتھ میں ہے "من ربک" کس کو پوجتے چلے آئے ہو، مادام ٹریسا تو جواب نہیں دے سکتیں۔ Impossible۔ بھئی کس کی سنیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے اللہ کو مانا، اچھا اللہ کو مانا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانا، تم خدا کے ساتھ بھی پارٹی بازی کرتے آئے ہو، مجھے بھی الجھار ہے ہو پارٹی بازی میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اور عیسیٰ کو نہ مانا، عیسیٰ کو مانا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانا، آپ کو یاد ہے، یہودی کہا کرتے تھے کہ ہمارا پیام بر تو میکائیل ہے، جبرائیل تو ہمارا دشمن فرشتہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک یہودی کے قریب سے گزرے تو انہوں نے یہودی سے کہا او بد بخت، اللہ کے ایک فرشتے کو دوست بناتا ہے اور دوسرے کو دشمن بناتا ہے۔ یہ تو سب اللہ کی مخلوق ہیں اور سب ہمارے لیے ہیں۔ وہی حساب یہ ہے کہ جو یہود کہتے تھے۔ وہی اب بعد میں آنے والا کوئی کہے گا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نہیں ہیں، عیسیٰ میرے ہیں۔ میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناؤں۔ I met a lady جس کو بارہ سال سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس کا نام جوائیس تھا۔ اس نے مجھے کہا Can you help me میں نے کہا Yes I will do اس نے کہا How to do it میں نے کہا ایک شرط ہے۔ کہنے لگی کیا میں نے کہا

Whould you believe in my prophet to be a prophet.

میں نے کہا اپنے اوپر ایک احسان کرو جب میں تمہارا پیغمبر مانتا ہوں تو کم از کم تم اخلاقاً ہی میرا پیغمبر بھی مان لو۔ اس نے کہا نہیں نہیں میں تو سمجھتی ہوں

He was a prophet. After all these are two great religions.

کرسچینز ہیں۔ مسلمز ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ I don,t mind میں نے کہا

If you dont mind تو میں ایک تسبیح دے دیتا ہوں تو آپ یقین کرو پندرہ دن کے بعد اس نے کہا Professor look I am sleeping یعنی آپ دیکھیں میں خود بڑا حیران ہوا کہ وہ ذرا سی معمولی سی شناخت کے لیے بارہ سال سے جاگتی رہی۔ کیا شعر ہے کہ

لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
اک شعبدہ ہے اس نگہِ نیم باز کا

میں تو کہتا ہوں کہ ہم پر یہ دور حاضر کی تاریخ نازل ہو رہی ہے، جس میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ وہ بڑے نیک لوگ ہیں۔ یہ بڑے اچھے کام کرنے والے ہیں۔ میرے نزدیک وہ لوگ توہین خداوند کے مرتکب ہوتے ہیں جو اللہ کے ایک پیغمبر کو مانتے ہیں اور ایک کو نہیں مانتے۔

عقیدے اور عمل کا ربط

سوال: اسلام عقیدہ اور اعمال کا نام ہے صرف عقیدہ کا نہیں آپ کی یہ بات کہ انسان اعمال نہ کرے اور مرتے وقت توبہ کرے تو یہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اقبال بھی اس کے خلاف تھے؟

Marfat.com

جواب: جی ہاں محترم آپ نے خوبصورت سوال کیا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ اسلام میں جب بندہ داخل ہوتا ہے تو اس کا آغاز ہی نماز سے ہوتا ہے، روزے سے ہوتا ہے، پانچ ابتدائی کلمات سے ہوتا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا آپ مجھ سے یہی پوچھ لیتے کہ آپ نماز پڑھتے ہو کہ نہیں پڑھتے مگر میں آپ کو بتاؤں میں نماز نہیں پڑھتا تھا مگر جب سے جستجو خداوند میں پڑا ہوں نماز کوئی قضا بھی نہیں ہوتی اور روزے رکھنے میں تو میں ویسے بھی متقی تھا یعنی جائز ہونے سے پہلے سے رکھتا چلا آیا ہوں۔

خواتین وحضرات! یہ بڑا ناقص نتیجہ ہے۔ میں جب بار بار آپ سے کہہ رہا ہوں کہ تصوف مذہب کی اکیڈمی کی آخری کلاس ہے۔ مذہب جو نماز اور روزہ سے شروع ہوتا ہے تو میں آپ سے سوال یہ پوچھ رہا تھا کہ وہ نماز اور روزہ آگے بڑھتے ہوئے مسلمان کو نماز اور روزہ سے زیادہ کیوں کچھ نہیں دیتا۔ میں کہہ رہا تھا کہ دنیا کے ہر علم میں ترقی ہے۔ ہر درسگاہ سے بلوغت ذہن والے لوگ نکلتے ہیں۔ آپ کے اسلام سے اب کوئی عبدالقادر جیلانی نہیں نکلتا، کوئی علی بن عثمان کیوں نہیں نکلتا، کیا Crisis ختم ہو گیا؟ کیا ایسے ختم ہو گئے؟ کیا قوم مسلم دنیا کی انتہا درجہ کی بلندیوں کو چھوڑ رہی ہے کہ اب خدا کے کسی بندے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے Dogmatic Academics نے باطنی ضرورتوں پر توجہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا نہیں کہ ظاہری گناہوں کے ساتھ ساتھ باطنی گناہوں سے بھی بچو۔ ہمارے علماء ظاہر نے کبھی باطنی گناہوں کی لسٹ بنائی ہے کہ یہ کون سے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ نماز اور روزہ کے علاوہ انسان منافق بھی ہو سکتا ہے۔ تصوف میں اور Academics کے علماء میں صرف ایک فرق ہے۔ علماء ظاہر، قول وفعل کے تضاد پر زور دیتے ہیں لیکن آج کل تو وہ بھی بات نہیں رہی ہے۔

اگر کوئی بہت نیک عالم ظاہر ہوگا تو وہ ہمارے قول وفعل کے تضاد کو ختم کرنے پر زور دے گا، وہ کہے گا، جو کہو وہ کرو (آیت) "لما تقولون مالا تفعلونO" (الصف: آیت ۲) قرآن کہتا ہے نا کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو مگر ایک شخص ہر منزل مذہب کے دائرہ پیٹرن سے گزرنے کے باوجود بدترین منافق ہو سکتا ہے۔ کیا مدینہ میں منافق نہیں تھے؟ کیا مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے؟ کیا جہاد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نہیں نکلتے تھے؟ اور رستے میں سے نہیں پلٹ آتے تھے؟ کیا قرآن نہیں کہتا صبح مذہب میں داخل ہوتے ہیں اور شام کو چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی ایسا طریقہ کار نہیں کہ Dogmatic Religion میں منافق اور مخلص کو علیحدہ کر سکیں The law of mysticisim is little different اس کی بنیاد کو شرع کہتے ہیں حضرات گرامی آپ کہتے ہو نا "میں" یہ میں ہوں کون آپ کو یہ سوچنا پڑے گا میں ہوں کون۔ مجھے ایک شخص نے کہا علم الاسماء کا کوئی اور استاد ہے تو میں نے کہا جب سے میں نے قرآن کے ان علوم پر تحقیق کی ہے صرف آٹھ سو سال پہلے شیخ محی الدین ابن عربی کا سنا تھا۔ تمام تکبرات تجاہل اور حماقت کا حصہ ہیں سوائے اس کے جسے ایک استاد اپنے شاگرد کو دیتا ہے۔ ایک استاد کو صرف یہ حق حاصل ہے کہ وہ شاگرد کو کہہ سکے کہ تُو غلط ہے اور میں صحیح ہوں۔ علاوہ ازیں ہر قسم کا تکبر اور بڑائی ناروا ہے مگر جب ایک سفر سے آپ گزرے ہوں گے تو میں آپ کی مثال دوں گا جب کوئی دوسرا گزر رہا ہوگا تو میں اس کی مثال دوں گا یا جب میں پرانے لوگوں کی مثال دیتا ہوں تو میں اس لیے دیتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے رستوں کا علم ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں تصوف میں شیخ سیدنا حجت الاسلام

Marfat.com

محمد بن احمد الغزالی کو جانتا ہوں تو میں نے ان کا یہ قول پڑھا ہوگا کہ آخری چیز جو سینہ انسان سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے، جاہ طلبی ہے، تعزز ہے اور جو شخص اس راہ سے گزرتا ہے اس کو اس بات کا اچھی طرح پتا ہے کہ

Acadamics are just the beginning,

I would only say لوگ ان چیزوں کی جو ابتدائے اسلام ہیں، Over stress کر رہے ہیں اور جو انتہائے اسلام ہیں، انہیں بالکل Ignore کر رہے ہیں۔ آپ نماز پڑھو۔ میں بھی پڑھتا ہوں، روزے آپ بھی رکھو میں بھی رکھتا ہوں مگر کیا یہاں مذہب ختم ہو جائے گا۔ Is that all کیا اسی وجہ سے وہ فراست مومن دیکھنے کی حسرت آپ کے سینے میں کبھی نہیں اٹھے گی پھر کیوں آپ مجذوبوں کے پاس جا رہے ہو، آپ کیوں اُن ان پڑھ لوگوں پر یقین کر رہے ہو جو دھوکے باز اور دغا باز ہیں، ان کی مطابعت کیوں کر رہے ہو۔ کیوں آپ کی غیر معمولی ذہانتیں چھوٹے چھوٹے جاہلوں کے کرشماتی تسلط میں آئی ہوئی ہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اعلیٰ بصیرت کا حامل ہو اور خدا کی سچی طلب اور جستجو اس کے سینے میں ہو اور وہ اس زمانے کے چبھتے ہوئے بے شمار سوالوں کا جواب دینے والا ہو۔ اگر علماء میں کوئی ایسا ہوتا تو ضرور جواب ملتا اور اگر کوئی Mystic میں ہوتا تو زمانہ اسے ضرور جان پاتا۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خطاب ہائی کورٹ لاہور

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا.

(الاسراء آیت ۸۰)

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفونO وسلٰم علی المرسلینO والحمدللہ رب العلمینO

(الصافات آیت ۱۸۰،۱۸۱،۱۸۲)

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم

خواتین وحضرات!

میں وہ تعریفات تو Justify نہیں کرتا جواتنی ساری میرے حق میں کی گئیں۔ صرف اس توقع کا اظہار کرسکتا ہوں کہ پروردگارِ عالم مجھے اس گمان پر پورا اتارے جو میرے احباب کا میرے بارے میں ہے۔ میں بہت شکر گزار ہوں ہائی کورٹ بار کا اور خصوصاً ان عہدیداران کا جنہوں نے مجھے یہ موقع فراہم فرمایا کہ میں اس ملک کے Elite اور ذہین ترین طبقے کے ساتھ، اور جو ماشاءاللہ گفتگو اور اندازِ گفتگو دونوں میں مہارت رکھتے ہیں، ان سے گفتگو کرسکوں۔ خواتین وحضرات: سوادِ چشم انسان سے آج تک کوئی ایسا آنسو نہیں پھوٹا جو وقعت وعزت، میں اس اشکِ لرزاں سے بڑھ کر معتبر ہو جو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں نکلتا ہے۔ ایک بہت ضروری بات جو ہم سب کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ کیا ہم عقیدت اور محبت میں سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مرتبۂ علمیہ اور وہ مرتبۂ ذہنیہ تو بھولنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جو شاید تمام دنیا میں انوکھا اور غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ ایک ایسا انسان جس کو اللہ ایک معمولی سا وصف عطا کردے، دو چار شعر تخلیق کرنے کی صلاحیت عطا کردے یا ایک اچھی انشاء پردازی کا وصف عطا کردے یا اس کو کسی آرٹ اور فن میں کوئی مہارت عطا کردے تو وہ پھولے نہیں سماتا۔ ان لوگوں میں کتنا فرق پڑ جاتا ہے۔ وہ معاشرے سے کتنے جدا ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ کتنے عجیب وغریب سمجھے جاتے ہیں جن میں ایک آدھ وہ وصف جو عام لوگوں کا نہ ہو بلکہ ذرا خصوصی

Marfat.com

ہوتو ان لوگوں کے انداز زندگی ہی بدل جاتا ہے۔مگر یہ کیسی ہستی مبارک ہے۔جس کے کائنات کے سب سے بڑے غیر معمولی سائیکنگ پری سائیکنگ، Spiritual,Religious اوصاف بارشوں کے قطرات کی طرح ٹپک رہے ہیں مگر وہ Absolute ان تمام غیر معمولی کیفیات کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت کی زندگی Absolute Normalcy میں ہے اور یورپ تو یہی کہتا ہے کہ Inconsistency is the virtue of genius مگر سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتاتی ہے جہاں علم زیادہ ہوگا وہاں اعتدال بھی بے حد وحساب ہوگا۔حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے علم کے بہت بڑے اصول نکلتے ہیں۔دو بہت بڑے اصول جو ہماری نگاہوں میں آتے ہیں کہ اگر قرآن بہترین علم ہے اور یقیناً ہے تو اس کے Container کو دیکھنا پڑتا ہے اور لوگوں کے لیے جذب وسرور اور سرمدی کیفیتوں کو علم کا نشان سمجھتے ہیں۔ان کے لیے نصاب ہدایت تمام ہے کہ اگر بہترین علم قرآن ہے تو اس کے Container کی Condition دیکھنا پڑتی ہے کہ کیا وہ علم کسی Sub-normal میں آیا۔کیا وہ علم کسی abnormal میں آیا۔مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی پر غور کرتے ہیں تو علم کا سب سے بڑا اصول جو ہمارے سامنے آتا ہے کہ جتنا علم بڑھے گا، جتنی شناخت بڑھے گی، جتنا ظرفِ انسان بڑھے گا اتنا اس کا اعتدال بڑھتا ہے اور یہ پہلا قانون ہے جو اللہ کے رسول کے توسل سے تمام اہلِ علم کو عطا ہوا کہ اگر تم نے دعویٰ علمیت کرنا ہے، اگر تمہارے پاس دعویٰ شناخت ہے، اگر تم واقعی Intellectual ہو مگر وہ فرق دیکھیے کہ دنیا کا ایک Top intellectual اس بات کی استدعا کر رہا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا چاہتے ہیں۔پہلے اس بات کو دیکھیے کہ پروردگارِ عالم خود اس علم کا عطا کرنے والا ہے۔رسول کو اُمّی رکھا۔دنیا کی کسی درسگاہ میں پڑھنے نہ دیا کہیں اور سے علم حاصل نہ کرنے دیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام تر علم عطیۂ خداوندی تھا اس پر بھی یہ دعوت مستزاد فرمائی۔"و قل رب زدنی علماً" (طٰہٰ: آیت ۱۱۴) اللہ کے نزدیک علم کی فوقیت کیا ہے اور اسلام سوائے مذہبِ علم کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔قرآنِ حکیم میں پروردگار فرماتے ہیں کہ ہم بڑی اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں کہ امانت علمیہ کہاں رکھنی ہے۔اس سے پہلے خدا اہلِ یہود کے بلم بن داؤد کی مثال دے چکا ہے کہ اگر علم والے خدا کے علم کے باوجود اگر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں تو ان کی مثال اس کتے کی طرح ہے جس کی آدھی زبان باہر اور آدھی اندر ہوتی ہے اگر قرآن میں کسی بندے کے بارے میں کوئی سخت مثال دی گئی ہے تو وہ اس عالم کے بارے میں ہے جو علم کو دنیائے دوں کے لیے اغراضِ ذات اور مقاصد شہوات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ایک دنیا دار عالم کبھی بھی لالچ اور فساد سے سیر نہیں ہوسکتا۔اس کے باوجود جب اپنے بندوں کو امانتِ علمیہ عطا فرمائی تو اس سے مراد وہ پیمبر تھے۔وہ تواتر کے ساتھ خدا کی اس امانت کے حامل رہے اور انہوں نے لوگوں کے لیے علم اور شناخت پہنچائی مگر خواتین وحضرات! آپ کا کیا خیال ہے کہ پیغمبر کوئی عام سی چیز ہوتا ہے اور خدا نے جس کے نام قرعہ فال نکالا ہوا سے اس نے پیمبر بنا دیا ہو۔ ایسا بالکل نہیں ہے تمام زمانوں میں آپ نے دیکھا کہ اس نے آدم کی فضیلت علمیہ ملائکہ اور جنات پر کیسے صادر کی تھی۔اس نے اوٹ پٹانگ Choice نہیں کی بلکہ بہت غور وفکر کے ساتھ اس ہستی کو اپنے علم اور امانت کا حامل چنا جس کو وہ جانتا تھا کہ وہ ذہنی اور عقلی اعتبارات سے ساری دنیا سے اس وقت بہتر ہے۔اسی لیے جب ملائکہ نے اعتراض فرمایا اور جب اللہ نے کہا "واذ قال ربک للملٰئکة انی جاعلٌ فی الارض خلیفة" (البقرۃ: آیت

Marfat.com

۳۰) میں آدم کو خلیفۃ الارض وسماوات بنانا چاہتا ہوں تو ملائکہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ فتنہ وفساد کرے گا۔ ہم تو اسے Primate Age سے دیکھتے چلے آئے ہیں زمین پہ سوائے فتنہ وفساد کے انسان نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو نگوڑا بدست جنگلی جانوروں کے طرح صرف قتل وغارت اور کشت وخون میں لگا ہوا ہے۔ تو اللہ نے کہا کہ چلو اس بات کا امتحان ہو جائے آپ کی ذہانتوں اور اس کی ذہانت کا امتحان ہو جائے۔ اس کی جبلت اور تمہارے شعور کا امتحان ہو جائے ''وعلم آدم الاسماء کلہا'' (البقرۃ: آیت ۳۱) پھر آدم کو بھی اسماء بخشے اور Challengers کو بھی بخشے۔ ''ثم عرضھم علی الملئکۃ'' (البقرۃ: ۳۱) اے ملائکہ تم بھی لو۔ اے آدم تم بھی لو۔ دس ہزار سال لو۔ ایک دو Millenniums بھی لے لو اور پھر مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے اسمائے الہیہ سے کیا اخذ کیا ہے۔ پھر وہ جب واپس حضور پروردگار آئے تو پوچھا ملائکہ سے کہ پہلے آپ کو فضیلت آدم پر اعتراض تھا۔ اب بتاؤ کہ علم میں کون بہتر ہے۔ کہ اے مالکِ کریم ''قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم'' (البقرۃ: آیت ۳۲) ہمیں یہ بات سمجھ آئی ہے کہ ہم تو Computers ہیں اور ہمارے پاس تو صرف Data ہے۔ اگر تو ہمارے اندر Data نہ ڈال دے، اور ہمیں نہ بتائے کہ ہمیں آگے اور کیا کرنا ہے یا پیچھے کیا چھوڑ آئے ہیں تو ہم کچھ نہیں جانتے کیونکہ ہمارے پاس Assimilations ہے اور نہ تجربات کی Continuity ہے۔ ہم ماضی کو نہیں جانتے ہیں اور ہم تو صرف آج کے لیے زندہ ہیں اور آج کے احکامات کو جانتے ہیں جو Data تو نے ہمیں Feed کیا، نہ پہلے ہمارے پاس ہے اور نہ بعد میں ہمارے پاس ہے۔ ''یادم انبئھم باسمآئھم'' (البقرۃ: آیت ۳۳) اے آدم تو بتا تو نے ان اسماء کا کیا کیا۔ تجھے ایک تختیٔ علم دی تھی، تو نے کیا کیا اس بحرِ طلسم کا۔ ''فلما انبأھم باسمآئھم'' (البقرۃ: آیت ۳۳) آدم نے فرفر سنایا سب نام اور شجرۂ نسب ہائے، واقعات بیان کیے۔ ماضی سے نکات اٹھائے اور حال میں استعمال کئے۔ اور مستقبل کے اشارات چھوڑ دیے تو اللہ نے تفاخر کا اظہار کیا۔ وہ اتنا صاحب قدرت تھا ملائکہ کو سزا اور جزاء بھی دے سکتا تھا۔ مگر چونکہ علم سے بڑھ کر خدا کے نزدیک کوئی Value نہیں اللہ کے نزدیک تعلیم سے بڑا کوئی رتبہ نہیں جاننے اور پہچاننے کے سوا خدا کو انسان سے کوئی شے مراد نہیں اس لیے فرمایا کہ ان شر الدوآب عند اللہ (الانفال: آیت ۲۲) میرے نزدیک بدترین انسان وہ ہیں الصم البکم الذین لا یعقلون (الانفال: آیت ۲۲) جو میری آیات کو غور وفکر، عقل وتدبر، علم ومنطق سے نہیں پڑھتے بلکہ اندھوں اور بہروں کی طرح سوچتے ہیں اور ایک Blind Faith پہ یقین رکھتے ہیں۔ ایسا Blind Faith جو ایک عالم فاضل بندے کی ضرب نہیں سہار سکتا، ایسا Faith جو تسکین کے صحرا میں اپنے وجود کا تشخص بنتا ہے، ایسا Faith جو آج کل کے Secular نظام کا ایک طنز نہیں سہہ سکتا۔ اللہ نے وہ مذہب آپ کو نہیں دیا۔ اس کے برعکس پروردگارِ عالم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک درجات انسان علم پر ہیں۔ تعلیم پر ہیں، جانچ اور پرکھ پر ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ''ترفع درجات من تشآء'' (یوسف: آیت ۷۶) جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں اور ''وفوق کل ذی علم علیم'' (یوسف: آیت ۷۶) اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ خواتین وحضرات: غور فرمائیں یہ علم کی جنگ ہے زمانہ کبھی Materialism کی جنگ نہیں لڑتا اسباب کی جنگ نہیں لڑتا۔ وہ Toynbee کا Response اور Challenge کا Thesis ہو یا ہیگل کا Thesis of Dialectics ہو یا میکسم کے نظریات ہوں۔ Response اور Challenge

opposing ideas for

کے مابین آج اسلام کو جو Challenge آ رہا ہے، وہ Materialism میں نہیں ہے۔ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ زمینی حقائق آسمانی حقائق کا مقابلہ نہیں کرتے ذرا غور فرمایئے دراصل آج کل آپ کی یونیورسٹیوں میں اہلِ علم، اہلِ دانش اپنا علم نہیں عطا کر رہے ہیں۔ یورپ کے Corridors کے یہ بھک منگے آپ کی یونیورسٹیوں میں ان کے علوم کے Agent تو بنے ہوئے ہیں مگر آج تک کسی ہود بھائی جیسے Cosmologist نے اپنی کوئی تھیوری پیش نہیں کی ہے۔ آج تک کسی Critic of Islam اور یورپ سے متاثرہ علوم کے ماہرین نے پاکستان آ کر بھی کوئی نظریہ سائنس Develop نہیں کیا۔ تاریخ سائنس اور تاریخ علم وادب میں یہ لوگ تو مغربی فلاسفہ کے تو کئی نام Quote کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ علم بازاری Marketable شے ہے اور ہمارے اساتذہ اس کے بڑے اچھے Agent اور Sellers ہیں۔ اگر واقعی ان کا علم اتنا معتبر اور اعلیٰ تھا خواتین وحضرات اگر واقعی ہمارے طالبِ علم اتنا اچھا پڑھ کے یہاں آتے تھے تو پھر یہاں آ کر بھی کوئی کارنامہ اپنے طور پر سرانجام دیتے۔ کوئی ایسے علمی وقار کے حامل ہوتے۔ کوئی ایسی ایجاد کر دیتے، کوئی ایسا نو دریافت خیال پیش کر دیتے بلکہ They only appreciate۔ ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں، ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ اسلام علم کا مذہب ہے۔ خیرات کا مذہب نہیں ہے اور خواتین وحضرات غور فرمائیں کہ Russell کہتا ہے۔

We do not know the nature of things. we only know the relationship of things.

ہم نے مغرب کے جس فلاسفر کے اقوال اور خیالات پر ایک صدی نثار کر دی۔ ہم نے جس فلسفی کو علم ودانش کا امام قرار دیا مختصراً اس کے علم کا خلاصہ یہ ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ

We do not know the nature of things. we only know relationship of things.

مگر ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ پندرہ سو برس پہلے آپ کا رسول کتنی عجیب وغریب دعا مانگ رہا ہے کہ اے مالکِ کریم مجھے حقیقت اشیاء کا علم دے۔ آج کا مفکر، سائنس دان، آج کا بہت بڑا عالم یہ اقرار کر رہا ہے کہ ہمیں صرف اشیاء کے تعلق کا علم ہے۔ ہمیں حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اور آپ کے پیمبر پندرہ سو برس پہلے خدا کے حضور دعا مانگ رہے ہیں خدا کے حضور کہ اے صاحب حقیقت اگر مجھے علم عطا کرنا ہے تو حقیقتِ اشیاء کا علم عطا فرما۔ خواتین وحضرات! علم کا ایک اور دوسرا بڑا وصف بھی ہے۔ بڑے بڑے عالم اور دانشور اس وقت اپنی حقیقت کھو جاتے ہیں جب وہ دنیا سے الگ تھلگ اپنے نظریات کے حصار میں، اپنے خیالات کی بندشوں میں قید ہو جاتے ہیں اور ان کے ان خیالات کو جنہیں آپ Intellectual کہہ لیجیے یا Institutional کہہ لیجیے اس کا کوئی مفاد دنیا کے عمومی بندوں تک نہیں پہنچتا۔ ایسے لوگوں کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے علم کا ایک اور بہت بڑا اصول سامنے آیا ہے کہ علم وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ حقیقتوں میں ڈھل جائے، علم وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ عوام کی فلاح اور بہتری کے لیے ہو، جس علم اور عمل کا Distance زیادہ ہوگا ایسا علم Schizophrenic میں ختم ہو جائے گا اور نہ اس علم کو قبولیتِ عام نصیب ہوگی اور نہ اس کو مفادِ عامہ سے کوئی واسطہ ہوگا۔ اگر آپ دنیائے کل میں غور کیجیے تو آپ کو صرف ایک ہی شخص ایسا نظر آئے گا جس

Marfat.com

نے علم اور عمل کو ایک کر کے اسے وقار بخشا ہے یعنی

The closest co-relationship of knowledge and action

کی یہ صورت ہمیں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ زمین و آسمان میں کسی اور استاد میں نظر نہیں آتی ہے کہ جو کہا وہ کیا جو اس سے سنا گیا، ویسے ہوا اور وہ اتنی عجیب و غریب حقائق کے پیمبر ہیں کہ اگر آپ یہ کہیں کہ ان کو کیا علم تھا اور کیا علم نہیں تھا تو میں مختصراً صرف یہ کہوں گا کہ یوں تو تمام انسان اللہ کے کنٹرول میں ہیں اور خداوند کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا "ما من دآبة فی الارض" (ھود: آیت ۵۶) زمین پہ ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے چاہے وہ آدمی ہو جانور ہو یا پرندہ، کوئی بھی ایسا نہیں "الا ھو اخذ بناصیتھا" (ھود: آیت ۵۶) جسے ہم نے اس کے ماتھے سے نہیں تھام رکھا۔ خواتین و حضرات جب ایک طویل تحصیل علم بعد میں بتائے گی کہ ماتھا جس کو اللہ نے اشارۃً استعمال کیا Forebrain کو کہتے ہیں جو اعلیٰ ترین خیالات احکامات اور فیصلے کرنے والا حصہ ہے تو پروردگار یہ فرماتے ہیں کہ "ما من دآبة فی الارض" ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے کہ جس پر ہم نے ایک Remote Control نہیں رکھا ہوا کیونکہ ہم نے ان سے اپنی مرضی کے کام کرانے ہوتے ہیں۔ ہم نے ان کو کہیں بھیجنا ہوتا ہے۔ کہیں اسے روکنا ہوتا ہے تو یہ تمام اختیارات ہم بڑی دور سے ایک Remote Control سے استعمال کرتے ہیں۔ "ان ربی علیٰ صراط مستقیم" (ھود: آیت ۵۶) بے شک آپ کا رب ہمیشہ سیدھے راستے پر ہے اور وہ کنٹرول جو وہ Exercise کرتا ہے انسان کی بہتری کے لیے استعمال کرتا ہے مگر خواتین و حضرات یہ کنٹرول تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا ہوا پیمبروں میں ٹوٹل کنٹرول ہو جاتا ہے۔ ان کو کسی چیز کی آزادی اس لیے نہیں دی جاتی ان کو کسی لمحے کی فراغت اس لیے نہیں دی جاتی کہ ان کا کوئی عمل بحران تک رہے گا، تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم Issue ہو جائے، کوئی ایسا عملی نکتہ Issue ہو جائے جو انسانیت کے لیے کارآمد نہ ہو۔ غور فرمایئے کہ حضرتِ یونس بن متیؑ جب اپنی قوم کی طرف پیمبر بنا کے بھیجے گئے اور مدتوں تبلیغ فرمائی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ بددعا دی اللہ نے قبول کی کہا اے یونس بن متیؑ صبح ہم سائبان کا عذاب نازل کریں گے، سرخ چمکتی ہوئی بجلیوں کے بادل آئیں گے اور تیری قوم کو تباہ کر دیں گے۔ حضرت یونسؑ وہاں سے نکل آئے اور ان کو بددعا دے کے آئے کہ اب تم میں سے کوئی بھی نہ بچے گا مگر جب یونسؑ نکل آئے تو ان کے کارخاص جو Second-in-command تھے وہ گلی گلی، کوچے کوچے پھرے اور کہا اے لوگو پیمبر کی بددعا سر پہ آ گئی ہے، سائبان تمہارے سر پر کھڑا ہے۔ کوئی فرد تم میں سے نہیں بچے گا سوائے اس کے کہ تم توبہ کرو۔ اللہ سے پناہ مانگو۔ تمام شہر اپنے جانور اور بچے لے کر ایک کھلے میدان میں گیا۔ آہ و زاری کی۔ اللہ نے عذاب ٹال دیا۔ خواتین و حضرات حضرت یونسؑ بن متیؑ کو رستے میں پتا لگا کہ وہ جو بددعا دے کے آئے تھے عذاب تو نہیں اترا۔ ناراض ہو گئے۔ اللہ سے کہا کہ اے مالک میں تیرا پیغمبر تھا تو نے مجھ سے ہی تو بددعا کرائی تھی میں تبلیغ سے عاجز ہوا تھا۔ اب میری قوم کے سامنے میرا کیا وقار رہا۔ مجھے تو تو نے رسوا کر دیا، میں واپس نہیں جاؤں گا۔ پھر رستے میں واقعہ پیش آیا۔ مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ پھر گرفتارِ بلا ہوئے۔ پھر ایک چھوٹی سی آیتِ کریمہ ان کو عطا ہوئی۔ اب دیکھیے بظاہر یہ غلطی لگتی ہے لیکن یہ انسان کی فلاح و بہبود برکت اور خیر میں کہاں تک جاتی ہے۔ اس اندھیرے، تاریکی اور بلا میں یونسؑ نے آواز دی۔ اے پروردگار "فنادیٰ فی الظلمٰت ان لا الٰه الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین" (الانبیاء: آیت ۸۷)

Marfat.com

You are perfect and you know that i am not perfect.

اگر اس آیت کا اک Simple سا ترجمہ کیا جائے تو یونس بن متیٰ نے یہ آواز دی کہ اے مالکِ کریم

You are perfect, I am not perfect and you know that i am not perfect, i made a mistake, i am sorry.

خدائے کریم نے فرمایا ہم نے اسے غم سے نجات دی اور نہ صرف یہ کہ یہ ہمارے پیغمبر کا سادہ سا اندازِ تکلم اور اپنی غلطی کا کھلا اعتراف اتنا خوبصورت تھا کہ ہمیں پسند آیا اور ہم نے اس کلمے کی بدولت نہ صرف یہ کہ یونس بن متیٰ کو نجات دی بلکہ یہ ہمارا وعدہ رہا کہ کوئی مسلمان، کوئی صاحبِ ایمان ہم سے اگر اس انداز سے معافی مانگے گا "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" (الانبیاء: آیت ۸۷) تو تمام اہلِ ایمان کو اسی طرح معاف کر دیں گے۔ خواتین وحضرات! اگر شیطان کسی سے گناہ کرائے اور وہ شخص ندامت میں توبہ کرے اور پھر اس ندامت سے خدا کی مغفرت ہاتھوں ہاتھ لے اور بخشا جائے تو مجھے بتایئے کہ شیطان کو یہ واقعہ سستا پڑا یا مہنگا پڑا۔ وہ تو انسان کو گمراہ کرنے کے لیے بیٹھا ہے۔ وہ تو انسان کی بلا اور مصیبت میں Interested ہے جو انہیں اغوا کرنے اور سیدھے رستے سے ہٹا کر انہیں شکوک وشبہات کی پگڈنڈیوں پر ڈالنے کے لیے ہے۔ وہ ایسا گناہ کیوں انسان سے کرائے گا کہ جس کے بعد انسان معافیاں مانگیں گے۔ توبہ کریں گے اور توبہ تو انسان نے خود سے تو نہیں شروع کی۔ "فتلقیٰ اٰدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہٗ ھو التواب الرحیم" (البقرۃ: آیت ۳۷) ہم نے ہی القا کیے آدمؑ کے سینے پر کلماتِ توبہ، ہم نے ہی اسے اندازِ انکسار سکھایا، ہم نے ہی اسے منکسر المزاجی دی، ہم نے ہی اسے بتایا کہ تکبراتِ ذہینہ کا علاج انکسار اور توبہ میں ہے۔ وہ ہماری طرف پلٹا اور ہم نے اسے معاف کر دیا۔ ہم اسی طرح تمام مومنین کو معاف کریں گے۔ خواتین وحضرات حضورِ گرامی مرتبت کی زندگی میں ایک Special Accomplishment ہم دیکھتے ہیں وہ پہلے کسی انسان نے نہیں دیکھے کچھ نہ کچھ تو اپنے نفس کی چاہت ہوتی ہے مگر اللہ کی ذاتِ گرامی کا اپنے پیغمبر پہ اتنا ٹوٹل کنٹرول ہے کہ ان کی نیند آزاد ہے اور ان کا جاگنا آزاد ہے۔ ان کی نظر آزاد ہے اور نہ عمل آزاد ہے اور نہ ان کی خطا آزاد ہے۔ بہت سے لوگ جب احادیث پہ اعتراض کچھ افعالِ پیغمبر پہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو اِس چیز کا علم نہ تھا۔ اُس چیز کا علم نہ تھا۔ خواتین وحضرات! آپ جدید ترین Academic یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے ہیں مجھے بتایئے کیا تمام علم Positive سے نکلتا ہے بہت سارا علم ایسا ہے جو Negative سے نکلتا ہے جو پرہیز سے نکلتا ہے جو کسی Experience کو Avoid کرنے سے نکلتا ہے۔ جو اس کے اثرات کو دیکھتے ہوئے اس کے نتائج کو مدنظر رکھے۔ جس شخص نے پہلے آگ سے ہاتھ جلایا ہوگا اسی نے اپنے ہاتھ کو بچایا ہوگا۔ تو بسا اوقات یہ غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں پیغمبر کبھی بھی خدا کے کنٹرول سے آزاد نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک ایسی پاکیزہ اور لطیف روح کی طرح ہوتے ہیں۔ خواتین وحضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان کے افعال، اعمال، ان کی علمیت اور ان کی رسالت میں کوئی فرق نہ تھا۔

By far there has never been another intellectual on earth

کوئی اتنا بڑا دماغ نہیں گزرا جس میں یہ Distance اتنے Co-related ہوں، اتنے قریب ہوں اور پھر یہ

دیکھیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رہتی دنیا تک پیغمبر رہنا تھا تو رہتی دنیا تک ان کے معیارِ عقل کو سب سے بہتر ہونا تھا۔ آج کی دنیا میں اگر

If i am a high sceptic, if i am a philosopher,if i am a secular

تو مجھے یہ لازم تھا کہ میں یہ دیکھنے کی کوشش کروں کہ میں اس پیغمبر کو کیسے مان سکتا ہوں جو میرے لیے Data سے بھی کم تر ہو۔ میں اس پیمبر کو کیسے پیمبر مان سکتا ہوں جس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ یہ Information میرے لیے Intellectual Calibre سے بھی کم ہے۔ میں اسے کیسے پیمبر مان سکتا ہوں مگر آپ غور کیجیے کہ آپ ان کے اصلی علم کی تو بہت دور کی بات ہے میں آج تک وہ دعا بھی اتنی Comprehensively نہیں مانگ سکا جتنی میرے پیغمبر نے پندرہ سو برس پہلے مانگی تھی اللھم اجعل صبراً ''اے اللہ مجھے صبر عطا فرما'' وجعلنی شکوراً ''اے اللہ مجھے اپنی یاد والا بنا'' مجھے میری نگاہ میں ہمیشہ چھوٹا رکھ مجھے میری نگاہ میں عزت و حرمت بخش۔ اگر چھوٹا سا ٹکڑا جو ہے اور مجھے میری خلق کی نگاہ میں چھوٹا رکھ۔ پروردگارِ عالم اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لہجہ اتنی Maturity ہے۔ اتنا بڑا Brain، اتنا بڑا ذہن کہ ایک چھوٹی سی دعا میں وہ پوری زندگی کی Complications کو سمیٹے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اگر آپ نے زندگی میں کوئی بھی دعا نہ مانگی ہو تو آپ بڑی کوشش کر کے کہیں گے اس لہجے اور خیال کو کہ کوئی ایسی دعا ہو کہ اس دعا کے مانگنے کے بعد مجھے کسی اور دعا کے مانگنے کی حسرت نہ رہے۔ تو فرمایا ''اللھم احسن عاقبتنا فی امور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ'' (مسند احمد) اے پروردگار میرے تمام کاموں کا انجام بہتر بنا دے اور مجھے دنیا کی رسوائی اور عذاب آخرت سے بچا۔ خواتین و حضرات آخر ایک دماغ ہے اس کے اندر It is not a simple fact. اس ذہن کو دیکھیے جو وہ دعائیں آپ کو عطا کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ذہین ہے جس کو الفاظ کے انتخاب پورے نہیں آتے اور اپنی اعلیٰ ذہانتوں کے باوجود آپ کی رہنمائی نہیں کر سکتا، ذخیرۂ الفاظ کے باوجود اسے اختصار نہیں آتا اور علوم کی بہتات کے باوجود اسے اعجاز نہیں آتا مگر یہ کیسا Mind ہے کیسا Brain ہے جو حقائق دنیا کی بھی خبر دیتا ہے اور حقائق آخرت کی بھی۔ اگر پروردگارِ عالم یہ کہے الا یعلمن خلق کہ بھئی تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی تخلیقات کی خبر نہیں آپ کا خیال یہ ہے کہ اکیسویں صدی کی مجھے خبر نہیں۔ میں تو ابتدائے کائنات کی خبر دیتا ہوں۔ تمہارا خیال ہے کہ بیچ میں جو کچھ ہوگا مجھ سے اوجھل ہے۔ میں ایسا خدا ہوں کہ دوسروں کا مالک ہوں۔ جب دنیا اپنے زور پر چلتے ہوئے انجام تک پہنچے گی تو وہاں مجھے کھڑا پائے گی۔ مجھے بیچ کی کوئی خبر نہیں

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

اگر وہ ایک آیت میں یہ کہے کہ ''اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض''(الانبیا: آیت ۳۰)
How dare you deny me تو یہ انکار کیسے کر سکتے ہو

In the beginning Heavens and earth were one mass, then I forcibly tore them apart.

Marfat.com

یہ تمام کائنات پہلے ایک وجود تھی۔ قرآن میں اللہ نے کہا کانتا رتقا ففتقنہما چیر کے پھاڑ دیا۔ اس کو جبراً ایک دوسرے سے جدا کیا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے "وجعلنا" اور پیدا کیا "من المآءِ کل شیءٍ حیّ "(الانبیاء: آیت ۳۰) اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ تو ابتداء تھی ایک حیاتیات کی ابتداء ہے۔ ایک کائنات کی ابتداء ہے اور یہ پھر فرمایا "اذا الشمس کورت " (التکویر: آیت ۱) مجھے اس ساعت کی بھی Calculation ہے جب میں سورج کو لپیٹ لوں گا۔ ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ ''القارعۃ ما القارعۃ O وما ادرٰک مالقارعۃ" (القارعۃ: آیت ۱۔۲) یہ قیامت یہ زلزلہ عظیم یہ کھڑکھڑانے والی شے یہ تم پر حادثہ کرب و بلا ضرور آنے والا ہے۔ یہ تمہارا انجام ہے اس انجام تک جا ہے تم Secularist ہو چاہے تم مسلمان ہو یا کچھ اور ہو۔ تمہیں اس انجام تک ضرور پہنچنا ہے۔ خواتین و حضرات سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ کیا آج کا ہارورڈ، کیمبرج کا، آکسفورڈ یا قائداعظم یونیورسٹی کا طالب علم معمولی سا حیاتیات اور کائنات کا علم جاننے کے بعد کیا یہ گمان کرے گا کہ اب اس نے علم حاصل کر لیا ہے یہ گمان کرے گا وہ اپنی دانست میں قدرتِ خداوند سے آگے نکل گیا ہے۔ ایسا امکان صرف جہلاء ہی کر سکتے ہیں اور یہی قرآن حکیم میں اللہ ان سے کہتا ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو یہ کبھی نہ کہنا کہ زمانہ ہمیں زندہ رکھتا ہے اور زمانہ ہمیں مارتا ہے اور اس سے آگے کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کا ہم نے سامنا کرنا ہے۔

خواتین و حضرات جس اللہ کے علم کا یہ عالم ہو اس کے پیغمبر آخر کو کچھ تو شناخت ہوگی ان زمانوں کی شناخت تو ہوگی، ان وقتوں کی شناخت تو ہوگی جو آگے آنے والے ہیں تو پھر ملاحظہ فرمایئے بہت کم آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی۔ بہت کم۔ یہ وہ احادیث ہیں جو Normally اس لیے نہیں کہی جاتیں اور جانی جاتیں کہ ان کا کوئی براہ راست واسطہ اختلاف سے نہیں آپ کو پتا ہے ہمارے علماء عموماً وہ احادیث اٹھاتے ہیں جس سے ایک دوسرے سے لڑائی ممکن ہو سکے تو چونکہ اس حدیث کا کوئی اس قسم کا واسطہ نہیں ہے اس لیے اس حدیث کو Pick نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سوال اوپر تلے آئے اور پوچھا گیا سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ تخلیق کائنات سے پہلے اللہ کیا کر رہا تھا۔ ''فرمایا اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر تخلیق حیات سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا اور مختصراً اس کا مطلب یہ ہوگا خدا اس وقت پانی پہ کام کر رہا تھا اور تمام تخلیق کو پانی سے پیدا کر رہا تھا'' تو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا زمین و آسمان بنانے سے پہلے کہاں تھا جب یہ ستارے نہیں تھے۔ چاند نہیں تھے، سورج نہیں تھے، Galaxies نہیں تھیں کوئی کچھ بھی نہیں تھا تو اس وقت اللہ کیا کر رہا تھا Gases میں تھا۔ اس وقت وہ ایسے پانی ایسے دھوئیں میں تھا جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ اس وقت اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور نیچے بھی ہوا تھی اس وقت پوری کائنات میں کچھ بھی نہ تھا سوائے ہوا کے اور ہوا کو اللہ تعالیٰ نے نفس سے فرمایا اور ایسا پانی ابن عباس نے کہا جس میں گیس اور پانی ملی ہوئی ہوا میں سے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کیجیے ابھی تو انسانوں نے حقائق کی تعلیم شروع کی۔ خواتین و حضرات یہ کہ ہم مغربی جستجو سے ناکارہ ہیں بلکہ جب ہم قرآن حکیم کے معیار دیکھتے ہیں تو پتا یہ لگتا ہے کہ مسلمانوں نے صرف ان Corridors میں عقیدتیں جمع کی ہیں۔ انہوں نے اپنا تو کچھ نہیں کیا مگر جب ہم کوئی قرآن کی وضاحت چاہتے ہیں جب اللہ کی کتاب کی وضاحت چاہتے ہیں۔ میں یہ بات بالکل آپ پہ واضح کر دوں کہ قرآن کتابِ تخلیق ہے اور سائنس کتابِ تحقیق ہے۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی As Such

Marfat.com

واسطہ نہیں سوائے اس کے کہ

Sciences are there to explain the ultimate world of God.

اور جس شخص نے قرآن توجہ سے نہیں پڑھا اور تحقیق اور جستجو سے نہیں پڑھا وہ محض اس کا قصور ہے کہ اس کو یہ نہیں پتا کہ قرآن میں کیا حقائق درج ہیں اور کس دور کے حقائق درج ہیں اگر ایک معمولی سی حدیث ہے اگر آپ اس کو سمجھنے بیٹھیں تو آپ کو اس زمین و آسمان سے پرے ان Cosmologists کے ان Thesis سے واسطہ پڑتا ہے کہ جو آپ کہتے ہیں کہ

Before the building of the Cosmos, before that the stars come into existance, before that whole of the universal system came into existence there were clouds, there were moisturized gases.

ان کی تشریحات شروع ہوئیں۔ اور پھر حیرت یہ نہیں ہوتی کہ Sciences کتنی آگے نکل گئی ہے۔ خواتین و حضرات انصاف کرنا پڑتا ہے۔ انصاف یہ کرنا پڑتا ہے کہ پندرہ سو برس پہلے کون سے ایسے Sophisticated Instruments تھے، کون سی ایسی Greeks کی کتابیں موجود تھیں کون سے فضلائے روم کے حقائق موجود تھے، کون سے ایسے دانشور موجود تھے جن کو ان حقائق کا علم تھا۔ خواتین و حضرات! علم بہت محدود تھا۔ Greeks کی محنت سے علم میں دو چار اصول ضرور قائم ہو گئے تھے۔ علم الابدان میں Roman's کی محنت سے چند اصول ضرور بن گئے تھے تو حکایت یونان میں سے ایک حقیقت جو حکیم بطلیموس نے پیش کی تھی۔ Ptolemy نے کہا تھا کہ

Earth is stationary and the stars are revolving around it.

یہ بات ماضی بعید کی ہے اور پھر قرآن کے آنے کے بعد کاپرنیکس نے جو Thesis دیا تھا تو اس نے کہا

In fact, Ptolemy was wrong. The Sun is stationary and the most of the stars are revolving arowd.

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بطلیموس اور طوسی کے درمیان قرآن اور PTOLEMY آیا اور دیکھنا یہ چاہیے اگر لوگ یہ کہیں کہ قرآن پچھلے علوم کو قطع کرتا ہے تو اصولاً قرآن کو بطلیموس کی بات Copy کرنی چاہیے تھی اگر یہ کہیں کہ بہت بڑا کوئی Psychopath تھا۔ اور اگر اس نے قرآن میں کچھ حقائق اکٹھے کیے تو Maximaum Best اس کو کوپرنکس کی بات نقل کرنی چاہیے تھی مگر قرآن ایسی بات نہیں کرتا۔ قرآن بالکل Different بات کرتا ہے۔ "وسخر الشمس والقمر" (الزمر: آیت ۵) چاند، سورج، ستارے سب ہم نے مسخر کیے ہیں اور ان تمام کائناتی چیزوں کا ایک اصول ہم نے وضع کیا۔ وہ اصول کیا ہے۔ "کل یجری لأجلِ مسمیً" تو یہ تمام چل رہے ہیں ایک وقتِ مقرر تک۔ نہ صرف یہ کہ یہ تمام وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں بلکہ "کل یجری لأجلِ مسمیً" ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ جوش نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوت حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

مگر خواتین و حضرات میں سمجھتا ہوں کہ جس کے پاس تھوڑا سا علم کا انصاف ہے، عقل کا انصاف ہے جو اپنے آپ کو کسی بھی پایۂ اعتدال اور میزان پہ رکھتا ہے جو کسی بھی Prejudice سے خالی ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم کہ قرآن کی صرف ایک آیت ہی اس کے ایمان کے لیے کافی ہے۔

Otherwise they will have to find reasons, otherwise they will have to tell me and you. They will have to find the reasons.

کہ آخر کیا Source تھا اس علم کا اتنے Exact علم کا آخر کیا Source تھا۔ ان کو ثابت کرنا پڑے گا کہ کون سا ایسا نفسیاتی عارضہ ہے جو رہتی دنیا تک علوم کی اتنی Exact شناخت کر سکتا ہے۔ ان کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ایسے آثارِ علم موجود تھے جس کی وجہ سے قرآن نے اِدھر سے یہ چھینا اُدھر سے وہ لیا۔ اِدھر سے وہ مانگا اور یہ کتاب مرتب ہوئی۔ پیمبر کے ہاتھ سے ایسی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ ایک معمولی سی بات آپ کو بتا دوں کہ قرآن فہمی کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی سمجھنے کے لیے تھوڑے سے زیادہ علم کی ضرورت ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دوں۔ غلام احمد پرویز بھی اور برق بھی اور بہت سارے ایسے مفکرین ہیں جو اسلام میں شاید اقلیت کی ابتدا کر رہے تھے دانشوری کے مراحل طے کر رہے تھے۔ انہوں نے چند حدیثوں پر اعتراض کیے اور اعتراض بڑی بڑی احادیث پہ کیے لیکن میں ایک حدیث، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ضرور بتانا چاہوں گا۔ جہاں مفکرینِ عصرِ حاضر کی کم علمی حائل ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذرؓ پتا ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم میں تو انکسارِ علم اصحاب کے درجے کا بھی نہیں آیا وہ اتنے شریف اور اعلیٰ درجے کے علمی لوگ تھے کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کہہ دیتے تھے کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ And we insist کہ ہم زیادہ جانتے ہیں اور ضرور کوئی نہ کوئی بات احمقانہ حد تک ہم جانتے ہیں۔ تو پوچھا اے ابوذرؓ تمہیں پتا ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد ہوا ابوذرؓ آسمانوں کی بلندیوں یعنی عرش پہ جاتا ہے پھر وہاں سے اسے پلٹنے کا حکم ہوتا ہے اور یہ پلٹتا ہے۔ ایک دن آئے گا کہ جب اس کو پلٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا یہ مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس حدیث میں خواتین و حضرات بے شمار اعتراضات آئے اور اعتراضات Secular فلسفیوں کی جانب سے آئے۔ اب دیکھیے اس وقت تک جب یہ حدیث تھی اور سورج کی Movements محدود نہیں تھی اور یہ آج تک بہت سارے لوگ اتنی سنجیدگی سے تو نہیں پڑھتے اور ان کو کچھ پتا بھی نہیں تھا کہ ایک علم ہمارے پاس تھا وہ بھی Movement of the sun کا تھا مگر جب تحقیق علم ہوئی تو پتا یہ چلا کہ سورج ڈیڑھ سو میل Per Second کی رفتار سے Upper Galaxy تک مع اپنے ستاروں کے Move کرتا ہے اور جس مقام پر جاتا ہے، اس کا نام ہی انہوں نے Solar Apex رکھا ہوا ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج عرش تک جاتا ہے اور Apex کا اس سے بہتر ترجمہ کوئی نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! پیشتر اس کے ہم زبانِ اعتراض دراز کریں ہمیں کم از کم کچھ دیر رک کے یہ جانچنا چاہیے پرکھنا چاہیے۔ اب بتائیے اگر قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم Discard کریں گے۔ ابھی

Marfat.com

میرے ایک بڑے دوست نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ اللہ کا یقین کس چیز پر ہے اللہ کے یقین اور واحد اعتبار کی آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس لیے کہ خدا کے کلام اور نظام کی بنیاد صرف ایک قولِ رسول پر ہے۔ صرف۔ اور وہ قول رسول یہ ہے ذرا خود غور کر کے بتایئے کہ محمد ﷺ اللہ کے ہاتھ میں کس درجہ کنٹرول میں ہوں گے کہ جس سے حضرتِ گرامی کی چالیس برس کی زندگی کو Particularly ایک ایک Angel کی وساطت سے Watch کیا گیا تا کہ ان کی زبان مبارک سے مذاقاً بھی کھیل کود اور مشغلے میں بھی ایک ذرہ برابر جھوٹ نہ نکلے کیونکہ ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا کلام بندگانِ خدا کے لیے کلامِ خدا کا درجہ رکھتا ہے اور سب اس پہ اعتبار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی صداقت کا کوئی اور ثبوت نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائیں کہ یہ قرآن ہے تو اس کے علاوہ قرآن کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں بہت سارے لوگ اس بات پر کہتے ہیں کہ قرآن کی زبان بڑی اچھی ہے یقیناً اچھی ہوگی لیکن خواتین و حضرات! ہمیں کیا پتا عربی کیا شے ہے۔ ہمیں کیا پتا کہ وہ اندازِ بلاغت کیا ہے۔ ہمیں اگر کچھ پتا ہوگا تو اپنی پنجابی زبان اور اردو کے متعلق پتا ہوگا کہ یہ ہمارے آس پاس بولی جاتی ہیں۔ ہم زبان کے اعتبار سے کسی طور بھی قرآن کی گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارا اس کی زبان سے گہرا تعلق نہیں ہے علاوہ ازیں کوئی انسان اس بنیاد پر بھی قرآن کو قرآن نہیں کہہ سکتا کہ اس کی Different، Language ہے۔ ہمارے پاس صرف ایک دلیل ہے کہ قرآن اس لیے اللہ کا کلام ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ بات میری نہیں میرے خدا کی ہے۔ اگر وہ اسے اپنی Own کر رہے ہیں تو وہ حدیث ہے اور اگر اسے خدا سے منسوب کریں تو وہ قرآن ہے اور خواتین و حضرات یہ Prophethood کے بغیر نہیں ہے۔ یہ Prophethood کے ساتھ ساتھ شہادتِ سفرِ علم بھی ہے۔ وہ سفرِ علم جو آدم سے شروع ہوا اور وہ قرآن جو جستہ جستہ پہلے پیمبروں کو عطا کیا گیا۔ ایک ایک آیت کی صورت میں ان میں بانٹا گیا اور قرآن سے پہلے بھی قرآن اترا اور تمام پیمبروں پر اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ نے کہا کہ میں آپ کو نئی کتاب نہیں دے رہا۔ میں آپ کو اب مکمل کتاب دے رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اس کتاب کی حفاظت کی یقین دہانی بھی کرا رہا ہوں۔ کیونکہ اب کسی اور پیغمبر نے نہیں آنا۔ اب کوئی شخص خدا کی طرف سے شہادت دینے نہیں آئے گا۔ اس لیے تمہاری صداقت اور امانت قیامت تک لوگوں کے لیے سند رہے گی کہ میں اللہ ہوں، قرآن میرا کلام ہے اور تُو میرا رسول اور آپ کو معلوم ہے کہ جنت اور دوزخ کی تقسیم میں ایک فرق ہے۔ جنت اور دوزخ کا حصول اعمال پر نہیں ہے۔ خواتین و حضرات اس لیے کہ اس کا تعلق علم سے ہے۔ خدا پر اعتبار اور رسول پر اعتبار عمل سے نہیں علم سے تعلق رکھتا ہے اور اگر آپ کا علم ناقص ہوگا تو چاہے آپ کے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں آپ خدا کی بخشش کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ ایسا کام بتایئے کہ اس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، فرمایا اللہ کو اللہ جان اور ایک جان اور اس کی عبادت کر اور لا الہ الا اللہ کہہ۔ اور پھر اس پر استقامت سے قائم رہ پھر اس میں کوئی دوسری ملاوٹ نہ کر، جہاں تک شریعت کا تعلق ہے خواتین و حضرات شریعت صرف ایک پاکیزہ فضاء Create کرتی ہے۔ ایک ایسی سوسائٹی، ایک ایسا ماحول، ایک ایسا قانون، ایک ایسا اندازِ زندگی جس کی بنیاد پر کچھ ایسے لوگ پیدا ہو سکیں جن کی انتہا شاید کسی خداشناس پر ہو، کسی اللہ کے ولی پر ہو، کسی پیمبر پہ ہو مگر جب Secular وراثت ہی ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہاتھ کا ٹنا غلط

ہے تو خواتین وحضرات! اگر واقعی ہاتھ کا ٹنا غلط ہے، یہ سزا غلط ہے۔ لیکن رب تک کیا کسی Secular Society میں خواتین وحضرات! میں آپ سے Question پوچھ رہا ہوں کیا امریکن اور برٹش سوسائٹی نے اپنے اعلیٰ ترین Legal تفکرات کے ساتھ ہمیں کوئی ایسا System دیا ہے کہ جس سے جرائم کی تعداد کم ہوئی ہو؟ کیا کوئی ایسا نظام Replacement دیا ہے؟ یہ جو ہر وقت اسلام اور اس کے نظام پر تنقید کی جاتی ہے۔ یقین جانیے میں رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں امریکن لا جوڈیشنل سسٹم کا ضرور قائل ہو جاتا مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے بہترین سسٹم کے باوجود دنیا میں سب سے زیادہ Crimes امریکہ میں ہو رہے ہیں۔ بھئی کسی نظام کے حوالے سے Replacement دو گے تو ہم مانیں گے نا۔ آپ ہمیں Replacement دو نا! کیا آپ ہمیں جاہل مطلق سمجھتے ہیں؟ کیا مسلمان اتنا ہی احمق اور بے وقوف ہے کہ اپنے نظام کو کسی کم تر اور بدتر نظام کے لیے چھوڑ دیں اگر آپ کو اپنے نظام کے بہتر ہونے کا دعویٰ ہے اور اگر آپ کہتے ہیں ہم بڑے مہذب ہیں۔ تو ہمیں آپ بتائیے کہ پندرہ اور اٹھارہ سال آپ نے قتل کی سزا معطل کر رکھی۔ اور کہا کہ قتل کرنے اور مارنے کی سزا نہیں ہونی چاہیے لیکن پھر میئر نے نیویارک میں دوبارہ Death Penalty شروع کر دی ہے اس کا مطلب ہے They failed لہٰذا آپ نے جو نظام چنا تھا اور آپ نے اگر کم از کم دس ہزار مفکرین اور psychologists جرائم پیشہ افراد کی اصلاح کی لیے جمع کر لیے لیکن آپ ہمیں نتائج بتاؤ تا کہ اتنی زیادہ اصلاح اور اتنی زیادہ مروتوں کے بعد جرائم پیشہ نے آپ کو بخش دیا۔ اتفاق دیکھیے اس وقت دنیا کے بدترین جرائم پیشہ لوگ امریکہ اور یورپ میں ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی Crime Average جو ہے امریکہ کی ہے کیا ہم اس وجہ سے تمہارا نظام اختیار کر لیں کہ ہمیں اپنے جرائم پیشہ کی تعداد بھی مقابلتاً اب کم لگتی ہے اور کیا ہم اس میں زیادتی کے خواہش مند ہیں۔ یہ قوانین Replace نہیں ہو سکتے۔ خواتین وحضرات قرآن حکیم کہتا ہے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج تک دنیا کے کسی نظام نے اپنے اندر مداخلت پسند نہیں کی یعنی آج تک یہ نہیں ہوا کہ Communism نے کسی قسم کی مداخلت اپنے اندر برداشت کی ہو۔ Capitalism نے کسی قسم کی مداخلت اپنے اندر برداشت نہیں کی۔ کوئی بھی نظام دنیا کا اپنے اندر مداخلت برداشت نہیں کرتا اس لیے کہ کسی سسٹم کی تمام کڑیاں مل جل کے اس نظام کے فوائد مرتب کرتی ہیں۔ اگر ساری دنیا کے نظام میں ایک Social Security System ہے تو اسلام میں دو Social Security System ہیں۔ ایک زکوٰۃ کا ایک صدقات کا مگر یہ زکوٰۃ وصدقات اس وقت نافذ العمل ہوں گے جب ان کے ساتھ نظامِ عدل بھی وابستہ ہوگا۔ جب ان کے ساتھ دوسرے بھی Islamic Systems آ کے جڑیں گے تو یہ دنیا کا سہل ترین نظام ہے۔ اس کے پیچھے نظام خدا کی ایک گارنٹی ٹھہری ہے کہ "ما انزلنا علیک القرآن لتشقی" (طٰہٰ: آیت۲)۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تجھے جو نظام دے کر بھیجا اس میں کوئی مشقت نہیں لیکن یقین جانیے کہ قرآن Warn کرتا ہے کہ تم نماز پڑھ لیتے ہو اور صدقات چھوڑ دیتے ہو۔ تم یہ سود رکھ لیتے ہو اور تمہیں یہ نہیں پتا کہ سود کس System سے ختم ہوتا ہے۔ تم لوگوں نے کارکردگی کے معیار ایسے ناقص رکھ لیے ہیں کہ تم خدا کے احکامات سے نت نئے بہانے ڈھونڈتے ہو۔ ایک بات اچھی طرح سن لو "یاایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" (البقرۃ:۲۰۸) اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے۔ اگر تم

Marfat.com

نے اسلام کا اور میرے رسول کی دی ہوئی اس نعمت کا فائدہ اٹھانا ہے تو تمہیں پورے کا پورا یہ نظام لانا ہوگا۔ لولا لنگڑا اور Bypass نہیں لا سکتے۔ ہاں ایک دفعہ اسے پورا پورا لے آؤ۔ پورے نظامِ اسلام کو نافذ کرلو اس کے بعد مجھ سے آ کے گلہ کرنا کہ اسلام Decadent ہے، پرانا ہے، کمزور ہے اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کررہا ہے۔ یہ کررہا ہے وہ کررہا ہے۔ خواتین و حضرات یقین جانیے کہ کون سا ایسا قانون آپ کو ملے گا جس کے نتیجے میں آپ اپنے معاشرے، تمدن اور زندگی کو آسان، دلکش، اور خوبصورت بنا سکتے ہیں۔ اسلام ایک امن پسند، انسان دوست اور ماڈرن نظام دیتا ہے۔ لیکن اسلام میں جس قدر ایک اعلیٰ نظام ہے، اس کی ایک بدبختی بھی ہے کہ اس کو ہمیشہ غلط انداز اور بری نیت سے پیش کیا گیا اور مکروہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اس نظام کے مقاصدِ جلیلہ اور ثمرات عوام کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے عام نہ ہو سکے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی نہایت لذیذ ترین چیز موجود ہو اور اس کا ذائقہ اور مزا آپ کی کمزوری بھی ہو اور دینے والا اگر اس چیز کو اگال دان میں ڈال کر آپ کو پیش کرے تو آپ کا کیا حشر ہوگا۔ یہ تمام عالم، یہ تمام دانش، یہ تمام مذہب اگال دان میں پڑا ہوا ہے۔

We must check up our credentials.

میں آخر میں آپ کو عدل کی ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ کیا جو پہلے لوگ تھے وہ مناصب کے حریص نہیں تھے؟ اگر سنتِ پیمبر نہیں تو سنتِ انصاف کیوں ادا کرتے ہیں۔ ایسے علماء جو سرکارِ رسالت مآب کی سنت پہ چلتے تھے۔ یہ ان کے انصاف کا کچھ اور ہی قرینہ تھا۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ کو جب خلیفہ نے کہا کہ ہم آپ کو قاضی القضاۃ بنانا چاہتے ہیں تو امام نے کہا میں نہیں بن سکتا مجھ میں اہلیت نہیں ہے۔ تو خلیفہ نے بلایا اور امام سے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ تو امام نے کہا ہاں میں بولتا ہوں۔ اب تو ظاہر ہو گیا ہے کہ میں جھوٹ بولتا ہوں لہٰذا جھوٹ بولنے والا کیسے Chief Justice بن سکتا ہے۔ اس بات سے خلیفہ وقت زچ ہو گیا اور اس کے نتیجے میں امامِ اعظم کو اس نے جیل میں ڈال دیا اور جیل ہی میں ان کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ یہ کیا مناصب کی ہوس تھی کہ جس نے پورے پورے دین کے مناصب کو تہ و بالا کر دیا۔ خواتین و حضرات! ہم وہ جو باغیاں ہیں مگر اس میں سے میں بھی آپ سے ایک بڑا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس لیے اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ بڑی کوشش کی زندگی میں مگر صدق و سخا کا ایک شمہ برابر علم حاصل نہ ہوا جو میرے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا، بڑی کوشش کی مگر اس مہمان نوازی کو نہ پہنچ سکا جو میرے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی، بڑی کوشش کی مگر میں مقروض ہو کر قرض خواہی کا وہ انداز اپنا نہ سکا جو میرے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا، میں زندگی بھر اس صبر و تحمل کا مظاہرہ کبھی نہ کر سکا جو میرے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا، میں نے صفات کی ہر شاہراہ پر اسے بلند مرتبہ دیکھا اور بڑی کوشش کی کہ کوئی Identification کی صورت اختیار کروں لیکن مجھے اعتراف شکست ہے۔ خواتین و حضرات! میں کبھی بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ذہنی مرتبے کو نہ پہنچ سکا جو اس نے میرے لیے چنا تھا۔ میں کبھی بھی اس کی خواہش اور تمنا کو نہیں پہنچ سکا۔ مگر ایک بات میں نے کبھی ترک نہیں کی جو میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی تھی اور یہ بات ان کی اپنی ذات سے محبت اور اُنس تھا جسے میں کبھی ترک نہیں کر سکا۔

Marfat.com

سوالات وجوابات

ابوجہل موحد تھا لیکن منکرِ رسولؐ کیوں؟

سوال: جب ابوجہل بھی اللہ کو مانتا تھا تو پھر اس کا نبی سے جھگڑا کس بات پر تھا؟

جواب: خواتین وحضرات! انسان کی زندگی ماننے اور نہ ماننے سے نہیں بلکہ ترجیحات سے ہے وہ کس بات پہ کس بات کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ فیصلہ کن بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ ابوجہل کیا مانتا تھا، ابوجہل اللہ کے رسول کو سچا مانتا تھا۔ اس کو پتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی غلط بات نہیں کہتے کبھی ان کی زبانِ مبارک سے کوئی لغو بات نہیں نکلی، جھوٹ نہیں نکلا۔ امانت دار اتنے تھے کہ تمام معاشرہ، تمام زمانہ ان کی امانت کا گواہ تھا۔ مگر اس سوال کا جواب ابوجہل نے خود دیا کہ باوجود یہ جاننے کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے تھے، باوجود یہ جاننے کے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں۔ شریک بن اخنس نے ابوجہل سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہو۔ اس نے کہا نادان سقایا پہلے ہی بنوہاشم کے پاس، ولایہ پہلے ہی بنوہاشم کے پاس، حذایا پہلے ہی بنوہاشم کے پاس اگر نبوت بھی بنوہاشم لے گئی تو باقی قریش کے پاس کیا بچے گا۔ خواتین وحضرات! یہ بالکل واضح جواب ہے کہ ابوجہل عمر بن ہشام وہ مطلق اس بات کا قائل تھا کہ نبوت، رسالت اور حقیقت اپنی جگہ مگر خاندانی تمرد اور وجاہت اپنی جگہ پر ہے۔ اگر غور کیجیے تو ابوجہل بالکل واضح الفاظ میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ میری خاندانی عزت اور وجاہت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور نبوت سے خطرہ ہے۔ کیوں کہ بنوہاشم اور ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ قبائل کے اپنے تعصب تھے۔ وہ کسی قیمت پر نہیں چاہتے تھے جیسے بنوامیہ، جیسے بنوہاشم ایسے اور بھی جو قبائل تھے عرب کے۔ وہ اپنے استحکام کے لیے اپنے اپنے اختیارات طلب کرتے تھے اور ابوجہل نے بڑے صاف لفظوں میں کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی میں تو کوئی کلام نہیں ہے مگر سقایا، حذایا، ولایہ پہلے ہی بنوہاشم کے پاس ہیں اگر وہ نبوت بھی لے گئے تو پھر ہمارے پلے کیا رہ جائے گا۔ تو اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ ابوجہل کو اپنی خاندانی عزت وجاہت سچائی سے زیادہ عزیز تھی اور یہ Priority بھی Decide کرتی ہے کہ مسلمان کون ہے ایماندار کون ہے۔ اگر آج بھی آپ کی خاندانی وجاہتیں آپ کے عزت وجاہ ومنصب آپ کی رواداریاں آپ کے خاندانی روایت آپ کے دین پر آج بھی غالب آجائیں گے تو آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں بلکہ عمر بن ہشام کی ہی تقلید کر رہے ہوتے ہیں

اللہ کی واحدانیت اور رسالتؐ کی شہادتیں!

سوال: حضرت آدم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک 1,24,000 نبی اور رسول بھیجے گئے اللہ کی واحدنیت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی گواہی تو دنیا کے وجود کے ساتھ بھی دی جاسکتی تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شروع میں مبعوث ہو کے یہ کام کر سکتے تھے پھر یہ ہزاروں سال کا سلسلہ کیوں مرتب کیا گیا؟

Marfat.com

جواب: خواتین وحضرات جیسے میں نے آپ سے کہا پہلے انسان کی جو تاریخ ہے Anthropological سروے ہے، چوتھی ایک Last ice age سے شروع ہوئی ہے۔ اس Last ice age کو Neolithic Age بھی کہتے ہیں اور Neolithic age کی زیادہ سے زیادہ عمر تیس ہزار سے چالیس ہزار سال کی ہے۔ تیس اور چالیس ہزار سے بہت پہلے کا ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسی کروڑ سال سے پہلے تمام مخلوقات دو چیزوں میں بانٹی گئیں۔ وہ مخلوقات جو زمین میں تھیں تو کچھ مخلوقات نے فیصلہ کیا ہم زمین کے اندر رہنے کے بجائے زمین کے بالائی حصے کو جائیں گے، ہم درختوں پہ جائیں گے۔ ہم آسمان کی طرف بڑھیں گے، ان کو ہم Primate کہتے ہیں۔ Primate جو پہلے انسان سے مشابہت رکھنے والی مخلوق ہے۔ انہوں نے سب سے پہلا اجتہاد یہ کیا کہ زمین اور سوراخ اور بلوں کو چھوڑ کر یہ درختوں کو بلند ہوئے ان میں انسان بھی تھا۔ مگر آپ دیکھیے کہ اسی کروڑ سال سے لے کر تیس ہزار سال تک جب تک Ice Age شروع ہوئی، انسان کی عقل نے کوئی Progress نہیں کی بلکہ Chimpanzee کی اگر مقدار ذہن دیکھی جائے اور اس وقت انسان کی مقدار ذہن دیکھی جائے تو حیرت انگیز انکشاف یہ ہوتا ہے کہ آج کے بچے کی Brain Quantity اگر 2000 cc ہے تو آج بھی وہ Primate کے ساتھ چلنے والا Chimpanzee 750 cc Brain Quantity پر کھڑا ہوا ہے تو Obviously اتنے کم مقدار ذہن میں کوئی بڑے معقول عقل کی بات اور فیصلے کی بات نہیں ہو سکتی۔ جتنا عرصہ انسان کو اللہ نے عقل دینے میں لگایا خداوند کریم نے قرآن حکیم میں اس کو واضح کیا "هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا O" (الدھر: آیت ۱) کہ بلا شبہ زمانے میں انسان پر ایک طویل عرصہ ایسے گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا، اس کو عقل وشعور کچھ نہ تھا۔ پھر خداوند کریم نے اس کو دو سسٹم دیے، دیکھنے کا سسٹم دیا اور سننے کا سسٹم دیا۔ اس کو ڈبل نطفے سے پیدا کیا "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه" پھر اس کو دوہرے نطفوں سے پہلے اسے سنگل پھر ڈبل کیا اس کے بعد ہم نے چاہا کے اس انسان کو آزمائیں اسے آگے بڑھائیں، اسے باقی مخلوقات سے علیحدہ کریں تو فرمایا "فجعلناه سميعا بصيرا" (الدھر: آیت ۲) پھر ہم نے اس کو دو سسٹم دیئے سماعت اور بصارت۔ لاکھوں سال گزر گئے ان سسٹم کو پانے کے باوجود انسان اس قابل نہیں تھا کہ خدا کو پہچان سکے پھر آخری مرحلہ تربیت انسان آیا اور پروردگار عالم نے فرمایا کہ (آیت) "انا هدينا ه السبيل اما شاكرا و اما كفورا" (الدھر: آیت ۳) اب میں نے تمہیں راہ دکھائی اتنی تمہاری عقل ہوگئی کہ تمہیں روشنی عطا کی، فکر عطا کی، عقل عطا کی۔ اب تمہاری مرضی ہے بہت بڑے اور بہت اعلیٰ ترین استاد کی طرح۔ اب اس نے Choices کو بندے پہ چھوڑ دیا۔ "انا هدينا ه السبيل اما شاكرا و اما كفورا" اب تمہیں راہ روشن دکھا دی، فکر دے دی، عقل دے دی، چاہو تو مجھے مانو چاہو تو نہ مانو۔ ہدایت کے تمام سلسلوں میں یہی رواج رہا جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا کہ انسان کبھی اس قابل نہیں تھا کہ مکمل قرآن کو حاصل کر سکے مکمل سوچ کو حاصل کر سکے تو جیسے ایک بچہ بڑا ہوتا ہے، اسے ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ آپ تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہو۔ ا، ب، سے شروع کرتے ہو اسی طرح اقوام عالم کا اور حضرت انسان کا یہ حال تھا کہ شروع میں انسان بہت بڑی سوچوں کا مالک نہ تھا۔ محدود عقل کے ساتھ اس کی فکر اور اس کی کشادگی ذہن درجہ بدرجہ بڑھ رہی تھی۔ اور جیسے جیسے بڑھ رہی تھی اسے قرآنی احکامات دیے جا رہے تھے اسے کتاب دی جا رہی تھی حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ

Marfat.com

کے زمانے تک انسان اس قابل ہو گیا کہ بیشتر احکامات الٰہیہ کو سمجھنا شروع ہو گیا۔

"واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا الله وبالوالدین احسانا و ذی القربی والیتمی المساکین و قولوللناس حسنا واقیموالصلوة واتوا الزکوة ثم تولیتم الاقلیلا منکم وانتم معرضونO"(البقرۃ: آیت ۸۳) پھر ان لوگوں کو وہ قوانین دیئے گئے، نماز دی گئی، آداب دیئے گئے مگر اللہ نے دیکھا کہ ابھی انسانی جبلت، انسانی عقل پہ حاوی ہے اور یہ لوگ بار بار جبلتوں کو پلٹ جاتے ہیں، بار بار ہدایت کے باوجود اپنی خواہشات کو پلٹ جاتے ہیں۔ ابھی انسان اعتدال اور Normalcy کے اس انداز میں نہیں آیا تھا۔ معجزات کے باوجود جو حضرت عیسیٰ کو عطا ہوئے، آیات کے باوجود جو حضرت موسیٰ کو عطا ہوئیں ملاحظہ کیجیے ان کی جبلت کی تقلید کا کیا عالم کہ موسیٰ نے اس قوم کے لیے کیا کچھ نہ کیا۔ مینڈکوں کی بارشیں ہوئیں، جوئیں پڑیں، پہلوٹی کے بچے لے لیے گئے، پچھاڑ دیا گیا قوم کو سلامتی سے نکالا گیا مگر جونہی بالیات خمس کے قریب سے گزرے وہاں عالیشان بتوں کو دیکھا اور مندروں کو دیکھا تو فوراً موسیٰ سے Request کر دی کہ ہم بھی اپنے خدا کے لیے ایک ایسا ہی بت نہ بنا لیں۔ ان کی جبلت، نسائیت اور تقلید کی روش جس کی وجہ سے قرآن نے ان پہ لعنت کی ہے کہ یہ صفات انسانوں میں کم اور بندروں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ بنابریں بھٹکے ہوئے بندرو تمہاری یہ عادتیں نہیں جائیں گی۔ ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ امانت الٰہیہ کو مکمل حاصل کر سکو اور ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ میں قرآن حکیم کو پورا تم پر نازل فرماؤں۔ پھر وہ لوگ آئے جن کو آپ بڑے بدتمیز اور جاہل کہتے ہو جو دور جاہلیت کے لوگ تھے۔ وہ اعراب جو تند خو، بدسرشت۔ پھر ان میں وہ مشکل ترین استاد آئے۔ ایک عظیم استاد جس کو صرف پڑھانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ایسا استاد جس کے ہاتھ میں کوئی چھڑی کوئی طعنہ نہیں تھا، کوئی سخت بات نہیں تھی۔ اس نے اس قوم کی جاہلیت کا جبر سہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استادی کا شرف یہ دیا آج کے استادوں کو سبق یہ دیا کہ وہ کتنی محنت کے بعد انہوں نے بالآخر اس بدتمیز گنوار اور شیطنت پرست قوم کو اصحاب رسول میں بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ تو خداوند کریم کسی کام کو اچانک نہیں کرتا بلکہ Gradually ترتیب سے۔ اللہ نے قرآن میں کہا کہ عجلت کا کام شیطان کا ہے اور اللہ تو اپنی مرضی سے آہستگی سے، تدبر سے، فکر سے، علم سے، عقل سے انسانوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمام بڑے پیغمبروں کا یہی شیوہ کار رہا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ کیونکہ عقل تمام ہو گئی انسان اپنی بلوغت کو پہنچ گیا کتاب اسے دے دی گئی اس کے بعد کسی اور پیغمبر کے آنے کی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ ایک بڑی سادہ سی بات آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ جب تک کتاب پوری نہ ہوئی تھی پیغمبر آتے رہے، Amendments آتی رہیں، شریعتیں بدلتی رہیں، موسیٰ کی اور تھی، عیسیٰ کی اور تھی، آدمؑ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شریعتوں میں تغیر ہوتا رہا۔ جب تک شریعتیں متغیر رہیں جب تک حلال و حرام کی تکمیل نہ ہوئی پیغمبر آتے رہے، پیغمبر اس لیے آتے رہے کہ اللہ کی طرف سے کتاب کی تبدیلی کا حق کسی فرد بشر کو سوائے اللہ کے پیغمبر کے حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک احکامات میں تبدیلیاں ہونا تھیں، شریعتیں Change ہونا تھیں، تب تک پیغمبر آتے رہے مگر جب اللہ نے یہ کہہ دیا کہ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" (المائدۃ: آیت ۳) تو میں نے آج کتاب پوری کر دی دین تمام کر دیا۔ نعمت سے مراد یہاں رسالت ہے۔ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب اگر آپ کو کسی Guidance کی ضرورت ہے کسی Instruction کی ضرورت ہے تو بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن موجود ہے اور حدیث رسولؐ بھی موجود ہے۔ اس لیے اب کسی قسم کی Further گنجائش نہیں رہی کسی بندے کی رسالت کی گنجائش نہیں رہی کسی اور کتاب کی گنجائش نہیں رہی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں قرآن، رسالت محمدیہ اور حدیث رسول کی وجہ سے آج مسلمان ہوں مجھے کسی اور واسطے کی ضرورت نہیں رہی۔

کیا جہاد کی فرضیت انفرادی ہے؟

سوال: آج کل مسلمانوں کا کشمیر، فلسطین اور عراق میں بہت برا حال ہے۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ایک جسم کی مانند ہیں۔ کیا ہم پر جہاد فرض ہوتا ہے کہ نہیں؟

جواب: خواتین و حضرات! جہاد کبھی معطل نہیں ہوتا جہاد دورِ امن میں بھی جاری رہتا ہے اور جہاد آج اس وقت بھی جاری ہے جب کبھی جنگ آزمائی بھی ہو۔ جہاد جنگ میں دفاع ہے۔ مسلمان تہذیب کا دفاع ہے۔ آج تک مسلمانوں نے کوئی جنگ ایسی نہیں لڑی کہ جس میں دفاع پیش نظر نہ تھا، تہذیب کی مدافعت پیش نظر نہ تھی اور آج بھی اگر آپ کی تہذیب کو خطرہ ہے اور آپ کو من حیث المجموع جہاد کا حق ہے جب بھی Individual شریعت ہاتھ میں لیتا ہے جب Individual ایک Struggle آغاز کرتا ہے تو یہ Physical Retaliations ہیں۔ For Example اگر ایک فلسطینی، ایک اسرائیلی اور یہودی کو مارتا ہے تو وہ وجہ صرف یہ ہے کہ ایک فلسطینی کے حقوق غصب ہیں مگر آپ کے نہیں ہیں۔ آپ جو فلسطین سے باہر ہیں۔ آپ کے حقوق غصب نہیں ہیں۔ کم از کم اسرائیل کے ہاتھوں سے نہیں۔ مگر آپ کو جب درد محسوس ہوتا ہے تو ایک Natural Affinity ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ہوتی ہے مگر یہ کہنا بڑا مشکل ہوگا کہ اگر فلسطین اسرائیل کے تسلط سے آزاد ہو جائے تو کیا پھر بھی وہ اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھیں گے کہ نہیں رکھیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے میں آپ کو فرق بتاتا ہوں جس وقت بہت ساری امت مسلمہ غیروں کے قبضے میں تھی جب مصر پر قبضہ تھا، شام پہ قبضہ تھا، سوڈان پہ قبضہ تھا، عراق پہ قبضہ تھا، سعودی عرب پر بھی وہ لوگ غالب تھے۔ اس وقت چار بڑی تحریکیں اسلام میں اٹھیں۔ ایک تو اخوان المسلمین مصر میں، ایک تحریک محمدیہ انڈونیشیا میں آپ کے وقت میں بھی اس وقت دو بڑی Organisations جیسے جماعت اسلامی وغیرہ یہ اٹھیں اور انہوں نے اسلامی نظام کی حمایت کا نعرہ اٹھایا اور کوشش کی۔ مگر قومیں آزاد ہو گئیں یقیناً ان قوموں کی آزادی میں Basically Religion کا حصہ تھا جیسے آپ کی پاکستان کی آزادی میں Basically Religion کا حصہ تھا یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس ملازمتیں نہیں تھیں یہ صحیح ہے کہ انگریز بہت سارے طریقے ایسے استعمال کر رہا تھا کہ Overall مسلم امہ Depress ہو جائے مگر اس کے باوجود مسلم امہ کو اکٹھے ہونے کے لیے کوئی نعرہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ ملازمتوں پر اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ اپنی توہین ذات پہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔ بالآخر اقبال اور قائداعظم نے اللہ نے انہیں توفیق بخشی کہ آخر ایک اسلامی Cause پر کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اس نعرے کے وجود میں آتے ہی پوری مسلم امت کو ایک مرکز مل گیا۔ سنٹرسٹی مل گئی۔ تو اقبالؒ نے اپنے لیکچرز

Marfat.com

میں بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے، مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی اور اس وقت بھی اسلام کام آیا اور آپ کو ایک نیا ملک اور ایک آزاد ملک دے گیا، باقی جگہ بھی اسلام کام آیا۔ اسلامی جذبے نے ہی مصر کو رہائی دی، اسلامی جذبے نے شام کو رہائی دی مگر بعد میں Secular عنصر اس پر غالب آ گیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آج بھی اگر آپ ایک Objective View سے دیکھیں کہ کہاں اور کس قسم کی جنگ کون لڑ رہا ہے کس کے لیے لڑ رہا ہے پھر آپ کو احساس ہوگا کہ جہاد ایک Pure Islamic Institution ہے جسے اس وقت جاری کیا جاتا ہے جب مسلمانوں کی حکومت کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور وہ مسلمان باعمل مسلمان ہو اور اس کے خلاف کوئی شرعی اعتراض نہ اٹھتا ہو۔ جب آپ اسے اسلامی حکومت کا سربراہ مانیں گے تب اگر وہ فتویٰ جہاد سوچ سمجھ کے علماء اور شریعت کے ذریعے دے گا۔
پھر اس کو ایک اسلامی Conceptual جہاد پہ وہ پورا اترے گا کوئی Individual بندہ یا کوئی Individual مولوی فتویٰ جہاد نہیں دے سکتا۔ یہ مسلک ایک حکومت وقت کا ہے۔ خلیفۂ وقت کا ہے مگر اس خلیفہ وقت کے لیے پورا مسلمان ہونا ضروری ہے اور اس اعتبار کے ساتھ کہ باقی امت بھی اس پر مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ آج کے حکمرانوں کو ہم ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی مثال نہیں دے سکتے آج مسلم امت کا کوئی بھی حکمران اس قابل نہیں ہے کہ اسے کسی اعتبار سے وہ اسلامی شرف حاصل ہو جو باقاعدہ پہلے مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے۔ اس لیے اب حکومتی Level پہ فتویٰ جہاد نہیں ہوسکتا۔ باقی رہا Individual انفرادی جہاد تو وہ ایک جذبہ ہے ایک ایسا جذبہ جس کی شدت میں کوئی کلام نہیں مگر ایک جہاد جو اس وقت بہت ضروری ہے یہ اس وقت ہر مسلمان کر سکتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت بتوک کی جنگ سے پلٹے تو آپ نے کہا کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کو پلٹتے ہیں۔ تو اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اہلِ کفر سے جنگ کرنا اور تلواروں سے سر کاٹنا اور کٹوانے سے بڑا بھی کوئی جہاد ہے۔ فرمایا ہاں ''جہاد بالنفس''، ہمیں اپنا امتحان لینا ہے ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ہماری دعائیں کیوں مقبول نہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ خدا ہماری مدد کیوں نہیں کر رہا خدا کا وعدہ تو بڑا سادہ ہے کہ وہ ''ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنينO'' (آل عمران: آیت ۱۳۹) اگر تم سستی نہیں کرو گے، اگر تم غم نہیں کرو گے تو ہمیں اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ ہم تمہیں غالب کریں گے۔ فرض کرو آج عراق اسیر قید فرنگ ہے۔ فرض کرو آج افغانستان اسیر قید فرنگ ہے۔ فرض کرو آج پاکستان مغلوب قید فرنگ ہے تو آپ کو سوچنا پڑے گا کہ کیا ہم میں ایمان کی کمی تو نہیں۔ رب کریم کا وعدہ تو سچا ہے۔ اس سے سچی بات تو کسی کی نہیں پھر ہمیں بحیثیت مسلمان سوچنا پڑے گا کہ شاید ہم اس آیت پہ پورا نہیں اترتے کہ جو اللہ نے کہی کہ میرے بارے میں سستی اور غم نہ کرنا بلکہ امید رکھنا۔ اللہ کے ساتھ امید رکھنا اور غیر کے ساتھ امید نہ رکھنا۔ اور اگر تم نے ہمارے ساتھ امید وابستہ رکھی اور اپنے دلوں کو اپنے ایمان سے مضبوط فرمایا تو یقین جانو ہمیں عزت وجلال کی قسم ہے ''وانتم الاعلون ان كنتم مومنين'' خواتین وحضرات! میں اس میں تھوڑی سی بات Add کردوں کہ ایک بات ضرور جانیں کہ تصورِ مہدی کیا ہے۔ آنے والے وقتوں میں تصور مہدی کیا ہے اگر آپ سچ پوچھو تو جو بات ہم میں نہیں۔ وہ مہدی میں ہے۔ جو اس وقت کسی مسلمان میں نظر نہیں آتی وہ مہدی میں ہوگی بخاری میں مہدی کی بڑی معمولی سی تعریف کی ہے کہ زمانہ آخر میں امتِ مسلمہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا یہ بڑی واضح حدیث ہے کہ اللہ اس لیے مہدی کے ساتھ ہے

Marfat.com

کہ وہ قرآن کی اس آیت پہ پورا اترتا ہے۔ وہ اداس نہیں ہے غم کرنے والا نہیں ہے۔ وہ جذبۂ اصلاح سے سرشار ہے۔ وہ ہادی ہے۔ وہ اور غیروں کو بھی ہدایت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ اللہ کا اگر ساتھ ہو تو سلطنت فراعنہ تین سو برس کی بے شمار لاؤ لشکر بے شمار Tank توپیں بے شمار ہواؤں میں اڑتے ہوئے آسیب مگر ایک اللہ جو موسیٰؑ کے ساتھ ہے اور اسے کہتا ہے خبردار و لا تحزن۔ دیکھیے اللہ کیا کہتا ہے۔ موسیٰؑ کو جب حضرت موسیٰؑ نے خوف کا اظہار کیا تو موسیٰؑ سے صرف اتنا کہا مت ڈر میں جو تیرے ساتھ ہوں۔ آج بھی لگتا ہے کہ اللہ آپ کے ساتھ نہیں ہے جب اللہ آپ کے ساتھ ہوگا تو پھر مقتدر اعلیٰ وہی، عزت و ذلت کا مالک وہی مالک ملک تو "قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشآء و تنذع الملک ممّن تشآء و تعزمن تشآء و تذل من تشآء بیدک الخیر انک علی کل شی ءِ قدیر" (آل عمران: آیت ۲۶) سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ کسی مسلمان کی رسوائی کرے، شاید یہ چند کوڑے، یہ چند تازیانہ ہائے غیرت، ہمیں درس دے جائیں۔ ہماری عزت اسلام چکا جائے اور بجائے ہم دیوانوں کی طرح جنگ کرنے کے ایک مضبوط قومی شعور کے ساتھ انھیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ زمین پہ ہمیں کوئی ناکام کرنے والا نہیں ہوگا۔

قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟

سوال: قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا خیال ہے میں ابھی اسی موضوع پہ بات کر کے ہٹا ہوں کہ We must check up۔ قحط الرجال سے مراد ہے مردوں کا قحط، مرد، خدا کی اصلاح میں، ایسے شخص کو کہیں گے جو خدا کے توکل، خدا کی امید اور خدا کی محبت اور تین چیزوں میں اللہ کا مرد ظاہر ہوتا ہے اور ایک چیز یہ ہے کہ وہ اللہ کے واسطے دوستی کرتا ہے اور اللہ کے لیے دشمنی کرتا ہے ایمان کی حلاوت مرد میں نمایاں ہوتی ہے اور مرد جسے رجل حریت یا رجل مذھب کہتے ہیں وہ تین صفات کا حامل ہوتا ہے اللہ کے واسطے دوستی کرتا ہے۔ اللہ کے واسطے دشمنی کرتا ہے۔ اس میں محبت رسول دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر ہوتی ہے اور تیسری بات کہ وہ کفر اختیار کرنے کو اتنا ہی برا سمجھتا ہے جیسے آگ میں زندہ جل جانے کو سمجھتا ہے۔ جس میں یہ باتیں ہوں گی وہ اللہ کا مرد ہوگا جب کوئی اللہ کا مرد ہوگا تو وہ کبھی زوال پذیر نہیں ہوگا۔

Marfat.com

سورہ البقرہ کا قرآنی پس منظر

بنیادی طور پر اشیاء کے نام بہت متاثر کرتے ہیں دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی بڑے واقعے یا کسی عجیب و غریب خارق عادت واقعہ یا کسی اہم اصولی واقعہ کی بنیاد پر سورت کا نام رکھا جاتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ ہے۔ جیسے الحمد کو قرآن کی اپروچ کہا جا سکتا ہے اسی طرح سورۃ بقرہ کو خلاصہ قرآن بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں فطرت کی وہ تمام خرابیاں جو ممکنہ حد تک انسان کو عرفان ذات پروردگار سے روکتی ہیں، ان کا ذکر ہے۔ یہود کی ان عادات کا ذکر ہے جو کسی بھی انسان میں موجود ہو کر اسے جبلی اقدار سے آشنا کرتی ہیں جو اسے بہتر ذہن کو جانے نہیں دیتیں۔ سورہ بقرہ میں ایسے حیرت انگیز واقعات موجود ہیں جو بظاہر ایسے لگتا ہے خدا نے کثرت معجزہ فرمائی ہے۔ بہت پہلے پیارے پیغمبروں کے ساتھ بہت سارے جو واقعات گزرے ان کا ذکر کیا۔

وہی بات جو میں الحمد کی وضاحت میں کہہ آیا ہوں کہ یہود اس وقت اس میچورٹی کو پہنچ رہے تھے جہاں انہیں کافی حد تک پیغام اللہ نے دینا چاہا۔ تورات کے دس احکامات جن کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے، انہیں عطا کرتے ہوئے، اس بات کا اچھی طرح خیال رکھا کہ یہ قوم اب میچورٹی کے اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ اپنی جبلی خواہشات کی خاطر نت نئے عذر، بہانے اور تجاویز نکال سکتی ہے تو یقیناً ان میں یہ ملکہ بھی ہوگا کہ یہ خدا کا رستہ پہچان سکیں مگر اس قوم کا عملی مشاہدہ یہ حیرت انگیز انکشاف کرتا ہے کہ یہود میں بار بار رخصت اپنی جبلی اقدار کی طرف اور احکام کو ٹالنے کی کوشش بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک ایسی بدتمیز اور نازیبا کردار کی قوم ہے کہ اس کے لیے بار بار کسی بڑی سزا کا سنانا لازم قرار پاتا ہے۔ کبھی یہ فراعنہ مصر کے جاہ و جلال کا شکار ہوتے ہیں تو کبھی خداوند کریم ان کے سر پر طور سینا کو کھڑے کرتے ہیں پھر کبھی ان کو چالیس برس کی صحرائے سینا کی دربدری سے آشنا کیا جاتا ہے۔

اس عرصے میں سورہ بقرہ کی تلاوت سے بہت بڑا نفسیاتی پہلو جو ہمارے سامنے آتا ہے اور جو شاید آج ہم پاکستانی صورتحال میں بھی اس کا سامنا کر رہے ہیں، وہ طریقہ کار یہ ہے کہ جس کے تحت خداوند کریم نے انسانی میچورٹی اور کلام الٰہیہ ان کو دینے کے باوجود جو سب سے بڑا ذہنی قدم اٹھایا ہے، وہ علم کو آگے بڑھانا اور نفسیات ذہن کو سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا ہے اور انسانوں کو ہر اعتبار سے علم و عقل کی اس منزل تک لانا ہے جس پر رسول اللہؐ اور اصحاب رسول پہنچے تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز پراسیس ہے جو قطعاً بھی معجزاتی نظر نہیں آتا بلکہ ایک سوچا سمجھا طریقہ کار جس میں اللہ میاں ایک بہت بڑے استاد کی طرح نظر آتے ہیں جو اپنی کلاس کو تعلیم دیتا ہے۔ مجموعی طور پر تمام انسان ایک کلاس ہے۔ اس کی ابتدا اس

Marfat.com

کے درمیان اور اس کا انجام اس کو اپنے طریقے سے چلاتے چلے ہیں جہاں سزا ضروری ہے وہاں سزا سنا رہے ہیں اور جہاں مقبولیت ہے وہاں بہت سارے انعامات بھی سنا رہے ہیں۔

کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت وجہنم کا کیا بکھیڑا اللہ میاں نے پال رکھا ہے۔ خدا کے ہاں سے لالچ ایشو ہوتا ہے اور کہیں خدا کے ہاں سے ڈرانے والی سزائیں جاری ہوتی ہیں۔ مگر اگر آپ قوموں کی عملی زندگی کا نفسیاتی اور سماجی لحاظ سے مطالعہ کریں تو یہ بات بڑی وضاحت سے نظر آتی ہے کہ انسانوں کے کنڈکٹ میں اللہ کی تعلیمات کو آگے جو بھی اقدام لینا تھا اس کے مطابق اللہ نے ان کے لیے اجرا کیا۔ ساتھ ساتھ آنے والے وقتوں کے میچوراذہان کے لیے طریقہ کار بھی متعین کیا۔ مثال کے طور پر جب اللہ یہ کہتا ہے والقد علم الذین اعتدومنکم فی اسبت و قلنا کونو قردۃ خاسئین جب ان سے کہا گیا کہ تم اس تالاب سے سبت والے دن مچھلی نہ پکڑو ورنہ تم بگڑے ہوئے بندر ہو جاؤ گے تو دیکھیے ایک توجہ یہ بھی کرنی پڑتی ہے کہ بندر کی خاصیت کیا ہے تو اس کی سب سے بڑی صفت ہمارے سامنے یہ آتی ہے کہ یہ نقال ہے، ہر صورت ایک بندر دوسرے بندر یا ایک بندر کسی بھی دوسرے شخص کی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے تو رخصت اور نقالی جسے اللہ نے کونو قردۃ خاسئین کہا کہ لالچ اور نقالی یہ دونوں صفات ہمیں بنو اسرائیل کے اس پورے طبقے میں نظر آتی ہیں اس میں بدنی ضروریات کو رجعت ہے اور وہ اللہ کا حکم ماننے سے صرف اس لیے انکاری ہوتے ہیں کہ ان کا لالچ ان کی بے عقلی اور ان کا دوبارہ جبلتوں کو رجوع کرنا ہر وقت ان کے سامنے ہے۔

پھر سورۃ بقرہ میں جہاں خدا کے رستے میں ہمیں انسانوں کی طبعی شادمانیاں نظر آتی ہیں وہاں اخوت وتسلیم بھی نظر آتی ہے۔ حضرت اسماعیل اور ابراہیم کے واقعات خاص طور پر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھنا اور ایمان و دین کی مرکزیت قائم کرنا شامل ہے۔ اس میں ہمیں بڑی وضاحت سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ناقص عقل کی جبلی رجعتوں کا ذکر کیا ہے وہاں ایک پائیدار شعور اور بڑا سمجھدارانہ اور صحتمندانہ جائزہ اشیا کا موجود ہے۔ اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم کو واضح طور پر ایک مثال قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک ایسی مضبوط دلیل تک پہنچ چکے تھے جس کو خداوند کریم کی عنایت سے انہوں نے اپنے غور وفکر سے پایا۔ خاص طور پر سورہ بقرہ کا جب ہم انجام دیکھتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دونوں طرف کے ان رجحانات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بالآخر اپنے اوپر اور رسالت پر ایمان اور دوسرے احکام کو مضبوط کرتا ہے۔

دونوں کی بنیاد عقل و شعور پر ہے۔ ایک عقل و شعور منفی رجحانات تخلیق کرتا ہے، انسان کو جانوروں کے اقدار کی طرف لوٹاتا ہے، جبکہ وہی عقل و شعور ہے جس کی مدد سے حضرت ابراہیمؑ نہ صرف خدا تک پہنچتے ہیں، خلیل اللہ ٹھہرتے ہیں بلکہ بیت اللہ کی مرکزیت قائم کرتے ہیں، اسی میں وہ تمام آیات ہیں کہ جو سنت ابراہیم کو اس قدر مقبول اور اتنا معزز کر دیتی ہیں کہ آئندہ تمام آنے والے انسانوں کے لیے خدا اس پیٹرن کا ٹھاٹ پراسیس ریکمنڈ کرتا ہے حتیٰ کہ ان کے بیوی بچوں کی بھی تمام عادات کو حج کا ایک حصہ بنایا گیا۔

اگر دیکھا جائے تو سورہ بقرہ دونوں طرف کی تکمیل کا نام ہے۔ ایک طرف فتنہ پرور، فتنہ سامان اور فتنہ جو عقل ہے جو بالآخر جہنم اور اس مقام تک لے جاتی ہے جس کو "ان الذین کفروا سوآء علیھم انذرتھم ام لم تنذرھم

Marfat.com

لایومنونO ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیمO" (البقرۃ:۶-۷) یہاں یہ کہنا بڑی ضروری بات ہے کہ ختم اللہ سے مراد اللہ میاں کا ایک باضابطہ پروسیجر ہے جس کے تحت انسانوں کے دلوں سے آگہی اور شعور ختم ہوتا ہے۔ ایک انتہائی منفی رویے پر قائم ہو جانا اور اسے پسند کرتے ہوئے آگے بڑھانا ہے حتیٰ کہ اس کا انجام جہنم اور ستیاناس ہے۔ سید ہجویری نے جیسے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کے دل پر دو قسم کے وسوسے دو قسم کے رجحانات غالب ہوتے ہیں ایک کو ہم خطرات کہتے ہیں دوسرے کو وطنات کہتے ہیں خطرات وہ ایسے ہیں یا وہ کمی بیشی ہے جو انسان کے دل میں گناہ وثواب کی آتی ہے جس کو محسوس کرنے کے بعد وہ اپنے اندر خدا کی محبت کی وجہ سے تاسف پاتا ہے اور وہ اللہ کو رجعت کرتا ہے وہ خطرہ قلب سے صاف ہو جاتا ہے مگر جب وہ رجعت اور توفیق نہ رہے اور خدا کی طرف پلٹنا انسان کا باقی نہ رہے تو خطرہ آہستہ آہستہ ایک مستقل حیثیت اختیار کر جاتا ہے وہ داغ پھیلتا ہوا ایک کینسر کی طرح جال بن جاتا ہے جو انسان کی سوچوں عقل اور معرفت اور اس کے انداز زندگی کو چاٹ جاتا ہے اس وقت اس کا وطن کہا جاتا ہے یہ وطن وہ حالت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے "ختم اللہ علی قلوبھم" کہا ہے۔ اس آیت کا پروسیجر بذات خود وضاحت کرتا ہے کہ ایک دن یا ایک لمحے کا عمل نہیں ہے۔ پہلے دلوں میں وسواس اور خطرات آتے ہیں جو وطنات بنتے ہیں جب دلوں میں وساوس اتنے گہرے ہو جائیں تو پھر خدا کہتا ہے وعلی سمعھم وعلی ابصارھم وہ سماعت اس کو سننے سے انکار کر دیتی ہے جو اللہ کی طرف اس کو لے جائے یہ آنکھ اس چیز کو دیکھنے سے انکار کر دیتی ہے جو دوسری طرف ہے تو دل میں خطرات آنے کے بعد ایک طویل عرصہ لگتا ہے۔ جب سماعت پر ہر قسم کی نصائح اور پند بیکار جاتے ہیں اور آنکھیں اس چیز کو دیکھنا ہی بند کر دیتی ہیں اور ایک قسم کا غیر حقیقی پراسیس شروع ہو جاتا ہے، وہم شروع ہو جاتے ہیں اور انسان اس میں اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ اسے ایک ہی طرف کی چیز نظر آتی رہتی ہے اور وہ بدی کی سائیڈ ہے۔ ذاتی منفعت کی سائیڈ وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم (سورۃ البقرۃ) غشا اس پردے کو کہتے ہیں جس میں دل اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ اس کو اپنے گردو پیش میں کوئی امید اور روشنی اور کچھ نیکی کی کرن نظر نہیں آتی۔ تب کہیں جا کے اللہ تعالیٰ کا وہ لفظ ختم اللہ علیٰ قلوبھم اس پر فٹ بیٹھتا ہے یعنی دلوں پر مہر تب ہوتی ہے جب دیکھنے سننے اور تمام حواس کے پراسیس اتنے کلوز ہو جائیں کہ کوئی لفظ نصیحت اس پر اثر نہ کرے۔ اس کی واپسی کا کوئی رستہ نہ رہے اور جبلی اقدار مکمل طور پر حاوی ہو کر اسے ایک ناپید شے قرار دے دیں۔

اس آیت میں کبھی بھی یہ نہیں ہوا کہ وہ پیدائشی مہر لے کے پیدا ہوا ہو کیونکہ یہ خدا کے اس تصور کے خلاف ہے کہ "کتب علی نفسہ الرحمۃ" (الانعام: آیت ۱۲) جب اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کافر و مسلم ہر قسم کے بندوں کو جہنم یا جنت میں جانے سے پہلے ایسے بے شمار مواقع دے گا جس میں سے اس کا پلٹنا ممکن ہو سکتا ہے ورنہ رحمت کا قطعاً مطلب نہیں ہے کہ آپ دلوں کو پہلے سے ہی مہر شدہ پیدا کریں اور ان کو جہنم میں ڈال دیں۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ ان آیات میں انسانی فطرت کے دونوں طرف کی فطرتوں ایک قلب سلیم اور فطرت سلیم کے شعائر بھی بتائے گئے ہیں اور دوسری طرف فطرت خبیثہ کے بھی شعائر بتائے گئے ہیں۔

بنو اسرائیل کا ذکر اس ضمن میں یہ ہے کہ وہ مغلوب اور نالائق ہی ٹھہرے "ذلک بانھم کانوا یکفرون

Marfat.com

بایات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق' ذلک بما عصوا و کانو یعتدون" (البقرۃ: آیت ۶۱) اس لیے کہ انبیاء کی تکسیر کرنا انبیاء کو قتل کرنا آیت اللہ کو مسخ کرنا اور اپنے مقاصد کے لیے انہیں استعمال کرنا، ذلک بما عصوا و کانو یعتدون یعنی وہ نہ صرف بڑھ کے برائیاں کرنے والے تھے بلکہ معتدین یعنی اعتدال سے گزرنے والے لوگ تھے۔ اعتدال سے اس حد تک گزرنے والے کہ سورہ بقرہ ہی میں ذکر کرتے ہوئے اللہ کہتا ہے کہ یہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت دل ہو جاتے ہیں۔ ان کی شقاوت قلبی کو ہم سنگدلی بھی نہیں کہہ سکتے کہ سنگدل میں بھی آنسو پھوٹ پڑتا ہے۔ "ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ" (البقرۃ: آیت ۷۴) کہ ایسے پتھر بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور ان میں سے پانی پھوٹ نکلتا ہے ایسے بھی ہیں جن سے چشمے نکلتے ہیں، سو خدا کی محبت اور خوف سے پتھروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ مگر وائے انسان اس پر اس قسم کے کسی حرف تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سورہ بقرہ دراصل اسلام کی نہیں بلکہ ایمان کی داستان ہے۔ ایمان اور کفر کی داستان ہے۔ اس میں انسان آگے بڑھتا ہوا کس حد تک مکر و فریب اور ریاکاری اور نفاق سے کام لیتا ہے بالآخر ایک ایسی منزل تک پہنچتا ہے کہ جسے آپ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں واپسی نہیں ہے۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اپنی خطا اور نسیان کے باوجود نصیحت و تسلیم اختیار کرتے ہیں جن کے دلوں سے محبت خداوند نہیں جاتی، وہ آگے بڑھتے ہوئے بالآخر اللہ کے حضور اللہ کی محبت اور اس کے کرم تک پہنچتے ہیں، وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ اور غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو تمام ہمارا ایمان بالغیب یا جس کو ایمان ظاہر کہتے ہیں، صرف ایک چیز کا مرہون منت ہے، آپ عذاب قبر پر یقین کریں نہ کریں بلکہ یقین ہونا نہیں چاہیے، جب تک عذاب قبر کے خالق پر یقین نہ ہو۔ اسی طرح نماز روزہ ملائکہ تمام چیزیں ایک خیال کا حصہ ہیں۔ اگر آپ کو اللہ پر یقین نہیں ہے تو یہ تمام پریکٹس اور سماجی خدمات محض رسم و رواج اور ٹابوز رہ جائیں گے۔ ان سے کبھی بھی ایمان قائم نہیں ہوگا بلکہ ہمارے اپنے معاشرے میں ہزاروں لوگ ہیں صبح و شام عبادات بھی کر رہے ہیں مگر چونکہ بنیاد تصور اللہ پر قائم نہیں ہے، رجحان اللہ کی طرف نہیں مڑ رہا اور بنیادی یقین خدا کا موجود نہیں ہے۔ اس لیے یہ عبادات رائیگاں ہیں۔

اس کے برعکس جو شخص پہلا مسئلہ حل کرتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا سورہ بقرہ میں۔ وہ بڑی مشہور دلیل ہے، جب اللہ تعالیٰ ابراہیم کو آیات الٰہی سے مزین کرتا ہے، ان کے دل کو اس قابل کر دیتا ہے کہ وہ پہلے اپنے خیال سے خدا کی آگاہی پاتے ہیں پھر آیات اللہ سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ جب آیات اللہ سے اس کا اثبات ہو جاتا ہے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی کسر رہ جاتی ہے، اسی لیے جب ابراہیم نے یہ کہا اذقال ابراھیم رب ادنی کیف تحی الموتا کہ تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے تو اللہ نے جواباً کہا "قال اولم تومن" "اے ابراہیم ابھی بھی تمہیں کوئی شبہ ہے، تم نے اتنا سوچا، پڑھا لکھا، غور کیا اور صحیح اندازہ لگایا تو نے خوئے تسلیم اختیار کی، اپنے رب کی آگاہی تک پہنچا تو کیا ابھی بھی کوئی شبہ باقی ہے؟ فرمایا نہیں ذہنی طور پر تو قطعاً کوئی شائبہ انکار کا باقی نہیں ہے نہ مجھے کسی قسم کا آپ کی ذات گرامی کے بارے میں شبہ ہے۔ ولکن یطمئن قلبی مگر یہ ہے کہ دل کبھی مشاہدے سے اطمینان پاتا ہے تو یہاں مشاہدے کی اپنی ویلیو ہے فرض کریں میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اسباب سے کہیں مبرا ہے۔ میں یقین

Marfat.com

رکھتا ہوں کہ اگر تمام تر اسباب موجود نہیں ہیں تو پھر بھی مجھے میرا اللہ کسی بھی طریقے سے مدد دے سکتا ہے جیسے اللہ نے سورہ بدر میں کہا کہ ہم نے صرف آپ کی تالیف قلب کے لیے ملائکہ بھیجے تھے ورنہ تو ہم ان کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتے تھے۔ اللہ کسی کا پابند نہیں ہے۔ اس نے اپنے ہی تخلیق شدہ کسی سبب پر اپنی خدائی کی بنیاد نہیں رکھی ہوئی۔ اس لیے وہ بڑا آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ نہ بھی ہوتا تو بھی میں تمہیں ہر بلا ہر گردش سے نکال لیتا مگر چونکہ ہم ایک ایسی دنیا میں ہیں جہاں کہ ہماری زندگی اسباب کی محتاج ہے۔ پیدا ہونے پروان چڑھنے اور کام کاج کے لیے تمام کا تمام ایک سلسلہ اسباب ہے جو اس طرح مربوط کر دیا گیا ہے کہ انسان زندگی کے کسی بھی لمحے میں سبب سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس عالم میں جب آپ کو خدا یہ کہتا ہے کہ مجھے اس طرح مانو کہ اسباب سے گزر جاؤ، میں مسبب الاسباب ہوں تو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماننے کے باوجود کہا کہ ٹھیک ہے اعتبارات یا اعتقاد صرف ذہنی ہوتا ہے، ذہن میں کوئی خامی کوئی خدشہ نہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر نظر سے دیکھ لیں تو نہ صرف تائید ہوتی ہے بلکہ اطمینان قلب ہوتا ہے اللہ نے ان کو مشاہدہ دکھایا۔ وہ مشاہدہ کتنا طاقتور تھا کہ اسی طرح تیسرے سپارے کے آغاز میں جب نمرود بھی یہی دعوی کر رہا ہے جو پہلے خدا کر چکا ہے تو خدا سے تو ابراہیم سوال کر چکے ہیں کہ آپ مجھے وہ مظاہرہ دکھاؤ مگر خدا یہ کہتا ہے کہ تجھے ذہنی اعتبار ہے؟ تو فرمایا ہاں ہے مگر مشاہدہ میرے اعتبار کو مضبوط تر کر دے گا سورہ بقرہ میں ہی نمرود یہ دعوی کرتا ہے کہ "انا احیی و امیت" (البقرۃ: آیت ۲۵۸) کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں تو یہ دونوں دعوے مساوی چلتے ہیں۔ ادھر اللہ کا دعوی یہ ہے کہ "انا احیی و امیت" اُدھر نمرود کہہ رہا ہے کہ انا اوحی و امیت دونوں دعوے مساوی ہیں۔

اللہ نے جب پوچھا کہ ابراہیم تجھے میرے دعوے پر اعتبار نہیں؟ تو حضرت ابراہیم نے کہا اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ لاریب فیہ مگر مسئلہ یہ ہے میرے مالک کہ میں صرف شہادت نظری چاہتا ہوں تا کہ میرا جو یقین ہے، میرا ذہن ہے، وہ اس کو مضبوطی سے قبول کرے مگر جب نمرود یہ دعویٰ کرتا ہے تو ابراہیم اسے کہتے ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے تو اس کا ثبوت لاؤ۔ اللہ نے تو ابراہیم کو یہ ثبوت دیا کہ چار پرندوں کو پکڑ کر ان کے سر کاٹ کر، ان کو دور دراز کی چوٹیوں پر رکھ دے مگر ان کو قتل کرنے سے پہلے ہلا لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سورۃ بقرہ بڑے نفیس اور حیرت انگیز نفسیاتی نکات پیش کرتی ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے کہا ان پرندوں کو پہلے ہلا ملا لے تا کہ ذہنی تشکیک کا ہر وہ پہلو جو اسے ایک ساؤنڈ آرگومنٹ میں اس کو چیلنج کر سکتا ہے، وہ نکل جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم کے ذہن میں یہ وسوسہ گزرتا کہ اللہ میاں میں نے جو پرندے قتل کیے تھے، وہ تو قتل ہو گئے ہیں یہ تو تُو نے کوئی اور زندہ کر کے بھیج دیے ہیں۔ اللہ نے کہا پہلے ہلا لے تا کہ تُو ان سے اتنا مانوس ہو جائے کہ جب وہ تیری طرف پلٹیں تو تجھے ان کے قریب آنے سے پوری طرح پتا ہو کہ یہ وہی پرندے ہیں۔

یہاں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ خدا بہت ہوشیار ہے اتنی باریکیوں تک جا کے انسانی نفسیات میں شبہات کو رد کرنا یہ اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف جب نمرود یہ کہتا ہے کہ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور پھر ابراہیم اس سے ثبوت طلب کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ پھانسی پر چڑھا ہوا آدمی ہے، اس کو سزا میں دے چکا ہوں۔ یہ مر رہا ہے چلو چھوڑ دو اس کو، رہا کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس شخص کو جو بالکل زندہ اور صحیح سالم بیٹھا ہوا ہے، اس کی جلاد گردن اڑا دیتا ہے۔ تو کہتا ہے دیکھا ہے وانا اوحی و

Marfat.com

امیت میں بھی زندہ کرتا ہوں، میں بھی مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ دلیل تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک دربار کی حد تک محدود تیرے اختیارات اس لازوال رب کریم کے اختیارات کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو زمین و آسمان پر محیط ہے ابراہیم اسے کہتے ہیں۔ "قال ابراهيم فان الله ياتی فالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبهت الذی كفر" (البقرۃ: آیت ۲۵۸) اگر تو اللہ ہی ہے اور تو نے خدائی ہی کا میچ ڈالنا ہے تو پھر میرا رب تو سورج چاند ستاروں کو اس ترتیب اور اس گردش سے سجائے بیٹھا ہے۔ اگر تو سمجھتا ہے کہ تو خدا ہے تو پھر ایسا کر دے کہ تو سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع کروا دے۔ فبهت الذی كفر (البقرۃ:۲۵۸) کافر مبہوت ہو گیا یہ عقلی ہیبت ہے اور مبہوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابراہیم اس کو ایسے میدان میں لے جائیں گے جو انسانی بس سے ناممکنات کے زمرے میں آتا ہے، کہیں آگے مظاہر فطرت تک جاتا ہے۔ ابراہیم کی دلیل یہ تھی کہ اللہ ایک کلیت میں اللہ ہے وہ پوری کائنات کا اللہ ہے تم ایک دربار میں بیٹھے ہوئے ایک فضول سا دعویٰ کر کے، اپنے آپ کو کیسے خدا ڈکلیئر کر سکتے ہو؟

سورۃ بقرہ اس لحاظ سے بڑی دلچسپ۔ ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز بڑی تفہیم والی سورت ہے کہ اگر آپ خالی سورہ بقرہ سے گزریں تو آپ کو عقل و معرفت کے وہ بنیادی اصول مل جاتے ہیں جس کی مدد سے آپ نے اللہ کی آگاہی کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح قریباً قریباً تمام وہ بڑے وساوس اور لالچ جو انسان کا رستہ روک سکتے ہیں وہ بھی بنو اسرائیل کے ضمن میں درج ہیں۔

اسی قوم کے سلسلے میں ایک حیرت کی بات سامنے آتی ہے کہ انسان جس چیز کا عادی ہو جائے اسے وہی مل جاتا ہے۔

تو جس قوم کو من و سلویٰ مل رہا ہے، جس کو بادلوں کے سایے میسر ہیں کہ صحراؤں کی تپش ان کو جھلسا نہ دے۔ اس موقع پر بھی وہ لوگ اس آسمانی خانہ نعمت سے تنگ آ کر حضرت موسیٰ کو کہتے ہیں کہ ہمارا تو دل اس سے بڑا تنگ آ گیا ہے۔ ہمیں وہی زمینیں چاہییں، وہی تھوم، پیاز، لہسن، ادرک، مولیاں گاجریں درکار ہیں خواہ بہشت سے ہمیں جو من و سلویٰ اتر رہا ہے، یہ ہم نہیں کھا سکتے۔ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تواتر عادت اور انسانی فطرت یہ ساری کی ساری تھکنے والی چیزیں ہیں۔ انسان طبعاً نئی سے نئی تبدیلی اور نئی سے نئی جہت چاہتا ہے۔ اپنے کسی مسلک پر قرار نہیں پکڑتا۔ اسی طرح سورہ بقرہ میں ہی وہ واقعہ ہے جب اللہ نے ان کو کہا کہ میں نے ان کے سروں پر طور کھڑا کر دیا، تب کہیں جا کے مانے تو ہم دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسا زمانہ تھا اور اللہ اس کی خصوصاً نشاندہی کر رہا ہے کہ جبر کے بغیر کسی ذہن کا تبدیل ہونا ممکن نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان اس وقت اس ابتدائی بچے کی حالت سے گزر رہا تھا جس کے بارے میں استاد کہتے ہیں کہ یعنی ڈنڈا اٹھا نہیں اور بچہ بگڑا نہیں۔ اس کا بچنا، شعور، وہ جبلی عادتیں، ایک دوسرے کا سب کو، کاپی کرنا، ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنا اور آنا فاناً راستے سے نکل جانا۔ حمس اور بعلبک میں، بتوں کو دیکھ کر خدا کا بت بنانے کی فرمائش کرنا یہ ساری وہ باتیں ہیں جس میں کوئی بندہ کھڑا ہو کے یہ نہیں سوچتا تھا کہ دیکھو ہمارے پاس پیغمبر ہے پیغام ہے اللہ اور اس کی کتاب ہے، اس کے باوجود ان کا یہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان بندروں کی طرح تھے جو صرف ایک دوسرے کو اور اپنے امراء اور رؤساء کو کاپی کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ بار بار پلٹتے تھے۔ ان عبادات کی طرف جیسے وہ مصر میں بڑے بڑے ٹمپل اور اہرام چھوڑ آئے

Marfat.com

تھے۔ان میں جب وہ بڑے بڑے ہبل اور دوسرے بتوں اور ان کی ظاہری شان وشوکت سے متاثر ہوتے تھے تو خواہش کرتے تھے کہ خدا کے بت بھی بنانے چاہئیں۔اس پر غضب خداوندان پر ہوا،ان کو یہ سزا دی کہ تم میں سے نصف نصف کو قتل کرو گے،اس کے بعد سورہ بقرہ ہی میں ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ ان کو بار بار بے اعتباری ہو جاتی تھی۔وہ بار بار ثبوت ڈھونڈتے تھے۔کبھی ایک معجزہ طلب کرتے تھے،کبھی دوسرا۔حتیٰ کہ ان کو اللہ نے "فاخذتکم الصعقة وانتم تنظرون"(البقرۃ: آیت ۵۵) بڑے بڑے لوگ اکٹھے کئے، پھر ایک بجلی آئی جوان کو چاٹ گئی"ثم بعثنا کم من بعد موتکم لعلکم تشکرون"(البقرۃ: آیت ۵۶) موت کے بعد پھر تمہیں زندگی دی ہے، بنی اسرائیل۔مگر اس کا حشر کیا ہوا؟ آپ جا کے پھر بت پرستی کے لالچ میں مبتلا ہو گئے،اس کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ یا اس قسم کا غیر فطری عمل یا خارق عادت ایمان مضبوط نہیں کرتا۔یہ ایمان کو مضبوط نہیں کرتا بلکہ خارق عادت میں سب سے بڑی پرابلم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نظری دھوکہ آپ کو دے جائے یا چمتکار دکھا جائے تو آنا فانا آپ اسی تلاش میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کسی محیر العقول اور غیر فطری واقعہ سے اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔آپ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے شخص کے ساتھ چلے جائیں گے جو سرے سے آپ کا دین اور تمام ایمان غارت کر دے۔اس لیے اس موقع پر ہمیں پتا لگتا ہے کہ اللہ نے حتمی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مزید معجزات کی اب گنجائش نہیں۔ پہلے ہی پوری قوم کو مسلسل معجزے دکھانے کے باوجود مجھے کیا ملا؟ اللہ کہتا ہے یہ تو وہ انسان ہی نہیں ہے۔یہ بلوغت شعور نہیں رکھتا،فیصلہ ہی کرنے کے قابل نہیں ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب میں مزید معجزات نہیں دکھاؤں گا۔

اب انسان اور آگے بڑھتا اور اتنی میچورٹی حاصل کرتا ہے، اس کے دماغ کی کشادگی اتنی ہوتی ہے،بچپن سے جوانی کی سٹیج میں آتا ہے،اب اکتساب فیض اور اکتساب علم کا وقت ہے،اتنا میچور ہو جاتا ہے کہ اب وہ خدا کا پیغام قبول کر سکتا ہے۔

اس لیے اب محمد رسول اللہؐ کا آنا لازم تھا۔قرآن کا آنا لازم تھا،سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم کی دعا یہی بتاتی ہے"ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتب والحکمة" دعا میں معجزے نہیں طلب کیے گئے بلکہ ایک ایسے رسول کے لیے کہا گیا ہے، کہ جوان کو علم وحکمت کا درس دے،جوان کو لکھائے پڑھائے "ویزکیھم"اور ان کو پاک کرے باطنی عمل بھی دے اور ظاہری عمل بھی "انک انت العزیز الحکیم O " (البقرۃ:۱۲۹)

نزول ترتیب اور ترتیب قرآن میں لوگ اس کی ترتیب میں بے ترتیبی پاتے ہیں۔ایک آیت بڑی تیزی سے دوسری آیت سے بدلتی ہے،دو بڑی باتیں ہیں جو قرآن میں پائی جاتی ہیں۔مسئلہ اپنے وقت اور ضرورت کے وقت پیدا ہوتا ہے سب سے خوبصورت بات قرآن میں یہ ہے کہ اس میں فرضی مسائل نہیں پوچھے جاتے۔مسائل پیدا ہو رہے ہیں، ایک نئی جنریٹنگ سوسائٹی ہے اور تخلیق کا ایک نیا پہلو ہے۔ایک نیا فلسفہ حیات اور ایک نئی زندگی افکار ہے۔اس افکار کے مطابق یہ جاننے کی ضرورت پڑتی ہے کہ خدا کی مرضی کیا ہے؟ جوں جوں دین آگے بڑھے گا ہر آدمی اس کو ہر حال میں یہ پوچھنا چاہیے کہ خدا کی مرضی کیا ہے؟ خدا اس معاملے میں کیا چاہتا ہے؟ خدا سود میں کیا کہتا ہے؟ پانی کے بٹوارے اور جائیداد کی تقسیم میں کیا کہتا ہے؟ خدا شکار کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ایک ترتیب یافتہ تھیسز نہیں

Marfat.com

ہے بلکہ قرآن مجلس کی انکوائری کی کتاب ہے جہاں ہمہ وقت ایک استاد بیٹھا ہے جو مجسم قرآن ہے جیسے جیسے سوال آرہے ہیں ویسے ویسے جواب آرہے ہیں۔ اس لیے قرآن میں ترتیب مضامین کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک ایسے استاد کی کتاب ہے جو حرکت کر رہی ہے، اس کو نئے نئے مسائل اور نئے نئے مراحل پیش آرہے ہیں۔

جیسے ایک عورت حضورؐ کی خدمت میں آئی اور کہا میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے میرے بہت سارے بچے ہیں میں کہاں سے کھاؤں؟ حضورؐ خاموش رہے۔ مجلس تو ظاہر ہے اس قسم کے کسی مسئلے میں نہیں پڑی ہوئی تھی۔ مجلس تو کوئی اور سوال کر رہی تھی، ایک عورت دخل اندازی کرتی ہے اور سوال یہ پیش کر دیتی ہے۔ حضورؐ خاموش رہتے ہیں حتیٰ کہ قرآن کی آیت اترتی ہے، اللہ نے اس عورت کی آواز سن لی جو اللہ سے گلہ کر رہی تھی کہ اس کا حل کیا ہے۔

اب اصحاب رسول کو دیکھیے یہ واقعہ بازار میں پیش آ گیا۔ ایک صحابی کے پاس ایک خاتون کھجوریں لینے آئی، وہ اسے اندر لے گئے اور اس پر چابکدستی یا دراز دستی کا مظاہرہ کیا تو اس عورت نے کہا خدا سے ڈر۔ چونکہ صحابی تھے اللہ سے ڈرنا تو ان کا خمیر میں تھا لہٰذا وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ روتے پیٹتے ہوئے مجلس صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور فرمایا یا رسول اللہ میں برباد ہو گیا اور اپنے آپ کو ستون سے باندھ دیا۔ حضور خاموش رہے حتیٰ کہ یہ آیت اتری کہ میاں اگر تم نے کوئی برا کام کیا ہے تو کوئی اچھا کام کرو تمہاری اچھائیاں تمہاری برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ تو اسی طرح کے سوالات قرآن کی تمام تاریخ میں پیش آتے ہیں۔

جوں جوں سوال اٹھتا ہے وہاں وہاں جواب دیا جا رہا ہے اس لیے یہ ترتیب آپ کو بظاہر حقیقی ترتیب نظر نہیں آتی۔

غیب کی تعریف وقت اور بندوں کے لحاظ سے ایک نسبتی معلومات کا نام ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ ایک معاملے میں غیب میں اور دوسرا شہود میں ہو۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ ایک جگہ ایک چیز غائب ہو دوسری جگہ وہ شہادت میں ہو۔ پھر ہو سکتا ہے کہ ایک صدی میں علم یا ایک شناخت غیب میں ہو۔ دوسری صدی میں وہ حضور میں ہو۔ تو اتنے نسبتی علم پر کوئی مستند یا حتمی رائے دینا ناقص ترین علم کی نشاندھی کرتی ہے۔

جہاں تک میرا علم ہے اس کائنات میں صرف ایک غائب ہے اور اس پر بھی شہادت موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ عذاب قبر غائب ہے تو میں کہتا ہوں ٹھیک ہے غائب ہے لیکن اس وقت میرے پاس اس کا علم نہیں ہے۔ فرض کیجیے ایک پورا سسٹم آپ کے نزدیک غیب میں ہے مگر اس سسٹم کا مالک، آپ کی شہادت میں ہے تو کیا اس کے بعد اس غائب کو ہم غائب کہیں گے؟ فرض کیجیے عذاب قبر غیب ہے برزخ جنت اور دوزخ غیب ہے ملائکہ اور جنات غیب ہیں، یہ ساری چیزیں غائب ہیں مگر ان کا خالق ان کا تخلیق کرنے والا وہ حضور میں ہے۔ شہادت میں ہے۔ آپ کے دل اور دماغ میں ہے، آپ کے وجود میں سرائیت کر رہا ہے، آپ کی نظر میں اور آپ کے دست و پا میں ہے۔ وہ کہتا ہے محمدؐ تیرے ہاتھ پر اصحاب نے بیعت نہیں کی، میرے ہاتھ پر کی، جو بدر میں کہتا ہے کہ بدر میں تُو نے کنکریاں نہیں پھینکیں میں نے پھینکی ہیں۔ وہ کہتا ہے قاب قوسین و ادنیٰ میں مَیں اپنے محبوب کے اتنے قریب تھا جیسے دو بھوؤں کا فاصلہ وہ جو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ اس نے دیکھا مجھے ٹھیک دیکھا ہے اس نے کوئی خطا نہیں کی اب جب عالم و کائنات' لاتعداد کائناتوں اور گلیکسیز کا جس حضور

Marfat.com

کی شہادت میں ہو اس کے لیے کیا غیب ہو سکتا ہے؟

لوگ پیغمبروں پر غائب و شہادت کا سوال کرتے ہیں۔ یہ بڑا ناقص سوال ہے جس شخص کا سارا ایمان ایک پیغمبر کی شہادت پر ہو، اس پیغمبر کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس کو غیب کا علم ہے یا نہیں۔ یہ تھوڑی سی عقل کی بات ہے۔ میں خدا پر یقین لایا رسول اللہ کی وجہ سے۔ ملائکہ پر محمد رسول اللہؐ کی وجہ سے یقین لایا۔ قرآن پر محمد رسول اللہؐ کی وجہ سے اعتبار کیا۔ قرآن تو ایک ہی ہے جو ان کی زبان سے نکلا وہ حدیث ہے جو محمد رسول اللہؐ کی زبان سے ادا ہوئی مگر مجھے فرق کس نے بتایا؟ س نے کہا یہ قرآن اور کسی کا کلام ہے اور یہ میری بات ہے۔ یہ سارا فرق ایک شخص کی صداقت اور امانت پر مبنی ہے۔ جب میں نے اپنے رسول کو صادق مانا، امین مانا، تو میں نے اس کی حاضر باتوں پر بھی یقین کیا اور اس کی غائب باتوں پر بھی یقین کیا۔ اگر ایک شخص میرے غیب وحضور کا امانت دار ہے تو کیسے عجیب سا لگتا ہے کہ میں اسی شخص سے سوال کروں۔ تجھے غائب آتا ہے، تجھے غائب دیا گیا یا نہیں دیا گیا۔ اتنا احمقانہ سوال، شاید مذہب میں پہلے کبھی نہ اٹھا نہ اس کا سامنا کیا گیا۔ جو لوگ بھی اس قسم کا سوال کرتے ہیں، میرے نزدیک ان کا ایمان بالکل مشکوک ہوتا ہے، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں ایمان دار کہا جائے۔

پھر محمد رسول اللہؐ وہ واحد ہستی مبارکہ ہیں جو تواتر سے انبیاء اللہ کے وجود اور ان کی باتوں پر شہادت دیتے چلے آئے تھے۔ کسی نے ملائکہ کے ذریعے اللہ کو پہچانا، کسی نے حضور خداوند سے اس کو پہچانا، کسی نے اس کے اشارہ اور کنایہ، کسی نے براہ راست کلام اور کسی پیغمبر نے اس کے مقدس ترین ملک روح الامین سے اس کو پہچانا، صرف ایک ہستی مبارکہ ہے جس نے اس کی رویت سے اسے پہچانا اور اس پر شہادت دی آخر اس اللہ پر شہادت کیسے مکمل ہو سکتی تھی جس پر رویت کی شہادت نہ ہوتی؟ وہ تو ایک جزوی شہادت تھی اور لوگ کبھی بھی شبہہ کر سکتے تھے۔ اگر میں نے کسی کو دیکھا نہ ہو، اس کی باتیں اور اس کے خیال سنے ہوں تو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایسا ہے یا ویسا ہے یہ تو وہی شخص کہہ سکتا ہے اللہ کی طرف سے وہ ڈرا سکتا ہے جو اس کے وجود اور اس کے خیال کی شہادت سے آگاہ ہے۔

پیرانائیڈ اور رسول میں ایک ہی فرق ہے کہ وہ تمام تر شہادتوں کے باوجود جھوٹا ہے اور یہ تمام تر شہادتوں کے ساتھ سچا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں بھی استحکام اور اعتدال پیدا نہیں کر سکتا اور پیغمبر ایک کائنات کو مستحکم اور معتدل کر رہا ہے۔ اتنا سارا فرق تو سب کو محسوس ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے بارے میں جو استعمال کیے لفظ عالم الغیب و الشھادۃ یعنی غائب اور شہادت دونوں پر علم حکمران ہے۔ اللہ نے اپنا نام جو رکھا ہے۔ عالم الغیب والشھادۃ یعنی غائب ہو یا شہادت اس پر علم حکمران ہے "ولا یحیطون بشی ءِ من علمه الا بماشاء" (البقرۃ:۲۵۵) جیسے اس نے آیت الکرسی میں کہا کہ زمین و آسمان میں ہر ظاہر اور چھپی ہر پوشیدہ حقیقت، طاقت، خبر، غیب اور شہادت پر کوئی چیز حکمران ہے "ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شی ءِ علیم" (الحدید:۳) تو یہ علم سے ہے سمیع اور بصیر، علیم اور لطیف یہ خبیر علم سے ہے اگر علم ہی خبر اور علم ہی شہادت ہے جیسے حضرت موسیٰ کو اس نے کہا کہ تجھے کیسے صبر آئے تجھے علم جو نہیں ہے تو اس بات کی ہمیں پختہ تر شہادت ملتی ہے کہ اللہ کے بعد اگر کوئی سب سے بڑا عالم زمین پر موجود ہے تو وہ اس کا بندہ اور رسول محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جس شخص کو اپنے پیغمبر کے علم کے بارے میں شبہہ ہے اس سے بڑا نادان مسلمان کوئی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اب اس پر دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہؐ کو یہ خبر کیوں نہ ہوئی وہ خبر کیوں نہ ہوئی یہ جو فصل والا معاملہ ہے۔ اس میں ان کو کیوں نہ پتا تھا کہ نقصان ہوگا۔ جیسے ایک حدیث میں ہے اور یہ بار بار رسول اللہؐ کا کہنا کہ مجھے کچھ پتا نہیں ہے البتہ جو میرا رب مجھے بتائے تو رسول اللہ کی یہی بات اس مسئلے کے حل کے لیے کافی ہے کہ مجھے تو بس اتنا علم ہے جتنا میرا اللہ مجھے بتاتا ہے۔ اب کسی کو کیا پتا اللہ اپنے محبوب کو کیا بتاتا ہے؟ اللہ اپنے محبوب کو دجال کا بتاتا ہے، قیامت کا بتاتا ہے۔ اللہ اپنی کتاب میں اور آخر مقام فنا اور حوض کوثر کا بتاتا ہے، جنت اور دوزخ کی سیر کرا رہا ہے، بلین اور ٹریلین سالوں کی خبر دے رہا ہے پھر بھی وہ لوگ کہتے ہیں کہ لوکل خبر کیوں نہ تھی؟ بڑی سادہ سی بات ہے کہ لوکل خبر روکی جاتی ہے اس لیے کہ مقصود علم کا دینا ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس قسم کا انکشاف ہی نہیں کیا گیا اس قسم کی بات نہیں کی گئی یا کسی انداز سے یہ پتا چلا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ سے یہ خبر روک لی ہے تو مقصد تحقیر کبھی نہ تھا۔ مقصد یہ نہیں تھا کہ ان کے پاس غیب کا علم نہیں ہے یا اللہ نے نہیں دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان رکاوٹوں کے سبب سے ایک قیمتی ترین حصول علم کا اخراج تھا۔

چلیے اس مصدقہ مثال کو لے لیجیے کہ حضورؐ کے پاس کچھ لوگ آئے، انہوں نے کہا حضورؐ ہم کھجور میں پیوند لگاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تو پیوند پسند نہیں کرتا فرمایا ہم پیوند نہیں لگائیں گے پھر گئے۔ انہوں نے پیوند نہیں لگایا فصلوں کا نقصان ہوا۔ اگلے برس پھر آئے کہا حضورؐ آپ نے کہا تھا ہم نے پیوند نہیں لگایا۔ نقصان ہو گیا۔ فرمایا میں تو اللہ کا نبیؐ ہوں مجھے تو جو اللہ کہتا ہے میں کہہ دیتا ہوں، کبھی میں اپنے پاس سے اگر بات کر دوں تو اصول یہ ہے کہ تم اپنے تجربات اور اپنے طریقے سے فائدہ اٹھاؤ۔ آپ اس حدیث کو دیکھیں تو سائنس کا قیمتی ترین اصول سامنے آتا ہے جو پیغمبر رہتی دنیا کے لیے چھوڑ گئے۔ مجھے پتا ہے کہ ایک بزنس کے کوانف کیا ہیں مگر میں پریکٹیکل تو نہیں ہوں۔ اگر ایک شخص مجھ سے بزنس کی خبر لینے آتا ہے اور مجھ سے ڈسکس کرتا ہے، میں اسے اطلاع اور خبر دے سکتا ہوں مگر میں اس سے یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ میاں تم اس بزنس کے اتار چڑھاؤ جانتے ہو، ذرائع جانتے ہو، تم وہ کام کرو جو تمہارے تجربے میں افضل ترین ہیں۔ مجھ سے دعا کراؤ مگر کام وہ کرو جسے تم جانتے ہو جو تمہارا تجربہ ہے۔

دنیا میں جتنی ترقی بھی ہوئی ہے یہ تجربات کے تسلسل سے ہوئی ہے۔ اگر اس طرح غلطی کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو رسک میں ڈالتے تو رہتی دنیا تک اہل اسلام میں یہی ہونا تھا کہ چاہے حقائق کدھر بھی جا رہے ہوں، آپ یہ کہیں دعا کریں، میرا کام ہو جائے، حقائق کے خلاف دعا غلط ہوتی ہے۔ حضورؐ نے یہ قانون قائم کیا ہے یہ قانون کہ تجربہ انسان کی میراث ہے اور اللہ کی طرف سے اس قانون پر ان کا استدراک ہے کہ کسی قیمت پر بھی تجربے کی شہادت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

سوالات و جوابات

اسلامی ممالک میں اسلامی حکومت کے قیام کا فقدان!

سوال: دنیا میں ستاون اسلامی ملک ہیں ان میں کس میں اسلامی حکومت قائم ہے اگر نہیں تو کیوں؟

Marfat.com

جواب: حضرات گرامی As Such تو کسی ملک میں بھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہے ہاں البتہ کچھ قبائل میں اسلامی حکومت کے تصور قائم ہیں جیسے سعودی عرب میں ہے جیسے ہمارے پڑوس میں ایک لوکل Interpretation of Islam ضرور موجود ہے۔ مسلمان تو میں بہت سارے بحرانوں اور زوال سے گزری ہیں جیسے میں نے آپ سے عرض کیا۔ ایک بچہ اپنے عقیدے پہ بڑی ضربیں کھاتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہوا ایک متفق علیہ یقین تک پہنچتا ہے یہی اسلام کا ہوا کہ جب یہ قید و بند سے نکلیں غلامی سے نکلیں تو یہ چیلنج میں آئیں۔ چیلنج یہ ہوئی کہ اقوام مغربی کی ظاہری قوت کو انہوں نے دلیل جانا۔ دلیل سمجھا اور اپنی پستی کو مذہبی اقدار سے جانا اصل مسئلے پر تو انہوں نے کبھی غور نہیں کیا۔ اصل مسئلہ یہ اقوام اسلام نے کبھی غور نہیں کیا انہوں نے خدا کی وحدت پہ کبھی اعتبار نہیں کیا انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اللہ یہ کہتا ہے۔ "ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنینO" (آل عمران: آیت ۱۳۹) میرے بارے میں سستی نہ کرنا، غم نہ کرنا، تم ہی غالب ہو اگر اہل ایمان میں سے ہو۔ خواتین و حضرات! ہمیں بڑے غور سے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو پھر اللہ غلط کیوں کہتا ہے ہم اہل ایمان نہیں ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہم اہل ایمان نہیں ہیں اگر ہم اہل ایمان ہیں تو خدا نے کتاب میں لکھ دیا ہے، میں میرے رسول میرے مومنین ہمیشہ غالب رہینگے تو آپ پلٹتے کیوں نہیں ہو، یہ دیکھتے کیوں نہیں ہو کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو بڑا واضح یہ اشارہ ہے جو اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا "ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنینO" (آل عمران: آیت ۱۳۹)۔ کہ سستی نہ کرو غم نہ کرو۔ تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو۔ اور اگر ہم غالب نہیں ہیں تو یقیناً ہم اہل ایمان نہیں ہیں۔ کہیں خامی جا رہی ہے۔ کوئی کمی ہے جو ہمارے مذہب فکر میں آگئی ہے اور وہ ایک سادہ سی خامی ہے اس کا اگر آپ Analysis کرو گے تو بڑا سادہ سا نکلے گا کہ یہ دین اپنی ترجیحات میں بگڑا ہوا ہے۔ مسلمان کی ترجیحات بگڑ چکی ہیں۔ مڈل ایسٹ کو دیکھو نیشنلزم مدتوں ترجیح اول رہا۔ اور جب وہ نیشنلزم سے Religion کو آئے تو بھی اللہ ان کی ترجیح اول نہ رہا۔ اسلام تشخص تو ہے مگر اللہ ترجیح اول نہیں ہے۔ یہ بڑی Important بات ہے جو آپ کو یاد رکھنی ہے کہ اسلام موجود ہے جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا تھا۔ مگر خدا کی محبت دیکھیے ایمان کی شرائط میں نے آپ کو بتائی تھیں۔ اللہ کے لیے محبت رکھنا اللہ کے لیے نفرت کرنا۔ کیا سعودی عرب والے اللہ کے لیے امریکہ سے محبت فرما رہے ہیں۔ کیا مصر والے اللہ کے لیے محبت فرما رہے ہیں کیا عراق والے خدا کے لیے امریکہ سے نفرت فرما رہے ہیں۔ کیا ہم افریقہ سے اللہ کے لیے محبت فرما رہے ہیں۔ ہم میں ایمان نہیں ہے۔ ہم اپنے دنیاوی تحفظات میں ہیں۔ من جملہ پاکستان کے ہمارا کوئی بھی معتبر صاحب حکومت جملہ عالم اسلام میں خدا کی بندگی اور ایمان کا حق ادا نہیں کر رہا۔ اب آپ کسی سے پوچھو آپ کسی سے کہو جی آپ اچھے مسلمان نہیں ہو۔ وہ کہے گا جاؤ جاؤ اپنا کام کرو ہم تم سے زیادہ صاحب ایمان ہیں۔ ہمیں پتا ہے اسلام کیا ہے۔ ہمارے یہ دعوے ہر انسان کے باطن میں موجود ہیں مگر ترجیحات اسلام سے گریز اور اسلام اس طرح آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ معجزات طلب کرتے ہیں۔ طالبان کیسا تھ نہیں ہوتے۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے تھے۔ اس جدوجہد میں ملوث نہیں تھے۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے تھے۔ عراق کو نہیں ملی۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے ہو۔ تو اس کی پہلی شرط پوری کرنی ہوگی آپ معجزہ طلب کر رہے ہو آپ کو شرط پوری کرنا ہوگی۔ آپ میں سے کوئی تو صاحب ایمان ہونا ایک تو ہو۔ ایک پر بھی نجات ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ

Marfat.com

قیامت کب آئے گی۔ فرمایا جب دنیا پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔

ایمان کو مستحکم کرنے کا ایک مجرب نسخہ!

سوال: ایمان کو مستحکم کرنے کا کوئی مجرب نسخہ بتائیں۔

جواب: جیسے ابھی دیکھیے میرے یہ دوست فرما رہے تھے۔ کہ جیسے میں نے ابھی آپ کو آخری آیات میں بتایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ لوگ ہیں کہ جو "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا و علیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض" (آل عمران ۳-۱۱۹) کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں! اس کے ساتھ ساتھ غور وفکر اور علم کی تحصیل کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کو ایمان بھی بڑھانا ہے تو یہی وہ طریقے ہیں اور علم میں پھر تمام تر وہ باتیں آئیں گی جیسے اب دیکھیے ایک شخص ہے جو حدیث صرف پڑھتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے وہ ایسے دعویٰ علمیت میں جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کے Basic علوم جو بنیادی شناخت مذہب کے لیے ضروری ہیں وہ آٹھ ہیں۔ قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے، سیرت ہے، مغازی ہے، اسماء الرجال ہے تو جب تک آپ جستہ جستہ تمام علوم پر تھوڑے سے حاوی نہ ہوں گے۔ یا بقول سید ہجویر جب ان سے پوچھا گیا کہ علوم کی تحصیل کیسی ہے۔ تو فرمایا تمام علوم میں اتنا ضرور حاصل کرو جو خدا کی شناخت اور محبت کے لیے ضروری ہے تو اس سے معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے کہ آج کے دور میں مشرق و مغرب کے تمام علوم کی تحصیل ہمارے لیے ضروری ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے Scepticism کے لیے شبہات کے لیے ان چھوٹے چھوٹے سوال و جواب میں نہ پڑیں جن کی Reasoning ہمیں قائل کر لیتی ہے۔ بلکہ خدا انس اور محبت کے لیے ہے اب دیکھیے میں جب امریکہ گیا تھا تو جملہ لوگ مجھ سے ایک ہی سوال کر رہے تھے کہ:

How to know God How to reach God.

سب سے بڑی جو آسٹن یونیورسٹی کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے مجھ سے پوچھا کہ

I tried to find God for fourteen years. I did not find it how did that you find God.

لوگ کہتے ہیں کہ تمہیں خدا نصیب ہے مجھے چودہ سال Research کی وجہ سے کیوں نصیب نہیں ہوا

.I just answered in a very simple sentence

میں نے اسے کہا پروفیسر

God is not a by-product of mathematical research it has to be the top priority of the intellectual curiosity.

تو جب تک خدا آپ کی ترجیح اول نہیں بنتا اور کہی سنی باتیں آپ کی ترجیح! یہ علم نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ آپ یہ جاننے کی کوشش کرو کہ آپ کو کیا نہیں آتا۔ رسول گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ عالم وہ ہے کہ جس کو جو نہ پتا ہو اس کے بارے میں کہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے بجائے اس کے کہ وہ دعویٰ علمیت کو اتنا فرخ کرے کہ بہت سارے

Marfat.com

شرفاء کی پگڑیاں اچھلنا شروع ہو جائیں۔ خواتین وحضرات! اللہ کی طرف علم ہی بڑھاتا ہے جیسے میں نے آپ سے کل عرض کیا کہ خدا خود کہتا ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" (فاطر: آیت ۲۸) کہ اللہ کی خشیت تو صرف اس کے عالموں میں ہے۔ تصوف میں ایک قول مشہور ہے کہ عارف ضرور عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔ اس لیے خدا کو جاننے کے لیے علم بہت ضروری ہے۔ اور اس کی تحصیل ہر سطح پر ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کلی عالم ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو موقع مہیا کرے کہ آپ خود استدراک حاصل کر سکیں۔ معین الدین چشتی اجمیری آپ ہی کی طرح تو تھے۔ ایک باغ میں نوکر تھے۔ دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ ادھر سے خواجہ عثمان ہارون کا گزر ہوا۔ انہوں نے بشرہ دیکھا۔ فراست بھی تو بڑا علم ہے نا۔ انہوں نے ماتھا دیکھا چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ کہا کچھ کھانے کو لاؤ۔ آپ نے پلیٹ دھوئی، انگور صاف کیے، حضرت نے سلیقہ بھی دیکھا۔ جب قریب آئے تو۔ تو حضرت نے خوش ہو کر راہِ سلوک پر ڈال دیا۔

ادب میں اقبال اور ملٹن کا مقام

سوال: آپ اپنی گفتگو میں اکثر اوقات علامہ اقبال کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بطور شاعر اقبال کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: بات یہ ہے کہ جہاں شاعری کر کے اپنے آپ کو اچھا شاعر سمجھا ہے، خوبصورت لہجے والا سمجھا ہے اور جیسے کہتے ہیں ملٹن نے ظلم کیا انگریزی شاعری پر کہ پیچھے کوئی اچھا شاعر پیدا ہونے نہیں دیا تو میں بھی کہتا ہوں کہ اقبال نے بھی ظلم کیا کہ اتنی بڑی شاعری کر گیا کہ اب افتخار عارف صاحب کو مصیبت آن پڑی ہے۔

محمد بھی تیرا جبریل بھی قرآن بھی تیرا مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا۔

آرزو، گلہ اور توقع تو میں کر رہا ہوں اس لیے وہ کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ یہ سارا کچھ تیرا ہے پھر بھی میری عرض اور میرا مدعا سنے بغیر تجھے بھی چین نہیں ہے اور میں اپنا مدعا صرف خوبصورت ترین الفاظ میں پیش کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں بلکہ حیرت ہے کہ مجھے ان کا ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ مجھے تو اس غزل کا یہ شعر پسند ہے۔

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا ہے

حیات بعد ممات کا فلسفہ!

سوال: مرنے کے بعد انسانی وجود کن مراحل سے گزرتا ہے اور اس کی کیا صورتیں ہوتی ہیں؟

جواب: اصل میں بڑا خوبصورت سوال ہے میں نے اس پہ باقاعدہ ایک بہت بڑا لیکچر دیا ہوا ہے سارے معاملات پہ۔ حیات بعد ممات پہ۔ مگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ وجود ختم ہونے کے بعد بھی اپنی آخری منزل کا انتظار کرتا ہے، ہم اس کو برزخ کہتے ہیں۔ تو روح جو ہے تین منازل میں آتی اور تین منازل میں جاتی ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ انسان کی بنیادی Chip Processing ایسی ہے جس میں سارے ریکارڈز ہیں جب اسے کائنات بالا سے لوح

Marfat.com

محفوظ کے حکم کے مطابق برزخ میں Shape ملتی ہے، Texture ملتا ہے اور اس کو اس کی شکل وشباہت دی جاتی ہے تو اس میں مادہ وزن نہیں ہوتا یعنی روح بنیادی طور پر جب ایک ذرہ حیات کی شکل میں جس میں پوری کی پوری حیات انسانی کے تمام پراسسز لکھے ہوتے ہیں جب برزخ میں آتی ہے تو اس کو لباس دیا جاتا ہے۔ جب وہ برزخ سے آگے بڑھتی ہے تو اس کو مادی وزن دیا جاتا ہے، وجود دیا جاتا ہے۔ جب واپسی ہوتی ہے تو اسی پیٹرن پہ ہوتی ہے کہ پہلے وزن دیا جاتا ہے۔ پھر اس کا تشخص برزخی وجود لیا جاتا ہے پھر اسے قید و بند میں دوسرے وجود دیے جاتے ہیں جو جنت اور جہنم میں دیے جائیں گے جب اس کا برزخی وجود ہٹ جاتا ہے تو اس کو اس کی منازل دکھائی جاتی ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے متعدد احادیث میں فرمایا ہے کہ اس شخص کو جس کے اعمال اچھے نہیں ہیں یا جس نے زندگی میں اچھے کام نہیں کیے یا جو اپنے سوال کے جواب مناسب نہ دے سکا، انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گیا، اس کے لیے جہنم کی منازل کشادہ کی جاتی ہیں، اور وہ شخص جو ابتدائی انٹری ٹیسٹ میں کامیاب ہوا اس کے لیے جنت کی منازل کشادہ جاتی ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو یہ جو عذاب قبر کا عرصہ ہے زیادہ Terrible نکلتا ہے۔ آپ کو پتا ہے جاپان والے اپنے قیدیوں کو سزا دیتے تھے تو وہ پانی کی بالٹی کے نیچے ذرا سا سوراخ کر کے پانی کو قیدی کے ماتھے پر گرایا کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں یہ کیسی تکلیف ہوگی؟ معمولی سی تکلیف ہوگی۔ ایک قطرے کا بالٹی کے پیندے سے گرنا۔ جب پندرہ بیس قطرے گر جاتے ہیں تو اگلے قطرے کے گرنے کا وہ سائیکک خوف اسے پاگل کر دیتا تھا۔ No-body Survived یا پاگل ہو جاتے تھے یا نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا تھا۔ یہ جو سائیکک عذاب ہے یہ جاری وساری ہے۔ اس لمحہ تک ان کے پاس پریکٹیکل انسان پہنچے گا اس کی مثال بالکل سادہ سی ہے کہ ایک شخص آپ کو گھر آ کر کہتا ہے کہ آپ کو نیب والے ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ آئیں نہ آئیں آپ تو گئے۔ آپ عذاب قبر میں گئے۔ خواتین وحضرات! اللہ تعالیٰ آپ کو سوچنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، بہرحال

I am very very tankful to you...

مجھے شرمندگی ہو رہی ہے کہ میں نے آپ کو یہاں بہت دیر بٹھایا اور آپ پسینے میں شرابور ہوئے، گرمی بہت تھی۔

Marfat.com

مذہب اور سائنس

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا.

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفونO وسلم علی المرسلینO والحمدللہ رب العلمینO

خواتین وحضرات: آپ کی آمد اور زحمتِ سماعت کا شکر گزار ہوں۔ کوشش کروں گا آج کے موضوع کو اتنا Explain کردوں کہ بہت مدتوں کا یہ فسادِ قلب ونظر جو سائنس اور مذہب کے درمیان ہے، یہ کچھ واضح ہو جائے۔ خواتین وحضرات! ایک بات یقینی اور نمایاں ہے کہ کم علم سائنسدانوں اور کم علم تہذیبی رہنماؤں کی وجہ سے سائنس اور مذہب میں اختلاف کی خبریں پیدا ہوئی ہیں۔ ایسا قطعاً نہ تھا۔ بہت زمانہ نہیں ہوا کہ سائنس اپنی اس ترقی یافتہ شکل میں موجود نہ تھی پھر کیا وہ انسان جو دوسری Stone Age سے لے کر تیس ہزار برس تک خدا کے ساتھ رہتا رہا اور ہر زمانے میں اعتقاد، یقین، محبت اور اعتماد سے اللہ کی ذات پر قائم رہا اور کسی نہ کسی شکل میں حتیٰ کہ Taboos کی شکل میں، Voodoos کی شکل میں بھی مذہب کسی نہ کسی صورت میں اس زمانے میں موجود رہا مگر ڈیڑھ دو سو برسوں میں ایک عجیب انقلاب آیا اور وہ انقلاب یہ تھا کہ مذہب کا مالک صرف ایک تھا۔ مذہب کا خالق، صرف ایک تھا۔ وہ اللہ ہو، خدا ہو، ایشور ہو، بھگوان ہو تمام Mythologies ہوں یا تمام مذاہب ہوں اور Mythologies مذہب کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ ان سب میں قادر مطلق اولین حیثیت کی مالک صرف ایک ذات گرامی تھی اور وہ اللہ تھا۔ خدا تھا، ایشور تھا، بھگوان تھا مگر خواتین وحضرات! سائنس کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ سائنس بذاتہٖ کوئی شے نہ تھی ایک Institution تھا۔ ایک مظہر تھا۔ ترقی اور ترویج کی ایک کوشش، اس کا اپنا وجود کوئی نہ تھا مگر اس کے خدا بہت تھے۔ مختلف صورتوں میں سائنس کبھی یہ Claim نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا مالک ایک ہے۔ تو لیمی بھی اسی کا تھا۔ کوپرنکس بھی اسی کا تھا، گیلیلیو بھی اسی کا تھا، واٹسن بھی اسی کا تھا، ہنری ہرٹش بھی اسی کا تھا، نیوٹن بھی اسی کا تھا، اور عصر غائب سے لے کر عصر حاضر تک سائنس کے اتنے آقاؤں کی یہ بے چاری لونڈی تھی کہ ان آقاؤں کے نام لینے بھی تاریخ زندگی میں دشوار تھے۔ اس کا حل عجیب وغریب نکلا کہ اتنے سارے خداؤں میں جب Diversions، Cause نہ ہو سکی تو لوگوں نے سائنس کو ایک وجود بخش دیا، سائنس کو ایک ایسی زندگی اور

Marfat.com

الوہیت بخش دی کہ اب بجائے اس کے ہم یہ کہیں کہ ڈاکٹر واٹسن مذہب کے خلاف ہے یا آئزک نیوٹن خلاف ہے یا آئن سٹائن خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سائنس مذہب کے خلاف ہے۔ سائنس جو بذاتہٖ کوئی اختیار کوئی Authority، کوئی وجود نہیں رکھتی، ہم اس کو مذہب کے خلاف قرار دیتے ہیں مگر خواتین و حضرات! ایک اور بھی بڑی بدقسمتی ہے مذہب کے ساتھ۔ اور Sciences میں ایک بہت بڑا اختلاف اور بھی تھا جس کی طرف شاید کسی دانشور کی توجہ نہیں گئی۔ وہ بڑا آسان سا فرق تھا کہ سائنس دانوں نے ایک دوسرے کو اپنا حریف نہیں جانا۔ آج کے سائنسدان نے پچھلے سائنسدان کو تسلیم کیا، اس سے پچھلے سائنس دان نے اس سے پچھلے سائنس دان کو تسلیم کیا۔ اگرچہ ہاکنگ دنیائے حیرت کا آج ایک بہت بڑا نمائندہ ہو مگر وہ تو لیمی کی، حکیم بطلیموس کی اس کوشش سے انکار نہیں کر سکتا جو اس نے پہلے جدول شمسی دے کر کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سائنس بغیر تصادم آگے بڑھتی گئی بغیر جنگ کے، بغیر ایک دوسرے کی مخالفت کے آگے بڑھتی گئی اور ایک ایسی Continuity تھی جس میں کسی وقت بھی کوئی علمی فساد نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس خواتین و حضرات! الٰہیات آغاز سے ہی تصادم کا شکار ہو گیا۔ خواتین و حضرات اس سلسلے میں سب سے بڑا Role جو ادا کیا قومِ یہود نے ادا کیا۔ وہ خداوندِ کریم جو صاحبِ کائنات تھا۔ وہ جو مذہب کا خالق تھا مالک تھا۔ ساری کائنات کے لیے تھا ایک ان پڑھ اور جاہل قوم یہود کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں ہیں کہ بڑی دانا اور بینا قوم ہے۔ مگر خداوندِ کریم نے جو قرآن حکیم میں اس قوم کی تاریخ بیان کی ہے شاید عقلاً اس سے کوئی بدترین قوم زمین پر پیدا نہیں ہوئی جس نے اس صاحبِ کائنات کو اس تخلیق کار کو، اتنی بڑی قوت کو، ایک گھروندے میں قید کرنے کی کوشش کی۔ کبھی بنو اسرائیل کا خدا کہا کبھی اپنے دادا ابا کے Status پر رکھا کبھی اس کو اپنا Uncle بنا لیا اور خدائے مطلق کو انہوں نے اپنے مذہبی لسانی اور مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں میں قید کر کے اس کی آفاقیت کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ خواتین و حضرات پہلے Christians بھی یہودی تھے۔ بنو اسرائیل میں سے کچھ نے اس کو قبول کیا تھا۔ اور کچھ عرصہ کی سلامتیٔ ذہن کے بعد وہ بھی اسی تضادِ عقل و ذہن کا شکار ہو گئے اور اب انہوں نے دوسری کوشش کے تحت اس خدا کو مزید بنو اسرائیل کے فکری اور نظری گمانوں کا اسیر کر لیا بلکہ انہوں نے تو اسے مکمل فیملی مین قرار دے کر اس کے بال بچے بھی پیدا کرنے شروع کر دیے اس کی بیوی بھی تخلیق کر لی اور اس کو فرزند بھی مہیا کر دیا۔ خواتین و حضرات اور ایک مذہبی گروہ دوسرے مذہبی گروہ کے خلاف ہو گیا۔ اگر تھوڑا سا بالائے عصبیت جا کر دیکھا جائے اور اس حماقت کو بیچ میں سے نکال دیا جائے تو مذہب جو قرآن کی صورت میں ختم ہوا، اللہ جس نے اسلام کو آخری مذہب قرار دیا اور یہ فرمادیا کہ انّ الدین عنداللہ الاسلام اب میرے نزدیک تمام مذاہب جو ہیں وہ ان سے صرفِ نظر کرو اور صرف ایک ہی مذہب میرے نزدیک رہِ راست کا مذہب ہے اور اگر میری کوئی سند چاہتا ہے کہ مجھے کیا چیز پسند ہے اور کیا چیز ناپسند ہے تو پھر صرف میرے نزدیک انّ الدین عنداللہ الاسلام اور فرض کرو اگر تم اسلام سے ہٹ کر کسی یوگا سے یا اگر تم کسی اور ذریعے سے مجھ کو پانے کی کوشش کرو یا یہ

Hundred thousand spiritualistic schools.

جو تم نے Create کیے ہوئے ہیں یا یہ Intellectual Concepts کہ خدا ہر شخص کو، ہر مذہب کو ہر رستے سے مل جاتا میں اسے یکسر باطل قرار دیتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا اور اب کسی مذہب میں، کسی فرقے میں، کسی گروہ میں

Marfat.com

کسی Christianity میں کسی یہودیت میں خداشناس نہیں ہوگا؟ Why, why not آخراتنے بڑے زعیم انسان جو خداکواپنی ملکیت سمجھتے ہیں اوراپنے تصرف کے قابل سمجھتے ہیں وہ آخرکیوں اسی خداکونہیں پاسکتے۔فرمایا اب اگرکوئی اسلام کے سوا کسی اور رستے پہ چل کر میرے پاس آیا تو میں قبول نہیں کروں گا۔خواتین وحضرات!اس کی ایک اور بھی وجہ تھی مذہب ترقی یافتہ ہو رہا تھا۔اس کے رستے کاٹے گئے،اس پہ پہرے بٹھائے گئے،اس پہ خاندانوں کے تصرف جتائے گئے اوراس سارے تصرف میں،اس میں بادشاہوں کی رضا ڈھونڈی گئی،اس میں تکلم،اس کے انداز،ایسی ایسی چیزیں لائی گئیں کہ خدااپنی ان کتابوں سے بھی برأت حاصل کرگیا۔وہ اللہ وہ صاحب تخلیق ان کتابوں سے بھی برأت حاصل کرگیا اوراس نے واضح طور پر کہہ دیا کہ اب میں کسی کتاب کی کوئی ضمانت نہیں دیتا۔اب کوئی کتاب میری کتاب نہیں۔کلام میرا ہے مگران الفاظ کی ان فقرات کی میں کوئی ذمہ داری نہیں لیتا۔اب صرف اگرکسی نے مجھے جاننا ہے یا میری صداقت کو پرکھنا ہے تو اب بائبل اورتورات سے نہیں،طالموس سے نہیں،نغمات سلیمانؑ اور داؤدؑ سے نہیں،اب اگر مجھے تم نے جاننا ہے، پرکھنا ہے،مجھ پہ شک کرنا ہے،میرے وجود کی تصدیق چاہتے ہو،میں کون ہوں،جاننا چاہتے ہوتو تمہارے پاس صرف ایک کتاب ہے جس کے ہرلفظ کی،ہرفقرے کی،ہر جملے کی،ہرزیرکی،ہرزبرکی،مطلق حفاظت خودمیرے ذمے ہے۔''انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون'' کونازل کیاہےاورہم ہی اس کے محافظ ہیں۔خواتین وحضرات!درمیانی صدی میں وہ بڑامشہورشعرہے،اہلِ اسلام کے لیےتووہ طعنے کےطورپر Serve ہوگا کہ

غنی روزسیاہ پیرکنعاں راتماشاکن

خواتین وحضرات!وہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا،ادھرقسطنطنیہ کا Fall ہوا،ادھرقرطبہ کی درس گاہوں میں علم و حکمت کے چراغ جلے اور وہاں سے علم کی ترسیل شروع ہوئی۔یورپ میں Renaissance اور Reformation شروع ہوئی اوراس ترسیل علم سے دورِ جہالت علمیہ یورپ ختم ہوا۔نئی آگہی اورنئی روشنی پیداہوئی مگر جب نئی آگہی اورنئی روشنی پیداہوئی تومقابل وہ نہ تھے۔مقابل اسلام نہ تھا۔مقابل قرآن نہ تھا۔ذراغورفرمایئے اس وقت قرآن اورمحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چندایک تحقیقات ہوئیں ایک مشہورفرنچ پادری نے اپنے بڑے تاریخی جملے میں لکھا کہ مسلمان ایک دیوتا کی پرستش کرتے ہیں جس کا نام محیط ہے۔خواتین وحضرات!اگرایک طرف قرطبہ اور بغداد میں بڑے بڑے علماء کا نام روشن تھا۔بڑے بڑے دانشور تھے بڑے بڑے Sceptics تھے۔شبہ کرنا بھی یورپ کو،اندازِ تحقیق بھی یورپ کوابنِ سینااورفارابی نے دی،ابنِ رشد نے دی۔بڑے بڑے پاکستان میں سائنسدان بھی ہوگزرے ہیں،ہود بھائی ہیں افتخار بھائی بھی ہیں خالد بھائی بھی ہیں۔بڑے بڑے بھائی ہیں۔خواتین وحضرات!ایک بات سمجھ نہیں آتی۔جب وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں Sciences نہیں تھیں یااسلام کےلوگ سائنسدان نہیں ہوتے تھے توبذاتِ خود یہ لوگ اپنے وجود کاانکارکررہے ہوتے ہیں۔تم مسلمان اپنے آپ کومسلمان کہلوانا چھوڑدو یااپنے آپ کواسلامی سائنسدان کہلوانا چھوڑدو۔اگرپندرہ سوبرس کے بعد ہود بھائی سائنسدان ہوسکتے ہیں توپہلےبھی توکئی چھوٹے موٹے ایک دوتو ہوتے ہی ہوں گے۔اب اگرتم Math کوبھی سائنس کہتے ہواورالجبراکوبھی سائنس کہتے ہوتوابھی تک کیاالخوارزمی کا شروع کیاہواوہی نام آج تک دنیا کی ساری یونیورسٹیوں میں مستعمل الجبراوالمقابلہ کے نام سے نہیں۔کیاوہ Sciences

نہیں۔ کیا Sciences سے مراد صرف Physics ہے، Cosmology ہے، کیا Sciences سے مراد صرف وہ علم ہے جو صرف آج کے دور کے لیے مختص تھا۔ اگر بارہویں تیرھویں اور گیارھویں صدی میں ایٹم بم کی ضرورت نہ تھی کہ کر دگار کی وجہ سے علم ان صدیوں سے آگے نہیں بڑھا تو کیا اتنے بڑے سائنسدان ہونے کے باوجود ان کو عقل نہیں آتی کہ اس وقت Latest قسم کے صنعت وحرفت کی ضرورت نہ تھی۔ جب ایک موچی اپنے ہاتھ سے سارے معاشرے کی جوتیاں بنالیتا تھا تو پھر اتنے اتنے بڑے کارخانے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

خواتین وحضرات! یہ سوڈو سائنٹسٹ جو ہوتا ہے۔ سوڈو سائنٹسٹ کی اصطلاح کا ذکر میں اس لیے آپ سے کر رہا ہوں کہ جس کا اپنا Calibre اس سائنس میں کوئی خاص موجود نہیں ہوتا مگر وہ ایک خاص قسم کے Specticism کا اظہار صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے اپنے وجود تحقیق سے باہر کچھ تشخیص کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں آپ کو چند بڑے لوگوں کے مذہب پر احمقانہ Remarks ضرور سناؤں گا۔ Russel جب Christanity کی بڑی شدید مخالفت فرما رہے تھے۔ آپ کو پتا ہے کہ مسلمان کو اپنا تعصب تو بڑا ہے تو کسی مسلمان نے اسے Letter to the Bertarnd Russel میں یہ لکھ دیا کہ اے دانشورِ زمانہ آخر تم نے قرآن نہیں پڑھا تم نے جو اتنی Bible پر تنقید کی ہے تو تم نے قرآن نہیں پڑھا، تو خواتین وحضرات اس نے جواب دیا ?All gospel truth is alike. Why Should I ملاحظہ کیجیے اس سے بدترین علمی بد دیانتی کوئی ہو سکتی ہے — کہ ?All gospel truth is alike. Why Should I کہ کیوں پڑھوں ساری الہامی کتابیں ایک جیسی تو ہیں اور خواتین وحضرات آپ آج تھوڑا سا آزما کے دیکھ لیجیے۔ بائبل کو تھوڑا سا پڑھ لیجیے تھوڑا سا قرآن کو پڑھ لیجیے۔ ذرا بتائیے تو سہی کہ کیا واقعی Russel سچے تھے۔ کیا بغیر پڑھے ہر اس قسم کی کسی کتاب پر احمقانہ تنقید اتنے بڑے آدمی کو جس کے نام کے ساتھ Century منسوب کر دی گئی جائز ہے؟ ایک بات سنیے جو موصوف ایک بہت بڑے Cosmologist ہیں دانشوران عصر میں سے ہیں، ھود بھائی کے استادوں میں سے ہوں گے، افتخار بھائی کے استادوں میں ہوں گے، بہت بڑے عالم ہوں گے، کارل سیگاں کا نام کس نے نہیں سنا ہوگا۔ کارل سیگاں فرماتے ہیں اسلام Science کے خلاف ہے۔ اجی بھلا کیوں خلاف ہے۔ اس لیے کہ شیخ نجد شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ بقول بطلیموس کے، اگر آپ اس پورے واقعے کو پڑھیں جو اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے تو یورپ کے اس عظیم سائنس دان سے دل چاہتا ہے یہ پوچھنے کو کہ اے بندہء خدا اگر تو اتنا بڑا جاہل تھا تو تجھے مذہب پہ Opinion دینے کی ضرورت کیا تھی۔ فرمایا کہ چونکہ شیخ عبدالعزیز نجدی نے فتویٰ دیا ہے کہ بقول بطلیموس کے زمین چپٹی ہے اور جو شخص زمین کو گول کہے گا اس پہ فتوائے کفر نافذ ہوگا۔ خواتین وحضرات! شیخ عبدالعزیز نجدی کی اس رائے پہ بنیاد کر کے کارل سیگاں فرماتے ہیں کہ اسلام Sciences کے خلاف ہے۔ خواتین وحضرات مسئلہ اک بڑا پیچیدہ سا پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام تنقید جو مذہب پہ آرہی ہے تمام تنقید کا ماخذ کیا ہے اور کیوں آرہی ہے اور کس لیے مذہب کو Sciences کے خلاف لڑایا جا رہا ہے اور Sciences کو خدائی کا رتبہ کیوں دیا جا رہا ہے وہ چیز اللہ نے قرآن میں بڑی خوبصورتی سے بیان کی ہے۔ فرمایا ہم نے جن وانس میں انسان کو برتری بخشی۔ انسان کو تفوق بخشا۔ انسان کو مسجودِ ملائک کیا۔ انسان کو کائنات کی بہترین مخلوق قرار دیا مگر جب انسان خود ہی اپنے سے کمتر مخلوق کو خدا ماننا شروع کر دے گا جب انسان خود ہی

Marfat.com

جنات کے وجود کو حاکم و مالک تسلیم کرنا شروع کر دے گا تو پھر ہم کیا کریں۔ بات تو بڑی سچی ہے اللہ کی کہ خداوندِ کریم فرما رہے ہیں کہ اے حضرتِ انسان میں نے تمہیں عالم بنایا، حاکم بنایا، کتاب دی حکمت کی ابھی تو قاری صاحب پڑھ کے بیٹھے ہیں کہ "یؤتی الحکمۃ من یشاء" جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔ اور جسے میں نے حکمت عطا کر دی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔ اب جب اللہ نے بندے کو خیرِ کثیر عطا کر دی اور پھر جنات کو رغبت کریں ان کو حاکم سمجھیں اپنا بادشاہ سمجھیں، اپنے نفع و نقصان کا سبب سمجھیں، تو خطا پھر اللہ کے ضمن میں نہیں جائے گی۔ اے حضرت انسان جب تم خود اپنے شرف سیادت کو مجروح کر رہے ہو تو پھر اس میں خدا سے گلہ کیا ہے خواتین و حضرات! خداوند کریم واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ باقی کتابوں کی میں سند نہیں دیتا۔ میں ان کو Own نہیں کرتا، وہ میرے لفظ نہیں ہیں۔ یہ اعلان سننے کے باوجود ان لوگوں نے میرے اس کلام میں تحریف کر دی، ان کی نوعیت بدل دی۔ کسی نے نفع کی خاطر، کسی نے وجاہت کی خاطر، کسی نے اپنی علمیت کی خاطر ان کتابوں میں تحریف کر دی۔ اس لیے اے میرے بندو میں اب ان کتابوں کو Own نہیں کرتا۔ مذہب اب Complete ہو چکا ہے اور میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر کوئی کتاب میں تمہارے حوالے کر دوں تو تم اسے تحریف کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اس لیے میں نے تمہاری حفاظت اٹھالی اور اب جو کتاب تمہیں دے رہا ہوں، یہ جو قرآن تمہیں دے رہا ہوں اب اس قرآن کے لیے تمہاری حفاظت مجھے نہیں چاہیے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ زمانے میں بڑے بڑے دانشور آنے والے ہیں بڑے بڑے سائنسدان آنے والے ہیں ان کو بڑا اعتراض ہوگا میری ذات پر ان کو بڑا اعتراض ہوگا میری خلاقیت، پر اس لیے اب اس کتاب کی حفاظت تمہارے ذمے نہیں چھوڑوں گا۔ ہم نے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

خواتین و حضرات! پندرہ سو برس گئے۔ پندرہ سو برس میں زبان میں کیا تحریف ہوتی ہے کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ کیا ہم پندرہ سو برس پہلے کی انگریزی سے آشنا ہیں۔ آج سے پہلے جو انگریزی پندرھویں صدی میں بولی جاتی تھی وہ چاسر جس کو انگریزی کا فادر کہتے ہیں جس کو ماڈرن انگلش کا استاد کہتے ہیں اس کے اگر چار مصرعے آپ کو سنا دوں تو آپ حیران ہوں گے کہ میں انگریزی بول رہا ہوں یا کوئی طلسماتی زبان بول رہا ہوں۔

حضرات گرامی! جب تک آپ انگریزی ادب کے طالب علم نہ ہوں گے اور قدیم انگریزی ادب کے طالب علم نہ ہوں گے آپ اس میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکیں گے چہ جائیکہ پندرہ سو برس کی وہ کتاب، وہ خوبصورت کتاب، وہ اعلیٰ ترین ذہانتوں کی کتاب وہ پروردگار کے علم و حکمت کی کتاب آج بھی ایک ایک لفظ ایک ایک حرف سے دلوں میں اترتی ہے، دماغوں میں اترتی ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم آج تک پورے انسانوں نے مل کر اتنے آنسو نہیں بہائے ہوں گے جتنے اس کتاب کی تلاوت کے وقت سچے دل والوں نے بہائے ہوئے ہیں۔ خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہے آخر فرق کہاں تھا۔ Sciences کی میں نے آپ سے عرض کی سب سے بڑی حماقت یہ تھی کہ انہوں نے ایسے جیسے میں Science پر گفتگو کر رہا ہوں، میں سائنسدان نہیں ہوں، اس لیے اگر ظاہر ہے کہ کسی نازک طبع پر گفتگو کروں گا تو ہو سکتا ہے کوئی ماہرین سائنس مجھے کچھ تمسخر آب سمجھے، مضحکہ خیز کوشش سمجھے، ایسے ہی جیسے کوئی

Specialist doctor of neurology.

Marfat.com

گزرتے ہوئے سڑک کے کنارے جعلی دوائیاں بیچنے والے کسی شخص پہ ہنس دے۔ظاہر ہے کہ جب کوئی اپنے Field سے باہر نکلتا ہے تو وہ Quack کا درجہ رکھتا ہے۔ناقص العقل ہوتا ہے۔اس کو یہ حق نہیں حاصل کہ وہ اپنی استعداد سے آگے بڑھ کسی چیز کو Discuss کرے۔میں نے اس دن دیکھا معاف کیجیے گا یہ Particular مثال نہیں کیونکہ پاکستان میں بھی ایسے دانشور موجود ہیں کہ ڈاکٹر ہود بھائی بھی اپنے مذہب کے خلاف مثال دینے کے لیے Islamic University کے ایک استاد کو Quote کر رہے ہیں۔بھئی بندۂ خدا جس تحقیق و جستجو سے تم نے Housten، Harward کے Corridors میں مارچ کیا ہے تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتے قرآن پڑھنے میں۔خواتین و حضرات کتنی بڑی ستم کی بات ہے اٹھارہ سال لگا دیے Fleming نے ایک Cultural plate پر اور اتفاقاً Penicillin دریافت کر لی۔بارہ سال ہیزش ہرش نے لگا دیے اور Frequency of light دریافت کر لی۔آپ نے کوئی ایسا سائنسدان دیکھا ہے آپ نے کہ جس نے چٹکی بجائی کھل جا سم سم کہا اور ایک سائنسی تحقیق اس کے وجود میں اتر آئی ہو۔مدتوں غور وفکر کے بعد Snake-tail فارمولا حاصل ہوا یا بیٹھے بیٹھے کسی سائنسدان کے وجدان میں اتر آیا؟ سیب گرنے سے تو نیوٹن کو مقام نظر نہیں نصیب ہوا۔پہلے بھی بارہ سال وہ اسی چیز پر غور وفکر کر رہا تھا۔کوئی سائنسی تحقیق ایسی نہیں ہے جس میں غور وفکر اور جستجو کے بغیر، مدتوں راتوں کے چراغ جلائے بغیر، کوئی چیز حاصل ہوئی ہو۔

خواتین و حضرات! میں یہاں اہلِ سائنس سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ اتنی محنت ریاضی کے ایک فارمولے اور کیچڑ کے اچھلنے کی تربیت پہ کر دیتے ہو کہ یہ بھی ایک اصول سے اچھلتا ہے۔تو کم از کم تم سے تھوڑی سی محنت قرآن پہ نہیں کی گئی۔

خواتین و حضرات سائنس میں اور قرآن میں بہت بڑا فرق ہے، بہت بڑا فرق ہے۔ایک کتابِ تخلیق ہے اور ایک جستجو اور تحقیق ہے۔کتابِ تخلیق اور جستجو اور تحقیق میں بڑا فرق ہوتا ہے۔اللہ کی کتاب کتابِ تخلیق ہے وہ جب کوئی بات کرے گا تو وہ کوئی انکل پچو کی نہیں، وہ انکل پچو کی بات نہیں کرے گا۔اس نے چیزیں بنائی ہیں، اس نے تخلیق کی ہیں، وہ آپ کو فارمولے پڑھائے یا آپ کو Quantum اور Relativity بتائے۔آپ کا تو اپنا حال برا ہے۔سائنسدان کا! کل نیوٹن کی Gravity لاگو تھی، High Speed پر گئی تو نہیں لاگو رہی، پہلے General Relativity تھی اب Special relativity نکل آئی۔کل کوانٹم میں بڑی certainity تھی اب Theories of un-certainity نکل آئیں۔کل ایک جہت تھی، اب شش جہات میں جہات ہی جہات ہیں۔کل آپ کچھ اور سوچ رہے تھے۔آج کچھ اور سوچ رہے ہوں گے۔اس جستجو کو بیکار نہیں کہا جا سکتا۔Sciences کی تحقیق کو بیکار نہیں کہا جا سکتا، اس کے فوائد بڑے ہیں مگر خواتین و حضرات ایک Toaster دے کر ایک Washing machine دے کر اور ایک بجلی کا لیمپ دے کر اتنے بڑے اعتقاد کو خرید لینا بھی تو سائنس کو Suit نہیں کرتا۔یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ہمیں کچھ سہولتیں سائنس سے حاصل ہیں مگر خواتین و حضرات اتنی چھوٹی چھوٹی قیمتیں دے کر پوری کائنات کے، پورے دین کے، پوری دنیا کے، پورے علم کی Diversion تو آپ کو قبول نہیں ہونی چاہیئے۔آیئے ہم ذرا سوال کر کے دیکھیں، ہم کہاں جا رہے ہیں۔کیا کسی سائنسدان نے، کسی ادیب نے، کسی مشرقی نے، کسی مغربی نے، کسی Russel نے، کسی Whitehead نے، کسی Kant

Marfat.com

نے، کسی Hagel نے، کسی Watson نے، کسی James نے یہ سوال حل کیا کہ زمین پر ہم آزاد ہیں کہ غلام ہیں؟ کیا خوشی کی بات ہوتی، آپ کے سر پر اللہ کا بھوت نہ لٹک رہا ہوتا، کیا خوشی کی بات ہوتی۔ خواتین وحضرات ہماری تو زندگی کا عذاب اللہ ہے، یہ نہ کرو، کیوں نہ کرو جی اللہ۔ یہ نہ کرو اللہ۔ دو گھونٹ نہ پیو، اللہ۔ یہ برا کام نہ کرو اللہ۔ بے ایمانی نہ کرنا اللہ۔ خواتین وحضرات! ہر Accountability کا رخ اللہ کو ہے اور اگر اللہ نہ ہوتا تو کیا آزادی ہوتی۔ میں نے Survive کرنا تھا، آپ کو قتل کر کے ہوتا یا آپ کے ساتھ مل کے، مجھے کیا تھا۔ میں ایک خود غرض انسان ہوں۔ زندگی میں نے ایک مرتبہ بسر کرنا ہوتی ہے۔ مجھے اپنی جان اور Survival کا تحفظ کرتے ہوئے چاہے جو مرضی بھی کرتا میرا کام یہ تھا کہ قبر تک پوری پوری Exploitation اپنی صلاحیتوں کی کر کے پہنچتا، چاہے اس میں، میں آدھی دنیا کو عذاب میں مبتلا کر کے پہنچتا۔ مگر بدقسمتی تو یہ ہے میری نہیں یہ تو ہر مشرقی اور مغربی کی ہے۔ ہر سائنسدان اور ہر مذہبی کی ہے کہ پہلے اس سوال کا تعین تو کر لو میاں، "و قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدوّ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین" (البقرۃ: آیت ۳۶) کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے جاؤ نیچے اترو، تمہیں کیمپ میں ڈال دیا میں نے۔ جاؤ نیچے اترو۔ "مستقر و متاع الیٰ حین" تھوڑا عرصہ تم نے اس میں رہنا ہے تھوڑا عرصہ اور اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ خواتین وحضرات یہاں پھر ایک بہت بڑی بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ اگر آپ مذہب کو جانتے ہو تو وہ خدا زمین پر آپ کے عرصۂ حیات کا تعین کر رہا ہے جو Ciences نہیں کر سکتیں۔ Sciences مستقبل پہ رائے نہیں دے سکتی۔ Probabilities کے خواب دیکھ سکتی ہے سوچ سکتی ہے مگر فیصلہ نہیں دے سکتی مگر مذہب، اللہ جو مذہب کا خالق و مالک ہے، وہ فیصلہ دے رہا ہے کہ اے حضرتِ انسان تو مکانی نہیں ہے تو عارضی ایک مستقر میں ہے، تو ایک چھوٹی سی جگہ میں ہے، تیرا ایک آغاز ہے، تیرا ایک انجام ہے، آغاز بھی میں جانتا ہوں انجام بھی میں جانتا ہوں۔ اس عرصۂ حیات کو کبھی مستقل نہ سمجھنا اور خواتین وحضرات سائنس کے وہم وگمان میں نہیں ہے کہ اس زمین کے علاوہ وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے ہم نکلیں گے، ہم مریخ پہ آباد ہوں گے۔ اس سے آگے بستیاں بنائیں گے۔ ہم تسخیرِ کائنات کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ خدائی ہماری ہوگی، پھر ہم خود ہی اللہ بنتے چلے جائیں گے اور جو کوئی بھی مفروضہ خداوندِ قادر کا ہے وہ ہمارے پاؤں تلے پامال ہوگا۔ خواب تو بہت اچھا ہے مجھے بھی اچھا لگتا ہے

If there is no God. if there is no such a high power intruder into our personal lives, what a beauty it would be.

میں بھی اپنی زندگی کے لیے زندہ رہوں گا اور مروں گا۔ میں بھی اسی کائنات کو آگے بڑھاؤں گا مگر افسوس یہ ہے کہ مجھے یہ جواب سائنسدان سے چاہیے۔ مجھے یہ جواب ہر اس Meta Physician سے چاہیے تھا جو علم وادب اور سائنس اور فلسفہ کی شاہراہوں سے گزر رہا ہے۔ کہ اے بندگانِ خدا، اے دانشورانِ عصر کوئی تو پندرہ بیس سال یہ تحقیق کرتا خدا کے موضوع پر۔ کوئی تو کہتا کہ میں نے پورے پورے Scientific Instrument استعمال کر لیے ہیں، میں نے اسی پیچیدگی سے اس موضوع کو جانچا پرکھا ہے جیسے میں Penicillin پرکھ رہا تھا یا Mycin کی تحقیق کر رہا تھا یا Rutherford کی طرح ایٹم کی دریافت کر رہا تھا یا Helix کی طرح Watson کی طرح کر رہا تھا۔ کوئی پچیس سال

Marfat.com

لگا کے، آ کے مجھے اور آپ کو کہہ دیتا، بڑا سوچا، بڑی غرق کی زندگی، بڑی تحقیق کی، خدا کوئی نہیں ہے آزاد پھرو۔ پورے کے پورے علم کو اس تعلیم و تحقیق نے Diversion میں ڈال دیا۔ اللہ نے بڑا سچ کہا تھا اتار دوں گا۔ اس کو Main Question سے نکال دوں گا۔ اس کی Top priority مسخ کر دوں گا۔ چاہے میں Sciences کے ذریعے کروں یا Philosophies کے ذریعے کروں۔ میں اس کو خدا کے رستے سے نکال دوں گا۔ میں اسے تیری طرف نہیں بڑھنے دوں گا۔ یہ شاہراہ پہ نہیں آئے گا۔ یہ پگڈنڈیوں میں جائے گا۔ جنگلوں میں جائے گا۔ اس کو نکہت و نور کے نظارے ضرور نصیب ہوں گے مگر رب کعبہ تیری قسم ہے میں اسے تیرے جلال و جمال تک نہیں پہنچنے دوں گا۔ آج کی تاریخ دیکھی جائے تو شیطان کامیاب ہے۔ یقیناً کامیاب ہے۔ خواتین و حضرات یہ سائنس کی دوسری بڑی کمزوری ہے کہ بغیر تحقیق مذہب پر الزام لگاتی ہے۔ Science is secular۔ نہ Moral نہ Immoral ہے۔ نہ آپ سائنس کو بد اخلاق کہہ سکتے ہو نہ ہی اخلاق والی کہہ سکتے ہو۔ یہ عام Moral ہے۔ جو شخص اس کو جس مقصد کے لیے چاہے گا استعمال کرے گا۔ وہ اچھا برا مقصد اس کے استعمال کرنے والے کے ذہن میں ہے۔ سائنس ایسا کچھ شخصی وجود تو نہیں کہ اس کو خدا کا حریف کہوں یا مذہب کا حریف کہوں۔ سائنس کے پیچھے تو بہت سارے خداؤں کا ٹولہ ہے کہ مذہب اور سائنسز ایک دوسرے کا تحقیقی جزو ہیں۔ اللہ کو سائنس سے بہتر کوئی چیز پسند نہیں۔ فرمایا

"یؤتی الحکمۃ من یشآء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً" (البقرۃ: آیت ۲۶۹) کہ میں نے سب سے بڑی نعمت اگر کوئی انسان کو عطا کی ہے تو حکمت ہے اور جسے حکمت عطا کرتا ہوں اُسے خیر کثیر عطا کر دیتا ہوں۔ وہ اللہ بھلا Sciences کا مخالف کیسے ہو سکتا ہے۔ جو اپنے آپ کو علیم و حکیم کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے، جو آپ کو بار بار اپنے علم اور حکمت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ جو جہلاء کو جانوروں سے بدتر قرار دیتا ہے۔ جو بغیر Enquiry کے لوگوں کو طعنہ دیتا ہے۔ وہ اللہ بھلا جو آپ کو امانتِ علم و عقل سے نواز رہا ہے وہ آپ کو Enquiry سے کیسے روک سکتا ہے۔ یہ ہمارا گمان ہے سائنس کی بدگمانی ہے اور مذہبی علماء کی کم فہمی اور کم علمی ہے اور اس لیے یہ تضاد پیدا ہوا کہ:

Pseudo Scientist and pseudo religionist, both are a danger for God and for research.

سوالات و جوابات

مسلمان کے نصیب میں رسوائی کیوں؟

سوال: سر، ایک دوست نے بہت لمبا سوال کیا ہے۔ میں اس کو مختصر کر کے پوچھ رہا ہوں اور وہ خاص Reference دے رہے ہیں جو ابھی Wana کا Operation ہو رہا ہے کوئٹہ کے پاس وہ کہتے ہیں کہ جیسے آپ فرماتے ہیں کہ پندرہ سو سال پہلے ساری باتیں اللہ نے کہہ دیں اور ایک Master Plan بھی دے دیا مسلمانوں کو اس کے باوجود

Marfat.com

مسلمان اس ذلت کے Level پر کیوں آ گئے ہیں؟

جواب: بڑی سادہ سی بات ہے Operation دانا کا ہو یا گھانا کا۔ مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ

Where do you place the government of this time and the people who are ruling at this time?

میں چونکہ سیاسی بندہ نہیں ہوں، میں ایک Technical سی Opinion دینے کی کوشش کروں گا۔ This is my personal opinion اور اس میں، میں آپ کو شریک نہیں کر سکتا اور نہ ہی شریک کرنا چاہتا ہوں، مگر بہت ساری حکومتیں، بہت ساری دنیا، بہت ساری بصیرت و سیاست کے مطالعے کے بعد، میں ایک بڑے سادہ سے نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس وقت کے حکمرانوں کا Level اور Mental Level بہت Low ہے۔ آرمی میں معیار کے اعتبار سے تین گریڈ ہوتے ہیں، یعنی Average, above average, Well above average مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت کے حکمران Well below average ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ کیوں۔ اس کے لیے میری Reason ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب میں یہ Reason دوں گا تو آپ قطعاً اس کا انکار نہیں کر سکیں گے۔ میری اپنی Understanding یہ ہوتی ہے کہ سیاست دان اور مدبر اس کو کہتے ہیں کہ جو ہمیشہ Options کھلے رکھتا ہے۔ ہم مدبر اسی کو کہتے ہیں، سیاست دان اسی کو کہتے ہیں کہ جو کبھی بھی Block hole Create نہیں ہونے دیتا اور بڑے سیاستدان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ Options کھولتا رہتا ہے اور یہ کبھی بھی، کسی قوم کی تاریخ میں، جب بھی کوئی اچھا اور بڑا سیاست دان ہوا اس نے کم سے کم دو چار Options اپنی قوم کو ضرور دیے۔ جب سے یہ حکمران آئے ہیں، بدقسمتی سے چوتھا یا پانچواں سال میں دیکھ رہا ہوں، Option ہی ایک ہے بس اور یہ ان کے Mental Level کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اتنا Intellectual low calibre میں نے زندگی میں یا پاکستان میں Rule کرتے نہیں دیکھا بلکہ ایک عجیب و غریب بات بتاؤں کہ جب سے یہ لوگ آئے ہیں Schizophrenic Idealist بڑے عام ہو گئے ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ دیوانگی جسے ہم Schizophrenia کہتے ہیں،

It is becoming very common in Pakistan.

مگر جب کسی Schizophrenic کو قوت بھی مل جائے تو پھر عذاب الٰہی کے مترادف ہوتا ہے۔

عمل کے انتخاب کی کسوٹی

سوال: کہتے ہیں کہ ہم سوچتے نہیں ہیں، ہم صرف Choose کرتے ہیں۔ یہ آپ نے کہا اپنی تقریر میں یہ وضاحت فرمائیے کہ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ ہم نے Choice جو کی ہے وہ ٹھیک ہے یا غلط؟

جواب: خواتین و حضرات میں اس کو بھی حتمی نتیجہ قرار نہیں دیتا۔ میں نے آپ کو قرآن حکیم کی ایک Possibility کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابھی تک Sciences اور علم کی حدود میں نہیں آئی۔ جہاں تک میں، اگر قرآن کی روشنی سے دیکھتا ہوں تو مجھے بڑی وضاحت سے نظر آتا ہے کہ اللہ نے عقل و شعور اور تدبر چونکہ صرف اپنے بارے میں دیا

Marfat.com

ہے اور اس کی Top Priority کو Settle کرنے کے لیے دیا، سوچنے اور سمجھنے کے لیے دیا۔ اس لیے، میرا یقین سے کہنا یہ ہے کہ تمام Situations بالکل بنی بنائی ہوتی ہیں۔ For Example اگر آپ تمام ذہنی امراض کو دیکھیں تو آپ کو پتا لگے گا کہ خیر اور شر کے تمام Attitudes، Family-wise منسلک ہوتے ہیں۔ یعنی ایک برائی اپنی فیملی رکھتی ہے، کوئی خیال شر کے بغیر پیدا نہیں ہوتا اور کوئی خیال بغیر اپنے بال بچوں کے ذہن میں نہیں آتا۔ Suppose you have started Thinking of money تو اس Money کے ساتھ ایک Fixed قسم کی پوری کی پوری فیملی آئے گی۔ اس کے تصورات آئیں گے اوتلک (آمانیو) اس کے ساتھ خواہشات آئیں گی اور وہ ہر انسان میں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ اگر آپ نے شہوات کا تصور سوچنا شروع کیا تو اس کی پوری محبت کا سوچا تو اس کی پوری فیملی اسی طرح کی ٹھنڈی آہیں ہیں اسی طرح کا

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

تو اگر غور کیجیے تو تمام خیالات اپنے خاندان اور فیملی کے ساتھ بعینہٖ ہر انسان پر اسی طرح آتے ہیں جیسے دوسرے انسان پہ آتے ہیں۔ یہ جو اشتراک ہے ان کی Activity کا اور یہ جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس سے صاف پتا لگتا ہے کہ کوئی انسان اپنی علیحدہ سوچ نہیں رکھتا اور یہ تمام خیالات اور تحقیقات انسان Even in Sciences اگر آپ غور کریں تو بہت ساری Sciences کی جو ترقی ہے وہ اتفاقاً ہوئی ہے اور اچانک ہوئی ہے یعنی جب Fleming کو کہا گیا امریکا والوں نے دعوت دی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو ہم تمہیں Absolutely Sealed اور شاندار قسم کی Air-Conditioned لیبارٹری دیں جہاں تو بیٹھ کر باقی زندگی کام کرے تو اس نے امریکن گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر مجھے اس قسم کی لیبارٹری نصیب ہوتی تو میں کبھی بھی Pencilline ایجاد نہ کر سکتا۔ یہ تو اتفاق کی بات تھی کہ میں کسی اور Culture پہ محنت کر رہا تھا ایک بڑھیا نے غصے میں ڈبل روٹی اٹھا کر خاوند کے سر پر پھینکی۔ اس سے اچھلتی ہوئی کھڑکی کے رستے اس کی ایک جو چیز تھی، وہ میری Culture Plate پر پڑی۔ وہاں جو Fungus پیدا ہوئے اس نے جراثیم مار دیے میں نے Pencilline ایجاد کر لیا۔ تو خواتین و حضرات یہ قریباً قریباً تمام Sciences کی جو کہانی ہے کہ بہت بڑی بڑی ایجادات یا محنت ہم کہتے ہیں وہ قریب قریب کسی زمانے کی بخشش ہوتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو اُن اذہان کو عطا کرتا ہے، ہاں ایک اصول ضرور ہے اور وہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں گھر بیٹھا ہوا ہوں اور بڑا کٹر مسلمان ہوں اور میں اس بارے میں جدوجہد بھی نہیں کر رہا اور اللہ میاں آج اچانک مجھے Transfusion کا یا Fusion of the Element کا فارمولا سمجھا دے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ہوگا اسی طرح کہ کوئی مسلمان تحقیق کر رہے ہوں گے خواہ وہ غیر مسلم ہوں یا مسلم ہوں۔ ہر انسان، جب اللہ ان کی لگن، ان کی سعی، ان کی مشقت دیکھے گا تو پھر اپنے حضور سے ایک نکتۂ علم جو ہے ان کی جھولی میں ڈال دے گا۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔ ولقد کرمنا بنی آدم ۔ ہم نے پورے بنی آدم کو یہ کرامت بخشی ہے مگر ایک ڈگری آف Knowledgibility میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق ہے اور وہ ایک Last Degree of intellect ہے۔ جہاں لوگ عقل کو تین حصوں میں بانٹتے ہیں میں چار حصوں میں بانٹتا ہوں۔

Intelligence is common with a man and animal.

Intellect is born with educations, studies and understandings, then when you concentrate over a certain element of intellectual, you see commutation, you develope an intuition.

Intuition تک ہم اور دوسرے ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ایک تیسرا، ایک چوتھا اور آخری صفحہ علم کا درجہ ہے جو صرف اہل قلب اور اہل صفا اور اہل اسلام کو نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ الہام ہے۔ الہام غیر معمولی چیز نہیں بلکہ Ultimate refinement of Human Intellect ہے۔

اسلام میں جارحیت کی گنجائش؟

سوال: سوال کرنے والے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے دوسرے ملکوں پر جبراً قبضہ کیا اور پھر وہاں لونڈیاں بھی بنائی۔ ایک تو تصور لونڈی بتائیں پھر اگر مسلمان یہ خود کرتے رہے تو آج امریکہ کو برا کیسے کہہ سکتے ہیں؟

جواب: اتفاق دیکھیے کہ یہ میرا خیال ہے، بڑی کم علمی کا مظاہرہ ہے۔ تاریخ میں ایسے بالکل نہیں ہوا بلکہ (بعلبک اور حمس) کی جب جنگِ یرموک شروع ہو رہی تھی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو حکم ملا کہ وہ یرموک کے میدان میں Under the command of خالد بن ولید تشریف لائیں تو انہوں نے بعلبک اور یرموک کے پادریوں کو بلایا اور بڑے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ ہم نے تم سے یہ تمہاری حفاظت کے لیے پیسے لیے تھے۔ ہم نے یہ پیسے تم سے Protection Tax کے لیے تھے تا کہ ہم تمہیں غیر سے بچائیں اور دشمنوں سے بچائیں، تو اب چونکہ ہم جا رہے ہیں اور ہم میں استطاعت نہیں ہے ہم تمہیں تمہارے پیسے واپس کر رہے ہیں۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی حکمرانی کی مثال کوئی نظر نہیں آتی اور انہوں نے جب ان کو پیسے واپس کیے تو یہ تاریخ میں لکھا ہے کہ اس شہر کے پادری، اس کے عمائدین لشکر کے ساتھ ساتھ آئے اور وہ دعا کرتے تھے کہ اللہ ہمارے ظالم بھائیوں سے ہمیں یہ مسلم حکمران بہتر ہیں۔ خواتین و حضرات مسلمان کبھی تلوار کے زور پہ گیا ہی نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ تاریخ والوں کو اس Fact کا پتا نہیں کہ دنیا میں اس وقت سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا ہے اگر میرے کسی بھائی کے علم میں کوئی ایسی اسلامی فوج ہو جو انڈونیشیا اتری ہو تو میں اس کی یادداشت کی داد ضرور دوں گا۔ ماریشس میں کوئی فوجی نہیں اترا۔ مالدیپ میں کوئی فوجی نہیں اترا بلکہ جہاں جہاں بھی مسلمان تاجر گئے، ان کا کلچر، ان کے کردار کی خوبصورتی، ان کے عہد و پیمان کی پابندی، ان کا حسنِ معاشرت، ان کا حسن تکلم، اس درجہ بلند تھا جیسے آج آپ یورپ سے متاثر ہو کر آتے ہو تو اس اثر میں کچھ تو آپ کے احساس کمتری کا دخل ہوتا ہے، کچھ یورپ کے طریق معاشرت کا بھی دخل ہوتا ہے۔ جب آپ ان کی صاف ستھری سڑکیں دیکھتے ہو، بے ایمانی کا فقدان دیکھتے ہو جب جائز کام آسانی سے ہو جاتے ہیں، جب ناجائز Against the law ان کو روک لیا جاتا ہے تو آپ کے دل میں حسرت اٹھتی ہے کہ ہم مسلمان جو اللہ کے ماننے والے ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے ہیں، آج بھی اگر پاکستان میں کوئی قانون کی پابندی موجود ہے تو صرف ان مسلمانوں میں جو دلی طور پر اپنے خدا سے

Marfat.com

ڈرتے ہوئے قانون شکنی نہیں کرتے، باقی تمام ملک قانون شکن ہے۔ کسی نہ کسی رنگ و حال میں اور خواتین و حضرات اگر Comparison جو ہے پبلک سیفٹی، پبلک معاشرت میں کیا جائے، For example کس نے آپ کو روکا تھا، صفائی پسند ہونے میں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کہتے ہیں کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اگر آپ نصفِ ایمان سے محروم ہیں تو پھر تو آپ پر یورپ ضرور غالب آئے گا۔ اس کا کلچر ضرور غالب آئے گا۔ پھر آپ مجھے بتایئے کہ جب کسی تعلیم کا اثر ان کی Secularism اور تعلیم کا اثر ان کے اس کلچر میں ہے جو بڑا آپ کو واضح طور پر آپ سے برتر نظر آتا ہے اور آپ کی ادھوری ناقص اسلامیت کا اثر، آپ کے کلچر میں ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ آپ کو نہیں اسلام کو الزام دیتے ہیں۔ اقبالؒ نے بڑی سچی بات کہی تھی کہ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی ہمیشہ اسلام نے ہی مسلمانوں کی مدد کی۔ مگر خواتین و حضرات مجھے ایک بات ذرا سوچ کے بتایئے کہ خوبصورت ترین دنیا کا اگر قہوہ یا کافی اگلدان میں، پیش کر دیا جائے آپ کو، تو کیا آپ پئیں گے؟ اگر اس کو تھوک دان میں ڈال کے پیش کیا جائے تو کیا آپ پئیں گے؟ اس کے لیے کچھ پیالی صاف ستھری ہونی چاہیے۔ کچھ نہ کچھ ہمارے کردار کا مظاہرہ ہونا چاہیے، کچھ کچھ Acceptance ہونی چاہیے۔ ہم اسلام سے اتنے بے بہرہ ہیں کہ ہر شخص اسلام کو بطور Refuge اور Excuse اور Escape کے استعمال کرتا ہے۔ ہماری اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی Geniune Committment نہیں ہے۔

And this is the cause of main failure.

اسلام میں غریبوں کی فلاح کا نظام

سوال: روز اخبار میں دو یا تین ایسی خبریں آتی ہیں کسی غریب نے غربت یا بھوک سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی ہے۔ کیا اسلام کسی قسم کی سرمایہ کاری یا کوئی ایسا طریقہ کار نہیں بتاتا جس سے پاکستان کو ان چیزوں سے آزاد کیا جا سکے؟

جواب: یہ بات یقیناً اسلام بتاتا ہے، Secular Government نہیں بتاتی۔ اسلام بتاتا ہے مگر موجودہ رائج الوقت طرزِ حکومت نہیں بتاتا۔ یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے کہ یورپ میں دو بڑے انقلاب پیدا ہوئے۔ انقلاب روس، جو آج بھی ہو گزرا اور انقلاب فرانس جس کا نام ہی Proletariat انقلاب کہتے ہیں۔

جو بورژوا اور امیر طبقے کے خلاف ایک بہت بڑا احتجاج تھا، ردِعمل تھا۔ اسی طرح روس میں جب زار اور زارینہ کا اقتدار بڑھ گیا اور لوگ اس طرح بھوکوں مرے کہ تندور میں روٹیاں لگانے پر بھی ٹیکس تھا، اس کے احتجاج کے طور پر یہ دونوں بڑے انقلاب پیدا ہوئے۔ مگر خواتین و حضرات کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ اسلام میں اس قسم کا کوئی Mass Revolution نہیں آیا۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں دو Social Security System تھے ایک زکوٰۃ ایک صدقہ۔ زکوٰۃ کے ہوتے ہوئے مسلمان معاشرے میں کوئی بھوکا نہیں مر سکتا تھا۔ کوئی ننگا نہیں رہ سکتا تھا، کسی کی تعلیم متاثر نہیں ہو سکتی تھی اور صدقات کے ہوتے ہوئے، اس مسلم معاشرے میں کوئی بے روزگار نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی کو پانی کی سپلائی منقطع نہیں ہو سکتی تھی، کسی کی سڑک بننے سے نہیں رہ سکتی تھی، کسی کا کنواں خشک نہیں ہو سکتا تھا مگر خواتین و حضرات آپ اللہ سے مذاق کرتے ہو، ہماری حکومتیں مذاق کرتی ہیں۔ یہ یورپ کے علوم کے دسترخوانوں کے

ریزہ چین ہیں، ان کو کیا پتا کہ اسلام کیا نعمت ہے۔ آپ اسلام کو صرف نماز سے جانتے ہو۔ آپ اسلام کو صرف روزوں سے جانتے ہو۔ آپ کو یہ نہیں پتا کہ اللہ پروردگار کیا فرماتے ہیں کہ خبردار "یایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" (البقرۃ:۲۰۸) "ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین" (البقرۃ: آیت ۲۰۸) کہ دیکھو جب میرا نظام نافذ کرنا ہے تو خبردار اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ کرنا ادھر تو آپ یورپین سیکولر نظام نافذ کر رہے ہو، ادھر آپ مسجدوں میں اذانیں اللہ کی دے رہے ہو یعنی یہ کہاں کی تک ہے اور کہاں کا سلسلۂ عقل ہے کہ دنیا کے سارے نظام اپنے اندر کوئی مداخلت برداشت نہیں کرتے، کب Capitalism نے اپنے اندر مداخلت برداشت کی ہے، آپ نے بیسیوں برس ایک Cold war کا مشاہدہ کیا ہے، جس میں کمیونسٹ نظام اپنے اندر Capitalism نہیں برداشت کرتا اور Capitalism اپنے اندر Socialism برداشت نہیں کرتا۔ مگر کیا تعجب کی بات ہے ان ہمارے حکمرانوں کی عقلیں پروردگار نے گھٹنوں سے بھی نیچے کر دی ہیں کہ یہ اسلام میں تمام دوسرے نظاموں کی شرکت کو بڑا لازم سمجھتے ہیں اس لیے کہ یہ اسلام کو سرے ہی سے جانتے نہیں ہیں اور نہ اس کی پہچان سے آگاہ ہیں۔ آپ نے شاید مولوی کو اسلام سمجھا ہے۔ اس بے چارے کو کیا معلوم کہ اسلامی نظام کیا ہے۔ وہ جو اپنی دو وقت کی روٹی کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور قرآن پڑھ پڑھ کے اپنے چائے اور روٹی کا بندوبست کر رہا ہے، آپ کو اسلامی نظام کیا دے گا۔ وہ آپ کو زکوٰۃ اور سود سے فری سوسائٹی کیا دے گا، وہ آپ کو کیوں کر دو Social security system دے گا۔ آج بھی دنیا میں کسی نظام کے پاس دو Social security system نہیں ہیں مگر اسلام میں ہیں اگر آپ پورا نظام لاؤ گے، حکمران خدا ترس ہوں گے تو آپ کو پتا ہے کہ انگلینڈ کے ایک سروے کے مطابق پاکستان میں 70 Billion Rupees سے زیادہ صدقات میں جاتے ہیں۔ ہر سال پاکستان کے لوگ ستر ارب روپے صدقات میں دیتے ہیں۔

خواتین وحضرات! اگر کسی گورنمنٹ پہ اعتبار اسلام ہوگا تو لوگ اس گورنمنٹ کو دیں گے۔ لوگ کوئی بدبخت تو نہیں ہیں نا، لوگ سیانے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ زکوٰۃ دی تھی تو سیاست میں کام آجائے گی صدقات دیئے تو یورپی ٹورز میں چلے جائیں گے۔ ان کو پتا ہے جب تک لوگ Convince نہیں ہوں گے جب تک اجماع مسلمین Convince نہیں ہوتا کہ ہمارا حکمران واقعی مسلمان ہے اور ہماری بھلائی چاہتا ہے اور ہمارے لیے خیر چاہتا ہے۔ اس وقت تک اس ملک میں لوگ بھوکے مرتے رہیں گے، عزتیں لٹتی رہیں گی، کنویں خشک رہیں گے، بچے دودھ کو ترستے رہیں گے، طالب علم تعلیموں کے لیے سسکتے رہیں گے۔

Marfat.com

ظہور قدسی کا فکری جائزہ

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا.
(الاسراء آیت ۸۰)

سبحان ربک رب العزة عما یصفون O وسلم علی المرسلین O والحمدلله رب العلمین O
(الصافات آیت ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲)

خواتین وحضرات! آج میرے گلے کو بہت اچھا ہونا چاہیے تھا مگر پچھلے دو دن سے یہ گفتگو کے قابل بھی نہ ہوسکا اور آج اس موضوع کی برکت ہے کہ میری آواز آپ تک جا رہی ہے۔ خواتین و حضرات! اسلام کے دو Fundamentals ہیں اور ان دو کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پہلا Fundamental خدائے واحد کی واحدانیت کا اقرار ہے۔ خدا کی واحدانیت کا تصور مسلمانوں میں اس قدر راسخ ہے کہ برصغیر میں لاکھوں بتوں کے حصار میں رہتے ہوئے اور ہندوؤں کی اس عادت کے زیر اثر کہ ہر فرد عالی کو مقدس تصور کر لینے کے تحت، مہاتما بدھ اور جینا وترا کو خدا بنا لینے کے باوجود بھی بقول ایک انگریز Analyst کے:

There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible.

یعنی خدائے واحد کا تصور اسلام میں اتنا مضبوط، مکمل اور شدید تھا کہ تمام تر ہندوانہ کلچر، رسم و رواج اور Jungle of Gods and Goddesses بھی خدائے واحد کی واحدانیت کو متاثر نہیں کرسکا۔ خواتین وحضرات! اسی طرح دوسرا Fundamental بھی ہے۔ سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر فاروقؓ سے پوچھا، عمر تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی جان سے کم اور ہر چیز سے زیادہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا، جب تک تم مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر نہ چاہو۔ فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ خواتین وحضرات! یہ اسلام کے دو بنیادی Fundamentals ہیں، اللہ کی واحدانیت کا اقرار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دینا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی مرضی سے نہیں کہی ہے بلکہ یہ وہ Priorities of the Muslim ہیں جن کا تعین خود اللہ

Marfat.com

نے کیا ہے۔ تخلیق کائنات، تخلیق دنیا، تخلیق اسباب اور تخلیق موجودات کے وقت، پروردگار عالم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا رتبہ متعین کیا ہے جس کا تصور تک کوئی اور انسان نہیں کرسکتا۔ فرمایا الحمد للہ رب العالمین، خواتین وحضرات ہمیں رب العالمین کی Definition کے وقت ایک بہت بڑا مسئلہ پڑتا ہے۔ ہمارے نزدیک ربوبیت، زندگی کی خوراک کا تعین کرنا ہے۔ مگر ربوبیت سے یہ قطعاً مراد نہیں۔ اگر ہمارا رزق روٹی ہے، پانی ہے تو درختوں کا رزق نائیٹروجن ہے اور مخلوقات میں ہر ایک شے کا رزق جدا جدا ہے۔ یعنی اگر سورج کا رزق اٹھارہ ہزار ایٹم کا پھٹنا ہے تو چاند کا رزق وہ روشنی ہے جو سورج سے اس کے دامن پہ پڑتی ہے یعنی ربوبیت صرف اس کھانے پینے یا رزق پہ محیط نہیں ہے جو انسان اپنی محدود حکمت کے تحت اپنے لیے متصور کرتا ہے بلکہ ربوبیت کائنات میں پھیلے ہوئے وہ لامحدود اسباب اور وسائل ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہے۔ چاہے وہ کشش ثقل ہے یا سورج کی روشنی ہے۔ یہ تمام کے تمام اسباب ربوبیت میں آتے ہیں۔

خواتین وحضرات! پھر ہم عالمین کی کیا وضاحت کریں۔ بقول رازی کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں مگر جوں جوں انسان تحقیق وجستجو میں آگے بڑھ رہا ہے، جوں جوں کائنات کو پرکھا جارہا ہے، وہ تمام فاصلے مختصر ہورہے ہیں جو انسان نے اپنے ممکنہ ذہن سے کائنات کی حدود کو پرکھنے کے لیے بنائے ہیں۔ خواتین وحضرات! اس وسیع تر کائنات میں اس وقت تک عالمین کی مقدار جانچی اور پرکھی نہیں جاسکتی جب تک خدا کی حکومت کا پتا نہ چلے، جب تک خدا کی رسائی کا پتا نہ چلے، جب تک تخلیقات کا انجام پتا نہ چلے، جب تک Totality of Creation کا پتا نہ لگے۔ رب العالمین کی وضاحت نہیں ہوسکتی، مگر رب العالمین نے ایک بات عالمین کی تخلیق سے پہلے اور موجودات عالم کی تخلیق سے پہلے قرآن حکیم میں ارشاد فرمائیں کہ میں نے تمام تخلیقات سے پہلے ایک چیز اپنے وجود پہ فرض کی کہ میں کسی سے مغلوب نہیں ہوسکتا، مگر میں نے اپنی ہی ایک صفت کو اپنے اوپر غلبہ دیدیا۔ "کتب علی نفسه الرحمة" (الانعام: آیت ۱۲) میں نے اپنے اوپر رحمت کو غالب کرلیا۔ "وما ارسلنک الا رحمة اللعلمین" (الانبیاء: آیت ۱۲) اور اے پیغمبر میں نے تجھے نہیں بھیجا زمینوں اور آسمانوں میں مگر تمام ان عالمین کے لیے جن کا میں رب ہوں، ان تمام عالمین کے لیے تو رحمت ہے۔ خواتین وحضرات! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات کیا پرکھ سکتے ہیں۔ ہمیں کیا علم ہے۔ ہم تو ایک خودغرض انسان کی طرح زندگی کو آخری سمجھتے ہیں، زمین کو ایک سمجھتے ہیں۔ ہم تو عالمین کے ایک محدود سے نقطے میں قید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان عالمین میں دنیا کی مثال اس طرح ہے۔ جیسے Amazon کے جنگل میں پڑا ہوا ایک حلقہ، ایک چھلا یا ایک انگوٹھی ہے۔ اس کی حیثیت اور تناسب کیا بنے گا یہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے اگر دنیا کے سب ریگزار جمع کردیئے جائیں تو ان ریگزاروں میں ایک ذرہ ہماری دنیا ہے اور ہم اس معمولی سے مقام، (مستقر) اور قید خانے میں اپنے آپ کو کتنا معزز سمجھتے ہیں، یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ تکبرات بنیادی طور پر انسان کے اوصاف میں شامل ہیں۔ یہ انسان کے ان ناقص اوصاف میں شامل ہیں جو اسے نہ صرف خدا کے حضور گستاخی کے ارتکاب پر آمادہ کرتے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات کو بھی نظروں سے اوجھل کردیتے ہیں۔ خواتین وحضرات! ہم سے تو اسد اللہ خان غالب اچھا ہے تمام عمر سرود وشعر وے میں گزاری، مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو ایک شعر میں بات تمام کردی کہ غالب ثناء

Marfat.com

خواجہ بہ یزداں گزاشتم کہ غالب میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اللہ پہ چھوڑ دی اس لیے کہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ کی تعریف کرنے کا حقدار ہی نہیں سمجھتا، کیونکہ تمام تر عقل و معرفت کے باوجود میں اس عظیم انسان کی عظمت و اخلاق و کردار کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اس لیے میں ایک مختصر سی بات کہتا ہوں کہ

غالب ثناء خواجہ بہ یزداں گزاشتم

کہ جو اسے جانتا ہے، وہی اس کی تعریف کا حق ادا کرسکتا ہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ خواتین وحضرات! کمال معرفت انسان ہے کہ وہ دنیا سے لیتا کیا ہے اور دنیا کو دیتا کیا ہے۔ اگر ابتدائے حیات مصطفےٰ دیکھی جائے تو لگتا یہ ہے کہ محرومیوں کا ایک سمندر ہے جس میں وہ متلاطم ہے۔ بچپن کیا بیتا ہے جس نے باپ کی صورت تک نہ دیکھی، کیا حسرت خیال ہے اس یتیم کا۔ کیا مقدر ہے جس نے کبھی باپ کی شفقت کی نظر نہ پائی۔ ذرا آگے بڑھے تو مادرِ محترم بھی رخصت ہوگئیں۔ ایک معصوم سے بچے کی سائیکی پر ان شدید محرومیوں کا کیا اثر ہوتا ہوگا کہ جس کسی نے بھی آپؐ کے سر پر دست شفقت رکھا اسی کو خدا نے اٹھالیا۔ دادا رخصت ہوئے، غربت کا یہ عالم کہ باسی روٹیاں، پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے ہیں۔ جوانی ایسے گزاری کہ تنگ دستی اپنا مقدر دیکھتی ہے۔ اور ہمیشہ یہ محسوس کرتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر اسے کوئی نظر نہ آتا۔ مگر یہ ساری محرومیاں، سارے دکھ اور ساری اذیتیں سمیٹ کر ذرا غور تو کیجیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو کیا دیا۔ محبت فاتح عالم دوسروں کے غم غلط کرنے، دکھ کم کرنا اور درد سمیٹنا۔ یہی وہ سراپا شفقت اور کلی رحمت ہے جس کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ کارل مارکس کی زندگی بھی بڑی خراب گزری۔ مارکس کی زندگی بھی بہت عسرت میں گزری، بہت رنج میں گزری، بہت دشواری میں گزری، بہت مسائل میں گزری ہے۔ مگر کارل مارکس نے دنیا کو کیا دیا۔ اینجلز کہتا ہے کہ اس نے Throughout ہر حال میں مارکس کو Support کیا اور عمر بھر اس کی ہر ممکن مدد کی، لیکن جب وہ ذرا فراخ دست ہوا تو سب سے پہلے اس نے اسی کو Neglect کیا۔ اینجلز کارل مارکس کی بے وفائی کا گلہ کرتا ہے۔ مارکس کی بے چینی کا یہ عالم ہے کہ اس نے زندگی کو ایک حل یعنی Reactive فلاسفی سے آشنا کیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے پایاں ادبار و افلاس، رنج و غم اور کرب و بلا سے گزرنے کے باوجود بھی انسان کو ایک ہی درس دیتے ہیں، بخاری اور مسلم کی متواتر آٹھ احادیث ہیں جن میں فرمایا کہ اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کرسکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ خواتین وحضرات! میں نے پوری زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو پیمانہء اعتدال دیکھا ہے اور اگر میں اس حدیث کو دوسرے معنوں میں پڑھوں تو ایک مکمل وضاحت کے ساتھ یہی بات سمجھ آتی ہے کہ جو جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے یا آدابِ مصطفوی یا اس اندازِ زندگی اور خیال مصطفےٰ کے قریب ہے وہ اتنا ہی معتدل ہے اور جتنا انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹرن سے دور ہے اتنا ہی غیر معتدل ہے۔ خواتین و حضرات! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے شر کے بارے میں سوال نہ کیا کرو۔ جب بھی مجھ سے پوچھو خیر ہی کے بارے میں پوچھو۔ اس لیے کہ شر، وہم اور وسوسہ، یہ سب تمہارے ذہن کی پیداوار ہیں۔ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اسے یہ وسوسہ آتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو جائے۔ فرمایا عباسؓ خدا کا شکر نہیں کرتے کہ جو مسائل تمہیں حقائق میں پیش آرہے ہیں وہ تمہارے وسوسوں میں گزر جاتے ہیں۔

استاد کے انداز تعلیم اور انداز تربیت کا یہ عالم ہے کہ آقا و رسول کو دنیا کی بدترین کلاس دی گئی ایسی کلاس جو اپنے استاد کے گلے میں پھندا ڈال دے۔ ایسی کلاس جو غلاظت اس کے سر مبارک پہ پھینک دے، ایسی کلاس جو اس کے رستے میں کانٹوں کے انبار لگا دے۔ ایسی کلاس جو زبان سے ہر وہ دکھ اس کو دیتی ہے جو کسی بندے کو دے سکتی ہے اور ایسی کلاس جس کے طالب علم استاد کا سر پھوڑنے سے بھی باز نہیں آتے مگر خواتین و حضرات اس استاد کو آپ نے دیکھا کہ جب اسے کہا گیا کہ اے استاد محترم ان کے لیے بددعا کر دو، فرمایا کیا پتا کہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ آئیں جن کو میرے اس پیغام کی خبر ہو، وہ اسے قبول کریں۔ اور اللہ کے اچھے بندوں میں ہوں۔

خواتین و حضرات! اس استاد نے زندگی بھر کبھی کوئی ناقص لفظ اپنے شاگردوں کے لیے استعمال نہیں کیا۔ اس نے کبھی چھڑی کو استعمال نہیں کیا اس نے زجر و توبیخ نہیں کی۔ اس نے کبھی کسی کو نسل کا طعنہ نہیں دیا، کسی کو تخریب کار نہیں کہا۔ یہ عالم تھا اس استاد محترم کا کہ کائنات کے بدترین اخلاق کے انتہائی بڑے مجرموں کو اس نے کائنات کے انتہائی محترم اصحاب رسولؐ میں بدل دیا۔ خواتین و حضرات! بہت سارے طریق کار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے۔ جبریل امین سے پوچھا حضورؐ نے، جبریل! لوگ کہتے ہیں، آسمان کہتا ہے۔ زمین والے کہتے ہیں کہ میں رحمت للعالمین ہوں۔ بھلا تجھے میری رحمت سے کیا ملا۔ تجھے بھی کچھ صلا ملا۔ تجھ تک بھی میری رحمت پہنچی، فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً! پہنچی کہ جب عزازیل نے تکبر کیا۔ اللہ نے اس کو سزا دی جب کہ وہ مقرب ترین مخلوق تھی۔ بزرگ ترین مخلوق تھی۔ اس کا انجام دیکھ کر ہم مقربین، ملائکہ بارگاہ خداوند میں دہشت سے کانپتے تھے۔ خوف سے زرد تھے کہ اگر اتنے بڑے فرشتے کا یہ حشر ہو تو ہم کس قطار و شمار میں ہیں لیکن پھر جب آپ مبعوث ہوئے اللہ نے آپ پر قرآن اتارا تو خدا نے مجھے اس قرآن میں روح الامین کہہ کے مخاطب کیا تب میرا حوصلہ ٹھہرا کہ اللہ اپنی بات کو رد تو نہیں کرتے۔ جب انہوں نے مجھے روح الامین کہہ کے پکارا تو مجھے تسلی ہوئی کہ حضورؐ آپ کی برکتوں سے میں اللہ کے غضب سے محفوظ ہوا اور خواتین و حضرات! اس رحمت بیکراں کے کتنے رنگ ہیں، کتنے انداز ہیں کہ جب ایک شخص نے کہا، آپ سوچ کے دیکھ لیجیے، یورپ جو جانوروں کے تحفظات میں بڑا آگے ہے، جو سمجھتے ہیں ہر قانون کرم انہوں نے بنایا ہے، مگر پندرہ سو برس پہلے Greeks سے لے کر Plotinus of the Egypt تک بڑے بڑے فلاسفر گزرے، بڑے دانشور گزرے مگر کوئی ایسا نہ نکلا جیسے پندرہ سو برس پہلے محمد رسول اللہ گزرے کہ جب ایک شخص نے ہرن کے بچے اٹھائے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بڑے تفاخرانہ انداز میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے میں نے اس کے بچے پکڑے، جب ماں چیختی ہوئی آئی تو میں جال بھی بچھائے بیٹھا تھا، پھر میں نے ماں کو پکڑ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا ماں کتنی آہ و زاری کر رہی تھی کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جان خطرے میں ہے وہ صیاد کے دام میں الجھ گئی۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانتا تھا اسی لیے میں نے ان بچوں کو پکڑا۔ فرمایا رحم کر ترس کھا اور ان بچوں کو ان کی ماں کو ضرورت ہے تو ان کو اسی جگہ چھوڑ کے آ، جہاں سے تو نے ان کو گرفتار کیا۔ Animal Conduct جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام میں پیش کیا۔ ابھی شائد یورپ کو اس احساس مروت اور محبت تک پہنچتے ہوئے دیر لگے گی کہ جب ایک اونٹ پاس آ کے کھڑا ہو گیا اور اس کے چہرے سے اس کی حسرت نمایاں تھی تو حضورؐ نے اس کے مالک کو بلایا اور کہا اس کی جوانی میں تو تم نے اس سے بہت

Marfat.com

فائدہ اٹھایا ہے۔ اب اس کے بڑھاپے میں اسے بھوکا مارو گے۔ اسے اس طرح رسوا کرو گے۔ جاؤ اس کی خوراک کا بندوبست کرو۔ خواتین وحضرات! وہ اشیاء کے لیے باعث رحمت تھے۔ جانوروں کے لیے باعث رحمت تھے۔ مگر سب سے بڑھ کر وہ ہر اس گناہ کے لیے باعث رحمت ہیں جو انسان سے نادانی میں سرزد ہوتا ہے۔ جو انسان سے استقرار کے بغیر سرزد ہوتا ہے۔ اور وہ تمام حدود اللہ جن پر پہنچ کر انسانوں کے باطن سیاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو گناہوں کے ان ضمن میں لاتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اللہ کے حضور میں ایسے گناہ گار پیش کیے جائیں گے کہ جو بظاہر گناہ کی صفات سے اوران کی جو سزائیں لکھی جا چکی ہوں گی۔ ان میں بخشش کا Element بھی نہ ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ خداوند میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار عالم آپ نے مجھے رحمت اللعالمین بنایا اور رحمت کا ایک جز وصفات بنایا اور مجھے شفیع المذنبین بنایا اور آپ نے مجھے اجازت بخشی کہ میں اپنے گناہ گار مسلمانوں کے لیے سفارش کرتا تو آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہے کہ میں آپ کے حضور سفارش نہ کروں۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے کیے گئے وعدے پورے کرینگے، جاؤ اور جہنم میں ان سارے لوگوں کو نکال لاؤ۔ جو آپ کے نزدیک ایسے ہیں۔ اور حضور نکال کے لائیں گے۔ پھر جہنم میں کچھ لوگ بچ جائیں گے۔ خواتین وحضرات یہ مستند ترین بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ بچ گئے۔ آپ اللہ کے حضور دوبارہ عرض کریں گے کہ "پروردگار ابھی بھی میرے کچھ لوگ جہنم میں باقی ہیں۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے وعدے کو ضرور پورا کریں گے تیری شفاعت اور رحمت قبول کریں گے۔ جا اوران لوگوں کو بھی نکال لا۔ پھر وہ لوگ نکالے جائیں گے پھر بھی کچھ بچ جائیں گے۔ پھر حضور شفاعت سے باز نہیں آئیں گے۔ بار بار جائیں گے۔ اللہ سے کہیں گے یا میرے مالک اب بھی میرے کچھ امتی رہ گئے ہیں جو دوزخ میں ڈال رکھے ہیں۔ فرمایا میرے رسولؐ جا ان کو بھی نکال لا، میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔ جب چوتھی مرتبہ اللہ کے رسولؐ کچھ باقی ماندہ لوگوں کے لیے جائیں گے۔ تو پروردگار کہے گا اے رسولؐ ہم نے تجھ سے وعدہ پورا کیا۔ اب جہنم میں کوئی ایسا موجود نہیں ہے جو تیری شفاعت ورحمت کا مستحق ہو۔ اب تو جن مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ رہا ہے ان کو کتاب نے روک رکھا ہے اور خواتین وحضرات! کتاب کا مطلب یہ ہے کہ جو نام کے مسلمان ضرور تھے۔ مگر جنہوں نے خدا کی وحدانیت کا بھی اقرار نہیں کیا اور جو منافقانہ طور پہ اللہ کو مانتے رہے اور اللہ کو کبھی سزا و جزا کا مالک نہیں سمجھا۔ جنہوں نے دنیا میں رہنے ہی کو خدا جانا مگر اسباب دنیا کے خالق کو کبھی اپنا خدا نہیں مانا۔ صرف وہ جہنم میں رہ جائیں گے۔ چاہے ان کے نام کا فرانہ ہوں، چاہے ان کے نام مسلمانہ ہوں اور آپ اندازہ کیجیے کہ ہم بندے تو حضورؐ کی شفاعت کی قدر نہیں کر سکتے۔ مگر خدا خود اپنے رسول کو اتنا رحمت عالم اتنا رحیم وکریم پاتا ہے کہ جب اللہ نے قرآن میں ذکر کیا تو اپنے بندے کو عبدالرحیم اور عبدالرؤف نہیں کہا بلکہ براہ راست اپنی صفات کا مظہر بنایا "لقد جاء کم رسول من انفسکم" (التوبۃ: آیت ۱۲۸) یعنی تمہی میں سے ہی، تمہارے جیسا ہی ایک رسول ہے۔ بندہ وہ تمہی جیسا ہے۔ انسان تو لگتا تمہارے جیسا ہے۔ مگر "عزیز علیہ ما عنتم" (التوبۃ: آیت ۱۲۸) مگر یہ کمال کا انسان ہے اور کمال کا رسولؐ ہے کہ تمہاری محبت میں مرا جاتا ہے۔ اس قدر صبح و شام فکر اُمت میں رہتا ہے کہ صبح وشام اس کی زبان سے میرے حضور اُمتی، اُمتی، اُمتی ہی نکلتا ہے۔ جب دیکھو تمہاری فکر کرتا ہے۔ تمہارے تو ماں باپ فکر نہ کرتے ہوں گے۔ تمہاری اور تو اور تم خود اپنی اتنی فکر نہیں کرتے ہو۔ جتنا محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تمہاری فکر کرتا ہے اور خدا کو اس فکر کو اجاگر کرنے کے لیے جو لفظ استعمال کرنا پڑا وہ Possitive نہیں بلکہ Negetive تھا۔ جب بعض اوقات تعریف عجیب سے پہلو سے نکلتی ہے۔ ''ماورے'' نے جب تعریف کرنی تھی Helen of Troy کی تو اس نے اس کی خوبصورتی نہیں کہی، اس کے نقش و نگار بیان نہیں کیے۔ الٹا یہ کہا Is this the face کیا یہ وہ چہرہ ہے

Is this the face that lanched a thomal ship and topless town of Ielum burnt the topless.

کہ یہ وہ چہرہ ہے جس نے ایلیم کے اونچے اور بلند و بالا میناروں پر وہ آفت ڈھائی کہ جل کے خاکستر ہو گئے۔ اور Agamemnon کی اور Prince Prime کی دنیائیں اجڑ گئیں، 'یہ وہ چہرہ ہے' آپ اندازہ کیجیے، ویسے لاہور والے ابھی جب کسی کے حسن کی داد دیتے ہیں تو بھی ایک چھوٹے سے جملے سے دیتے ہیں کہ بس جی نرا قتل ہی قتل ہے۔ جب وہ داد دیتے ہیں تو وہ بڑی Negatively کہتے ہیں کہ اس کا حسن بیاں، اس کا انداز، اس کا حسن کلام، اس کی حسن صوت کیا، نرا قتل ہی قتل ہے۔

اپنے رسول کو جب Hightend اور Exciting terms میں مبالغے کے انداز میں جب بیان کرتی ہے کہ یہ دیکھو، یہ شخص ہے تو Negative لفظ استعمال کرتا ہے۔ حریص علیکم یعنی حریص تو لالچی کو کہتے ہیں جو اپنی مملکت سے ایک ذرہ بھی کسی کو دینے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔ مگر یہاں عجیب بات ہے کہ Possessing کہا ہے۔ محبت امت اور تمام تر Possesstion اپنے احباب کی اپنی امت کی مغفرت کی ہے۔ اور ایک لحہ، ایک ذرہ بھی اس شفاعت اور کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں کم نہیں ہوتا اور صبح و شام اپنی امت کی فکر کرتے ہوئے اللہ کا یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کی ابتداء فکر امت سے کرتا ہے اور انتہا فکر امت سے کرتا ہے۔ خواتین و حضرات! پھر اگر ایسا پیغمبر کہے، ایسا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے کہ تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک میں تمہیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس لیے ہم تو اسے صلہ ہی نہیں دے سکتے، اقبال نے کہا تھا کہ یہ درآمدی لٹریچر اور بورژوائی جدید ترین کلچر، ایک غیر پائیدار، غیر مستقل اور سیماب صفت کلچر ہے۔ دراصل یہ ہوا کا کلچر ہے اور اس میں ذرا بھی پائیداری نہیں ہے۔ اس کی تمام تر روشن صفات کا دارومدار اس کے صرف دو پہلوؤں Concept of Democracy اور Concept of Liberty پر ہے اور اسلام کے نظریاتی تخیل کو آج ان ہی دو پہلوؤں کا سامنا ہے۔ خواتین و حضرات! یہ مت سمجھئے گا کہ میں Democracy کے خلاف ہوں۔ میں اُس ڈیموکریسی کے خلاف ہوں جس میں Moral Culture محفوظ نہیں۔ مگر سیکولر ڈیموکریسی نہ Moral ہوتی ہے نہ Immoral ہوتی ہے بلکہ اگر جمہوریت مل کر فیصلہ کرے تو دنیا کا بدترین گناہ اور دنیا کی بدترین اخلاق سوز حرکت بھی Majority Opinion سے جائز ہو سکتی ہے اور اس کی مثال اس وقت جانور سے شادی کرنے کی ہے۔ لندن میں ایک انتہائی محترم ثقہ رومن کیتھولک پادری نے اپنی شادی باقاعدہ طور پر کورٹ میں اپنی نہایت عزیز اور محترم کتیا سے رچائی ہے۔ یہ وصف تو ڈیموکریسی ہی کا ٹھہرا ہے۔ جمہوریت انسان کو اتنی آزادیاں بخشتی ہے، اتنا اعلیٰ ظرف عطا کرتی ہے کہ کمال ہو گیا کہ کسی نے بھی اس بات کا برا نہیں منایا۔ کیونکہ برا منانا تو Rigidity ہے۔ کلچر

Marfat.com

کے اوصاف میں کسی چیز کا برا منانا درج ہی نہیں ہے۔ تفنن یہ ہے کہ ایک Individual کی آزادی کا تو اتنا تحفظ ہے کہ آپ ایک لفظ بھی اس کے خلاف نہیں بول سکتے لیکن آپ رشدی کو سزا نہیں دے سکتے۔ اسے آزادی رائے کا پورا تحفظ حاصل ہے۔ اگر رشدی ایک بلین مسلمانوں کی دل آزاری کرے، ان کو گالی دے، ان کے باپ کو گالی دے، ان کی ماں کو گالی دے، ام المومنین عائشہؓ کے خلاف لکھے، سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لکھے اسے پوری پوری آزادی ہے۔ یہ ڈیموکریسی کے متضاد اوصاف ہیں۔ Imoral ہونا اس کی صفت ہے، یہ Imoralism کا ایک ایسا بھیانک نظام ہے جو نہایت خوفناک بحران پیدا کرتا ہے یہ ماضی میں بھی تھا آج کی بات نہیں ہے یہ بڑی پرانی بات ہے کہ ایک دفعہ سپارٹا کی آبادی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سپارٹا کی ہائی کونسل اور ہائی کونسلرز اس مسئلے پر غور وخوض کے لیے بیٹھے اور اس آبادی کی شرح کو روکنے کے لیے کونسلرز نے ہم جنسی کی اجازت دے دی۔ اسی قانون کی روشنی میں آج بھی دنیا میں ایسے قوانین تشکیل دیے جا رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ قوانین نئے نہیں ہیں بلکہ سپارٹا میں ان کی کونسل نے سب سے پہلے یہ قانون پاس کیا تھا۔ خواتین و حضرات! اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کیا دے رہے ہیں۔ Possible highest intellectual Order سے نکلا ہوا یہ دین ایک بات کلیم کرتا ہے۔ اس کلیم کے بعد صرف چالیس برس تک اس بات کو Demonstrate کرتا ہے۔ ایک Pure Islamic آرڈر Demonstrate ہوا جو مستقل نہیں تھا۔ اس کے Choices پلٹ ہوتے ہیں۔ جب آپ اسے اپنے اختیار سے پسند کرو گے تو پھر اسلام کو بحیثیت مذہب چنو گے مگر اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ "ما انزلنا علیک القران لتشقی" (طٰہٰ: آیت۲) اے میرے سردار اے میرے پیغمبر، اے میرے محبوب "ما انزلنا علیک القران لتشقی" ہم نے قرآن کو مشقت کے لیے نہیں اتارا۔ خواتین و حضرات! اگر قرآن اور اسلام میں مشقت نہیں ہے تو پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں، کیوں اتنے خوفزدہ ہیں۔ معاشرہ اسلام کو پلٹنے کیلیے کیوں ڈرا ڈرا سا رہتا ہے۔ اس کی نگاہ میں کون سے ایسے قوانین ہیں، کیا آپ نے کبھی اپنے Religious قوانین کی سائیکالوجی سمجھی ہے؟ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ دنیا میں واحد اسلام ایسا قانون ہے جو قتل کے آخری لمحوں میں بھی اس کی برأت رکھتا ہے یہ بدترین جرم جو زمین پہ ہوتا ہے آخری لحۂ حیات میں بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ قصاص اور دیت کے قوانین صرف اور صرف اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ نماز ایک چھوٹا سا لازم ترین حکم ہے مگر اس نماز میں بھی ستائیس Exceptions ہیں۔ اس قانون میں اللہ نے لوگوں کو آسانیاں دینے کے لیے یہ Exceptions رکھے ہیں۔ روزے میں بھی Exceptions ہیں۔ روزہ کتنا سخت ہوتا ہے، کتنا Hard ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کو رکھنے کا بھی حوصلہ نہیں پاتے خدا کہتا ہے نہ رکھو، مگر اس کے بدلے میں کم از کم ایک یتیم، ایک مسکین کو کھانا دے دو۔ "و علی الذین یطیقونہٗ فدیۃ طعام مسکین" (البقرۃ: آیت۱۸۴) ہم لوگ چونکہ براہ راست مذہب کی آگاہی اور حدیث رسولؐ پڑھنے سے گریزاں ہیں تو پھر ہمیں اس پیغمبر کی عظمت کا کیا پتا لگے گا۔ جسے خدا کہتا ہے "وبالمومنین رؤف الرحیم" (التوبہ: آیت۱۲۸) اللہ خود اپنی زبان سے کہتا ہے کہ وہ رؤف ورحیم ہے۔ مگر وہ رؤف الرحیم اپنی کائنات بالا میں ہے۔ جہاں کسی انسان کی رسائی ممکن نہیں ہے لیکن زمین پر اگر اللہ کی طرح کوئی رؤف الرحیم ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تمام انسانوں، اہل اسلام، جانوروں اور ہر شے کی

Marfat.com

محبت کا آخری شعور رکھتا ہے یہی رؤف الرحیم بندہ ہے اور یہی رحمت اللعالمین ہے اور تم خوش نصیب ہو کہ میں نے تمہارے درمیان میں رحمت اللعالمین کو پیش کر دیا۔ ہر چیز Constitutionalise ہوتی ہے۔ خواتین و حضرات! رحمت کا کیا Concept ہے۔ بائیس سال تک مشقت ــــ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بائیس برس تک اصحاب رسولؐ کی مشقیں، ٹارچر، ذہنی ابتلا، کرب و بلا، دکھ اور اذیتیں، اتنی بڑی اذیتیں، "ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم الباساء والضراء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين امنوا معهٗ متى نصر الله الا ان نصر الله قريب" (البقرۃ: آیت۲۱۴) "تم گمان کرتے ہو کہ ہم تمہیں جنت میں داخل کر دیں گے۔ بغیر کہے سنے، ہم تمہیں داخل کر دیں گے جنت میں، تمہیں پتا نہیں، تم سے پہلے، بڑی ایسی قومیں گزری ہیں کہ جن کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے سختی سے آزمایا گیا۔ ان پہ ایسی ایسی آزمائشیں ڈالیں۔ آروں سے چیرے گئے۔ گردنیں ان کی قلم کر دی گئیں۔ ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ دیکھیے تو سہی سورۃ جس کی شروع ہی اس "والسماء ذات البروج واليوم الموعود O و شاهد و مشهود O قتل اصحب الاخدود O النار ذات الوقودO" (البروج: آیت ۱تا۵) میں کن لوگوں کا ذکر ہے جن کو کلمے کی تصدیق کے لیے ایک ایک کر کے آگ میں ڈالا گیا اور کیسی کیسی جرأت آزما آزمائشیں امتوں اور ان کے پیغمبروں پر ڈالی گئیں۔ حتیٰ کہ ایوب بے چارگی میں پکار اٹھے، "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمين" (الانبیاء: آیت۸۳) کہ "ہمیں عذاب نے چھولیا ہے۔ اے اللہ اور اگر تو ارحم نہ ہوگا۔ تو اس عذاب سے نجات نہ ہوگی۔ کسی پیغمبر نے پکارا "انی مغلوبٌ فانتصر" (القمر: آیت۱۰) اے رب کریم! میں تو سراسر مغلوب ہوں، اگر تو حمایت کرے گا تو میں اپنے اوپر اور حالات پہ غلبہ پاؤں گا کوئی اتنا بھوکا، ننگا مجبور ہو کے صحرا کے کنارے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کے، بڑے ہی عجز و انکسار سے اللہ کو پکارتا ہے۔ "انی مغلوبٌ فانتصر" (القمر: آیت۱۰) اے اللہ تو جو بھی نازل فرما دے میں فقیر ہوں۔ اس فقر و فاقہ سے گزرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی امت کو آگے بڑھائے جاتے ہیں۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ رحمت آسانی ہے۔ رحمت آسانی نہیں ہے۔ رحمت اس بچے پہ ٹپکتی ہے۔ جسے استاد شائد چھڑی سے اس لیے مارتا ہے کہ یہ بے قاعدگیاں چھوڑ کر باقاعدہ ہو جائے تو وہ جو چھڑی ہے رحمت کی چھڑی ہے۔ وہ ماں باپ جو کسی بچے کا کھانا اس لیے بند کر دیتے ہیں کہ اس کو کچھ فہمائش ہو۔ یہ اپنے انداز اخلاق و اطوار بدلے۔ تو وہ جبر و اکراہ نہیں رحمت ہے تو رحمت میں ایک عنصر جو ہے ایک عنصر سزا کا چھپا ہوتا ہے مگر اس تمام تر سزا کا عندیہ۔ اس تمام تر سزا اور آزمائش کا عندیہ کسی کی زندگی کی Ultimate بہتری ہے۔

عقل یہ ہے کہ آپ ان حالات کو جانتے ہوں۔ جو کسی شخص یا طالب علم کہ اس کا ڈیٹا محدود اور اس کی محنت کم ہے اور اس نے بالآخر فیل ہونا ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ اس پہ کچھ جبر کروں۔ اور اس کو کوئی ایسی سزا دوں کہ وہ ان Activities سے گریز کر کے کچھ عرصے کے لیے زیادہ محنت کرنے کے قابل ہو۔ میرا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ امتحان سے پاس ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے استاد تھے۔ خواتین و حضرات! میں آج کتنا بھی محترم ہو جاؤں، مقدس ہو جاؤں، بڑا ہو جاؤں، نیک ہو جاؤں مجھے تو کوئی ٹیچر آ کے تمغہ نہیں دے گا کہ اللہ تجھ سے راضی ہوا اور تو اللہ سے راضی ہوا۔ میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ میں اللہ سے راضی ہوا۔ مگر مجھے کون سرٹیفکیٹ دے گا کہ اللہ مجھ سے راضی ہوا، یہ تو

Marfat.com

جناب رسالت مآب کی یونیورسٹی سے پہلے قاعدہ قانون چلا ہی نہیں۔ یہ صرف اور صرف ایک ایسی کلاس تھی۔ جسے اس استاد نے ایسا لکھایا ایسا پڑھایا، ایسا سمجھایا، ایسی Priority ترجیح استوار کی، ایسا انداز زندگی ان کو بخشا، ایسا طریق تکلم بخشا، انداز حیات بخشا، شہادتیں بخشیں، عرفان ذات پروردگار بخشا کہ اللہ نے اس کلاس کو اس کی زندگی میں ہی پاس کر دیا اور کہا۔ "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" (سورۃ :البینہ) کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اس پورے زمانے میں ایک واحد کلاس ہے جو تین ہزار یا پانچ ہزار لوگ ہیں۔ حدیبیہ میں اللہ نے فرمایا اے پیغمبر! انہوں نے تیرے ہاتھ پہ بیعت نہیں کی۔ انہوں نے میرے ہاتھ پہ بیعت کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی زمین پر اپنی زندگی ہی میں بخشے گئے ہیں۔ آج بھی دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ان کے استادوں کے ناموں ہی سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ آپ واسٹر شہر سے گزریں۔ بڑی شاندار یونیورسٹی ہے۔ کریڈٹ! آئن سٹائن یہاں پڑھا ہے۔ آپ آسٹن سے گزریں بہت بڑی یونیورسٹی ہے کیوں بڑی ہے، فلاں فلاں استاد یہاں سے پڑھا ہے۔ علامہ اقبال کو گورنمنٹ کالج نے تین بار مار پیٹ اور جھگڑے کے سبب نکالا تھا لیکن اقبال جب علامہ ہو گئے تو کالج بڑے افتخار سے بتایا کرتا تھا کہ علامہ اقبال ہمارے ہاں پڑھتے تھے۔ Individual سے کائنات بنتی ہے۔ فرد واحد سے کائنات بنتی ہے۔ اس لیے ان تمام افراد کو Follow کرنا جب ابراہیم نے دلائل و براہین سے خدا کو پایا۔ خدا کی شناخت کی، اللہ نے اس Credebility کو پسند کیا۔ فرمایا ایک نعمت میں نے ابراہیم کو بخشی تھی۔ سارے انسانوں کو بخشی تھی اور سارے انسانوں نے اسے کمتر استعمال کیا، استعمال کے باوجود کم تر ترجیحات کے لیے استعمال کیا۔ میں نے انہیں اپنے لیے دی تھی انہوں نے انہیں روٹی کے لیے استعمال کیا، عزتوں کے لیے، وجاہتوں کے لیے، تکبرات کے لیے استعمال کیا اور شناخت کا بنیادی مقصد چھوڑ دیا۔ ابراہیم نے شناخت کو شناخت کے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ خدا اور اپنی ذات پر غور و فکر اللہ ہی کے اس قول کے مطابق ہے کہ میں نے عقل و شعور دیا ہی اسی لیے ہے کہ "ان ھدینا السبیل اما شاکرا و اما کفورا" (الدھر: آیت ۲) تمام غور و فکر اس لیے ہے چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کرو۔ ابراہیم نے مجھے جانچا، پرکھا، ستاروں سے گزرا، آفتاب و مہتاب سے گزرا، علامات جہاں سے گزرا اور بالآخر اس نتیجے پہ پہنچا کہ میرا خدا، میرا رب میرا اللہ ایک واحد پروردگار ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں وہ حی القیوم ہے۔ وہ تمام علم اسی کا ہے، تمام حکمت اسی کی ہے۔ مگر پھر بھی خدا سے کہا کہ رب کریم کچھ ایسی بات ہے کہ سب کچھ جاننے سمجھنے اور سوچنے کے باوجود میرے قلب میں پھر بھی کچھ وساوس رہتے ہیں۔ فرمایا اے ابراہیم اتنا کچھ جاننے سننے کے باوجود بھی تجھے مجھ پر ایمان نہیں ہے۔ فرمایا اے پروردگار ایسا نہیں ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" (الرعد: آیت ۲۸) فرمایا صرف اطمینان قلب چاہتا ہوں، اطمینان قلب، شہادت سے، واقعات و شہادت سے، جب تک شہادت نہ مہیا ہو، علم تو وضاحت خیال دیتا ہے۔ مگر پھر وہی وسوسہ یقین کے باوجود، جاننے کے باوجود کہ اللہ ہے، وہی زندگی کا خالق ہے، سب کچھ ہے، پھر وہی فتنہ کہ! کیسے، فرمایا صرف ایک معاملہ ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" (الرعد: آیت ۲۸) ٹھیک ہے چار پرندے لے پہلے ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لے، کمال ہے اللہ میاں بعض اوقات لگتا ہے کہ بڑے بڑے سائیکالوجسٹ کی کلاس لے رہا ہے۔ بھلا پوچھو آپ کو کیا ضرورت ہے ہلائے ہوئے پرندوں کی۔ تو خواتین و حضرات! وسوسے کا توڑ رکھا ہے۔ اگر ابراہیم چار

نئے پرندے لے لیتے، سرکاٹ کے دور دراز رکھ دیتے، فرمایا بلا ان کو تیری طرف لپکتے، لپکتے چلے آئیں گے تو ابراہیم کے ذہن میں ایک وسوسہ پیدا ہوتا کہ یہ وہ پرندے تو نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے چار تو میں نے قتل کر دیئے تو اللہ میاں چار نئے پرندے بھی تو میری طرف بھیج سکتا ہے۔ یہ الیوژن نہ ہو۔ اللہ میاں کا ایک چھوٹا سا کرشمہ ڈیوڈ کاپر فیلڈ بھی تو ہے۔ کھڑے کھڑے ایفل ٹاور غائب کر دیتا ہے تو اگر الیوژن اتنا بڑا ہوسکتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ بھی کوئی کرشمہ قدرت ہو کہ جو چار پرندے میں نے دیے ہیں شاید یہ وہ نہ ہوں اور یہ چار پرندے دوسرے ہوں۔ بنابریں اللہ نے فرمایا ان پرندوں کو تھوڑا سا بلا لے تاکہ تجھے شناخت ہو جائے کہ یہ وہی چار پرندے ہیں جن کی گردنیں تو نے خود کاٹی ہیں اور یہ وہی پرندے تیری طرف لوٹ کے آئے۔ اس قدر پیچیدہ سائیکالوجی اور وساوس کو انسان کی ذہنی سطح کے مطابق ٹریٹ کرنا اللہ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ اگر آپ لوگوں کے ذہن میں ہو تو کبھی وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ For Example کالی بلی نے اگر رستہ کاٹا ہے تو آپ اسی رستے پہ جائیں گے جس رستے کو بلی نے کاٹا ہے۔

فرمایا جب وسوسہ آئے تو وہی کیا کرو جس سے وہ ڈراتا ہے یعنی جب وسوسہ آئے تو اس کے الٹ کیا کرو۔ خواتین وحضرات! میں آپ کو اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ مجھے ایک بار لیکچر کے لیے کوئٹہ جانا تھا۔ اتفاق سے وہ دن منگل کا تھا۔ جب میں اپنے گھر کی دہلیز عبور کرنے لگا تو پھوپھی جان محترمہ کی آواز آئی کہ آج منگل ہے کہیں نہ جانا۔ منگل والے دن سفر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ جو بے شمار لوگ منگل کو سفر کرتے پھرتے ہیں کیا یہ خدا کے ناپسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔ اور کیا منگل کو شیاطین کھلے پھرتے ہیں اور اللہ کے بندے گھروں میں قید ہوتے ہیں۔ مجھے بہت Resist کیا گیا۔ میں ذرا آگے چلا تو ایک دوسری خاتون بولیں۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں منگل کو جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ خواتین محترمات یہ خاص آپ کے لیے ہے! اگر ایک بات دوبار یا تیسری مرتبہ کوئی بندہ کہتا ہے کہ منگل کو نہ جانا تو دل میں خیال تو آتا ہوگا کہ سارے لوگ کہتے ہیں منگل کو نہ جانا۔ یقیناً کوئی تو خرابی ہوگی۔ چلو آج منگل کو نہ جاؤ مگر میں نے وہی کیا جو میرے رسول نے بتایا تھا لہٰذا میں نے کہا میں آج تو ضرور ہی جاؤں گا۔ کل جاؤں نہ جاؤں آج ضرور جاؤں گا۔ خواتین وحضرات! جب میں ائیرپورٹ پہنچا تو دو بڑے اعلیٰ درجے کے آفیسر میرے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ میں نے کہا آپ کہاں، کہنے لگے کہ سنا تھا کہ آپ کوئٹہ جا رہے ہیں تو ہم نے سوچا آپ سے ائیرپورٹ پر مل لیں۔ وہ مجھے جہاز تک چھوڑنے آئے۔ میں جب جہاز میں بیٹھا تو ایک شخص کو پتا لگا کہ میں پروفیسر احمد رفیق اختر ہوں پھر دیکھتے ہی دیکھتے قطاریں لگ گئیں اور تمام سفر مسافروں کو تسبیحات دینے میں گزرا۔ جہاز سے اترا تو کئی احباب منتظر تھے۔ یہ پانچ دن کا سفر مسلسل خدا کی یاد، خدا کے کلام اور خدا کی محبت میں گزرا۔ میں نے کہا اگر ایسے منگل ہوتے ہیں تو ضرور آیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وساوس سے گھبرایا نہ کرو۔ یہ وساوس، سراب اور ذہن کے تصورات ایمان کے لیے خوشی کا سبب بنتے ہیں؟ کیونکہ ہم ان وساوس کے باوجود اپنے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ایمان رکھتے ہیں۔ ان شیاطین کے باوجود جو ہمیں خیال کے پتھروں سے رجم کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے اللہ اور رسول پہ ایمان رکھتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا جب وساوس آئیں تو یہ ضرور کہا کرو ''آمنت باللہ و رسولہ'' (مسند احمد) کہ ہم اللہ اور اپنے رسول پہ ایمان لائے۔ اور یہ وسوسہ اسی وقت خارج ہو جاتا ہے۔ خواتین وحضرات یوں تو بڑے بڑے لوگوں نے ثنائے حضور کہی مگر ایک دفعہ ایک شاعر نے حضور کی خدمت میں شعر پیش کیا۔ تڑاقا سا ہوا آسمانوں کی بجلی کی

سی طاقت شعر میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کلام میں بڑی طاقت ہے تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے شعر پڑھا تو آسمان سے ایک گونج اٹھی۔ داد ملی اور جبریل امین اترے اور کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شعر کی داد تو اللہ بھی جبرئیل کو دے رہا ہے۔ اب اگر غور کیجیے تو شعر کے معانی عجب ہیں۔ معانی یہ ہیں کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ نے آپ کو ویسے بنادیا جیسے آپ نے چاہا۔ ''کانک قد خلقت کما تشآء'' جیسے آپ کی مرضی تھی، جیسے آپ نے چاہا، بحیثیت انسان آپ زندگی گزاریں۔ جس آدمیت پر آپ فائز ہونا چاہتے تھے یہ بڑا Important نکتہ ہے خواتین وحضرات! بڑی کوشش کی میں نے تہجد پڑھوں، نیکی انسان کے بس میں ہی نہیں ہوتی۔ ایک بڑے صاحب فکر نے کہا کہ یہ غلط حدیث ہے کہ جس نے حی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے بعد لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑا اس پہ جنت واجب ہوگئی۔ غلام احمد پرویز ہمارے پہلے دوستوں میں تھے ان کو اس حدیث پر اعتراض ہوا۔ کہنے لگے۔ سبحان اللہ حدیث ہی نہیں ہے، غلط ہے۔ ایک آدمی تو سخاوت کررہا ہے، دوسرا آدمی اس کے پیسے گن رہا ہے کہ یہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ مناسب ہی نہیں ہے۔ کیوں بھئی آپ ایسے کیسے دے دیں گے نجات۔، جنت کیسے دے دیں گے۔ صرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنے کے لیے آپ نے حی الصلوٰۃ کہا۔ مگر خواتین وحضرات! ذرا غور تو کیجیے، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب مؤذن نے کہا، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح آؤ خیر کی طرف، آؤ نماز کی طرف تو جواب والے نے کچھ سوچا۔ اس پر شر تو میرا اپنا ہے، شر تو میرے وجود سے تخلیق پاتا ہے۔ میں اسے سوچتا ہوں، شیطان کے ساتھ مل جاتا ہوں۔ وہ مجھے اکساتا ہے، میں اس کی طرف جاتا ہوں اور پھر میں وہ شرارت کر بیٹھتا ہوں۔ مگر خیر کا مالک تو اللہ ہے اور اگر خیر کا ادراک میں کروں اور خیر سارے کا سارا میں کرتا ہوں تو یہ بھی شیطان کا شر ہے۔ اگر قدرت خیر میں Claim کرلوں تو بجائے اس کے اچھی بھلی نیکی کرتے کرتے، نیکیاں ساری کر کے دریا میں ڈال دوں گا اور کسی حاتم طائی کو پھر کسی سفر پہ نکلنا پڑے گا اس نکتے کو جاننے کے لیے کہ خیر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب کوئی انسان دل یا زبان سے کہے کہ پروردگار نہ میری کوئی قوت نہ میرا کوئی ارادہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا یہی مطلب ہے نا کہ نہ میری کوئی قوت نہ میرا کوئی ارادہ جو کچھ ہے تیری توفیق سے ہے۔ اگر تو اجازت بخشے گا، توفیق بخشے گا، رحم فرمائے گا، تو میں نیکوکاروں میں سے ہوں گا، میں نمازیں بھی پڑھوں گا، میں فلاح بھی اختیار کروں گا اور اس اپروچ سے اعلیٰ، صاف ستھری اور نیک اپروچ نہیں۔ اور کوئی شخص جو یہ ذہنی اپروچ رکھتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم ہے کہ جہنم اس کو کبھی بھی داغدار نہیں کرسکتی۔ اس لیے کہ تمام ایمان خواتین وحضرات! اعمال کی Conception پر ہے۔ آپ کا Fore - brain، اس کے رستوں، اور انداز کو کنٹرول کرتا ہے۔ آپ کو حکم دیتا ہے، انداز زندگی دیتا ہے، عرفان بخشتا ہے، رفعت خیال بخشتا ہے، یہ Fore brain ہے جس کے بارے میں قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ میں نے ''ما من دآبۃ الا ھو اخذ بنا صیتھا'' (ہود: آیت ۵٦) کہ زمین میں ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے میں نے اس کے ماتھے سے نہیں تھاما ہوا۔ خواتین وحضرات! ماتھے پہ بالوں سے نہیں اللہ نے پکڑا ہوا، بلکہ یہاں Fore brain ہے جس کا ریموٹ کنٹرول اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ Fore brain پھر دماغ کے دوسرے سنٹرز کو آرڈر دیتا ہے، ان میں سے خلاقیت، تخلیق، عمل پذیری کا ایک سسٹم ہے۔ پھر عمل پذیری کا وہ سسٹم آپ کو عبادات ظاہرہ یا اشکال باطنیہ یا ظاہرہ کا حکم دیتا ہے۔ کیا اللہ کے نزدیک اعمال کی حیثیت اور خیال کی حیثیت ایک ہے؟ قطعاً نہیں۔ بلکہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟

Marfat.com

خواتین وحضرات یہ بات اچھی تو نہیں ہے تا کہ عملیت پسند کتاب سے ہماری رعایت کے سارے قانون ہی نکال دے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیے ہیں۔ دیکھو نا جب بندہ بوڑھا ہو جائے تو اسے Obstackle Race میں ذرا آگے کھڑا کرتے ہیں اس کو Advantage دیتے ہیں۔ جوان کو پیچھے کھڑا کرتے ہیں تا کہ عمروں کے لحاظ سے اُسے Advantage مل جائے تو کیا خیال ہے خواتین وحضرات! انسانوں کے دماغوں میں تفاوت نہیں ہوتی؟ پڑھائیوں میں تفاوت نہیں ہوتی؟ رُتبہ واعمال میں تفاوت نہیں ہوتی؟ ہر آدمی اور دوسرے آدمی میں عمل اور ذہن کا فرق نہیں ہوتا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ Obstacles کی وجہ سے کچھ رعایتیں اناؤنس کی ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو زبان سے اقرار کرے کہ اللہ ایک ہے اور مرتے دم تک اس اقرار پہ قائم رہے تو تُو نے ایمان چکھ لیا۔ اگر تو زبان سے کہے اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور پھر مرتے دم تک اس عہد پہ پابند رہے تو تُو نے ایمان چکھ لیا۔ خواتین وحضرات! اعمال کا ذکر ہی نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیحین کی حدیث ہے۔ یہ نہیں کہ اعمال نہ کرو یہ کبھی بھی گمان نہ کیجیے گا۔ یہ میں اعمال کیخلاف بات نہیں کر رہا بلکہ میں نیات کے حق کی بات کر رہا ہوں۔ ان نیات کے حق کی بات جنہیں اعمال زدہ لوگ سرے سے بھول جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا تو نے کسب قیامت کے لیے کیا کیا ہے کہ اتنی جلدی قیامت کا پتا پوچھ رہا ہے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا تو کچھ نہیں کیا۔ کہا تُو نے نمازیں بہت پڑھی ہیں؟ کہا نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزوی سی ہیں بس۔ فرمایا روزے بڑے رکھے ہوں گے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی گرمی پڑتی ہے، فدیہ دے دے کے ہی روزے رکھے ہیں۔ اور پھر خیرات وصدقات بڑے دیے ہوں گے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ہے ہی کچھ نہیں دینے کو۔ میں تو لوگوں سے مانگ کے کھاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پھر تو قیامت کے بارے میں کیوں پوچھتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ فرمایا پھر قیامت کے دن لوگ انہی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے ان کو محبت ہوگی۔ اللہ بخشے امام ابن تیمیہؒ بڑے سخت تھے۔ امام ابن تیمیہؒ تو آپ سب جانتے ہیں بہت بڑے عالم، بڑے محدث، بہت بڑے فقیہہ مگر مزاج کے سخت تھے۔ سخت! گنجائش نہیں دیتے تھے۔ ہم پھر بھی انہیں پسند کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ گنجائش نہیں دیتے پھر بھی اسی زمانے میں قطب الاقطاب سیدنا خواجہ ابوالحسن شاذلی زندہ تھے۔ شاذلیہ آج بھی آپ کو پتا ہے امام مغرب کہلاتے ہیں۔ تمام مغرب میں حضرت شاذلی کا سلسلہ چلتا ہے تو امام ابن تیمیہ نے ایک خط لکھا۔ شاذلی باز آ۔ تو لوگوں کو بڑے محبت کے سبق دیتا ہے۔ بڑی نیات کے عمل سکھاتا ہے۔ اگر اعمال کی بات نہ کرے گا تو تجھے ضرور سنگ ساری کی جائے گی۔ امام شاذلی نے جواب میں یہ حدیث لکھ کے بھیج دی جو ابھی میں نے سنائی اور کہا بھئی ہم تو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے اگر تم لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محدود کرنا ہے تو پھر ہم تمہاری سیادت بھی نہیں مانتے۔ وہ رحمت اللعالمین ہیں۔ تم انہیں محدود اللعالمین لیے جاتے ہو۔ وہ قیامت تک انسانوں کے لیے شفاعت وکرم وجود وسخا کا منبع ہیں اور تم کسی بخیل اور قارون کی طرح انہیں چند صندوقوں کی کنجیوں میں باندھ کے رکھنا چاہتے ہو۔ کیا محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کو رحم کرنے سے پابند کیا جا سکتا ہے؟ "انما انا قاسم واللہ یعطی" (بخاری) حدیث ہے کہ اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ خواتین وحضرات نبی ہوتے کس لیے ہیں۔ نبی پر سوال کیا جاتا ہے کہ ان کو غیب کا علم ہے کہ نہیں۔ خواتین وحضرات! غیب کیا ہوتا ہے جس کی انفارمیشن نہ ہو۔ فرض کریں کہ میں نے دس کتابیں پڑھی ہیں اور میرے بھائی نے بیس پڑھی ہیں تو دس کتابوں تک میں اور وہ شہود میں ہوں گے۔ گیارہویں کتاب شروع ہوگی اور میں غیب میں چلا گیا میں نے تو پڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ میرے تو شناخت میں نہیں ہیں۔ تو انفارمیشن کی حدود سے غیب وشہود کا تعین ہوتا ہے۔ یعنی جتنی انفارمیشن ہوگی۔ ایک جادوگر ہے، اس کو سحر کاری کی انفارمیشن ہے۔ وہ آپ کو حیران کر دیتا ہے، سراسیمہ اور پریشان کر دیتا ہے۔ ایک عالم جو اپنے علم سے آپ کے دل میں عقیدت، محبت اور عبودیت کا احساس پیدا کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے یہی بات اللہ نے کہی۔ "عسٰی ان تکرھوا شیئا ھو خیر لکم" (البقرۃ: آیت ۲۱۶) کسی چیز میں تم کراہت کھاتے ہو اس میں خیر ہوتی ہے۔ "و عسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم" (البقرۃ: آیت ۲۱۶) اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو، وھو شر لکم اور اس میں شر ہوتا ہے۔ اگر میں نہ جانتا ہوتا، اللہ کا کہنا یہ ہے، اگر میں نہ جانتا ہوتا، اگر میں تمہارا خیال نہ رکھتا، اگر میں تم پہ مہربان نہ ہوتا تو تم لوگ ضرور میرے لیے نت نئے پاکھنڈ پھیلاتے، اور نئی نئی آفتیں لاتے۔ اس لیے میں تمہیں یہ صاف صاف بتا دوں کہ "واللہ یعلم و انتم لا تعلمون" (البقرۃ: آیت ۲۱۶) کہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ خواتین وحضرات! یہ ہر استاد پہ قانون لاگو ہوتا ہے۔ استاد شاگرد کو کہتا ہے کہ یہ سوال غلط ہے۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ جہاں انفارمیشن موجود ہے، وہاں شہود ہے۔ جہاں انفارمیشن نہیں ہے وہ غائب ہے۔ مگر دیکھیے تو سہی غائب ہے کیا۔

جب کسیڈینز نے سلطنت اسرائیل تباہ کی تو حضرت دانیال 70 ہزار قیدی ساتھ لے کے گئے اور بنی اسرائیل کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا، ان کے جوانوں کو قتل کیا۔ بڑی دیر گزری حضرت عزائیل نے رونا پیٹنا کیا۔ پیغمبران بنو اسرائیل بڑے روئے کہ اس مصیبت کو خدا ٹال۔ پھر حضرت دانیال کا زمانہ آیا۔ حضرت دانیال اک پیغمبر تھے۔ اک نبی تھے اور باقی اس زمانے میں ڈیڑھ سو کے قریب اور بھی نبی تھے۔ حضرت دانیال کے لیے یہ بات ثابت کرنا کہ وہ اصلی نبی تھے بہت مشکل ہوا۔ مگر نبی کی پہچان غیب کی خبر جاننا ٹھہرا۔ اس وقت کے دوران میں حاکم وقت نے ایک خواب دیکھا۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ اس خواب کی تعبیر کون بتائے۔

بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو شخص مجھے خواب بتائے گا پھر تعبیر بتائے گا تو میں اس کو میں نبی مانوں گا۔ اب جو جعلی لوگ تھے وہ بیچارے تعبیر تو کر ہی لیتے ادھر ادھر کہیں سے یا تاویل گھڑتے! اب یہ کیسے بتاتے کہ بادشاہ نے کیا خواب دیکھا ہے یہ تو بڑی غائب کی بات تھی۔ پھر حضرت جبرئیل امین اترے۔ دانیال کے پاس آئے کہا کہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر یہ ہے اگلے روز پھر بادشاہ کے حضور دانیال پیش ہوئے اور کہا بادشاہ تو نے ایک انگلی کو دیوار پہ لکھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس نے لکھا ہے تو جانچا گیا، پرکھا گیا اور تخت وتاج سے گرایا گیا۔ بادشاہ کو یقین ہوا۔ اس نے کہا یہی نبی ہے جو غائب کی خبر لاتا ہے۔ اور وہی ہمیشہ نبی کہلاتا ہے۔ اور غائب کی خبر کیا ہے۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ غائب کی خبر یہ ہے کہ کسی کے گھر میں کیا پکا ہوا ہے، یہ بتا دینا۔ یہ تو بہت پہلے حضرت عیسیٰؑ کے علم میں تھا۔ "وانبئکم بما تاکلون وما

Marfat.com

تدخرون فی بیوتکم" (آل عمران: آیت ۴۹) قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ملکہ بخشا، استعداد بخشی، "وایدناہ بروح القدس" (البقرۃ: آیت ۸۷) جبرئیل امین کی مدد بخشی، حتیٰ کہ جب یہ لوگ ایک طوائف کو سنگسار کرنے لگے تو حضرت عیسیٰ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے موقع پر فرمایا، اس کو پہلا پتھر وہ مارے جس نے پہلے خود کبھی یہ گناہ نہ کیا ہو اور یہ دیکھ لینا کہ میں تمہارے باطن اور ظاہر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ "وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم" اور میں بتا سکتا ہوں تم گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا صندوقچوں میں چھپا چھپا کے رکھتے ہو، سارے ڈر گئے۔ پتا تھا کہ عیسیٰ نبی ہے۔ پتا تھا یہ خبر غائب رکھتا ہے۔ مگر خواتین و حضرات! خیر یہ تو عطا و بخشش ہے۔ اللہ جس کو جو خبر دینا چاہے اسے خبر دیتا ہے۔ لہٰذا ان کا Source دیکھنا چاہیے۔ ایک عام سا Source ہے، سکائی لیب ہے یہ ساری دنیا کی خبر رکھتی ہے۔ کل بھی امریکہ دعویٰ کر رہا تھا کہ وہ ہماری میزائل سائنس جانتا ہے۔ وہ جہاز کے اڑنے سے پہلے ہی دیکھ لیتا ہے، وہ تین منٹ میں اسی مقام پر چیز تباہ کر دیتا ہے۔ زمین کا دجال تو بڑے بڑے اعلیٰ کلیم Claim کرتا ہے، اور آپ سب مانتے ہیں۔ اور وہ زمین و آسمان کا رب جو کلیم کرتا ہے، آپ کو اس کے ماننے میں کتنا دریغ ہوتا ہے۔ اس کا پیغمبر کہتا ہے، بھئی میں تمہیں غائب کی خبر دے رہا ہوں کہ خدا ہے۔ خدا ہی غائب ہے نا! خدا کے سوا کون غائب ہے۔ اللہ کے سوا تو کوئی غائب نہیں ہے۔ امنت باللہ، سب سے پہلا غائب خدا ہے، کسی فرد و بشر نے اسے نہیں دیکھا ہوا، نظر میں آج تک آ ہی نہیں سکا۔ کوئی شہادت نظری موجود نہ تھی۔ کوئی چیز ایسی حقیقت نہ تھی۔ ایک ہی غائب تھا، اسی غائب کے توسط سے جنت و دوزخ ہے۔ اسی غائب کے توسط سے عذاب قبر ہے، اسی غائب کے توسط سے سارے غائب ہیں۔ جو آپ کو غائب نظر آتے ہیں۔ مگر جو نبی اللہ کی انفارمیشن دے رہا ہے، اللہ کو غائب سے حضور میں لا رہا ہے، غیب سے شہادت میں لا رہا ہے، "ما زاغ البصر وما طغی O لقد رای من ایات ربہ الکبریٰ O" (النجم: ۱۷، ۱۸) اس کی آنکھوں نے کوئی کجی نہیں کی، اس نے کھلی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا۔ بہت کہتے ہیں بڑا دانشور کہتے ہیں جبرئیل کو دیکھا۔ تو بھئی جبرئیل تو لگے پھرتے ہیں، زمین پر۔ جبرئیل تو وہ فرشتہ ہے، پرانے زمانے میں Greek Mythology میں Hermes the Massenger ہوا کرتے تھے۔ لگتا ہے جبرئیل کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جبرئیل ہی کی بگڑی ہوئی شکل Hermes the Massenger ہے۔ دراصل اللہ کی طرف سے ہر پیغمبر کو ہر حال میں پیغام رسانی کا فریضہ جبرئیل امین دیتے رہتے۔ آدم نے جبریل کو دیکھا۔ شیث نے دیکھا، نوح نے دیکھا، عیسیٰ نے دیکھا، موسیٰ نے دیکھا کون سا ایسا پیغمبر ہے جس نے ہر رنگ میں جبرئیل کو نہ دیکھا ہو۔ پھر جبرئیل کا معراج پہ دیکھنا کون سا وصف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواتین و حضرات، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ختم المرسلین ہیں، اس لیے رحمت اللعالمین ہیں کہ جہاں جہاں رب العالمین ہے وہاں رحمت اللعالمین ہیں اور جہاں پروردگار کو شہادت کی ضرورت پڑی، جہاں اپنے لیے ایک واحد شہادت متمکن کی اور اپنے غائب کو شہود میں لانا چاہا۔ اپنا حضور اسٹیبلش کرنا چاہا، وژن کے بغیر کرنا چاہا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے واحد و یکتا کے واحد و یکتا شاہد ہیں۔ اور ان کے بغیر زمین پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا، اللہ کی کوئی شہادت نظری موجود نہیں، شہادت بصری موجود نہیں،

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں عرفان ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے۔ ایک آخری بات جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرتی ہے جو اللہ کو خوش کرتی ہے، حضرت کعبؓ بہت تسبیح کیا کرتے تھے، فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود پڑھا کروں، فرمایا ہاں۔ فرمایا ایک تہائی پڑھا کروں؟ فرمایا اور پڑھا کرو۔ فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف پڑھا کروں، فرمایا اور پڑھا کرو۔ فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود ہی نہ پڑھا کروں۔ فرمایا کفایت کرے گا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوالات و جوابات

یاجوج ماجوج کی کہانی!

سوال: یاجوج ماجوج کو ذوالقرنین نے کس مقام پہ قید کر رکھا ہے یہ قومیں کب ظاہر ہوں گی؟

جواب: یاجوج ماجوج کو اس نے کہیں قید نہیں کیا بلکہ یہ ایک قوم تھی کہ جو صحراؤں سے اٹھی تھی اور یاجوج ماجوج دراصل جو لفظ ہے Hagog Magog یہ یورپ میں بھی مستعمل ہے بلکہ فرانس کے Town Hall کے سامنے کبھی ان کے دو مجسمے لگے ہوئے تھے۔ Magog اور Hagog ان کو کہا کرتے تھے۔ حضرت نوح کے تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے انہی میں سے تھے۔ وحشی جنگلی تاتاری، انہی میں سے منگول تھے انہی میں سے اب ہونز تھے۔ انہی میں سے Chinese ہیں۔ اور ان کی بربریت مشہور ہے۔ تو یہ زمین پہ بڑی کثرت سے ہیں مگر جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پہ ایسا رعب رکھا ہوا ہے بلکہ آپ دیکھیں گے China میں کبھی یہ عادت پیدا نہیں ہوتی کہ اپنے انقلاب کو باہر لائے حالانکہ روس انقلابی تھا تو اس نے ساری دنیا پر Revolution لانے کے لیے Material Dialectics کی کوشش کی مگر چائنا نے اور زیادہ Powerful ہونے کے باوجود بھی کبھی اپنے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ سدِ سکندری جو ذوالقرنین نے اس وقت اور اس کے علاوہ بھی یاجوج و ماجوج کو جس چیز نے قید کر رکھا ہے وہ تقدیر الٰہی ہے اور زمانہ آخر میں جب باقی قومیں مسمار ہو جائیں گی تو یہ زندہ بچ جائیں گے اور یہ نکلیں گے اور آپ سوچ لو ایک ارب انسان جب اپنی خوراک کے لیے نکلے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پوری ہوگی کہ پانی کا ایک ایک قطرہ سمیٹ جائیں گے خوراک کا ایک ایک ذرہ کھا جائیں گے بلکہ زندہ انسانوں کو کھائیں گے اور پھر ایک Virus سے سارے مر جائیں گے ان کی گردنوں کے گرد پھوڑے نکلیں گے۔ Most Probably کتے، بلیاں، چوہے تو اب بھی یہ صاف کر جاتے ہیں اور ان کی عادات تمام کی تمام وہی ہیں جو کتاب ہائے حدیث میں قوم یاجوج و ماجوج کی آئی ہیں مگر ان کا Self Check اتنا اچھا ہے کہ اب بھی آپ اگر China کو دیکھیں تو پچیس سال کے لیے انہوں نے کسی قسم کی مداخلت اور جنگ اپنے اوپر بند کی ہوئی ہے تو وہ بڑی سیانی قوم ہے۔ آپ بھی سمجھیں کہ یاجوج ماجوج کی شرط پچیس سال میں سے دس گزر گئے ہیں پندرہ باقی ہیں۔

Marfat.com

بچوں کی کردار سازی میں اسلام کا کردار

سوال: آج کے دور میں ہم اپنے بچوں کے کردار اور شخصیت کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے کیا اقدام کریں؟

جواب: صرف ذاتی مثل ایک بڑے اچھے Educationist نے لکھا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں مگر اس بڑے Top کے Educationist نے ایک بڑی معقول بات کی کہ لوگ مقدر پرست تو ہوتے ہیں مگر بچوں کے معاملے میں نہیں۔ ہم تو ایسے بڑی بات کرتے ہیں کہ جبر ہی جبر ہے، تقدیر ہی تقدیر ہے مگر جب اپنے بچوں کی باری آتی ہے تو یہ مقدر پرست نہیں ہوتے ان کو کیوں یقین نہیں آتا کہ اس بچے کا مقدر ڈاکٹر بننا نہیں یا انجینئر بننا نہیں یا اس کا مقدر کیا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی نشوونما اپنے جنون اور آسیب سے کرتے ہیں جس ماں نے کبھی میٹرک پاس نہیں کیا، کیا وہ اس پہ جوتیاں اس لیے لگا رہی ہوتی ہے کہ Beacon House میں فرسٹ آئے اور جس باپ کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شعور نہیں ہوا وہ خواب دیکھ رہا ہوتا ہے کہ میرا بچہ P.hd کر کے یونیورسٹیاں تباہ کرے۔ اور خواتین و حضرات اس قسم کی جبریت ہماری Wishfull Thinking ہے۔ یہ ہماری Ideal خواہش ہے اس کو ہم عقل نہیں کہہ سکتے۔ ہر بچے کی اپنی Capacity ہے اب اگر دیکھو تو یہ انگریزی اور دوسرے سکولوں کے بچے جب چلتے ہوئے نظر آتے ہیں بے چارے ٹانگیں گھسیٹ رہے ہوتے ہیں، کتابوں کے بوجھ تلے اتنا وزنی کتابوں کا تھیلا اٹھاتے اٹھاتے یہ بچے شروع ہی سے تھک جاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر ان کو آپ پانچویں میں فرسٹ کرالو، مائیں سخت ہوتی ہیں، مار پیٹ کرتی ہیں، سرزنش کرتی ہیں پانچویں چھٹی میں فرسٹ کرا لیتی ہیں مگر جب بڑی کلاسوں میں پہنچتے ہیں تو یہ پھر فیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ Incompetence ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے ہے کہ We don't agree with God

ہم اپنے بچوں کی اہمیت جاننے کی کوشش نہیں کرتے، ہم پہ تو جنون سوار ہے کہ یہ فرسٹ کیوں نہیں آرہا۔ سیکنڈ کیوں نہیں آرہا اگر ہم بچوں کو نارمل وقت دیں، ان کی نارمل تربیت کریں اور خدا سے راضی رہیں کہ جو علم جو رتبہ جو مرتبہ جو مال اس نے کسی کو دینا ہے وہی دینا ہے تو ہم اپنے بچوں کی بہت بہتر تربیت کر سکتے ہیں۔

موحد کا خبطی ہونا کیا گناہوں سے برأت ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب اس بات کی وضاحت کریں لا الہ اللہ کہنے کے بعد خبطی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان زنا کرے چوری کرتا ہے اس کی پکڑ نہیں؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ جو میں نے آپ کو حدیث سنائی اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دیکھیے بات یہ ہے کہ کچھ افعال ہمارے اس دنیا پہ ہیں اور ہم پر شریعت کے کچھ قواعد نافذ ہیں اور اگر آپ اس کا گواہ رکھتے وہ تمام اعمال جس پہ کوئی گواہ ہوگا وہ West ہو یا East میں ہو وہ خدا کا قانون ہو یا کوئی دوسرا قانون ہو۔ قرآن و شریعت سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے جتنے قوانین ہیں جیسے West نے دیے ہمیں جیسے American Civilization میں ہیں Birtish

Civilizaiton میں ہیں وہاں کے قانون اور ہمارے قوانین سے مکمل اتفاق نہیں کرتے غلطیاں ہوتی ہیں۔ سزائیں ہوتی ہیں پھر جو ثبوت مل جائے جو گواہ مل جائے اگر آپ کی شریعت نافذ ہوگی تو جو ثبوت ملیں گے گواہ ملیں گے اس کا تعلق آپ کے مذہب سے نہیں ہے یہ میں آپ کو بات سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی خطا آپ کے زنا آپ کی چوری اس کا تعلق آپ کے مذہبی فکر سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے شریعت کی صورت میں ایک Safe Area دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا ہے کہ اگر میری مرضی کے مطابق معاشرہ ترتیب دو گے تو خدا نے کہا کہ تم بڑے آسان رہو گے "ما انزلنا علیک القران لتشقی" (طٰہٰ: آیت ۲) میرے سسٹم میں مشقت نہیں ہوگی۔ میرا سسٹم بڑا درست رہے گا، عزت سے رہو گے محبت سے رہو گے اور اس میں قوانین بالکل ویسے لاگو ہوں گے جیسے آج کوئی چوری کرتا ہے He has a punishment، سزا میں فرق ضرور ہے ادھر جیل میں ڈال دیں گے۔ ادھر ہاتھ کاٹ دیں گے اس لیے کہ قرآن اور اللہ کی شریعت Compensation میں یقین رکھتی ہے۔

British Law میں Compensation کوئی نہیں ہے۔ ایک آدمی جس کی بیٹی کا جہیز ہے اور تیار بیٹھا ہوا ہے۔ بڑی مجبوری سے جب اس نے جمع کیا اور چور آ کر اس کو لوٹ کر چلا جاتا ہے تو اس کو جیل جانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ آپ کو اس شخص سے پوچھنا چاہیے۔ اور قرآن میں تمام قوانین Compensation کے Law ہیں کہ Maximum Compensation انسان کو کس طرح دی جاسکتی ہے۔ آپ اس غریب شخص سے جا کے پوچھو کہ تو اس شخص کو کیا سزا دینا چاہتا ہے جس نے تیری عزت، بھرا ابھرایا مال، جس نے تیرے مشکل ترین وقت میں تجھے برباد کر دیا ہے تو مجھے یقین ہے وہ کہے گا اس کو قتل کر دو۔ اس کی گردن اڑا دو مگر چونکہ اس نے قتل نہیں کیا ہوتا اس لیے قرآن اس کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے کہ اگر یہ ایک انسان کے مکمل بربادی ذہن کا باعث بنا ہے تو Practically کسی دوسرے کی بربادی کا باعث نہ بنے۔ آج تک جتنے قوانین بنائے گئے ہیں یورپ میں اصلاح کے لیے Psychologists وہاں جاتے ہیں۔ مجرمین کی اصلاح کرتے ہیں اس کے باوجود امریکہ میں پندرہ برس پہلے Newyork میں موت کی سزا معطل کر دی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ یہ ظلم ہے جبر ہے مگر پندرہ سال کے بعد Mayor نے Capital Punishment دوبارہ عائد کر دی۔ تو پتا یہ چلا کہ اس عرصے میں تمام اصلاح کے باوجود جو طریقہ کار تھے وہ فیل ہو گئے تو زنا اور شراب کا تعلق انسان کے اعتبار یقین سے نہیں ہے۔ یہ وقتی کیفیتیں ہیں۔ جب ایک وقتی کیفیت ہوگی تو اس کے بعد کی کیفیت ایمان کی ہوسکتی ہے جیسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو زنا کرتا ہے ایمان رخصت ہو جاتا ہے پھر پلٹ آتا ہے چوری کرتا ہے اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے پھر پلٹ آتا ہے تو ایمان کا تعلق ذہن سے ہے داخلی سوچوں سے ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مطلق ہے کہ باوجود ہر گناہ کے اگر کسی نے اللہ پہ یقین رکھا تو یقیناً جنت میں جائے گا اور اسے دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔ اس سلسلے میں میں آپ کو ایک آخری حدیث بھی سنا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حدیث قدسی ہے اور مسلم اور بخاری میں ہے کہ اللہ نے جبریل امین سے پوچھا کہ تو نے اس گناہ گار کو دیکھا وہ کیا کہتا ہے تو کہا اے پروردگار یہ گناہ گار تجھ سے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اچھا یہ جانتا ہے کہ میں ہوں۔ جبریل امین نے کہا ہاں یہ تو آپ کو اللہ مانتا ہے۔ لہٰذا اللہ نے جبریل سے کہا کہ اسے کہو کہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس شخص نے پھر

Marfat.com

گناہ کیا جب گناہ کیا تو پھر توبہ کی تو اللہ نے کہا جبریل اس نے پھر گناہ کیا اور پھر توبہ کی۔ اس کو تو پکا پتا ہے کہ میں ہوں جا اسے کہہ دے کہ میں نے اسے معاف کیا۔ اس شخص نے پھر گناہ کیا پھر توبہ کی تو اللہ نے کہا جبریل اس کو بالکل پکا ہی پتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور بخشنے والا ہوں اس کو کہہ دے جو مرضی کر میں نے تجھے بخش دیا۔ یہ ذہنی Questions ہوتے ہیں۔ اعتبار کی بات یہ ہے کہ میں ہزار غلطیوں کے باوجود اپنے باپ کو باپ ہی جانتا ہوں۔ میں اُس اللہ کا بندہ ہوں۔

غیر متوازن ماحول میں انسان متوازن کیونکر ہو؟

سوال: آپ انسانی زندگی میں توازن پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں مگر جب ماحول اور معاشرے کے اندر توازن موجود ہی نہیں اور ہر طرف گھٹن، جبر اور استحصال ہے تو پھر آپ انسان سے کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس Indifference ماحول میں اپنے اندر توازن پیدا کرے۔ مثلاً ابھی جبر کے متعلق بات کی ہے کہ مسلم امہ تو ڈکٹیٹر شپ کے اندر رہ رہی ہے یا بادشاہت کے اندر رہ رہی ہے لہٰذا ڈکٹیٹر شپ تو سوچ پہ پہرہ لگا دیتی ہے اور مسلم امہ چودہ سو سال سے اس کا سدِ باب نہیں کر سکی۔ آپ۔ اس سے کیسے توقع کرتے ہو کہ اس کے رویوں میں Extremism، پیدا نہ ہو اور یہ متوازن رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ سر، وہ لوگ جن کا علم ان کی عقل سے بڑھ جاتا ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں ایسے ہماری تاریخ میں سینکڑوں لوگ گزرے ہیں ان کو آپ کس زمرے میں شامل کریں گے؟

جواب: یہ دونوں سوال جو بڑی دور دور کے ہیں آپ نے دو بڑے کائناتی Ends ملانے کی کوشش کی ہے۔ پہلے دوسرے سوال کا جواب دے دوں گا۔ جو لوگ بھی علم میں حد سے بڑھتے ہیں مکمل جبریت کے قائل ہوتے ہیں اس لیے وہ دخل نہیں دیتے مقدر میں اور جو نارمل لوگ ہیں وہ مقدر میں دخل دینے کی کوشش کرتے ہیں ایک بندہ رنجیدہ ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ اس میں اس کا رنج اتنا بڑھ جائے کہ وہ ایک اضطرابی کیفیت میں جا کر کسی کے قتل کا باعث ہو جائے کسی سے جنگ کا باعث ہو جائے یہ اتنی بڑی امت جو ہے تمام تر اگر چہ ان یورپی دعوے داروں کے سامنے مقہور و مجبور Feel کر رہی ہے ہم اتنے مجبور بھی نہیں ہیں جب تک ہمیں احساس مجبوری نہ دلایا جائے بلکہ عراق میں اس میں چند ایک مجاہدین نے ہمیں سبق دیا ہے تو چند ایک نے اتنی بڑی قوت کو اس بری طرح رسوا کر دیا کہ وہ بھاگنے اور چھوڑنے پہ آمادہ ہو گئے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جو لوگ مقدر پہ یقین رکھتے ہیں وہ شاید زیادہ تگ و دو کرتے ہیں۔ وہ اپنے افعال کے نتائج مرتب نہیں کرتے اتنی Important بات ہے جو شاید آپ کے مقدر کے ضمن میں نہ سنی ہو چونکہ زندگی میں متحرک رہنا، کام کرنا اس کا تعلق مقدر کے نتائج سے نہیں ہے فرض کرو کہ اگر میں یہ جانتا بھی ہوں کہ مجھے کدھر جانا ہے میرا کیا انجام ہے میرا علم کہتا ہے کہ میں اپنے انجام میں مداخلت نہیں کر سکتا میں کام کرتا چلوں، صبح کروں، دوپہر کروں، شام کروں بغیر اس خواہش کے کہ میرا انجام کیا ہوتا ہے تو یہ ایک بہت بڑے صبر و استقامت کی بات ہے۔ بہت بڑے علم کی بات ہے اس لیے شاید صوفیاء الٰہیات یا اللہ کے وہ بندے جو دوسرے بندوں پر سبقت لے جاتے ہیں اور قرآن میں انہیں اصحاب قون کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ دوسری طرف جیسے آپ رنج و بلا کی بات کر رہے ہیں یہ عمل اور ردِ عمل جاری رہتا ہے حتیٰ کہ جب یہ

Marfat.com

عمل ان اعمال کو کھا لیتا ہے شاید جب خداوند کریم کا طریقہ Throughout History یہی ہے ہمیں Religious History بتاتی ہے کہ جب ظلم وتشدد گناہ گاری اتنی بڑھ جاتی ہے تو قرآن ایک قانون دیتا ہے کہ بہت ساری قوموں کو ہم نے اس وقت تھام لیا ہے جب اپنی معیشت پہ اترا رہے تھے۔ فرمایا جب ہم قوموں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کے امراء اور رؤسا کو گناہوں کی طرف مائل کرتے ہیں تو قرآن بھی کچھ قانون دیتا ہے جب ہم اس قانون کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آج کے جبار کل کے مظلوم ہیں اور کل کو شاید انہی ظالمین پر آپ کو ترس آئے گا۔ اب بھی میں Feel کرتا ہوں جو کچھ انہوں نے کرنا تھا وہ کر چکے ہیں۔ مگر مسلمان تو سو چکے ہیں ان کی غیرتوں کو وہ اکسا چکے ہیں اور جو Retaliation کا دور اب شروع ہونے والا ہے یہ کوئی نیا نہیں ہے۔ اگر آپ اس کو Historical Parallel لیں تو پہلے بھی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں بالکل وہی توازن تاریخ اب بھی جاری ہو رہا ہے ابھی اس طرح یورپین آرہے ہیں ابھی ان کے گماشتے اسی طرح مسلمانوں کو ڈانٹ رہے ہیں۔ اب بھی اسی طرح صلاح الدین ایوبی کی طرح ایک بادشاہ گھر گھر جا رہا ہے رو رہا ہے پیٹ رہا ہے کہ خدا کے لیے اکٹھے ہو جاؤ کسی طریقے سے۔ بدقسمتی سے اس وقت ہماری صفوں میں صلاح الدین نہیں ہے مگر ہمارے لوگ Feel کر رہے ہیں کہ ہمیں ایک مقصد کے لیے اکٹھا ہونا چاہیے مجھے یقین ہے انشاء اللہ

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

خواتین وحضرات! میں بے حد وحساب شکرگزار ہوں، میں نے شاید پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ کا صبر آزمایا جائے گا آپ کو بہت سی باتیں سنی پڑیں گی بہت سوال وجواب ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ آپ نے بڑے حوصلہ اور صبر سے میری باتیں سنیں اور برا منائے بغیر سنیں اور I am very very thankful to you انشاء اللہ تعالیٰ ایسے خوبصورت ماحول اور اتنے پرسکون حالات میں انشاء اللہ پھر بھی ملاقات کی حسرت رہے گی اور میں اور آپ، اب مل کر خدا کے حضور دعا گو ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز اللہ تعالیٰ ہمیں برکتیں اور کرم بخشے۔ آمین۔

Marfat.com

جہاں سورج نہیں ڈھلتا

قائدین کی کثرت میں قیادت کا فقدان

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، جدید علوم کی بہتات نے انسان کو پریشان کر دیا ہے اور وہ ایک فیشن کے طور پر ان کی تحصیل میں مصروف ہے۔ ہر آدمی اس Marathon Race یا دھکا پیل میں شریک ہے لیکن اس کو اپنی منزل کی خبر نہیں ہے۔ ہماری رفتار از حد تیز ہے لیکن سفر بہت آہستہ ہے۔ ہم تیزی سے راستے سر کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں لیکن فاصلے برابر بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہمارا کرب یہ ہے کہ ہمیں قائدین کی کثرت نے قیادت سے محروم کر دیا ہے۔ ہم مذہب کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اکثریت کو اپنے مذہب کی آگہی حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آس پاس مذہب سے برگشتہ لوگوں کا ایک ہجوم ہے جو موجودہ زمانے کی تعلیم سے تو آراستہ ہے لیکن وہ مذہب کی حقیقی روح سے مکمل آشنائی نہیں رکھتا ہے۔ مذہب کے اس واجبی علم نے آج کے انسان کو از حد پریشان کر رکھا ہے کیونکہ وہ اپنے محدود سائنسی اور دنیوی علم، تعلیمات اور مشاہدات سے اپنے دین اور اپنے اللہ کا عرفان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے کہ ہم ایک غیر معمولی چیز کو معمولی علم سے پانے کی سعی کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں حقیقت اشیاء کا علم نہیں ہے حالانکہ انبیاء اور صوفیاؑ کو ہمیشہ اشیاء کا حقیقی ادراک حاصل کرنے کی آرزو رہی ہے۔ انسان کا اپنی نفسیات کے اعتبار سے ہر دور میں یہ المیہ رہا ہے کہ وہ جس چیز کی حقیقت کو سمجھنے کی استعداد اور اہلیت نہیں رکھتا تھا، اس بات کا بلا تامل اور بلا توقف ارتداد و انکار کر دیتا تھا۔ فلسفۂ دین اور خدا کے عرفان کے حوالے سے یہ نکتہ تو آج کل فیشن کی حد تک عام ہو گیا ہے۔ ہر شخص جو دو چار جماعتیں یا دو چار کتابیں پڑھ جاتا ہے اور چند سائنسی نظریات اور فلسفیانہ تصورات جانتا ہے، قرآن، مذہب اور خدا سے برگشتگی کا ضرور اعلان کرتا ہے۔ اس نفسیاتی نکتے کا پس منظر یہ ہے کہ وہ ایسی اوٹ پٹانگ، بے بنیاد اور بے تکی باتیں کر کے اپنے آپ کو پڑھا لکھا، ترقی یافتہ اور جدید نظریات و تصورات کا حامل شخص ثابت کرنا چاہتا ہے۔ دراصل مغربیت کی ہوا نے ہمیں فکری اور علمی مفلسی کا شکار بنا دیا ہے اور ہم شیشہ گران فرنگ کے ذہنی طور پر غلام بن کر نہ صرف اپنے غیر معمولی مذہبی علمی ورثے سے آشنائی اور استفادہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہیں بلکہ ہم نے مغرب کی جانب سے آنے والے نظریات و تصورات اور فلسفے کو اپنے لیے توقیر کی علامت بنا لیا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے یقیناً اسی بد

Marfat.com

روشنی سے بچنے کے لیے یہ دعا مانگی تھی۔

برق کے لیمپ سے آنکھوں کو بچائے اللہ
روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے

آج اکثریت کی یہی حالت ہے یعنی چند ڈگریاں اور مروجہ محدود معاشرتی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم نے روشنی تو حاصل کر لی ہے لیکن ہمارے اندر کا نور گم ہو گیا ہے اور ہم واقعی اشیاء کی حقیقت دیکھنے اور سمجھنے سے عاری ہو گئے ہیں۔ بقول اقبال

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا ہے

کسی غیر معمولی شے کی قطعی حقیقت سمجھنے کے لیے مسلسل شدید جستجو، شوق اور اضطراب کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک خاص خلوص، لگن اور انہماک کے بغیر قرآن و حدیث کی ندرتیں، فلسفۂ دین کی نزاکتیں اور خدا اور رسولؐ کے عرفان کی لطافتیں شعور انسانی میں نہیں آ سکتی ہیں۔ اس بلند تر مقصد کے حصول اور لطیف نکتے کے ادراک کے لیے نہ صرف پیچ و تاب رازی کی ضرورت ہے بلکہ سوز و ساز رومی بھی ضروری ہے۔

اسی ادق نکتے کی تفہیم کے لیے ممتاز مذہبی دانشور پروفیسر احمد رفیق اختر ایک زمانے سے مخلصانہ کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ فلسفہ یا فلسفۂ مذہب اور خدا کا عرفان اس قدر آسان نہیں ہے کہ ہر Tom Dick and Harry جس کو اپنے وجود کی ابتدا اور انتہا کا بھی صحیح ادراک نہیں ہے اور جو اس خاص فیلڈ کا نہایت محدود علم رکھتا ہے، وہ خدا، قرآن، حدیث اور فلسفۂ مذہب کا ناقد، مفسر اور شارح بن جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ مذہب کے ساتھ مذہب کے پیروکاروں نے انصاف نہیں کیا۔ انہوں نے مذہب کو اس کا صحیح مقام حاصل ہونے نہیں دیا۔ اگر مذہب کو اس کا حقیقی مقام عطا کر دیا جاتا تو آج مذہب پر اتہام رکھنے والوں کی تعداد اور شدت اس قدر زیادہ نہ ہوتی۔ وہ مذہبی سلسلہ جو یہودیت اور عیسائیت کی وادیوں سے ہوتا ہوا اسلام کی آخری منزل تک پہنچتا ہے، مذہب کے ٹھیکے داروں اور پیروکاروں نے اس کی حالت اور شکل کو مسخ کر دیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا اور مذہب کو ایک فطری تسلسل اور دیانتدارانہ ربط اور تواتر کے ساتھ آگے بڑھنے دیا جاتا تو آج مذہب کی حقیقی روح کا عرفان حاصل کرنا از حد مشکل نہ ہوتا اور مذہب جو خدا کا بھیجا ہوا اور بتایا ہوا طریقہ، انداز اور فلسفہ ہے اس میں غیر معمولی اور غیر حقیقی فکری اور عملی تناقض ہرگز نہ ہوتا۔ خدا جو قرآن میں اعلان کر رہا ہے کہ تمام لوگ ازل سے موحد تھے لیکن انسانوں نے مجرمانہ فکری غفلت سے رفتہ رفتہ اس میں شرک کا عنصر شامل کر دیا اور مخلوق خدا کو مختلف خانوں، رنگوں اور متضاد نظریات و افکار میں تقسیم کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس جو تحقیق و جستجو اور مشاہدات و تجربات کا ایک دیانتدارانہ تسلسل ہے اور اس میں برابر ایک مخلصانہ تواتر اور بدلتے ہوئے لمحات اور اوقات کے مطابق جدید تبدیلیوں اور اضافوں کو قبول کرنے کا حوصلہ اور ظرف بھی پایا جاتا ہے۔ اس طرح مذہب میں بددیانتی اور عدم واقفیت کی بناء پر ایسا ہونے نہیں دیا گیا ہے حالانکہ یہ وقت اور تاریخ کی اہم ضرورت تھی کہ سائنسی نقطۂ نظر اور مزاج کی طرح مذہبی آسمانی تبدیلیوں اور ضرورتوں کو بھی قبول کیا جاتا لیکن بدقسمتی سے مذہب کے حوالے سے ایسا نہیں ہوا اور مختلف

Marfat.com

مذہبی گروہوں نے مذہب کی جدید ترین اور ترقی یافتہ صورت کو ابھرنے اور پنپنے کا قدرتی اور فطری موقع عطا نہیں کیا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ مذہب ایک جامد سی شے بن گیا ہے اور اس میں انسانی سوچوں کے من پسند، غیر حقیقی عناصر شامل کر دیے گئے ہیں اور خدا نے جو ہر زمانے کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق مذہب کی صورت میں اپنا ایک اخلاقی، فکری اور نظریاتی نظام دیا تھا، اس کا عملی فروغ ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آنے والے زمانوں میں Anti-religion لوگ مذہب کے درمیان پائے جانے والے ان اختلافات کا فائدہ اٹھا کر مذہب کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ اس عالم میں مذہب کا دفاع کرنے کے لیے جن لوگوں کو پیش کیا گیا، وہ تحقیق و جستجو اور علم و آگہی سے مکمل عاری تھے اور وہ مذہب کی حقیقی نمائندگی کا ہرگز حق نہیں رکھتے تھے لیکن بدقسمتی سے دشمنان مذہب نے ان نام نہاد نمائندگان کی کم فہمی اور کم علمی پر ماتم کرنے کے بجائے خواہ مخواہ مذہب کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ان لوگوں کے افکار اور تصورات میں پائے جانے والے ابہام، انتاقص اور اختلافات کو مذہبی رطب و یابس قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر احمد رفیق اختر کا یہ مؤقف ہے کہ ایسی تحریف شدہ مذہبی کتابوں میں شامل تمام واقعات کو خدا کے عطا کردہ مذہب کا حصہ قرار نہ دیا جائے بلکہ خدا ایسی فرسودہ فکری اور نظریاتی چیزوں کو اب Own نہیں کرتا ہے جو عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب ان کی حیثیت مشکوک اور متروک ہو چکی ہے۔ اب اگر خدا کی بات کا ادراک حاصل کرنا ہے تو پھر خدا کے اس اعلان کو بھی سمجھنا پڑے گا کہ اب قرآن ہی میری آخری کتاب ہے۔ میں نے اپنے نظریات و تصورات کو اس کتاب میں مکمل کر دیا ہے۔ اب یہی کتاب میری اجتماعی سوچ کی نمائندگی کرتی ہے اور میں اب اس کتاب میں بیان کیے گئے اپنے افکار اور نظریات کا ذمہ دار ہوں۔ اگر اس قرآن میں بیان کردہ میرے نظریات، انکشافات اور تصورات میں کہیں اختلاف، تناقض، ابہام اور فرسودگی پائی جاتی ہے تو پھر چیلنج انکار اور اعتراض کی بات کرو۔ پروفیسر احمد رفیق اختر نے قرآن کے ان اعلانات کو اس زمانے کے سائنس دانوں کے لیے ایک کھلے چیلنج کے طور پر پیش کیا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پہاڑ بھی مسلسل چل رہے ہیں اور زمین و آسمان پہلے ایک تھے اور پھر ہم نے ان کو پھاڑ دیا ہے اور زمین ان میں سے ایک ٹکڑے کی حیثیت رکھتی ہے۔ سائنس دانوں کو اگر اپنے علم پر ناز ہے اور وہ اپنے علم کو قرآن سے اعلیٰ اور ہمہ گیر تصور کرتے ہیں تو پھر اس طرح کے اعلانات اور نظریات کے ابطال کا ثبوت فراہم کریں یا قرآن کے اس اعلان سے پہلے ان حقائق کو سائنس کی تحقیق ثابت کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے ہیں تو پھر تحقیق، تفتیش اور کائنات کے گہرے مطالعے کے بغیر خدا اور اس کے نظریات کی ہرگز نفی نہ کریں اور اگر وہ قرآن اور خدا کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں تو پھر وہ جس طرح سائنس کی تحقیق و جستجو میں سال ہا سال تک مخلصانہ اور بے تابانہ غور و فکر، لگن اور تپسیا کا مظاہرہ کرتے ہیں، بالکل اسی طرح قرآن کی تفہیم پر بھی کامل یکسوئی اور مکمل تحقیق کا حق ادا کریں کیونکہ قرآن پر وہی شخص اعتراض کرنے کا حق رکھتا ہے جو اس پر غور و فکر کرے، تدبر کرے، تحقیق کرے اور اس کا گہرا مطالعہ کرے۔ اللہ خلوص کے ساتھ غور و فکر اور اعتراض والے ہر شخص کی پذیرائی اور حوصلہ افزائی کی ضمانت بھی دیتا ہے اور اس کے تمام شک، گمان، ظن اور تخمین اللہ دور کر دیتا ہے لیکن تحقیق کے بغیر اس کتاب کے بارے میں محض فیشن کے طور پر رائے دینا، قرین انصاف نہیں ہے۔ اسی لطیف نکتے کی تفہیم کے لیے پروفیسر احمد رفیق اختر ایک طویل مدت سے لوگوں کو لیکچر دے رہے ہیں اور انہیں یہ تلقین کر رہے ہیں کہ وہ اپنے آدرش،

Marfat.com

نصب العین اور اپنی ترجیح اول یعنی اپنے اللہ کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد قرار دیتے ہوئے اسے پانے کے لیے دل و جان سے آمادہ ہوں۔ اس بلند تر مقصد کے حصول کے لیے پروفیسر صاحب پورے ملک میں مختلف موضوعات پر لیکچرز دیتے ہیں۔ یہ کتاب ''جہاں سورج نہیں ڈھلتا'' پروفیسر صاحب کے ان ہی لیکچرز کا انتخاب ہے۔ اس کتاب میں شامل تمام لیکچرز کے خیالات، نظریات اور تصورات، درحقیقت اس بسیط کائنات کے ان فکری جہانوں کا پتا دیتے ہیں، جہاں کبھی بھی سورج غروب نہیں ہوتا ہے یعنی یہ وہ الوہی مقام ہے جہاں ابدی اب (Ultimate Now) کے آفاق پر پھیلے ہوئے عرفان آمیز رنگوں کو دوامی زندگی کا منفرد اعزاز حاصل ہے۔

میرے نزدیک، ''جہاں سورج نہیں ڈھلتا''، قرآنی فلسفے اور تصورات کے مطابق صحیفۂ کائنات کی نقاب کشائی بھی کرتی ہے اور اس کا ہر راز اور بھید ہمارے ادراک سے ہم کلام ہوتا ہے اور ہم کامل آگہی کے ساتھ مذہب کو اپنے خارج اور باطن کی فطری ضرورت سمجھتے ہوئے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور ایک خاص قسم کی محبت، لگن اور جستجو ہمیں اپنے خالق حقیقی اور حسن مطلق کو پانے کے لیے بے تاب اور بے چین کر دیتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو حقیقی مومن کی زندگی کی شہادت ہے۔

میں نے اس کتاب کی وساطت سے پروفیسر احمد رفیق اختر کے خیالات عالیہ کو آپ تک پہنچانے کی دیانتدارانہ کوشش کی ہے لیکن اگر اس پورے عمل میں کہیں بھی کوئی کجی، کمی اور نقص رہ گیا ہو تو میں اس کے لیے سراپا معذرت ہوں۔

اب میں آخر میں اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے قدم قدم پر اپنے بے پایاں خلوص اور تعاون سے سرفراز کیا اور میں اس کتاب کی تالیف اور ترتیب کے مشکل مرحلوں سے بامراد گزرا ہوں۔ میرے ان دوستوں میں محمد آصف اور ظہیر عباس سرفہرست ہیں۔ رب جلیل اپنے حبیبؐ کے صدقے میں ان کو اجر جزیل عطا فرمائے اور میری اس مسعات کو لمحوں کی توقیر بھری جھولی میں معتبر اور مقبول فرمائے۔ (آمین)

مؤلف
پروفیسر سید نسیم تقی جعفری
شعبہ اردو
سرور شہید (نشان حیدر) گورنمنٹ کالج گوجر خان

Marfat.com

نظریہ رحمت پروردگار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیراO
(الاسراء آیت ۸۰)

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دعا سے پرہیز دے جو قبول نہ ہو، اس نفس سے پرہیز دے جو کبھی سیر نہ ہو، اس دل سے پرہیز دے جس میں خشیتِ الٰہی نہ ہو، اس خیال سے جس میں محبتِ الٰہی نہ ہو اور اس علم سے یقیناً پرہیز دے جس میں نہ اس کے اپنے لیے نفع ہو نہ کسی دوسرے کے لیے نفع ہو۔

خواتین وحضرات! رحمتِ پروردگار کا موضوع اس لحاظ سے انوکھا ہے کہ جستہ جستہ، جملہ جملہ اشارۃً کنایۃً یہ موضوع زندگی، علم، ادب، خیال اور عمل میں متعدد بار اس کا ذکر ہوتا رہا ہے مگر اس کی نوعیت کیا ہے اور رحمت کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ اس کا حقیقی اور وسیع تر پس منظر کیا ہے، اس پر کم ہی توجہ دی گئی ہے۔ رحمت کا مطلب صرف مہربان ہونا ہے۔ رحمت ایک نظام ہے، ایک شعبہ ہے اور اس پر دو اسمائے الٰہیہ رحمٰن اور رحیم کی حکومت ہے۔ رحمٰن و رحیم کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسمِ اعظم کو سورۂ بقرہ اور سورۂ طٰہٰ میں تلاش کرو غور کیجیے ان دونوں سورتوں میں صرف دو بڑے اسماء پائے جاتے ہیں۔

"والھکم الہ واحد لا الہ الاھو الرحمن الرحیم" (البقرۃ: آیت ۱۵۹)

خواتین وحضرات! سورۂ طٰہٰ میں صرف ایک ہی اسمِ اعظم پایا جاتا ہے۔ "و عنت الوجوہ للحی القیوم" (طٰہٰ: آیت ۱۱۱) پروردِگارِ عالم فرماتے ہیں کہ اسمِ رحمٰن ورحیم کے تحت میں نے کائنات کی تخلیق شروع کی ہے۔ جب زمین و آسمان میں کوئی شے بھی نہ تھی اور زمین وآسمان کچھ بھی نہ تھے، جب صرف اللہ کی ذات گرامی موجود تھی، دیکھنا یہ ہے کہ جو تصورِ تخلیق ہوا وہ تصورِ انسان ہے یا تصورِ کائنات، تو اس آیت سے وضاحت ہوتی ہے کہ کائنات پہلے بنائی گئی، زمین و آسمان پہلے تخلیق کیے گئے، بادلوں اور ہواؤں کو پہلے مسخر کیا گیا، مگر کس لئے؟ تا کہ اہلِ عقل آیاتِ الٰہی کے ذریعے سوچیں سمجھیں، اور تصورِ خدا کی طرف مائل ہوں۔ اللہ اور بندے کے درمیان رحمت کے رشتے کے تصور کو جاننے کے لیے اپنے سے پست تر مخلوق کو لیجیے، جانوروں کے اندازِ زندگی کو دیکھیے۔ کیا ہم ان کی نامعقول حرکتوں کو برداشت نہیں کرتے، کیا ہم جانوروں کی غلط حرکتوں پر انہیں سزا دیتے ہیں یا قتل کرتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ ایک بنیادی اصول یاد رکھیے کہ عالم کبھی کم علم

Marfat.com

کو سزا نہیں دیتا کیونکہ اس کو حدودِ علمیہ کا ادراک ہوتا ہے جب ایک کم تر ذہن میں ایک بڑی اخلاقی بات سمجھنے کی اہلیت نہ ہوگی جب ایک جانور کو جس کے Brain کی مقدار محدود ہے اور جس کے پاس اخلاقی اقدار سمجھنے کی کوئی قوت و طاقت نہیں ہے تو پھر آپ اس کو کیوں سزا دیں گے؟ اگر دیکھا جائے تو خواتین و حضرات! ہم رب کریم کے نزدیک ویسے ہی ہیں اور یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ ہمیں ہماری کم علمی ہی کی وجہ سے معاف کر دے۔

خواتین و حضرات! حدیثِ قدسی ہے کہ ایک شخص گناہ کرے گا پھر اس پر توبہ اور آہ و زاری کرے گا۔ اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ تعالیٰ جبرائیل سے فرمائیں گے دیکھو اس شخص نے ایک گناہ کیا ہے کیونکہ اس کو علم ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے تو جاؤ اس کو کہہ دو کہ میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ اس آدمی کو بخش دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصے بعد وہ پھر گناہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جبرائیل دیکھو اس شخص نے پھر گناہ کیا ہے کہ اس کو پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے تو جا اس کو کہہ دے کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ جبرائیل اسے پھر بخشش کی خوش خبری سنائیں گے۔ وہ آدمی پھر گناہ کرے گا اور پھر توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کہیں گے اے جبرائیل اس کو تو کامل یقین ہے کہ میں بخشنے والا ہوں تو اس سے کہہ دے کہ تمہارے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کیے۔

خواتین و حضرات! بخشش کا یہ تصور ناقابل فہم ہے اور ہمارے ادراک میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہم نے ناحق اللہ کا خوف اپنے اوپر طاری کر رکھا ہے حالانکہ وہ اپنے بندوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور جب اتنی محبت کرنے والی ذات گرامی موجود ہو تو پھر آدمی گناہ کیوں نہ کرے۔ مگر خواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تعلیم و تربیت کے کچھ اور ہی ڈھنگ ہیں۔ فرض کرو اگر اس کو منظور ہے کہ آپ کے ہاتھ گناہ نہ کریں اور اس نے آپ کو بخشش بھی عطا کر دی ہو تو دیکھنا کہ کہیں وہ آپ کے ہاتھ ہی نہ لے لے کیونکہ وہ جس کو بخش دے گا اس سے خطا کی Capacity ہی چھین لے گا تاکہ آپ اس وجہ سے بار بار کسی System کی Annoyance کا باعث ہی نہ بنیں۔ یقین جانیے کہ مسلمان پر جتنے بھی مشکل مرحلے آتے ہیں جتنا اس پر آسمان، بیماریوں، بھوک و افلاس اور معیشت کی تنگی کی صورت میں جو جبر و تشدد روا رکھتا ہے، اس کی محض ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ پروردگار عالم اسے اس کے اسی مزاج میں جس مزاج میں وہ گناہ میں ملوث ہوتا ہے، جس میں وہ خدا کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہا ہوتا ہے اسے آگے بڑھنے سے روک دیتا ہے۔

اگر تم ہماری یاد والے ہو اور ایمان والے ہو تو اللہ شکر قبول کرتا ہے علم قبول کرتا ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خواتین و حضرات! اگر اللہ کی رحمت کا مفہوم یہی ہے تو پھر دوزخ کیا ہے؟ اور یہ بے شمار مخلوقات جن کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ 999 دوزخ میں جائیں گے اور یہ یاجوج و ماجوج میں سے ہوں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ اتنی بڑی تعداد کو دوزخ میں ڈالنے سے تصورِ رحمتِ پروردگار مجروح ہوتا نظر آتا ہے۔ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر اتنی کڑی سزائیں بھی تو انسان کے لیے رکھی ہیں مگر خواتین و حضرات! اس میں صرف ایک نکتہ قابل غور ہے، صرف ایک نکتہ کہ کوئی پناہ مانگنے والا اس اتھارٹی کو تو پہچانے جو اسے پناہ دینے والی ہے۔ کوئی مغفرت مانگنے والا اس اللہ کو جانے تو سہی جو اس کو مغفرت دینے والا ہے۔ جب آپ اس اتھارٹی ہی کو نہیں مانتے، جب آپ اس سے کچھ طلب ہی نہیں کرتے، جب آپ اس کے قریب تر ہونے کی کوشش ہی نہیں کرتے، جب آپ اس کی رحمت کی تلاش اور طلب ہی

Marfat.com

نہیں رکھتے اور آپ خود ہی خفار ہیں تو پھر بھلا وہ آپ کو کیونکر معاف کر دے؟ کفار کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب یہ جہنم میں داخل کر دیے جائیں گے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں ایک چانس اور دے دے۔

خواتین وحضرات! ایک واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں کھڑے تھے کہ ایک نمازی نے دعا مانگی کہ اے اللہ مجھ پر رحم کر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے علاوہ کسی اور پر رحم نہ کر۔ وہ بار بار یہی دعا مانگے جاتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا اور اس نمازی سے کہا ارے! تو نے اللہ کی بے پایاں رحمت کو کیوں تنگ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں اگر میں رحمت انسانوں کے حوالے کر دیتا تو انہوں نے سوائے اپنے گھر کے کسی اور کو نہیں بانٹنی تھی۔ خدا قرآن میں کہتا ہے کہ انسان بخیل ہے اور آپ کو ایک بات کا پتا ہونا چاہیے کہ رحمٰن، رحیم اور رؤف بخیل نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ مغرب کبھی کمزور پر رحم نہیں کرتا ہے۔ وہ اس قسم کے نظریے سے ناآشنا ہے۔ مغربی اقوام کا جتنا بھی تجزیہ کیا جائے، ان کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ کمزور پر رحم نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائیں، منت سماجت کریں، آقایانِ مغرب سے درخواستیں پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں تو اپنے لیے ہی ہم پر رحم کرو تو پھر سمجھو آپ پر رحم نہیں ہو سکتا۔ یہ صفات بخل مغرب آشکارا ہیں اور آپ تک اب بہت زیادہ پہنچ چکی ہیں۔ اس لیے اللہ کہتا ہے کہ اگر میں اپنا رحمت کا Institution کسی انسان کے حوالے کر دیتا تو یقیناً یہ رحمت بہت محدود ہو جاتی۔ گلی محلے کی نکڑ تک ہی رہ جاتی مگر خواتین وحضرات! میں سوچتا ہوں اس نظریہ رحمت سے کچھ ایسا تاثر تو ضرور ابھرتا ہے کہ کبھی تو اللہ نے چاہا ہوگا کہ میں زمین پر آؤں۔ سوچا ہوگا کہ میرے طرزِ عمل کو انسان دیکھے۔ اپنے ربِ رحیم، ربِ کریم اور ربِ رحمٰن کا غور سے مشاہدہ کرے۔ اور اس کے افعال اور کردار کا جائزہ لے سکے اور وہ اپنے باری المصور کو دیکھے مگر اسے حجاب بھی رکھنا تھا اور سراپا رحمت بھی دکھانا تھا لہٰذا وہ اپنے نمائندوں کو مختلف ادوار میں مختلف حکمتوں سے نواز کر بھیجتا رہا اور آخر کار اپنی صفات کی مکمل شکل میں محمد عربی خاتم النبیین اور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے بھیجا اور فرمایا، اے پیغمبر! تجھ سے لوگ یہ جانیں گے کہ رحمٰن ورحیم کیا ہے۔ تجھ سے لوگ جانیں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ اللعالمین ہے، میں رب العالمین ہوں، مجھے اپنی اس صفت پر زیادہ فخر ہے کہ میں رب العالمین ہوں مگر میری رحمت تیری ذات سے اجاگر ہوگی اور لوگ جانیں گے...... رحمت دو عالم کی مثال دیں گے کہ میرا خیال تھا کہ میں آگ کے ایک گڑھے کے قریب کھڑا ہوں بہت بے چین اور بے قرار ہوں۔ میرے گرد شعلوں کا حصار ہے، میں ان کی تندی وتیزی سے محصور ہوں اور سوچتا ہوں کہ کوئی موقع ملے کہ میں اس آگ میں گر جاؤں پھر ایک دستِ غیب مجھے کمر سے کھینچ لیتا ہے، اپنے ہاتھ جھلساتا ہے اور اپنے آپ کو ملوث کرتا ہے۔ اس کو اپنی جان کی پرواہی نہیں' یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میری امت' میرے لوگ آگ کے گڑھوں کے گرد جمع ہیں اور اس میں اس طرح گرنے کی کوشش کر رہے ہیں جیسے پروانے شمع پر نثار ہوتے ہیں اور میں ان کو کمر سے کھینچ کھینچ کر پیچھے کر رہا ہوں۔ رحمتِ عالم کی جزئیات تو بے شمار ہیں۔ چرند، پرند، شجر اور حجر سب اس کی بے پایاں رحمت سے مستفید ہیں مگر میں آج صرف آپ کو اس کی چنداں آفاقی صفات کی طرف اشارہ کروں گا کہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کتنی عظیم اور لازوال سوچ تھی اس ذاتِ محترم کی کہ جو زمان ومکاں کی قید سے آزاد تھی۔ خواتین وحضرات غور کیجیے آپ انسان کو کتنا یاد رکھ سکتے

ہیں، ہم اپنے آباؤ اجداد کی کتنی نسلیں یاد رکھتے ہیں، ہم کتنا عرصہ ان کے لیے دعا و سلام کرتے ہیں، کتنا عرصہ ان کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ بہت ہوا تو ایک دادا سے پوتے تک یا ذرا اور آگے بڑھ جائیں تو پڑدادا تک کون ایسا ہے جو اپنے مستقبل اور اپنی ان اولادوں کی فکر کرتا جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئیں، اور جن کو اس کے چہرے کی شناسائی تک حاصل نہیں ہے۔ اس حوالے سے مجھے زندگی میں پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ وہ ذاتِ گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جن کی بے پایاں رحمت زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہے۔ ان کی رحمت دیکھیے آج لوگ اگر کہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ اللعالمین وفات پا گئے ہیں اور اب ان سے ہمارا تعلق نہیں ہے، ہم ان سے وہ Advantage نہیں لے سکتے ہیں جو اس زمانے کے لوگوں نے ان سے لیا ہے تو پھر آپ اس حدیث کو دیکھیے کہ فرمایا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تو اصحاب بہت پریشان ہوئے اور ڈرے اور فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے کوئی گستاخی ہوئی ہے۔ فرمایا نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو کیوں آئے ہیں۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھے ان لوگوں کا خیال آ گیا ہے جو میرے بعد، صدیوں کے بعد آئیں گے، انہوں نے مجھے دیکھا ہوگا نہ میری باتیں سنیں ہونگی اور نہ ہی کچھ میرے بارے میں ان کا کوئی گمان ہوگا مگر وہ تمہاری ہی طرح مجھ پر ایمان لائیں گے اور تمہاری ہی طرح مجھ سے انس و محبت رکھیں گے۔ خواتین و حضرات! مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا دیجیے۔ میں یہاں آپ کو ایک پیغمبر ہی کی مثال دیتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن میں اللہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، اے اللہ! جب تک میں جیتا تھا، میں نے ان لوگوں کو دیکھا تھا، میں نے ان لوگوں کو تیری ہی دی ہوئی تعلیم دی تھی۔ اب جب کہ میں زندگی سے گزر گیا ہوں اور اب مجھے پتا بھی نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے اور کیا کچھ اس تعلیم میں ملا دیا ہے جو میں نے انہیں دی تھی۔ اب تُو جانے اور یہ جانیں۔ اب میرا ذمہ نہیں رہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بات کیوں نہیں کی ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ سو برس بعد آنے والے گناہ گاروں کے لیے، آپ کے لیے اور میرے لیے رو رہے ہیں۔ اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ لوگ ہماری طرح ہوں گے، جواب دیا، نہیں ان کی کچھ عادات تمہاری طرح ہوں گی۔ اس طرح زمان و مکان کو سمیٹتی ہوئی رحمت کا یہ تصور کسی اور پیغمبر کی زندگی میں نہیں پایا جاتا ہے یہ تخصص صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اہمیت کسی قیمت پر بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ رحمت ہے جس کی مثال دینے کے لیے خداوند کریم نے اللہ کے رسول کو زمین پر بھیجا ہے اور انہی کے توسل سے اللہ کے Behaviour پر ہماری نگاہ جاتی ہے۔ انہی کی وجہ سے ہمیں خدا کی عادات سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جب طائف کے معرکے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے تو ظالموں نے سنگ و خشت سے ان کا استقبال کیا تھا۔ ظلم و ستم کی خونی روایات زندہ کی تھیں۔ پیغمبر خدا کو سر تا پا مجروح کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ان کا خون پونچھتے تھے۔ اس عالم میں جبریل امین حاضر ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم ہو تو اس بدتمیز اور نااہل قوم کو تباہ و برباد کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چھوٹی سی دعا مانگی ہے اور اس دعا کی بڑی خصوصیت اور اہمیت ہے

Marfat.com

کیوں کہ یہ دعا خلاصہ نظریہ رحمت ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا ہوں تب ان لوگوں نے میرے ساتھ ظلم کو روا رکھا ہے تو دعا میں فرمایا، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے کہ اگر تو مجھ پر اب بھی رحم کی نظر رکھتا ہے تو مجھے اس تمام مصیبت اور ابتلاء کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اگر تو اس مصیبت اور ابتلاء میں میرے ساتھ ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں اور میں ان لوگوں کے لیے ہرگز بددعا نہیں مانگتا۔ کیونکہ کیا پتا کہ ان کی آنے والی نسلوں سے ایسے لوگ اٹھیں' جو اللہ کو مانیں اور اس کے رسول کو مانیں تو میں ان کے لیے بددعا نہیں کر سکتا۔

خواتین و حضرات! اس مقام پر مجھے اس بات کا جواب دیجیے کہ جب رب العالمین اور رحمت اللعالمین آپ سے کبھی مایوس نہیں ہوتے تو آپ کیوں ان سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ مجھے کوئی ایسی وجہ بتائیے ایسی Reason دیجیے۔ آپ کون سے اتنے بڑے کمال کے گناہ گار ہیں کہ فتنہ آخر الزمان ہو چکے ہیں آپ کونسا گناہ کرتے ہو مگر آپ ایک گناہ ضرور کرتے ہو اور وہ گناہ آپ کی ساری افسردگی کا باعث ہے۔ اس پہ اللہ تعالیٰ تھوڑے تھوڑے گناہ معاف کرتا آگے چلا آتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے یعنی آپ کو اس نے اچانک پوری رحمت کی خبر نہیں سنائی آدم کی خطا معاف کی، زمین پہ بھیجا۔ فرمایا "انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله" (البقرة: آیت ۱۷۳) کہ میں نے چار چیزیں حرام مطلق قرار دی ہیں۔ "فمن الضطر غیر باغ و لا عاد" (البقرة: آیت ۱۷۳) اگر تمہاری جان اضطراب میں چلی جائے تو کوئی حرج نہیں تھوڑا سا اگر تم حرام بھی حلال میں Mix کر لو تو کوئی حرج نہیں فلا اثما علیه اس لیے کہ میں بخشنے والا ہوں۔ "ان الله غفور الرحیم" (البقرة: آیت ۱۷۳) ہوں' میں تمہیں بخش دوں گا۔ میں تمہیں ضرور بخشوں گا۔ اگر تم نے جان کے اضطراب کی وجہ سے کوئی خطا کی ہے تو میں تجھ پر کسی قسم کی سزا وار نہیں کروں گا۔

خواتین و حضرات! یہ رعایتیں اور آگے چلتی ہیں اور آگے جا کر پروردگار فرماتے ہیں، یہاں اس وقت تھوڑا سا لہجہ کڑا ہے اور کہتے ہیں کہ دیکھو اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو تو میں تمہارے چھوٹے گناہ ضرور بخش دوں گا۔ اس بخشش کا مطلب ہے کہ چھوٹے موٹے گناہ جو میں نے تمہارے نصیب میں لکھے ہوئے ہیں، وہ تو تم کرو گے لیکن میں تمہیں اس بات کی گارنٹی دیتا ہوں کہ چھوٹے موٹے گناہوں کو میں بالکل mind نہیں کرتا مگر بڑے گناہ سے اجتناب کرنا۔

اب رحمت کا مفہوم اور وسعت پاتا ہے اور اچانک برٹش گورنمنٹ کے Magna Carta جیسا اعلان ہوتا ہے یعنی اس کائنات کی گورنمنٹ کا میگنا کارٹا Announce ہوتا ہے۔ "قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله" (الزمر: آیت ۵۳) اے میرے پیغمبر! میرے بندوں کو خبر دو اور خبر بھی تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے رہے ہیں۔ کیا پتا آپس میں صلاح مشورہ ہوا ہو اللہ نے کہا ہو کہ اے پیغمبر، اے رحمۃ اللعالمین میرے بندوں کو اسراف کی خبر دو جتلایا ہے تھوڑا آدم کے وقت سے تم اسراف کر رہے ہو نا۔ آدم کے وقت سے "ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا' لنکونن من الخاسرین" (الاعراف: آیت ۲۳) تمہارا باپ دادا خسارے والا۔ تھوڑا سا طعنہ ضرور دیا۔ اسرفوا علی انفسهم بڑا تم نے اپنی جانوں پر اسراف کیا۔ اسراف خواتین و

Marfat.com

حضرات، گناہ کی Technical Definition ہے۔ اللہ تعالیٰ گناہ کو Technically اسراف سے نمایاں کرتا ہے۔ اسراف کا مطلب ہے وہ صفات جو جائز مقاصد کے حصول کے لیے ایک مخصوص اور مقررہ حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ جب ان کو Overspend کرو گے تو آپ کا پلڑا خالی ہو جائے گا۔ آپ کا Bank Balance خراب ہو جائے گا، آپ کی زندگی محدود اور مختصر رہ جائے گی۔ تو اسرفوا علٰی انفسھم کا مطلب یہی ہے کہ تم لوگوں نے اپنی صفات کو، اپنی Qualities کو، اپنے کمالات کو بے جا صرف کیا۔ تمہیں کہا گیا تھا کہ ایک ہی نظر ڈالو مگر تم صد نظریں ڈال کر گزر گئے۔ تمہیں کہا تھا بجئی حلال کے تھوڑے سے پیسے کماؤ مگر تم نے زیادہ کا لالچ کیا۔ تم نے جتنا بھی یہ اسراف کیا ہے اس کا نقصان مجھے نہیں تمہیں ہوگا۔ جب اسراف کرو گے تو خسارہ ہوگا۔ ابنِ عباس نے کہا "لاخیر فی الاسراف" اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اللہ میاں گارنٹی دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ چاہے تم بہت برے ہو، چاہے تم بہت جاہل ہو، چاہے تم Totally Unscientific ہو لیکن یہ سب سے بڑی غلطی اور جہالت نہ کر بیٹھنا، دیکھو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا کیونکہ تمہیں پتا ہے کہ میں نے خفیہ نہیں اعلانیہ اصول کتاب میں لکھ دیا ہے کہ "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" یعنی بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

یہاں کمی رہی نہ بیشی اور نہ صغیرہ رہے نہ کبیرہ رہے۔

اور اللہ کہتا ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

خواتین کے لیے اللہ نے رحمت کے Chapters الگ رکھے ہیں اور خواتین کے لیے علیحدہ معاہدہ کیا ہے۔ اس معاملے میں مردوں سے ہٹ کر عورتوں سے بہت مفصل معاہدہ کیا ہے کہ دیکھو اے رسول اگر تیرے پاس مسلمان عورتیں آئیں اچھی عورتیں آئیں۔ وہی امت، وہی ہم وہی تم۔ پھر پریشان ہوتے ہیں کہ اے پروردگار اب بھی میں اپنی امت کے کچھ لوگ دوزخ میں دیکھتا ہوں اور تیرا وعدہ، فلمی وعدہ تو نہیں تھا۔ یہ سن کر اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی عزت وجلال کی قسم ہم اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا اور اب جو باقی لوگ دوزخ میں ہیں ان کو بھی تو نکال کے لے آ۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر جاتے ہیں۔ اب خدا کا قہر وجلال دیکھیے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبتِ امت دیکھیے۔ یہ رحمۃ اللعالمین کے سوا اتنی رحمت کوئی شخص Imagine نہیں کر سکتا۔ ملائکہ سربسجود ہیں۔ خوف سے لرزاں ہیں۔ چیزیں ساکت وصامت ہیں۔ اوپر سے مسلسل آواز آ رہی ہے۔ کون ہے وہ صاحب اقتدار، کون ہے وہ متکبر، میں اللہ ہوں۔ جب اتنے جبر وقہر سے خدا کی آواز آ رہی ہو تو جرات مجال کس کو ہو، مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں رہ سکتے ہیں اور آپ نہیں رہے۔ آپ چوتھی مرتبہ جاتے ہیں کہ اے مالک القدوس اپنا وعدہ یاد کر۔ ہو سکتا ہے اللہ میاں تنگ آ جائے کہ بار بار وعدہ یاد کراتے ہو۔ یوں تو اللہ کے رسول نے نمازوں کے حوالے سے ایسا نہیں کیا تھا جب نمازیں کم ہو کر پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر چلے جایئے۔ فرمایا اب مجھے مزید رعائت کے لیے اللہ کے حضور جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اب پانچ ہی ٹھیک ہیں مگر اس دن نہیں آئے گی جب امت کے لیے رحمت مانگنی ہو گی۔ فرق دیکھیے کہ زندگی میں نماز کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال آ گیا تھا کہ بار بار جو اللہ سے رعایت مانگنے جاتا ہوں تو یہ ٹھیک نہیں ہے مگر اس رحمتِ عالم کو دیکھیے کہ قیامت میں جب خوف ووحشت کا شدید عالم ہو

Marfat.com

گا تب وہ نہیں گھبرا رہے ہیں اور اس وقت تک اللہ کے حضور حاضر ہوتے رہے، جب تک اللہ یہ نہیں فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب دوزخ میں تیری امت کا کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ کسی کو کتاب نے روک رکھا ہے۔

خواتین وحضرات! کتاب کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو بظاہر مسلمان ہیں اور جنہوں نے ہمیشہ دین کو ظاہری اعتبار سے سمجھا اور بڑے بڑے دعوے کیے مگر دراصل انہوں نے خدا کو کوئی اہمیت دی ہے اور نہ رسولؐ کی محبت کو ضروری سمجھا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے مذہب کو ایک مذاق سمجھا ہے اور اپنی عقل کو اللہ سے بہتر متصور کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مذہب کو تضحیک کا نشانہ بنایا ہے۔ بنا بریں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب دوزخ میں صرف وہی لوگ ہیں جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے۔ اب اس دوزخ میں تیری امت میں سے کوئی شخص نہیں ہے۔

خواتین وحضرات! دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سارے لوگ حریص ہوتے ہیں۔ بہت سارے لوگ خواہ مخواہ ہمارے مخالف ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اندر سے چند علماء اٹھیں گے۔ تختِ زبردست پر بیٹھیں گے۔ چوب وسناں ہاتھ میں لیں گے اور لوگوں کو عذاب کے قصے سنانے شروع کر دیں گے۔ بھلا آج تک آپ نے کسی مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ ہمیں جو اتنی عذاب کی باتیں بتا رہے ہو، گارنٹی سے کہہ سکتے ہو کہ آپ جنت میں جاؤ گے۔ کسی کو عذاب سنانا تو بہت آسان ہے لیکن اس کے بارے میں فیصلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام خدا کا ہے۔ دیکھیے کہ بیشتر قرآن مکہ کے کفار کے بارے میں اترا یا اگر آپ قرآن میں عذاب کی آیات دیکھیں اور قرآن میں رحمت کی آیات دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ تمام تر آیاتِ قرآنی قریش مکہ پر اتریں۔ مگر کیا اتنی سخت وعید، اتنی سرزنش، اتنا قہر وجلال جس کا مظاہرہ اللہ نے بار بار قرآن میں کیا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا کہ مکہ میں کتنے کافر پیدا ہوئے کتنے کافر مرے۔ کتنے لوگ اللہ کے قہر وغضب کا شکار ہوئے۔ اس رب کریم کی حیران کن بات یہ ہے کہ جن کو عذاب سنایا اور مسلسل سناتا رہا' جن کو زجر وتوبیخ کرتا رہا، جن کی صبح شام مذمت آئی۔ قرآن میں ان میں سے سوائے چار یا پانچ یا آٹھ لوگوں کے کوئی شخص بھی عذاب والا نہ ہوا۔ تمام اللہ کے بندے ہوئے تمام جنتی ہوئے' تمام اللہ کی رحمت سے ہمکنار ہوئے۔

خواتین وحضرات! یہ کس قسم کا خدا ہے جو اتنا ڈرا کے بعد میں پھر وہی ایک ہی داستان سناتا ہے کہ صرف ایک کام کرو۔ یہ تمام عذاب کفار کے لیے ہے۔ وہ لوگ جو ایک قادر مطلق کو نہیں پہنچانتے۔ خواتین وحضرات! فرض کریں کہ ایک ہندو بڑا نیک ہے۔ بڑے کارِ خیر کرتا ہے اسی طرح ایک کرسچن ہے اس نے بھی بڑی خیرات کی ہے مگر ایک بات مجھے سمجھ نہیں آتی کہ روز وصالت پروردگار اس لحۂ آخر میں جب موصوف جو ہیں دنیائے دوں سے رخصت ہورہے ہوں گے اور ملائکہ پرسشِ احوال کے لیے آئیں گے کہ لالہ جی کس سے کیا مانگتے ہو۔ کوئی کوائف ہیں کوئی Claim ہے۔ لالہ جی گنوائیں گے کوئی 125 بت شیوا' وشنو' کالی' درگا' گھنشام' گنیش۔ یہ کیا قصہ ہے۔ ملائکہ بے چارے کیا کریں۔ بھئی جن سے مانگتے ہو جاؤ ان کے پاس' جاؤ ان کے پاس۔ تو یہ وہ فیصلہ کن لحہ ہے، جس میں رحمت کسی ایسے شخص کو نہیں جا سکتی، کسی ایسے کو جو خدا کو رحمتِ عالم ماننے سے ہی انکار کرے۔ آپ کو عقل ومعرفت اس لیے دی گئی کہ اس رحمٰن ورحیم کو پہچانو۔ اگر آپ تکلیف کے مرحلے سے گزر رہے ہو تو کم از کم کوئی شناخت تو تمہیں اس ذاتِ گرامی سے ہو جس سے آپ طلب کرنے جا رہے ہو۔ اسی لیے پروردگار نے فرمایا کہ نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم (الحجر: آیت ۴۹) کہ خبر دو میرے

Marfat.com

بندوں کو کہ مت گھبراؤ پریشان نہ ہو کہ خطا و نسیان عمومی ہیں اور میں تمہیں ہر حال میں بخشنے والا ہوں مگر اگر تم مجھے جانتے ہی نہیں ہو؟ اگر تم مجھے پہچانتے ہی نہیں ہو۔ رسم و راہ ہی نہیں ہے تو پھر یقین کرو کہ "وان عذابی ھو العذاب الالیم" (الحجر: آیت ۵۰) پروردگارِ عالم کو اس کی رحمت عالم کا واسطہ رحمۃ اللعالمین کا واسطہ کم از کم ہم اس Institution سے حصولِ قدر کے بڑے حریص ہیں۔ میں اور آپ اس Institution کے فضائل کے بڑے حریص ہیں۔ پروردگار سے صرف ایک درخواست ہے آج کے دن کہ خداوندِ کریم آپ ہی رحمٰن اور رحیم ہیں۔ آپ ہی ربِ کریم ہیں۔ ھو اللہ، اللہ ھو، یارحمٰن ورحیم۔

ہم آپ سے اجتماعی طور پر ایک درخواست کر رہے ہیں کہ اس ملک اور اس کے باشندوں کو غیر کی نظر لگ گئی ہے اس ملک کو جو آپ کے رحم و کرم اور محبتوں سے تخلیق ہوا ہے، اس کو حاسدوں کی بُری نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اب اے رحمٰن و رحیم و کریم تو اپنے خصوصی اختیار اور قوت سے، ہر اس بندے کا انجام اس ابلیس لعین کی طرح کر جو تیرے اس رحم و کرم کو جو تو نے ہمیں پاکستان کی صورت میں عطا کیا ہے کو نظر بد اور بری نیت سے دیکھے۔ اور اے مالکِ کریم ہمیں اپنی زندگی کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے میں مدد دے۔ ہمیں تعلیم دے، تربیت دے اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ رحمت کے وقت "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب O" (آلِ عمران: آیت ۸)

یا وہاب تو نے ہمیں جو رحمت بخشی، ہمیں جو شناخت بخشی اور ہمیں جو محبت کا اخلاص بخشا اس کے توسط سے میرے بھائیوں اور میرے دوستوں کی مخلصانہ درخواست یہ ہے کہ آج ہم گنہگاروں اور کمزوروں پر اپنی خصوصی رحمت کا نزول فرما۔ اگر تجھے گناہ پسند ہیں تو ہم تھوڑے سے کر لیں گے یعنی تجھے بخشنے کا ضرور موقع دیں گے۔

مگر اے مالک، اے کریم و رحیم، ہمارے ان گناہوں کی سزا میں ہم سے ہمارا یہ ملک نہ چھین لینا۔ یہ جو تم نے پہلے سے ہم پر رحمت و نوازش کی ہے، اس کو نقصان نہ پہنچے اور اے اللہ اس کے حاسدوں کو انجام تک پہنچا۔ اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کر۔ اے بادلوں کے برسانے والے، اے لشکروں کو بھگانے والے، اے کتاب کے نازل کرنے والے، ہمارے دشمنوں کو، ہمارے چہرے سے دور فرما اور ہمیں ان کے اس غلبے سے نجات دے۔ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں کو تقویت دے، ہمارے ایمانوں کو سادہ اخلاص عطا فرما تاکہ ہم تیرے فضل و کرم سے اس قابل ہو جائیں کہ تیرے دشمنوں کے ہر طعنے کا جواب لمبا ہاتھ کر کے دے سکیں، ہم ان کی ہر زیادتی اور ظلم کا جواب ضرور دیں گے، کیونکہ اللہ نے ہمیں برابر کا بدلہ لینے کی اجازت دے رکھی ہے مجھے پورا یقین ہے کہ پاکستان کے عوام کے علاوہ اللہ کی محبت و رحمت کی یہ تلاش و ہوس کسی اور ملک کے عوام میں موجود نہیں ہے۔ اللہ کو ماننے والے بہت ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے بہت کم ہیں نہ صرف رسماً بلکہ دل سے محبوبوں کی طرح اور خلوص سے چاہنا پاکستان کے لوگوں کی میراث ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ اے اللہ ہمیں بخش دے۔

"رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین" (المومنون: آیت ۱۱۸)

وماعلینا الا البلاغ

Marfat.com

سوالات و جوابات

دین کا عرفان عطا ہے یا کوشش؟

سوال: اللہ جسے چاہتا ہے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے' تو پھر مسلمان کا کیا کمال ہے اور اس میں کافر کا حساب کیوں ہوگا؟

جواب: خواتین و حضرات بنیادی سوال یہ ہے کہ اللہ جیسا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے مگر وہ اللہ ایسا نہیں چاہتا۔ اللہ بتاتا ہے کہ اس کے اختیارات کیا ہیں اور وہ کیا نہیں کرتا۔ اللہ کہتا ہے کہ بندوں پر میرا مکمل کنٹرول ہے۔ ان کی موت وحیات پر میرا مکمل کنٹرول ہے، ان کے کردار اور افعال پر میرا مکمل کنٹرول ہے۔ اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین و آسمان میں کوئی اس کا انکار کرنے والا نہ ہوتا لیکن ہم نے ایسا نہیں چاہا۔ ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ ہم لوگوں کو امتوں اور حکومتوں میں بانٹ دیں۔ ہم نے خیال کیا کہ ہم لوگوں کو اختیار دیں گے ہم اگر ایسا نہ کرتے تو یہ بات غلط ہوتی۔ قرآن کی بعض آیات Inherent Power Of God کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اس کے اختیار کی طرف نہیں کرتیں اور سچی بات تو یہی ہے کہ Inherent Power میں خدا کی کسی قسم کی بھی کمزوری یا اشارہ یا شرکت کا قطعاً کوئی احتمال تک نہیں۔ اس لیے ان باتوں میں کہ آپ کہو گے کہ ایسے ہم کہیں گے۔ ہاں ایسی ہی بات ہے۔ مگر جب اس کا Practical Attitude وہ کہاں کہاں Relaxation Create کرتا ہے تو آپ کو سمجھنا پڑے گا کہ Inherrent Power میں اور Power Excercise میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

کیا کبھی مذہب بھی حاوی رہا؟

سوال: مذہب اور سائنس کے تقابل سے یوں لگتا ہے کہ سائنس آج کی دنیا میں حاوی ہے۔ آپ کے خیال میں کیا کسی زمانے میں مذہب حاوی رہا ہوگا؟

جواب: خواتین و حضرات! مذہب تو ہمیشہ حاوی رہا ہے۔ پھر آپ ایک اوسط دیکھیے جس سے مذہب کا حاوی ہونا ظاہر ہوتا ہے، اسی سے ظاہر ہوگا کتنے مذہبی ہیں جو سائنسدان ہیں بہت کم۔ مگر کتنے سائنسدان ہیں جو مذہبی ہیں۔ بہت زیادہ تو مذہب ہی حاوی ہوا۔ اصولاً دیکھیے مذہب کی Dominance کی نوعیت اور ہے اور سائنس کبھی حاوی نہیں ہوئی۔ صرف یہ ہوا کہ سائنس Intoxicate ہوگئی۔ سائنس کا قانون یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے نشے میں مست ہو جاتی۔ سائنس کو معروضی ہونا چاہیے تھا۔ Objective ہونا چاہیے تھا۔ حقائق کی پلیٹ کے بعد اس کو غافل ہو جانا چاہیے تھا کہ اسے اپنے لیے کیا چاہیے اور کیا نہیں چاہیے۔ مگر بدقسمتی سے سائنس نے بزعم خود یہ اعلان کر دیا ہے کہ سائنس سب سے بڑی سچائی ہے۔ جبکہ اگر آپ کولونی ہیکس اور گلیلو سے لے کر ہاپکنز تک چلے آئیں تو آپ کو ایک اندازہ ہوگا کہ مذہب کا

Marfat.com

بنیادی شعور بالکل نہیں بدلا مگر سائنسز بدلتی چلی آئیں۔ مذہب نے اگر کہا کہ خدا ایک ہے تو آج تک یہی کہہ رہا ہے کہ خدا ایک ہے مگر سائنس نے کہا کہ زمین ساکت ہے' تو کوپرنیکس نے کہا نہیں سورج ساکت ہے گلیلو نے یہ کہا اور دوسرے نے وہ کہا حتیٰ کہ...... مگر ایک فرق ضرور پڑا کہ سائنس کا تواتر جاری رہا اور اس میں آنے والوں نے پچھلے لوگوں کی تذلیل نہیں کی۔ آج کا واٹکن اور ہاپکنز لیٹو کی اتنی ہی عزت کرتا ہے جتنی وہ اپنی کرتا ہے مگر مذہب کا پچھلے آنے والے کے ضرور ہو گئے اور اس کی ذمہ داری قوم یہود پر ہے کہ اتنی بد باطن اور نالائق جاہل قوم بھی لوگ انہیں سمجھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اتنی کم فہم کم عقل اور کم ذوق قوم نہیں دیکھی گئی کہ جنہوں نے خدائے کائنات کو اپنے اتنے بڑے نظریے کو محدود کیا، اسے گروہی کر لیا، اسے اپنا بنا دیا اور دوسرے لوگوں کا خدا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس لیے انہوں نے عیسائیت سے انکار کر دیا۔ اس لیے انہوں نے اسلام سے انکار کر دیا اگر تواتر سے ماننے کا عمل مذہب میں بھی جاری رہتا، سائنس کی طرح ان کو بھی تسلیم کیا جاتا تو یقین سے کہہ سکتے ہو کہ آج دنیائے علم مختلف ہوتی۔ آج مذہب کو نہ صرف Dominance نصیب ہوتی بلکہ مذہب پوری کائنات کو گائیڈ کر رہا ہوتا اور پوری نسل انسانی کو نیا شرف مل گیا ہوتا۔ بدقسمتی سے قوم یہود کی اس تقسیم نے اسلام تک آتے آتے طرح طرح کے جھگڑے پیدا کر دیے اختلافات کی صورت یہاں تک پہنچی کہ اب مذہبوں میں مفاہمت کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ سوائے اس کے آپ امید کریں کہ یہ ظالم و جاہل آج بھی اسلام کو تسلیم کریں گے۔ خدائے واحد کا مذہب سمجھیں گے۔ کائنات کا مذہب سمجھیں گے۔ آفاق کا مذہب سمجھیں گے۔

خدا کی عطا کا حقیقی مفہوم!

سوال: کیا اخلاص ہماری اپنی خوبی ہوتا ہے یا خدا عطا کرتا ہے اگر اپنی خوبی ہوتا ہے تو مجھے کیا اس پر فخر کرنا چاہیے۔ اگر خدا عطا کرتا ہے تو سب کو کیوں نہیں نوازتا؟

جواب: مولانا صاحب عطا تو دراصل اللہ ہی کی ہوتی ہے اور وہ کچھ دیکھ کر عطا کرتا ہے جیسے رسالت اس کی سب سے بڑی عطا ہے اس کے بارے میں کہا کہ اللہ کو اچھی طرح پتا ہے کہ رسالت کے اس اعلیٰ منصب پر کس کو فائز کرنا ہے، کس کے اندر صلاحیتیں ہیں۔ بحث میں ہم پڑیں کہ وہ صلاحیتیں بھی تو اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ ٹھیک ہے اپنی جگہ پر وہ بات لیکن جیسے میں صلاحیتوں کو دیکھ کر اور رجحان کو دیکھ کر کہ میں وہ چاہتا بھی ہوں کہ نہیں جیسے پروفیسر صاحب رحمت کے بارے میں فرما رہے تھے کہ رحمت میں چاہتا بھی ہوں یا کہ نہیں۔ نوح علیہ السلام پر اعتراض ہوا، ان کی قوم نے بہت سی باتیں کیں کہ تجھے بھی یہ رحمت ملنی تھی یہ رحمت تو اللہ نے ان کی طرف جواب کیا دیا کہ تم میری رحمت کو پسند نہیں کرتے۔ میری رحمت چاہتے نہیں ہو تو مجھے کیا ضرورت پڑی کہ میں زبردستی تم پر اپنی رحمت مسلط کروں۔ میں نہیں کروں گا۔ پہلے تم چاہو اس کے لیے تمہارے اندر کچھ صلاحیتیں ہوں پھر تمہیں ملے گا۔

انسان کی نیگیٹو یا ایول سیلف کیا ہے؟

سوال: انسان کی نیگیٹو یا ایول سیلف سے آپ کی کیا مراد ہے؟

Marfat.com

جواب: سیلف کی جبلتوں کا بڑا پیچیدہ سلسلہ ہے جس میں ہر صورت دو پارٹیاں بن جاتی ہیں۔ ایک سیلف تو پرانی خصلتوں پر قائم ہے۔ Barbaric ہے Animalist ہے اور اپنی خصلت چھوڑنے میں کبھی بھی راضی نہیں ہوتا۔ دوسرا جو اس کا Counter ہے، وہ ایک متجسس سیلف ہوتا ہے، جو نئی تحقیق، نئی جستجو، نئے علم کے لیے ہر حال میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور ہوتا تو وہ سیلف ہی ہے لہٰذا کبھی کبھی اس کی اپنے حیوانی سیلف سے اس لیے جنگ چھڑ جاتی ہے کہ وہ حیوانی سیلف سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ وہ اس حیوانی سیلف کو اپنے رستے کی رکاوٹ سمجھتا ہے۔ مگر جو لوگ سیلف سے مکمل نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کا اصول ہی کچھ اور ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ بنیادی طور پر سیلف کی کوئی صورت بھی اللہ کو قبول نہیں کیوں کہ جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس نے ہر حال میں اپنے سیلف کی اپنے نفس کی مخالفت کی۔ ہوا کی مخالفت کی۔ اشتہائے زائد کی خواہش کی۔ تو خداوندِ کریم کے لیے اگر کوئی شخص جدوجہد کرے تو اس کے ان دونوں Selves کے بیچ میں ایک تیسرا نگران سیلف جوان دونوں کی پروا نہیں کرتا جو اپنی خوبیوں کی بھی پروا نہیں کرتا، اپنی خرابیوں کی بھی پروا نہیں کرتا مگر صرف رضائے الٰہیہ کے لیے دونوں کی سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا ہے اور میری مراد اس تیسرے سیلف سے ہے جو بہت معزز، اعلیٰ اور محترم ہے۔

Marfat.com

دور جدید میں ثقافت اسلامیہ کی تشکیل نو

غالب کا شعر ہے کہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

تو مجھے لگتا ہے کہ دلی اور لکھنو کے دبستانوں میں جو صورتیں زمانہ قدیم میں پنہاں ہو گئی تھیں، وہ ہری پور کی سنگلاخ سرزمین میں ان نو جوانوں کی صورت میں دوبارہ اُگ آئی ہیں جو سٹینڈرڈ اور جو علمی روایتیں اور جو تحقیق کا شوق یہ علاقہ پیش کر رہا ہے، آپ یقین جانئے اس سرزمین میں داخل ہوتے ہوئے تشکیک سے دل لرزتا ہے۔ ان نو جوانوں کے تجسس کو دیکھتے ہوئے اور ان کے شوقِ معلومات کو دیکھتے ہوئے ایک عجیب کلچرل حادثہ میرے ذہن میں ابھرتا ہے کہ جہاں بھی Rigidity بڑھتی ہے، جہاں بھی علوم میں سختی اور رویوں میں تشدد پیدا ہوتا ہے، جہاں بھی ایسے سسٹمز کی حکومت ہوتی ہے، یا ایسے مکاتب فکر کو غلبہ ہوتا ہے جو Question اور سوال سے گریز کرتے ہیں وہاں ضرور ایسی باغیانہ روش پیدا ہوتی ہے جو بلا شبہ کلچر کی بنیاد ہے۔

کلچر، اگر آپ اسے Define کریں تو ذہن کا اعراض ہے۔ کلچر ہر اُس جرات کو کہیں گے، ہر اُس خیال کو کہیں گے، ہر اُس ندرتِ بیان کو کہیں گے کہ جو اپنے پیٹرن سے جدا ہو کر اپنا ایک علیحدہ شخصی وجود قائم کرتا ہے اور اپنے لیے داد طلب کرتا ہے۔ کلچر کبھی بھی اپنی آغوش مادر میں نہیں پنپتا اور کلچر کی آغوش مادر تہذیب کو کہتے ہیں۔ Civilization کلچر کو اس بگڑے ہوئے بچے کی طرح ٹریٹ کرتی ہے جس کی جراٗتوں سے اس کا امن خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اسی لیے ہر تہذیب میں جب کسی ثقافتی پہلو سے کوئی جدت اٹھتی ہے تو اس کا اس لیے برا منایا جاتا ہے کہ وہ بظاہر ایک فرسودہ قائم شدہ روایت کی یقینی مخالفت ہو رہی ہوتی ہے اور اگر آپ کو یاد ہو تو مذہب میں آپ نے اکثر علماء حاضر و غائب سے یہ بات سنی ہوگی کہ "کل بدعة ضلالة" (مسند احمد، دارمی، ابن ماجہ) کہ "تمام بدعت ضلالت ہے۔ تمام بدعت گمراہی ہے۔ اگر چہ بعد میں مذہبی مفکرین نے بدعت سیۂ اور حسنہ کو جدا جدا کیا مگر آپ سچ پوچھیے تو بدعت اور کلچر ہم معنی ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں کلچر ہی بدعت ہے اور بدعت ہی کلچر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کلچر کے آفاق کس چیز سے متعین ہوتے ہیں۔ کلچر کیا ایک ذاتی کیفیت ہے یا ارد گرد کے ماحول میں ایک انقلاب آفرین جرأت ہے یا کسی Individual کی شہرت کی طلب ہے یا کسی گروپ کی Projection اور پاور کی Lust ہے یا واقعتاً کسی تہذیب کو آگے بڑھانے کے لیے کسی مفکر کا ایسا خیال ہے جو اس معاشرے کے ذہنی اخلاقی اور قدری معیار کو بلند کر دیتا ہے۔

خواتین و حضرات! پچھلے کئی برسوں سے دیکھنے میں آیا ہے کہ مسلمان تمام سرزمینِ اسلام پر اپنا کلچر کھو چکا ہے۔ وہ اس ذہنی تصادم کے لیے تیار نہیں ہے اس ذہنی جدوجہد اور گفتگو کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ اس Dialectical بحث کے لیے تیار نہیں ہے جو کسی بھی کلچرل Aspect کا ایک خاصہ ہوتا ہے۔ جب اسلام آیا تو وہ بت پرستی کی تہذیب میں ایک Cultural Revolution بھی تھا اور اس کی شدید ترین مخالفت اس وقت کی Prevalent مقررہ اور متعینہ Civilization نے کی مگر ہر کلچر کے پاس ایک دلیل ہوتی ہے اور اسلام کے پاس انتہائی مضبوط دلیل تھی اور سب سے بڑی مضبوط دلیل جو اسلام کے پاس تھی کہ یہ لوگ اہل عقل نہیں ہیں۔'' ان شر الدو آب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون'' (الانفال: ۸-۲۲) اگر قرآن میں ان آیات کا تواتر دیکھیں جو اس نئی Religious کلچر کی بنیاد تھا تو خداوند ذوالجلال والاکرام پروردگارِ عالم ایک چیز کی افادیت اس معاشرے میں اجاگر کر رہا تھا اور بار بار اسی بات پر غور کرنے کی دعوت دے رہا تھا کہ میں نے اے انسان تجھے جو نعمت عقل بخشی ہے، اسے روایت اور تقلید میں ضائع نہ کر تو بار بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کافر کو یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنے آباؤ اجداد کی تقلید نہ کرتے ہوتے، اگر تم اپنے غور و فکر کے معیار استعمال کرتے تو بلاشبہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتے۔

خواتین و حضرات! اسلام کے کلچر سے ایک بہت بڑا اصول واضح ہوتا ہے جو ابتدائے اسلام ہی سے اسلام کے کلچر میں رکھا گیا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو تحقیق و جستجو کا شائق ہے، ہر وہ شخص جو مطالعہ انفس و آفاق کا شائق ہے، جب وہ تردد فرمائے گا، جب وہ جستجو کرے گا، جب وہ تحقیق کے رستوں کو اجاگر کرے گا تو اس کی تگ و دو کا انجام صرف ایک ہے اور وہ شناخت ذات اور شناخت خداوند ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی علمی وجاہت کے باوجود اپنی محنت، مشقت اور تحقیق کے باوجود اگر خدا تک نہیں پہنچ رہا تو اس کو پلٹ کے دیکھنا ہوگا کہ اس کی تحقیق کہاں ناقص ہوگئی، اس کا تجسس کہاں کم تر پڑ گیا، کہاں اس کے ذاتی اور Selfish Concepts ہیں انہوں نے اس کی Wider اور اعلیٰ ترین آفاقی تحقیق میں کہاں دخل اندازی کر کے اس کو منزل تک پہنچنے نہیں دیا۔ اسلامی کلچر کی بنیاد ایک متعینہ حدود میں رہتے ہوئے ایک ایسے تجسس کو فروغ دینا ہے، ایک ایسی تحقیق و جستجو کو فروغ دینا ہے، جس کا انجام صرف اور صرف اللہ کی شناخت ہے۔

خواتین و حضرات! آپ کسی بھی کمپیوٹر سے ایک سوال پوچھیں کہ علم کا مقصد کیا ہے تو آپ کو تمام سوالات ایک جواب کی طرف جاتے ہوئے ملیں گے کہ تمام علمی تحقیق کا مقصد ذات کی شناخت ہے سوائے اسلام کے کہ جس میں انسانی، علمی تجسس اور تحقیق، شناختِ ذات سے آگے بڑھ کر شناخت خداوند کو جاتی ہے اور تمام معاشروں میں جتنی ترقی پذیر سوسائٹیز ہوتی ہیں اور جتنے ترقی پذیر معاملات فکر ہوتے ہیں، وہ اپنی اپنی منازل کے تعین سے فروغ پاتے ہیں۔ اگر کسی معاشرے میں سٹیٹس کی علامت ترقی کا خیال ہو تو تمام معاملاتِ فکر سٹیٹس کی طرف جاتے ہوئے لگیں گے۔ اگر کسی معاشرے میں مال و دولت ہی مطمح نظر ہو تو اس معاشرے کا کلچر مال و دولت کی حرص اور آز کی طرف لپکتا ہوا لگے گا۔ سوائے اسلامی معاشرے کے جو اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کو تعلیمی منزل بناتا ہے۔ اور اللہ کی طرف بڑھتا ہوا یہ اسلامی معاشرہ کلچرلی اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ جہاں جہاں بھی مسلمان اپنا معاشرہ اور کلچر لے کر گیا ہے، وہاں ایک نمایاں تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ اگر وہ سراندیپ میں اترا ہے تو وہاں اس نے آثار چھوڑے ہیں، اگر مالابار کے

Marfat.com

ساحلوں پہ اترا ہے تو وہاں اس نے آثار چھوڑے ہیں، اگر ان میں سے ایک روپ اور ایک خیال انڈونیشیا میں اترا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے سارا انڈونیشیا مسلمان ہوگیا ہے، حیرت کی بات لگتی ہے کہ مسلمان اپنے ساتھ کیا چیز لے کے نکلا تھا، کیا دلیل لے کے نکلا تھا، کیا خیال لے کے نکلا تھا کہ وہ جس جس معاشرے کو آگے بڑھا ہے، ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ آپ مصر کی مثال لیں۔ وہاں جو معاشرہ قائم تھا ایک مہذب اور مضبوط معاشرہ تھا۔ اس کا مضبوط کلچر تھا، اس کے رسم و رواج پائیدار تھے مگر جب مسلمان مصر میں پہنچتا ہے تو اتنا مضبوط کلچر لے کے جاتا ہے، اتنا مضبوط نقطۂ نظر لے کے جاتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی کنونسنگ پاور (Convincing Power) اتنی زیادہ ہے کہ تمام کا تمام ملک مسلمان ہو جاتا ہے یا اسلام قبول کر لیتا ہے۔

خواتین و حضرات! آج اس دور میں جب ہم ایک شخص کو تبلیغ یا خدا کے دین کے لیے کام کرتا دیکھتے ہیں تو ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ تین Basic اصول جو قرآن نے تبلیغ کے بتائے ہیں، کیا وہ ان کی اہلیت کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔

The Culture of Islam depends on the way you present your culture.

اسلامی ثقافت کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک وحی الٰہی اور دوسری اس کے Mystic Experience پر ہے۔ کیا وہ وحی الٰہی کی Presentation کے لیے اپنے زمانے کے مطابق اس کی Proper Advertising کرتا ہے یا نہیں؟ اب یہ دیکھنے کا کام ہے کہ یہ جس زمانہ میں ہم رہ رہے ہیں یہاں ذرائع ابلاغ میں سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ابلاغ سمجھا جاتا ہے جو کسی بھی پراڈکٹ کی بہترین انداز میں تشہیر کرتا ہے۔ اگر آپ اپنی Choices کو دیکھیں، اپنی کلچرل Choices کو دیکھیں، اپنی زندگی کے ان معاملات کو جہاں آپ ایک بلیڈ کا انتخاب کر رہے ہیں، جہاں آپ پھولوں کے رنگ کا انتخاب کر رہے ہیں، جہاں آپ روبی اور الکرم میں انتخاب کر رہے ہیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ Invertedly ان کلچرل Choices کے پیچھے Advertisement ہے۔ اشتہار موجود ہے۔ جب یہی جنگ اعلیٰ ترین خیالات کو جاتی ہے تو آپ کا واسطہ ایک طرف پورے سیکولر کلچر اور دوسری طرف Religious Approches سے پڑتا ہے مگر میں آپ کو معذرت کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ جہاں بھی ہمارے اس Present religious culture کا مقابلہ ایک Open western کلچرل سے پڑتا ہے تو مذہبی کلچر ہمیشہ شکست کھا جاتا ہے۔ یہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کے پاس، وہ Openness، کشادگی، اور دلائل فکر نہیں ہیں جو سیکولر عناصر اپنی سپورٹ میں پیش کرتے ہیں بسا اوقات سیکولر میں اتنی کشش ہوتی ہے، اور وہ اتنی Advertisement کے اتنے Methods اور Means رکھتا ہے کہ عام متجسس شخص کو وہ لبرٹی Please کرتی ہے اور جب وہ اپنے مذہبی کلچر کو دیکھتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ مذہبی اجارہ دار اس کے تجسس کو مار کر، اسے ایک ہی پیٹرن اپنانے کے لیے Insist کرتے ہیں۔ جب ان سے کسی افادیت کے اصول پر Discussion کرنے کو کہا جائے تو اس کے جواب میں آپ کو ایک ایسا منکر مذہب سمجھا جاتا ہے جس پر ضرور کوئی نہ کوئی فتویٰ صادر ہو جاتا ہے۔

خواتین و حضرات! ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا وہ مذہب جو اس کلچر کی بنیاد تھا اور جس نے بارہ سو برس تک

Marfat.com

جدت خیال اور ندرت الفاظ بخشی ہے، جس نے ہمیں ابن سینا اور رازی بخشے ہیں، جس نے ہمیں ابن الہیثم بخشا ہے، جس نے یوسف الخوارزمی بخشا ہے، جس نے اشاعرہ جیسے مفکر بخشے ہیں، جس نے جنید بغدادؒ، عبدالقادر الجیلانیؒ اور علی بن عثمانؒ بخشا ہے۔ لمحہ موجود میں فکری اعتبار سے اس قدر مفلوج اور ذہنی طور پر اپاہج ہو گیا ہے کہ عصر جدید کے مفکرین کے جواب دینے سے بھی قاصر ہے مگر یہ تو خدا اور اسلام کا اپنا Criterion ہے اور اسلام تو اسی بنیاد پر خیالات اور افکار کی جنگ جیت کے نکلا ہے۔ اسلام تو شروع ہی جنگ وجدل فکر سے کرتا ہے۔ اس دنیا میں سب سے پہلا مذہب جو دلیل کو فروغ دیتا ہوا پایا گیا وہ اسلام ہے۔ اسلام تو اپنا آغاز ہی تقلید اور جہالت کے خلاف کرتا ہے اور غور وفکر کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینة جو اللہ یہ کہہ رہا ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینہ جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا، و یحیی من حی عن بینة (الانفال:۸-۴۲) جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اب مجھے یہ بتائیے کہ اس اللہ کا کیا حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو بغیر دلیل کے منوائے۔ جو بار بار آپ کے عقل وشعور کو آواز دیتا ہے، جو آپ کے تجسس کو راہ دیتا ہے، اس اللہ کا کیا حق ہے؟ کہ وہ اپنا آپ بغیر دلیل کے منوائے۔ کیوں آپ کو جرأت سوال نہیں ہوتی؟ اس پروردگار عالم سے پوچھنے میں کہ جب آپ خود یہ کہتے ہو۔ لیھلک من ھلک عن بینہ جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔ ویحیی من حی عن بینة جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا، تو اے مالک عقل، اے عقیل، اے حکیم، اے علیم، پھر وہ دلیل کہاں ہے؟ کہ جس سے ہم عصر حاضر کے تشکک سے لڑ سکیں۔ ان اعتراضات عصر حاضر کو Face کر سکیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے پاس کیا ہے۔ یہاں سے آپ عالم یا کوئی نادان بچہ بھیجیں، اداس یا کوئی خوش انسان بھیجیں، عجیب سی بات ہے کہ مغربی دنیاؤں میں جا کر اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ ایک دم اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے۔ وہ معاشرہ اسے آزادی کا احساس دیتا ہے۔ یہ معاشرہ بندش اور گھٹن کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ایک بار جب میں Housten کی جامع مسجد میں تقریر کرنے کھڑا ہوا تو میرے پاس مصر کے ایک عالم تشریف رکھتے تھے، انہوں نے کہا پروفیسر صاحب یہ آپ کے سامنے جو لوگ بیٹھے ہیں، یہ ایک خاص نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔ کوشش کیجیے گا، ان کو یہ باتیں نہ کہیے گا، تو میں نے کہا کہ آپ نے مجھے سات ہزار میل سے اس لیے بلوایا ہے کہ میں آپ کے Dictated خیالات پیش کروں تو یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ایک چوائس کرنا ہے۔ صرف مجھے سنئے یا انکار کر دیجیے۔

And then I said what I wanted to say

میں نے وہی بات کی جو میں نے کہنی تھی۔ لہٰذا وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگ اپنے خیالات کے برعکس میری گفتگو سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ میں اگر امریکہ میں رہتا تو شائد

نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

والی کیفیت پیدا ہو جاتی اور مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ میں امریکہ سے بہت بڑا مہاجن ہو کے نکلوں گا۔

خواتین وحضرات! میں نے ان سے ایک سوال کیا کہ پورے کا پورا امریکہ Concept of liberty پہ قائم ہے اور Statue of liberty کے زیر سایہ سانس لے رہا ہے۔ آپ مسلمان ہیں اور اتنی دور سے آئے ہوئے

Marfat.com

مہمان کو بھی جرأت اظہار نہیں دیتے۔ اپنے گروپ سے ہٹ کر آپ کسی شخص کی بات سننے کے روادار ہیں اور نہ کہنے کے روادار ہیں۔ تمام اہلسنت والجماعت یا دوسرے حضرات جو Inclusive ہیں، کہتے ہیں کہ ہم چار آئمہ کے قائل ہیں۔ ہم ابوحنیفہ کے قائل ہیں۔ ہم احمد بن حنبل کے قائل ہیں۔ ہم محمد بن ادریس الشافعی کے قائل ہیں۔ ہم امام انس بن مالک کے قائل ہیں مگر آج تک آپ نے کسی حنفی کو کسی حنبلی کا فتویٰ قبول کرتے دیکھا ہے؟ آج تک کسی اہل حنابلہ میں سے کسی شخص کو امام عالم امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرتے سنا ہے۔ یہ کون سے چار امام ہیں جو آپ لوگوں کے ہیں۔ آپ تو اتنے فکسڈ لوگ ہیں۔ اتنے قیود وحدود میں ہیں کہ اپنے مسلک سے ایک لمحہ کے لیے گریز کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ اُس وقت اور آج کا کلچر دیکھیے تو آپ کو ایک واضح فرق محسوس ہوگا کیونکہ

Distance was the cause of division of Aaimma

اور کوئی وجہ نہیں تھی، فاصلے اتنے زیادہ تھے کہ کوفہ میں رہنے والا ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی بات ماننے کے سوا کوئی آپشن نہیں رکھتا تھا۔ اسی طرح مکہ و مدینہ کے کسی شخص کے پاس کسی بات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے امام انس بن مالکؒ کے سوا کوئی ہستی نہیں تھی کیونکہ فاصلے اتنے زیادہ تھے کہ اگر کوئی مسلمان Second Opinion طلب بھی کرتا تو اس کے لیے مکہ یا مدینہ چھوڑ کر دمشق، بصرہ یا کوفہ جانا ناممکن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جہاں جہاں آئمہ متعین ہوتے وہاں ان کی Finality ہوگئی۔ اگر کوفہ حنفی ہوگیا تو مصر مالکی ہوگیا اور اصولاً ایسا ہی ہونا چاہیے تھا مگر کیا آج یہاں بھی یہی صورت حال ہے؟ اگر آپ غور کیجیے تو آپ اس ہری پور جیسے جو زیادہ Decadent نہیں تو زیادہ ترقی یافتہ بھی نہیں، جس کے ذرائع مواصلات بھی اتنے زیادہ نہیں، جس کے اذہان تو ماشاءاللہ شگفتہ، تروتازہ اور برق رفتار اور عقل عمروعیار رکھتے ہیں مگر جہاں تک ان کے Sources ہیں، وہ اتنے کم ہیں کہ وہ اپنی زندگی کی الجھنوں کو اپنی ہمتوں سے استوار نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود اگر آپ یہاں بیٹھے ہوئے کسی بھی امام زمانہ کا فتویٰ ڈھونڈنا چاہیں، تو پلک جھپکنے میں آپ کو پہنچ سکتا ہے۔ جب مواصلات اتنی Brisk ہو جائیں کہ اس زمانے کی Inventions، آرٹ اور لٹریچر ہمارے کلچر کا حصہ بن جائے تو آپ اس کلچر سے استفادہ کیے بغیر اپنی Religious Representation نہیں کر سکتے، لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا تمام Religious طبقہ اسی کلچرل جدیدیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور تمام جدید ترین Methodology، ذرائع ابلاغ اور ذرائع اظہار استعمال کرتا ہے مگر اپنے نفس مضمون پر کسی تنقید کو گوارا نہیں کرتا۔

خواتین وحضرات! زمانے میں صرف اور صرف وہی مسلک اور نظریہ زندہ رہتا ہے جو زمانے کے امتحانات سے گزر جاتا ہے۔ زمانے سے بہتر کسی نظریئے اور کلچر کا کوئی ٹیسٹ نہیں ہے اور اسلام واحد مذہب ہے جو اپنی افادیت کو پندرہ سو برس سے ذہنی جدلیات کے ذریعے بچاتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے اور رب کعبہ کی قسم ہے کہ اسلام کو اپنے دشمنوں کے بجائے اپنے دوستوں سے خطرہ ہے۔ ان لوگوں سے جو اسلام کا صبح وشام نام لیتے ہیں اور جو اسلام کو Represent کر رہے ہیں۔ ان کی نمائندگی اس درجہ پست ہے کہ Advertising کی دنیا میں میں نے ہمیشہ اللہ پہ ایک افسوس کا اظہار کیا ہے کہ تو اس کائنات میں Best of the product ہے مگر تجھے بدترین Advertiser ملا ہے۔ یہ ایسے بدترین Advertisers ہیں جو اللہ کو کسی طور بھی علی بابا کے کانسپٹ سے آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ ان کے خیال کے مطابق اللہ عقل

Marfat.com

کل ہے نہ حکمت تمام ہے! نہ وہ بلین ٹریلین ایئرز Distances کی Galaxy کا مالک ہے! نہ وہ کوانٹم اور Relativity کا خالق ہے! یعنی اس وسیع وعریض کائنات کو تخلیق کرنے والا عظیم رب منی ایچر کے ہاتھ میں چڑھا ہوا ہے۔ اللہ کا حقیقی کانسپٹ اس زمانے میں مسخ شدہ کانسپٹ ہے۔ اب اللہ ایک لوکل گنبد میں قید ہے۔ وہ پروردگار عالم جس کی طرف آئن سٹائن اور ہاکنز بھی نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ اس کو آپ نے گھریلو باندی کی طرح اپنے فرسودہ اور متروک خیالات کی بندشوں میں ڈال رکھا ہے۔ یہ اللہ کا کیسا کانسپٹ ہے جو آپ کو جرأت اظہار بھی نہیں دیتا۔ یہ کون سا خدا ہے جو انسان کو دماغ اور فکر دے کر اسے سوچنے نہیں دیتا ہے۔ یہ کس خدا کا کانسپٹ ہے کہ جہاں اقبال کو اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شائد
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

ایک اتنا بڑا رب کائنات جو ایک مکمل، متحرک، فعال، عقل اور علم کی انتہا ہے کہ جس کے آسمان اول کی وسعتوں کو ماپنے کے لیے لوگوں سے ابھی کوئی پیمانہ نہیں بنا اور جس کی کائنات کے آسمان اول میں داخل ہونے پر کوانٹم اور Relativity کا بڑے سے بڑا فلاسفر یہ بات کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جس چیز کو ہاتھ لگاتے ہیں، وہیں نیا آپشن پیدا ہو جاتا ہے اور آج کوانٹم کا فلاسفر، یہ کہنے پہ مجبور ہے کہ وہ Dimentions جو رسل یا آئن سٹائن قائم کر کے گیا تھا، They are no more valid وہ یہ کہنے پہ مجبور ہیں کہ کائنات اگر سکڑے گی تو لائٹ کی رفتار سے زیادہ سکڑے گی تو اس وقت کون سی نئی Dimnetions وجود میں آئیں گی۔ عقل حیران ہے۔ بڑے سے بڑا Mathematician حیران ہے۔ Physicist حیران ہے ہٹ اینڈ ٹرائل پہ کائنات کی انڈرسٹینڈنگ کے فارمولے جاری ہیں۔ جب ان سے کہو کہ یہ کائنات ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں تو وہ مجبوری سے کہتے ہیں

Yes this option is alive.

جب ان سے کہو کہ ایک Big bang کے علاوہ اور بھی Big Bang ہو سکتے ہیں۔ کہتے ہیں

We have got no reason to refuse

جب ان سے کہو کہ اللہ کہتا ہے میں نے سات زمینیں بنائی ہیں سات آسمانوں میں، کہتے ہیں We can,t refuse اس پروردگار عالم کو ہمارے مکاتب اور ہمارے علمی رشتوں نے تفسیر جلالین میں قید کر رکھا ہے۔ اس وقت کی کتابوں میں، ان مکاتب میں جو شائد اپنے تئیں ایک بہت قیمتی علم کو آگے بڑھا رہے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ تمام معلومات جو آج سے مدتوں پہلے موجود تھی۔ اب ان میں سے ایک بھی آگے بڑھتی نظر نہیں آتی۔ خواہ وہ رازی یا علامہ محمود آلوسی کی تفاسیر ہیں۔ حتیٰ کہ آج کے جدید ترین مفسروں نے بھی جو 1980ء تک تفاسیر کی ہیں وہ وضاحتیں بھی ناقص ہو چکی ہیں۔ کیا پھر قرآن کو آپ Insistence کے ساتھ انہی علماء کی تفاسیر سے پڑھیں گے یاد رکھیے کہ اصحاب رسولؐ نے یہ غلطی نہیں کی کیونکہ ان کا علم یقیناً خالص تھا، وہ ایک بہترین علم کے مالک تھے۔ ان کا کلچر انہیں تجسس پہ ابھارتا تھا، اب دیکھیے کلچر کی اہمیت کیا ہوتی ہے کہ تمام عمر علماء ایک متشدد کانسپٹ کے تحت آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ ایک کرخت نظریے

Marfat.com

اور کلچر میں واضح فرق ہوتا ہے۔

کلچر ایک جنرل Mass Appeal کے ساتھ فروغ پاتا ہے اور Dogmatism اور کسی نظریے میں جو تشدد ہوتا ہے، وہ ذہنوں کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ آپ یقین کیجیے کہ زندگی کی اس منزل پر جب میں ساری دنیا کے کلچر اور ان کی Religious Philosophies اور Extra Philosophies دیکھ چکا ہوں اور مجھے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ آسان اسلام نظر آیا۔ سب سے زیادہ آسان اسلام پر عمل کرنا نظر آیا۔ میں یہ بات مسلمان ہونے کی وجہ سے نہیں کہتا۔ میرا تو ابتدائی کلچر ہی شک وشبہ کا تھا۔ میری زندگی کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ میں کسی مضبوط دلیل سے خدا کا انکار کرسکوں۔ یہ میری سب سے بڑی کوشش تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ انسان کی آزادی اور اس کی مجبوری میں ایک اللہ کی ذات حائل ہے۔ اگر اللہ نہ ہو تو انسان آزاد ہے۔ اللہ کے ہوتے ہوئے میں اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میری مجبوری تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اس نے مجھے پہلا سانس دیا وہ جو کوئی بھی ہے اس نے مجھے آخری سانس دیا۔ وہ جو کوئی بھی ہے اس کا Claim ہے کہ اس نے مجھے ماں کا دودھ بھی دیا ہے۔ اس نے مجھے ماں بھی دی ہے۔ اس نے مجھے باپ کی شفقت بھی دی ہے۔ وہ مجھ سے سوال کرتا تھا کہ زندگی میں آنے سے پہلے میرے پاس کیا چوائس تھا۔ کیا میں نے کوئی باپ چنا تھا؟ کیا میں نے ماں چنی تھی؟ کیا میں نے بہن بھائی چنے تھے؟ ایک بے بسی اور بے چارگی میں اس نے مجھے گھر دیا۔ میرے جرثومہ حیات کی افزائش کے لیے اس نے مجھے رحم مادر بخشا۔ بڑی مجبوری تھی۔ جب میں اس کے Claim دیکھتا تھا تو اللہ کے Claim اس حد تک بڑھتے ہوئے تھے کہ وہ مجھے ہنساتا بھی ہے اور رلاتا بھی۔ میرے چہرے پر ایک خفیف سے تبسم کی ذمہ داری بھی اللہ پہ چلی جاتی ہے۔ میں اس اللہ کو کیسے Neglect کرسکتا تھا۔ میں اپنے تجسس میں، اگر اس پہلے سوال سے نہ نمٹتا تو مجھے کوئی عاقل کیسے کہتا۔ آپ یقین جانئے کہ تمام یورپی تمدن اور تمام یورپی فلسفہ ایک حماقت کا شکار ہے کہ ان میں سے کسی فلسفی نے خدا کو تلاش نہیں کیا۔ نہ رسل نے، نہ وٹ کانسٹائن نے، نہ وائٹ ہیڈ نے، کسی نے بھی خدا کو تلاش نہیں کیا۔ نہ نیٹشے نے، نہ فیٹشے نے، وہ محض Abstraction کی تلاش کرتے رہے، وہ تجرید سے خدا ڈھونڈتے رہے۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ وہ فلسفے کی موشگافیوں سے اللہ تک پہنچ جائیں۔

But you know one thing there is one difference between GOD and the other things.

خالق ہونے کی حیثیت میں اللہ Second Priority of Thoughts قبول نہیں کرتا۔ وہ کسی قیمت پر بھی Second Priority قبول نہیں کرتا۔ مجھے ایک مغربی Mathematician نے طنزاً کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم خدا شناس ہو۔ میں نے اپنی زندگی کے چودہ برس دیے ہیں، میں تو خدا کو نہیں پہچان سکا۔ مجھے تو وہ نہیں ملا۔ How do you say?

میں نے اسے کہا

God is not a by product of mathematical researches, He is a complete Obsession.

وہ تمہارے رستے کا کیچڑ نہیں ہے۔ تم اگر Mathematics میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد کسی ہلکی سی

Marfat.com

Quantum یا Theory of Relativity پہ غور کرتے ہوئے یہ توقع رکھو کہ خدا تمہیں رستے میں مل جائے گا تو ایسا نہیں ہے بلکہ خدا حقیقت کلیہ کی حیثیت میں ایک مکمل Obsession اور تلاش ہے۔ اگر آپ اسے مخلوقات کی تلاش کے بعد حاصل کرو گے تو وہ آپ کو Available نہیں ہوگا۔ وہ ایک ایسی زندہ رواں حقیقت ہے جو اپنی توہین برداشت نہیں کرتی۔ کسی مذہبی اور غیر مذہبی کی تخصیص نہیں ہے مگر اللہ اس شخص کو نہیں مل سکتا، جس نے ذہنی ترجیحات میں اسے ترجیح اول نہیں سمجھا۔

This is one major difference

اگر آپ من حیث المجموع اسے ترجیح اول سمجھیں اور ذہن کی دنیا میں اس کی Properly Gradation کریں تو بخدا وہ پندرہ کروڑ کو مل سکتا ہے۔ وہ تو ہے ہی ملنے کے لیے۔ اُس نے تو عقل و شعور کا Instrument ہی اس لیے دیا ہے۔ یہ تمام کا تمام اسلامی کلچر اپنے تعین کے لیے خدا کے تشخص پہ بھروسا کرتا ہے۔ جس اسلام میں، جس کلچر آف اسلام میں Concept of God نہیں ہے، وہ ازمنہ قدیم کے رسم و رواج کی طرح ہے، Taboos کی طرح، Totems کی طرح ہے، عصر گذشتہ کی امثلہ کی طرح ہے، اساطیر الاولین کی طرح ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں ہے۔ خدا کے بغیر اسلام ایک ایسا سر کٹا مذہب ہے جس کا دھڑ ہے مگر جس میں شعور نہیں ہے۔ ذرا غور کر کے دیکھیے کہ اس وقت کا Religious Culture ہمیں کیا تلقین کر رہا ہے؟ دیوبند میں، بریلوی میں، اہلحدیث میں، تبلیغ کے کسی مکتبۂ فکر میں آپ کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ دیوبند پہ، آپ کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے تبلیغ پہ اگر آپ کا مطمح نظر خدا کی محبت اور شناخت ہے تو۔ مجھے ایک بات بتائیے کہ اگر ایک سات منزلہ بہت بڑے سٹور میں اگر آپ کی مطلوبہ شے نہیں ہے تو اس سٹور میں آپ گھوم پھر کے کیا کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے مطلب کی شے ایک ٹوٹی پھوٹی دکان سے جس میں آدھی رات کو دیا جل رہا ہو اور اس کا دکاندار آدھا غنودگی میں ہو، آپ کو وہاں سے مل جائے تو اے بندگان خدا اگر آپ کو مذہب کی غرض و غائیت کی تلاش ہو اور تمام Religion اللہ کے لیے تھا اور تمام Religion میں ایک اسلام کو متعین اور مخصوص کیا گیا کہ اب یہ وہ کلچر Provide کرتا ہے جس کی Height آخر کار اللہ کی شناخت ہے اگر میں اللہ کو جاننا، سمجھنا اور چاہنا چاہوں اور میں رستے کا انتخاب کروں اور میں ایسا رستہ ڈھونڈنا چاہوں جو مجھے اللہ تک پہنچا دے تو فرض کیجیے کہ میں دیوبند کے سکول کی طرف جاتا ہوں، کہتا ہوں ان کے Academics بہت اچھے ہیں اور حقیقت ہے کہ دیوبند کے Academics بہت اچھے ہیں۔ اب میں وہاں کوشش کر رہا ہوں، سالہا سال لگا رہا ہوں، میں کوشش کر رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی استاد، کوئی ٹیچر خدا شناس بھی ہوگا، جو میرے باطن میں ان علوم کی آگاہی کے چراغ جلائے گا کہ بالآخر میں سراغ حقیقت پا جاؤں گا۔ میں تو وہ شخص ہوں کہ آسمان میرا انتظار کرتا ہے، میں وہ انسان ہوں کہ ملائکہ آدھے جھکے، آدھے کھڑے یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے اقبال نے کہا کہ یہ وہ ظالم ہے جو حقائق کے پردہ داروں کے نقاب اتارتا ہے۔ جس دن انسان پیدا ہوا تھا۔ بقول اقبال

خبرے رفت زگردوں بہ شبستانِ ازل
حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

Marfat.com

یعنی آسمانوں سے یہ خبر برق رفتاری سے گزری تھی کہ اے نقاب پوش حسینو! اب بچو، اب ایک نقاب اتارنے والا پیدا ہو گیا ہے۔ اب وہ انسان پیدا ہو گیا ہے کہ جو حقائق کو اس طرح کھوجے گا، جو اس طرح کریدے گا، جو اس طرح تلاش کرے گا کہ دنیا و مافیہا کی کوئی رکاوٹ اسے روک نہیں سکے گی۔ یہ دیوانۂ خدا ہے، یہ ہر رکاوٹِ انفس و آفاق کو ترک کرتا ہوا اللہ کے دروازے تک پہنچے گا۔ یہ ہمسائیگیٔ خداوند تک جائے گا۔ یہ جلال و جمال خداوند کا رسیا ہے۔ اس کی عقل ضرور اسے اس منزل تحقیق تک پہنچائے گی جس کا نام اللہ ہے مگر اس اللہ کے بندے کا حشر کیا ہوتا ہے۔ وہ اس زمین آسیب میں پلا بڑھا، ہندوستان میں۔ ہندوستان جو برصغیر تھا۔

It is a land of Inferiority.

یہ حقارتوں کی سرزمین ہے۔ تین ہزار سال پہلے جو قومیں اس میں وارد ہوئیں، انہوں نے زمان و مکاں کے توارد سے عروج و زوال کی ساعتوں سے اپنے لیے احساس کمتری جمع کیا۔ برصغیر میں ہر انسان Above Inferiorities کے ساتھ پیدا ہوا۔ تکبرات کے ساتھ پیدا ہوا۔ یہاں آزادی اور غلامی کی داستانیں اتنی Repeat کی گئیں کہ جب اسلام کا کلچر داخل ہوا تو اس میں خیال کی قوت تھی۔ فزیکل پاور تھی۔ وہ ایک شاندار Handsome ہیرو لگتا تھا۔ جب اسلام برصغیر میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ اتنے Brilliant Aspects تھے کہ اس کا کلچر زمین و آسمان سے بڑھ کر تھا۔ ایک طرف اس کو سلطان محمود آف غزنہ کی تلوار مہیا تھی اور دوسری طرف ابوالحسن خرقانی کا تصوف نصیب تھا۔ دوسری طرف اسے علی بن عثمان ہجویری قطب الاقطاب عالم کا، اس کو تصوف نصیب تھا۔ ایک تسخیر زندگی کے معاملات میں آگے بڑھ رہا تھا اور دوسرا تسخیر قلوب میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اتنا پاورفل کلچر تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے Adherent لاکھوں اور کروڑوں میں بڑھ گئے۔ یہ ان صوفیاء کے اسلامی کردار کی مثالیت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے بے غرضانہ، درویشانہ اور فقیرانہ طور پر لوگوں کو وہ سب کچھ دیا جس کی اس Land of inferiorities میں ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ والہانہ آگے بڑھے، دیوانہ وار آگے بڑھے، وہ اللہ کی محبت کو آگے بڑھے۔ اس Land، اس محبت کی سرزمین پہ، اتنی طاقت ور محبت تھی اللہ کے ساتھ، یہ آزردہ دلوں کی سرزمین تھی، یہ افسردہ خاطروں کی سرزمین تھی، یہ اجاڑ اور ویران ذہنوں کی سرزمین تھی، یہ محکوم اور محصور افراد کی سرزمین تھی، اور ان لوگوں کو جب یہ نعمت اُخروی ملی، ان کو محبت خداوند نصیب ہوئی اور جب سیدنا فریدالدین گنج شکرؒ ہانسی آئے۔ پاس سے لشکر گزر رہا تھا، تو خلق نے ہجوم کیا، اس محبت کے باعث اپنے Officers سے بغاوت کر دی اور کہا ہم تو فریدالدین کو دیکھے بغیر آگے نہیں جائیں گے تو مجبوراً انہوں نے لشکر کو Allow کیا۔ تو ان کو بڑی عقیدت کے ساتھ ایک جگہ پر بٹھایا گیا۔ لوگ آتے، ہاتھ پیر چومتے تو خواجہ کو برا لگتا وہ بار بار کہتے اے خلق خدا تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیوں میرے پاؤں چومتے ہو۔ خدا کے لیے مجھے اس اذیت سے رہائی دو۔ اور اسی اثناء میں ایک سقہ بڑھا اور جب اسے منع کیا گیا کہ کیا کرتے ہو تم لوگ۔ تم لوگوں کو کیوں عقل نہیں آتی تو وہ تن کے کھڑا ہو گیا، اس نے کہا فریدالدین تمہیں کون مانتا اور جانتا ہے؟ تجھے کون پیار کرتا ہے یہ لوگ تو اللہ کے متوالے ہیں۔ یہ لوگ تو اللہ سے پیار کرنے والے ہیں۔ ان کو گمان ہے کہ اللہ تجھ سے پیار کرتا ہے۔ یہ تو اس لیے تجھ پر پلٹ رہے ہیں ورنہ تیرے وجود کی ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔ ہم تو قرآن کی اس آیت کی طرف دیکھتے ہیں کہ جب وہ شخص بازاروں میں چلتا ہے تو خدا کا نور اس کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس کا اپنا نور اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اب اسلامک کلچر سے ایسے نوری وجود ختم ہو گئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں ان Schools of Thoughts کو کیا کروں جو میرے تشخص کو تقسیم کیے جاتے ہیں۔ میں جو مسلمان تھا میرا کلچر اسلام تھا۔ میرے کلچر کی بنیاد صرف اور صرف اللہ کی محبت اور خلوص پر تھی۔ میرے کلچر کو میرے مذہبی گروہوں نے اس طرح بانٹ دیا، اس طرح تقسیم کر دیا کہ میرے مذہب میں سب کچھ رہ گیا مگر اللہ کا نام و نشان نہیں رہا۔

This is the first loss, the ultimate loss of priorities.

Religious Priorities کا سب سے بڑا نقص یہی تھا اور اس Priority کے بعد ہم کسی قیمت پر اسلامک کلچر کو Present نہیں کر سکتے۔ اسلام میں اللہ کے سوا کوئی چیز Important نہیں ہے اور جب مسلمان کے ذہن و قلب سے خدا کے حصول کی خواہش ختم ہو جائے۔ اس سے محبت کی آرزو ختم ہو جائے تو اس کا اسلام کیا معنی رکھتا ہے اور جب یہ نہ رہا، جب یہ Intellectual Priority نہ رہی تو اب دیکھیے دوسرا نکتہ نکلتا ہے کہ کلچرز متاثر کرتے ہیں کلچرز کو، جب یہ مکس ہوتے ہیں تو کلچر متاثر کرتا ہے دوسرے کلچر کو۔ اخذ بھی اسی میں سے ہے، اصول بھی اسی میں سے ہے۔ کلچر کے دو حصے ہیں۔ میں نے پہلے غیر مادی اور ماورائی حصے پہ گفتگو کی ہے

There is no Islamic Culture in Pakistan.

کیونکہ ماورائی اور غیر مرئی حصہ ختم۔ اس کی ڈائریکٹنگ فورس موجود نہیں ہے۔ اسلام کے پیچھے Love of God نہیں ہے اور Love of God کے بغیر ایک Cultural میٹا فزیکل ہائینس آپ کا مذہب اختیار نہیں کر سکتا۔ خدا کی محبت کے بغیر آپ کا سارا مذہب گھروندوں میں بٹ کر مسلمان کی تقسیم کا باعث بنتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے لیے مسلمان ہونا باعث تفاخر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جن گروہی قیدوں میں ہے، اس کے لیے سائیڈ کی بیماری "ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شیء" (الانعام: آیت ۱۵۹) جن لوگوں نے دین میں فرق کیا اور گروہوں میں بٹ گئے اے پیغمبر تو ان میں نہیں ہے اور جس میں پیغمبر نہیں ہے، اس میں خدا نہیں ہے۔ جس Concept of Religion میں خدا نہیں ہے وہ Religion ووڈو ہے۔ ٹوٹم ہے اور رسم و رواج ہے۔ پھر اس کمیونسٹ فلاسفر کا قول بڑا سچا ہے کہ جب لوگ کسی مسلمان ملک سے گزریں گے اور جب کسی مسجد کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہاں ایک ایسی بے وقوف قوم آباد تھی جو ان دیکھے آسیب سے ڈرتی تھی۔ تو Comment یہ نہیں آئے گا کہ یہاں اللہ کے بندے آباد تھے، یہاں اللہ کو ماننے والے آباد تھے، یہاں اللہ سے محبت کرنے والے آباد تھے، بلکہ Comment یہ آئے گا کہ یہاں ایک ایسی بے وقوف قوم آباد تھی جو ان دیکھے آسیب سے ڈرتی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب ہم خدا سے انس توڑتے ہیں، رشتہ و ناتا توڑتے ہیں تو ہماری حالت اس آسیب زدہ مسلمان کی سی ہوتی ہے جس کے کلچر میں تعویذ اور جادو کو ازحد اہمیت حاصل ہے۔ مجھے اسلام آباد کی ایک بڑی معزز اور پی ایچ ڈی خاتون نے ایک بات کہی کہ پروفیسر صاحب بڑے دنوں سے ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ جس کامیابی کو بڑھتے ہیں نقصان ہو جاتا ہے۔ فرمایا پروفیسر صاحب یہ کسی نے کچھ کیا ہوا تو نہیں ہے۔ یہ جادو تو نہیں ہے، آسیب تو نہیں ہے۔ میں نے کہا محترمہ ایک کام کرتے ہیں، ایک Application اللہ کے نام لکھتے ہیں۔ تو بھی لکھ، میں بھی اس پہ سائن کر دونگا کہ اے پروردگار عالم اب لازم ہے کہ تو ایل پی آر پہ چلا جا۔ Leave

Marfat.com

Before Retirement پہ چلا جا۔ اب تیرا کوئی کام نہیں رہا، اب لوگ رزق بند کرتے ہیں، پانی بند کرتے ہیں، خیال بند کرتے ہیں۔ اب زندگیوں پہ قدرت انسانوں کو حاصل ہوگئی ہے۔ معاملات پہ قدرت انسانوں کو حاصل ہوگئی اب تیری کیا ضرورت ہے اس افلاک میں۔ اب آپ جاؤ چھٹی کرو، کوئی اور دنیا بساؤ اور جادوگروں کے حوالے اس دنیا کو کر جاؤ، تعویذ والوں کے حوالے اس دنیا کو کر جاؤ۔ اب اس معاشرے کا کلچر اس بحران اور ذلت کا شکار ہے کہ ہر آدمی اپنی ناکامی اور افسردگی کا باعث کسی دوسرے انسان کو سمجھتا ہے اور اللہ کی یہ آیت لوگوں کے ذہن اور اعتقاد سے نکل گئی ہے کہ ''ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات'' (البقرۃ: آیت ۱۵۵) کہ اے بندگان خدا، بلاشبہ میں تمہیں تھوڑا آزماؤں گا زیادہ نہیں۔ بشیءٍ من الخوف بہت معمولی سے خوف سے تمہیں آزماؤں گا۔ بھوک سے آزماؤں گا، نقص اموال سے آزماؤں گا، کیفیات ذات سے آزماؤں گا۔ تمہارے پھل، تمہارے وجود جدا کر کے تمہیں آزماؤں گا۔'' و اذا اصابتهم مصيبة '' (البقرۃ: آیت ۱۵۶) اور دیکھو تم سب پر تھوڑی بہت مصیبتیں آئیں گی، تم سب پر مصائب آئیں گے تو دیکھو اعتقاد کی غلطی نہ کرنا، اس کا Regard کسی تعویذ والے کو نہ دینا، کسی جادوگر کے پاس یہ سراغ نہ لینے جانا کہ کسی نے ہم پر کیا کیا ہوا ہے۔ یقین جاننا کہ یہ سب کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے کیونکہ میں نے ہر انسان کو تھوڑا، بہت ضرور آزمانا ہے۔'' بشیءٍ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات'' (البقرۃ: آیت ۱۵۵) میں نے تمہارا مینٹل سٹیٹس چیک کرنا ہے۔ تمہاری دنیاوی پی ایچ ڈی چیک نہیں کرنی۔ ایم ایس سی، باٹنی اور زوالوجی نہیں چیک کرنی۔ میں نے تمہارے اعتقاد کی ایک ڈگری کو چیک کرنا ہے۔ تمہارا Faith کا کلچر چیک کرنا ہے۔ کیا تم اپنے ظاہری علوم کے باوجود اتنی جلدی آسیب اور وسوسے کا شکار ہو جاؤ گے تو بس اتنی بات یاد رکھنا'' واذا اصابتهم مصيبة'' کہ جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اپروچ یہ رکھنا کہ قالوا انا لِلّٰه و انا اليه رجعون O (البقرۃ: آیت ۵۶) کہ یہ کیفیت وقتی ہے لحاتی ہے۔ یہ ٹل جائے گی اور ہم اس کلاس سے پاس ہو جائیں گے۔ ہم اپنے اس علمی بحران سے گزر جائیں گے۔ ہم اللہ پہ اعتقاد رکھیں، ہم سے خطا اور نسیان کہیں نہ ہو جائے۔ ہم اللہ کے سوا زندگی کی ذمہ داری کسی اور پہ نہ ڈالیں اور اگر تم اس چھوٹے سے امتحان سے پاس ہو گئے تو اللہ یہ کہتا ہے: ''اولٰئک عليهم صلوٰت من ربهم ورحمة'' (البقرۃ: آیت ۱۵۷) ان لوگوں پہ میری طرف سے نہ صرف درود و سلام ہے بلکہ درگاہ خداوند میں آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری نصیب ہے۔'' واولٰئک هم المهتدون'' (البقرۃ: آیت ۱۵۷) اور یہ ڈگری یافتہ ہو گئے، یہ ہدایت یافتہ ہو گئے۔ یہ ہیں پڑھے لکھے لوگ جن کا کلچر مغربی آسائشات نہیں ہیں، ذاتی Sources نہیں ہیں۔ جو اسباب کو Use کرتے ہیں، اسباب کو خدا نہیں سمجھتے۔ اسباب ان کے توکل نہیں ہیں۔ اسباب ان کا کلی آسرا نہیں ہیں۔ وہ اس بات پہ یقین رکھتے ہیں جو ان کے اللہ نے کہا ہے ''وان يمسسک الله بضر فلا کاشف له الا هو وان يمسسک بخير فهو علی کل شیءٍ قدير O'' (الانعام: آیت ۱۷) کہ جسے اللہ نے ضرر سے چھو لیا تو اس کو دنیا کی کوئی طاقت اس ضرر سے آزاد نہیں کر سکتی، سوائے اللہ کے، اور جسے اللہ نے خیر سے چھو لیا۔ فهو علی کل شیءٍ قدير تو وہی اپنی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے۔ جب ہم اصولی غلطی نہ کریں گے اور ہم سائیڈ ایشوز میں نہ پڑیں گے۔ Sectarian ایشوز میں نہ پڑیں گے تو ہم ایک اعلیٰ ترین اسلامی قدر تک پہنچیں گے اور مجھے یقین

Marfat.com

ہے کہ ہم غم وغصہ اور بلا سے گزرتے ہوئے زندگی کی ان اعلیٰ اقدار اور اعلیٰ کلچرل اقدار کو ضرور چھوئیں گے جس کے بارے میں اللہ نے یہ کہا کہ دیکھو۔ ولا تھنو سستی نہ کرنا ولا تحزنو غم نہ کرنا تم ہی غالب ہو اگر اہل ایمان ہو۔

خواتین وحضرات! جب کلچر، کلچر سے ٹکراتے ہیں تو بہتر کلچر غالب آتا ہے۔ کلچرل فورسز جب آپس میں ٹکراتی ہیں تو جس کلچر میں زیادہ اپیل ہوتی ہے، جس میں طاقت اور موبلٹی زیادہ ہے، Influence زیادہ ہوتا ہے، وہی غالب آتی ہے۔ اگر آپ اپنی معاشرتی اقدار کو دیکھیں، اردگرد دیکھیں تو پاکستان کا اس وقت کوئی ذاتی کلچر موجود نہیں ہے۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ہم ٹوٹل ایک Basic اسلامک کلچر سے جدا ہو چکے ہیں۔ اللہ سے، اللہ کے یقین سے جدا ہونے کے بعد ہم اتنے سب سائیڈ ایشوز میں چلے گئے ہیں کہ ہم اپنے مواقف کو Defend نہیں کر سکتے۔ ہم گروہی تعصبات کو Defend نہیں کر سکتے۔ اس لیے External کلچر ہم پہ غالب آتا ہے بلکہ ہم اپنے مذہبی گروہی تفکرات کی Satisfaction کے لیے بھی سیکولر کلچر کی مدد لیتے ہیں۔ ہم نے اگر اپنے مذہبی اختلافات میں بھی مقرر کرنا ہو تو ہم امریکہ یا برطانیہ سے سیکولر کلچر کو حاکم مقرر کرتے ہیں۔

خواتین وحضرات! اس کی وجہ صرف ایک ہے کہ ہم اپنے بنیادی عنصر ثقافت یعنی وحی سے محروم ہو چکے ہیں۔ دوسرا عنصر تھا خدا سے مَس رکھنے والے وہ وجود جو ہمیشہ ہمیں مذہبی Curiousity کی انتہا، تشریح اور وضاحت دیتے تھے حتیٰ کہ آج کا میتھیڈیسٹ ہمیں یہ کہتا ہے کہ صوفی ازم حرام ہے۔ آج کا میتھڈیسٹ کہتا ہے کہ صوفی ازم Exist نہیں کرتا۔ آج کا میتھیڈیسٹ مسلمان یہ کہتا ہے کہ یہ فقراء سب بہانے ہیں۔ یہ صوفی جو بیٹھے ہیں یہ سود لینے والے ہیں۔ پیران حرم سارے جھوٹے ہیں۔

Exactly this is right. "But this is only right when there is no real SUFI"

مگر عبدالقادرؒ کے ہوتے ہوئے کسی نے یہ نہیں کہا کہ صوفی ازم نہیں ہے۔ حتیٰ کہ امام ابن تیمیہؒ جیسے سخت ترین نقاد اپنے حوالہ جات میں یہ جملہ لکھ گئے ہیں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی اور شافعی بغداد میں حنابلہ اور شافعیہ کے مطابق درس دیتے تھے۔ اور ہم تک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات کے توسل، توسط اور تواتر سے پہنچیں۔ ابن تیمیہؒ کا یہ اعتراف اگر غور کیجیے تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی معرفت کی دلیل ہے۔ علی بن عثمان ہجویریؒ کی علمی تحقیق اور جستجو تک برصغیر کا کوئی عالم آج تک نہیں پہنچا۔ ان کی ایک ایک سٹیٹ منٹ کی تحقیق ادھوری ہے۔ یہ بات میں آپ کو اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں۔ مجھ سے اختلاف ممکن ہے۔ مگر میں ایمان داری سے سوچتا ہوں کہ جس قسم کا ان کا Analytical ٹمپر ہے۔ اور جس سائیکالوجی آف سیلف کی وہ سٹیٹ منٹ دیتا ہے، آج تک برصغیر کا کوئی صوفی، کوئی محقق کوئی مولوی اس کی کنہ تک نہیں پہنچا۔ میں آپ کو اس کی دو مثالیں دیتا ہوں۔ یہ ایک وہ نتیجہ ہے جو صرف صوفی کی Intellect اخذ کرتی ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا شناس کس نقطۂ نظر سے تحقیق کرتا ہے۔ سید ہجویرؒ نے لکھا کہ مجھے لوگوں کی خدمت کا بڑا شوق تھا اور میں ان پہ مال بھی خرچتا تھا حتیٰ کہ میں مال خرچتے خرچتے مقروض ہو گیا اور میں خدا سے گلہ کرتا تھا کہ اے پروردگار میں تو خدمت خلق کرتا ہوں۔ اب دیکھیے گا کہ آپ میں سے بہتوں کا یہ مسئلہ ہے کہ میں تو خدمت خلق کرتا ہوں تو

Marfat.com

پھر مجھ پہ یہ عذاب عسرت کیوں؟ مجھ پہ یہ غربت کیوں؟ تو فرمانے لگے میں متردد تھا اس معاملے میں کہ مجھ تک میرے شیخ الوقت ابوالفضل ختلیؒ کا ایک خط پہنچا اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ اے علی بن عثمان کیا تو ان لوگوں کے عذاب کم کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کو اس کیفیت میں اللہ نے رکھا ہوا ہے اور یہ اصول یاد رکھ، اتنی نیکی کرو، اتنا خیر دے جتنا تیری استطاعت ہے۔ اگر اس سے بڑھ کر کرے گا تو نفس تجھے خیر کی کثرت پہ ابھارے گا اور تجھے عسرت میں ڈال دے گا اور پھر یہی نفس تجھ سے خدا کا گلہ کروائے گا جو تو کسی بھی حال میں نہیں چاہتا۔ یہ درس کسی مولوی کے نصیب میں نہیں ہے۔ یہ درس اس شخص کے نصیب میں ہے جو علوم کی خصلت و غائیت کو صرف اللہ کے لیے حاصل کرتا ہے۔ فرمایا علی بن عثمان ہجویریؒ نے کہ میرے دل پہ کیفیت اضطراب تھی۔ میں اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا میں نے ان سے کہا سماع کا بندوبست کیجیے۔ میرے شیخ نے سماع کا بندوبست کیا۔ میری کچھ کیفیت اضطراب کم ہوئی۔ جب میں اٹھ کے چلا تو میرے شیخ نے آواز دی، اے علی بن عثمان ایک وقت آئے گا کہ تمہیں سماع میں اور کوے کی آواز میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔ اب دیکھیے یہاں تک واقعہ ہے کہ سید ہجویریؒ یہ فرماتے ہیں۔ کیا خوبصورت Analysis ہے کہ جب طلب خداوند میں تو آسرے ڈھونڈھے گا اور جب تختی قلب میں راحت تلاش کرے گا اور جب مشقت میں آسانی کی آرزو رکھے گا تو پھر تیرا دل اس آسانی کا ہمیشہ شائق ہو جائے گا۔ اگر تو نے اضطراب میں سماع ڈھونڈا اور پھر تو اضطراب میں سماع کا عادی ہو گیا تو تو اگلی منزل فکر تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس Outgrowth کے جس فلسفے کے بارے میں سیدنا علی بن عثمان اشارہ کر رہے ہیں، یہ تصوفِ اسلامیہ کا خلاصہ ہے۔ ایک منزل فکر سے دوسری منزل فکر کو بڑھ جانا یہ کمال صوفی تھا۔ ذات سے گزرتے ہوئے، آفاق سے گزرتے ہوئے، اپنے ذاتی تشخصات کو محفوظ کرتے ہوئے، اپنے علمی تحفظات کو محسوس کرتے ہوئے جب ایک صوفی اللہ کو بڑھتا تھا تو وہ معاشرے کے عقلی معیار کو بلند کر دیتا تھا۔ ایک بڑی عجیب سی مثال آپ کو بتاؤں کہ کلیام شریف جو میرے شہر کے بالکل قریب ایک گاؤں ہے وہاں ایک بہت بڑے مجذوب دفن ہیں، ان کو بابا فضل دین کلیامی کہتے ہیں تو میں ایک دفعہ اتفاقاً ان کے گاؤں کے قریب سے گزرا۔

I don't go generally but it is sometimes when I pass by.

کسی بڑے بزرگ کے پاس سے گزرتا ہوں تو فاتحہ پڑھنے کو اُنس محسوس کرتا ہوں اور ان سے دعا لینے کو بھی دل اُنس کرتا ہے تو میں نے بابا سے کہا دیکھو تو بڑی عجیب سی بات تو کدھر آ کے ڈھور ڈنگروں میں لیٹ گیا ہے۔ اتنا بڑا تُو خداشناس ہے تو میں اس کے مزار پہ کھڑا ہو کے اس کو ذرا طنزاً کہہ رہا تھا کہ بابا تو کمال کا آدمی ہے۔ .He did not answer me مجھے کشف قبور نہیں حاصل۔ غلط نہ سمجھئے گا۔

But it was a dialogue with him.

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بعض اوقات قبرستان میں جا کر بڑی لمبی چوڑی گفتگو کرتے رہتے تھے تو میں نے کہا بابا تو خداشناس تھا تو یہ کون سی جگہ ہے تو جہاں آ کے پڑ گیا۔ خلق کو تجھ سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا سراغ ملا۔ تو میں نے کہا

This is not proper atmosphere.

اے بابا تو نے یہاں آ کر کیا کیا۔ میں یہ گلہ شکوہ کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گھس گیا۔ جب میں نماز پڑھ

کر مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا تو ایک تنگ سی گلی سے اچانک میرے کانوں میں ایک سُریلی سی آواز پڑی۔ بہت خوبصورت آواز۔ بہت ہی خوبصورت آواز۔

Because i remember the rarity of that voice.

جس میں پورا پورا موسیقی کا رس تھا۔ گانے والا گا رہا تھا۔

توغنی ازھر دوعالم من فقیر — روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور تو می بنی حسابم ناگزیر — ازنگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

آپ یقین جانئے کہ ایک غیر مرئی ارتعاش نے میرے پورے بدن کو روک لیا۔ میں سکتے میں چلا گیا کہ یہی سوال تو میں پوچھ رہا تھا کہ اے صوفی تو نے یہاں بیٹھ کے کیا کیا۔ میں جو اس سے سوال کر رہا تھا کہ بابا تو نے یہاں بیٹھ کے کیا کیا تو میرا جواب اس سیدھے سادے دیہاتی نے دیا جو ایک تہبند باندھے ہوئے، سفید شرٹ، سفید پگڑی پہنے ہوئے، انتہائی خوبصورت آواز میں اس مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گا رہا تھا۔

And I just faced him again.

میں مزار سے جاتے ہوئے اسے کہہ گیا کہ بابا

You were right, i was wrong.

''اکو کوک فریدی سنجے کر گئی تھل' جہاں اس قسم کا شخص بیٹھتا ہے، وہ زمین برکت والی ہوتی ہے اور اس زمین کی برکت اس شخص کو زمینی مراتب سے اٹھا کر ایک آسمان گیر مطمح نظر دے جاتی ہے۔ یہ سب سے پہلا Difference ہے جو کسی بھی Mystic movement کے کلچرل امپیکٹ کا ہوتا ہے۔ یہ وہ مومنٹ ہے جو آج کل کے پاکستان میں مفقود ہے۔ اس لیے کہ ہر محقق جو اٹھا، ہر متجسس جو اٹھا، اس نے مسائل کو انتہائے فکر سمجھ لیا۔ اس نے اتنی بڑی مابعدالطبعیات دنیا کو چند مسائل میں قید کرنا معراج اسلام سمجھا۔ ایک غیر ملکی مفکر نے مجھے کہا کہ اسلام کی میٹا فزکس نہیں ہے تو میں نے کہا مسخرے اگر اسلام میں میٹا فزکس نہیں ہے تو اور کس کے پاس ہے۔ تم لوگوں نے آج تک تجرید کے سوا کسی چیز کو Perceive نہیں کیا۔ مغرب کا ہر فلسفی ابسٹریکشن Justice, truth اور ہیومن ریلیشن شپ کی بات کرتا ہے۔ تم میں سے کسی ایک شخص نے بھی عالم تجرید کے مالک کی تلاش نہیں کی۔ تم اپنی بہترین کوششوں کے باوجود بھی صرف تجریدی اصولوں تک ہی پہنچ پاؤ گے کیونکہ آپ کا بڑے سے بڑا فلاسفر Justice in all پر رک جائے گا۔ کوئی اور فلسفی Readynesses all پہ رک جائے گا۔ کوئی اور Liberty پر رک جائے گا اور کوئی جبر و قدر کے مسئلے پہ

They never wanted to see God.

Nobody has ever Sought God.

ان میں سے کوئی خدا کا متلاشی نہیں تھا۔ اس کے برعکس جب کوئی مسلمان مفکر آگے بڑھتا ہے تو اس کی واحد مابعدالطبیعاتی منزل اللہ ہوتی ہے۔ دوسروں اور مسلمان مفکرین میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ان کی مابعدالطبیعات اس بے کراں سیارچے کی طرح ہے جو فضائے بسیط میں کسی منزل کے تعین کے بغیر ایک لاانتہا مسافت میں چلا جاتا ہے

Marfat.com

اور جسکا کوئی انجام نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ایک مسلمان Mystic اس گائیڈڈ میزائل کی طرح ہے جو یقیناً اپنی منزل کے تعین کا مشکور ہے اور جانتا ہے کہ وہ کس سمت کو بڑھ رہا ہے اور وہ یقیناً الٰہیاتی قرب میں جا کر اترتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کے مفکرین ہمیشہ Competitive range میں افلاک کے تمام مغربی مفکرین سے آگے رہے۔ آج بھی کہا جا سکتا ہے کہ عصر جدید یورپ میں آپ کے مفکرین ابن الہیثم، غزالی، ابن رشد اور ابن خلدون نے وہ شمع فکر جلائی ہے کہ جس سے بعد میں ان کے ہاں ڈیکارٹ اور ڈارونز پیدا ہوئے اور ان کی Renaissance اور Reformation شروع ہوئی۔ اگر دیکھا جائے تو یہ کلچرل تقسیم ہے۔ جب آپ کا کلچر Intellectual اور مضبوط تھا تو یورپ نے بے حجابانہ آپ سے لیا بلکہ سرکہ بالجبر کیا۔ حتیٰ کہ غزالی کی مثالیں ڈیکارٹ نے کوٹ کیں مگر اس نے نام نہیں لکھا کہ میں نے یہ غزالی سے لیا۔ لہٰذا یورپ نے آپ سے کچھ لینے میں کبھی شرمندگی محسوس نہیں کی، مگر بدقسمتی یہ ہے کہ آپ یورپ سے جو اثاثہ لیتے ہیں اس کے ساتھ Additional نمک مرچ لیے آتے ہیں، ان سے احساسِ غلبہ لیے آتے ہیں، احساسِ تحقیر لیے آتے ہیں، اپنے آپ کو آپ خواہ مخواہ مغلوبِ نظر کیے جاتے ہیں۔ اقبال نے ایک کوشش ضرور کی تھی کہ مسلمان مفکرین کے ذہنوں سے یہ اثر اتارے۔ اقبال سے پہلے کلچرل مغلوبیت کا یہ حال تھا کہ انڈیا میں جو شخص بی۔ اے کر جاتا تھا وہ دہریہ ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن اقبال پی ایچ ڈی کرنے کے باوجود بھی دہریہ نہیں ہوا اس علمی معیار کے رعب نے انہیں دوبارہ مذہب کی طرف واپس کیا اور اقبال نے Inferiority کا ایک جنرل کانسپٹ ختم کرنے کی کوشش کی مگر بعد میں اسلام والوں نے یورپین کلچر کو یوں سینے سے لگایا کہ بے نام ونشان ہو گیا اور اپنے تشخص سے خالی اور عاری ہو گیا۔ الغرض ایک مدت تک مغرب کی لبرٹی کے تصور کو مشرق پر غلبہ حاصل رہا اور آج یہ عالم ہو گیا ہے کہ ہم ان کے کلچر کانسپٹ آف لبرٹی، کانسپٹ آف انکوائری اور کانسپٹ آف ریسرچ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم زیادہ سے زیادہ ان کی دلیل کے جواب میں گولی مار سکتے ہیں۔

But they have better bullets and they have better guns, they have better missiles, anytime they can kill us without firing a bullet even.

ہم یقیناً ان سے اس فیلڈ میں بھی نہیں لڑ سکتے۔ تو پھر کیا کریں گے۔ ہم کم از کم اپنے کلچر کو مزید آلودگی اور کرم خوردگی سے بچا سکتے ہیں ہمیں اپنے ذہنی تفکر، جرأت فکر اور ایک رندانہ کوشش سے یورپ کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ سے اس مقصد کے لیے ہمیں جہالت اور بنیاد پرستی کے بجائے جدید فکری لطافتوں کو فروغ دینا ہوگا اور ہمیں ایسے جوان تیار کرنا ہوں گے جن کے دماغوں میں تحقیق وجستجو کا سودا سمایا ہوا ہو۔ لیکن ہم یہ منزل اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہم قرآن کی اس آیت پہ عمل نہیں کریں گے کہ "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم" (آل عمران: آیت ۱۹۱) اے میرے بندو، کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل، مجھے یاد کرتے رہو۔ " ویتفکرون فی خلق السموت والارض" (آل عمران: آیت ۱۹۱) اور زمین وآسمان کی تخلیقات پہ مسلسل غور وفکر کرتے رہو۔ کیا کوانٹم یا Relativity پر صرف ان کا حق ہے؟ درحقیقت یہ میرا حق ہے کیونکہ میں خدا کا بندہ ہوں اور یہ کائنات میرے خدا کی ہے۔ اس حوالے سے علوم کی دہلیز پہ ناصیہ فرسائی کرنا اور شعور کے آفاق تسخیر کرنا میرا اساسی حق ہے۔ اہل مغرب کا کیا حق تھا؟ وہ ہم سے ہمارا حق چھین کر لے گئے ہیں۔ شاید پیمبر کی فراست ہمیں بتاتی تھی کہ علم ہم سے اتنی دور پہنچ جائے گا جہاں چائنہ ہے، جہاں

ہاورڈ ہے، جہاں لنڈن سکول آف اکنامکس ہے۔ اسی لیے رسولؐ خدا نے فرمایا: ''اگر ہمیں چین جا کے بھی اپنے علم کی دولت کو واپس لانا پڑے تو ہمیں ہرگز تامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن سینے سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے صحرا میں خارشی اونٹ رسی تڑا کر نکل جاتا ہے۔ جب ہم نے Pursuit چھوڑ دیا ہے تو علم ہمارے سینے سے ایسے بھاگ گیا ہے جیسے صحرا میں اونٹ رسی تڑا کے بھاگتا ہے۔ کیا ہم اپنا مال اور اپنا گم کردہ اثاثہ واپس نہیں لائیں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب لفظ حرج آیا تو انہوں نے ایک یمنی کو بلایا اور فرمایا تم لوگ حرج کس کو کہتے ہو۔ جواب ملا اے امیر المومنین! جب کوئی کھانے والی جھاڑی بہت زیادہ ناقص جھاڑیوں میں ہو اور ہمارے ڈھور ڈنگر کی اس تک اپروچ نہ ہو سکے تو ہم اسے حرج کہتے ہیں۔ یقین کیجیے۔ ہمارے باطن بھی حرج کی طرح ہو گئے ہیں، ہم اپنی ناقص خواہشات، تعصبات اور علمی تناقضات کی خاردار جھاڑیوں میں اتنے الجھ گئے ہیں کہ عقل دل تک پہنچ نہیں سکتی، وہ ہمارے دل کو کھا نہیں سکتی، عقل کو دل مغلوب ہے، عقل کو دل مطلوب ہے، دل عقل کا رسیا ہے، یہ حیات کا مرکب ہے۔ اس کے اوپر چھ Recepters لگے ہوتے ہیں جو Brain کو سگنل دیتے ہیں مگر پہلا آثارِ قبولیت برین (Brain) نہیں دل ہوتا ہے۔ پھر اس کے بلائنڈ سگنلز دماغ تک جاتے ہیں۔ پھر Interpretation ہوتی ہے، پھر اس کی وضاحتیں برین دیتا ہے۔ Its a very sophisticated computer مگر یہ کمپیوٹر پہلا Impuls دل سے لیتا ہے اور

علم را برتن زنی مارے بود
علم را برجاں زنی یارے بود

پروردگار ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی Basic کلچرل اساس کو پلٹیں اور اسلامک کلچر میں تجسس، تحقیق اور علم کا جو مقام ہے، ہم اس تک اپنی رسائی حاصل کریں اور خداوند کریم ہمیں یہ توفیق بھی بخشے کہ ہم شناخت کے ان ذاتی مراحل سے آگے بڑھتے ہوئے، انفس و آفاق سے گزرتے ہوئے، اللہ کی اس آیت کے مصداق ہوں کہ ''ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین O'' (آل عمران: آیت ۱۳۹)

وماعلینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

ذکر خدا سے روگردانی معاشی کمزوری کا سبب کیوں؟

سوال: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جب کوئی ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو ہم اس کی معیشت تنگ کر دیتے ہیں۔'' اس ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ ایک سوال ہے کہ جب کوئی ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو ہم اس کی معیشت تنگ کر دیتے ہیں۔ یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟ اسی قسم کی ایک اور آیت بھی جو ہے کہ ہم نے ظالم قوموں کو اس

وقت پکڑا جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہے تھے۔ بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ ایک قسم کی Contraditcion ہے لیکن یہ ایک Historical fact ہے کہ جب قوموں نے غیر معمولی معاشی اور فزیکل پراگرس کی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ اس اعلیٰ ترین دنیاوی معیار پر پہنچ گئے ہیں لیکن اللہ کہتا ہے ہم نے اس وقت ان کو پکڑ لیا۔ یہی بات شمرین اور کسیڈ یز قوم بابل کے ساتھ گزری یعنی جب وہ اپنی ترقی کی انتہا کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دم سے ایسے پکڑا کہ ان کی معیشت کے وہ تمام فوائد کینسل ہو گئے اور وہ عذاب الٰہی کے گرفتار ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ خداوند کریم یہ کہتا ہے کہ جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے، ہم اس کی معیشت تنگ کر دیتے ہیں تو یہاں اگر آپ غور کریں تو ایک Responsibility کا تعین ہے اور Responsibility خدا کی یاد، خدا کی محبت اور خدا کی شناخت ہے۔ ایک وہ معاشرہ ہے جو خدا کے بغیر چلتا ہے اور معیشت کی ترقی حاصل کرتا ہے جیسے یورپ میں ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غریب لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھا تو اس پر اظہار تاسف کیا بلکہ ایک کمزور روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ شدید گلہ بھی کیا کہ اے اللہ کفار کے گھر اور بازار اشیاء و مال سے بھرے پڑے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو وقت کی روٹی بھی نہیں ہے تو خداوند کریم نے قرآن حکیم میں ایک آیت اتاری کہ اے پیغمبر ایک مصلحت مانع نہ ہوتو میں ان اہل کفر کے در و دیوار اور ان کی سیڑھیاں سونے چاندی کی کر دوں۔ لہٰذا بات یہ ہے کہ جو قوم خدا کے بغیر ترقی کرتی ہے وہ انڈر مکینیکل لاز اور یونیورسل لاز آگے بڑھتی ہے۔ ان کی صداقت، دیانت اور محنت کے ثمرات ان کو ترقی کی طرف لے جاتے ہیں مگر ساتھ ساتھ ان کے Declines بھی بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسے ابھی آپ ویسٹرن نیشنز کو دیکھتے ہیں کہ وہ از حد محنت، خلوص اور Sense of responsibility سے آگے بڑھ رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے تمام Moral پہلو کمزور پڑتے جا رہے ہیں۔ سیکولرازم اور ڈیموکریسی کے دوسرے منفی نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں کہ پورے کا پورا مورل اور فیملی سسٹم ٹوٹتا جا رہا ہے اور رفتہ رفتہ زمان و مکاں میں جو Negative points ہیں، وہ اتنے بڑھتے جائیں گے کہ کسی کو یورپی تمدن کو توڑنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور جیسے ایک بہت بڑے یورپی Analyst کا کہنا ہے کہ تمام ویسٹرن سوسائٹی آخری موروں Attitude کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ان کی صلاحیتیں چونکہ صرف دنیاوی مقاصد تک محدود ہیں، اس لیے ان کے ذہن میں جلا اور ندرت نہیں آ رہی ہے۔ اور ان کا معاشرہ زوال پر آمادہ ہے۔ مگر مسلمان جو اللہ کا بندہ ہے، اس پر نفاق اور نفرت دونوں چارج لگتے ہیں۔

لہٰذا اس آیت کے مطابق جو بھی اللہ کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ اس کو اپنے نظام اور طریقے کے مطابق احساس دلاتا ہے اور یہ اللہ کا طریقہ اس کی معیشت کی کمزوری اور اس کے Losses بھی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی صورتوں میں اپنے بندے کو جو اچھی بھلی زندگی گزار رہا ہوتا ہے، اسے مختلف حادثات سے دوچار کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرے، ورنہ از خود شاید انسان میں یہ صلاحیت نہیں رہ جاتی کہ وہ اپنے مزاج، بری عادت یا بری خصلت سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ اس بری خصلت اور عادت سے نجات پانے کے لیے ایک ٹراما یا حادثے کی ضرورت پڑتی ہے تو ذکر سے روگردانی، اللہ کی یاد سے روگردانی بلکہ اس کمٹمنٹ سے روگردانی ہے جو مسلمان نے اللہ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صورت میں کیا ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ شخص جو خدا سے غافل ہوتا ہے اس کا ذہن اللہ سے سکون اور طمانیت پا رہا

ہوتا ہے۔ جب وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتا ہے تو قرآن حکیم میں اللہ میاں نے کہا" و من یعش عن ذکر الرحمن نقض له شیطانا فهو له قرین" (الزخرف: آیت ۳۶) کہ جب وہ رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو ہم اس پہ ایک شیطان کو غلبہ دے دیتے ہیں جو اس کے قریب رہتا ہے اور اسے اپنے ساتھ دوڑائے رکھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی شہوات اور خواہشات کے غلبے میں ایسی فاش غلطیاں کرتا ہے جو اسے بڑے بڑے نقصانات کی طرف لے جاتی ہیں۔ جیسے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "بخیل ساری عمر پیسہ روکتا ہے، بچتیں کرتا ہے مگر عمر آخر میں اس سے کوئی ایسی بڑی غلطی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مال سے محروم کر دیا جاتا ہے" لہٰذا یہاں وہ مسلمان مراد ہے جس نے سب کچھ اللہ کے فضل ،کرم اور اس کی عطا کردہ نعمتوں سے حاصل کیا مگر وہ اللہ کا شکر گزار ہونے کے بجائے اللہ سے روگردانی کر گیا۔ پھر خدا کا اس پہ زیادہ حق بنتا ہے کہ اسے ان نعمتوں اور فراخیوں سے محروم کر دے۔

اسلامی ثقافت کے فروغ کی اساسی ضرورتیں!

سوال: اسلامی ثقافت کے فروغ کے سلسلے میں انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر کن اقدامات کی ضرورت ہے؟

جواب: میں آپ کو اس سوال کا جواب دے دیتا ہوں۔ آپ نے کہا اسلامی ثقافت کے فروغ کے سلسلے میں کن اقدامات کی ضرورت ہے۔ دراصل اقدامات کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ Basically پوری قوم کو اپنی اپروچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم کسی قسم کا تاثر یورپی اقوام پر نہیں چھوڑتے۔ ہم میں سے جو بہترین اور بڑا پڑھا لکھا ہوتا ہے۔ اس کا تشخص بحیثیت ایک مسلمان نہیں ابھرتا۔ بلکہ بحیثیت ایک Intelligent ینگ آدمی ابھرتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ اسلام کو Present کر رہا ہوتا ہے۔ For Example یورپ میں جا کہ ہمیں اپنی Values چینج کرنی پڑتی ہیں مگر ویلیوز کی تبدیلی کے ساتھ ہماری شخصیت کوئی ایسا تاثر پیش نہیں کرتی جس سے ان کو احساس ہو کہ ہم Honest، کلین اور باکردار ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہم مسلمان بھی ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ نہایت بڑی اچھی لیڈی ڈاکٹر نے مجھ سے امریکہ میں ایک Question پوچھا کہ اللہ نے پردے کا کتنا حکم دیا ہے، تو میں نے کہا خاتون آپ مت پوچھو۔ اس نے کہا۔ نہیں نہیں یہاں میرا معاشرہ بڑا اچھا ہے۔ لوگ مجھے جانتے ہیں۔ کوئی میری طرف دیکھتا بھی نہیں۔

She was about 40 years old.

اس نے کہا کہ اگر وہ یہاں سر پہ پردہ نہ کرے تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے نہ کرو مگر پوچھو نہیں۔ کیونکہ جب تم یہ پوچھو گی کہ خدا کیا چاہتا ہے اور پھر اگر تم اس پر عمل نہیں کرو گی تو تم پر Ignorance نہیں رہے گی، علم ہو جانے کے بعد اگر تم عمل نہیں کرو گی تو پھر تم پر ذمہ داری اور طرح کی ہو گی مگر میں نے اسے ایک بات کہی کہ یہ ٹھیک ہے کہ تم شریف عورت ہو، یہ ٹھیک ہے کہ تمہارے اردگرد شریف لوگ بستے ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ یہ کمیونٹی تم پر کسی قسم کا دباؤ نہیں رکھتی۔ تم محفوظ ہو لیکن اگر میں دور سے تمہیں اور چند دوسری عورتوں کو دیکھ رہا ہوں گا تو

Marfat.com

میں کبھی بھی یقین نہیں کرسکتا کہ تم مسلمان عورت ہو کیونکہ شکل وشباہت اور رنگ ورخسار سے یہ پتا نہیں لگے گا کہ تم مسلمان ہو۔ البتہ اگر وہ Necessary Precautions تم نے لی ہوں جنہیں قرآنِ حکیم نے وضاحت سے لکھا ہے تو یقیناً تمہاری ایک مخصوص شناخت اور منفرد پہچان ہوگی اور تم ظاہری اعتبار سے ایک مسلمان عورت کو Represent کرو گی۔

گلوبل ویلیج میں انسان شتر بے مہار کیوں؟

سوال: سر! آپ نے اپنے لیکچر میں تقلید کی ممانعت کی طرف اشارہ فرمایا کہ اب گلوبل ویلیج کے اندر کسی ایک مکتبہ فکر میں اپنے آپ کو پابند نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے حالات میں جبکہ اکثر لوگ کما حقہ اسلامی علوم سے آگاہ نہیں ہیں۔ تو ان کو بے مہار کس طرح چھوڑا جاسکتا ہے؟

جواب: حضرات گرامی! ایک تو یہ سوال ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز خود ہی بہت بڑا جواب لگتا ہے۔ جی ہاں! یہ دیکھیے آپ نے صرف ایک جملہ سوال میں لکھا ہے کہ اپنی پسند کا مسئلہ مل جائے تو لے لے اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارے تو کیا بگاڑ پیدا نہ ہوگا مگر سوال یہ ہے کہ یہ جو چار آئمہ ہیں۔ انہوں نے جو ہمیں مسائل کے حل دیے ہیں۔ یہ قرآن وحدیث کے ریفرنس سے دیے ہیں۔ اب میں ایک مسئلے پہ تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ Basically مجھے امام اعظم بہت پسند ہیں۔ وائیڈر Intellect ہے۔ بہت اعلیٰ ذہین ہیں۔ بڑی فراست ہے۔ مسائل کا ادراک بہت اچھا ہے اور ماشاء اللہ وتعالیٰ آج کے زمانے میں بھی جدید ترین مفکر لگتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے طلاق کے مسئلے کو فائنل قرار دیا۔ تین طلاق کے مسئلے کو فائنل قرار دیا۔ حنفی ہونے کے باوجود میں ان سے اتفاق نہیں کرسکتا، کیوں نہیں کرسکتا اس لیے کہ لوگوں کے پاس مسائل کا علم نہیں ہے۔ عائلی زندگیاں پہلے ہی بہت برباد ہو چکی ہیں۔ اب ہمارے پاس ان کو کسی بھی قسم کی رعایت دینے کی گنجائش ہو اور رعایت بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ وہ ایک حدیث جو بہت عجیب فقہی مسئلہ پیدا کرتی ہے۔ ابن صحبہ ابن عباس کے پاس گئے اور ایک سوال پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تین طلاق ایک نہ سمجھی جاتی تھی۔ فرمایا ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر ابن صحبہ نے پوچھا کیا سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تین طلاق ایک نہ سمجھی جاتی تھی۔ فرمایا ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر فرمایا کیا سیدنا عمر بن خطابؓ کے زمانے میں، تین طلاق ایک نہ سمجھی جاتی تھی۔ فرمایا ہاں ایسا ہی تھا۔ لیکن جب لوگ کثرت سے طلاق دینا شروع ہوگئے۔ تو عمر بن خطابؓ نے تین طلاقوں کو آخری قرار دے دیا۔ اب یہ پورے مسئلے پہ اپروچ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس وقت اس مسئلے کو اٹھایا، جب فوجیں ممالک مہروسہ میں کثرت سے داخل ہو رہی تھیں، اور کثرت سے لونڈیاں مسلمانوں کے ممالک میں آرہی تھیں۔ اس وقت سیکس لائف جو عربوں کا بہت بڑا Obsession تھا اور لوگ بات بات پہ اپنی بیویوں کو طلاق دیتے تھے۔ اور جب ادھر سے کچھ خواہشات پوری ہو جاتیں تو پھر اپنی بیویوں سے مصالحت کے لیے پلٹتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے جب یہ معاملات دیکھے تو کہا میں اس طرح تمہیں نہیں کرنے دوں گا۔ اس طرح تم نے طلاق کو مذاق بنالیا اور تین طلاقوں کو انہوں نے فائنل قرار دیا۔ حضرت ابوحنیفہ کے زمانے میں Exactly یہی Socio Condition جاری تھیں اس لیے جب ان تک مسئلہ آیا تو انہوں نے بھی اسی کو فائنل قرار دیا مگر جب آج کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں تو

Marfat.com

اتنا Religious شعور کسی مسلمان میں باقی نہیں ہے کہ وہ اپنی کیفیت کا فوری Analysis کر سکے۔ اس کے پاس یہ بھی علم نہیں ہے کہ اگر میں تین مرتبہ کہہ دوں تو کیا ہوتا ہے۔ اب باقی تین آئمہ جو ہیں وہ حسب دستور Opinion دیتے ہیں کہ ایک وقت میں کہی گئی کتنی بھی طلاق ہوں ایک سمجھی جائے گی۔ اب آپ فرض کیجیے آپ اہلسنت والجماعت ہیں اور جب بھی آپ بات کرتے ہیں کہ جی ہمارے چار آئمہ ہیں مگر Prejudice کا یہ عالم ہے کہ آپ اس سلسلے میں کبھی دوسری گنجائش قبول نہیں کرتے تو میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو جو رعایت ملے گی، وہ بھی مذہب سے ملے گی۔ میری خواہش سے نہیں ملے گی۔ آپ نے یہاں جملہ لکھا ہے کہ جہاں اپنی پسند کا مسئلہ مل جائے، وہ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارے گا۔ یقیناً اگر مجھے میرے ہی کسی مذہبی شعور سے ایک ایسا حل مل جائے جس میں، میں انتہائی پیچیدگی میں Involved ہوں تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔ اب ذرا ایک اور مسئلے کو دیکھیے چونکہ یہ بہت Important بات ہے جو انہوں نے پوچھی ہے۔ اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ کتاب الہدیہ نکاح پہ کھلتی ہے اور پہلا اس کا جملہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز ہے۔ یہ کتاب الہدیہ کا پہلا Sentence باب نکاح کا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز ہے۔ اب ہم دوسرے اساتذہ کی آراء دیکھتے ہیں۔ ابن کثیر نے Statement دی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح زنا ہے۔ جب آپ یہاں دیکھتے ہیں تو آپ کا دل کہتا ہے کہ ابوحنیفہ صحیح کہتے ہیں، اس لیے کہ جوں جوں معیشت اور معاشرت آگے بڑھ رہی ہے، لڑکوں کی ایجوکیشن کم ہو رہی ہے۔ لڑکیاں بے حد خلوص سے محنت کر رہی ہیں۔ پڑھ رہی ہیں، پی ایچ ڈی کر رہی ہیں، ایم اے کر رہی ہیں۔ اب ان کے ولی ایک ایم اے پاس لڑکی کو یا گلی ڈنڈا کھیلنے والے ایک لڑکے یا مزدور کے ساتھ بیاہ دینا چاہتے ہیں۔ لڑکی روایت سے مجبور ہے۔ جبراً قہراً وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اپنے خیال میں ایک معقول آدمی کو چنتی ہے جو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کی ذمہ داری اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ آدمی بھی تیار ہے۔ یہاں ولی نہیں مانتے، وہاں وہ نہیں مانتی۔ گو ایسی صورت میں تمام تر Choices اللہ نے لڑکی کو دے دی ہیں۔ ابوحنیفہ نے استنباط کیا کہ خدا کہیں بھی اپنی کتاب حکیم میں اولیاء کو خطاب نہیں کرتا۔ بلکہ جہاں بھی بات کرتا ہے ڈائریکٹ عورت سے کرتا ہے۔ یہاں ہمیں ابوحنیفہ اس دور کے مسائل کے لحاظ سے بہترین لگتے ہیں۔ آج کے دور کے مسائل کا حل یہی لگتا ہے کہ اگر ایک خاتون اور ایک مرد Sensible ہوں۔ ایک Age کا تعین ہو، ایک دوسرے کے لیے مددگار ہوں۔ لہٰذا اگر وہ چاہیں تو اپنے انتخابات کی حمایت میں ان انتخابات کو رد کر سکتے ہیں جو زبردستی ان پہ ٹھونسے جاتے ہیں۔ مگر ان کے حل کے لیے قرآن فیصل ہے۔ تمام فقہ قرآن کی اس ایک آیت کی تفسیر ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ "طه ما انزلنا علیک القرآن لتشقی" (سورۃ طٰہٰ: آیت ۱) کہ "ہم نے قرآن کو مشقت کے لیے نہیں اتارا" اب جو فقیہہ قرآنی Senses کو شعوری طور پر انسانوں کے لیے سہل بنائے گا، وہ بڑا فقیہہ ہے۔ اس زمانے میں ابوحنیفہؒ کی مقبولیت کا ایک راز یہ تھا کہ انہوں نے قرآن کو لوگوں کے لیے سہل بنایا۔ اس کی مثال سن لیجیے۔ ایک آدمی سیڑھی پہ چڑھا ہوا تھا۔ نیچے اس کی بیوی کھڑی تھی۔ اس کو طیش آ گیا۔ مردوں کے طیش کا کیا کہنا۔ اس نے کہا کہ اگر میں سیڑھی سے ایک قدم نیچے آؤں تو تجھے طلاق ہو۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے یہ خیال آیا کہ وہ کیا کہہ بیٹھا ہے۔

اب وہ سیڑھی پہ ٹنگے ہوئے ہیں۔ بیوی نیچے غل مچا رہی ہے۔ یا اللہ یہ کیا کیا اس نے۔ اب نیچے اترتا ہے تو

Marfat.com

طلاق ہے اور اوپر وہ جا نہیں سکتا، کہاں تک جائے گا۔ ابوسفیان ثوری کے پاس یہ مسئلہ چلا گیا۔ آپ آئے، دیکھا، کہا، طلاق مطلق ہوگئی۔ کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ طلاق بچ سکے۔ لوگ پھر بھاگے بھاگے ابوحنیفہ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ اس سیڑھی سے نیچے اترے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو۔ انہوں ں نے کہا اچھا ایسا کرو کہ ایک سیڑھی اور لے آؤ، وہ اس سیڑھی کے برابر میں رکھو اور اس سے کہو کہ اس سیڑھی سے بالکل سیدھا دوسری سیڑھی پہ آ کے نیچے اتر آئے۔ اس طرح Condition ختم ہوگئی۔ یہ عیاری نہیں ہے۔ آپ کے نزدیک شاید یہ عیاری ہو اور ایک Rigid مولوی بھی کہے گا کہ اِدھر سے یا اُدھر سے آؤ، طلاق ہوگئی ہے۔ مگر ابوحنیفہ نے معاملے کو بچالیا۔ کیوں بچالیا کہیں ایسا تو نہیں قرآن ان بانوں کو ہوا دیتا ہے۔ آیئے دیکھیے قرآن کیا کہتا ہے۔ ایوب نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی کو سو دُروں سے مارے گا لیکن بعد میں افسوس ہوا کہ اس دنیا میں اگر کسی نے میری خدمت کی ہے، مجھ سے محبت کی ہے تو وہ میری بیوی ہے۔ اور قسم بھی پوری کرنی ہے تو اللہ نے کہا، ایوب ایسا کر کہ سو تنکے لے اور ان کو ایک جگہ باندھ اور آہستہ سے ایک دفعہ بیوی کو مار لے قسم پوری ہو جائے گی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ پوری ہو جائے گی۔ ماشاءاللہ، اللہ نے جب اپنی پسند کا مسئلہ ٹھیک کرنا چاہا تو کتنی آسانی سے کر دیا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ قانون انسان کی فلاح، بہتری اور نرمی کے لیے ہوتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم ہے کہ آپ غلط سمجھتے ہیں کہ قانون سزا کے لیے ہے۔ قانون آپ کو سیف ایریا سے ڈینجرس ایریا کی طرف جانے سے روکتا ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ و ثواب اللہ پر اثر رکھتے ہیں تو قطعاً نہیں رکھتے۔ آپ بار بار قرآن پڑھ جائیں آپ اللہ کو دیکھیے نا کہ تمہاری نیکیوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں بھئی ہم سوچتے ہیں۔ یا اللہ میری نیکی کا تجھ پہ کوئی اثر نہیں تو پھر میں جھک مار رہا ہوں ہر کسی کو خوش کر رہا ہوں۔ کہتا ہے تمہاری نیکی تمہارے لیے تمہاری برائی تمہارے لیے ہے۔ تو پھر اللہ نے ہم سے کیا لینا ہے۔ کیا آپ کو عجیب نہیں لگتا کہ میری نیکی میرے لیے، میری برائی میرے لیے تو پھر اللہ نے تخلیق انسان سے کیا مقصد حاصل کرنا ہے۔ درحقیقت وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ گناہ و ثواب Effects ہیں۔ میں نے تمہیں ایک ایریا دے دیا جسے آپ ثواب کہتے ہیں یہ Safe Area ہے۔ اس سیف ایریا کے باہر بتیاں لگی ہوئی ہیں۔ اپی ٹاف لگے ہوئے ہیں۔ اِدھر لگا ہوا ہے زنا، اُدھر چوری کہ دیکھو بھائیو! اگر اس ایریا سے باہر نکلو گے تو خطرات میں چلے جاؤ گے۔ تم اس بھیڑ کی طرح ہو جو ریوڑ کے کنارے چلتی ہے اور شیطان کسی وقت اسے اچک کے لے جائے گا۔ یہ ایریا Safe ہے اور اگر خدانخواستہ اس Safe Area سے تم نکل کر گناہ اور خطرے کے ایریا میں چلے جاؤ تو ایک بڑی پرانی اساطیر الاولین میں Prometheus کی میتھ ہے، Sphinx کی میتھ، Labyrinth کی میتھ ہے کہ جوان بھول بھلیوں میں داخل ہوا، کھو گیا کیوں کہ وہ واپس نہیں آ سکتا تھا۔ ہیرو جب جانے لگتا ہے تو چھوٹی سی لڑکی اسے کہتی ہے کہ یہ دھاگہ ساتھ لے جاؤ اور اس دھاگے کو شروع میں کہیں باندھ جانا۔ جب تم دیکھو کہ رستہ بھول گئے ہو تو دھاگا لپیٹنا شروع کر دینا۔ تمہیں راستہ ملتا رہے گا اور بالآخر Labyrinth سے باہر آ جاؤ گے آخر کار ایسے ہی ہوا کہ وہ بخیر و عافیت Maze سے باہر آ گیا۔ خداوند کریم بھی یہی کہتا ہے کہ بھئی اگر تم سیف ایریا سے باہر نکل کر گناہوں کے ایریا میں چلے گئے ہو تو توبہ اور عنایت کا دھاگا ساتھ رکھنا تاکہ خطرے سے نجات حاصل کر سکو۔ جیسے اقبال نے مسلمانوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وہ فضول قوم ہے کہ جب یہ جوان

Marfat.com

ہوتی ہے تو بہت دور نکل جاتی ہے۔ بڑے بڑے سٹنٹ کرتی ہے، بڑی بڑی بغاوتیں ریکارڈ کرتی ہے۔ ابا کے خلاف، اماں کے خلاف، اللہ کے خلاف، حکومت کے خلاف، کوئی جرأت رندانہ میں پڑا ہوا ہے۔ ہر کوئی کسی نہ کسی مصروف ہے لیکن جب شام پڑتی ہے اور خوف کے سائے لمبے ہوئے، حزن وملال گہرے ہوئے، چستیاں چالاکیاں دور رفتہ کی یادگار ہوئیں۔ اب حضرت نے پلٹنا چاہا تو اقبال اس کی مثال دیتا ہے کہ

چو آں مرغے کہ در صحرا سر شام
کشائید پر بہ فکر آشیانہ

کہ اس پرندے کی طرح جو صحراؤں میں بہت دور نکل جاتا ہے لیکن جب شام ہوتی ہے تو پھر وہ اپنے گھونسلے کی فکر کرتا ہے۔ اس طرح مسلمان کا عالم ہے کہ زور جبر میں بہت دور نکل جاتا ہے۔ کبھی Dogmatic بنتا ہے کبھی Skeptic بنا ہوا ہے کبھی سوشلسٹ کیمونسٹ بنا ہوا ہے مگر جب شام پڑتی ہے اور عذاب وثواب کے سائے لہرانے شروع ہوتے ہیں پھر اللہ کی اور گنبد خضریٰ کی یاد آتی ہے۔ پھر اللہ کا خوف آنا شروع ہوتا ہے۔ پھر مصلّٰی اور لوٹا ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اگرچہ کافی وقت گزر گیا ہوتا ہے۔

خواتین وحضرات! میں قطعاً یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی خواہشات سے مسائل کو حل کریں۔ میں کہتا ہوں کہ ان آئمہ اور فقہا نے جنہوں نے بڑے غور وخوض کے بعد They were specialists in the law of Islam اگر انہوں نے آپ کے لیے کچھ گنجائش پیدا کی ہیں تو آج کے دور کی معیشت اور معاشرت آج کی تعداد یہ تقاضا کرتی ہے کہ جہاں سے بھی ہمیں آسانی سے ملے، ہم اللہ کے شکر کے طور پر قبول کریں۔ اب ایک شخص ہے جو سفر میں پوری نماز پڑھتا ہے۔ اور ایک شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور کسر پڑھتا ہے، آپ کا کیا خیال ہے اللہ شکر کرنے والے کو قبول کرے گا یا اس متکبر کو قبول کرے گا جو اللہ ہی سے رعایت نہیں لیتا۔ یہ سوچنا پڑتا ہے۔

دور جدید میں اسلامی کلچر کا مسخ شدہ چہرہ!

سوال: آپ نے دور جدید میں اسلامی کلچر کے نہ ہونے کی بہت سی وجوہات بیان کی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ Prevailing System کا قصور ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسلامی کلچر کے اس سسٹم کو صحیح کرنے کے لیے نقطہ آغاز کیا ہوگا؟

جواب: یہ بھی سوال اچھا ہے۔ میرے اپنے خیال میں سب سے مظلوم فلسفہ جو دور حاضر میں جا رہا ہے، وہ اسلام ہے اور اس کی Main وجہ یہ ہے کہ تمام سسٹم پورے پورے وارد ہوتے ہیں۔ صرف اسلام ایک ایسا سسٹم ہے جو ہمیشہ بائی پارٹس آتا ہے۔ ایک ایک کر کے۔ اب آپ دیکھیے سوشلزم، کیمونزم پورا پورا آیا۔ سیکولرازم پورا پورا آیا مگر اسلام کی Tragedy یہ ہے کہ ایک اصول لیا اس کو آپ نے قانون بنا لیا۔ اب وہ قانون جو ہے، وہ متحارب قوانین کے جمگھٹے میں ہے۔ جیسے کوئی شیر جو افریقین بدنسل کتوں کے جنگل میں آ گیا تو وہ شیر کو بھی چیر پھاڑ دیتے ہیں۔ ایک اسلامی قانون جو ہے، ایک Hundred of secular laws میں چلا جاتا ہے اور پھر ہمیں کہا جاتا ہے کہ دیکھو ہم نے اسلام عائد کیا

Marfat.com

تھا، کامیاب نہیں ہوا۔ دوسری طرف اگر آپ دیکھیے تو اسلامی قوانین کے نافذ کرنے والے اور اس کو آگے بڑھانے والے ہیں۔ وہ اتنے Rigid ہیں کہ سیکولرازم ان کے خلاف بڑی نفاست سے پراپیگنڈہ کرتا چلا جاتا ہے کہ اگران مسلمانوں نے آنا ہے تو ہم ان سے بہتر نہیں ہیں اگران لوگوں نے آپ کو اسلام دینا ہے تو ہم اس سے بہتر نہیں دے سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسلام اس بدنصیب مسلک کی طرح ہے جس کو کسی زمانے میں کوئی Proper Justified Atmosphere نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے سخت ممانعت کی ہے۔ فرمایا "یایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة" (البقرۃ:۲۰۸) کہ اے لوگو اگر اسلام میں داخل ہونا ہے تو پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ By Parts اسلام نہ لاؤ۔ By Parts دنیا کا کوئی سسٹم نہیں چل سکتا۔ فی سلم کافۃ کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ایک سسٹم ہے، اس میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ جب آپ Religion کو جائیں گے تو تمام Anti religion systems شیطان کے ہوں گے۔ یہ آیت نشاندہی کر رہی ہے کہ جب آپ اسلام کو جائیں گے تو تمام Anti Islamic Systems شیطانی ہیں۔ سیکولرازم ہو یا ڈیموکریسی ہو، کوئی چیز بھی ہو، وہ شیطانی سسٹم ہے۔ مگر کیسے؟ وہ اس لیے شیطانی سسٹم ہے کہ ایک تو اپنی افادیت کو ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے آپ کے Singular Law کو Failure ثابت کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کے قانون کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اسلام ایک اعلیٰ ترین ویلیو کی حیثیت کا Religion ہے۔ آپ اسے لائیے، اسے Exercise کیجیے۔ اس کے بعد اگر وہ فیل ہو جائے تو اسے Forever ترک کر دو۔ میں آپ کو بتاؤں، اسلام کے حوالے سے مجرم کے ہاتھ کاٹنے پہ بڑا اعتراض ہے۔ سزاؤں کے متعلق بہت شور ہے لیکن یورپ میں مجرموں کی اصلاح کے لیے جیلوں کے اندر Psychiatric House بنا دیتے ہیں۔ اصلاح ہو رہی ہے۔ جواز مہیا کیے جا رہے ہیں۔

پچیس سال کے بعد موت کی سزا معطل کر دی گئی ہے۔ جسے مفکرین نے ظالمانہ اقدام قرار دیا تھا اور بدقسمتی سے کہا جاتا ہے کہ یہ اسلامی سزائیں ظالمانہ ہیں۔ انسان کو کہا گیا ہے، سوچو، غور کرو اور اپنی اصلاح کروا پنے اعمال کو درست کرو۔ انہوں نے سسٹم دیے لیکن پچیس سال کے بعد Ultimately نیویارک کے کونسل آف میئرز نے دوبارہ موت کی سزا نافذ کر دی۔ وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ انہوں نے اس عرصے میں جتنے بھی سسٹم موت کی سزا کے خلاف کیے تھے یا جتنے بھی Humantarian Concepts، متعارف کرائے تھے وہ ورک نہیں کرتے۔ قتل و غارت بڑھ گئی۔ ظلم وستم بڑھ گیا اور اس معاشرے میں ظلم وستم چوری چکاری اور ظلم اتنا ہے کہ جب میں سڑک پہ جا رہا ہوتا تھا تو ہر کوئی پیچھے دیکھ رہا ہوتا تھا۔ مجھے بھی پیچھے دیکھنے کی عادت پڑ گئی۔ پھر میں نے اس کا Analysis کیا کہ باقی بھی پیچھے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے سوچا باقی کیوں پیچھے دیکھ رہے ہیں تو پتا لگا ہر وقت ہر کسی کو چھری چاقو کا ڈر ہے یعنی اس معاشرے میں اس قدر خوف ہے کہ سڑک پر خوف اور وحشت کے بغیر چلنا دشوار ہے۔

They had no other option, so they introduced the death penalty again.

ہم یورپ کے دانشوروں کو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ آپ ایک Human Attitude رکھتے ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ تم نے Capital Punishment کے خلاف کیا کیا۔ کیا دریافت کیا اور کیا حل نکالا؟ جب تم نے خود ہی اپنے نافذ کردہ قوانین سے اپنے معاشرے کے جرائم پر قابو نہ پایا۔ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا Crime Rate نیویارک میں

ہے۔اتنی بڑی سیکولر ڈیموکریسی، اتنا ہیومینٹیرین Attitude کہ ایک چوہے کو بھوکا مرنے نہیں دیتے لیکن ان کے ہاں دنیا بھر کا سب سے زیادہ کرائم ریٹ ہے۔اتنے زیادہ کرائم ریٹ کے باوجود ہیومینٹیرین! چونکہ اس معاشرے میں ایک مکمل سسٹم ہے اس لیے کہیں نہ کہیں اس سسٹم کی خوبیاں بھی موجود ہیں اور اس کی خوبیاں اس کی برائیوں کو کھا جاتی ہیں۔آپ نے قرآن نہیں پڑھا۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب کوئی برا کام کرو تو ساتھ اچھا کام کرو۔تیری اچھائی تیری برائی کو سمیٹ لے گی تو ان کے سسٹم میں انصاف، برداشت اور برابری ایسی خوبیاں ہیں جو بڑے سے بڑے کرائم کو کھا جاتی ہیں۔آپ اسلام کا ایک قانون لاتے ہیں لیکن باقی اردگرد کے Supportive Laws اسے ناکام کر دیتے ہیں۔وہ ایک یتیم کی طرح بے چارگی میں ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے۔پھر خود ہی اسلامی قانون کہتا ہے کہ میں ناکام ہوا۔میری جان چھوڑ دو اور میری جگہ کوئی سیکولر قانون لے آؤ۔This is the reason of the fault.

Marfat.com

رسالت اور علمیت

خواتین و حضرات! فیصل آباد متعدد بار آنا ہوا اور یہاں آنا میرے لیے بہت آسان ہوتا ہے، ادھر کسی نے بلایا اور میں حاضر ہو گیا۔ بعض اوقات لگتا ہے کہ شاید میں یہاں آنے کا انتظار کر رہا ہوتا ہوں۔ یہ صورت حال کسی اور شہر میں واقع نہیں ہوئی تھی اور ہمیشہ لوگوں کو یہ گلہ رہتا ہے کہ بار بار بلانے کے باوجود ہم انہیں ٹال دیتے ہیں۔ Exactly۔ آپ یقین جانئے کہ مجھے اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مجھے میرے اور فیصل آباد کے درمیان زمان و مکان کا کوئی بُعد کیوں نہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں آپ نے ایک بار پھر مجھے دعوت دی اور آپ کی مہمان نوازی کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ سنانا، کھلانے کے برابر ہے اور سننا مہمان ہونے کے برابر ہے اور آپ جس ہمت سے مجھے سنیں گے اس کی داد میں پہلے سے آپ کو دے دیتا ہوں۔

خواتین و حضرات! آسمانوں اور زمینوں میں بہت بڑا بنیادی فرق ہے۔ آسمانوں پہ ترقی اور تنزل کے مدارج اور ہیں۔ زمین پہ ترقی اور تنزل کے مدارج اور ہیں۔ آسمانوں پر عزت، افتخار، ترقی، عظمت اور محبوبیت علمیت سے ہے۔ زمین پر اقتدار سیاست سے ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فرق ہے جو زمین و آسمان کے مابین ہے۔ اگر زمین پر چلیں تو ہلا کو ممتاز و منفرد ہیں لیکن آسمانوں پر ان کی کوئی گنجائش نہیں۔ آسمانوں پر جبرائیل و میکائیل جیسے لوگ منفرد و ممتاز ہیں۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ ان کے نزدیک اقدار میں سب سے بڑی قدر، عزتوں میں سب سے بڑی عزت اور فضیلتوں میں سب سے بڑی فضیلت علم ہے "نرفع درجات من نشآء و فوق کل ذی علم علیم" (یوسف: آیت ۷۶) ہم زمین و آسمان میں درجات علم مقرر کرتے ہیں اور جس کے درجات چاہتے ہیں بڑھاتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

خواتین و حضرات! زمین پر حکومتیں اور اقتدار Services کا انتخاب کرتا ہے اور آسمان پر ان منازل کا انتخاب اللہ کرتا ہے۔ زمین پر اگر Civil Services ہیں اور ان کے چناؤ کے معیار سٹیٹ سے وفاداری ہے، مخلوق کے کاموں کو سرانجام دینا ہے، ذہانت اور موقع شناسی ہے تو آسمانوں پر Selection کا سب سے بڑا اصول علمیت ہے۔

"لماتقولون مالا تفعلون" (الصف: آیت ۲) کہ جب کسی بڑے استاد یا کسی پیغمبر کریم یا اللہ کے کسی ایسے بندے کو چنا جاتا ہے جس کا منصب تعلیم دینا، تلقین کرنا اور پیام پہنچانا ہے یا رسالت عطا کی جاتی ہے تو اس کے لیے جو شرط رکھی جاتی ہے وہ اس کے کردار اور علم میں ہم آہنگی اور توازن ہوتا ہے۔ کسی پیغمبر میں قول و فعل و فکر کا تضاد نہیں ہوتا۔ یہی وہ کمال یا تخصیص اور ہم آہنگی ہے جو ہمیشہ کسی بھی پیغمبر کو دوسرے انسانوں سے ممتاز اور منفرد کرتی ہے۔ خواتین و حضرات! زمین پر ہر پیغمبر اپنے معاشرے کا ذہین ترین انسان ہوتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ بہت سارے لوگ

Marfat.com

پیغمبروں کی ذہانتوں کے قائل ہونے کی بجائے ان کے معجزات اور رسالت کے قائل ہوتے ہیں۔

خواتین وحضرات! پیمانہ قدر رسالت ضرور ہے مگر اصل پیمانہ جس کی وجہ سے پیغمبر چنا جاتا ہے، خلاقیت کا حامل ایک ایسا ذہن ہوتا ہے جو ہر چیز سے پہلے اپنی ترجیحات فکر کا تعین کرتا ہے، وہ ایک ایسا عالم اور دانشور ہوتا ہے جو اگر پیغمبر نہ بھی ہو تو اپنے معاشرے کا ذہین ترین انسان ہوتا ہے۔

خواتین وحضرات! ایک فرد کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے رسم ورواج کے خلاف بغاوت کرے، اس شخص کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اتنا بڑا خطرہ مول لے۔ وہ اپنی زندگی کو کیوں ایک ایسے سانچے میں ڈھال دے جس سے اسے معاشرے کی دشمنی کا سامنا ہو۔ جس سے مخالفتوں کے دروازے کھل جاتے ہوں۔ جس سے اسے طعن وتشنیع کے زہر آلود تیر سہنا پڑتے ہوں، جس سے اس کی زندگی اک مسلسل اذیت بن جاتی ہو، جس سے اس کے لیے در و دیوار سے پتھر برستے ہوں اور جس سے اسے راستے میں بکھرے نفرت کے کانٹوں پر مسلسل گھسیٹا جائے۔ اس شخص کو اتنا بڑا Claim کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس شخص کو ایسی انفرادیت قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کے نتیجے میں اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے۔ مگر خواتین وحضرات! ان لوگوں کا شمار ان ذہین وفطین لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں خدا اگر اس زمین پر رسالت سے ممتاز نہ بھی کرے تو یہ وقت سے پہلے اپنے معاشرے کے بہت بڑے نقاد ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے معاشرے کے تمام رسم ورواج کو پرکھا ہوتا ہے۔ ان کی ذہانتوں نے کسی بھی معاشرے کے دجل وفریب کو اچھی طرح جانچا ہوتا ہے۔ اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام نے فراعنہ مصر کے تمرد اور انا کو بہت پہلے سے دیکھا ہوا تھا تو عیسیٰ نے ان Tax Collective یہودیوں کی ایک ایک حرکت کو اپنے ذہن میں رکھا ہوا تھا اور آقائے رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب معاشرے کے جہل اور اس کی تاریکیوں سے بہت اچھی طرح آگاہ تھے۔

خواتین وحضرات! ہر پیغمبر کا ایک دائرہ عمل ہوتا ہے۔ ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ''(البقرۃ:۲۵۳)

ایک پیغمبر شاید ایک شخص کی ہدایت کے لیے آیا۔ ایک پیغمبر شاید کچھ لوگوں کی ہدایت کے لیے آیا۔ کوئی پیغمبر ایک قبیلے اور گروہ کے لیے آیا۔ کوئی پیغمبر ایک قوم کے لیے آیا۔ مگر بلا شک وشبہ ہر پیغمبر اپنی قوم کا ذہین ترین انسان ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کی نگاہِ انتخاب اس شخص پر پڑتی ہے اور ذہانت انسان کی زندگی میں اعتدال دیتی ہے، ذہانت ہی انسانی زندگی میں ترجیحات کے تعین میں مدد دیتی ہے۔

خواتین وحضرات! اگر پیغمبر ذہین نہ ہوتے اور ان کے اردگرد بڑے بڑے دانشور اور ذہین لوگ نہ ہوتے تو پیغمبر احساس کمتری سے وس جاتے۔ اگر ان کے اذہان غیر معمولی نہ ہوتے اور وہ ذہنی طور پر اپنی مدمخالف طاقتوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب نہ دے پاتے تو یقیناً کوئی پیغمبر بھی اپنے معاشرے میں ایک احساس برابری اور وقار سے نہیں پنپ سکتا تھا اس لیے اللہ نے اپنے پیغمبروں اور رسولوں کے لیے جو سب سے پہلا criteria رکھا، وہ یہی تھا کہ یہ ہر زمانے میں اپنے معاشرے کے ذہین ترین انسان ہوتے ہیں۔

These poeple are the top intellectuals of their own society whatever

Marfat.com

the time may be, whatever they may be

اور وقت کی بدلتی ہوئی قدروں کے ساتھ جیسے جیسے معاشرے کی ذہانتوں کے معیار بدلتے ہیں ویسے ویسے پیغمبروں کے علم اور منصب کے معیار بھی بدلتے رہتے ہیں۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مختلف ہے۔ خواتین وحضرات! خاتم النبیینؐ تک آکر یہ انقلاب آیا ہے کہ انؐ کے بعد مزید کسی پیغمبر کا آنا محال تھا۔ یہ ایک ایسی Maturity تھی جو انسان زمانہ حجر سے اپنے ساتھ لیے آرہا تھا۔ یہ ایسی کم علمی تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ Mature ہوگئی تھی اور انسان جو Chimpanzee کے دماغ سے چلا تھا اس Maturity تک پہنچ گیا تھا کہ اب وہ بخوبی علم کو اپنے اندر سمو سکتا تھا۔ اب اس کو اک Final Message کی ضرورت تھی۔ اس Final Message کے لیے خواتین وحضرات جس پیغمبر کو چنا گیا تھا اور جس محترم شخص کا انتخاب کیا گیا تھا اس کے بعد پھر کوئی پیغمبری تھی اور نہ کوئی رسالت تھی۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر زمانے کے عظیم دانشور قرار پائے۔ الغرض قدیم وجدید اور مشرق ومغرب میں ہر وقت کے لیے ایک عظیم ترین ذہن کا انتخاب ہوا جس کا مقابلہ خواہ وِٹ کانسٹائن اور رسل سے ہو، خواہ ہیگل سے ہو یا کسی بھی زمانے کے کسی Politics سے ہو۔ ایک ایسا انسان چنا گیا ہے کہ جس کی ہر قسم کی کوالٹی آنے والی جملہ انسانیت سے بھی بہتر ہو اور وہ پرانی ذہانتوں کا بھی سردار ہو اور مستقبل کی ذہانتوں کا بھی علمبردار ہو اور جس کے ذہن پہ یہ شک نہ ہو سکے کہ اس کی علمیت کیا ہے۔

خواتین وحضرات! کتنے تعجب کی بات ہے جب ایک امتی اپنے پیغمبر کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ اس کا علم کتنا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جو ایمان کے ضائع ہونے کا ہے۔ شاید میں اس نقطے کی طرف دوبارہ پلٹوں۔ علم کے دو نشان ہیں۔ علم وہی پائیدار ہے جس میں گہرائی ہو۔ اور گہرائی یہ نہیں کہ ایک سنچری میں وجود پایا اور پھر اگلی سنچری میں بھلا دیا۔ وہ بتانِ وہم وگماں جن پہ لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا اور ان کو خدائی کے Title بخشے مگر Greek Mythology آگے تو نہیں بڑھی اور وہ خدائے واحد اپنے ماحول اور معاشرے سے آگے نکل گیا۔ اللہ کا یہ وہ تصور ہے جو ہر دور میں ایک نئے رنگ اور ایک نئی تمکنت کے ساتھ زندہ رہا اور ایک غیر معمولی کروفر کے ساتھ مختلف شکلوں میں ہر طرح کے معاشرے میں سفر کرتا رہا یہ ایسا اللہ ہے جو زمانوں میں کبھی انسان سے جدا نہیں ہوا۔ یہ Anthropology کا Converted God نہیں ہے۔ یہ ضرورتِ انسان والا تصورِ خدا ہے۔ یہ تو وہ فعال، مطلق اور قائم اللہ ہے جو زمانے میں ہمیشہ رہا ہے، اول رہا، آخر رہا، طوفانِ نوح سے پہلے رہا، طوفانِ نوح کے بعد رہا۔ کیا عجیب بات ہے کہ یہ وہ اللہ ہے جو فقط کشتی کے چند مسافروں کے پاس تھا۔ کیا عجیب بات ہے کہ تمام دنیا غرقاب ہوئی اور وہ چند لوگ جو اللہ کے نام لیوا تھے، جو کشتی نوح میں سلامت تھے جو "بسم اللہ مجرھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم" (ہود: آیت ۴۱) پڑھ رہے تھے اور انہی کے توسط سے شاید کوئی نیا علم الاصنام شروع ہوتا، کوئی نئے دیوی دیوتا شروع ہوتے لیکن انہی لوگوں کے توسط سے خدائے واحد کا تصور پھر شروع ہوا۔

خواتین وحضرات! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عطا اور کرم کے تحت ایک ایسے عالم بے بدل کی حیثیت سے سامنے آئے کہ جن کی نظیر زمین وآسمان میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ آپ سے پہلے دونوں جہانوں میں اتنا ذہین

انسان نہیں گزرا تھا۔ اگرچہ انہوں نے زندگی بھر کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی مگر انہوں نے اپنے بارے میں ایک چھوٹا سا جملہ کہا ہے کہ خدا نے مجھے قلم عطا فرمایا اور تھوڑا سا کلام مگر بے حد معنی عطا فرمائے۔

خواتین وحضرات! اس علم کی گہرائی کہاں جاتی ہے۔ کیا یہ علمی گہرائی Big Bang سے آگے نہیں جاتی۔ یہ اللہ کا عطا کردہ علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علمی جہانوں کی مکمل آگہی بخشتا ہے۔ اور یہ عرفان تخلیق کے تمام مراحل سے گزر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ Compton نے بڑی حسرت سے کہا تھا کہ کاش اسے اس ایک لمحہ کا پتا لگ جائے کہ Big Bang سے پہلے کیا تھا تو وہ پوری کائنات کی تفصیل بیان کرسکتا ہے۔ خواتین وحضرات! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تخلیق سے پہلے کا علم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جانتے تھے کہ اللہ نے کب اور کیا بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی Guess Work نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن میں یہ بات اللہ نے کہی ہے کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں تھی۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ اے میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق زماں ومکاں سے پہلے، اشیا کی تخلیق سے پہلے، بحروبر کی تخلیق سے پہلے اور زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے کیا تھا۔

واخرج الطیالسی واحمد والترمذی وحسنه وابن ماجة وابن جریر و ابن المنذر وابو الشیخ فی العظمة وابن مردویه و البیهقی فی الاسماء والصفات عن ابی رزین رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله این کان ربنا قبل ان اصحهما خلقه قال کان فی عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء و خلق عرشه علی الماء قال الترمذی رضی الله عنه العماء ای لیس معه شیء (حوالہ جات: (1) سنن الترمذی رقم الحدیث 3109، (2) مسند احمد رقم الحدیث 16233، (3) مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ ج2 ص275)

اللہ میاں اس وقت کیا کر رہے تھے۔ کیا بیکار بیٹھے ہوئے تھے۔ Guess Work کر رہے تھے۔ کیا کر رہے تھے؟ جب زمین وآسمان بھی نہیں تھے، انسان بھی نہیں تھے، آب وہوا بھی نہیں تھی تو اس وقت اللہ کیا کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا اللہ اس وقت دھند میں تھے۔ یعنی اللہ ایسے پانی میں تھا جس میں دھواں گھلا ہو۔ (آیت)۔۔۔۔۔۔اس کے اوپر بھی ہوائیں تھیں، اس کے نیچے بھی ہوائیں تھیں۔

انسان نے بڑی ترقی کی He chose the hard way, worked very hard over 3000 years.

تین ہزار سال کی اس تاریخ میں انسان نے اپنی محنتِ شاقہ کے بعد Big Bang کا سراغ لگایا اور پھر یہ اندازہ لگایا کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے کیا تھا تو پتا لگا کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے Moisturized Gases تھیں۔ دھواں تھا، پانی ملا ہوا دھواں۔ ما تحته هواء وما فوقه هواء۔ آسمان اور زمین میں ہوا تھی، بادل تھے۔ پھر یہ بادل بکھرے، ٹوٹے، تقسیم ہوئے پھر ان بادلوں نے جڑنا شروع کیا۔ پھر ان بادلوں سے کائناتی وجود تخلیق ہوئے اور اگر آپ غور کیجیے تو ظاہر ہے کہ آقا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو Physical Sciences کی Termnology تو نہیں پڑھانے آئے تھے۔ مگر اس سادہ سے بیان میں کان فی عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء کہ سب تخلیقات سے پہلے اللہ ہوا

میں تھا، دھند میں تھا، بادلوں اور بخارات میں تھا اس کے اوپر ہوا تھی اس کے نیچے ہوا تھی۔ پھر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو ہوا، کائنات تو بن گئی۔ اس کے بعد اللہ کہاں تھا۔ فرمایا سب سے پہلے تو اللہ تھے، ظاہر ہے کہ اس اللہ کو میں تمہیں Explain نہیں کرسکتا۔ Obviously ذہن وہ سوال نہیں اٹھا سکتا جس کے لیے اس کے پاس Data نہ ہو، میں Explain کرنا بھی چاہوں تو میں اپنے طالب علموں کو یا اپنے احباب کو وہ سوال Explain نہیں کرسکتا کہ جس کے لیے نہ میرے پاس Data ہے اور نہ ان کے پاس ہے۔ ہر ذہین آدمی کو سر درد صرف اس لیے شروع ہو جاتا ہے کہ وہ سوال جو اٹھاتا ہے اس کا حل اس کے پاس نہیں ہوتا۔ سوال کا بوجھ زیادہ اور ذہن بے چارہ اس قابل نہیں۔ فرمایا سب سے پہلے تو اللہ تھا اور اس کا عرش پانی میں تھا اور ایک کام اللہ کر رہا تھا اس وقت۔ خواتین وحضرات غور کیجیے پانی میں کیوں تھے؟ اگر آپ قرآن شریف دیکھیے تو خداوند کریم فرماتے ہیں، دیکھیے انہی دو Degrees کی Explanation اللہ نے اس طرح کی "ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما" (الانبیاء: آیت ۳۰) پہلے تو سب ایک Mass تھا اور زمین وآسمان کا ایک وجود تھا۔ تمام کائنات ایک وجود تھی۔ پھر ہم نے انہیں جبراً پھاڑ کر جدا کر دیا۔ ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور پھر "وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی" (الانبیاء: آیت ۳۰) پھر ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ غور فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی بات کو زیادہ بہتر Explain کر دی کہ سب سے پہلے اللہ تھا پھر اس کا عرش پانی پر تھا۔ وہ اپنی بلندیوں سے نیچے آیا۔ اس نے تخلیق کا عمل شروع کیا اور سب سے پہلے زندگی کو پانی سے تخلیق کرنا شروع کیا۔ مگر تخلیق کے علاوہ اس نے ایک اور کام کیا۔ وہ کام بڑا Important تھا کہ جس ہستی کو زمین پر بھیجا جائے، جس حیات کی نشوونما زمین پہ کی جا رہی تھی، کیا اس کی زندگی کے اسباب بھی نیچے پہنچائے جا رہے تھے؟ کیا اس زندگی کا بندوبست بھی کیا جا رہا تھا؟ کیا اس کے رزق، اس کے روزگار، اس کے مقامات، اس کے تعین، اس کا رہنا سہنا، اس کی بقا کا بندوبست بھی اللہ میاں کچھ کر رہا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اب سے پچاس ہزار سال پہلے کی مخلوقات کو جب زمین پر بھیجا گیا تو اللہ نے ان کی تمام زندگی کے اسباب اور قوتوں کا ذکر کتاب محفوظ میں لکھا۔ جو آبادی نیچے انہوں نے کرنی تھی۔ خواتین وحضرات! آپ کے لیے لوح محفوظ ایک عجیب لفظ ہوگا اگر غور کیا جائے تو اس دنیا کے ماسٹر پلان کا نام لوحِ محفوظ ہے۔ اس دنیا میں زندگی تخلیق کرنے سے پہلے لوحِ محفوظ تیار ہوئی۔ قیامت تک جن لوگوں نے آنا تھا، ان کا نام لکھا گیا۔ رزق کہاں سے ملنا تھا، ان کا رزق لکھا گیا۔ کس کو کون سے ماں باپ دینے تھے، ان کے نام لکھے گئے۔ زندگی کی ترتیب کیا ہوگی، اس کے حساب لکھے گئے۔ ایک ایک مقام لکھا گیا۔ ایک ایک پیشہ لکھا گیا۔ کس نے کہاں پہنچنا تھا، لکھا گیا۔

خواتین وحضرات! بقول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ اگر یہ Protocol پہلے سے نہ لکھا جاتا تو پھر یہ دنیا ایک Jumble بن جاتی۔ کس نے کس کے گھر پیدا ہونا تھا اگر نہ لکھا جاتا تو آسمانوں سے بچے گرتے۔ کس کے گھر پیدا ہوتے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ انسان اور دوسری مخلوقات کے بچوں میں کتنا فرق ہے۔ باقی مخلوقوں کے بچے تو پیدا ہوتے ہی دوڑنے لگتے ہیں۔ لیکن انسان کا بچہ اس قابل نہیں ہوتا، اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے سات سے دس برس چاہئیں۔ کون اس مقدر کا قائل ہے۔ کون کہتا ہے کہ میں مقدر سے الجھتا ہوں۔ کیا اس نے باپ کو دیکھا، ماں کو دیکھا، کیا اس

Marfat.com

نے پیدائش کے ماحول کو دیکھا، کیا اگر زمانہ قدیم میں سب کو پیدا ہونے کا اختیار ہوتا تو سب قارون کے گھر نہ پیدا ہوتے اور آج کے لوگ Bill Gates کے گھر نہ پیدا ہوتے۔ یہ اختیار اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ یہ تو زندگی کا انجام ہے جو اللہ نے کسی کے حوالے نہیں کیا۔ ایک ایک لفظ لکھا گیا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سارا کچھ لکھا ہوا ہے تو ہم کیا کرنے آئے ہیں۔ ہم کیا کریں! فرمایا تمہیں کیا کرنا ہے۔ اللہ نے جس کام تک انسان کو پہنچانا ہوتا ہے، اس کی Motivations، ارادے اور قوت کو اس کام کے لیے مضبوط کر دیتا ہے۔ اور خواتین وحضرات! قرآن میں اللہ نے کہا "ما من دآبة الا هو اخذ بناصيتها" (ہود: آیت ۵۶) زمین وآسمان میں ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے، ایسا کوئی زندہ جانور نہیں ہے، ایسا کوئی انسان، پرند چرند اور حیوان نہیں ہے۔ "ما من دآبة الا هو اخذ بناصيتها" (ہود: آیت ۵۶) جسے ہم نے اس کے ماتھے سے نہیں تھام رکھا ہے۔ خواتین وحضرات! پہلے تو پتا نہیں تھا کہ ماتھے میں کیا ہوتا ہے۔ آج پتا لگا ہے کہ ماتھے یا Frontal Lobe میں تو بہت پاور ہوتی ہے۔ یہ تو Deciding factor ہے۔ یہ تو ارادے باندھنے اور پروگرام بنانے والا ہے۔ یہ تو بڑا Concealed Lobe جو ماتھے کے پیچھے ہے اور اس پر خدائے کریم کنٹرول Exercise کرتا ہے۔ یہ ریموٹ کنٹرول اس کا ارادہ قوی کرتا ہے۔ اس کا ارادہ توڑ دیتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ جو لوگ Psychosis Novices بیمار ہیں، اسی Frontal Lobe کی وجہ سے ہیں۔ اور پرانے زمانے میں ان کی سختی، ارادہ اور تواترِ خیال توڑنے کے لیے لوگ انہیں الٹا لٹکا کر مرچوں کی دھونی دیتے تھے۔ آج بجلی کے شاک دیتے ہیں۔ اسی لیے ایک ہی علاج ہے تاکہ اس پہ بقا غالب آئے۔ حسِ بقا غالب آئے اور اس خیال سے ہٹ جائے جس کو شب و روز متواتر سوچتا ہے۔ تمام جنون کا باعث متواتر اس طرح سوچنا ہے کہ ان تسلسلِ خیالات پر آپ کے Frontal Lobe کا قابو نہ رہے۔

خواتین وحضرات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی معیارات بہت بلند تھے۔ اگر ان کے علم کی گہرائی اور گیرائی کا ذرا سا اندازہ ہو سکے تو پتا لگتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں کئی علوم کا افتتاح کیا۔ جو بعد میں انیسویں صدی یا بیسویں صدی میں آ کے ترقی پائے۔ ایک بار ابنِ صیاد کی ماں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ اس کا بچہ جنات کی زد میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے انہوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی باتیں سننے کی لیے ذرا اوٹ میں چلے گئے تو اچانک اس کی ماں نے بچے کو یاد کرایا کہ دیکھ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کی ماں سے فرمایا اگر تو اسے خبردار نہ کرتی تو میں اس کی باتیں سن کر اس کے مرض کا پتہ لگا لیتا۔

خواتین وحضرات! یہ تحلیل نفسی Psycho Analysis کی ابتدا ہے جس سے کسی مریض کے حالات اور اس کی باتیں سن کر اس کے مرض کا پتا لگا لینا تھا۔ یہی بعد میں نفسیات بن گئی اور ایک System کی ابتدا کا باعث بنی جہاں مریض اپنے مسیحا کو جا کر اپنی پوری داستان سناتا ہے اور اس کو ایک Pathetic Outlet ملتا ہے جس سے وہ اپنے معالج کو اپنے ذہن اور مافی الضمیر سے آگاہ کرتا ہے اور پھر اس کا معالج اس پر judgement دیتا ہے کہ اس کو کیا مرض لاحق تھا اور کیا نہیں تھا۔ اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آئندہ زندگی کے تمام مرضوں کے متعلق، قیامت تک کی ہر خبر

Marfat.com

اور علم کی شناخت کو ادھورا نہیں چھوڑا ہے۔ میں آپ کو یہاں ایک خوبصورت حدیث ضرور سنانا چاہوں گا۔ جس میں غیر معمولی علمیت ہے۔ فرمایا کہ جب دوزخ میں لوگ ڈالے جائیں گے اور وہ "ھل من مزید" (ق: آیت ۳۰) پکارے گی اور اس کا پیٹ نہیں بھرے گا تو پھر خدا اس پر اپنا پاؤں رکھے گا اور دوزخ کہے گی کہ اے بارالٰہی میں عاجز ہوگئی ہوں۔ میرا پیٹ بھر گیا اور دوزخ کی بھوک مٹ جائے گی۔ مگر جنت سیر نہ ہوگی۔ جنت میں بہت جگہ بچے گی۔ لوگ داخل کر دیے جائیں گے پھر بھی جنت میں جگہ بچے گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نئی مخلوق پیدا کرے گا، نئے لوگ پیدا کرے گا، نئے سرے سے انہیں آزمائے گا پھر جنت میں داخل کرے گا۔

خواتین وحضرات! سوچنے کی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح فرمایا کہ انہیں نہایت مختصر بات دے کر بھیجا گیا ہے مگر اس کے معنی بہت وسیع اور جامع ہیں۔ اگر اس Statement کو ہم قرآن کی Statement سے جوڑ دیں تو ایک جہانِ معنی کھل جاتا ہے۔

الله الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن (الطلاق: آیت ۱۲)

کہ اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں۔

یتنزل الامر بینهن

ان تمام زمینوں میں ہمارا امر چلتا ہے۔

لتعلموا ان الله علی کل شیءٍ قدیرٌ (الطلاق: آیت ۱۲)

تا کہ تم جان لو کہ اللہ کتنی قدرت والا ہے۔

خواتین وحضرات! سات کائناتیں، سات زمینیں پھر ان سات زمینوں میں بلکہ جب ایک زمین ختم ہو جاتی ہے تو خدا کا کام ختم نہیں ہوتا۔ جنت تو بہت بڑی ہے۔ از حد وسیع وعریض ہے۔ ساتوں کائناتوں کی طوالت سے بھی جنت بڑی ہے۔ جنت تو اتنی بڑی ہے کہ اگر اس میں جملہ کائنات بھی سما جائے تو اس کا ایک عرض پورا کرتا ہے۔ "وجنة عرضها السموت والارض" (آل عمران: آیت ۱۳۳) یعنی جنت کی چوڑائی زمین وآسمان کی طوالتوں کے برابر ہے۔ اتنی بسیط کائنات کی ایک مختصر زمین کے کتنے بھی کروڑوں اور اربوں لوگ ہوں تو وہ اس جنت کی وسعتوں کو پر نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر دیکھیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جنت کو کون Explain کرتا ہے حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایک گھر سے دوسرے گھر کا فاصلہ زمین وآسمان کے درمیان فاصلے کے برابر ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ جنت میں ایک گھر سے دوسرے گھر کا کم سے کم فاصلہ پانچ سو برس نوری سال کا ہے۔ اور وہاں لوگ براق پر جائیں گے۔

خواتین وحضرات! ایک بات تو ظاہر ہے کہ ہم انسان وجود پرست ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اذہان پر ناز کرتے ہیں۔ ہم تفاخر کا اظہار کرتے ہیں کہ مخلوقات زمین میں اعلیٰ وارفع ہیں اور ہمارے سوا کوئی بھی محبوبِ خدا نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہمارے علاوہ اس زمین پر انسانی بستیاں بس سکتی ہیں۔ حالانکہ اللہ کے اعلان کے مطابق اس کائنات بسیط میں ایسی ہی سات بستیاں ہیں لیکن اہل Science کے لیے یہ Option کھلے نہیں تھے۔ اہل

Marfat.com

Science انکار کرتے تھے۔ Single Universal Order کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر اللہ سچا ہے۔

خواتین و حضرات! سائنس میں اور کتاب اللہ میں ایک فرق ہے۔ کتاب اللہ ایک فیصلہ کن امر کا اجرا کرتی ہے اور سائنس Hard Way سے اسے سیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب Sciences اس مقامِ تحقیق تک پہنچ جائیں جو کتاب اللہ میں درج ہے تو پھر اس میں مزید تغیر ممکن نہیں ہوتا۔ فرض کیجیے اللہ نے کہا "وجعلنا من المآء کل شیءٍ حی" (الانبیاء: آیت ۳۰) ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ Thesis پہلے موجود نہیں تھا۔ اہل یونان اور اہل روما اسے کچھ اور سمجھتے تھے اور دوسرے لوگ کچھ اور بعد ازاں جب Spontaneous Growth کا سلسلہ آیا، خود بخود تخلیق ہونے کے نظریات پیدا ہوئے حتیٰ کہ انیسویں، بیسویں اور اکیسویں صدی تک یہ فیصلہ کن عمل طے ہو گیا اس پہ مزید Research نہیں ہو سکتی۔ یہ فائنل ہو گیا کہ All life is created out of water۔ اب یہ بات اللہ کے کلام کے درجے تک پہنچ گئی "وجعلنا من المآء کل شیءٍ حی" (الانبیاء: آیت ۳۰) یعنی اللہ کی بات تک سائنس پہنچ گئی۔ اب اس Particular Factor میں ترقی نہیں۔ اب یہ ممکن نہیں کہ کوئی سائنسدان اٹھ کر کہے کہ زندگی پانی سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ یہ مرحلہ پورا ہوا مگر ابھی تو قرآنی تحقیق کے بے شمار مراحل پورے نہیں ہوئے۔ ابھی تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے درجات متعین نہیں ہو سکے۔ تمام سائنسز زمین و آسمان میں ارتقائے حیات کا سوچتی رہیں، تسخیر کائنات کا سوچتی رہی اور اللہ کے ہاں تسخیرِ کائنات کا یہ اصول ٹھہرا کہ تم ارض و سماوات سے نہیں نکل سکتے، اگر جرأت ہے تو یہ کر کے دکھاؤ۔ "ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا، لا تنفذون الا بسلطان" (الرحمٰن: آیت ۳۳)

خواتین و حضرات! سلطان کیا ہے۔ اگر یہی دعا جو میں نے سب سے پہلے پڑھی کہ "رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق" (الاسراء آیت ۸۰)

اے اللہ سچ میں داخل کر جیسے تو سچوں کو داخل کرتا ہے اور سچ میں سے نکال جیسے تو سچوں کو نکالتا ہے۔ واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا۔ (الاسراء آیت ۸۰) مجھے اپنے وجود سے دلیلِ غالب بنا۔ اگر سلطان نصیر دلیل غالب ہے اور قدر و منزلتِ علوم میں سب سے بڑی منزل ہے۔ خداوندِ کریم کے قول کے مطابق تم سلطان نصیر کے بغیر ارض و سماوات سے آگے نہیں نکل سکتے اور آج تمام سائنسی ارتقائی قوتیں اس بات پر مصر ہیں کہ مریخ سے آگے بڑھنے، دوسرے سیاروں پہ بستیاں بسانے اور کائنات کو فتح کرنے کے لیے Billions of years درکار ہیں۔ مگر خواتین و حضرات ایک بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے کہ کششِ ثقل جس پہ انسان کا انحصار تھا، تیز رفتاری میں باطل ہو جاتی ہے۔ بالائے کائنات General Relativity اور Special Relativity کے نظریات Hold نہیں کرتے۔ Quantum درست ہے Uncertainity آ گئی۔ Uncertainity درست ہے۔ Dimensions تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ Dimensions کا کچھ نہ کچھ حل نکلنے کے بعد ایک خوفناک تبدیلی سامنے آئی ہے کہ کائنات سکڑنے کے مراحل میں نہیں ہے۔ اب یہ Thesis غلط ہو گیا ہے کہ یہ پھیلتی ہوئی کائنات دوبارہ سکڑے گی۔ سکڑتی تو تب اگر Slow ہوتی۔ اگر سیارگان کی رفتار مرکز سے نکلتے ہوئے کم ہوتی تو پھر تو سکڑنے کا امکان تھا مگر یہ خوفناک حقیقت واضح ہوئی کہ سیارے مرکز

Marfat.com

سے نکلنے کے بعد آدھے راستے میں سست ہونے کے بجائے اور تیز ہو گئے۔"الله نور سمٰوات و ا لارض" (النور: آیت ۳۵) لگتا تو ایسا ہی ہے جیسے اللہ نے کہا کہ یہ پھیلاؤ بڑھتے بڑھتے اتنا تیز رفتار ہو جائے گا کہ تمام مادے پھر Energy میں ڈھل جائیں گے Energy پھر نور کی شعاعوں میں ڈھل جائے گی اور زمین و آسمان میں صرف اللہ کا نور رہ جائے گا۔"الله نور سمٰوات و ا لارض۔" (النور: آیت ۳۵) اسی نور کی آرزو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں اور کس کس چیز میں کرتے ہیں۔"اللھم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً وعن یساری نوراً و فوقی نوراً و تحتی نوراً و امامی نوراً و خلفی نوراً واجعل لی نورا" (بخاری) اے پروردگار عالم میرے دل میں نور عطا فرما۔ میری سماعت میں نور عطا فرما۔ میری بصارت میں نور عطا فرما۔ میرے دائیں نور عطا فرما، میرے بائیں نور عطا فرما۔ خداوند کریم سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز میں نور طلب کر رہے ہیں۔ یہ نور ایک اعلیٰ ترین ہستی سے ایک Committment کے سوا اور کیا ہے کہ وہ عقل جو انسان کو اعلیٰ ترین عزت اور مناصب تک پہنچاتی ہے اور انبیاء الصلوٰۃ والسلام جب اتنی بڑی گہرائی سے نکلتے ہیں تو سارے معاشرے کو وہ قوانین دیتے ہیں جو رہتی دنیا تک قائم رہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی معاشرے میں کس حد تک جا کر اپنی مثال نہ چھوڑی۔ آج دنیا جانوروں سے بڑے سلوک کے دعوے فرماتی ہے۔ اگر پیچھے جائیں تو قرآن سے پہلے کے تمام معاشروں میں جانوروں سے کہاں اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ آپ کو کس جگہ کی مثال دوں جہاں انسان بے دریغ قتل ہو رہے ہیں اور جانوروں کی طرح ذبح کیے جا رہے ہوں، "یذبحون ابنآئکم ویستحیون نسآئکم" (البقرۃ: آیت ۵۰) جہاں ایک سزا دی جا رہی ہو کہ لڑکے قتل ہوں اور لڑکیاں زندہ رکھی جائیں۔ جہاں ایک معاشرہ اپنے Survival دوسرے معاشرے کو قتل کر رہا ہے۔ وہاں جانوروں سے حسن سلوک کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال۔ کیا آج یورپ کے لوگ ہمیں بتائیں گے کہ انہوں نے جانوروں سے محبت شروع کی یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ جب ایک صحابی ہرنی کے بچے لے کر آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ بچے پکڑ لیے مجھے یقین تھا کہ ممتا اس کے پیچھے پیچھے آئے گی پھر یہ ہرنی اس کے پیچھے آئی اور میں نے اسے بھی پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے ممتا کا کوئی خیال نہیں آیا۔ تجھے بچوں کا کوئی خیال نہیں آیا، جا ان کو آزاد کر۔ جب ایک اونٹ بھوکا ترسا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہوا، فرمایا یہ اپنے مالک کا گلہ کر رہا ہے وہ کہتا ہے جوانی میں اس نے مجھ سے بڑا فائدہ اٹھایا مگر اس بڑھاپے میں مجھے اس نے مرنے کے لیے چھوڑ دیا یہ وہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ انہی کے اس عظیم طالب علم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر دجلہ و فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مرے گا تو اس کی جواب دہی عمرؓ کرے گا۔ یہ قانون بہت پہلے سے ہمارے پاس موجود ہے۔ بہت پہلے سے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حق پر اس کا پورا شعور جاری کر دیا مگر ہم جناب رسالت مآب کی زلف ولب ورخسار کی تعریف بھی کریں ہم نے کبھی ان کے Conduct کو Identify کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے Conduct کو کبھی Copy کرنے کی کوشش نہیں کی اور یہی ایک وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت ایک عالم اپنے تعلیم کی اعلیٰ ترین مقصد کی نشاندہی کی اور یہ مسلسل ارشاد فرمایا کہ اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کو یکتا و تنہا

''لاشریک لہٗ'' مانا جائے اور اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے پھر تمہارا حق اللہ پہ بنتا ہے۔لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہمارا اللہ پہ کیا حق بنتا ہے۔ارشاد ہوا کہ اگر تم خدائے واحد و یکتا کی تعریف فرماؤ تو اللہ کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔بڑا سادہ اور آسان فارمولا اللہ کے رسول نے قیامت تک کے لیے پیش کر دیا کہ اگر ہم اللہ کا حق ادا کریں تو پھر اللہ ہمارا حق ادا کرے گا، اگر ہم اسے خدائے واحد سمجھیں، لاشریک لہٗ سمجھیں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں تو اللہ ہمارا حق بھی ادا کرے گا کہ ہمیں عذاب نہ دے۔اللہ نے فرمایا ''مایفعل اللہ بعذابکم'' ہمیں کیا پڑی کہ ہم تمہیں عذاب دیں۔''ان شکرتم و امنتم'' اگر تم ہماری یاد والے ہو، ہمارے ایمان والے ہو۔'' وکان اللہ شاکرا علیما'' (النساء: آیت ۱۴۷) تو اللہ شکر قبول کرتا ہے، وہ علم والا ہے، اس کا نبی علم والا ہے، رسالت علم کی ہے، وہ اعلیٰ ترین ذہانت ہے۔آپ میں سے ایک عام مسلمان کا Intellectual Level خدائے واحد کی توحید سے اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ لوگ جو کتنے بھی ذہین کیوں نہ ہوں مگر جن کی رسائی عقل اور صرف دنیا کی اشیاء تک ہے۔جن کا مطمحِ نظر صرف دنیا اور اس دنیا کی اشیاء تک ہے Status تک ہے، Marriages تک ہے، وجاہت دنیا تک ہے وہ بھلا اس لامکاں کو کیسے پہنچیں گے جو ان تمام خواہشات سے نکل کر خدائے واحد کی آرزو کرتا ہے۔

One of the basic cause of the downfall of the Muslimintellectualism is the lack of the top priority.

جب سے ہم اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی اس ذہنی Top Priority سے ہٹے ہیں تو ہمارے ذہن کی ترجیح اول کھوگئی ہے اور ہم دنیا کی ترجیحات کے برابر آ گئے ہیں۔مشرق و مغرب کی ترجیحات یہ کیسے ہو گئیں پھر اگر دنیا کی ترجیحات معیارِ عقل ہے تو خواتین و حضرات وہ زیادہ محنت والے تھے، ہم سے زیادہ بہتر ہیں۔پھر تو وہ زیادہ ہم سے محنت کرنے والے زیادہ ایمان دار تھے، زیادہ جستجو والے تھے، زیادہ حقائق طلب تھے، وہ ہم سے بازی لے گئے۔جوابدہی کا نظام تھا جو ذہانتوں کو جلا بخشتا ہے، جو عقلوں کو ان کے بلند مدارج عطا کرتا ہے اور وہ ترجیح اول کا انتخاب تھا۔ہمارا افتخار تو ان پہ وہ تھا جو ہمارے رسول نے ہماری علمیت کے اعلیٰ ترین معیار کو رکھا تھا اور وہ ایک کو ان کے بلند مدارج عطا کرتا ہے اور وہ ترجیح اول کا انتخاب تھا۔خدا کو ترجیح اول سمجھنے والے یہ زمین و آسمان کے ان درجات علم و عقل سے آگے بڑھتے ہیں۔اور اللہ کے اس قول تک پہنچتے ہیں کہ ''نرفع درجات من نشآء وفوق کل ذی علم علیم'' (یوسف: آیت ۷۶)

خواتین و حضرات! بعض اوقات لوگ پوچھتے ہیں رسول اللہ کا علم کتنا تھا۔یہ سوال Normally گروہی نقروں میں آتا ہے۔کوئی حضورؐ کے بارے میں بے پایا علم و فراست کی خبر دیتا ہے اور کوئی ان کو مجبورِ محض سمجھتا ہے اور اس Capacity کو صرف انکار کر دیتا ہے۔سب سے پہلے بات تو یہ ہے کہ الوہیت کے الہام کی Capacity ہی غیر معمولی ہے۔خواتین و حضرات ہر بندے میں الوہیت کے الہام کی Capacity ہے۔ ہر بندے میں وحی کے اجرا کی Capacity ہے۔ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کا ذہنی Status اور ذہنی مقام غیر معمولی ہوتا ہے۔اس کا دل اور اس کا ذہن اس قابل ہوتا ہے کہ ایک بڑی Special Frequency پر کائناتی Message قبول کر سکے۔اس لیے اس کو بحیثیت پیغمبر چنا جاتا ہے۔ایک نارمل ESP والا بندہ یا ایک نارمل Telekinesis کا مالک یا ایک نارمل لامہ تبت جو Levitation

Marfat.com

Spiritual کر دیتا ہے۔ وہ پیغمبر نہیں ہوتا۔ اگر چہ اس میں ارتکاز کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں مگر اس کا علمی ادراک اور اس کے تصوف کی Capacity اتنی نہیں بڑھتی کہ وہ خدائی Message قبول کر سکے۔ اس کے باوجود تبت کا لامہ Levitation کی صلاحیتیں اختیار کرنے اور اپنے روحی وجود کو بدنی وجود سے اخراج کے لیے پچیس برس لگاتا ہے، تیار کرتا ہے اور بہت ارتکاز کرتا ہے۔ برف زاروں میں بیٹھتا ہے، ترائیوں میں نشست کرتا ہے، تنہائیوں میں بیٹھتا ہے مگر اس میں وہ Message اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی جسے ہم وحی الٰہی کہتے ہیں۔ اسی طرح Telekinesis اور Telepathy ہے۔ Obviously نظر آتا ہے کہ ایک پیغمبر Message کو قبول کرنے کے لیے انتہائی خصوصی Sensitivity کا حامل ہوتا ہے جو کسی نارمل شخص کو ESP سے کہیں زیادہ بلکہ ہزار گنا بڑھ کر خصوصی صلاحیت کا احساس رکھتا ہے۔ آپ کو کوئی ایسا شخص کسی نہ کسی غیر معمولی واقعہ کی خبر دے دیتا ہے۔ کوئی مجذوب جو صلاحیت عقل سے عاری ہو اور جس کے Brain Cells، Pressure میں زیادہ کھل جائیں اور وہ اس قابل ہو جائے کہ آپ کو مستقبل کی کوئی خبر دے دے، آپ کے ماضی کا کوئی نقطہ اجاگر کر سکے اور بغیر علم کے آپ کو غائب کی اطلاع دے سکے۔ کیونکہ غیب آپ کے علم میں نہیں۔ غیب سے Relative ہر صفت ہر شخص میں دوسرے سے مختلف ہے۔ بہت ساری باتیں جو ایک شخص کے لیے غیب ہیں، دوسرے کے لیے نہیں ہوتیں۔ بہت ساری باتیں جو ایک وقت میں غیب ہیں دوسرے وقت میں وہ غیب نہیں ہوتیں۔ درحقیقت غیب متبدل، متغیر اور زمانی مکانی ہے۔ غیب کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پانچ ہزار کتابیں پڑھتا ہے اور صاحب علم ہے، ایک شخص چھ ہزار کتابیں پڑھتا ہے اور صاحبِ علم ہے۔ جب دونوں آپس میں مطالعہ Match کریں گے تو پانچ ہزار کتابوں کے دونوں عالم شہادت میں ہوں گے۔ مگر جب چھٹویں ہزارویں کتاب شروع ہوگی تو پانچ ہزار والا غیب نہیں چلے گا۔ اب Information کی بنیاد پر غیب ایک بندے کی ابتدا کا Academic ذریعہ ہے۔ ایک کی Source یونیورسٹی۔ ایک اس سے آگے بڑھ کر Specialised Institution سے اپنا

Source of Knowledge and inspiration

حاصل کرتا ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے خواتین وحضرات اک شخص کو دعویٰ شناختِ جنات ہے۔ وہ کہتا ہے میں کاہن ہوں۔ پرانے عرب میں مقدمہ ابنِ خلدون میں ابنِ خلدون نے لکھا کہ جسے عرب میں کاہن بننا ہوتا تھا وہ تمام صلاحیتوں کو تیز کرنے کے لیے بادام کے ڈرم بنا کر مٹکے بھر کے، کاہن اس میں بیٹھ جاتا تھا اور کھاتا بھی بادام تھا اور اس طرح اس کا Brain اتنا تیز ہو جاتا تھا کہ چالیس دنوں کے بعد شاید موت کے خوف سے یا بالکل سوکھ کر وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا تھا مگر اس میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ جنات سے باتیں کر سکتے تھے۔ غیر معمولی اسباب کے Source جب ختم ہو جائیں، کتاب ختم ہو جائے، آثارِ دنیا ختم ہو جائیں، اسبابِ علم ختم ہو جائیں تو ہمیں وہ لوگ عجیب لگتے ہیں جن کے علم کی بنیاد بظاہر کسی Source سے وابستہ نہ ہو فرض کرو کہ ایک شخص آپ کو بتاتا ہے کہ سٹیشن پہ نہ جانا دھماکہ ہوگا آپ کو غیب کا نہیں پتا لہٰذا You dont trust him۔ آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ Source کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اسے جنات نے بتایا ہے۔

خواتین وحضرات! اگر وہ یہ جنات کا حوالہ نہ دے، تو آپ یقیناً مغالطے میں پڑ جائیں گے کیونکہ اس کا

Source of information نہیں ہے اور ازحد اس نے کوئی ایسی بڑی صلاحیت Develop کی ہے۔ جس سے وہ غیب جانتا ہے۔ آپ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ اس قدرت کے قائل نہ ہوں۔ Source کے تعین کے بعد ہم صاحب جنات سے آگے بڑھتے ہیں۔ اولیاء تک جاتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ آپ کا Source of information کیا ہے۔ کہاں تک نگاہ جاتی ہے کہاں تک زمانہ دیکھتے ہو۔ مجھے میرے ایک دوست نے بڑا دلچسپ واقعہ سنایا۔ اس وقت جناب لال شاہ جو بڑے Confirmed مجذوب تھے وہ زندہ تھے۔ چونکہ یہ واقعہ مجھے چار دوستوں نے سنایا تھا۔ اس لیے میں نے احتیاط کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ایک دن انہوں نے سوچا کہ آج لال شاہ سے ضرور ملنے جائیں گے لہٰذا جب وہ جانے لگے تو انہوں نے مسالے دار انڈے اور پراٹھے بنوا کے ساتھ رکھ لیے۔ اس پروگرام میں ان کے ساتھ دو مولوی بھی تھے جو شاید ایک Rigid School سے تعلق رکھتے تھے اور دوران گفتگو یہ کہتے بھی جاتے تھے کہ وہ پیری فقیری کو نہیں مانتے ہیں۔ وہ دونوں ان کے ساتھ تھے لیکن ان کا مزاج ذرا مختلف تھا۔ جب وہ پہاڑ چڑھ رہے تھے تو دوپہر کا وقت تھا ان دوستوں میں سے مولوی صاحبان نے کہا کہ دیکھو بھائی ہم لال شاہ کے پاس جا رہے ہیں ہمیں وہاں خوار ہونا پڑے گا۔ سنا ہے بابا سر پہ ڈنڈے مارتا ہے اور دشنام طرازی بھی کرتا ہے لہٰذا آؤ پہلے کھانا کھالیں۔ شاید واپسی پر یہ کھانا ہی نصیب نہ ہو لہٰذا ان مولوی صاحبان کی منشاء کے مطابق چاروں نے وہیں پہ انڈے اور پراٹھے کھائے۔ یہ بات مجھے چار دوستوں میں سے تین لوگوں نے بتائی کہ جب وہ اس جگہ تک پہنچے تو بابا ایک دم سونٹا لے کر ان پہ لپکا اور خاص طور پر مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا انڈے اور پراٹھے نیچے کھا آئے ہو اور میرے پاس خالی ہاتھ آئے ہو یہ بات سن کر انہوں نے دوڑ لگا دی اور بھاگنا شروع کر دیا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہماری زندگی میں مخصوص افراد سے وابستہ ہو جاتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بندے کی غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے اسے غیب کا عرفان یا ادراک ہو جاتا ہے۔ خواتین و حضرات! اگر یہ تمام Sources ہی انسان کو اتنا غیر معمولی ادراک اور عرفان دے سکیں تو Virtually ان کی Explanation اور ان کا Source متعین کرنا کسی صاحب عقل و فہم کے لیے ممکن نہیں ہے تو اس شخص کی کیا بات ہو گی۔ جس کے علم اور شعور کا واحد Source اللہ ہے۔ اب اس سے کیا سوال کروں۔ مجھے بتایئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا source ہے۔ دنیاوی طور پر امی ہیں۔ ان کا ہر کوئی استاد نہیں ہے۔ انہوں نے کسی درسگاہ کی دہلیز عبور نہیں کی۔ انہوں نے کسی استاد کے سامنے زانوائے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ بھولے سے بھی کوئی کتاب ہاتھ میں نہیں لی۔ پر دے کا یہ عالم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعر پڑھا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے شعر غلط پڑھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پڑھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض نے کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے شعر غلط پڑھا اور رب کعبہ کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو شعروں کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ شاعر ہیں اور نہ شاعر مزاج ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شاعری ایک معمولی نوعیت کی چیز ہے۔ یہ عام انسان کے لیے ایک اعزاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے بڑے اعلیٰ ترین علم کی اعلیٰ ترین فضیلت کے لیے پیدا کیا ہے۔ خواتین و حضرات! پھر وہی سادہ سا سوال کہ آپ اس شخص کی علمیت کو کیا جانچیں گے جس کا واحد ذریعہ ادراک اللہ

Marfat.com

ہے۔کوئی انسان ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمیت پہ شبہ کر سکے اور کوئی انسان ایسا ہے جو ان کے حضور غیب و شہود کی داستان بول سکے کیونکہ رسول اللہ کا غیب بھی اللہ ہے اور شہود بھی اللہ ہے۔اب اس مقام پر اس زمانے میں ہمارے جیسے لوگوں کا بار بار Question کرنا اللہ کے رسول کے لیے ایک الزام ہے۔ ذرا آیئے کم فہمی کے کرشمے دیکھیے۔جب نقاد کم علم ہوگا دو چیزوں کا تعین کرنا پڑتا ہے۔خواتین وحضرات کم علم صاحب علم کا احاطہ نہیں کرسکتا۔یہ اصول علم ہے کہ ایسا شخص جس کا علم نہایت محدود ہو، اس شخص کا احاطہ نہیں کرسکتا جس کا شعور علمیہ اور تعلیم اس سے زیادہ ہو۔ظاہر ہے کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ایک میٹرک کا طالب علم اپنے ایک MA پاس استاد کے علم کا احاطہ اس لیے نہیں کرسکتا کہ اس کی Informations محدود ہیں اور اس کے علم کی سطح نہایت پست اور معمولی ہے۔اب وہ لوگ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمیت پر نکتہ گیر ہیں وہ کیونکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا احاطہ کرسکتے ہیں۔اگر ان کو بتایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا پتا تھا اور کیا نہیں پتا تھا۔کیا خدا نے ان کو بتلا دیا ہے کہ ان کے رسول کا اتنا علم تھا اور اتنا نہیں تھا۔کیا ان کے Title میں Locality ہے۔کیا خدا نے اپنے رسول کے علم میں Local Effects رکھے ہیں؟عیسیٰؑ کے بارے میں تو کہہ دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔یحییٰؑ کے بارے میں کہہ دیا تھا کہ یہ اپنے گروہ کے پیغمبر تھے۔نوحؑ کے بارے میں کہہ دیا تھا کہ یہ اپنی قوم کے پیغمبر تھے۔لوطؑ کے بارے میں کہہ دیا تھا کہ یہ عاد و ثمود کے پیغمبر تھے۔What About محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ ان کے بارے میں کیا کہا کہ یہ آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسی پیغمبر کے صدقات چل رہے تھے۔یہود کا اپنا پیغمبر موجود تھا۔موسیٰؑ موجود تھے۔عیسیٰؑ موجود تھے۔اسحاقؑ موجود تھے۔ابراہیمؑ موجود تھے۔پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ اے قوم یہود تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے بھی اسی کے وسیلے سے مجھ سے دعائیں مانگتے تھے اور میں قبول کرتا تھا۔کیا ان کے اپنے پیغمبر موجود نہیں تھے؟ کیا وہ موسیٰ کے حوالے سے نہیں مانگتے تھے؟ کیا وہ عیسیٰ کے حوالے سے دعا نہیں مانگ سکتے تھے؟ کیا بنو ابراہیم، بنو عدنان، معد بن عدنان اپنے اباء و اجداد کے حوالے سے دعا نہیں مانگ سکتے تھے؟ پھر قرآن کیوں یہ بات کہتا ہے کہ اے بنو اسرائیل تم اتنے جاہل، اجڈ اور احمق ہو کہ تم آخر الزماں نبی کے آنے سے پہلے انہی کے وسیلے اور توسط سے میرے حضور دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں قبول کرتا تھا۔اب جبکہ یہ بنفس نفیس تمہارے درمیان موجود ہے تو تم اس کا انکار کر رہے ہو۔خواتین وحضرات! جیسے کسی شہنشاہ عالی وقار کے آنے سے پہلے بارگاہیں لگائی جاتی ہیں۔راستے ترتیب دیے جاتے ہیں۔بانات بچھائی جاتی ہیں۔تمام پیغمبروں نے آدم سے خاتم تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذہانت اور علمیت کی شہادت دی۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی شہادت دی۔توریت سے برناباس کی انجیل غائب ہوگئی۔اناجیل سے حواریوں کے باقی مقدمات اور بیانات تو قائم رہے، مرقس قائم رہا، متی قائم رہا، یوحنا قائم رہا مگر برناباس کی پوری روائتیں ختم ہوگئیں۔اس لیے ختم ہوگئیں کہ برناباس کہتا ہے کہ جناب عیسیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بعد آئیں گے اور میں ان کے جوتے کے تسمے باندھنے والا ہوں گا۔یہ تمام روایات اس لیے کھوگئی ہیں کہ عیسائیوں کو قابل قبول ہی نہ تھا کہ برناباس کی تمام کتابی روایت جو اول و آخر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت کے ذکر سے معمور ہے اور اس کے بارے میں Christians نے الزام لگایا ہے کہ کسی مسلمان نے یہ لکھ کر ہمارے

اناجیل میں داخل کی ہے۔

خواتین وحضرات! برناباس کی انجیل کے بارے میں یہ اعتراض کیا گیا کہ پوپ پال کے دوسو سال بعد کسی مسلمان نے لکھ کر ہماری اناجیل میں داخل کر دیں۔

خواتین وحضرات! اگر یہ اعتراض درست ہو تو باقی اناجیل کا پایۂ استحقاق کیا ہوگا۔ اگر اناجیل میں اس طرح داخلہ ہوتا اور اس طرح نکالا جا سکتا اور وہ Black جب Cordinal تھا تو اس کو اس کے پادریٔ اعظم نے کہا اب ہمیں اناجیل کی دستاویز تیار کرنی چاہیے جب Black نے وہ دستاویز تیار کرنے کے لیے مطالعہ شروع کیا تو اس کو پتا چلا کہ جو اناجیل کے تیرہ Versions ہیں وہ سب کے سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ خواتین وحضرات! اس کا Reaction یہ ہوا کہ کیا ہو سکتا تھا کہ Breadlaw عیسائیت چھوڑ گیا اور وہ Secularism کا اصلی بانی ہوا ہے۔ اور اس نے ایک جملہ لکھا:۔

If you want to be a secularist then you have to be a complete atheist.

کہ اگر تمہیں Secularist بننا ہے تو سب سے پہلے مکمل انکارِ خدا کرنا ہوگا۔ اس کے پاس جو کتاب موجود تھی کم از کم وہ اس کو شبہ میں ڈال گئی کہ اگر تمام اناجیل اسی طرح لکھی ہوئی ہیں، ان کی علیت اسی طرح کی ہے کہ جو جب چاہے گھڑ دے اور Statement داخل کر دے۔ تو پھر تو Christianity کا کوئی پایۂ استحقاق نہیں ہے۔ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" (النساء: آیت ۴۶) تم نے جانتے بوجھتے اس کتاب میں تحریف کی اور اس کے معنی بدل دیئے اور اس کا Text بدل دیا۔ مگر ہم تمہیں اپنی کتاب سے یہ کام نہیں کرنے دیں گے۔ اللہ نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی کتاب سے یہ فضول حرکت نہیں کرنے دیں گے۔

خواتین وحضرات؟ ابھی سوال جاری رکھے ہوئے ہے کہ ایک۔ سیانے آدمی نے Discover کر لیا کہ آج کے بعد حجت پوری ہو جائے گی۔ اگر حجت پوری ہوگئی تو اس امت کو عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل گرے جلالِ مصطفیٰؐ کو دیکھا، جلال علیتِ پیغمبر کو دیکھا۔ گھٹنوں کے بل گرے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ ہم اسلام سے راضی، ہم قرآن پر متفق، ہم آپ کی رسالت پہ بالکل راضی، یا رسول اللہؐ اس غصے کی آگ کو دھیما فرمایئے ورنہ اس امت پہ بڑا عذاب آئے گا۔ جب یہ انکساری دیکھی، یہ محبت کا عالم دیکھا، اصحاب کی آہ و زاری دیکھی تو علیت کا آفتاب دھیما پڑا لوگوں نے نظر اٹھائی تو رسول اللہؐ نے فرمایا اس دیوار کے قریب مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور ایک کتاب میں قیامت تک آنے والے لوگوں کی وہ فہرستیں دکھائی گئیں۔ خواتین وحضرات! یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ یہ راہ گذرے کی حدیث نہیں ہے۔ یہ مسلم کی حدیث ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ بڑے عجیب و غریب آدمی ایسے گذرے ہیں کہ جو اپنی مرضی کی روایت ہو درست ہے اور جو اپنی مرضی کے مطابق نہ ہو وہ حدیث ہی کمزور ہے۔ خواتین وحضرات! اکثر یہ دیکھا گیا کہ متفق علیہ احادیث کے ہوتے ہوئے مسئلہ حل ہونا چاہیے اگر آپ کہو کہ حدیث کا ذکر کیا تو فرمایا میں اصولاً اس کی وضاحت تو کوئی بھی نہیں کر سکتا اور اگر یہ شادی شدہ لوگوں کو واقعات پیش آتے تو اپنی عورتوں کو بالکل علیحدہ بند کمروں میں بکری کی مینگنیاں گننے پر لگا دیتے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضاحت نہ

Marfat.com

فرماتے اور وہ قوانین زندگی یا ازدواجی عائلی زندگی کے اصول نہ دیتے اور اس میں آیت کی وضاحت نہ فرماتے تو کیا کسی کو کیا پتا لگتا کہ قرآن کس اصول میں بات کرتا ہے اور رسول وضاحت علمیہ فرماتے ہیں۔ اگر وہ نہ فرماتے تو یقین جانئے کہ قرآن کسی بھی فہم وادراک سے بالا ہوتا۔ اسی لیے اللہ کے رسولؐ کی علمیت کے بغیر قرآن کی وضاحت اللہ کو کسی قیمت پر قابل قبول نہ تھی۔ اب میں آپ سے ایک اور حدیث کا خصوصی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دیکھیے کہ عالموں نے کتنی حماقت کی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجتہادی غلطی فرمایا۔ اب غور کیجیے کیا وہ علمیت تھی یا اجتہادی غلطی کہ کھجور کے موسم میں جب ایک گروہ پوچھنے آیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری کھجور کی فصل ہے ہم اسے پیوند لگاتے ہیں فرمایا ہمیں تو پیوند پسند نہیں۔ لہٰذا انہوں نے پیوند نہیں لگایا۔ فصل خراب ہوئی گلہ شکوہ لے کے آئے کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصل تو اچھی نہیں ہوئی آپ نے کہا تھا اور Suggest کیا تھا اور ہم نے ویسا ہی کیا لیکن فصل اچھی نہیں ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں تو انسان ہوں۔ یقین جانئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی۔ یہ ایک ایسا خفی تعلیمی درجہ ہے کہ جو بہت بڑے استاد کو ہی یہ فن آسکتا ہے کہ لوگوں کو کس کس طریقہ سے سبق دیا جاتا ہے۔

خواتین وحضرات! یہ مسئلہ تجربہ تھا اور وہ تجربہ جو صدیوںؑ سے انسانوں کے معمول میں رہا۔ وہ تجربہ اور دوسرے تجربات جنہوں نے انسانی علم کو بڑھایا۔ پھر ان تجربات میں سے ایک تجربہ افزائش خوراک کے لیے ان کو پیوند لگانا ہے اور عرصۂ دراز سے وہ طریقہ مستعمل تھا، معتبر تھا اور پھر وہ شخص کیوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے فوائد پوچھنے آئے۔ کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ جبکہ اتنا علم تو خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے اور انہیں بھی پیوند کے فوائد کا پتا تھا۔ پھر کیوں فرمایا کہ میں پیوند پسند نہیں کرتا۔

خواتین وحضرات! بات صرف سادہ سی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی تجربے کی اہمیت کو واضح کیا کہ تم لوگ باوجود جاننے اور مسلسل Objevtive معروضی تجربات رکھنے کے کسی پیر فقیر کے پاس کیوں جاتے ہو اور دعا کرواتے ہو۔ رسول اللہؐ نے آپ کا کسی فقیر کے پاس جا کر اس سے دعا کروانے والی اس اوٹ پٹانگ حرکت کا سدباب کرنا تھا۔ تجربہ اور شہادت یہ وہ چیزیں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعا کو اس میں شامل کر کے بتایا کہ Objective Attitude کو کبھی Ignore نہ کرو، معروضی علم کو کبھی نظر انداز نہ کرو اور بحیثیت استاد خود بھی اس کو دیکھا اور اس چیز کو پرکھا اور اپنے لوگوں تک یہ نتائج پہنچائے اور یہ کہ اے مسلمانوں دعا ٹھیک ہے فائدہ ضرور حاصل ہوگا مگر کبھی بھی وہی بات جو اللہ نے قرآن میں کہی کہ لڑنا چاہتے ہو تو گھوڑا اور تلوار تیز رکھو۔ اسباب جو دنیا کے ہیں تمہارے پاس کم ہیں تو کوئی بات نہیں میں مدد کرنے والا ہوں مگر جتنا بھی ہو ان کو تیار رکھو۔ ان کی تیاری میں کسی قسم کی کمی نہ ہو اور وہ تمام معروضی Objective جو ہیں وہ تم تبھی Achieve کر سکتے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انگریز اگر اتنی محنت کرے اتنا زیادہ Laboratory Work کرے۔ پندرہ سال Fleming بیٹھا رہے۔ بارہ سال نیوٹن بیٹھا رہے پچیس سال ہرٹس ہرٹس بیٹھا رہے اور تم چاہو کہ تم چھ مہینوں میں صرف دعا کروا کے Electricity کے Laws دریافت کرلو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہوگا۔ یہ بہت بڑا سبق تھا جو علمیت کے میدان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری انسانیت کو

Marfat.com

دیا کہ Objectiveاور معروضی علم کو کبھی نظر انداز نہ کرو۔

خواتین وحضرات! یہChapter اتنے طویل ہیں۔ میں آپ کی مدد کے لیے تھوڑا ساAdd کروں گا۔ یوں تو کبھی موقع ملتا رہے تو حدیث تو ایک دن میں پوری نہیں ہوتی۔ نہ تعلیم حدیث ایک دن میں پوری ہوسکتی ہے نہ ہی صفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احاطہ، آپ رحمت العالمین ہیں۔ ہم تو ایک عرصہ حیات میں ہیں۔ ایک مختصر سے وقت میں اتنی بڑی تعریف، اور ایک مختصر سے لہجے میں ایک کم تعلیم یافتہ زبان میں اتنے بڑے کام کو نمٹانے کے لیے بڑا وقت چاہیے۔ بڑی عمر چاہیے۔ رحمتہ العالمین کے حقائق بیان کرنے کے لیے عالمین کی عمر تو چاہیے اور وہ ممکن نہیں۔ پتا نہیں ہر زمانے میں وہ کیسے ہوں گے۔ ہفت کائنات میں وہ کیسے ہوں گے۔ ہفت زمینوں میں وہ کیسے ہوں گے اور جب ان کا ہم گئے گزروں کی قبروں پر دورہ گزرتا ہے۔ اور لاکھوں کروڑوں لوگ جب مرتے ہیں اور سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہہ مبارک دکھائی جاتی ہے۔ وہ کیا اصول ہوں گے۔ اور جب فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہہ مبارک کے مقابل پوچھتے ہوں گے کہ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جن کی شبیہہ تمہارے سامنے ہے۔ مزارِ مبارک کے اندر سےUncertainlty پوری ہو رہی ہو اور وہ جو سائنسدانوں نے کہا کہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایک ایٹم جو یہاں موجود ہے وہ باہر بھی موجود ہے۔ اس سے آگے بھی موجود ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں وہ جا بجا نظر آتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہی ایک ایٹم۔ کوئی دوسرا نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ مقامِ الوہیت ہو یا مقام رسالت ہو۔ ان کا فہم وادراک ان کی بہتری، ان کو سمجھنے کی آسانی بدقسمتی سے اپنے علماء سے نہیں ملتی، اپنے سوچنے والوں سے نہیں ملتی۔ دیکھیے تو شہرۂ آفاق سائنسدانوں کو اگر چہ وہ ایمان والے نہیں مگر وہ تصدیق حقائق اپنے لوگوں سے ملنے کے بجائے غیروں سے ملتی ہے اور خدا نے ان کو حکمت میں بھی نوازا، کسی کو کبھی علم سے نوازا کسی کو حکمت سے نوازا اور یہ سلسلہ تعلیم چلتے چلتے بالآخر اس فیصلہ کس بات پر منتج ہوتا ہے کہ اگر انسان خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتا، اس کی علیت کا ادراک کرتا جو خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا اور اس علیت کوFollow کرتا جو رسول اللہ نے انسانوں کو دی۔ اگر حضرت انسان اس نکتے کا ادراک حاصل کر لیتا تو پھر ہرگز اسے یہ مشکل نہ آن پڑتی کہ اس کائنات کو ایک شخص نے کیونکر دلیل غالب سے قطع فرمایا۔ حضرت انسان کی سب سے بڑی منزل اس منزل کو پورا کرنے سے پہلے راکٹ پھینکے جا رہے ہیں۔ تسخیرِ ماہتاب کی جا رہی ہے۔ مریخ وزہرہ کا خیال ہے۔ زحل تک پہنچیں پھر Millions and trillions light years کیGalaxies تک جانے کا خیال آئے گا۔

آب وگیاہ کے نئے Source ڈھونڈے جائیں گے۔Nuclearاور Fuel کے نئے Source ڈھونڈے جائیں گے۔Fusionاور Defusion ڈھونڈے جائیں گے۔ مگر ایک شخص اس سے بہت پہلے جب کوئی سائنسی اصطلاح نہ تھی، کوئی سائنسیInformation نہ تھی، کوئی سائنسی آلہ نہ تھا، ان ساتوں کائنات سے بالا جنتِ ارضی وسماوی سے گزرتا ہوا حضور یزداں میں پہنچا۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور یہ شبِ معراج کو واقعہ پیش آیا۔

خواتین وحضرات! غائرانہ نظر بھی ڈال دی جائے تو سارے آسمانوں زمین سے گزرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علیت کا پایہ استحقاق کیا ہوگا۔ کائنات میں اگر آخری حد تک چلا جائے۔ اگر علم ہی جواز ہے اور

Marfat.com

غیب ہی کسی کی کم علمی کا جواز بنتا ہے۔ کسی چیز کا نہ آنا ہی کم علمی ہے، نہ جاننا ہی کم علمی ہے تو تمام علوم بھی جمع کر لیے جائیں۔ تمام علامہ وقت بھی جمع کر لیے جائیں، تمام دانشور اور حکیم جمع کر لیے جائیں تو ابھی تک ایک بات تو یقینی ہے کہ علمیت کے اس معیار میں تصورِ ملاقات یزداں کسی میں قائم نہیں۔ اور صرف ایک شخص ان تمام معیارات کو عبور کرتے ہوئے علمیت کے اس مقام کا دعویٰ رکھتا ہے کہ تمام کائناتوں کا غیب صرف اللہ ہے اور ایک شخص حضور یزداں Vision of God کا دعویٰ رکھتا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کے بارے میں مقام سدرہ پر جبرئیل جیسے نورانی فرشتے نے کہا کہ اگر وہ یہاں سے ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھے تو اس کے پر جل جائیں گے۔ لیکن دوسری طرف رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آسمانوں کے سفر کے دوران میں ملائکہ کے صریرِ خامہ کو بھی سنا ہے۔ اور میں پھر ایسے مقام پر پہنچا۔ جس کے لیے عرب کے لوگ "فکان قاب قوسین اوادنی" (النجم: آیت ۹) کا محاورہ فاصلے کے لیے نہیں بولتے۔ بلکہ انتہائی قرب کا جب بیان کرنا مقصود ہو تو "فکان قاب قوسین اوادنی" کا محاورہ بولتے ہیں یعنی اتنے قریب تھے جتنی دو بھویں۔ میری بھوؤں کے درمیان تو فاصلہ ہے لیکن کچھ لوگوں کی بھویں تو ملی ہوئی بھی ہوتی ہیں یعنی ایسے جیسے اللہ اور رسولؐ باہم ملے ہوئے تھے۔ اکٹھے تھے، ایسے۔ مگر اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے اور یہ رسول اللہ کی علمیت کا مقام ہے کہ اتنی قربتوں کے باوجود Priority کا تصور برداشت نہیں کرتے۔ خلاقِ عالم کا درجہ اپنا ہے اور مخلوق میں افضلیت کا درجہ اپنا ہے۔ پیغمبروں نے اپنے اپنے مقام سے گزرنا ہوتا ہے۔ موسیٰؑ کلامِ خداوندی کی برکات حاصل کر گئے۔ اللہ سے کلام کی برکات حاصل کر گئے۔ عیسیٰؑ کو روح اللہ سے مدد دی اور "وایدناہ بروح القدس" (البقرۃ: آیت ۸۷) مگر ایک شخص جو چاہیے تھا کہ مقامِ علم میں شہادت مکمل نہیں ہوتی۔ خوف میں بھی شہادت مکمل نہیں ہوتی۔ میں آپ کو بیان کر رہا ہوں مگر کیا شیر آیا، شیر آیا سے شہادت پوری نہیں ہوتی۔

شیر کو دیکھا نہ ہو تو شیر کا خوف دلانا کیسا۔ خوف یعنی بغیر Vision کے شہادت پوری نہیں ہوتی۔ محبت پوری نہیں ہوتی بغیر Vision کے شہادت پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ پیغمبر عالی مقام کو علمیت کے ایسے مقام پر پہنچانا تھا۔ اسے شاہد اور نذیر کہلوانا تھا۔ یہ دونوں لفظ بغیر Vision کے پورے نہ ہوتے۔ اس لیے اگر کوئی کائنات کا سب سے بڑا غیب ہے تو اللہ ہے۔ اگر اس کائناتِ غیب پر کسی نے نظرِ شہادت دی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ ہیں۔

وماعلینا الا لبلاغ

سوالات وجوابات

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں تشریف لاتے ہیں؟

سوال: کیا قبر میں مومن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ نظر آئے گی؟

جواب: یار سوال تو آپ کا دلچسپ ہے۔ میں بھی تو سوچتا رہتا ہوں کہ Photosynthetic Process ہو گیا

Marfat.com

دروازۂ قبر کشادہ کر دیا جائے گا۔ زمان و مکان کے فاصلے ختم ہو جائیں گے Face to face۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت کو In person دکھایا جائے گا خواتین و حضرات! اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات ہمارے اندازے غلط نکلتے ہیں۔ اگر ایک شخص مجھے یہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کروں کہ آپ اللہ کے حضور اس کی مغفرت کی دعا کریں تو قبول نہیں ہو گی اور اگر یہی دعا روضۂ رسول پہ جا کر کریں تو قبول ہو گی میرے نزدیک یہ ایک Funny سی بات ہے۔ اس لیے میں آپ کو ضرور ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ جب ہم عقلی طور پر غور کرتے ہیں تو بعض باتیں بڑی ناقص نکلتی ہیں۔ میرے پاس ایک خاتون آئیں اور انہوں نے کہا کہ روضۂ رسول پہ جا کے دعا مانگنا جائز ہے۔ مگر یہاں مانگنا جائز نہیں تو میں نے اس سے کہا کہ یہاں کیوں جائز نہیں۔ کوئی Reason ہو گی۔ میں نے اس سے کہا کہ لگتا یہ ہے کہ جیسے مجھے فاصلہ لگ رہا ہے گوجر خان سے مدینہ تک کا۔ تمہیں بھی لگ رہا ہو گا اور ہمارے ہاں جو چیز حائل ہے۔ جہاں میرے اور میرے رسولؐ کے درمیان جو چیز حائل ہے وہ کچھ سڑکیں۔ کچھ دیواریں، دو چار نہریں۔ اگر روح کی Definition میں بھی یہ فاصلے آتے ہیں اور زمان و مکان اسی طرح حائل ہوتے ہیں جیسے ہماری زندگی میں حائل ہوتے ہیں تو پھر تو تمہاری بات قابلِ تسلیم ہے اور اگر روح کا مطلب یہی ہے کہ مرنے کے بعد ہماری روح زمان و مکان کی گرفت سے نکل جائے اور کسی ایسے عالم میں چلی جائے جہاں اس قسم کے Barriers جو ہیں ناقص بن جائیں اور یہی عالمِ برزخ اور عالمِ ارواح میں سنا۔ اسی طرح جب مطیع جنات اپنے وجود سے خارج ہوتے ہیں تو ان کی Travelling اور رفتار بہت Fast اور ان کے لیے فاصلے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت مرنے کے بعد یہ فاصلے کسی روح کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ کوئی دیوار ان کے رستے میں حائل نہیں ہوتی۔ اس لیے، میرا نہیں خیال کہ قبروں میں کوئی زمینی فاصلہ کوئی گرد، کوئی اینٹ، کوئی پتھر، کوئی روڑہ اور کوئی دریا اس Vision میں حائل ہوتا ہو۔ جب خاص طور پر یہ حدیث موجود ہو کہ سکرات کے وقت ہی سے قرآن کہتا ہے، کہ آج اس کی آنکھ کیا تیز ہے کہ جو باتیں اس کو بتائی جاتی تھیں جس پر اس کو اعتبار نہیں تھا آج خود اپنی آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھتا ہے تو اگر سکرات کے وقت ہی سے آنکھیں اتنی تیز ہو جاتی ہیں تو پھر اس کے اپنے وجود کے حوالے سے بھی اس کی آنکھوں کے سارے حجاب اٹھ جاتے ہوں اور نہایت آسانی سے اپنے مقامات منازل کو دیکھ لیتا ہو۔ عین ممکن ہے کہ مرنے والوں کی نگاہوں سے سارے حجاب اٹھا کر ان کی نظر کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ مبارک تک پہنچا دیا جاتا ہو اور وہ بلاواسطہ ان کو دیکھ لیتا ہو۔

دین کا سرچشمہ ——— قرآن یا محمدؐ؟

سوال: دین کا ماخذ قرآن پاک ہے یا ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: ماخذِ دین قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ جب اللہ نے ہمیں قرآن دیا تو ہمیں پتا نہیں تھا کہ یہ قرآن ہے۔ جب اللہ نے اپنی کتاب اتاری تو ہمیں بالکل پتا نہیں تھا کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے دو قول نکلے، انہوں نے ان دونوں کو جدا کیا اور کہا یہ میرا قول ہے اور یہ اللہ کی کتاب ہے۔ جب ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی ماخذ نہیں تو کتابِ اللہ کے لیے قولِ رسول پہ بھروسا کرنا پڑتا ہے ورنہ

Marfat.com

ہمیں کتاب اللہ کی کوئی اور تصدیق نصیب نہیں ہوتی سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول مبارک کے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔اور یہ میری حدیث ہے۔ایک لحاظ سے اللہ نے اسی قول کی صداقت کو قائم کرنے کے لیے چالیس برس تک آقا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اس لیے صادق اور امین کہلوایا کہ کوئی شخص بھی ان کی کہی ہوئی بات پر شبہ نہ کرے اور اس کو ہر اعتبار سے یقین ہو جائے کہ نہ یہ امانت میں خیانت کریں گے اور نہ یہ صداقت میں جھوٹ ملائیں گے۔ جب ان کو قرآن دیا جائے گا تو لوگوں تک یہ قرآن پہنچائیں گے حتیٰ کہ یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن میں کوئی آیتیں چھپاتے تو وہ آیت چھپاتے جس میں انہیں سیدہ زینبؓ سے شادی کا حکم دیا تھا۔مگر اللہ کے رسول خیانت دار نہیں تھے۔تو حدیث یہ بتاتی ہے تمام کتابِ الٰہی یہ بتاتی ہے کہ اللہ کا اور رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول حجت ہے صداقتِ قرآن پر اور صداقتِ قول مبارک پر۔

کیا اللہ کے لیے گرامر اور ہے؟

سوال: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب ہے شیر خدا جب انہیں اس لقب سے پکارا جاتا ہے تو اس سے ان کا رتبہ بڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔آپ اور باقی دوسرے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو اس کے لیے جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا جاتا تھا۔واحد کا کیوں نہیں؟

جواب: میرے نوجوان دوست یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے کہ جب Single جمع کا صیغہ استعمال کیا جائے تو اس وقت سنگل کی عزت مراد ہوتی ہے،اس سے اس کی وحدت اجتماع میں نہیں ڈھل جاتی بلکہ اس سے اس کی عزت اور اس کی عظمت مراد ہوتی ہے۔مصیبت یہ ہے نا،میرا خیال ہے کہ آپ کو لکھنؤ سکول کی ادبیت کا علم ہے اور نہ ہی دلی سکول کی ادبیت کا پتا ہے۔زبان اپنے انداز میں عزت وتکریم کے جو الفاظ چنتی ہے اس میں کسی فرد کی بہت بڑی عزت اس وقت قائم ہوتی ہے،جب اس میں اجتماعی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔اب دیکھیے سرکار فرماتے ہیں،یہ صرف خدا کے ساتھ تخصیص نہیں ہے بلکہ تمام بڑے لوگوں کو جب ہم عزت دینا چاہتے ہیں تو ادب کے تقاضوں کے مطابق ہم ان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

سزا، جزا، جنت اور دوزخ کا حقیقی تصور!

سوال: سزا اور جزا کا تصور کیا ہے اور اس کے پیچھے جنت اور دوزخ کا تصور کیا ہے؟

جواب: حضراتِ گرامی ایک بڑی عجیب سی بات آپ کو بتاؤں کہ کہا جاتا ہے کہ خدا زمین پہ بہت ساری ناانصافیاں دیکھتا ہے۔حلال وحرام دیکھتا ہے۔بہت سارے قتل وغارت دیکھتا ہے اور مداخلت نہیں کرتا۔اب مسئلہ یہ ہے جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کمرۂ امتحان میں ممتحن کسی قسم کی مداخلت کا حق رکھتا ہے۔جب اس پورے عرصۂ زندگی میں تمام انسانوں کو مختلف Situations میں رکھ کر آزمایا جانا مقصود ہو تو پھر اللہ زمین میں کیوں مداخلت کرے۔زمین میں جزا وسزا کیوں سمجھی جائے۔زمین میں اگر ایک شخص ظالم کی حیثیت سے آزمایا جا رہا ہے تو وہی شخص شاید مظلوم کی حیثیت

Marfat.com

سے بھی آزمایا جا رہا ہے۔ آپ اپنے سامنے غور کر کے دیکھیے۔ ایک شخص ایک وقت میں عزت و تکبّر سے آزمایا گیا تو اسی شخص کو دوسری دفعہ غربت سے آزمایا گیا۔ نواز شریف آپ کے سامنے ہے۔ بے نظیر آپ کے سامنے ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو اور عصرِ جدید کے حکمران آپ کے سامنے ہیں۔

مجھے پتا ہے کہ آپ سارے دل میں اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جب یہ عزت و تکبّر بھی غربت اور مسکینی میں ڈھل جائے گا۔ آپ کو پتا ہے کہ یہ قانون اس لیے ہے کہ اصول وہی ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ ہر شخص گردشِ زمانہ کے انجام سے گزرتا ہے۔ "تلک الایام ندا ولھا بین الناس" (آل عمران: آیت ۱۴۰) ہم لوگوں کی زندگی کے دن ایک جیسے نہیں ہوتے اور خدا اس عرصۂ امتحان میں مداخلت نہیں کرتا ہے۔ مگر اس سے کوئی بھی Right of Interference چھین نہیں سکتا۔ اگر کوئی بے انصافی ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ اس کے پس منظر میں وہ زمینی حقائق ضرور شامل ہوں گے جو کسی شخص کو اس ناانصافی اور آزمائش تک لاتے ہیں یہ ایک مخصوص ماحول اور معاشرہ ہوتا ہے جہاں کچھ قوانین سے انحراف انسانوں کو ایک بھیانک خوف سے دوچار کر دیتا ہے۔ دیکھیے ہر ظالم، سرکش، متکبر، شداد، ہامان اور فرعون یہ کہتا ہے کہ اب تاریخ اپنے آپ کو نہیں دہرائے گی۔ ماضی میں ایسا ہوتا تھا لیکن لمحۂ موجود میں ایسا نہیں ہوگا۔ اگر اس کے پاس عدل اور دانش ہو اور وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سوچے تو اس کو معلوم ہوگا کہ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ بش اور ٹونی بلیئر کہتے ہیں کہ وہ اس بار تاریخ کا پہیہ روک لیں گے اس سے پہلے پندرہ ہزار سوسائٹیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ اس سے پہلے موہنجوڈارو (Mohenjodaro) فنا ہو چکا ہے۔ ہڑپہ فنا ہو چکا ہے۔ ایتھنز فنا ہو چکا۔ میسوپوٹیمیا فنا ہو چکا۔ عاد و ثمود تباہ ہو چکے، قوم مشرق و مغرب تباہ ہو چکی ہے، مگر بش اور بلیئر کہتا ہے کہ وہ نہیں ہوں گے۔ ہم بالکل نہیں ہوں گے۔ تاریخ سے کون سبق سیکھتا ہے۔ تاریخ تو اپنے آپ کو دہرائے جاتی ہے۔ میرے محترم دوست خیر و شر اور حلال و حرام یہ تمام آزمائشیں ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے کہ خیر و شر دونوں فتنہ ہیں۔ دونوں آزمائشیں ہیں۔ اقبالؒ نے کہا:

گفتہ کہ خیر او نہ شناسی ہمیں شر است

اگر تو شر میں خیر نہیں جانتا تو یہ بڑا اچھا ہے۔ اگر تم خیر میں شر سے آگاہ نہیں ہو تو یہ بھی شر ہے۔ دیکھیے حضورؐ گرامی مرتبت نے کیا خوبصورت بات فرمائی ہے کہ موت کی آرزو نہ کیا کرو۔ اگر کوئی شخص نیک کام کر رہا ہے تو شاید اس کی زندگی اس لیے طویل ہو رہی ہے کہ اس کے مراتب اور کارِ خیر میں اضافہ ہو اور اگر کوئی شخص گناہ کر رہا ہے تو اصولاً رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہنا چاہیے تھا کہ وہ اتنے گناہ کر لے کہ اس پر حجت نجات قائم ہی نہ ہو اور وہ اپنے مرتبۂ اسفل تک پہنچے۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ کمالِ علم ہے کہ فرمایا شاید کہیں اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔

Marfat.com

حقیقت علم اور خدا شناسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات محترم! آج کا عنوان حقیقتِ علم اور خدا شناسی یہ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر اگر گھنٹوں نہیں دنوں اور برسوں بھی گفتگو ہوتی رہے تو شاید کم مگر میں آپ سے یقیناً ایک بات جو کہنے آیا ہوں کہ علم کی تشنگی ایک ایسے سراب کی طرح ہے کہ میرے دل میں اٹھی کہ سب کچھ پڑھنے لکھنے کے باوجود اپنی زندگی کے دو بنیادی سوال حل نہ ہو سکے اور میں نے اور لوگوں کی طرح قرآن اور حدیث کو ابتدائی عہد میں نہیں پڑھا بلکہ جب یہ تشنگی اتنی بڑھ گئی اور امن وسکون اور چین غارت ہو گئے اور جب کسی پل قرار نہ رہا تو مجھے ایک خیال آیا کہ آخر وہ کون سے بنیادی سوال ہیں۔ جن سے انسان کا ذہن مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔ ایک بات مجھے کبھی اس وقت تک سمجھ نہ آئی تھی کہ میں عذاب قبر سے کیوں ڈروں۔ میں ملائکہ سے کیوں خوفزدہ ہوں۔ میں حساب کتاب کے ان تمام خیالات کو کہاں سے اور کس طرح Justify کروں۔ تو میرے ذہن میں صرف ایک خیال جو بڑا خیال آیا تھا وہ یہ تھا اور وہ ایک علمی حقیقت کے طور پر ابھرا کہ کیا مجھے یہ فیصلہ نہ کرنا ہوگا کہ میں زندگی میں آزاد ہوں کہ غلام ہوں۔

حضرات محترم! ابتدائے فکر میں قریباً قریباً تمام علمی ڈیٹا کا احاطہ کرنے کے بعد یہ سوال بڑی شدت اور بڑی بے چینی سے اٹھا کہ میں آزاد ہوں کہ میں غلام ہوں۔ حضرات محترم اس سوال کا حل ایک دوسرے بڑے سوال میں موجود تھا کہ اگر خدا ہے تو میں آزاد نہیں ہوں۔ اور اگر خدا نہیں ہے تو میں آزاد ہوں۔ جب مسئلہ آگے بڑھا اور نوعیت یہ آگئی کہ مجھے میری آزادی، میرے اختیار کا سب سے بڑا حریف تصورِ خدا لگا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ ذہنی اور علمی سطح پر مجھے ہر مرتبہ ایک ایسی ہستی سے واسطہ پڑتا ہے کہ جو مشورت نہیں کرتا جو میری بات نہیں مانتا بلکہ اپنے مستقل قوانین کی صورت میں وہ خود بھی موجود ہے اس کا ایک لائحہ عمل بھی موجود ہے ایک کتاب علم حکمت بھی موجود ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر لفظ میرا لفظ ہے۔ اللہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ایک ایک لفظ ایک ایک آیت کو میں نے بڑے غور وفکر سے سمیٹا ہے۔ لکھا ہے۔ اور قیامت تک میرا لکھا ہوا یہ ہر لفظ غیر متغیر ہے اور میری سنت غیر متغیر ہے۔ میرا خیال غیر متغیر، حضرات گرامی! علم کیا چیز پیدا کرتا ہوگا اور علم کی حیثیت خدا کے نزدیک کیا ہوتی ہوگی اور کیا اعمال ظاہرہ جو ہم اپنی زندگیوں میں ایک اکیڈیمک سٹائل سے جس میں نماز شامل ہے، روزہ شامل ہے، زکوٰۃ وصدقات شامل ہیں۔ کیا مقصودِ پروردگار اعمال ظاہرہ سے اعمال ظاہرہ ہی ہیں یا ان سے بھی کوئی آگے بڑھتی ہوئی اپروچ نکلتی ہے۔ تو قرآن کے آغاز کے مطالعہ سے مجھے ایک فکری دھچکا لگا تھا کہ پروردگار نے انسان کی زندگی علم سے شروع کی ہے اور انسانی زندگی کا ترفع، عروج، عزت اور وقار اس نے علم کے ایک اور

Marfat.com

محاکے میں رکھا ہے کہ جب زمین میں چلتے پھرتے اس جنگلی اور وحشی انسان کو جو 80 لاکھ ارب 80 لاکھ سال سے زمین پر موجود تھا۔ جسے ہم ہوموہوالکس اور ہوموار یکٹس کہتے ہیں۔ جو ایک جنگلی اور وحشی جس کے پاس ایک کلہاڑا تھا اور جو شکار کے سوا کوئی شے نہیں جانتا تھا۔ جس کا Survival اتنا عظیم تھا کہ خداوند کریم کی آیت گرامی کے مطابق اس کو حرام وحلال کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ "احضرت الانفس الشح" (النساء: آیت ۱۲۸) کہ ہم نے ہر جان کو بخل جان پہ جمع کیا ہے اور وہ انسان جو اتنے طویل بائیولوجیکل سفر کے بعد بھی اپنی جبلی زندگی کے حصار میں گرفتار تھا اس انسان کو اچانک ملاء اعلیٰ کے اس خالق و مالک نے خلیفۃ اللہ فی الارض بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک نیچرل سی بات ہے حضرات گرامی جو آپ لوگ قرآن حکیم پڑھتے ہوں گے کہ ملائکہ نے ایک اعتراض کیا اور اعتراض یہ کیا کہ پروردگار تو اس شخص کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنانا چاہتا ہے کہ جو زمین میں ہمہ تن فساد میں قتل وغارت میں مشغول ہے، کیا یہ انسان اس قابل ہے، کیا یہ ہم سے بہتر ہے۔ ہم جو ہمہ وقت تیری عبادت میں مستغرق ہیں۔ ہم جو ہر وقت تیرا نام لیتے رہتے ہیں، تیری تسبیح کرتے رہتے ہیں یہ انسان جسے زمین پر بھیجا جا رہا ہے یہ تو ابھی تک اپنی پراگریس کے مرحلے تک نہیں پہنچا اور اس میں ہم کسی آدمی کے شعور کو اجاگر ہوتا ہوا نہیں دیکھتے، کیا تو اس انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بناتا ہے۔ "قال انی اعلم مالا تعلمون" (البقرۃ: آیت ۳۰) کہا تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔ اس کے معاملات کیا ہیں، اس کے خیالات کیا ہیں، اس کی کوالٹی کیا ہے، اس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں اور حضرات گرامی پھر ایک معمولی سا ٹیسٹ دیا ایک معمولی نوعیت کا امتحان دے دیا اور وہ امتحان یہ تھا۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" (البقرۃ: ۳۱) ہم نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ ایلفابٹ سکھائے، تختی لکھوائی (آیت) اور خالی آدم کو نہیں لکھائی (آیت) پھر وہی تختی وہی ایلفابٹ وہی کتاب ابجد ملائکہ کو بھی دی اور کہا کہ اگر تمہیں اپنی ذہانت اور خطابت، اگر اپنی علمیت اور شعور کا کوئی دعویٰ ہے تو میں تمہیں ایک مقررہ مدت دے دیتا ہوں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب ابتدائی انسان Symbol سے حرف کی طرف آ رہا تھا۔ اور اشارہ اور کنایہ کو لینگوئج دے رہا تھا۔ اور ملائکہ کے اس اعتراض کے جواب میں خدا نے دونوں کو ایک ہی ٹیسٹ دیا اور کہا کہ کچھ عرصہ لے لو، کچھ صدیاں لے لو۔ ایک میلینیم لے لو اور اس کے بعد میرے پاس دوبارہ پلٹ کے آؤ اور مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا کیا۔ وہاں ملائکہ کو دیر نہیں لگی واپس آتے ہوئے خواتین وحضرات! ملائکہ کو کچھ اپنی بے بسی کا احساس ہو گیا۔ انہوں نے اللہ کے حضور جو جواب دیا وہ بڑا قابل غور ہے۔ اور اسی میں شاید انسان کی فضیلت ہے۔ "قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم" (البقرۃ: آیت ۳۲) کہ اے مالک کریم تو پاک ہے۔ اور پاک ہمیشہ اس وقت بولتے ہیں جب اپنی خطا کا احساس ذرا زیادہ ہو جائے۔ تو ملائکہ نے کہا اے پروردگار ہم سے خطا ہوئی۔ ہم نے غلط اندازہ لگایا، ہمیں تو صرف اس بات کا علم ہے جو تو ہمیں دے دیتا ہے، جو تو ہمیں Feed کرتا ہے۔ خواتین وحضرات! یہ بات قابل غور ہے کہ ملائکہ صرف ایک Feeded ڈیٹا پر چلتے ہیں۔ ان کی اپنی تحصیل، ان کا اپنا شعور، ان کی اپنی Nutations نہیں ہیں۔ اس کے برعکس جب اللہ نے انسان سے پوچھا "قال یآدم انبئھم باسمائھم" (البقرۃ: آیت ۳۳) تو نے اس ایلفابٹ کیساتھ کیا کیا ان اسماء کے ساتھ کیا کیا۔ "فلما انبئھم باسمآئھم" (البقرۃ: آیت ۳۳) تو آدم نے فرفر سنانے شروع کر دیے۔ By that time زمانے میں اس نے ہر چیز کا نام رکھ لیا تھا۔ اس کے خصائص مختص کر دیے تھے۔ اس نے اپنے اس فکری

Marfat.com

محاکے سے کام لے کر ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا۔ Intellect ایک بائیفر کیٹری ایلیمنٹ کی طرح اس کے پاس تھی۔ Element ایک ایسے وجدان کی طرح تھی جو اشیا میں تخصیص کرتی ہے، جو شے کو شے سے جدا کرتی ہے۔ عقل زمانے کی طرح ہے اور زمانہ کاٹتی ہوئی تلوار ہے۔ علم چیزوں کے فرق کا سب سے بڑا پیمانہ اور میزان ہے اور آدمؑ نے اس فرق کو اتنا نمایاں کر دیا کہ ملائکہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ جو اس کی اسمبلیشن ہے، جو اس کی پاور آف اسمبلیشن ہے، جو پاور آف ڈیمارکیشن ہے، جو یہ ماضی سے اپنے تجربات لے کے چلتا ہے، جنہیں یہ حال میں استعمال کرتا ہے، اور جو یہ مستقبل میں اشارات چھوڑ دیتا ہے۔ اس قسم کا کوئی ذہن ہمارے پاس نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! اس علم برتری کے بعد اس محاکے کے بعد اللہ نے تمام ملائکہ کو اپنے تمام مقتدر ملائکہ کو تمام اعلیٰ ترین مخلوقات کو حکم دیا۔ "واذ قلنا للملئکة اسجدوا لاٰدم" جیسے اس نے پہلے کہا تھا ان کو یہ کہا کہ اب تم اس آدم کو سجدہ کرو۔ "فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسُ" سوائے ابلیس کے تمام نے سجدہ کیا۔ خواتین و حضرات! یہ سجدہ صرف انسان کی علمی فوقیت کی بنیاد پہ تھا۔ یہ سجدہ تعظیم علمی مراتب کا اعتراف تھا۔ یہ انسان کے اس علمی سفر کا آغاز تھا اور یہ علمی سفر انسان نے دنیا ہی میں نہیں شروع کیا تھا۔ بات اس سے بھی ذرا پرانی ہے۔ خدا یوم میثاق کا ذکر کرتا ہے۔ خدا اپنی شناخت کا ذکر کرتا ہے۔ اپنی پہچان کا ذکر کرتا ہے اور جبراً اس پہچان کے اختیار کو ناپسند کرتا ہے اللہ ہر حال میں کسی بھی طریقے، کسی بھی قرینے سے اپنی مخلوق کی عبادت پہ حق رکھتا تھا مگر خدا کے ہاں ایک خواہش پیدا ہوئی۔ ایک عجیب و غریب خواہش ایک جینوئین مفکر کی خواہش، خواتین و حضرات کہتے ہیں کہ تحسین نا شناس و سکوت سخن شناس، دونوں ٹھیک نہیں ہیں۔ اگر جاننے والا، سخن شناس خاموش رہے اور اگر جاہل تعریف کرے تو دونوں ہی کسی اچھی شے کی صفات کو ختم کر دیتی ہیں۔ خواتین و حضرات! یہی حال اللہ کا ہے۔ اللہ اس جبر کی اس عبادت سے کچھ اکتا سا گیا اور اس نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں مگر خواتین و حضرات پہچان کے لیے تو عقل چاہیے۔ کوئی ایسی مخلوق بھی تو چاہیے جو اسے از خود پہچان لے جو اپنے تعقل سے کام لے کے پہچان لے۔ فرمایا اللہ نے کہ "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں بہت بڑی ذات، میں کبریائی کا مالک تھا مگر مجھے کوئی جانتا نہیں تھا۔ اور جو کچھ میں پیدا کر رہا تھا ان کو تو میں خود کہہ رہا تھا کہ میری عبادت کرو میں تمہارا رب ہوں اور ان کا اعتراف میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا تو پھر میرے دل میں اپنی شناخت اور پہچان کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ "فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ یہ خود شناسی کی عظیم ترین خواہش کا نتیجہ تھا کہ مخلوقات پیدا ہوئیں مگر مخلوقات میں جبریت نے خود شناسی کی توہین کر دی اور پروردگار عالم اب یہ سوچنے لگ گئے کہ میں کوئی ایسی علمی قدر پیدا کروں کہ مجھے یہ احساس ہو کہ مجھے جس نے چاہا اس نے اپنے اختیار سے چاہا۔ مجھے جس نے چاہا اپنے شعور سے چاہا تو فرمایا "انا عرضنا الامانة علی السمٰوت والارض و الجبال فابین ان یحملن ھا واشفقنا منھا حملھا الانسان" (الاحزاب: آیت ۷۲) کہ میں نے پھر امانت عقل و شعور پیش کی۔ آسمانوں پر زمینوں پر پہاڑوں پر، آسمانوں کی مخلوقات پر، زمینوں کی مخلوق پر اور میں نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس امانت عقل و شعور کا حق ادا کرے گا۔ سارے ڈر گئے۔ سودا بڑا مشکل تھا ایک طرف جہنم۔ ٹوٹل پریڈیشن، ایلیمنیشن اور مدتوں کی بربادی سامنے نظر آئی تھی۔ کسی نے ہاتھ نہ رکھا (آیت) انسان نے آگے بڑھ کر کہا اتنی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں

Marfat.com

اس شعور کی حفاظت کرسکتا ہوں۔ اللہ مجھ سے یہی چاہتا ہے نا کہ میں اسے پہچانوں تو میں تو اس کے سامنے ہوں۔ مجھ سے یہ شعور چھینا تو جا نہیں سکتا۔ یہ بہت معمولی سا کام ہے جو میں نے اپنے عقل وفہم سے انجام دینا ہے۔ "انہ کان ظلوماً جہولاً" (الاحزاب: آیت ۷۲) خدا نے اس پہ ایک ججمنٹ دی کہ ظالم اور جاہل۔

خواتین وحضرات نہ ظالم کا مطلب ظالم ہے۔ نہ جاہل کا مطلب جاہل ہے۔ اگر اصطلاحاً دیکھا جائے تو ظالم وہ ہے کہ جسے اچھی طرح پتا ہو کہ ایک کام ناقص اور ظلم کا ہے اور پھر بھی سرانجام دے اور جاہل وہ ہے جسے اچھی طرح علم ہو کہ عقل کیا کہتی ہے اور پھر بھی اس کے خلاف کام سرانجام دے تو انسان کو اچھی طرح پتا تھا اس نے عجلت میں ایک فیصلہ کیا۔ وہ اپنے آپ کو اوور اسٹیمیٹ کر گیا اور اپنی جاب کو انڈر اسٹیمیٹ کر گیا اور خداوند کریم کی اس آیت کا بڑا سادہ سا مطلب یہی ہے کہ انسان نے مجھے اور جس شناخت کے کام کو انڈر اسٹیمیٹ کرلیا اور اپنے آپ کو تفاخرات میں ایسا الجھایا کہ اپنے آپ کو اوور اسٹیمیٹ کر گیا۔ چہ اب انسانوں میں سے آج بھی بہت کم لوگ ایسے نظر آتے ہیں کہ جو عقل وشعور کی آگہی کا اصل مقصد جانتے ہیں اور جو خداوند کریم کی شناخت کو اپنی Intellectual Curiosity کی ٹاپ Priority سمجھتے ہیں بلکہ آج بھی ہم دنیا کے سارے کام نبٹا کر ہم وہ کام نمٹاتے ہیں جو اللہ ہمارے لیے سرانجام دے رہا ہے اور وہ اتنی بڑی Misgiving ہے۔ اتنی بڑی Intellectual Mistake ہے کہ خدا ہمیں اول سانس دیتا ہے، خدا ہمیں آخری سانس دیتا ہے۔ خدا ہمیں رزق دیتا ہے۔ خدا ہمیں بیوی بچے دیتا ہے، خدا بیویوں کو Husband دیتا ہے، خدا ان کو اولادوں سے مالا مال کرتا ہے، خدا انسان کو موت تک مصروف کار رکھتا ہے، اور ہمارے تمام لوگوں کا Literal faith یہی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے۔ لیکن ہم بضد ہیں کہ یہ سارے کام ہم کرتے ہیں اور جو کام ہم نے کرنا ہوتا ہے، وہ ہم نہیں کر رہے ہوتے۔

Today the basic fault in the Muslim philosphy is that we give lesser importance to the top priority and top importance to the lesser priority.

یہ اتنا بڑا اخلجان واقع ہوگیا ہے کہ آج کے زمانے میں اس پوری مذہبی عمارت کا مکین کھو گیا ہے اور اس پورے مذہبی دیار میں اللہ ایک اجنبی کی طرح ہے اور ہم میں سے کوئی شخص یہ شعور نہیں رکھتا کہ تمام مذاہب اللہ کے لیے تھے اور تمام عقل جو مذہب کا بنیادی رکن تھی وہ اندھا دھند اعتقاد میں بدل گئی ہے اور مذہب اور یہ واحد مذہب ہے دنیا کا جو نہ صرف Intellectual Capacity کو دعوت دیتا ہے بلکہ یہ Intellectual Capacity کو ہمہ وقت غور وفکر پہ آمادہ کرتا ہے اور اعلیٰ ترین مابعد الطبیعاتی خیالات کے لیے ان کا رجوع پیدا کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بدترین انسان وہ ہیں کہ "ان شرالدوآب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون" (الانفال: ۸-۲۲) کہ بدترین لوگ وہ ہیں جو اندھوں اور بہروں اور گونگوں کی طرح میری آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جو غور وفکر کی صلاحیت کو کسی قیمت پہ میرے لیے استعمال کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور پھر بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور خدا کو یاد کرتے ہیں۔ خواتین وحضرات! قرآن حکیم میں مسلسل ایک طعنہ اللہ تعالیٰ مسلسل اہل کفر کو دیتا ہے کہ اگر تم سوچنے سمجھنے والے ہوتے اگر تم تھوڑا سا غور وفکر کرتے تو اندھا دھند تقلید نہ کرتے آباؤ اجداد کی۔ اور تم غور کرتے سوچتے تو

Marfat.com

ضرور اپنے اللہ کو پہچان لیتے۔ اگر آج کا حال دیکھا جائے آپ Intellectually خدا کو نا انصاف تو نہیں مانیں گے۔ اگر ایک طعنہ اہل کفر کو دے سکتا ہے اللہ کہ تم عقل و شعور استعمال کیے بغیر آباؤ اجداد کی تقلید کر رہے ہو تو ہم میں اور اہل کفر میں فرق صرف اتنا ہے کہ ان کا دیوتا ہبل تھا۔ لات اور عزا تھے اور ہمارا دیوتا جس کا نام اللہ ہے۔ اس سے زیادہ ہمیں خدا کے قرب کی کبھی سعادت نصیب ہوئی، نہ خدا کی محبت کا کبھی شعور حاصل ہوا۔ ہماری Priorities میں اللہ کبھی Exist نہیں کرتا۔ کہیں ایک فعال اور مقتدر حیثیت میں ہمارے کردار کا تشخص نہیں کرتا۔ کہیں اپنی خواہش کے خلاف اللہ کی حمایت کرتے نظر نہیں آتے۔ کہیں اپنے آسیب زدہ تصورات میں ہم خدا کو ایک حل کی طرح اختیار نہیں کرتے۔ خواتین و حضرات کیا یورپی Intellect اور ڈیٹا انفارمیشن اتنی بڑی تھی۔ کیا ادھر سے آتے ہوئے حقائق اتنے بڑے تھے۔ مجھے ایک صاحب، ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ، آسٹن یونیوٹی نے طنزاً کہا کہ

How do you know the God, i have also spent my 14 years in search of God, but never found him.

تو میں نے کہا کے پروفیسر صاحب

It is simply the search. God is not a by product of your mathematical researches. He can't be found as a lesser interest.

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ راہ چلتے ہوئے نصیب ہو جائے۔ جب تک آپ اللہ کو اپنی Top priority نہیں بناتے۔ جب تک آپ اللہ کو وہ مقام نہیں دیتے جو اس کا ہے اور ذہن و عقل و شعور میں کوئی خالق اپنی مخلوقات سے کم ترجیح پہ کیسے راضی ہو سکتا ہے۔

How can a Prime Minister sit on a peon's chair.

خواتین و حضرات! خدا کی محبت علم کا شعور ہے، علم کی منزل ہے۔ مذہب طریقہ کار ہے۔ مذہب ایک محفوظ فضا ہے تمام مذاہب ایک ایسے رستے کا تعین کرتے ہیں، جہاں ایک معاشرہ ایک Safe Limits میں آ کر اپنے اندر علمی خواہشات کو پیدا کرتا ہے۔ آج کے اس زمانے کو دیکھیے کہ اعمال والے مسلمان ایسی کثرت سے ہیں اور اس کے باوجود معاشرے کا تشخص نہیں بدل رہا۔ اس کے باوجود کہ ہمارے پاس دس دس، بیس بیس لاکھ Academies مسلمان ہیں جو تمام تر ہمت اور محنت کے ساتھ دن اور رات علمی مباحثوں میں مصروف ہیں۔ اس کے باوجود وہ ایک شخص نہیں مل رہا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ فراست مومن سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

خواتین و حضرات! معاملات تو پہلے بھی خراب ہوتے تھے۔ مسلمانوں پہ زوال کئی مرتبہ آیا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آج کا زوال نیا نہیں ہے۔ عباسیوں پہ بحران آئے، امویوں پہ آئے۔ سپین کی حکومت پہ آئے Through out history۔ کروسیڈز لڑی گئیں۔ کبھی ایک گیا کبھی فتح ہوا۔ کبھی یروشلم گیا کبھی فتح ہوا۔ مگر خواتین و حضرات! ایک بات یقینی تھی کہ جب بھی عالم اسلام کسی بڑے بحران میں آیا کوئی شیخ عبدالقادر جیلانی پیدا ہو گیا۔ کوئی علی بن عثمان ہجویری

Marfat.com

پیدا ہو گیا۔ کوئی معین الدین چشتی اجمیری پیدا ہو گیا۔ علم اور عمل کے ایک مستقل اتحاد سے وہ لوگ جنہوں نے قرآن حکیم کی اس آیت کا اصلی مطلب پہچان لیا۔ کہ "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم' (آل عمران: آیت ۱۹۱) کہ "خدا کے اصلی بندے تو وہ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل، اسے یاد کرتے ہیں "ویتفکرون فی خلق السموت ولارض" (آل عمران: آیت ۱۹۱) اور زمین و آسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! غور و فکر کی صلاحیتیں تو غیر لے گیا اور تسبیح کرنے والے، بے شعوری میں، اپنے اس تسبیح کے شعور کو نہ جانتے ہوئے، اس کی منزل کو نہ سمجھتے ہوئے، اپنے معاملات میں ایسے الجھ گئے ہیں کہ آج زندگی کے ہر مرحلے میں ہم مغرب کے کاسہ لیس ہیں۔ خداوند کریم نے انسان کی تخلیق کے چار پیٹرن گنوائے ہیں۔ وہ بائیولاجیکل انسان کہ جس نے ایک سنگل جین سے سنگل سیل سے سفر شروع کیا۔ اور Inellectual منزل تک اللہ تعالیٰ نے اس کے کام گنوائے ہیں۔ "ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً O" (الدھر: آیت ۱) بلاشبہ زمانے میں انسان پہ طویل عرصہ ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ وہ قابل ذکر شے کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی ایسا تھا، کوئی سٹاکر تھا۔

Nobody knows beginning of first human cell.

پھر خدا نے کہا۔ "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیة" (سورۃ الدھر: آیت ۲) پھر میں نے اسی نطفے کو مخلوط کر دیا۔ پہلے جو سنگل سیل تھا۔ اب ڈبل سیلولر Existence ہو گئی۔ اب اس میں میل اور فی میل ہو گئے۔ پہلے صرف نیوکلیس ڈیوائیڈ ہوتا تھا اب علیحدہ علیحدہ تشخص ہونا شروع ہو گیا۔ فی میل اور میل کا اور پھر ابھی وہ ابتدائی منزل حیات میں ایسے تھا کہ وہ اس قابل نہیں تھا کہ اسے Existence کی شکل دی جائے۔ "لم یکن شیئاً مذکوراً" (سورۃ الدھر: آیت ۲) خدا نے کہا اب میں نے مخلوقات کو علیحدہ کرنا شروع کیا اور ایک مخلوق کو خاص کر اس کے Further مقاصد کے لیے چنا "فجعلناہ سمعنا بصیرا" (سورۃ الدھر: آیت ۲) میں نے اس کو سماعت دی، اس کو بصارت دی۔ میں نے اس کو زندگی کے بہترین مقاصد عطا کیے مگر اب بھی میں نے اس کو اپنی شناخت کا حکم نہیں دیا، نہ اپنی شناخت کا اس پہ بوجھ ڈالا۔ ہم یہ دیکھتے ہیں خواتین و حضرات! کہ انسان کی ابتدائی پراگرس برین وائز اتنی محدود ہے کہ کبھی چیمپنزی سے علیحدہ ہوتا ہوا انسان 35 سی سی کیوبک سینٹی میٹر دماغ کا مالک ہے اور آج کا پیدا ہوتا ہوا بچہ بھی 950 سی سی کا مالک ہے اور جوں جوں یہ پراگرس ہوتی رہی۔ جوں جوں برین کوانٹٹی بڑھتی رہی۔ خدا اس پہ اپنے احکامات Exercise کرتا رہا۔ تجربات اللہ کی طرف سے انسان کو سوغات ملے ہیں۔ خواتین و حضرات! بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ خدا نے، اللہ نے ایک ہی وقت میں یہ ساری چیزیں تخلیق کیوں نہ کر لیں۔ پورے کا پورا انسان بغیر کسی کوشش کے کیوں نہ بنا دیا۔ پوری کی پوری دنیا کن سے ایک لمحہ میں کیوں وجود میں نہ آ گئی۔ خواتین و حضرات ایسا نہیں ہوا، اللہ ہی کی پلاننگ سے آپ کام کرتے ہیں۔ انسانی شعور نے خدائی شعور کی نقل کی ہے۔ اس کی مثال پکڑی ہے۔ جیسے اللہ نے پہلے اس کائنات کا ماسٹر پلان بنایا، جس کو لوح محفوظ کا نام دیا اور پھر اس ماسٹر پلان کو جاری کرنے کا حکم کن فیکون سے دیا۔ وہی کام ہم آج بھی کرتے ہیں۔ کوئی چیز بغیر پلاننگ کے ہمارے ہاں بھی تنزل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور اللہ نے جب پورے کے پورے انسان کو ڈویلپ کر کے بنا لیا۔ تو اس کے کام کا تعین کیا اور فرمایا میں نے تمہیں عقل و شعور صرف اس لیے بخشا ہے کہ "اما

Marfat.com

شاکراً و اما کفوراً" (الدھر: آیت۳) چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کردو۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل کا صرف اور صرف ایک مقصد بتایا ہے کہ چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کردو۔ خواتین و حضرات! ہمیں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ ہم اس انسانی عقل و شعور کو جس کا بنیادی مقصد خداشناسی ہے، ہم اس کو کس کام میں استعمال کرتے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی بھی بڑے انسان کے پاس، کسی بڑے مکتبہ فکر کے پاس چلے جائیں تو اسلام کے سوا تمام مکتب فکر جو ہیں علم کا ایک بنیادی مقصد بتاتے ہیں اور وہ خودشناسی ہے۔

The entire movement of better knowledge is to know one's own-self.

سوائے اسلام کے جو علم کا مقصد خداشناسی بتاتا ہے۔ سوائے اسلام کے کوئی اور مکتب خیال و فکر مکتب، عمل ایسا نہیں ہے جو علم کا واحد مقصد صرف اور صرف خداشناسی قرار دیتا ہے۔ اور خواتین و حضرات! خداشناسی کے لیے جن لوگوں نے جدوجہد کی ہے۔ جن لوگوں کے عقل و شعور نے اس طرف کوشش کی ہے۔ آیئے ذرا ان کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ خدا کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے۔ فرمایا Know thyself, know thy God. کہ اپنے آپ کو پہچانو تم اپنے رب کو پہچان جاؤ گے حدیث قدسی ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ حضور گرامی مرتبت نے فرمایا اللہ جس پہ بہت کرم کرنا چاہتا ہے۔ جس پہ بہت احسان کرنا چاہتا ہے، اس کی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے۔ خواتین و حضرات! اگر ان تینوں Statements میں آپ دیکھیں گے تو ان میں عملیت کا پہلو نظر نہیں آتا۔ یہ تمام Statements ہمیں غور و فکر اور کسی اندرونی شعور کی طرف مائل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ہمیں یہ بار بار سننا پڑتا ہے کہ

Know thyself and you shall know thy God.

Frankly telling you کہ ویسٹ نے Know thyself میں بہت پراگرس کی ہے اور علوم نفسیہ میں ان کی مہارت، سائیکالوجی، پیراسائیکالوجی

And all those institutions which they have established to improve a basic self into a better self.

یہ ان کا کریڈٹ ہے۔ اس سے پہلے ہمارے تمام صوفیاء کرام جو Self کی نالج میں اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی شعور ذات اور شعور خداوند عطا کیا کرتے تھے۔ ان کی نالج میں ایک فرق ہے کہ وہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی اور صرف اہل لوگوں کو دی جاتی اور یہ آج کی ماڈرن سائیکالوجی کے بارے میں

I would say, Psychology if applied to others is a Science and if applied to one's ownself is mysticism.

مگر مصیبت کی بات یہ ہے کہ تمام سائیکالوجی تمام علوم نفس حاضرہ مل کر بھی خدا کی شناخت نہیں دیتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی عمومی علم نفسیات کے پاس یہ ٹارگٹ نہیں ہے۔ حضرات گرامی! خدا کا انکار کرنے والے بہت لوگ ہیں اور ان میں سے پانچ بڑے سکول ہیں۔ ان میں سے مارکیس ہیں۔ سیمنٹکس ہیں، Logical Positivist

Marfat.com

ہیں۔ اور یہ تمام لوگ بڑے بڑے..... پھر انتھرو پالوجسٹ ہیں۔ یہ بڑے بڑے دلائل کی بناء پر خدا کو رد کرتے ہیں۔ خواتین وحضرات! ان سب میں نقص ہے۔

All those people who deny the existence of God.

ان میں ایک بنیادی فالٹ ہے چاہے وہ رسل ہو، چاہے وہ ووٹ کانسٹائن ہو۔ چاہے وہ ہیگل ہو۔ کانٹ ہو یا برگساں ہو۔ ایک بنیادی فرق ان تمام فلاسفہ مغرب میں موجود ہے کہ None of them try to search the God. خواتین وحضرات! بڑی اہم بات میں آپ سے کر رہا ہوں کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے خدا کا انکار کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک شخص نے بھی خدا کی تلاش نہیں کی ہے۔ جیسے خدا کہتا ہے کہ یہ اندھیرے میں ہاتھ پھینکتے ہیں۔

For Example کارل مارکس کو آخر ایک سسٹم غلط نظر آیا اور اگر یورپین فلاسفی اس کے نزدیک بدترین نتائج پیدا کر رہی تھی اور اس کو یہ سمجھ آیا کہ مذہب کے پاس انسان کے بنیادی مسائل کا کوئی حل نہیں ہے۔

اے کرپٹڈ، تھارو لی مس لیڈ، مس گائیڈڈ Religion۔ جو خدا خود بار ہا اپنی کتاب میں کہہ چکا ہے کہ ان لوگوں نے میرے مذہب کو خراب کیا۔ میرے رستے کو انہوں نے بت پرستی اور شرک سے نجس اور آلودہ کیا۔ بھلا اس خدا کا بطلان اس Corrupt اور Weak فلاسفی سے کیسے ہو سکتا ہے۔ مارکس نے تو کبھی خدا کو تلاش نہیں کیا۔ Not as single one time in his whole life. اگر کاش کہ وہ ایسا کرتا۔ جیسے اقبال کہتا ہے۔

صاحب سرمایہ از نسل خلیل
یعنی آں پیغمبر بے جبرئیل

اگر کاش کہ وہ ایسا کرتا کہ وہ خدا کو دس پندرہ برس تلاش کرتا اور پھر ہمارے پاس آتا اور کہتا کہ میں نے اسے بہت ڈھونڈا ہے۔ بڑے اخلاص سے ڈھونڈا ہے۔

I didnot find God anywhere and i am sorry to say i don't believe it.

ایسا نہیں ہوا، رسل نے کبھی خدا کی تلاش نہیں کی۔ وہ بھی اپنی ایک مروجہ کرسچینٹی پہ اعتراض کرتا رہا اور بہت ساری ان سائنٹفک Statement کی وجہ سے اس نے یہ اعلان کیا کہ

Chiristianity is totall in contradiction with the scientific results of the modern times.

اس لیے یہ غیر شعوری مذہب ہے۔ غیر عقلی مذہب ہے۔ تو کسی نے اس کو کہا کہ قرآن نہیں پڑھتے ہو۔ قرآن بھی پڑھ کے دیکھ لو۔ اس نے کہا:

Why should I, all gospel truth is alike.

میں نے کسی بڑے فلاسفر کو اتنی بڑی احمقانہ بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا He pre-supposed رسل نے ایک بات Pre-supposed کر لی کہ قرآن اور بائبل ایک جیسے ہیں۔ آپ میں سے جنہوں نے بائبل اور قرآن کو پڑھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ بائبل اور قرآن میں زمین و آسمان کا بعد ہے۔ تورات اور انجیل میں سے کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس پہ

Marfat.com

خداوند کریم نے اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی ہو۔

خواتین حضرات! اس کی وجہ تھی کہ جب تک پیغمبر آتے رہے، جب تک پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا، کتابوں میں Amendment ہوتی رہی اور معاشرہ ترقی کرتا رہا، انسانی شعور مختلف مدارج سے گزر کر جب ایک مرتبۂ اعتدال تک پہنچا تو کتاب مکمل ہوئی Message پورا ہوگیا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک انسان کا تمدنی شعور مکمل ہوگیا۔ اس سے پہلے کئی لوگ آتے تھے جیسے Jews تھے۔ تو وہ Basically جبلی اقدار کی خاطر پورے مذاہب کو Loss کرتے تھے اور اللہ نے بڑا شدید اعتراض کیا کہ تم تو اپنی ایک غرض کی خاطر آیات بدل دیتے ہو۔ تم اچھی طرح جانتے ہوئے کہ تم کتاب کو صرف اپنے آقاؤں کے لیے تحریف کر دیتے ہو، اپنے مقاصد کے لیے تحریف کر دیتے ہو۔ جب خدا انہیں کہتا کہ یوم سبت کو مچھلی نہ پکڑو، اور ان کے مقاصد یہ ہیں کہ مچھلی پکڑنی ہے، تو وہ تاویل گھڑتے ہیں جس پر خدا کہتا ہے کہ ہم نے ان کو آزمانے کی خاطر یہ ان سے مذاق کیا۔ اللہ کی حس مذاق بڑی اچھی ہے کہ ہفتے والے دن ہی مچھلیاں اوپر آئیں باقی دن وہ نیچے رہتی تھیں اور خدا نے کہا کہ یہ اللہ سے مذاق کرتے ہیں پھر اللہ بھی ان سے ایسے ہی مذاق کرتا ہے۔ تو ہفتے والے دن سبت والے دن، ممانعت والے دن مچھلیاں اوپر آتی تھیں اب اہل یہود یہ دیکھتے تھے کہ مچھلی پکڑنے کا چانس تو ختم ہوگیا ہے

So they tried to concoct many ways out of it.

انہوں نے چھوٹی چھوٹی نالیاں بنائیں تالاب میں اور پھر اپنے گھروں میں حوض بنائے اور پھر ان میں سے مچھلیاں جو تیر کے ان کے حوض میں آتی تھیں وہ پکڑ کے کھاتے تھے اور کہتے تھے ہم نے تالاب میں سے تو مچھلی پکڑی ہی نہیں ہے۔ تو تمام تاویلات کی بنیاد ان کے جبلی شعور پر تھی حالانکہ خدا نے انہیں مچھلی پکڑنے سے منع کیا تھا کوئی تالاب کی تخصیص نہیں تھی مگر انہوں نے یہ عذر نکالا۔ خدا نے انہیں کہا کہ جب تم بیت المقدس میں داخل ہو تو تم "وادخلوا الباب سجداً و قولوا حطۃٌ نغفر لکم خطیکم" (البقرۃ: آیت ۵۸) تو گھٹنوں کے بل رینگتے جانا، استغفار کرتے جانا، توبہ کرتے جانا تو انہوں نے صرف ایک نقطہ ڈال دیا بیچ میں حطۃٌ کو حنطۃٌ کہہ دیا کہ سرین کے بل گھسیٹتے ہوئے جانا۔

And thus they tried to mock God.

پھر وہ اللہ کا اس طرح مذاق کرتے اور آیات الٰہیہ میں تبدیلی کر دیتے تھے اور اپنی Sharpness کو اپنے مقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے شعور اور عقل کو اپنے پست مقصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے تھے۔

عقل جب اپنے معیار سے گرتی ہے تو صرف نقالی رہ جاتی ہے۔ خواتین و حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا زمانہ ایسا ہے۔ معاف کیجیے گا، خواتین سے کچھ معذرت کے ساتھ۔ کہ خواتین اور بچے زیادہ اس کے پیچھے ہوں گے کیونکہ انسانی معاشرہ کہیں رک کے سوچتا نہیں ہے اور آپ عقل کو کسی اور طرح سے پہچانیں۔ ہم عقل کو اس کے معیار طلب سے پہچانتے ہیں، ایک انتہائی ذہین آدمی ایک اعلیٰ درجے کا نقاد، ایک بہت بڑا محقق اور ادیب چاہے کہ

بھی رتبہ عالیہ پہ کیوں نہ ہو اگر خواتین و حضرات اس کی زندگی کا مقصد صرف شہرت ہے، صرف مال ہے، تو آپ جانتے ہیں کیا ہو رہا ہے۔ اس کی تمام عقلی توجیہات، اس کے تمام ذہنی اشارات، اس کی تمام صلاحیتیں صرف ذاتی وجاہت اور عملی فوائد پر مرتکز کر رہی ہیں۔ اور اس عقل کو کبھی خدا دیکھنا نصیب نہیں ہوتا یہ تو اپنے مقاصد عالیہ کو بڑھ ہی نہیں رہی، تو بندہ عقل سے پہچانا جاتا ہے اور عقل اپنی تجسس علمیہ سے پہچانی جاتی ہے کہ عقل کس چیز کو چاہتی ہے، وجدان کس چیز کو طلب کرتا ہے اور اگر عقل کو خدا کی آرزو نہیں، اس کی تلاش نہیں، اس کی محبت کی طلب نہیں تو یہ تمام عقل گویا اسی بھٹکے ہوئے بندروں کی طرح صرف نقال عقل رہ جاتے ہیں اچھے لفظ بولتے یا سیدھے لفظ بولتے، اجڈ اور گنوار ہو۔ کیسے۔

If the money is the only desire in your mind , if the status is the only desire in your mind.

تو تمام صلاحیتیں مرتکز کریں گے، تمام صلاحیتیں اسی ایک مقصد کو جائیں گی اور انسان کی حیثیت کا اندازہ اس کی علم و عقل و معرفت کا اندازہ اس کے اس منظر سے ہوگا، اور سوائے اسلام کے اور سوائے اللہ کے کوئی اپنے آپ کو جستجو علم و عرفان قرار نہیں دے سکتا۔ تو خواتین و حضرات! اس وقت تمام اسلام Revolution کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ انقلاب اسلامیہ کے آپ کتنے نعرے سنتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ جو Schizophrenic تھوڑا سا Religion پڑھ جاتا ہے وہ اٹھ کے ایک اسلامی انقلاب کی مصیبت لانے کے چکر میں! اور ان میں سے کسی ایک شخص کو پتا نہیں کہ انقلاب انسانوں کی ہمت سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے آتا ہے۔ کیا اس اللہ کو آپ انقلاب لا کے دیں گے جو تین سو برس کی فراعنہ مصر کی حکومت کو انقلاب سے نہیں ایک شخص سے الٹا دیتا ہے۔ تین سو برس کی انتہائی مستحکم فراعنہ مصر کی حکومت کو یہودی انقلاب نے نہیں بدلا، نہ اس کو کسی جنگ و جدل نے بدلا، نہ ان کو کسی اندرونی دشمن نے، ایک شخص نے صرف ایک شخص نے اور وہ بھی ایک ایسا شخص جو ان کے دربار جاتے ہوئے بھی ڈرتا تھا۔ وہ موسیٰ جو بار بار اللہ کو کہہ رہے ہیں کہ پروردگار میں تو نہیں جاتا فرعون کے دربار میں۔ میں نے تو ان کا نقصان کیا ہوا ہے۔ میں نے ان کا بندہ قتل کیا ہوا ہے۔ یہ قصاص میں مجھے قتل کر دیں گے۔ اور اللہ کو کہنا پڑتا ہے کہ لا تخف "اے موسیٰ مت ڈر میں جو تیرے ساتھ ہوں۔ تو خواتین و حضرات کسی کے ساتھ اللہ ہوگا تو انقلاب آئے گا نا۔ کیا اللہ کے بغیر آپ انقلاب لائیں گے۔ کیا یہ تمام جماعتیں۔ یہ تمام بزرگ ایک منٹ کے لیے یہ نہیں سوچتے کہ پہلے ہم یہ تو ڈٹرمن کر لیں کہ خدا ہم میں سے کس کے ساتھ ہے۔ ایک بڑا مشہور قول ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس انقلاب کو نہیں روک سکتی جس کا وقت آ گیا ہو اور وقت کا فیصلہ تو پھر اللہ کرے گا۔ اور اگر ناقص اور کمزور بندے جو خدا کی اطاعت میں چلتے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی ذاتی تعلق رکھتے ہیں اور اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں جو اپنی کمزوریوں کے ساتھ۔ یہ بین الاجتماعی امت۔ مَیں آپ کے پندرہ کروڑ مقدسین کی بات نہیں کر رہا اور مقدس کی کون بات کر سکتا ہے، اللہ تو مقدسین پہ بڑا ہی سخت ہے "فلا تزکوا انفسکم" مت اپنے آپ کو پاک باز کہہ" مت اپنے آپ کو پاک باز کہو۔ "ھو اعلم بمن اتقیٰ" (النجم: آیت ۳۲) میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کتنے متقی ہو۔

خواتین و حضرات مشہور ہے کہ جب کسی کو طعنہ دینا ہو اور اس کو اصلیت دکھانی ہو تو نارملی اسے کہتے ہیں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں تو پیچھے سے کیا تھا تو اب کیا ہے۔ تو مجھے کیا اپنی بڑائی اور تکبرات بتاتا ہے تو خداوند کریم نے انسان پر

Marfat.com

تقوی پر طنز کیا جو انجام اسے دکھائے وہ بڑے عجیب و غریب تھے۔ وہ اس کونسل کا طعنہ نہیں دے رہا وہ اسکو تکبرات کا طعنہ نہیں دے رہا، بلکہ خدا یہ اسے کہہ رہا ہے "ھو اعلم بمن اتقی" "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔" میں تو تمہیں اس دن سے جانتا ہوں، جب میں نے تمہیں زمین کے دامن میں رکھا، اور کیچڑ انسان تو بھول گیا، وہ تو یہ کہتا ہے تمہیں بھی نہیں پتا "ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکوراً O" (الدھر: آیت ۱) کیا تمہیں پتا نہیں کہ اے انسان تو ایک زمانے میں ایسے رہا کہ تُو کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ اب تو بہت بڑا متقی بنتا ہے، تجھے پتا نہیں کہ تو کس غلاظت سے "صلصال کالفخار" (رحمٰن: آیت ۱۴)، گندے کیچڑ، خواتین و حضرات یہ آپ جاننا چاہتے ہیں کہ جب پانی زمین کا خشک ہوا، زمین کیچڑ بن گئی، پھر دھوپ کی کرنوں سے اوپر کا کیچڑ سیاہ ہو گیا اس کے نیچے جو پلپلا سا گندہ کیچڑ تھا اس میں انسان کی زندگی کے پہلے پہل کی نمود ہوئی۔ وہاں خدا ٹھیک ہی تو کہتا ہے کہ کیا تمہیں پتا نہیں ہے میں تجھے اس وقت سے جانتا ہوں پھر کتنے لاکھ سال اسی لاکھ سال پہلے انسان جب پرائم ایج سے جدا ہوا۔ قافلہ زندگی کو پہنچا ہے تو اس کی آنکھیں، دیدے گول تھے، جیسے کسی الو یا طوطے کے۔ اور اس کا سر لمبوترا سا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں مڑے ہوئے تھے اور آج اگر آپ اس کی تصویر دیکھ لیں جو امیجنری تصویر اس انسان کی بنتی ہے تو آپ خوف سے پاگل تو ہو سکتے ہیں اسے انسان نہیں مان سکتے۔ یہ جتنے بھی آپ نے دیکھے ہوں گے کہ ویسٹرن موویز کے وہ ہاریبلز ٹائپ تصورات ہیں یہ دراصل اس بنیادی انسان کا نقشہ ہے جس سے ڈویلپ ہو کر آج آپ اس خوبصورت اور اعلیٰ ترین فکر کو پہنچے ہیں کہ جس کے بارے میں اللہ نے کہا کہ میں نے اس انسان کو بہترین اعتدال اور توازن سے بنایا۔ مگر اس اعتدال اور توازن کو پہنچتے ہوئے ایک ارب بیس لاکھ سال گزرے اور خواتین و حضرات پھر دوسری بار کہتا ہے ایک تو میں تمہیں اس وقت سے جانتا ہوں، جب میں نے تمہیں بحیثیت ایک ورٹا بریٹ اور کارڈیٹ اور ایک میملز کے رکھا اور پھر وہ کہتا ہے میں تمہیں اس وقت سے بھی جانتا ہوں جب میں نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں رکھا۔ حضرات گرامی! وہ کہنا یہ چاہتا ہے میں آج تک زندگی میں فیاض اس کو نہیں سمجھا کہ جو مال بانٹتا ہے۔ خواتین و حضرات میں سخی اور فیاض اس کو سمجھتا ہوں جو لوگوں میں عزت بانٹتا ہے۔ "فان العزۃ للہ جمیعاO" (النساء: آیت ۱۳۹) اللہ تعالیٰ کے پاس تمام عزتیں ہیں۔ اور وہ بڑا احمق ہے جو عزت کو اپنی متاع سمجھتا ہے جو اس بات پہ تفاخر کرتا ہے۔ فیاض تو وہ ہے کہ جسے خدا عزت عطا کرے اور وہ ان لوگوں کو عزت بانٹے جن کے پاس عزت نہیں ہے۔ ان غریبوں کو ان ناقص لوگوں کو، ان کمزوروں کو اپنی طرف سے خدا کی عطا کردہ وہ عزت بانٹے۔ اصل میں سخی تو وہ ہے۔ اور ایک نکتہ عالیہ یہی ہے کہ ادھار کی چیزوں پہ انسان کو کوئی ناز نہیں ہونا چاہیے، اپنے پروٹوکول کو اپنا نہیں سمجھنا چاہیے، خدا شناسی میں سب سے بڑی چیز جو ہماری زندگی میں حائل ہوتی ہے، وہ Misplaced ججمنٹ ہے، تمام عقل کا ایک غلط اسٹیمیٹ لگا لینا، اگر آپ یہ کہیں کہ یہ زندگی میری ہے اس کو میں نے بسر کرنا ہے، میں نے کمانا ہے، میں نے کھانا ہے، میں نے بچے پالنے ہیں، میں نے بیوی پالنی ہے

. You are very very wrong. its not your job.

آپ کا یہ Job نہیں ہے جسے غلطی سے آپ Assume کر بیٹھے ہیں۔ آپ کا Job وہی ہے جو اوّل انسان کو دیا گیا اور آخری لمحۂ زندگی یعنی مرحلۂ قبر تک جائے گا جہاں آپ پہنچیں گے اور میں تو قبر کو ہمیشہ Gateway to the

Marfat.com

Transition میں تو کوئی مقدر زمین پہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ outer galaxies کہتا ہوں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ کا مقدر نہیں ہوتا۔ وہ بھی عقل ہے جو زمین میں کھانے پینے کو مقدر قرار دیتی ہے۔ ایک ہلکی سی ٹمپرنگ ہے۔ یہ زمین تو ایک چھوٹا سا کیمپ ہے اس میں آپ کی تربیت، اس میں آپ کا آنا، اس میں آپ کی ٹیسٹنگ ایک ٹرانزیشنل تھوڑے سے وقت کے لیے ہے۔ اس وقت میں آپ کی ٹیسٹنگ یہ ہے کہ جو شعوری صلاحیت آپ کو عطا کی گئی جو غور وفکر کی صلاحیت آپ کو عطا کی گئی کیا آپ نے اس کا مقصد جانا پہچانا، کیا آپ اس مقصد تک پہنچ گئے، اپنے غور وفکر سے کہ آپ کیا کرنے آئے تھے اور کیا کر چلے، قبر کے دھانے پہ اس گیٹ وے پہ ایک سوال ہوگا۔ "من ربک" (مسلم، رقم الحدیث) کہ آپ تشریف لائیے۔

You are welcome

آگے بڑھنے کا پاسپورٹ ساتھ لائے ہو؟ یہ تو بتاؤ اس ساری زندگی میں آپ کا رب کون تھا؟ ہم نے تو جس کام کے لیے بھیجا تھا وہ تو ایک ہلکے پھلکے سوال کے لیے آپ کو زندگی دی تھی، زمین دی تھی، گھر دیا تھا، بیوی بچے دیے تھے۔ خواتین وحضرات! یہ ساری سہولتیں اس لیے عطا کی گئیں کہ اگر آپ قبر کے دہانے پر اس سوال کے جواب میں اللہ سے یہ کہو کہ اے اللہ مجھے تو نے فرصت کب دی۔ میں تو مصروف تھا روٹی کمانے کے لیے، میں تو مصروف تھا بچے پالنے میں، میں تو مصروف تھا ماں باپ کی خدمت میں۔ مجھے آپ نے کب فرصت دی کہ میں آپ کے اس سوال کا جواب ڈھونڈتا۔ تو رب کعبہ کی قسم ہے کہ آپ کی دلیل سچی ہوئی۔ اگر آپ خدا کو یہ کہتے قبر کے دہانے۔ جب وہ آپ سے یہ پوچھے کہ من ربک کہ آپ کا رب کون ہے اور اگر آپ جواب میں اسے کہیں، میرے سات بہن بھائی تھے، میرے ماں باپ تھے، میں نے خدمت کرنا تھی، میں نے بڑا کام کرنا تھا، میں نے امتحانات دینے تھے، میں تو مشکل میں الجھا رہا میرے پاس تو اتنا ٹائم نہیں تھا کہ میں آپ کے اس سوال کا جواب ڈھونڈتا تو خدا کی قسم ہے کہ آپ سچ کہتے ہیں، مگر خدا یہ کہتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو یہ تو پروٹوکول ہے اگر ان میں سے کوئی کام تمہارا ہوتا تو تمہیں جب میں نے کسی گھر پیدا کیا تھا، تمہیں پتا تھا کہ تمہاری ماں کون ہوگی، تمہارا باپ کون ہوگا، تمہیں پتا تھا کہ پانچ سال تک کیسے پلو گے، دس سال تک کیسے پلو گے، پندرہ سال تک، اگر تمہیں چوائس دے دیا جاتا، اگر چوائس تمہیں وہاں مل جاتا کہ اپنی مرضی پر گھر ڈھونڈو تو کسی غریب مسکین کا گھر بھی کوئی بچہ ڈھونڈتا، کوئی ابتلا کا گھر ڈھونڈتا، کوئی فاقے کا گھر ڈھونڈتا اور امریکہ کا بچہ پاکستان کا ملک ڈھونڈتا پھر، ایسا تو کبھی نہ ہوتا، ایسا کبھی بھی نہ ہوتا۔ پروٹوکول میں کوئی دستگاہ نہیں ہے، یہ Arrangments ہیں انشاء اللہ تعالیٰ العزیز

Next time, we will get together.

ہمارا سالانہ سیشن گوجر خان میں آ رہا ہے وہ جبر وقدر کے موضوع پر ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ

We will invite you all

اس میں اس پر تفصیلاً روشنی پڑے گی تو خواتین وحضرات اب میرا خیال ہے مغرب کا وقت بہت قریب ہے، اذان ہو رہی ہے تو میں بس مختصراً آپ سے یہ کہہ دوں کہ

To me and to my mind, the only top priority of intellectual curiosity is

Marfat.com

God and nothing else.

اللہ کے سوا سوچ کی کوئی ترجیح اول نہیں ہے جب آپ ترجیح اول سے نمٹ لیتے ہیں تو یہی عقل آپ کو زندگی کے کام نمٹانے میں بھی کام آتی ہے اور آپ اپنی فراست سے جہاں خدا پہچانتے ہیں وہاں زندگی کے معاملات بھی سنوار لیتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سوالات و جوابات

جہاد اور توکّل میں فرق اور ارتقاء کی صورتیں!

سوال: کیا ارتقاء کا عمل اب رک چکا ہے۔ اور حضرت آدمؑ جب تشریف لائے اس دنیا میں تو اس وقت اس کی کیا اشکال تھیں؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو جہادی کام ہے وہ اسی توکل پر چھوڑ دیا جائے کہ اللہ کی طرف سے کوئی آواز آئے گی اور جہاد فلسطین اور کشمیر مکمل ہو جائے گا؟

جواب: جناب محترم میں نے صرف Placing of Priorities کی بات کی ہے کسی کو Reject نہیں کیا۔ نہ تو کسی عمل کو Reject کیا اور ظاہر ہے ہمارے نزدیک طریقت جو ہے شریعت کی نیت ہوتی ہے، اعمال کو ترتیب دینا، ان کو اپنی اپنی جگہ دینا، اور جیسے باب ایمان میں جناب سیدنا بخاری نے حدیث نقل کی کہ "(انما الا عمال با لنیات)" اور حضورِ گرامی مرتبت نے یہ فرمایا کہ جب کسی کام کے بارے میں جاننا ہو کہ وہ کیسا ہے تو اس کام کے کرنے سے پہلے اس کام کی نیت کر لیا کرو۔ باقی پہلے حصے کی طرف کہ ارتقاء کا عمل نہ کبھی رک سکتا ہے نہ رکے گا، مگر ارتقاء کا معیار جو ہے وہ داخلی بھی ہے اور خارجی بھی ہے، اور ارتقاء کا معیار قرآنی ہے۔ میں یہاں آپ کو ایک عجیب و غریب بات بتاؤں کہ خارجی معیار کا ارتقاء تو تمام دنیا میں ہر زمانے میں ہوتا رہا، اور اللہ کی یہ آیت گواہ ہے اور تاریخ اس پہ گواہ ہے اور میسوپوٹیمیا کی اور ایسلو بیولنز کی اخمی ایکمیٹز کی تمام تاریخ گواہ ہے، موہنجوداڑو کی، کہ قومیں اس وقت تباہ کی گئیں جب وہ اپنی معیشت کی انتہا پر تھیں۔ قومیں اس وقت تباہ نہیں کی گئیں جب وہ غربت و افلاس میں تھیں، تنزل میں تھیں۔ بلکہ جب بابل اور نینوا کے معلق باغات تھے تب تباہ کی گئیں، جب اہرام مصر اپنی انتہا پہ پہنچے تب تباہ کی گئیں تو وہ اس لیے تباہ کی گئیں کہ ہمیشہ معیشت اور معاشی ترقی کی جو انتہا ہے وہ انہیں مورل ابتذال سے آشنا کر گئیں اور جناب والا! ایک عجیب و غریب آپ کو حقیقت بتاؤں جو شاید آپ کو پہلے عجیب لگے اور پھر آپ اس کے لیے تاریخی حقائق ڈھونڈیں گے کہ آج تک کسی انسانی معاشرے نے کوئی مورل قانون تخلیق نہیں کیا، اول و آخر یہ انتہائی عجیب بات ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں کہ آج تک کسی انسانی معاشرے نے کوئی مورل قانون تخلیق نہیں کیا بلکہ جو سب سے پہلا ہمارے پاس انسانی معاشرہ ملتا ہے وہ پریسٹ سوسائٹی کا ہے اور پریسٹ سوسائٹی میں پریسٹ ہمیشہ اپنی مورل گائیڈنس کو کسی بالائی قوت سے ہی اس کو

Marfat.com

مبداء فیض رہا اور معاشروں میں تمام تر خارجی عوامل، ایلیٹین انجکشن سے مورل Create ہوتا رہا، اب اسے ہم لوگ ایلیٹین انجکشن کہیں گے مگر صاحب قرآن یہ کہتا ہے کہ میں نے ہی ہر قوم کی ابتداء اور انجام میں اس کو گائیڈ بھیجے اور تمام لاء جو انسان نے تخلیق کیا ہے وہ سہولت کا قانون ہے جتنا بھی انسانی معاشروں نے قانون تخلیق کیے یا قانون سازی کی وہ سہولت تھی Laws of Facility تھے تاکہ معاشرتی، معاشی Friction کو کم کیا جا سکے۔ ان قوانین کا مطلب نہ اخلاق پیدا کرنا تھا، نہ اس کو فروغ دینا تھا بلکہ معیشت کی اور معاشرت کی Frictions کو کم کرنا تھا۔ جیسے آپ کے سرٹیفکیٹ لاز ہیں یا جیسے آپ کے مالی معاونت کو سپورٹ کرنے والے لاز ہیں یہ تمام قوانین جو انسان نے تخلیق کیے اپنی اعلیٰ ترین اجتماعیت کی حالت میں انسان نے پھر بھی کوئی مورل لاء تخلیق نہیں کیا۔ اگر آپ غور کریں تو اس وقت تمام زمانے میں ایک بنیادی Question جو جار ہا ہے۔ ہم چھوٹے چھوٹے Questions کو نظر انداز کر دیں تو سب سے بڑا Question جو پورے انسانی معاشرے میں جاری ہے وہ Choice versus Morality ہے کہ ایک طرف تمام تعلیم، تمام نظریات مغربی جدید انسان کو چوائس آفر کر رہے ہیں کھلے ڈھلے مقاصد اس کو دے رہے ہیں۔ اس کے ذاتی مقاصد اس کو خصوصی شعور عطا کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہر نوجوان بچے کے ذہن میں ایک Question پیدا ہو رہا ہے کہ

Why should we obey the moral law, Who is God,

کیوں کہ مورل لاء Flexible نہیں ہے۔ مورل لاء اتنا Rigid ہے، Moral law خدا کا دیا ہوا ہے، Over the centuries محیط ہے اور اگر آج کا امریکی معاشرہ یا برطانوی معاشرہ، یا یورپی یا آپ کا جدید معاشرہ جب چوائس کی ایجوکیشن لے گا تو سب سے پہلے آپ کا بچہ Question کرے گا کہ اگر میں زنا نہ کروں، شراب نہ پیوں، چوری نہ کروں تو

Who is going to punish me and when you tell him that God is the master mechanic of this system, then they have one more basic question who is God?

اور جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے تو آپ کے پاس جواب نہیں ہوتا اس لیے کہ آپ نے اپنی زندگی میں مورل لاز کو مجبوراً، اخلاقاً، عادتاً، رسماً، رواجاً نبایا ہے مگر آپ نے کسی مورل لاء کو By Choice اختیار نہیں کیا ہوتا۔ تو نیچرلی یہ آج کے زمانے کا سب سے بڑا Crisis ہے جو ہمارے مشرق و مغرب دونوں طرف محیط ہے اور جب تک ہم فلسفہ خداوند پر غور نہیں کریں گے اور اللہ کی طرف سپیشل رجعت نہیں کریں گے۔ جو آپ نے بات کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو مسلمان ہوا جس نے ابتدائے اسلام کی یا جس نے مسلمان گھرانے میں قدم رکھا اس نے پریکٹیکل Issuance پہ ہمیشہ آغاز کیا۔ اس پریکٹیکل Issuance میں نماز بھی ہے، روزہ بھی ہے، جہاد بھی ہے، زکوۃ بھی ہے۔ کوئی شخص Hardly یہ Imagine کر سکتا ہے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مسلمان ہو اور ان Institutions کا انکار کرے۔ اور میرے خیال کے مطابق ایسا نہ میں کر سکتا ہوں نہ آپ کر سکتے ہیں مگر مقصد یہ ہے کہ کیا آپ نے ہمیشہ کے لیے اپنی پانچویں کلاس میں ہی رہ جانا ہے یا اس سے بھی زیادہ ترقی کرنا ہے۔ ایک اعلیٰ ترین مابعد الطبیعاتی اور ماورائی Religion کو ہم چند ایک پریکٹیکل

Marfat.com

اقدامات میں محدود نہیں کر سکتے۔ دیکھیں جب یہ دونوں سسٹم اکھٹے چل رہے تھے نیات اور عمل کا اس وقت۔ ایک سادہ سا صحابی اٹھتا تھا وہ صحابی جو شاید اتنے پست درجہ تعلیم کا مالک تھا کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں عورت کا دانستہ غلام ہوا، جب میں نے اپنے آپ کو ایک عورت کی غلامی میں دیا، ایک وقت کی روٹی کے لیے۔ جب بلالؓ یمن کے گورنر بنائے گئے اور ان کو بھیجا جا رہا تھا۔ رستے میں ان سے کسی نے کہا بلالؓ آج لباس تو تبدیل کر لیتے۔ تو بلالؓ نے جواب دیا تم ہمیں آگہی سکھاتے ہو۔ میں اس وقت کو جانتا ہوں جب میں ایک عورت کا از خود غلام ہوا، ایک وقت کی روٹی کے لیے۔ پھر مجھے خدا نے وہ تقویٰ اور وہ ایمان عطا فرمایا کہ وہ عورت مجھ سے اتنی متاثر ہوئی کہ وہ میرے نکاح میں آئی۔ اس نے تمام مال و اسباب مجھے سونپا۔ میں اپنی اوقات اور اپنی آگہی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تمہارے کہنے پر اپنے عادات و خصائل تبدیل نہیں کر سکتا تو جناب والا اس سے مراد صرف اتنی تھی۔ جیسے میں نے کہا اگر ایک Instituton کا سربراہ ہی موجود نہیں ہے۔ تو ہم اس Institution سے اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا جب جہاد جزوی اور انفرادی ہوگا تو اس جہاد کو کلی طور پر انڈرسٹینڈ نہیں کر سکتے یوں تو کہنے کو جو بھی ہمارا فوجی اور سپاہی جنگ میں جائے گا اس کی بنیادی تربیت شاید یہ ہوگی کہ آپ نے جہاد کرنا ہے یا کسی کے خلاف ملک کی حفاظت کرنا ہے۔ But پھر Internal Intention پر فیصلہ ہوگا کہ شہید کون ہے اور غازی کون ہے یہ کبھی خارجی کیفیت نہیں ہوتی۔ اور اس لیے میں جو آپ کو آج کی بات بتا رہا تھا۔ میں آپ کو وہ داخلی انٹینشن مضبوط کرنے کے لیے کہہ رہا تھا کہ اگر مذہب ماننا ہی ہے تو اسے خدا کے لیے مانا جائے۔ اگر آپ نے اپنے شعور کو حاصل کرنا ہے اور رسم و رواج کو نبھانا ہے۔ مجھے انگلینڈ سے ایک ینگ آدمی نے Question کیا کہ

What is so strange about the practices of Islam.

ہماری بھی پریکٹسز ہیں آپ کی بھی پریکٹسز ہیں، ہمیں بھی Vesper اور Mass ملتا ہے، بلکہ ہماری عادات آپ سے بہت اچھی ہیں، ہمیں تو خیرات کرنا بڑا مرغوب لگتا ہے۔ ہم اسے پورے انسانی شعور کے ساتھ نبھاتے ہیں۔

What is so special about Islam?

تو میں نے اس سے کہا کہ

I swear my honour کہ There is no difference

عادات و مشاغل کسی بھی قسم کی ہوں۔ ان میں اگر تبت کا ایک لاما پچیس سال سے ہمالیہ کی ترائی میں بیٹھا ہوا ارتکاز کر رہا ہے۔ تو وہ اپنے مقصد کے حصول میں آپ سے ہزار درجے زیادہ مشقت کر رہا ہے۔ آپ اسے کمتر نہیں گن سکتے، ایک جوگی جو پچیس سال سے قبر میں پڑا ہے۔ کوئی مراقبہ قبر کر رہا ہے۔ کوئی سورج بینی، شمع بینی کر رہا ہے تو اس میں اور کسی مسلمان میں فرق ہونا چاہیے۔

The difference is very simple.

میں نے اسے کہا کہ اگر مجھے کسی اور مذہب میں خدا ملتا ہے۔ اگر مجھے بدھ مت میں سے خدا ملتا تو بدھ مت میرے لیے follow کرنا آسان تھا۔ اگر کرسچینٹی سے خدا ملتا

Marfat.com

I would prefer it to Islam.

مگر مقصد فیصلہ ہوتا ہے۔ رستے کا تعین یہ ہوتا ہے کہ میں کس چیز کے لیے کیا اختیار کر رہا ہوں۔ مجبوری یہ ہے کہ اللہ نے اپنے آپ کو باقی تمام اپروچز پہ بین کر دیا ہے اور فرمایا: اگر تم مجھے چاہتے ہو اور میری طرف آنا چاہتے ہو تو اب اسلام کے سوا کسی رستے پر میں تمہیں نصیب نہیں ہوں گا۔ "ان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران: آیت ۱۹) اب اللہ کے نزدیک یہ Secret رستے جو ہیں تم نہیں اپناؤ گے۔ اب اگر تم نے اللہ کو پانا ہے تو پھر تم صرف اسلام پہ چل کے آؤ گے۔

There is no mysticism in any other religion.

ہر جگہ جہاں بھی آپ مذہبی Spiritualist پائیں گے، وہ دروغ گوئی کے بہت قریب ہیں۔ جب تک آپ قرآن۔ خدا اور اسلام کو منزل نہیں بنا لیتے آپ کبھی بھی اللہ کی آگہی نہیں پا سکتے اور میں اس کے بڑی واضح سی مثال کرسچین Religion سے دیتا ہوں کہ کرسچین رومن Catholicism میں بہت بڑے Saint ہیں ماشاءاللہ تعالیٰ بہت بڑے سینٹ اور وہ سینٹ فرانسس آف Excellency کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے مراقبہ تثلیث کیا اور مراقبہ تثلیث میں یہ ہے کہ

Condition of the christ is involved into one own slef.

اور کرائسٹ کی کنڈیشن یہ تصور کی گئی کہ انہیں صلیب پہ لٹکایا گیا کوڑے مارے گئے تو سینٹ فرانسس چالیس دن مراقبے میں رہے اور بے شمار لوگوں نے گواہی دی کہ جب وہ باہر نکلے تو ان کی کمر پہ کوڑوں کے نشان تھے اور ان کے گلے میں اسی طرح کے صلیب کے نشان تھے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے گلے میں بقول

The entire Roman's catholic religion.

مگر اگر ہم اس کو تسلیم کر لیں تو سینٹ فرانسس

One of the greatest Saints of all times.

جنہوں نے اتنی زیادہ مراقباتی جدوجہد کی مگر آپ قرآن کو پڑھیں گے تو پھر آپ کو سٹینڈرڈ بالکل غلط نظر آئیں گے۔ پتا یہ لگے گا کہ سینٹ فرانسس کسی استدراج اور کسی شیطانی حادثے کا شکار ہوئے ہیں۔

It is no more God. It has never come from God. Comes that way to anybody the christ was.

کیونکہ قرآن حکیم بالکل صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ "وما قتلوہُ وما صلبوہُ ولکن شبّہ لھم" (النساء: آیت ۱۵۷) نہ اسے قتل کیا گیا نہ اسے صلیب دی گئی۔ اگر ایک شخص کو صلیب دی ہی نہیں گئی تو مراقبہ صلیب کیا ہوگا تو میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اعمال کی حیثیت اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ ہم ان کو Over emphasize کریں۔ اعمال اپنی جگہ مسلمہ ہیں اور کوئی بھی فرد واحد امت مسلمہ کا نماز، روزہ، جہاد اور ان چیزوں کی تلقین سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا اور کوئی شخص یہ کریڈٹ نہیں رکھتا کہ جو شریعتیں ایک دفعہ مقرر ہو گئی ہیں ان کو منسوخ کرے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جیسے میں نے عرض کیا

معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں سجدے میں جھکتا ہوں، جب میں خدا کی نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے جنت میں ملائکہ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور حدیث بخاری کہتی ہے کہ دو مسلمان جب ایک اندھیری رات میں گزرے تو ان کے سامنے دو چراغوں کی لویں روشن تھیں جو ان کو مسجد تک پہنچا کے گئیں۔ اسید بن حضیر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ بادل جھک آئے اور ان میں ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں تھیں اور وہ اتنے جھک آئے کہ میرا بچہ گھوڑے کے قریب لیٹا ہوا تھا اس دوران میں گھوڑا ہنہنانے لگا اور میں ڈرا کہ یہ اسے کہیں روند نہ دے تو میں نے تلاوت بند کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسید! یہ ملائکہ تھے جو تیری تلاوت کے وجدان میں نیچے اتر آئے تھے۔ اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو یہ بادلوں سے نکل کر تجھ سے مصافحہ کرتے۔ حضرات گرامی! میں تو اس رنج میں مبتلا ہوں کہ آخر انسان Academics سے آگے کب بڑھے گا۔ نیات کے عمل سے وہ کب گزرے گا۔ خود آگہی کے پراسس سے کیسے آگے جائے گا۔ خود شناسی کہاں اور خدا شناسی کہاں۔ کیا اسلام کا مقصد صرف ایکڈمکس ہے۔ یا

Islam is also a way to God. And if it is a way to God.

تو پھر اس میں کیوں لوگوں کے Citadel اور Pyramid بناتے ہیں۔ ایک جماعت میں ایک خداشناس بھی نہیں ہوتا۔ لاکھوں آدمی ہوتے ہیں اور ہم کسی جماعت کو رد کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ نہ کسی تبلیغی کو رد کرتے ہیں۔ نہ کسی اہلحدیث کو نہ کسی دیوبندی کو نہ بریلوی کو مگر ایک سوال ہمارے ذہن میں ضرور اٹھتا ہے کہ مجھے دیوبند اور بریلوی اس لیے Join نہیں کرنا کہ مجھے دیوبند اور بریلوی کی اینٹوں سے پیار ہے۔ مجھے تو یہ دیکھنا ہے ان میں سے کون سا سکول آف تھاٹ مجھے میرے مطلوب اور مقصود تک پہنچا سکتا ہے اور میرا مطلوب و مقصود صرف اللہ ہے اور اگر اس پورے پیرامڈ کو میں یہ نہیں کہتا کہ دس لاکھ آدمی خداشناس ہیں۔

But I have a question to ask all these religious people.

کہ نیک بختو! اتنے بڑے سکول آف تھاٹ میں ایک تو پیرامڈ کی ٹاپ پر کوئی خداشناس ہو۔ ایک کو تو دیکھ کے میں کہہ سکوں کہ ہاں اس سکول آف تھاٹ میں بڑی برکت ہے۔ اس میں ایک خداشناس تو موجود ہے یہ کیا بحران اور المیہ ہے اس معاشرے کا کہ وہ لوگ جو اللہ کا نام لے کر اتنا پاورفل کلچر ڈویلپ کر چکے تھے۔

Unlike all the colonial powers in the west.

آپ اسلام کی Colonial پاور کو ذرا دیکھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ جہاں بھی مسلمان سیاح، اور گروہ گئے ہیں انہوں نے کوئی کالونیز قائم نہیں کیں۔ آپ انڈونیشیا کو دیکھیے

One of the most leading Muslim Countries.

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے انہیں انڈونیشیا سامنے رکھنا چاہیے۔ جہاں کوئی فوج نہیں اتری، کوئی سپاہی نہیں اترا۔ چند لوگ اور اُن کا کلچر کتنا مضبوط تھا۔ آئیے میں آپ کو مثال دوں آج کون سا آدمی ہے جو ویسٹ کو جاتا ہے اور وہاں رہنے کو آمادہ نہیں ہوتا۔ کون سی عورت ہے جو آپ ویسٹ سے بیاہ کے لائے ہیں اور وہ ادھر

Marfat.com

ایسٹ میں ٹھہر گئی ہے۔

What is the difference?

The difference is ,they are so much convinced of their cultural superiority. They might change their religion. They might change their aspect of life. But they would not change their pattern of life, you see.

وہ اپنے کلچر میں اتنے مدہوش ہیں کہ وہ زیادہ دیر تک آپ کے اس کلچرل Denial کو نہیں Accept کرتے۔ وہ جلد از جلد واپس جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمارے وہ لوگ بھی جو اتنے چندھیا جاتے ہیں اس کلچر کی Brilliance میں کہ جب وہ یورپ میں جاتے ہیں

They don't easily come back.

مردوں میں پھر ایک تعداد موجود ہے۔

But I have hardly seen the women who have gone out and they still like to come back. it is very difficult.

یہ کلچر خارجی کلچر نہیں ہے۔ یہ اعمال سے پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کلچر اس اسلامی نیت اور اخلاص سے پیدا ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ مومن جب بازار میں بھی چلتا ہے تو اس کے آگے اس کا نور دوڑتا ہے۔

I am only talking about that particular culture.

اور میں اس نیت اور اس عمل کی بات کرتا ہوں جو اعمال کو رونق دے میں اس نیت کی بات کرتا ہوں جو ہمارے اعمال کو ثابت قدمی، رونق اور خوبصورتی دیتی ہے۔ جس سے ہمارا عمل واقعی مسلمانوں کا سا عمل لگتا ہے۔ ورنہ یہ ایک جانورانہ تقلید سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ان شر الدوآب عندالله الصم البكم الذين لايعقلون (الانفال: آیت ۲۲)

حضرات گرامی! یہ ایک سوال ہے جو میرے دوست دے گئے ہیں کہ "الله نور السمٰوات والارض" (النور: آیت ۳۵) یہ پوری آیت Quoted ہے۔ خواتین و حضرات! اس میں خدا نے اپنی مثال دی۔ ابھی اس مثال کو سمجھنے کے لیے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ یہ ہماری تخلیقی کائنات ہماری بالائی کائنات کس پیٹرن میں موجود ہے۔ خداوند کریم نے اس کی مثال ایک ایسے طاق سے دی ہے جس طاق میں ایک چراغ ہے۔ چراغ کے باہر آئینہ ہے اور آئینے کے باہر روشنی ہے۔ اور یہ Exactly ان ہی Lines پہ چلتے ہوئے ہم فلاسفہ مشرق Nine Intelligences کو، کہتے ہیں اور نو ستی اشراق عطا کیا ہے کہ خداوند کریم اپنے وجود مطلق میں جب ظاہر ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنے آپ کو Finest Possible نور میں ڈھالا۔ پھر وہ نور آگے بڑھتا ہوا انبیاء، انسان اور شجر و حجر تک پہنچا۔ اس پس منظر میں کئی روایات مولانا روم نے اپنی شاعری میں نقل کی ہیں۔ مگر آج کے زمانے میں اس کی مثال ذرا Different ہے۔ اس وقت جو کائنات کی نئی وضاحتیں آ رہی ہیں کہ یہ ایبلانگ ٹائپ آ رہی ہیں اور یہ وضاحت کی جا رہی ہے کہ کائنات نہ بیضوی ہے نہ گول ہے۔ بلکہ کائنات پیچھے ہٹتی ہوئی اپنے مرکز کو رجعت کر رہی ہے۔ اور ایک سینٹر سے اس کا اخراج موجود ہے۔ اس کی

مثال یہ ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا شخص ایک آرام کرسی پہ بیٹھ جائے اور سوچنا شروع کر دے اور اس کی سوچ ہمہ جہتی ہو اور ہر طرف پھیلنی شروع ہو جائے۔ تو وہ اپنے اردگرد ہزاروں جہان تخلیق کر سکتا ہے۔ مگر سینٹر جو اس کا دماغ ہوگا جہاں وہ بیٹھا ہوا ہوگا اور جہاں سے ادھر ادھر جتنا بھی پھیلاؤ ہوگا وہ فرضی اور غیر معقول ہوگا۔ آپ کے تصور کی کوئی Limit نہیں، کوئی جہت نہیں۔ جدھر چاہو، آپ اسے پھیلا لو۔ خدا اور بندے کی سوچ میں صرف یہی فرق ہے کہ جب بندہ سوچتا ہے تو وہ اپنے ان تصورات کو عمل میں نہیں ڈھال سکتا۔ خدا کی سوچ یہ ہے کہ جب وہ سوچتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ارادہ کرتا ہے بلکہ وہ قدرت رکھتا ہے اور جب وہ کلام کرتا ہے تو چیزیں ویسے ہی وجود میں آجاتی ہیں تو یوں سمجھئے پروردگار ایک مقام کی نشاندھی کرتا ہے کہ جس مقام پر پوری تخلیقات کا سینٹر ہے۔ اور اس سینٹر کی مثال وہ یہ دیتا ہے کہ خدا اپنے کام کاج سے قطعاً تھکتا نہیں ہے۔ یہ ایک بے پناہ ذہنی قوت ہے۔ انتہا درجے کی کہ وہ اپنے تمام معاملات کو جیسے سوچتا ہے ویسے پریکٹیکلی ڈھال رہا ہے اور جیسے آئینے کے باہر آ کر اصلی روشنی کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح جب خداوند کریم اپنے مظاہر میں اترتا ہے تو اس کی روشنی کم نہیں ہوتی نہ اس کے نور کی کمی ہوتی ہے بلکہ اس کا اوریجنل سینٹر جتنا مضبوط ہے، اتنا ہی رہتا ہے اور طاق کی مثال اگر آپ غور کیجیے تو خدا نے اپنی مثال اس طرح دی ہے کہ ایک طاق میں وہ کائنات کو پوری طرح پھیلا رہا ہے اور ابھی کچھ اور وقت گزرے گا کیونکہ ابھی سائنسز اس مقامات تک نہیں پہنچیں۔ سائنسز ابھی بہت سارے ایسے مقام تک نہیں پہنچیں جہاں قرآن نے وضاحت کی ہے جیسے قرآن حکیم میں سنگل یونیورس کا کوئی آئیڈیا نہیں ہے۔ قرآن حکیم نے سیون یونیورسز کا آئیڈیا پیش کیا ہے۔ جیسے سات آسمان ہیں وہ ایک کائنات نہیں بلکہ سبع کائناتی تصور ہے جو قرآن دیتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن جب آسمان دنیا کی بات کرتا ہے تو قرآن یہ کہتا ہے کہ ''میں نے آسمان دنیا کو چراغوں سے سجایا۔ یہ جو ہمارے Lesser Conceptual جو لوگ تھے، وہ پہلے سورج کی ایک Constellation کو آسمان قرار دیتے تھے حالانکہ قرآن بالکل واضح ہے کہ ''ولقد زينا السمآء الدنيا بمصابيح'' (الملک: آیت ۵) ''ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے سجایا''۔ ایک چراغ سے نہیں سجایا۔ Infact بات یہ ہے کہ یہ چراغ بھی Particular ہے۔ اللہ تعالیٰ چاند اور سورج کو کہیں بھی چراغ نہیں کہتا ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو ہماری اس Galaxial Order میں ٹو بلین Suns ہیں۔ اور کم از کم 200 بلین چاند ہیں۔ اب جتنے بھی جس حد تک بھی ہمیں آسمان پر یہ جلنے والے سٹارز نظر آتے ہیں یہ خدا کے کہنے کے مطابق ایک آسمان ہے اور جہاں تک ہمارا علم کہتا ہے یہ سنگل یونیورس ہے۔ جو میں نے کاسموس، اللہ اور کائنات پہ لکھا ہے، اس میں میں نے یہ بڑی وضاحت کی ہے کہ خدا کے نزدیک یہ پوری کائنات ستاروں سے بھری کائنات ہے یعنی یہ ایک سنگل کائنات ہے۔ اور اس کی بالائی کائناتیں کئی قسم کی ہیں۔ No body knows۔ اس کے ساتھ ساتھ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہا کہ ہم نے سات آسمان بنائے ہیں بلکہ فرمایا کہ سات دنیائیں بھی Create کی ہیں۔ ''الله الذى خلق سبع سموت ومن الارض مثلهن'' (الطلاق: آیت ۱۲) اللہ تو وہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیے اور ایسی ہی سات دنیائیں۔ اور یہ نہیں ہے کہ وہ دنیائیں خالی ہیں یا ان میں انسان نہیں ہیں یا بندے نہیں ہیں بلکہ فرمایا ''يتنزل الامر بينهن'' ''ان تمام زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔ ''لتعلموٓا ان الله على كل شىءٍ قدير'' (الطلاق: آیت ۱۲) تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا رب کتنی قدرت والا ہے تو قرآن کی آیات کا وہ

ادراک جو ہمارے پاس ہے، نہایت محدود ہے، اور جب ہمارے علم کی وسعتیں بڑھتی ہیں تو ہماری آگہی ذات اور آگہی کائنات بڑھتی ہے۔ ہمیں خدا کی مثالیں عجیب وغریب نظر نہیں آتیں بلکہ بڑی Pertinent نظر آتی ہیں۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ ہمارے پاس جو جنتوں کے تصور ہیں بڑے محدود ہیں مگر قرآن کی ایک آیت ہی جنت کا ایسا تصور تخلیق کرتی ہے کہ جو زمین و آسمان میں کہیں سمایا نہیں جاتا اب اللہ کی ججمنٹ کرتے ہوئے دیکھیے اس مثال میں اس نے کہا کہ میری مثال چراغ کی طرح ہے مگر خدا کو خود دیکھیے تو وہ کہتا ہے کہ یہ اتنا بڑا سورج اتنا مہیب اور ہولناک سورج جو ہمارے سر پہ کھڑا ہے۔ جو نو کروڑ میل دور سے ہمیں زندگی عطا کر رہا ہے۔ اس کو خدا کہتا ہے۔ یہ ایک چراغ ہے۔ "وجعل الشمس سراجاً" (نوح: آیت ۱۶) ایک جلتا ہوا چراغ۔ اب جو پروردگار ہے وہ اتنا بڑا رب جو سورج کو ایک دیا کہہ رہا ہے، جو اس قسم کے کروڑ ہا ارب ہا سورجوں کو دیے کہہ رہا ہے اس کی اپنی عظمت کا کیا پیمانہ ہوگا۔ اور جو جنت اس نے آپ کے لیے بنائی ہوگی، اس کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ آج ہم جس کائنات کی دہلیز پر کھڑے ہیں، اس کے عین وسط کی نشاندہی کرنے والا دور افتادہ ایک ستارہ دریافت ہوا ہے جو ہماری دنیا سے پندرہ ٹریلین لائٹ ایئرز کے فاصلے پر ہے۔ اب پندرہ ٹریلین لائٹ ایئر کے فاصلے پر جا کے ہم کائنات کو برابر تقسیم نہیں کر سکتے۔ ہمیں پتا نہیں کہ کائنات کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے اور یہ ایک کائنات ہے اور اس کے بالا کیا ہے۔ اس کے آگے کیا ہے اور ایک ایک سورج کائنات میں اتنا بڑا ہے کہ آپ کے اٹھارہ ہزار سورج اس میں آجاتے ہیں۔ اب یہ میگا ڈیفرنس ہے۔ کوانٹم تھک گئی ہے۔ Relativity تھک گئی ہے۔ اب آکے کوانٹم اور Relativity کے فلاسفرز نے فیصلہ کیا ہے کہ یار پکی کوئی بات نہیں۔ قطعاً کوئی پکی بات نہیں۔ کوئی پکی بات ہم کر ہی نہیں سکتے وہ کہتے ہیں آپ کوئی آپشن کائنات میں سوچ لو حتیٰ کہ وہ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ کائنات میں آپ کوئی تھیسس بنالو، کوئی نہ کوئی نکل آئے گا۔ تو سوچئے وہ یہ کہنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کائنات بالا میں انسانی ذہن کا ہر وہم، ہر وسوسہ، ہر خواب پورا ہو سکتا ہے اور پھر بھی کائنات آپ کو سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ جنت کا حدود اربعہ واضح کرتا ہے فرمایا: زندگی اور موت کے بعد مومنین اس جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ "وجنة عرضها السموت والارض" (آل عمران: آیت ۱۳۳) جس کی چوڑائی اور لمبائی سات زمینوں اور سات آسمانوں سے بھی زیادہ ہے Can you imagine? کیا آپ تصور کر سکتے ہیں۔ ہماری جنت کا تصور کیلے کے لگے ہوئے باغوں کا ہے اور خداوند کریم نے یہ چیزیں قرآن میں لکھی ہیں۔ مگر جو ہماری حدود ان کو متعین کرتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے کہ جس کے نیچے ایک آدمی سو برس چلتا جائے گا اور وہ ختم نہیں ہوگا۔ پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں ایک مکان سے دوسرے مکان کا فاصلہ پانچ سو برس کا ہے۔ تو وہ وہاں کیسے جائیں گے۔ فرمایا براق پر، یعنی ایک مکان سے دوسرے مکان کا فاصلہ 500 لائٹ ایئرز کا ہے۔ تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ جنت

Is the huge most galaxy, inconceivable greater than seven earths and the skies.

اور اس Galaxy میں کتنی جگہ ہے۔ یہ بھی تھوڑی سی بات آپ کو بتادوں کہ کتنی جگہ ہے اس میں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب جنت میں لوگ داخل کر دیے جائیں گے تو پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی اور اللہ

Marfat.com

پھر نئے لوگ پیدا کرے گا اور نئی پھر آزمائشیں ہوں گی اور پھر نئے لوگ داخل ہوں گے

Do you understand what he says?

اس زمین پہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا یہ فلسفۂ خیال نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ پہلی دنیا نہیں ہے۔ یہ تو ایک مسلسل تخلیقی پراسس ہے جو سات دنیاؤں کا اور وہ کہاں کہاں واقع ہیں، اللہ اس کو بہتر جانتا ہے اور یہ بھی میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے مرنے سے پہلے شاید ایک آدھ دنیا کا سگنل دیکھ لو۔ میرا یقین یہ کہتا ہے کہ Sciences اس وقت تک نہیں جب تک قرآن کی یہ دوراز کار باتیں پوری نہیں ہو جاتیں۔

Scientist is learning the same thing in hard way, which God has stated to the people with easier way.

تو فرق صرف اتنا ہے کہ خداوند کریم نے جو باتیں لکھ دی ہیں۔ ابھی تو بہت ساری باتیں ایسی ہیں قرآن کریم کی۔ ابھی آپ دیکھیے گا اگلے پانچ سال میں، قرآن کی ایک اور بات پوری ہو جائے گی۔ جس پر کبھی پرویز صاحب نے بڑا شدید اعتراض کیا تھا کہ جانوروں کی بولی (سلیمانؑ) نہیں سمجھتے تھے اب ایسے آلے نکل آئیں گے جو آپ اپنی جیب میں رکھ کر اپنے جانوروں سے کلام کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے صبح سویرے مرغ کی اذان آپ کو لفظ بہ لفظ سنائی دے۔ وہ کیا کہہ رہا ہے، کیا نہیں کہہ رہا۔ تو ہر بات اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری ہونیوالی ہے، مگر بدقسمتی یہ ہے کہ یہ عصر دجال ہے اور یہ اگر بس ایک Limit تک ہے اور اس کے بعد جیسے اللہ چاہے گا جب قرآن اپنے تمام حالات میں ثابت ہو جائے گا۔

And in the next ten years، آپ کی اطلاع کے لیے ہے کہ لوگ جہازی طریقے سے Travel کرنے کے بجائے شعاعی طریقے سے Travel کریں گے۔ اسی طرح جیسے ملکۂ بلقیس کا تخت لایا گیا تھا۔ ابھی میٹل کی ایک چھوٹی سی ڈلی انہوں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسفر کر لی ہے۔ اب Fusion اور De fusion بھی ہو چکی ہے اور آپ کو پتا ہے مارکونی نے پہلے پہل ریڈیو ویو Length جو ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک پہنچائی تھی۔ بعد ازاں اس کا نتیجہ آپ کہ ہاں کن ایجادات میں نکلا۔ تم بہت بہتر جانتے ہو مگر میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ خدا اتنی بلند اور اتنی جہت میں پھیلا ہوا ہے کہ یہ کہنا بڑا مشکل ہے۔ اسی لیے خدا نے دوسری جگہ یہ فرمایا کہ تمہارے پاس میری جیسی کوئی شے نہیں، کوئی مثال نہیں ہے۔ یہ مثال میں تمہیں سمجھنے کے لیے دے رہا ہوں۔ یہ میری مثال نہیں ہے۔ لیکن اگر تمہیں بہت اچنبھا ہو۔ تمہیں بہت پریشانی ہو، تمہارے ذہن میں بہت سارے سوال آئیں کہ خدا کیسے کائنات چلاتا ہے۔ خدا کائنات میں کیسے ہوتا ہے۔ خدا کائنات میں کہاں بیٹھتا ہے تو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ پوری کی پوری کائنات پیچھے ہٹتی ہوئی ایک طاق کی طرح ایک نکڑ میں آجاتی ہے اور اس نکڑ میں، میں بیٹھا سوچتا ہوں اور جیسے جیسے میں سوچتا ہوں چیزیں پھیل رہی ہیں جیسے تمہارا دماغ ایک طاق کی طرح ہے۔ اس میں دماغ کا چراغ جلتا ہے اور اس میں آپ خواب وخیال Built کرتے ہو۔ پتا نہیں کہاں سے کہاں چلے جاتے ہو۔ ڈے ڈریمنگ جسے کہتے ہیں۔ ہول گیدرنگ جسے کہتے ہیں اور دیکھیے ہوتا وہی ہے کہ اتنی بڑی سوچیں ہم امریکہ میں بیٹھے ہوئے ہیں، انگلینڈ بیٹھے ہوئے ہیں باتیں ہو رہی ہیں، رومانس ہو رہے ہیں،

شادیاں ہورہی ہیں، کاروبار چل رہے ہیں مگر جب ہم اکتا جاتے ہیں تو ایک جھٹکے سے کہتے ہیں! بس بھئی۔ That's all

And the moment you get up come into the real sense the whole show is lost. And dreams are lost.

اس دن اللہ میاں کہیں گے کل یقیناً ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر جب اتنے سارے خواب دیکھ لے گا، اتنے سارے Dream world کو ختم کرے گا اور اس کی ڈریم ورلڈ Real ہے۔ غلط نہیں ہے۔ اس لیے کہ خدا نے انسان کو پیدا کرتے ہوئے ایک چیز اس سے لے لی، دو چیزیں اپنی دے دیں۔ اللہ قدیر تھا۔ انسان کو اللہ نے مرید کر دیا۔ متکلم کر دیا۔ قدرت دے دی، یہ قدرت اس سے لے لی، اگر ہم قدیر بھی ہوتے۔ ہم عبدالقدیر ضرور ہو سکتے ہیں لیکن قدیر نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم قدیر ہوتے تو ہم اپنی ہر خواہش کو پورا کر سکتے۔ آپ نے سنا ہے جنت میں کیا ہوتا ہے۔ آپ خواہش کریں گے اور چیز آ جائے گی۔ یعنی آپ کی دماغی قوتیں اتنی بڑھ جائیں گی کہ آپ کو اللہ میاں وہ قدرت دے گا جو اس کی اپنے ساتھ مخصوص ہے اور جنت میں یہی ہوگا کہ جو چاہو گے بناؤ گے۔ اگر مونگے کا محل پسند ہے تو مونگے کا محل موجود ہو جائے گا۔ اشیاء فطرت میں ایک ہیں، اپنی تخصیص میں ایک ہیں۔ اپنے Origin میں ایک ہیں۔ اپنی Nature میں ایک ہیں اور اسی لیے رسلؐ نے کہا تھا کہ

We only know the relationship of things, we don't know the nature of things.

ہم صرف اشیا کے تعلق کو جانتے ہیں، اشیا کی فطرت کو نہیں جانتے اور رسول گرامی مرتبت کی ایک دعا ہے کہ "اے اللہ مجھے اشیاء کی فطرت کا علم دے" دیکھیے ان دو چیزوں میں کتنا فرق ہے۔

This is what I am always telling. کہ اگر آپ کو خدا سے وابستگی ہوگی تو آپ اللہ سے اشیاء کی فطرت کا علم مانگیں گے تو یقیناً آپ کی وسعت ذہن، آپ کا ابلاغ، آپ کی قدرت ذہن از حد بڑھے گی اور West is no West, East is no East یہ تو بات اللہ کے بندوں کی ہے، اور اللہ کا بندہ نہ ہونے کی۔

تصوف کی روشنی اور سائیکالوجی کے سایے!

سوال: آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ والی بات کی ہے کہ کون و مکان کی کوئی حد تک نہیں ہوتی۔ جب ہم یہ باتیں سائیکالوجی کے سٹوڈنٹ سے کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے جی

It falls in curriculum of para Psychology Is it so? Sir

جواب: بات یہ ہے صاحب کہ سائیکالوجی کی اپنی حدود ہیں۔ سائیکالوجی کی کبھی بھی Intention خداشناسی نہیں رہی۔ بہرحال اس کی Intention خودشناسی اور خودآگاہی ضرور ہے۔ اور سائیکالوجی کا مقصد یہ ہے کہ بدتر اور کمزور Self کو بہتر اور کارآمد Self میں ڈھال لینا اور اس کے لیے ماڈرن سائیکالوجی جتنے بھی Complexes جتنے بھی فوبیاز جتنے بھی Superstitions سے لڑتی ہے۔

Psychology likes to provide a good scientific reason for all the deeds.

ہوسکتا ہے آپ جسے جن قرار دے رہے ہیں۔ سائیکالوجی اسے ہسٹیریا قرار دے۔ آپ جسے عمل تعویز اور سحر سمجھ رہے ہوں، سائیکالوجی اسے Obsession اور Posession کا عمل قرار دے۔

And there we fully agree with psychology, because God is not God of unreasonable incidents. God is a God of Reason.

علم وحکمت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہے اور خداوند کریم نے انسانی درجات کو آسیب پہ نہیں تخلیق کیا۔ اللہ نے علم پر انسان کے درجے تخلیق کیے ہیں۔ (آیت) ''جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔ اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے'' مگر حضرات گرامی! سائیکالوجی قطعاً آپ کو خداشناسی کا سبق نہیں دے سکتی اس لیے کہ سائیکالوجی Move کرتی ہے۔

From self to the self سائیکالوجی Self سے Self کو Move کرتی ہے۔ سائیکالوجی نفس کی تعلیم ہے، نفس کی ترغیبات کی تعلیم ہے، نفس کی Arrangements کی تعلیم ہے مگر جب Ultimately کہیں لے کے جائے گی تو آپ کو ایک بہتر نفس تک ہی لے کے جائے گی اور یہاں سے تصوف شروع ہوتا ہے ''ولمن خاف مقام ربه جنتن'' (الرحمٰن: آیت ۴۰) ''کہ جو خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس نے اپنے نفس کی مخالفت کی''

Now you see, the difference is understandable between the two

کہ ایک آدمی ترقی کرتا ہے Initiative رکھتا ہے وہ ایک چھوٹے سے افسر سے ترقی کر کے گورنر یا صدر بن جاتا ہے۔ تو سائیکالوجی اس کو کامیاب انسان کہے گی۔ اعلیٰ ترین انسان کہے گی اس کی صلاحیتوں کی تعریف کرے گی۔ ہو سکتا ہے وہ خدا کی سائنسز میں اول درجے کا مردود ہو، اس لیے کہ مکروفریب سے، غیبت سے، چالبازیوں سے اس نے اپنی زندگی کے اقتدار کو حاصل کیا اور سائیکالوجی اس کو Appreciate کرے گی۔

He has used his skill. He has used his determined actions. He has used this and that and ultimately he reached at very high position.

مگر اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ خدا کے نزدیک ان لوگوں کی حیثیت ہے جو اپنی جبلی اقتدار کو عقل وعلم کے لیے قربان کرتے ہیں، اور پہلی عقلی استعداد اس وقت پیدا ہوئی جب نسل انسان نے جبلت کے خلاف جہاد کیا اور خواتین وحضرات آج بھی یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف بہترین عقل سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اور عقل کے بغیر تلاش کا جو حشر ہوتا ہے، وہ آپ کے معاشرے میں بالکل ظاہر ہے کہ ہر آدمی تعویز دھاگا اور جادو سحر کی مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ And nobody realizes کہ جہاں اللہ ہے اور جہاں پروردگار کی یاد موجود ہے اور جہاں خداوند کریم کا آسرا نصیب ہو وہاں کسی قسم کے ظلم وستم کا شائبہ نہیں ہوسکتا۔ مگر خدا نے کہا'' ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین'' (الزخرف: آیت ۳۶) کہ جو رحمان کے ذکر سے غافل ہوئے ہم ان پر شیطان کو غلبہ دے دیتے ہیں وہ ان کے قریب ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پیرا سائیکالوجی تصوف کے بہت سارے واقعات کو Paranoid Illusion

Marfat.com

سمجھتی ہے۔ Paranoid Illusion یا Delusion سمجھتی ہے درحقیقت Paranoid Illusion یا Delusion ہو بھی سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایک بندہ صوفی نہ ہو۔ مصیبت یہ ہے کہ چونکہ تصوف کے تمام معیارات عقلی ہیں اور تصور کا اعلیٰ ترین معیار اعتدال ہے کیونکہ بہت سارے لوگ صوفیانہ مزاج کے ہوتے ہیں نہ معتدل ہوتے ہیں اور نہ عاقل ہوتے ہیں۔ اس لیے سائیکالوجی کو انہیں جنونی ڈکلیئر کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جسے آپ مجذوب سمجھ رہے ہیں وہ واقعتاً سائیکالوجیکلی جنونی ہو۔ اس لیے آپ سائیکالوجی کو Ignore نہیں کر سکتے۔ علوم نفس کی وہ مہارت، وہ محنت وہ استعداد جو انہوں نے اسلامی سٹڈی میں Gain کی ہے اس کی بہر حال تعریف کی جانی چاہیے۔ مگر تصوف اس سے ذرا آگے ہے۔

اللہ کا اسم ہی اسم اعظم ہے

سوال: (مفہوم) آپ نے آیت پڑھی ''وعلم آدم الاسماء کلھا'' (البقرۃ: آیت ۳۱) اسماء سے کیا مراد ہے۔ کیا ان سے مراد اسمائے الٰہی ہیں؟

جواب: یہ آخری سوال ہے جو میں ڈیل کروں گا اور بھی سوال ہیں اس کے بعد۔ بہت سارے انسان اس سسکتی ہوئی انسانیت میں اپنے مصائب کے لیے رب کو پکار رہے ہیں۔ اب ایسا ہے کہ میں ماں سے زیادہ بندے سے پیار کرتا ہوں تو پھر یہ کیوں حل نہیں ہو رہے ہیں۔ ہر عمل بے روح کیوں ہے۔ جواب تو آپ نے دے دیا کہ ہر عمل بے روح ہے۔ اس لیے بہت سارے لوگ جو اللہ کو پکارتے ہیں، بہت سارے لوگ اسی وقت بہت سارے اسباب کو بھی پکار رہے ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ تو اگر اللہ کو ایسے پکارے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا اور کوئی نہ ہو تو یہ تیرا اسم اعظم ہے۔ In Fact میں نے اپنی زندگی میں اس شخص کو کبھی پریشان، دردمند اور رسوا نہیں دیکھا جو مصائب میں صرف اللہ کو پکارتا ہے۔ اصل میں ہمارے پاس اللہ ایک Excuse کی طرح ہے۔ ایک ایسا Excuse کہ جب تمام اسباب کی خداوندگی کم ہو جائے، جب ہم تمام خدا دیکھ لیں، اسباب سارے دیکھ لیں اور اس کے بعد اگر ہمارے مسائل حل نہ ہوں تو پھر ہم اللہ کو پکارتے ہیں اور یہ پکارنا جبراً ہوتا ہے۔ سنی سنائی بات ہے کہ چلو جی اب ایک خدا باقی رہ گیا ہے جسے اللہ کہتے ہیں، چلو اس کو بھی Try کر لیتے ہیں۔ آپ اللہ کو پکارتے ہیں۔ اے اللہ تو یہ کام کر جب وہ نہیں کرتا تو کہتے ہیں اللہ تجھے بھی دیکھ لیا۔

In fact, you see, God has always served people as an excuse.God has not been taken as almighty Allah, As one who can realy solve every bit of your problems....

یہ توکل میں کمی اور خدا کے اعتقاد میں کمی کے باعث ہوتا ہے اور آپ کے اندرونی بحران کی وجہ سے ہوتا ہے، ورنہ ایسی کوئی بات نہیں کہ خدا کسی کی نہ سنے۔ وہ ہمیشہ سنتا ہے اور اگر نہیں سنے گا اگر آپ کی بلا بڑی ہے تو میں قسم اٹھا کہ کہتا ہوں کہ آپ کو اتنا صبر ضرور دے دیگا کہ آپ اس بلا کے نکلنے تک محفوظ رہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا آپ کو آزمائش میں تنہا چھوڑ دے مگر چونکہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے "واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون" (البقرۃ: آیت ۳۳)'' میں اچھی

Marfat.com

طرح جانتا ہوں جو تمہارے دلوں میں ہے اور جو تم چھپاتے ہو' وہ آپ کے دلوں کو جانتا ہے کہ آپ کو اللہ پر کتنا یقین ہے اور ارد گرد کے خداؤں پر کتنا بھروسا ہے۔

کیا خدا شناسی کا علم مخصوص لوگوں کے لیے ہے؟

سوال: حضرات گرامی ایک بہت طویل سا سوال ہے کہ خدا شناسی کے علم پر آج جو نشست ہوئی آیا یہ علم بہت زیادہ پڑھے لکھے یا سمجھدار لوگوں کے لیے ہے یا پھر اس سے عام طالب علم بھی مستفید ہو سکتا ہے۔ اگر یہ علم عام لوگوں کے لیے مشعل راہ کا کام کر سکتا ہے تو پھر اس سلسلے میں جب کیا آپ کسی یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں یا اس علم کو صرف چند سو افراد تک محدود کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: حضرات گرامی! یہ بڑا اچھا سوال ہے۔ دراصل مجھ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ چلو جی آپ نے تھوڑا سا پڑھا لکھا، آپ نے کوشش کی اور آپ خدا تک کسی نہ کسی صورت حال میں دعوتاً یا مقصداً پہنچ گئے تو وہ لوگ کیا کریں گے جو اتنا علم نہیں رکھتے۔ تو حضرات گرامی میں سمجھتا ہوں آج کا انسان خاصا شاطر ہے۔ اپنے آپ کو ذہین سمجھتا ہے تو جو آدمی اپنے آپ کو ذہین، سمجھدار، پڑھا لکھا، انا پرست سمجھے اس کو تو چاہیے کہ خدا کو تلاش کرے اور اگر کوئی ایسے سادہ لوح بھی ہیں جو یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر ان کے لیے دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ کوئی خدا شناس تلاش کریں۔ تو دونوں صورتوں میں برأت ہے۔ Range of mind is different اور اگر انہیں اپنی Capacity of mind کا اتنا بھرپور احساس نہیں ہے تو پھر وہ ایسے کریں کہ یا خود تلاش کر لیں یا پھر کسی ایسے کو تلاش کر لیں جو پہلے سے حقیقت علم سے واقف ہو۔ باقی جو میری بات ہے Frankly telling you جو کچھ بھی تجربات وحوادث کی شکل میں مجھے ملا ہے، وہ لوٹا رہا ہوں جو اللہ نے دیا ہے، زندگی سے جو سیکھا ہے

I think everybody is capable of knowing God.

میرا اپنا خیال یہ ہے ایک سادہ ترین انسان سے لے کر اعلیٰ ترین ذہانت کے انسان تک سارے لوگ اللہ کو جاننے کے قابل ہیں۔ خدا نے ہمارے کمپیوٹرز میں ایک Inherent صلاحیت رکھی ہے اور یہ صلاحیت کوئی اور کام کر سکے یا نہ کر سکے مگر خدا کو جاننے کا ضرور فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگوں سے قبر میں ایک ہی سوال نہ پوچھا جاتا۔ یعنی جب ایک موچی سے، ایک قصائی سے، ایک پروفیسر سے، ایک دانشور سے، ایک مزدور سے ایک ہی بات اللہ پوچھ رہا ہے کہ من ربک تو ایک ان پڑھ آدمی بھی تو کہہ سکتا ہے نا کہ یا اللہ میں نے تو ساری عمر جوتیاں گانٹھی ہیں میں نے تو کتاب پڑھی ہی نہیں میں کہاں سے تجھے جواب دوں تو پھر وہ سچا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ میاں میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ مگر خدا کہتا ہے نہیں میرے بندے نے جھوٹ کہا کیونکہ یہ صلاحیت میں نے ہر انسان کو دے رکھی ہے وہ بقدر استطاعت اپنے رب کو پہچان سکتا ہے۔

جلوہ بقدر ظرف نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم ان کو، مگر دیکھتے رہے

Marfat.com

حضرات گرامی! ایک حقیقی بات یہ ہے کہ تین آدمیوں سے یہ قلم اٹھا۔ یعنی سوئے ہوئے، مجنون اور مجذوب سے یہ قلم اٹھالیا جاتا ہے۔ بچے سے یہ قلم اٹھالیا جاتا ہے ورنہ اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس پہ شناخت پروردگار بقدر ظرف نہ اٹھے۔ یہ Inherent کوالٹی ہے ہر انسان کے کمپیوٹر میں اللہ تعالیٰ نے کم از کم یہ وعدہ شناخت ضرور رکھا ہے۔ لیکن ایک سادہ سی بات ہے کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب آج میں خدا کو مان گیا ہوں بڑا excited میرے پاس آیا۔ تو میں نے کہا کیسے مان گئے ہو۔ تو اس نے مجھے کہا کہ جی میں گھر سے قسم کھا کر نکلا تھا اللہ میاں اگر مجھے سڑک پر پچاس روپے کا نوٹ مل گیا تو تجھے اللہ سمجھوں گا وگرنہ نہیں سمجھوں گا۔ وہ مجھے کہنے لگا پروفیسر صاحب قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں جونہی سڑک پر آیا تو پچاس کا نوٹ پڑا تھا۔ میں نے کہا تیرے اللہ کی قیمت پچاس روپے ہے، دیکھ لو۔

But I would say this is a manner of argument in every body.

ہر آدمی نے اللہ کے بارے میں اپنی اپنی Argument رکھی ہوئی ہے۔ یہ ہو گیا تو سمجھوں گا اللہ ہے، یہ ہو گیا تو سمجھوں گا اللہ نہیں ہے And Then اپنے اعتبارات کو Build کرتا ہے مگر Main Argument جو آپ نے دیکھا، حضرت ابراہیمؑ، نمرود کا محاکمہ ہوا، اور نمرود نے کہا اے ابراہیم تو کہتا ہے خدا زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے" قال انا احیی وامیت" (البقرۃ: آیت ۲۵۸) "میں بھی زندہ کرتا ہوں میں بھی مارتا ہوں" اور پھر اس نے ایک بندے کو جسے پھانسی کی سزا ہوئی تھی اسے چھوڑ دیا اور ایک دوسرے بندے کو جو اچھا بھلا بیٹھا تھا اسے قتل کر دیا تو اس نے کہا دیکھا ابراہیم۔ تو ابراہیمؑ نے اسے Argument دی اور وہ Argument یہ تھی کہ خدا ایک چھوٹے سے دربار کا خدا نہیں ہے۔ ایک مملکت کا خدا نہیں ہے۔ بلکہ خدا ایک پوری کائنات کا خدا ہے اور جب تک تو اپنے غلبے کو بیرون کائنات تک مجھے کر کے نہیں دکھائے گا میں اس Argument کو تسلیم نہیں کروں گا اب ابراہیمؑ نے کہا "قال ابراهیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب" (البقرۃ: ۲-۲۵۸) "کہ میرا رب تو مشرق سے سورج چڑھاتا ہے تو مغرب سے چڑھا" کافر مبہوت ہوئے۔ تو ابھی دیکھیے خدا کے ثبوت کے لیے جو معجزات پیغمبروں کی زندگی میں آتے ہیں یہ ہر آدمی کا Place of Faith ہے۔ ایک شخص نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تجھے پیغمبر نہیں مانوں گا جب تک چاند دو ٹکڑے نہیں ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے وہ ساعت قریب آگئی چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور ہزاروں حجتیں جو حضرت موسیٰ پہ ان کی قوم نے رکھیں۔ وہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ ہر آدمی کا

Standard of justification of truth is different

اور اپنی اپنی قدر کے برابر ہے۔ اسی طرح انکار کے دلائل، ایک بہت بڑے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ آف فلاسفی جو اللہ کے بڑے سخت خلاف تھے تو میں نے ان سے پوچھا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ جی ہاں ہے۔ میں نے کہا حضور کیا ہے؟ تو کہنے لگے دیکھو، میرا ایک جوان بھائی تھا مجھے اس سے بے پناہ محبت تھی خدا نے اسے جوانی میں کیوں اٹھا لیا، پھر رونا بھی شروع ہو گیا خدا ناانصاف نہیں ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ بڑی ضد کی، بڑی ناانصافی کی۔ ایک اور صاحب ملے انہوں نے کہا پروفیسر صاحب میں تو ایمان سے چلا گیا، میں زندگی بھر رو رو کے اپنے بھائی کی زندگی کی دعائیں مانگتا رہا میں حج کو گیا، میں حج کے دوران میں جہاں بھی گیا، ایک ہی دعا مانگی میں نے کہا یا اللہ میرے بھائی کو بڑی طویل زندگی

Marfat.com

دے، میں واپس آیا تو وہ مرگیا۔اس کا میں کیا کروں۔ میرا خدا سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔ میں نے کہا بھائی اگر اللہ پہ اس طرح کا اعتقاد ہے تو دوجمع دو بھی بدل کے دیکھ لو تم جذباتی ہوئے ہو تو یہ چھ ہو جاتے ہیں تمہارا بچہ مرجائے تو دوجمع دو تین ہو جاتے ہیں۔ جب ایک چھوٹی سی Mathematical Preposition تمہارے جذباتی تغیر اور تبدل سے نہیں بدلتی تو اتنی بڑی کائناتی حقیقت کو تم ماں باپ کے مرنے سے بدل دیتے ہو، تمہارا بچہ مرجائے گا تو تم خدا پہ اعتبار چھوڑ دو گے تو God has no such concept اس کو اتنی بڑی کائنات چلانی ہے کہ اس کے پاس ان چھوٹی چھوٹی Sentimental Approaches کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو پتا نہیں کیسے اسے خیال آیا کہ میں نے انسانوں سے محبت کرنی ہے، خیال رکھنا ہے، میں نے انسانوں کو گلے لگائے رکھنا ہے اور یہ پکا اپنی کتاب میں بھی لکھ دیا۔ اپنی کتاب میں دیکھو اللہ میاں کیسے اپنے جبر کو اپنے اوپر مسلط کرتا ہے کہ کتاب میں لکھ دیا کہ میں نے اپنے اوپر یہ فرض کرلیا ہے میں ہر حال میں انسان پہ رحم کروں گا۔ ایسی عجیب وغریب سوچ، یہ پروردگار نظر ہی نہیں آتا کیونکہ اتنی بے پناہ قوتوں کے درجات کے باوجود انسانوں کی محبت اور رحمت اپنے اوپر غالب کرلی۔ "کتب علی نفسه الرحمة" اور جب یہ فرض کرلی تو نہ صرف یہ کہ اس رحمت کو Abstract رکھا ایک بے کراں رحمت کو Abstract رکھا بلکہ اس بے کراں رحمت کو مجسم کر دیا ادھر کہا "الحمدلله رب العالمين" (الفاتحہ: آیت ۱) ادھر کہا "کتب علی نفسه الرحمة" (الانعام: آیت ۱۲) ادھر کہا "وما ارسلنک الا رحمة للعلمين" آپ غور کریں تو کائنات کی وجہ تخلیق نظر آتی ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے رحمت اپنے اوپر غالب کرلی۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اوپر غالب کیا اور کتاب میں یہ لکھ دیا کہ اس میں کوئی لفاظی کوئی Imagination استعمال نہیں کررہا، میں سیدھی سی قرآنی آیات کا ترجمہ آپ کو پیش کررہا ہوں۔ اللہ نے فرمایا "الحمدلله رب العالمينَ" ایک جگہ فرمایا کہ میں نے مخلوقات کی تخلیق سے پہلے یہ لازم کیا کہ ہر حال میں ان پہ رحمت فرماؤں گا "کتب علی نفسه الرحمة" ایک جگہ فرمایا "وما ارسلنک الا رحمة للعلمين" صرف رب اور رحمت کا فرق رہ جاتا تو بندگی کے سوا آج تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات سمجھ نہیں آتے خالق ومخلوق کا فرق تو کہیں نہیں مانا جائے گا مگر خالق ومخلوق کے علاوہ جو واحد وجہ سمجھ آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کی کہ جیسے ہر آدمی کی Appreciation جو ہے کسی بالغ نظر کو Appreciate نہیں کرسکتی۔ میں اگر ایک بڑا اچھا فلاسفر ہوں یا دانشور ہوں یا شاعر ہوں تو ہر آدمی کی تعریف مجھے خوش نہیں کرسکتی۔ اگر ایک ان پڑھ آدمی آکے واہ واہ شروع کردے گا تو میں خاصی شرمندگی محسوس کروں گا اور اگر ایک پڑھا لکھا آدمی خاموش رہے گا تو میں کہوں گا جس کو سمجھ آئی تھی اس نے تو تعریف ہی نہیں کی اور جس کو سمجھ ہی نہیں آئی خواہ مخواہ مجھے الجھائے جارہا ہے۔ تعریف میں تو دراصل خدا کو بھی سب کی تعریف پسند نہیں آتی جب تعریف کے Ranks بھی بنائے گئے تو اسے ایک ہی بندے کی تعریف اپنے لیے پسند آئی اور اس نے اس کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ احمدؐ کا مطلب ہی یہی ہے کہ تعریف کرنے والا۔

تو حضرات گرامی یہ ایک سوال ہے کہ علم اور معرفت میں کیا فرق ہے؟ کیا معرفت محض عطائے الٰہی ہے؟ یا کوشش سے ممکن ہے۔ حضرات گرامی علم کا نتیجہ ہی معرفت ہے۔ اگر آپ کا ذہن تجسس اور سوچ رکھتا ہے جاننے کی، سمجھنے کی اور آپ کا شعور Progrresive ہے تو علوم سے گزرتے ہوئے اس کی واحد نیچرل منزل اللہ ہے۔ تمام عقلی جدوجہد، شعور

Marfat.com

اور باغت فکر ونظر بالآخر اللہ پہ آ کے ختم ہوتی ہے اگر آپ کو علمی جدو جہد سے اللہ نہیں ملا تو آپ کو واپس پلٹ کے یہ دیکھنا ہوگا کہ نقص علمی جدو جہد میں کہاں ہے

Then must be some fault in your understanding and approach.

اور یقین جانئے کہ Reasonable آدمی جو پچھلے دنوں ایک امریکن ایمبیسڈر تھے انہوں نے انڈیا میں کہیں میرا ذکر سنا تو وہ آتے ہی مجھے کہنے لگے

I am a spiritualist for the last 30 years.

I have come to share my spirtual and celestial experiences with you.

میں نے کہا Welcome۔ تو میں نے کہا جی موضوع کیا ہوگا تو کہنے لگے "Spiritual" تو میں نے اسے کہا کہ پیشتر اس کے کہ آپ سے کچھ سیکھوں، میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ Spiritualism means nothing اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

Because I know you have no knowledge of God.

تو ظاہر ہے انہوں نے کہا جی آپ pre-guess کر رہے ہیں تو میں نے کہا نہیں

I am not pre-guessing

آپ اس Path پہ ہی نہیں ہیں تو میں نے ان سے پوچھا تم کیا کرتے رہے ہو۔ اس نے مجھے کہا کہ میں مدتوں سے خدا کی تلاش میں ہوں۔ میں خدا کی تلاش میں دس سال رومن کیتھولک رہا۔

I did not find God. so I change my religion

پھر میں Jew ہو گیا۔ میں بنیادی طور پر Jew تھا۔ میں پھر اپنی Judaism کو لوٹ آیا پھر

I stayed there about 10 years . I did not find God.

پھر میں نے Judaism کو چھوڑ دیا پھر میں ہندوازم کی طرف راغب ہوا اور چونکہ میں انڈیا میں تھا تو میں نے پانچ سال مسلسل جانچا پرکھا۔ ان سب کا مطالعہ کی

I did not find God. پھر میں بدھ ازم کی طرف گیا لیکن مجھے خدا نہیں ملا۔ میں نے کہا خدا نہیں ملا تو spiritualism کیا ہوتا ہے

What do you mean by spiritualism

تو میں نے اس سے question کیا؟

Why did you not try Islam.

I do not know why, but i did not try Islam.

کہتا ہے I did not know why, but I did not try Islam میں نے کہا نہیں

You have to answer this question.

Marfat.com

تمہیں دکان چاہیے تھی کہ سودا چاہیے تھا اور اگر تمہیں سودا چاہیے تھا تو تم اسلام کو کیوں Ignore کر گئے۔ باقی مذاہب کو تم نے بڑا ٹٹولا، بڑا ادھر ادھر گئے، سارا Try کیا تو کہنے لگا کوئی خاص بات نہیں۔ میں نے کہا خاص بات تھی کہ اسلام کے خلاف تمہارے دل سے تعصب نہیں گیا۔ تمہیں خدا کی تلاش نہیں تھی اگر خدا کی تلاش ہوتی اور اگر تمہیں پتا تھا کہ مسلمان بھی یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ ہم سے خدا ملتا ہے تو تم اسلام بھی Try کرتے تو میں نے کہا ذرا پھر دل ٹٹول کے دیکھو تم ابھی اپنی سائیکالوجی آف سیلف ہی سے نہیں نکلے تم نے آگے کیا بڑھنا ہے۔ اللہ کے پاس کون سی Spiritualism تم تلاش کر رہے ہو

But you know he said, I could agree with you , I could agree with you do you suggest me some thing .

میں نے کہا ہاں I could suggest you something الحمدللہ خاصا فرق پڑا اس کو میں جو بھی آپ سے کہہ رہا ہوں کہ He sent me a message

I think I have reached some where, in the search of God.

اور میں چاہتا ہوں یہاں آ کے میرے اور بڑے دوست ہیں، حلقہ احباب ہے

We are arranging a session for you

تو شائد وہی مجھے Invite کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کا اپنا ایک Clear مقصد ہونا چاہیے کہ You really need God یہ آپ کو ہر روز اپنے آپ سے پوچھنا پڑے گا کہ کیا واقعی آپ کو خدا کی تلاش ہے اور اگر آپ کا دل گواہی دے کہ آپ کو خدا چاہیے تو میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اتنی مشکل دنیا میں اتنی آسان اور قابل حصول شے کوئی نہیں جتنا خدا ہے

The reason is very simple, He has created you for him.

نہ اس نے آپ کو روٹی کے لیے پیدا کیا، نہ پانی کے لیے، نہ بیوی بچوں کے لیے یہ تو ضمنی مقاصد ہیں جب مجھے پیدا ہی اس نے اپنے لیے کیا ہے تو وہ مجھے کیسے انکار کر سکتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی چالیس سال تک مراقبہ ذات میں رہے، چالیس برس کے بعد ہم آہنگی ہوئی کچھ شعور خداوند تک پہنچے تو کہنے لگے کہ چالیس برس میں خدا کی تلاش میں رہا جب میں نے اسے پایا تو پتا چلا کہ وہ مجھ سے پہلے میری تلاش میں تھا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ جس کو خدا کی تلاش ہے، جس کو طلب ہے جو اس رستے کو ڈھونڈ رہا ہے خواہ وہ مشرق میں ہے یا مغرب میں ہے، خواہ وہ Antarctic یا Arctic میں ہے جب وہ کھلے دل سے، سچے دل سے اللہ کی آرزو کرتا ہے تو وہ ضرور اسے اپنے تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ ناموں پہ مت جایئے

You got muslim names and some people have christian names and some peoples have got hindu names.

انسان بنیادی نیچر میں ایک ہے سوائے اس شخص کے جو اپنے آپ کو آدمیت سے مزین کرتا ہے جو اپنی زندگی

Marfat.com

کے مقصد کا تعین کرتا ہے جو اللہ کی ہمسائیگی کی آرزو کرتا ہے۔ وہ اللہ سے دور نہیں رہ سکتا Not at All اور یہی معرفت ہے۔ اللہ کی طرف پہنچنے کے تین رستے ہیں۔ The first is argument۔ جو ذہن آسیب کے رستے سے ہٹ جائے۔ چھوٹے چھوٹے چمتکاروں سے اپنی Argumnet کھو بیٹھے جو کسی صنائی کے کرشموں سے اچھائی اور خیر اور شر کا عمل بھول جائے

You must have a very strong argument.

یہ جو پیغمبر ہوتے ہیں یہ اللہ کی دلیل ہوتے ہیں۔ یہ حجت اللہ ہوتے ہیں۔ ایک پیغمبر کا معجزہ اس کا اپنا نہیں ہوتا۔ یہ اس کی دلیلِ ربانی ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو غیر معقول میں بھی دلیل رکھتا ہے اور معقول میں بھی دلیل رکھتا ہے۔ ایک شخص کو عقلی دلائل سے واسطہ نہیں ہوتا مگر جب وہ کہتا ہے کہ اے پیغمبر اگر بارش برس جائے تو میں تجھے پیغمبر مانوں گا، تیرے خدا کو خدا مانوں گا تو وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس بارش برسنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں Existing Data پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ بارش نہیں ہوگی۔

And if i go to man of God, and i tell him.

بارش تو نہیں ہوگی۔ تو اگر برسا دیں تو اللہ کو مانوں گا تو ہمیشہ ڈیٹا خدا کے تصور سے جدوجہد کرتا ہے اور آج کے دن کی سب سے بڑی بدقسمتی Data Intoxication ہے ہر زمانے میں نئے نئے نشے ہوتے ہیں آج کا نشہ ہیروئن نہیں ہے Data Intoxication ہے ہر آدمی کہتا ہے کہ ہمارے پاس Reasoning ہے سائنٹفک Reasoning ہے اور سائنسدان کو دیکھیے کہ قرآن ڈر سے نہیں پڑھتا۔ آپ کو پتا ہے ایک بہت بڑے سائنسدان مجھے اسلام آباد میں ملے انہوں نے کہا پروفیسر صاحب قرآن سے سائنس نہیں ثابت، چھوڑیئے آپ قرآن سے نہ کریں۔ اللہ پر بس ایسے یقین درست نہیں میں نے کہا

Why are you afraid,why are you afraid of looking through the pages of Quran.

اگر تمہارا خدا اتنا کمزور ہے کہ تمہارے سائنسی حقائق کی تردید جو ہے قرآنی آیات کو بدل دے گی تو پھر تمہارا ایسے قرآن اور خدا پر یقین کا کیا مطلب Why do you believe in God then مگر تم قرآن پڑھ کے تو ایک دفعہ کہونا کہ میرے سائنسی حقائق یہ کہتے ہیں اور تمہارا قرآن یہ کہتا ہے پھر تو کوئی مزہ آئے۔ میں نے کہا قرآن آج کی بات کرتا ہے، قرآن تو قیامت تک کی ترقی اور عظمت اور ابتداء و انتہا کی بات کرتا ہے، قرآن تو قیامت کا نقشہ تمہیں دے رہا ہے "القارعة ما القارعة" قرآن تو قیامت تک کی بات کرتا ہے۔ اللہ تو نسل انسان کے بیلنز اور ٹریلنز ائیرز کے انسانی قافلوں کے انسان کی بات کرتا ہے وہ کہتا ہے تم جہاں تک پہنچو، جب آسمان ٹھنڈا ہو جائے، جب ستارے بجھ جائیں گے "اذا الشمس کورت" جب سورج بجھ جائے گا پھر "اذا النجوم انکدرت" ستارے گدلے پڑ جائیں گے یہ وہ پروردگار عالی مقام انسانی ذہن کی ترقی سے غافل ہوگا۔ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ جس نے دنیا کا انجام لکھ دیا، اس کو یہ پتا نہیں ہوگا کہ یہ Intellectual میرے بارے میں کیا سوچے گا۔ اس کو یہ نہیں پتا کہ فلسفوں میں Existentialism

بھی آئے گی۔ اس کو یہ نہیں پتا ہوگا کہ مارکسزم آئے گا اور میرا انکار کرے گا۔ Semantic آئیں گے اور مجھ میں کیڑے نکالیں گے ۔ وہ انسان کے ذہنی پراگرس کا خالق ہے۔ وہ انسانی ذہنی کمپیوٹر کا خالق ہے۔ اس کمپیوٹر کی چھوٹی سی Exhibition آپ کو دینا چاہتا ہوں اس کے Connections جو ہیں zero 18 x 36 ہیں اور اس کے کنکشن کی پریکٹیکل مثال جو اس ذہن کے برین کنکشن ایسے ہیں ایک سادے کاغذ پر دوسرا سادہ کاغذ رکھتے جایئے پندرہ بلین سالوں تک رکھتے جایئے تو ذہن کے کنکشن پورے ہوتے ہیں۔ Do you think جو اتنے پیچیدہ کمپیوٹر کا خالق ہے، اس کو یہ نہیں پتا کہ ستاروں تک کمندیں پھینکنے والے میرے بارے میں کیا سوچیں گے اور اس نے کیا کہنا ہے۔ جایئے انجیل اٹھا کے دیکھیے تورات اٹھا کے دیکھیے آج سے اڑھائی ہزار سال قبل حضرت جبریل امین نے دانیال کو زمین پر تباہی اور ہلاکت کی خبر دی تھی۔ حضرت دانیال نے پوچھا جبریل امین یہ تباہی کب آئے گی۔ جبریل امین نے فرمایا جب انسان اجازنے والی مکروہ چیزیں نصب کرے گا اجرام فلکی پر دراندازی کرے گا۔ اب حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات دیکھیے، فرمایا ہوسکتا ہے کہ اللہ دنیا کی عمر آدھا دن اور بڑھا دے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدھا دن کتنا ہوگا۔ کیا پانچ سو برس اور بڑھائی جا رہی ہے۔ غور کیجیے کہ خدا کے لیے یہ کتنا آسان ہے اس کے اختیار اور اقتدار کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ کہ آدھا دن اور بڑھ جائے۔ پانچ سو برس اور بڑھ جائیں، کم از کم بیس جنریشنز اور بڑھ جائیں ان میں سے کئی ٹریلین انسان اور بڑھ جائیں۔

It makes no difference to God. And look at this tiny little human biengs جو اپنے چھوٹے سے کمپیوٹر کے ڈیٹا کی وجہ سے اتنا دندنا رہا ہے کہ براہ راست دامن کبریا پہ لکیریں ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

حضرات گرامی اللہ کا انکار وہی کرتا ہے جس نے کبھی اللہ کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ اور اللہ ہر زمانے میں اپنی دلیل خود مہیا کرتا ہے اور جو دلیل ہوگی اسی کی کاؤنٹرز مانے کی دلیل ہوگی۔ اگر Babylonians، کیسیڈینز کے زمانے میں اگر علم نجوم بہت زبردست تھا اور جادو اور سحر بڑا تھا "یعلمون الناس السحر ومآ انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت" (البقرۃ: آیت ۱۰۲) اور ہاروت و ماروت اگر سحر سکھاتے تھے تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام بھی موجود تھے اور خدا نے کہا کہ انسان کے Possitive اور Negative علوم دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔ اور قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم مثبت علم کو رکھ چھوڑتے ہیں اور منفی کو غائب کر دیتے ہیں۔ آپ ذرا غور کیجیے۔ آج کے زمانے میں قاعدہ ذہن انسان کو دیکھیے کہ اس زمانے کے مہذب دور میں علم ہیئت کے ہوتے ہوئے، Astronomy کے ہوتے ہوئے، لوگ آج بھی آسٹرالوجی کے برج گن رہے ہوتے ہیں۔ جو انسانی ذہنی کمزوریوں کے باعث تخلیق ہوتے ہیں، جو منفی

Marfat.com

Reasoning سے کام لیتے ہیں، ان کو اللہ نے ترک کر کے بہتر علم کی مدد سے معاشرہ انسان کو آگے بڑھایا اور انسان کا یہ عالم ہے کہ اتنا مہذب ہو کر بھی پھر انہی علوم کو پلٹتا ہے۔

ایک Question یہ ہے جی کہ علم لدنی کیا شے ہے حضرات گرامی! علم تین یا چار Catagories میں ہے۔ ایک کو ہم کہتے ہیں Intelligence جو علم کے Basic Instrument ہیں۔

Intelligence is the instrument. یہ انسان میں جانور میں سب میں موجود ہوتی ہے۔ جب اس کو کتابیں دی جائیں ڈیٹا دیا جائے تو یہ Intellect بن جاتا ہے، عقل بن جاتی ہے، ذہانت بن جاتی ہے۔ اس پر آئی کیو کی بنیاد پڑتی ہے۔ Intelligence profession بڑھ جاتی ہیں۔ جب عقل کسی چیز پہ مرتکز ہو جائے اور مسلسل غور خوض کرے جیسے نیوٹن نے کیا، الیگزینڈر فلیمنگ نے کیا تو پھر Intuition نکلتی ہیں عقل کا ارتقاع وجدان میں ہے۔ علوم کے یہ تین درجات تمام انسانوں کے نصیب میں ہیں "ولقد کرمنا بنی ادم" (الاسراء: آیت ۷۰) انسان کو ان تین درجات علم سے کرامت بخشی، مگر جب خدا کے تصور سے علم حاصل کیا جائے۔ اور اللہ کے شوق میں تو اس وقت ایک متجسس روح علم کی چوتھی ریفائنمنٹ تک پہنچتی ہے جسے الہام کہتے ہیں الہام غیر معمولی شے نہیں ہوتا۔ الہام کوئی آسمانوں سے اتری ہوئی شے نہیں ہے یہ اسی ذہن کا اعلیٰ ترین ارتقاع ہے۔ Intuition سے ایک درجہ آگے الہام ہے۔ جو صرف خدا کی معرفت اور اس کے تعلق سے ذہن کو نصیب ہوتا ہے اور اس کا اصول قرآن حکیم میں درج ہے کہ انسانی ذہن پر دو قسم کے خیالات وارد کیے جاتے ہیں "ونفس وما سواها" ہم نے نفس انسان کو درست کیا، برابر کر دیا۔ "فالهمها فجورها و تقوها" (الشمس: آیت ۷-۸) ہم نے اس پہ فسق و فجور اور تقویٰ کے خیالات الہام کیے پھر جس نے بہتر کو چنا، خیال خیر کو چنا۔ "قدافلح من زكها" (الشمس: آیت ۹) وہ ذکاوت پا گیا، نفاست پا گیا، وہ اپنے مقام سے آگے بڑھ گیا "وقد خاب من دسها" (الشمس: آیت ۱۰) جس نے Negative سائیڈ چنی، وہ خسارے میں رہا تو حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے پچاس ہزار بندے بغیر کسی حساب کتاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے تو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون لوگ ہیں فرمایا جو فال نہیں لیں گے۔

Those who do not believe in guesses جو بانٹ نہیں پھینکتے، جو پانسہ ساز نہیں ہیں جو انتہائی Objective and Practical ہیں۔

Those who are sentimental in approach towards God, but very objective in the understanding things around them.

"ويتفكرون في خلق السموت والارض" (آل عمران: آیت ۱۹۱)۔

حضرات گرامی ایک آخری سوال میرے پاس تین چٹوں کی صورت میں موجود ہے ان میں ایک ہی سوال کیا گیا ہے کہ اسماء کا علم کیا ہے اور اس کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ تو حضرات گرامی چونکہ اس علم کی وضاحت پہلے سے کہیں بھی مرتب

نہیں ہے اور ایک مختصر سی بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے بعد اگر کسی شخص نے اس کی تھوڑی سی Exibition دی ہے تو وہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہیں اور اس کے بعد اس دور حاضر میں Perhaps اس علم پہ کوشش کی ہوگی مگر وہ اس کی سائنٹفک Objectivity، دریافت نہیں کر سکے، ایسے اصول وضع نہیں کر سکے، جس سے یہ قابل حصول علم بن جائے اور حروف مقطعات کا یہ علم جو ہے ہمیشہ سے عجیب وغریب رہا اور لوگ اس کی آرزو میں مرتے رہے

But they did not find clue to understand the nature of these 14 Asma

چودہ اسماء جو ہیں ان کی وہ نیچر نہیں سمجھ سکے تو بہت مدت کے بعد جب میں اپنی ابتدائی تحقیقات میں مصروف تھا تو میں نے اللہ سے ایک گلہ کیا کہ باقی چیزیں تو چلو Waste ہو جائیں ٹھیک ہیں مگر تو نے قرآن کیوں Waste کیا۔ تو میرا خیال ہے اللہ کو بات کافی چبھی ہوگی ظاہر ہے تو میں نے اس سے کہا بعض چیزیں تو نے ایسی قرآن میں لکھ دی ہیں جو ہمارے سمجھنے کے لیے ہی نہیں ہیں تو پھر تو تو خود کہتا ہے غور وفکر کرو اور غور وفکر کی ڈیمانڈ کرنے والا اللہ ہمیں ایسی چیزیں دے رہا ہے جن کے بارے میں کچھ موجود ہی نہیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ "الم" کیا ہے یہ "حٰم" کیا ہے، "عسق" کیا ہے، جیسے بہت سارے مفسروں، فقہاء، اور علمائے حاضر نے بھی لکھا ہے کہ یہ عرب کا تکیہ کلام تھا۔ حروف کلام ہیں کسی نے کہا "یٰس" کا مطلب سردار ہے۔ کسی نے کہا "طٰہٰ" کا مطلب بھی سردار ہے تو

But frankly telling you, i was not ready to accept this. To me it meant some thing.

اور Clue اس کا انسان کے اس ابتدائی معاشرے میں تھا کہ جب سے انسان نے لینگویج شروع کی تو اس کو لینگویج پڑھائی گئی "وعلم آدم الاسماء کلھا" (البقرۃ: آیت ۳۱) اور لازم بات یہ ہے کہ انسان نے سب سے پہلے ان چودہ حروف سے ایجوکیشن شروع کی تو پھر تمام علوم انہی سے اخراج شدہ ہیں اور یہ چودہ حروف اپنے اندر Basic کیٹگری کا علم رکھتے ہیں

Its the knowledge of the basic category

اب Question یہ تھا کہ ان کی صفات کیا ہو سکتی ہیں۔ ان کے حلقے کیا ہو سکتے ہیں، ان کے درجات کیا ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ نے شطرنج دیکھی ہو تو آپ کو پتا ہوگا کہ اس میں سولہ اور زیادہ سے زیادہ بتیس مہرے ہوتے ہیں مگر اس کی جب چالیں کاؤنٹ ہوتی ہیں تو وہ ایک بلین سے بھی زیادہ ہیں۔ اسی طرح حروف مقطعات کی جو Basic وضاحتیں ہیں وہ تو Simple ہو سکتی ہیں مگر جب یہ Interrelated ہوتے ہیں تو پھر یہ تمام علوم کی Basic نفسیات بن جاتے ہیں۔

And every thing is very much understandable, if you have this knowledge.

مثلاً کوئی شخص ہوگا اور وہ

If I know the name. I would know the nature of that man. I know the

category. I know the man. where does he stand where he will go. perhaps.
شیخ اکبر کہا کرتے تھے کہ میں ایک شخص پہ نگاہ ڈالتا ہوں اور میثاق سے لے کر برزخ تک اس کے مقامات دیکھ لیتا ہوں یہ شاید بڑا Wide Claim ہے مگر Fact یہ ہے کہ حروف مقطعات ایک قسم کا خلاصۂ کائنات ہیں اور ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ ایک

Uncountable source of estimate

ہے۔ یہ سمجھو کہ یہ کسی Basic Computer کی کلید اور کنجی ہے، کنجی لگتی جاتی ہے ایک پورا Chapter واشگاف ہو جاتا ہے

But i have been demonstrating this knowledge hundered & thousand of people.

مگر میرا مقصد نہ Exhibition ہے اور نہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اس سے کوئی فائدہ اٹھاؤں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی basic nature کے متعلق جو بات میرے علم میں آتی ہے

It becomes easy for me to guide them to instruct them & to teach them.

ہر انسان کے اپنے پیٹرن کی اصلاح بھی انہی حروف سے ممکن ہے۔ So after a long time میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمارے سالانہ سیشن کا ایک بہت بڑا موضوع جبر و قدر کا ہے۔ میں اس موقع پر انشاء اللہ حروف مقطعات پہ ایک پورا لیکچر Arrange کروں گا اور آپ کو اس کے اصول بتاؤں گا اس کے Chapter-wise آپ کو عنوان دوں گا پھر آپ کی مرضی ہے کہ آپ کیا سمجھتے ہیں اور کیا نہیں؟

رسول مقبولؐ کی زندگی کے معنوی گوشے

(خطاب واہ فیکٹری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنانصیراO

(الاسراءآیت ۸۰)

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفونO وسلٰم علی المرسلینO والحمد للہ رب العلمین O

(الصافات آیت ۱۸۰'۱۸۱'۱۸۲)

اللھم صل علی محمد وعلٰی ال محمد وبارک وسلم

خواتین وحضرات! آپ سے اس ملاقات کے لیے جنرل صاحب کا بھی شکر گزار رہوں اور آپ کا بھی اور ان آنے والے تمام لمحات کا بھی شکر گزار رہوں گا جن میں آپ بڑے صبر اور استقامت سے مجھے سنیں گے۔

خواتین وحضرات! زمان ومکان میں کبھی کوئی ایسی ساعتِ محترم نہیں اتری حتیٰ کہ اس وقت جب رب العالمین نے رحمت عالم کی تجسیم فرمائی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نام رکھا۔ انسان ایک طویل جبلی قدروں کے دوران سے گزرا۔ ہمارے پاس تاریخ سات اور آٹھ ہزار سال سے پیچھے نہیں جاتی۔ وہ معاشرے، ماحول اور زندگیاں جو انسان نے اپنے تہذیبی دور کے آغاز میں جاری رکھیں، ان کا اجرا کیا۔ وہ سلطنتیں جو قائم ہوئیں، وہ حکومتیں جن کا سکہ انسان کے دل ودماغ پر جاری ہوا، اگر آپ ان کا اور لمحۂ موجود کا مطالعہ کریں تو انسانی ذہن کی تاریخ کو صرف دو ادوار میں بانٹا جا سکتا ہے۔ ایک وہ دور جب انسان نے پہلے پہل سوچنا شروع کیا وہ Homo Sapiens کہلایا۔ وہ سوچتا ہوا انسان تھا۔ اس کی ترقی میں تجسس تھا مگر ابھی ایک ارب سال کی جانورانہ خصلتیں اس میں سے گئی نہیں تھیں۔ وہ جانوروں سے علیحدہ تو ہو رہا تھا مگر ابھی جانورانہ خصلتیں اس کے وجود اور اس کے نفس کا حصہ تھیں۔ ابھی تعقل کو وہ عروج حاصل نہیں ہوا تھا۔ ابھی عقلی روایات مستحکم نہ ہوئی تھیں۔ خاندان بن رہے تھے مگر مذہب اور اخلاق کے اصول مرتب نہیں ہوئے تھے۔ اللہ بھی کوئی جلدی نہیں کر رہا تھا۔

خواتین وحضرات! جب آپ ایک بچے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ ایک انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے انسان ہونے کے حوالے سے یہ کوشش تو نہیں کرتے ہیں کہ ایک نوزائیدہ، نومولود کے ذہن پر بہت ساری کتابوں کا بوجھ

Marfat.com

ڈال دیں۔ آپ اس عقل کے بلوغت تک پہنچنے کا انتظار کرتے ہیں۔ جب تک انسان سوچنے کے قابل نہ ہو اور اسے غیر معقول اور معقول میں فرق محسوس نہ ہو، اس کو کوئی فلسفہ خیال نہیں دیا جا سکتا۔ اس کو کوئی قانون نہیں دیا جا سکتا۔ شریعت بھی بالغ کی قدر کرتی ہے اور بلوغت سے ہی شریعت کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت انسان نے اپنا آغاز بھی اپنے ایک جبلی وجود سے کیا اور وہ جبلی وجود جس میں تجسس اور اس کے تعلیمی استغراق نے جاننے، سوچنے، اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی اور وہ بالآخر بستیوں کی آبادی، سلطنتوں اور نظام ہائے زندگی تک پہنچا۔ کبھی آپ میسوپوٹیمیا کی وہ عظیم سلطنتیں دیکھتے ہیں جو آج قصۂ پارینہ ہیں اور کبھی آپ بابل اور نینوا کے معلق باغات کی داستانیں سنتے ہیں کبھی شداد اور فرعون وہامان کے نام سنتے ہیں اور کبھی کبھی پرنس حمورابی جیسے قانون دان کا بھی نام سن لیتے ہیں۔ یہ تمام انسان سیکھنے اور جاننے کی کوشش کر رہے تھے مگر جبلت ابھی حاوی تھی۔ خواتین وحضرات! قرآن سے پہلے بھی قرآن تھا۔ اللہ کہتا ہے کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** (المائدۃ: آیت ۳) میں نے دین کو مکمل کیا ہے۔ اس سے پہلے بھی دین تھا جو جستہ جستہ آقا و رسول کی مدد فرما رہا تھا۔ وہ تمام پیغمبران کریم جو پہلے گزرے تھے آدم سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شریعت جستہ جستہ، گاہے گاہے، لمحہ لمحہ، نسل درنسل ایک آدھ اصول کی صورت میں منعکس ہو رہی تھی۔ کبھی قانون قصاص اتر رہا تھا، کبھی Ten Commandants آ رہی تھی جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی گئیں۔ قرآن ان پہلی آیات الٰہیہ کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو پہلی مرتبہ نازل نہیں فرمایا بلکہ آج اسے مکمل کیا ہے۔ آج آپ کا دین مکمل کیا ہے۔ پہلے پیمبروں کو بھی جستہ جستہ آیات قرآنی دی گئیں۔ پھر انہوں نے اپنے معاشرے میں اسے نافذ کیا۔ بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ کسی انسانی معاشرے نے اپنے لیے کسی قسم کا کوئی Moral قانون نہیں بنایا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ آج بھی کوئی اخلاقی قانون نہیں بنائے کیونکہ جمہور جبلت کے قریب ہے۔ جمہور عقل سے دور، دانش سے دور جبلتوں کے قریب ہوتی ہے۔ جمہور کا واسطہ زندگی کی ضروریات سے پڑتا ہے۔ جمہور اتنی Romantic نہیں ہوتی، Philosopher نہیں ہوتی ان کو اپنے موجود کا خیال ہوتا ہے اسی لیے تو اقبالؒ کہتا ہے:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

فکر انسان، اخلاقی اصول اور وہ قوانین جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیے ہیں بقائے حیات اور بقائے معاشرہ کے لیے تھے جن کے سہارے آپ سلامتی سے چلتے ہوئے دور حاضر تک پہنچے ہیں۔ یہ سائنس کے قانون نہ تھے، یہ زندگی کے قانون تھے۔ معاشرے کے قانون تھے۔ جب معاشرہ ایک دوسرے کو قتل کر رہا تھا، جب انسان انسان کے درپے آزار تھا۔ جب مذاہب نسلِ انسان کے لیے مستقل عذاب بن رہے تھے کہ ابدی فنا کے پھیلاؤ کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ تو اللہ نے اپنے پیمبر کے ذریعے انہیں سمجھایا۔ انہیں بتایا اور ایک آیت بخشی **ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب** (البقرۃ: آیت ۱۷۹) اہل عقل غور کرو، قصاص میں زندگی ہے۔ اگر ایک جان کے بدلے تم ایک قبیلہ ضائع کر دو گے۔ ایک معمولی سے نقصان کے بدلے تم ایک پوری انسانیت کا نقصان کر دو گے۔ اس لیے اللہ نے قابیل کو سختی سے درس دیا، وہی درس جو اَب قانون میں درج ہے کہ جس نے ایک انسان کی زندگی ضائع کی گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا اور جس نے

Marfat.com

ایک انسان کی زندگی بچائی گویا اس نے معاشرے کو Save کیا، نسل انسانی کی بقاء کی حفاظت کی۔

خواتین وحضرات! ابھی انسان اتنا Mature نہیں ہوا تھا، اتنا بالغ نہیں ہوا تھا باوجود اس کے کہ فلاسفۂ یونان گزر چکے تھے۔ ابھی انسان بار بار جبلتوں کو واپس جاتا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ پیغمبروں کے قوانین کی خلاف ورزی کی گئی، اللہ کی نعمتوں کی خلاف ورزی کی گئی، اللہ کے قانون کے ان امانت داروں کو قتل کیا گیا اور خدائی قانون کو بعض اوقات اپنی ذاتی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس لیے پروردگار عالم قوم یہود کو ایک الزام دیتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بہت ظلم کیا کہ جب ہم نے ان کو تلقین وہدایت ورشد بخشا تو انہوں نے نہ صرف میری آیات میں تحریف کی انہوں نے اللہ کی آیات کو ذاتی منفعت کے لیے استعمال کیا ثم یحرفونہ من بعد ماعقلوہ (البقرۃ: آیت ۷۵) تم نے ہماری آیات کو جاننے سمجھنے کے باوجود اقتدار، ہوس زر، جذباتی ترفع، اور خواہشات نفس کی خاطر انہیں بیچا۔ مسخ کیا اور اللہ نے پھر ان عالموں کی مثال دی کہ وہ لوگ جو دین خدا کو اس طرح رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو آیات الٰہی کو مسخ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس کتے کی طرح ہے کہ جس کی آدھی زبان باہر اور آدھی اندر ہے۔ جیسے اسے ہوا سے سیری نہیں ہوتی ایک دنیادار عالم کی کبھی سیری نہیں ہوتی وہ ہر وقت اپنی خواہش نفس اور خواہش دنیا کی تکمیل کے لیے دین کے مسائل کو نظر انداز کرتا ہے اور انسانوں کے لیے ایک مصیبت اور فکر کا باعث بن جاتا ہے۔

خواتین وحضرات! قوم یہود پر ایک حملہ بار بار کیا گیا۔ ان کے بہت سے گروہوں کو مسخ کیا گیا "ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین" (البقرۃ: آیت ۶۵) کہ یہ بھٹکے ہوئے بندر ہیں۔ خواتین وحضرات! آج بھی آپ یورپی اور اپنی زندگی کا موازنہ کر لیں جو Individuality، جو اخلاقی اور ذہنی انفرادیت مشرق کے لوگوں میں پائی جاتی ہے مغرب میں نہیں پائی جاتی "فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین" کہ یہ وہ نقال ہیں جن کی مثال ان بندروں کی طرح ہے یہ ایک دوسرے کی کاپی کرنے والے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی مشرق میں بھی، ہمارے معاشرے میں بھی یہ Copying، نقل سازی ایک دوسرے کے رجحانات کی پوری طرح نقل کرنا ان کے پیچھے چلنا اور ہوس اور زمانے کی تقلید کرنا یہ ان میں بھی تھا، یہ آج آپ میں بھی آرہا ہے۔ اور صرف اس وجہ سے آرہا ہے کہ آپ نے اس علم، اس ذہانت اس ترقی کہ جو آپ کے رسول نے آپ کو بخشی تھی اسے مکمل Ignore کردیا۔ خواتین وحضرات! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہمیں ایک عجیب وغریب حقیقت سے شناسائی ہوتی ہے۔ ایک دم انسان عقل مند ہو جاتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ جبلی انسان جو گھٹنے گھٹنے چل رہا تھا وہ یہود ونصاریٰ سے گزر گیا تھا۔ ان کی جبلتی بے اعتدالیوں سے گزر کر اچانک ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ معاشرہ جو وحشت، بربریت، تمرد اور ہلاکت کی علامت تھا، وہ ظالم اور فاسق لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں خطاب کیا ہے وہ ذلیل وکافر ایک دم سے اصحاب رسول میں بدل گئے۔ تہذیب کا یہ انقلاب زمانے میں پہلے کبھی آیا نہ بعد میں آیا۔ یہ ایک فرد کی بات نہیں تھی۔ یہ چند حواریوں کی بات نہیں تھی یہ تو ایک پورا معاشرہ تھا۔ اصحاب شجرہ 500 تھے اصحاب بیعت رضوان 5000 ایک پورا معاشرہ، ایک شہر، ایک مملکت اچانک آپ کو عقل ومعرفت سے آشنا نظر آتی ہے۔ دانشور نظر آتی ہے۔ ذہن وفراست کے نئے نئے اصول اپنائے جا رہے ہیں۔ اعلیٰ ترین کردار سازی ہو رہی ہے۔ اب ایسے پتا چلتا کہ جبلت پہ عقل حاوی ہوگئی۔

Marfat.com

ایسا لگتا ہے کہ ایک استاد معظم ایک بہت بڑے علام اور ایک بہت بڑے دانشور کی بدولت وہ دور جہالت رخصت ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم غور کرو تو مجھے اللہ نے ہدیۂ تمہیں بخش دیا۔ کہ میں رحمت ہوں اور اللہ نے اپنی مخلوق پہ رحم کھا کر مجھے ہدیۂ تمہیں بخش دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں زلف و رخسار تو بڑے قیمتی ہوں گے، ان کا سراپا تو بہت خوبصورت تھا اور ہے۔ ان کے چشمان مبارک سے تو گفتگو ہی نہیں، پیشانی مبارک کی روشنی تو آسمان کی پہنائیوں تک پہنچتی تھی۔ مگر خواتین و حضرات یہ وہ استاد معظم ہے۔ جیسا زمین پہ پہلے کوئی نہیں گزرا تھا

Extreme patience, high intellectualism

ایسا بلند و بالا اور ذہین تو پہلے گمان تک بھی نہیں کوئی کر سکتا تھا۔ ایک ایک جملے میں کائنات سمٹی ہوئی اور سب سے بڑا علم وہ نہیں ہوتا جو تصور میں رہ جائے۔ خواتین و حضرات یہ بات یاد رکھیے گا علم وہ نہیں ہوتا جو تصور میں رہ جائے، علم وہ نہیں جو Armchair میں بیٹھ کر جس کی Gossiping کی جائے۔ علم وہ نہیں ہے جو صرف کتاب کے اوراق کی زینت بن کے رہ جائے۔ بہترین علم کی علامت صرف ایک ہے کہ وہ اپنے عمل کے قریب ترین ہوتا ہے۔ ہم اسی کو عالم کہتے ہیں۔ ہم اسی کو علم کہتے ہیں کہ جس کا نفوذ ہو اندر سے ہو اور جب وہ خلائق تک پہنچے تو علم اور عمل میں کوئی تضاد نہ رہے۔ جو مخلوق تک پہنچ رہا ہے اور ایسا کامیاب استاد ایسا مکمل عالم زمین و آسمان میں پہلے کوئی نہیں گزرا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جیسا علم تھا ویسا عمل تھا۔ ایسی گہری ہم آہنگی، ایسا مکمل ملاپ، ایسا وصال علم و عمل پہلے زمین و آسمان میں کبھی نہیں گزرا اور یہی وہ ہدیہ تھا۔ اور یہی وہ رسول تھے جنہوں نے انسانوں کو اس درجہ آگہی بخشی کہ ان کے دل و دماغ ہی بدل گئے۔ حضرت بلالؓ جو ایک صحابی بھی تھے وہ ایک غلام تھے ان کو زندگی کا کچھ پتا نہیں تھا لیکن جب حضرت بلالؓ کو دمشق کا گورنر بنا کے بھیجا گیا، جب ان کو اقتدار بخشا گیا تو انہوں نے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو کسی نے راستے میں پوچھا کہ بلالؓ آج تو اچھے کپڑے پہن لیتے مگر یہ علم کا انکسار دیکھیے ان کی خود شناسی دیکھیے کہ فرمایا کہ تم مجھے آج تبدیل ہونے کا مشورہ دے رہے ہو۔ کیا میں اس وقت کو نہیں جانتا ہوں جب میں ایک عورت کا از خود غلام ہوا تھا وہ مجھے صرف ایک وقت کی روٹی دے دیا کرے اور پھر اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت نے وہ وقت عطا کیا کہ ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ میں اسی عورت کا گھر والا ہوا۔ میرا اس کے مال پر تصرف ہوا اب تم ہمیں خود آگاہی سے دور کہاں لے کے جاؤ گے۔ ہمیں خود شناسی سے دور کیسے لے کر جاؤ گے۔

خواتین و حضرات! استاد تو بڑے ہوتے ہیں مگر ایسی خود شناسیاں جو استاد اپنے شاگردوں کو عطا کرتے ہیں وہ بہت کم ہوتے ہیں، بہت کم۔ حضور گرامی مرتبت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ علم پھر خسارے میں چلا گیا۔ عقل پھر خسارے میں چلی گئی۔ حیرت کی بات ہے اگر پہلے انسانی قدر ذہن کم تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انسانی قدر تیز تر ہو گئی۔ ذہن کے بہت سارے خلئے اور کھل گئے ہیں۔ کروڑ دو کروڑ خلئے اور کھل گئے مگر ان خلیوں کا انجام آپ دیکھیے کہ وہی بات کہ جبلت کی سرکشی نے ان کی تمام عقل کو ان کے مقاصد ذات کے لیے استعمال کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ ایک سبق، وہ ایک بڑا درس، وہ درس علم، وہ درس اخلاق اور وہ تمام ترنعمتیں انسان کے ہاتھ سے چھن گئیں اور آج کا انسان بھی اتنا ہی

Marfat.com

وحشت اور بربریت کا حال ہے جیسے اس زمانے کے کبھی حمورابی تھے جب کبھی Babylon کے قصے سنتے ہیں وہی آج بھی فاسقین ہیں جنہوں نے ماضی کی تمام داستانیں مات کر دی ہیں۔

خواتین و حضرات! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسانی قافلۂ حیات کو اس طرح چلنے کی اجازت دی جائے۔ اگر اسی طرح آگے بڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اگر اسی طرح عاد و ثمود کی روایات کو Repeat کیا جائے گا، اگر اسی طرح نسل انسانی اخلاقی پستیوں اور گہرائیوں میں ڈوب جائے تو پھر آپ اس کا انجام اس کے سوا کیا دیکھیں گے جو پہلے اقوام کا ہو چکا ہے۔ پہلی اقوام بھی بہت بڑی تھیں مگر آقا و رسول کے بعد کم از کم چند ایک سالوں کے لیے ایک ایسا زمانہ گزرا ایسے انسان پیدا ہوئے، ایسی ایسی خلاقیت تخلیق ہوئی کہ اس سے بہتر معاشرہ، اس سے بہتر انسانوں کا تصور آج تک بھی ہماری کتاب حیات میں نہیں ہے۔ خواتین و حضرات: بڑا فارسی کا پرانا ایک شعر ہے۔ شیخ سعدی نے لکھا:

تا مرد سخن نگفته باشد

عیب و هنرش نهفته باشد

جب تک مرد کے منہ سے کلام نہیں نکلتا اس کے عیب و ہنر چھپے رہتے ہیں اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب اقوال زریں کی کتاب کھولی جاتی ہے تو اس میں سے بڑے بڑے مشہور عالموں اور مفکروں اور مصنفوں کے نام کے ساتھ ایک دو چار دس اقوال زریں درج ہوتے ہیں۔ مگر خواتین و حضرات کبھی آپ نے حدیث پڑھی کبھی آپ نے اقوال رسول پڑھے، ایک ایک جملہ اپنے اندر جہان معنی لیے ہوتا ہے۔ ایک ایک جملے میں اس ذہن کی جھلک نظر آتی ہے جو نہ کبھی ماضی میں گزرا نہ بعد میں گزرا۔ آپ آقا و رسول کے ذہن کا ذرا معیار دیکھیں کہ جنگ کی مثال دی جا رہی ہے۔ خیبر کے قلعے کے سامنے اترے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ کیا بری ہے ڈرائے گیئوں کی سحر۔ جب تک آپ بہت بلیغ نہ ہوں آپ کو اس چھوٹے سے جملے کی کبھی بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ اتنا بلیغ جملہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی فرماتے ہیں کہ کیا بری ہے ڈرائے گیئوں کی سحر کہ ایک طرف ہم ہیں جو اللہ کے بندے ہیں اللہ کا نام لے کر آئے ہیں۔ میں جو اللہ کا رسول ہوں اس میں کوئی شک نہیں اور میرے ساتھ اللہ کے بہترین دوست ہیں اور ہم ایک ایسے آدمی کے مقابل اترے ہیں جو ہمارے ساتھ لڑے گا۔ اس کو تو اول و آخر صرف جہنم سے آشنائی ہے۔ اس کی موت اور اس کی زندگی تمام بربادی ہے۔ تو کیا برے لوگ ہوں گے وہ شہر میں جن کے خلاف ہم میدان جنگ میں اتریں گے تو فرمایا کیا بری ہے ڈرائے گیئوں کی سحر۔

خواتین و حضرات! ایک ایک جملہ جب یاد خدا کی تلقین فرما رہے تھے تو فرمایا کہ آج، تو چھوٹا سا جملہ آپ دیکھیے کہ حدیث میں فرمایا، ابو ہریرہ کی حدیث ہے، کہ کسی مومن میں دو خصلتیں بخل اور بد اخلاقی جمع نہیں ہو سکتیں۔ کاش ہم اپنے رسول کو مانتے اور جانتے ہوئے ان دونوں کیفیتوں کے پس منظر کو دیکھتے تو حضور نے فرمایا کہ کسی صاحب ایمان میں دو چیزیں بخل اور بد اخلاقی جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیا اس معاشرے کو دیکھتے ہوئے ہماری سخاوت اور مہمان نوازی اٹھ گئی، ہمارے اخلاق کے طور طریقے بدل گئے۔ آپ کو پتا ہے کہ عرب کے ان جاہلوں، سرکشوں اور بدکاروں کو اللہ نے کیوں جلا بخشی کیونکہ ان میں یہ صفات تھیں۔ ایک تو جان کی پروا نہیں کیا کرتے تھے اور دوسرے بہت سخی تھے۔ ہمیشہ Generous تھے، بہت دل والے تھے۔ مہمان کے لیے جان قربان کر دیتے تھے اور اپنے دروازے ہمیشہ آنے جانے والوں کے لیے

Marfat.com

کشادہ رکھتے تھے۔ اسی لیے ان پہلے لوگوں کو ایمان کے لیے چنا گیا کہ وہ بخیل نہیں تھے۔ آج بھی اہل ایمان کو اگر اپنا ایمان پرکھنا ہو، اعمال، نماز اور عبادت سے نہیں۔ یہ تو ضروری کام ہیں جو ہر مسلمان نے کرنے ہوتے ہیں لیکن اگر آپ کو اپنا ایمان پرکھنا ہو تو یہ ضرور جاننے کی کوشش کیجیے گا کہ آپ بخیل تو نہیں؟ آپ بداخلاق تو نہیں؟ اس لیے کہ اسلام کے اعمال کی بنیاد آپ کے اندرونی ایمان کی عمدگی پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر تسلیم کرنے کا کیا فائدہ کہ ان کی ہدایات اور اخلاق کے قرینے آپ کے دل پر نہ اتریں، پھر ایسا نہ ہو کہ ہم پر بھی وہ قانون لاگو ہو جائے۔ فرادتاً خاسعین کہ یہ ایک دوسرے کی نقالی اور دنیاداری کی طلب میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ بدبختی سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے جدا رہے۔

خواتین وحضرات! اسی موضوع پر نہایت سادہ، آسان اور مکمل بات حضور گرامی مرتبت نے فرمائی ہے کہ سخی اللہ، جنت اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور بخیل اللہ، جنت اور لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں فرمایا پھر سن لیجیے اپنے رسول کا قول مبارک کہ سخی اللہ، جنت اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور بخیل اللہ، جنت اور لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے مگر جب Categorise کرو گے تو عبادت والے بخیل کے لیے رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔

خواتین وحضرات! جب علم عملیت سے دور اور اعمال علیت سے دور ہو جائیں تو آپ کو کبھی اسلام کی سمجھ آئے گی اور نہ ایمان سمجھ آئے گا۔ اصحاب رسول کا زمانہ توازن اور اعتدال کا زمانہ تھا۔ آج آپ تاریخ عالم اٹھا کے دیکھ لیجیے کہ اتنا معتدل معاشرہ، اتنا معتدل انسان، اتنا معتدل پیمبر اور اتنے معتدل Followers کسی بھی زمانے میں نہیں گزرے۔

خواتین وحضرات! یہ اعتدال اور توازن اعمال سے نصیب نہیں ہوتا۔ اعمال ظاہر ہے نماز آپ نے بھی پڑھنی ہے۔ میں نے بھی پڑھنی ہے۔ روزے رکھنے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے کہا ہے وہ پورا کرنا ہے۔ مگر اس کے بعد آپ کا کام ختم نہیں ہو جاتا، اس کے بعد ہی تو مطابعت رسول شروع ہوتی ہے۔ اس پر اخلاقی نظام بند نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ کچھ Questions ایسے ہیں کہ اللہ کے رسول نے اٹھائے ہیں جو بدنی نہیں ہیں یہ ذہنی ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندے پہ کیا حق ہے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ ذرا اس جملے کو دیکھ لیجیے۔ آج تک کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ اللہ ہی خالی جانتا ہے۔ کسی صحابی نے نہیں کہا یہ بات بلاشک وشبہ ہے کہ اللہ ہی سب کچھ جانتا ہے۔ مگر آپ اصحاب رسول کا Response دیکھ لیجیے کہ جب بھی ان سے پوچھا گیا کہ کیا ایسے ہے تو جس صحابی نے بھی جواب دیا اس نے یہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے علم کی Information اور Source سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم اللہ کو رسول کے توسط سے جانتے ہیں۔ ہم اللہ کو رسول کے وسیلے سے جانتے ہیں۔ اگر رسول نہ ہوتے تو پھر اللہ کو جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ پھر شاید اللہ کو خود زمین پر اترنا پڑتا۔ اور کئی مرتبہ اللہ نے کہا کہ اگر ہم ان پر ملائکہ اتار دیتے تو پھر ہم حجت تمام نہ کر دیتے۔ رسولوں کے آنے کی سب سے بڑی وجہ رحمت یہ ہے کہ رسول آنے کے بعد اور پیغام پہنچا دینے کے بعد بھی انسان کو موقع دیا جاتا ہے مگر جب ملائکہ اتر جائیں تو پھر انسان کو کوئی دوسرا Chance نہیں دیا جاتا اور

Marfat.com

اس کے باوجود کہ ملائکہ اترے، انسانوں نے سرکشی کی اس کے باوجود خدا سامنے تھا۔ اس کے باوجود کہ ملک سامنے تھے۔ جنات سامنے تھے پھر بھی ابوالبشر سے غلطی ہوگئی تو خدا کے سامنے ہونے سے ملائکہ کے سامنے ہونے سے حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اللہ کے رسول آنے کی سب سے بڑی وجہ رحمت یہ ہے کہ ان کے آنے کے بعد بھی انسانوں کی خطا کے Chance رہتے ہیں۔ انسان غلطیاں کرتے رہتے ہیں اور اللہ ان کو معاف کرتا رہتا ہے۔

خواتین وحضرات! حضرت معاذ سے اللہ کے رسول نے پوچھا اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پہ کیا حق ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کرے۔ پھر پوچھا یہ بھی پتا ہے کہ بندوں کا اللہ پہ کیا حق ہے تو معاذ نے کہا یا رسول اللہ ہم تو نہیں جانتے آپ ہی جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول کو جانے اور اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانے تو پھر اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ کرے، آگ نہ دے۔ لیکن بندوں کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے اللہ کو فکری، ذہنی اور قلبی طور پر وحدہٗ لاشریک مانیں۔ مگر خواتین وحضرات! آپ دیکھیے کہ آپ کے معاشرے میں کیا ہوتا ہے۔ میں ایک استاد کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ جو آتا ہے مجھے کہتا ہے کہ میرا رزق کسی نے بند کر دیا ہے، شادیاں بند کر دی ہیں۔ ترقیاں بند کر دی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ دو عالم سے خدا کو رخصت کر دیا گیا ہے اور تمام وہ کام جو اللہ کرتا تھا اب جادوگروں کے سپرد ہو گئے ہیں۔ تعویذ نگاروں کے سپرد ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی ایمان نہیں ہے اور رب کعبہ کی قسم اس کو آپ کسی قیمت پر بھی اسلام نہیں کہہ سکتے۔ اللہ کے احکام میں مداخلت اس کے Absoluteness میں مداخلت ہے۔ جس کو اللہ کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا۔ اپنے ایمان کو اس قسم کے ناقص اعتبارات سے ضائع نہ کیجیے۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ اللہ کی حکومت میں، اس کے افعال میں، اس کی کارکردگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کیا جائے تو پھر آپ کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ بھی آپ کو کبھی عذاب نہ کرے کبھی دوزخ کی صورت نہ دکھائے۔

خواتین وحضرات! بہت سارے علماء کی آپ نے باتیں سنی ہوں گی۔ بہت سارے علماء ڈراتے ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر عذاب کی وعید دیتے ہیں۔ علماء کی باتیں سنو تو ایسے لگتا ہے کہ امت مسلمہ میں سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ ایسے لگتا ہے کہ گنہگاروں کی کوئی بقا باقی نہیں ہے۔ آخر جو انسان اپنے آپ کو جانتا ہے وہ اپنے آپ کو خطا کار کی حیثیت ہی سے جانتا ہے۔ پھر علماء آپ کو وہ حدیث نہیں سنائیں گے جس میں آپ کا فائدہ ہو، عوام کا فائدہ ہو، ایک عام مسلمان کا فائدہ ہو اس لیے کہ انہوں نے تو اپنی تمام تر سیادت کی بنیاد ہی آپ کے اعمال پہ رکھی ہوئی ہے۔ آپ کو اعمال کی باتیں سنا سنا کے انہوں نے مغموم کر دیا ہوا ہے۔

جب آپ اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو اسلام کے احکامات اور اعمال لازم ہیں۔ مگر ان اعمال میں آپ سے کوتاہی ہو سکتی ہے مگر کیا پروردگار عالم بھی ان ساری کوتاہیوں کی بنا پر آپ کو صرف جہنم کے عذاب سے روشناس کراتا ہے۔

ذرا حدیث مبارک حضرت انس بن مالکؓ کی سنیے مستند ترین حدیث کہ معاذ بن جبلؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سواری پہ بیٹھے تھے ایک تو انس بن مالکؓ اور پھر معاذ بن جبلؓ یعنی دو اتنے بزرگ ترین اصحاب کی روایت سے سنیے۔ آپ نے فرمایا اے معاذؓ حالانکہ پیچھے بیٹھے تھے مگر یہ انداز تخاطب تجاہل عارفانہ ہے کہ پیچھے بیٹھے تھے لیکن ایسے پوچھا جیسے

Marfat.com

انہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز بہت خوبصورت ہیں بہت ہی خوبصورت۔ بڑے سے بڑا ادیب بھی اس طرز ادا کو نہیں پہنچ سکتا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ فرمایا اے معاذؓ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمانبردار ہوں کہ میں آپ کے پاس ہی تو ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے میں کوشش بھی کر رہا ہوں حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ دو مرتبہ پوچھا پھر پوچھا اے معاذؓ فرمایا حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا فرمانبردار ہوں کہ جو امانت آپ مجھے عطا کریں گے جو لفظ آپ مجھ سے کہیں گے، جو حکم آپ مجھے ارشاد فرمائیں گے، میں ہر حال میں اس کی تقلید و تائید کروں گا اور اسے آگے پہنچاؤں گا۔ یہ جو تخاطب کا دہراؤ ہے کہ پیچھے بیٹھے ہونے کے باوجود دو مرتبہ پوچھا کہ اے معاذؓ جو بات میں اب کہہ رہا ہوں یہ فیصلہ کن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تو کبھی اسے بھول جائے۔ فرمایا جو بندہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ اس پر نارِ جہنم کو حرام کر دے گا۔ بہت سادہ سا Faith تھا۔ ایک کہنے کی بات تھی ایک ذہن نے تسلیم کرنا تھا کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس کے بندے ہیں تو ایک دم سے سارے اعمال ہی نکل گئے سارے اعمال بیچ میں سے نکل گئے۔ حضرت معاذؓ اتنے خوش ہوئے کہ پھولے نہ سمائے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لوگوں کو اس کی خبر دوں وہ بڑے خوش ہوں گے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ معاذؓ کو بھی پتا تھا کہ لوگ بڑے خوش ہوں گے۔ لوگ تو ابھی ڈر رہے ہیں۔ لوگ تو بیچ کے لوگوں کی وجہ سے ڈر رہے ہیں۔ لوگ تو علمائے وقت اور فقہائے حرم کی وجہ سے ڈر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ تو بڑے خوش ہوں گے یہ بات سن کر ایک ذہنی اور ایک قریبی اعتبار پہ نجات ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ خوش خبری اتنی بڑی ہے تو فرمایا اچھا رہنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تکیہ کر لیں، ایسا نہ ہو کہ اعمال سرے سے ترک کر دیں۔ ایک نہایت Important بات اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ پھر معاذؓ نے گناہ سے بچنے کے لیے موت سے پہلے اس حدیث کو بیان کیا۔

خواتین وحضرات ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ موت سے پہلے صرف گناہ سے بچنے کے لیے کہ اگر وہ بات جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی اور وہ بات جو ذہنی اعتبار اور عقلی اعتبار پہ لاگو ہے اور جس میں کسی اور چیز کا ذکر نہ ہوا اگر میں نے چھپالی اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی اگر یہ امانت علم و عقل لوگوں تک نہ گئی تو میں گنہگار رہوں گا اور موت سے پہلے گناہ سے بچنے کے لیے حضرت معاذؓ نے یہ بات لوگوں تک پہنچائی۔

خواتین وحضرات! جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت نے جو اخلاقی قوانین دیے ان میں بدترین اخلاق کی چیز نفاق ہے۔ نفاق دل کی تقسیم کو کہتے ہیں منافق اس کو کہتے ہیں جس کا دل تقسیم ہو اور جب اس کا دل تقسیم ہو تو دنیا کو دین پر غلبہ حاصل ہو، اس کو نفاق کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ حضرات آج جو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ ہم بات سن رہے ہیں تو میرا خیال یہ ہے کہ سننے کا صرف ایک فائدہ ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ کیا باتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتائیں اور وہ کیا باتیں ہیں جن کو ہم اپنے دل میں اتار کر اس فسق و فجور اور نفاق سے بچ جائیں جس سے بدترین جرم کوئی

Marfat.com

نہیں۔ اللہ نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ منافق جہنم کے بدترین طبقے میں ہے اور دیکھیے کیا پیغمبر نے کوئی کمی تو نہیں چھوڑ دی۔ آپ کو اس کی واضح طور پر نشانیاں بتلا دیں جب ہم اپنی زندگیوں کو دیکھیں گے اور ان نشانیوں کو پائیں گے تو ہمیں پتا چل جائے گا کہ ہم منافق ہیں یا نہیں ہیں۔ فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے جھوٹی کرے۔

خواتین وحضرات! Scandals are too common amongst us یعنی جب بات کرے Scandalise کرے، جھوٹی کرے، جب وعدہ کرے، کبھی پورا نہ کرے یہ تین نشانیاں ہیں منافق کی، جب بات کرے جھوٹی کرے، جب وعدہ کرے کبھی پورا نہ کرے، جب امانت لے تو ہمیشہ خیانت کرے۔

خواتین وحضرات! One should be very careful۔ اب ذرا ضمناً ایک بڑی خوبصورت بات آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتادوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہم سے کبھی مذاق بھی فرماتے ہیں تو اصولاً آپ نے دیکھا ہوگا کہ مذاق میں مصدقہ بات نہیں ہوتی بلکہ لوگ ایک دوسروں کو خوش کرنے کے لیے بہت ساری باتیں ملا دیتے ہیں۔ تو ابو ہریرہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کبھی آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں، مذاق فرماتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سچ کے سوا کبھی کچھ نہیں کہتا یعنی میرا مذاق بھی سچائی پہ مبنی ہوتا ہے۔ میں کسی کو خوش کرنے کے لیے بے سروپا بات نہیں کرتا۔ میں کسی کی خوش طبعی کے لیے جھوٹ نہیں بولتا بلکہ میرا مذاق بھی مزاح بھی سچائی پر مشتمل ہوتا ہے۔ فرمایا میں سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔

خواتین وحضرات! ہمارے معاشرے میں ستاروں پہ اعتبار کرنا اور Astrology سیکھنے کی بات بہت عام ہے۔ اس علم کو سیکھنے کی حد تک کوئی برائی نہیں ہے۔ مگر جن لوگوں کو اس علم کی خواہش اور تجسس ہو اور اگر وہ سیکھنا چاہیں تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ جہاں اعتبار کی بات ہے اللہ آپ کو ان چیزوں پہ اعتبار کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ ان کو سچ نہ سمجھیں۔ قرآن حکیم نے ان لوگوں کو خراص کہا ہے۔ انکل پچو جو اندازے لگاتے ہیں، تخمینے لگاتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی کوئی سچائی نہیں ہوتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ حدیبیہ میں رات کو پانی پڑ چکا تھا۔ بارش ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو کہا تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بعضوں کی صبح ایمان اور بعضوں کی کفر پر ہوئی ہے یعنی جب بادل برس چکے، پانی پڑ چکا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے نماز ادا فرمائی لوگوں کو قریب سے جھانکا اور ان کے اعتبارات دیکھے تو فرمایا پتا ہے تمہیں اللہ نے مجھے کیا کہا کہ تم میں سے کچھ لوگوں کی صبح ایمان اور کچھ کی کفر پہ ہوئی ہے۔ فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیوں ہوا فرمایا جس نے یہ کہا کہ پانی اللہ کے فضل ورحمت سے پڑا وہ مجھ پر ایمان لایا اور جس نے یہ کہا کہ یہ بارش مریخ وزہرہ اور قوسین کے اشتراک سے ہوئی یا قران سعد سے ہوئی یا قران نحس سے ہوئی۔ جس نے یہ کہا کہ بارش تاروں اور ستاروں کی گردش سے ہوئی وہ کافر ہوا اور وہ ایمان لایا ستاروں پر۔ وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔

خواتین وحضرات! علم علم ہے۔ جاننا اور سوچنا علم۔ مگر اعتبارات اور کسی چیز کو شریک خداوند ٹھہرانا مختلف ہے۔

Marfat.com

بھی وہ Delicacies ہیں، یہی وہ اعتبارات کی Delicacies ہیں کہ ہم معقول کو غیر معقول اور اصلی حاکم کو اس کی حاکمیت سے محروم کرنے کی فروگزاشت کرتے ہیں۔ مجھے پتا ہے کہ ہم سب کا ایمان اللہ پر ہے مجھے پتا ہے کہ ہم اہل اسلام اللہ کو مانتے ہیں۔ مجھے پتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہیں۔ لیکن اگر ہم واقعی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم ورضا کی منزل سے مانتے ہیں تو پھر آپ کی یہ بات غور سے سننا پڑے گی کہ اپنا اصلی اعتبار ذات اور عقل وایمان کبھی ضائع نہ کرو۔ کسی شخص کو، کسی شے کو وہ حاکمیت عطا نہ کرو جو اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ بڑی خوبصورت بات ہے۔ یہ تھوڑا سا فرق ہے جو اللہ کے رسول کے سوا آپ کو کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ شخص جس کے دل میں ذرا برابر غرور ہے اور گھمنڈ ہے وہ کبھی جنت میں نہیں جائے گا وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ تمرد، سرکشی، انا جس کے دل میں ہے۔ جس کے دل میں غرور ہے۔ عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کبھی جنت میں نہیں جا سکے گا جس کے دل میں غرور ہے۔ اشیاء کا غرور ہے، مکان کا غرور ہے، اولاد کا غرور ہے، کسی شے کا غرور ہے وہ کبھی جنت میں نہیں جائے گا مگر ایک شخص نے بڑا معقول سوال پوچھا ہے یہ سوال وہ ہے جو میں اور آپ بھی پوچھ سکتے تھے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر آدمی چاہتا ہے کہ میرا جوتا اچھا ہو۔ میرے کپڑے بہتر ہوں، خوشبو لگا کر پھروں تو کیا یہ بھی غرور اور گھمنڈ میں آئے گا کیا اس کی وجہ سے بھی سزا ملے گی فرمایا ان اللہ جمیل ویحب الجمال (مسلم۔ مسند احمد ترمذی) اللہ جمیل ہے۔ اللہ حسین ہے۔ اللہ خوبصورت ہے۔ اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ اچھا لباس اور اچھے جوتے پہننا غرور نہیں ہے، اچھی زندگی گزارنا اور اچھا کھانا کھانا غرور نہیں ہے بلکہ غرور یہ ہے کہ جو چیز آپ میں موجود نہیں ہے اس کو Claim کرنا۔ جو طاقت آپ کی نہیں ہے اس طاقت کو اپنا خیال کرنا، ادھار کی زندگی کو اپنا سمجھنا، ادھار کے اقتدار کو اپنا سمجھنا اور دوسرے لوگوں کو صرف اس لیے سرزنش کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور سچ بات کو اس لیے رد کر دینا کہ وہ آپ کو پسند نہیں ہے۔ اصل غرور یہ ہے۔ اچھا جوتا پہننا اور اچھا لباس پہننا غرور نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو ایک حدیث سنائی تھی۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی عصر حاضر کے مسلمانوں کو اس کی بڑی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ خطا انسان کے دل میں مایوسی پیدا کر دیتی ہے۔ جب ہم گناہ کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اب تو بخشش کا کوئی طریقہ نہیں رہا تو اللہ کی طرف سے پلٹ جاتے ہیں اور گناہوں کے ہاتھ اپنی زندگی کو بیچ دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شیطان ہمارے اندر گناہ کی مایوسی اور یاس کو اتنا بڑھا دیتا ہے کہ ہم اپنی عاقبت کی خوشخبری سے محروم ہو جاتے ہیں یہ حدیث غور سے سننا متفق علیہ بخاری اور مسلم انس بن مالک سنن ابی داؤدان جامع ترمذی اور نسائی میں متفق علیہ حدیث۔ حضرت ابوذرؓ نے اسے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ ایک سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے۔ پھر آیا میں تو آپ سو رہے تھے، پھر میں آیا تو آپ جاگتے تھے آپ کو جاگتے دیکھا تو میں آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے فرمایا غور سے سنیے جو لا الہ الا اللہ کہے پھر اسی اعتقاد پر مر جائے جس نے دل سے اور دماغ سے لا الہ الا اللہ کہا اور پھر اسی اعتقاد پہ مر جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ تو ابوذرؓ بڑے تھوڑی سی ذہنی پیچیدگی میں آئے کہ یہ تو کوئی Total سی Statement دی جا رہی ہے اس میں تو کوئی مکلفات نہیں ہیں اس میں کوئی Exceptions نہیں ہیں تو فوراً ایک سوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، چاہے وہ زنا کرے، چاہے وہ چوری کرے۔ تین بار ایسا ہی فرمایا تو تینوں بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چاہے وہ کرے مگر

Marfat.com

چوتھی بار جب ابوذرؓ کو اعتبار ہی نہیں آ رہا تھا جیسے آج کل کے علماء کو اعتبار نہیں آتا، یہ چیزیں تو ان کے لیے جائز ہیں۔ آپ لوگوں کو تو یہ خبر سنا ہی نہیں سکتے۔ کسی خطا کار کو تو بخشش کی خبر دینا ہی ان کے نصیب میں نہیں۔ بھئی ہم سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، سارے زمانے سے ہوتی ہیں پھر جو گناہ پوشیدہ ہیں ان کی توبہ اللہ نے کہا چھپا کر کرو اور جو گناہ تم ظاہر کرو ان کی توبہ ظاہر میں کرو اور جو گناہ شریعت کی زد میں آ گیا پھر اس کی سزا قبول کر دو تا کہ آپ پاک و صاف ہو جاؤ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب چوتھی مرتبہ ابوذرؓ نے کہا چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر چہ ابوذرؓ کی ناک میں خاک لگے تو ابوذرؓ جب یہ حدیث سنایا کرتے تھے تو ہمیشہ یہ ساتھ کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کے ابوذرؓ کی ناک کو خاک لگے یعنی فہمائش فرمائی ناراض ہوئے کہ ابوذرؓ تجھے کیا ہوا ہے جب میں تجھے کہہ رہا ہوں یہ ایسے ہی ہے جیسے میں نے کہا ہے تو تو اتنی حجتیں اتنے سوال کیوں کر رہا ہے وہ سرزنش کا انداز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھیے کہ چاہے تیری ناک کو خاک لگے جو میں نے کہا یہی سچ ہے۔

سوالات و جوابات

حضورؐ پر اترنے والی وحی کا اختلاف!

سوال: سر ولیم میور نے اپنی کتاب دی لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہے کہ جب آپؐ پر وحی نزول ہوتی تھی تو وہ کہتا ہے وہ وحی نہیں ہوتی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (نعوذ باللہ) مرگی کے دورے پڑتے تھے اور عجیب و غریب آوازیں نکلتی تھیں۔ اس کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: دیکھیے اسی طرح پروفیسر میکڈونلڈ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے Psychopathic ہونے کا دعویٰ کیا مگر ایک بات اس کی شہادت Objectively کسی درجے تک پہنچنی چاہیے تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ Objective Sciences میں MRI اور CT Scan کے ذریعے جو کروڑ ہا مرگی والے انسان ہیں، ان میں سے کسی نے قرآن نہیں سنا اور پروفیسر میکڈونلڈ نے علامہ اقبالؒ کو لکھا کہ Prophet was a psychopath تو اقبالؒ نے اس سے کہا دیکھو

If he was a psychopath we need such psychopaths

تو تمہاری دنیا کو ایسے بیماروں کی بڑی ضرورت ہے مگر آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ مرگی کا دورہ زندگی میں جب بھی پڑتا ہے وہ Functional inability create کرتا ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ کی زندگی میں تادمِ آخر Disability کا کوئی حوالہ نہیں ملتا ہے Secondly اگر آپ مرگی کے اصول جانتے ہوں تو یہ Brain اور Veins میں Clotting ہوتی ہے جو Brain کی طرف جا رہے ہوتے ہیں اور Vision میں بڑا فرق پڑتا ہے۔ مرگی کے مریض کو خاص طور پر T.V نہیں دیکھنے دیتے۔ اس کو Light سے بڑا فرق پڑتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری

Marfat.com

زندگی روشنی میں رہے۔ آپ نور تھے اور نور میں رہے۔ کسی نے ان کے بارے میں جو مرگی کا الزام رکھا ہے، اگر یہ مرگی کے دورے ہوتے تو Hundred Great Men کی کتاب میں جو دو برٹش برادرز Historians نے مرتب کی، انہیں یہ ضرور لکھنا چاہیئے تھا کہ مرگی کا یہ مریض تمام انسانوں میں اعلیٰ ترین قدر وعزت کا مالک ہے۔ اگر یہ مرگی ہوتی تو یقیناً موسیو کارلائل جب Prophet as a Hero کا انتخاب کر رہا تھا تو اس کا اپنا پیغمبر تو عیسیٰ الصلوۃ والسلام تھا مگر اس نے کہا کہ کسی فردِ واحد نے انسانی نسلوں اور معاشروں پر اپنی تربیت کا اتنا گہرا اثر نہیں چھوڑا جو مدینے کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا ہے اور میں جب Heroes کا ذکر کرتا ہوں تو تمام پیغمبروں میں میرے ہیرو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ دیکھیے کہ کوئی بے بنیاد کہنا اور کسی پر کوئی اتہام رکھنا آسان ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات یقینی لگتی ہے کہ جس شخص نے یہ اعتراض کیا اس پہ ضرور کوئی نہ کوئی دورہ پڑا ہوگا۔

نور اور بشر کی بحث کا پس منظر!

سوال: نور و بشر کیا ہے اور ان کی نوعیت کیا ہے؟ اور دعا کی قبولیت کے لیے وسیلے کے بغیر کیا فرق پڑتا ہے؟

جواب: نور و بشر کے حوالے سے میں آپ سے بات کرتا ہوں لیکن میں اس سے پہلے آپ کو اس کا پس منظر بتاتا ہوں۔ برصغیر میں ہمارے علماء کی گرفت کبھی تاریخ اور علم پہ نہیں رہی۔ ان کی ہمیشہ گرفت ٹوٹے پھوٹے واقعات یا اپنے کم علم اساتذہ کے رتبوں پر رہی۔ بلکہ سب سے بڑا عذاب یہ رہا کہ اگر کوئی گلی کوچے کا چھوٹا سا عالم ہوا تو اسے شیخ عرب وعجم بنا دیا گیا۔ کسی کو شیخ الحدیث بنا دیا گیا۔ کسی کو شیخ علم بنا دیا۔ یہ رسمیں برابر جاری رہیں ہم نے تمام چھوٹے موٹے اساتذہ کو عالی مراتب بخش کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی یعنی جب ہم عام سے لوگوں کو یا جب شیخ عرب وعجم کے خطاب سے نوازیں گے تو پھر ہم ان سے سوال کرنے کی گستاخی تو نہیں کر سکتے مگر ہوا یہ کہ سترہویں اٹھارویں صدی میں Clergy اور Secularism میں جنگ شروع ہوئی۔ سترہویں اٹھارویں صدی میں مذہب میں اس جنگ کا آغاز Christianity سے ہوا۔ یہ سوال یورپی مسلمانوں میں نہیں تھا۔ بلکہ یورپین میں تھا۔ سوال یہ تھا۔

Whether God is energy or God is matter?

سوال یہ تھا کہ اللہ نور ہے یا مادہ ہے۔ ایک معترض یہ کہتا تھا کہ اگر اللہ نور ہے تو اس سے مادے کا اجراء نقص ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر اللہ مادہ ہے تو اس سے نور کا اجراء نہیں ہو سکتا۔ اس وقت یہ سوال ملوکیت، سیکولرازم اور مذہب کے موضوعات کے ساتھ ساتھ ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ہمارے Academic ماحول میں آیا۔ سترھویں اٹھارھویں صدی میں یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ مذہبی علماء Clergy پریکٹیکل سائنٹسٹوں کے ساتھ اس موضوع پر لڑ رہے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر یہ سوال کہ اللہ نور ہے یا مادہ اللہ کی طرف جانے کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیا گیا کہ رسول اللہ نور ہیں یا بشر۔ اب آپ دیکھیے کہ اصولاً جب 18th Century میں آئین سٹائین آیا تو اس نے وہ مسئلہ حل کر دیا اور یورپ میں جو نور بشر کا جھگڑا شروع ہوا تھا وہ ختم ہو گیا کیونکہ جب اس نے E=Mc s.quare فارمولا دیا اور Relativity دی کہ Mass Energy کو اگر بہت تیز رفتاری سے 1,86000

Marfat.com

Miles per Second کی رفتار سے گزارا جائے تو مادہ نور میں بدل جائے گا۔ اس سے ایک اصول پیدا ہوا کہ تمام مادہ ایک Condensed Energy ہے۔

You have to pass it through with a high speed of 186,000 miles per second.

کی رفتار سے گزارو گے تو یہ مادہ نور میں بدل جائے گا The same is true کوئی وجود، وجودِ مادہ نہیں ہے۔ تمام وجود نور ہے۔ زمان ومکان میں مادہ نور کی Distant صورت میں ہے اور کسی بھی وقت یہ توانائی میں بدل سکتی ہے۔ یورینیم کی مثال آپ کے سامنے ہے اور اس کی Shape بدل سکتی ہے۔ جب یہ معاملہ Simplest Level پہ سائنس طے کر دیتی ہے تو پھر اس مسئلے کو مذہب کے ناقص ترین علماء کیا Comments کیے جا رہے ہیں۔ حقائق یہ بتاتے ہیں کہ کوئی مادہ نہیں بلکہ تمام انجمادِ نور یا انجمادِ توانائی کی شکل ہے۔ اب آپ دوسری طرف آیئے کہ نور کا الٹ بشر ہے۔ قرآنِ حکیم میں "اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور، والذین کفروا اولیائھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت، اولٓئک اصحٰب النارھم فیھا خٰلدون O" (البقرۃ: آیت ۲۵۷) اب اگر آپ اس سوال کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت کے سامنے ایک Natural صورت میں رکھیں ایک تو آپ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ اب بشر کی جگہ ظلمت جو نور کا واقعتاً الٹ ہے۔ تو پھر آپ کیا سوچتے ہیں۔ کیا یہ سوال کسی قیمت پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں Discuss کرنا یا پوچھنا جائز ہوگا؟

تکبرات سے بچنے کی سبیل!

سوال: جب ہم چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے ہیں تو تکبر آ جاتا ہے اور وہ Guilt بن جاتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: قرآن حکیم نے خیر وشر دونوں کو فتنہ کہا ہے۔ خالی شر کو فتنہ نہیں کہا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک علم بہتر نہ ہو اس وقت تک آپ کو نیکی سے بھی خبردار رہنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر Human Services ہیں۔ اگر آپ تھوڑا سا Differentiate کریں کہ آپ Human Services کو نیکی کیوں کہتے ہیں۔ آپ انسانی جذبات کو کیوں نیکی کا درجہ دیتے ہیں اور آپ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ اندھے کو سڑک پار لے جانا آپ کو کیوں سارا دن یاد رہتا ہے۔ اور ہر جگہ اس کا کیوں ذکر کرتے ہیں۔ ایک روپیہ کسی کو دے دینا کسی کی مدد کر دینا تو Generally آپ اور ادنیٰ Categorise کر رہے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مسلمانوں کا مسلمانوں پہ حق ہے اور وہ صدقات ہیں۔ اگر آپ ہر کام کو اس کی حیثیت اور نوعیت سے دیکھیں تو پھر آپ سے بنیادی فرائض میں شامل ہو جاتا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم ہر کام کو نیکی میں لے جاتے ہیں۔ برصغیر میں مبالغہ اتنا ہے کہ ہم ہر استاد کو قطبِ عالم بنا دیتے ہیں۔ بہر حال اللہ کے کرم اور مہربانی سے ہم مسلمان ہیں اور اللہ نے ہمیں دوزخ سے نجات بخشی ہے۔ ہمیں مبالغے سے بچنا چاہیے اور ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر ہرگز اترانا نہیں چاہیے۔ خواتین وحضرات! ہم اس مبالغے کو علم سے رفع کر سکتے ہیں۔ ہمیں یوں سمجھنا

چاہیے کہ ہم فقط اللہ کی توفیق سے یہ کارِ خیر سرانجام دیتے ہیں۔ ورنہ ہم تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ نیکی کا کوئی تصور ہم سے وابستہ ہو۔ جب ہم اپنی حیثیت کو محسوس کریں گے تو ہمارا ہر کام چھوٹا ہو جائے گا اور ہم متکبر نہیں بنیں گے کیا ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو رات دن جانوروں کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر ہم National Geographics کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو کہ وہ لوگ کہاں کہاں پہنچتے ہیں اور خدا کی مخلوق کے لیے کن سمندروں میں غوطے لگاتے ہیں لیکن دوسری طرف وہ اتنے فاسق ہیں کہ قتل وغارت کی برسات لیے پھرتے ہیں لیکن مسلمان کے نزدیک اس کی بڑی سے بڑی نیکی کا اجر اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا اس کی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ کسی مسلمان کی سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔

فرقہ بندی کا ذمہ دار کون اور سدباب کیا ہے؟

سوال: مسلمانوں میں فرقہ بندی کا ذمہ دار کون ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: یہ تو مجھے نہیں پتا کہ فرقہ بندی کا کون ذمہ دار ہے۔ لیکن یہ تو ایک تاریخ ہے جو مجھے ابتدائے اسلام سے شروع کرنی پڑے گی جہاں سے Islamic Litrature کی تقسیم شروع ہوئی۔ میں قرآن وحدیث کی ایک بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں قرآن میں اللہ نے فرمایا یعنی جن لوگوں نے دین میں فرق کیا اور اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بہتر معزز اور اعلیٰ وارفع سمجھا اور ایک گروپ بن گئے اور اپنے مخصوص انداز کے رنگ ڈھنگ ٹوپیوں، مصلّوں، مسجدوں اور ڈاڑھیوں سے اپنی شناخت اور پہچان کرانے لگے اور ایک گروپ اور فرقے میں بٹ گئے۔

اے پیغمبر آپؐ ان میں سے نہیں ہو۔ یہ ایک نہایت واضح آیت ہے جس کی روشنی میں ہمیں ایک اچھا Follower ہونے کے لیے صرف ایک ہی Title استعمال کرنا چاہیے اور وہ مسلمان کا ہے کیا ہمارے لیے صرف مسلمان ہی رہنا کافی نہیں ہے؟ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، پہلے اللہ کا کہنا مانو اور میرا کہنا مانو اور اگر تمہارے امراء اور بادشاہ خدا پرست نہ ہوں اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ بدکار اور فاسق ہوں تو ہم کم از کم تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ اور اس بازار فتنہ وفساد سے الگ ہو جاؤ اس میں تمہاری فلاح اور نجات ہے خواتین وحضرات! قرآن وحدیث میں یہی ایک متفق علیہ بات ہے کہ تم فرقہ وارانہ اختلافات اور فتنوں سے علیحدہ رہو اور تمہارا صرف سادہ سا مسلمان کا تشخص ہو میری دعا ہے کہ اللہ ہمارا اسی پر اختتام فرمائے کیونکہ ہماری نجات اسی میں مضمر ہے۔

Marfat.com

سورہ فاتحہ کا قرآنی پس منظر

سورۃ فاتحہ کے بہت سارے نام ہیں۔اس کا سب سے معقول و مشہور نام سبع مثانی ہے۔حضورؐ نے اس پر تفاخر کا اظہار کیا کہ مجھے اللہ نے سبع مثانی عطا فرمائی۔اُم الکتاب کا مطلب ہے کہ اگر خلاصہ کتاب لیا جائے اور پورے قرآن حکیم کے مقاصد کو سمجھا جائے، سوچا جائے، تو وہ سورہ فاتحہ سے بیرون نہیں ہے۔یوں سمجھئے کہ جب ہم کسی مضمون کا خلاصہ تیار کرتے ہیں تو قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ ہے۔اس سے متعلق جو ایک واحد کسی ذہن میں اضطراب پایا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کتاب کا حصہ ہے کہ نہیں ہے؟ بظاہر یہ دعا ہے مگر دعا سے بڑھ کر یہ ایک ذہنی اپروچ ہے۔سورہ فاتحہ سیکھنے کی اپروچ کو واضح کرتی ہے۔

اب اس میں بڑا عجیب سا سوال یہ ہے کہ سورہ فاتحہ ختم ہوتی ہے تو پہلی آیت شک و شبہ سے شروع ہوتی ہے "الم ذلک الکتاب لاریب فیہ" (البقرۃ:۱-۲) سوال یہ ہے کہ کیا سورۃ فاتحہ پڑھنے والا اس دوسری آیت پر آ سکتا ہے جس سے کہ اہم مغز قرآن شروع ہو رہا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے والا پھر قرآن کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھے۔یا یہ کنفرم کرے کہ "الم ذلک الکتاب لاریب فیہ" تو اللہ کا بظاہر طریقہ کار نظر نہیں آتا کہ وہ بزور لوگوں سے توثیق حاصل کرے۔صاف بات ہے کہ اس پہلی آیت کا مطلب یہ نہیں بنے گا کہ آپ بلا شک و شبہ اس کتاب پر یقین کریں بلکہ یہ بنے گا کہ آپ کے دل اور دماغ میں اگر کوئی شک ہے تو وہ اس کو نکال دیں۔اس بیان میں اتنا یقین ہے۔

اب جو واحد تضاد خیال آتا ہے کہ فاتحہ پڑھنے والا یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں شک و شبہ ہے کہ نہیں؟ اب اگر زمانۂ عصر کے تمام فلاسفہ کو دیکھا جائے' تو ایک عجیب سا ہمیں نقشہ نظر آتا ہے۔وہ لوگ جنہوں نے خدا کے خلاف سو فیصد باتیں کی ہیں یا خدا کو تسلیم نہ کرنے کی باتیں کی ہیں، انہوں نے خدا کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔اگر میرے پاس ایک ذریعہ ہو۔میں اس پر غور کر رہا ہوں اور اس کوشش میں ہوں کہ خدا کو جاننے کے لیے مجھے کون سا ڈیٹا ضروری ہے؟ اصولاً بطور طالبعلم مجھے تمام مذاہب کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔مجھے سوچنا پڑے گا کہ مذہب جو دعویٰ کر رہا ہے کہ میں خدا کا رستہ ہوں اور میں انسان کے شعور میں خدائی اجاگر کرتا ہوں تو کم سے کم ہمیں تمام مذاہب عالم کا اول و آخر مطالعہ کرنا ہوگا۔Over All مذہب کے ساتھ مطابقت اس کی نہیں بنتی کیونکہ کوئی بھی عقل مند آدمی ایک چانس اسلام کو ضرور دے گا۔یہ جو تکمیل مذاہب کا دعویٰ قرآن اور مذہب اسلام کر رہا ہے۔ایک نیچرل سٹوڈنٹ کو یہ ہوگا۔چاہے وہ عیسائی ہی کیوں نہ ہو کہ وہ مذہب کے مزید مطالعے سے نہیں رکے گا۔

اسی طرح جو یہودی ہے، جب وہ اپنے آپ کو توریت' تالمود اور اپنے علوم پر اپنے آپ کو بلاک کرتا ہے اور وہ

Marfat.com

نہ انجیل نہ قرآن کو مانتا ہے۔ اپنے مذہبی نالج پر قائم ہے۔ اکیڈیمک کی سطح پر انہیں ان چیزوں کا پتا نہیں جو اس کو شارٹ آف انفارمیشن ثابت کرتی ہیں۔ دوسری طرف آپ سائنسدان کو لیجیے۔ بڑے بڑے قابل سائنسدان، جو اعلیٰ ترین سائنسی تحقیقات کرتے ہیں۔ ان سے ایک سوال پوچھنے والا ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے 30، 35، 40 برس ایک سائنٹفک موضوع کی ریسرچ پر لگا دیے ہیں۔ تم لوگوں نے یہ کیا کہ شروع سے اسی انسٹرومنٹ سے آگاہی پائی۔ ایف ایس سی، بی ایس سی، ایم ایس سی کی، جو آپ کو مزید کسی بڑی تحقیق میں مدو معاون ثابت ہو سکتی ہیں لیکن جب آپ مذہب کے بارے میں ایک رائے دیتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ آپ نے وہی 40،35 سال نہ سہی' کوئی سائنسدان یہ تصدیق کر سکتا ہے کہ اس نے 20،15 سال ہی اسی دقیق نظری اور اسی تردد سے مذاہب کے مطالعہ میں گزارے؟ کیا اسی نظر، پیٹرن اور اسی معروضی معیار اور تجزیاتی تعقل سے اس نے مذہب کا مطالعہ کیا؟ پتا لگتا ہے کہ نہیں کیا؟

سائنسدانوں میں دو عمومی خوف پائے جاتے ہیں۔ یہ امر محال سمجھا جاتا ہے کہ مذہب سائنٹفک معروضیت پر پورا اترے گا۔ بھلا کیوں نہ اُترے گا؟ اگر آپ پہلے سے متردد اور خوفزدہ ہیں کہ مذہب گھڑا گھڑایا عقیدہ ہے۔ محض کہانی، روایت اور اساطیر الاولین ہے۔ پھر کیسے آپ مذہب کو معروضی طور پر سمجھنے کی کوشش کریں گے؟ اور آپ کیسے مذہب کے بارے میں مہربان ہوں گے؟

میں ایک آزاد منش انسان کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ میری تمام تر آزادی میں مذہب حائل ہے اور مذہب سائنسی و معروضی معیار پر پورا ہی نہیں اُترتا تو مجھے اس پر کیونکر یقین کر لینا چاہیے؟ میں نے دیکھا کہ سائنسدان جب مذہب کی طرف آتا ہے، تو وہ غیر منصفانہ اعتراض کرتا ہے اور غیر منصفانہ تسلیم کرتا ہے۔ اس لیے کہ اپنے آپ کو معروضی گردانتے ہوئے اور مذہب کو اس معروضیت کے معیار سے ماورا سمجھتے ہوئے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں کہ وہ مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھے یا مذہب کو تسلیم کرے لیکن مذہب کو ماننے کے لیے اسے اندھا عقیدہ کھڑا کرنا پڑتا ہے جبکہ عرصہ دراز سے زمانے نے یہ دیکھا ہے کہ مذہب کے لیے اندھے عقیدے سے زیادہ خطرناک شے کوئی نہیں۔ وہ جو صاحب مذہب ہے' وہ عقل و شعور کو دعوتیں دیتا ہوتا ہے اور صاحبان عقل و شعور اندھا دھند اعتقاد کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ فلاسفر اور سائنسدان دونوں مذہب کے تصور کے ساتھ مناسب انصاف نہیں کر سکے۔

اب مذہب کی طرف سے دیکھتے ہیں۔ مذہب کی طرف سے رسم و رواج یا جو عباداتی رسوم ہیں' وہ اہم ہیں۔ بدقسمتی سے آج کے زمانے میں مذہب کو ان تمام Occults کے ساتھ ملا دیا گیا ہے جو زمانے نے اپنی جہالتوں کی وجہ سے مذہب سے فرار حاصل کرتے ہوئے پیدا کیے تھے۔ یہ کتنی مذہب کی توہین ہے کہ جس چیز کو مذہب پوری طرح مسترد کرتا ہے اور جس چیز کے خلاف مذہب زمانے میں آیا ہے، آپ اسی چیز کو مذہب قرار دیتے ہیں۔ یہی تضاد آج کل کے زمانے میں روحانیت اور تصوف میں ہے۔

تصوف جو انسان کے خدا کے ساتھ تعلق کا خصوصی علم ہے، اس کو انہوں نے عجیب و غریب حیرت افزا واقعات کا مجموعہ بنا کر اور اس کو روحانیت کا نام دے کر ان دونوں کو ایک کر دیا اور یہ داستان چھوڑ دی کہ ہر مذہب میں روحانیت ہو سکتی ہے، ہر مذہب میں تصوف ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے ہے تو دوران زمانہ یا 100 سال سے سسکتی' لاچار اور بے آسرا انسانیت کو

Marfat.com

کہیں سے کوئی ایسے پائے کا صوفی کیوں نہیں ملا جس نے اس کی کائنات سنوار دی ہوتی۔ اس کے رستے استوار کر دیے ہوتے۔ اس کی حقیقتیں درست کر دی ہوتیں۔ اس کے برعکس ہم نے دیکھا کہ انسان جب تکمیل عقل پر پہنچا یا یوں کہیے، جب عقل اپنی بے پناہ میچورٹی کے فشار پر پہنچی، تو ہم نے یہ دیکھا ہے کہ عقل زیادہ Occultist ہوتی جا رہی ہے۔ ایک طرف تو اس نے تحقیق اور جستجو میں کئی بار ذرے ذرے کا جگر چیرا مگر یہ چشم حیراں ہے کہ جس کی حیرانی نہیں جاتی۔

دوسری طرف وہ مذہب کو اپنی زندگی میں محض اس لیے رسم و رواج کے طور پر قائم رکھے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے خوف کا سامنا نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے سائنٹفک ٹمپر ہونے کے باوجود اپنی بنیاد کے مسائل کا سامنا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ مذہب کو اپنے دل اور دماغ کی داخلی کمزوریوں کی خصوصی فلاسفی کے طور پر زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔

اس صورت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدا کو ماننے کے دو رستے ہیں۔ اس میں پہلا رستہ یہ ہے کہ خدا کو مان کر اسے چیک کیا جائے اور ایک رستہ یہ ہے کہ خدا کو نہ مان کر خدا کے اعتبار تک آیا جائے۔ لہٰذا میں کہوں گا کہ چونکہ قرآن عامی اور خصوصی سب کے لیے ہے، تو وہاں جو اصول تعلیم ہیں، وہ تسلیم کے بعد شک و شبہ کی گنجائش چھوڑتے ہیں مگر جو ایک خاص یا کوئی فرد ہوگا، جیسے ابراہیمؑ تھے، وہ جب اعتبارات شروع کریں گے تو وہ انکار سے اقرار کو آئیں گے۔ تمام اعلیٰ پڑھا لکھا ذہن انکار سے اقرار کو آتا ہے اور یا پہلے سے تسلیم کردہ عقیدے کی نفی کرتا ہے۔ عمومی ذہن اتنا پیچیدہ نہیں ہوتا یا عمومی زندگی میں اس کے پاس اتنا وقت اور اتنا مطالعہ نہیں ہوتا۔ اتنی تعقل اور سوں سوں کرتی علم کے لیے بے چینی نہیں ہوتی۔ اس لیے خدا نے اسے ایک اپروچ دی ہے کہ مجھے مانے اور مجھے آزمائے۔ میرا انکار کرے اور مجھے ڈھونڈے۔ یہ دونوں رویے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

سو الحمد بنیادی اپروچ بنتی ہے اور بنیادی اپروچ میں بھی پہلا کلمہ جیسے ”الحمد للہ رب العالمین“ (الفاتحہ: آیت ۱) ہے۔ اس لحاظ سے بڑا ہی اہم ہے کہ یہ تمام انانیت انسان کا توڑ ہے۔ اگر آج کے زمانے میں بہترین انسان بھی اپنی زندگی کا خود وارث ہو جیسے میں اپنا رزق خود کماتا ہوں تو خدا اسے اس پہلی آیت میں ہی بتاتا ہے کہ ربوبیت ایک جنس کو محیط نہیں ہے۔ تو غلطی کرتا ہے، جب اپنے رزق کا اپنے آپ کو وارث قرار دیتا ہے۔ اردگرد کی کائنات دیکھ کر یہ نہیں سوچتا کہ باقی کا رزق کون دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ تم نہیں دیتے۔ اگر انسان باقی اشیا کو رزق مہیا نہیں کرتا، تو ایک عمومی سوچ یہ بھی سوچنے پر قادر ہے کہ یہ جو اتنی بڑی کائنات ہے، اس میں جامدات ہیں۔ متحرک اشیا اور جاندار ہیں اور بے جان بھی ہیں۔ ہر چیز کا متعلقہ رزق ہے۔ اگر انسان کا رزق اس کے معدے سے منسلک ہے، تو فرشتہ تو نہیں کھاتا۔ فرشتے کا کچھ اور رزق ہوگا۔ جن کا رزق اگر گوبر اور ہڈی ہے، تو وہ انسان کا رزق تو نہیں ہے۔ ان سے بھی بالا آپ اٹھیں، تو سورج کا رزق اٹھارہ ہزار ایٹم ہیں، جو ایک ثانیے میں وہاں پھٹتے ہیں۔ اس کو حرارت دیتے ہیں اور اس کی پرت سے حرارت ہوتی ہے۔ زمین پر زندگی اور نشوونما کا باعث بنتی ہے۔ سورج کا رزق کون مہیا کر رہا ہے؟

پھر اس چاند کو دیکھیے جو ایک بجھے ہوئے چراغ کے علاوہ کچھ نہیں۔ جو اندھیرے اور تاریک غاروں پر مشتمل ایک اندھا سیارہ ہے مگر جس کے ریگزار اتنے چمکتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی لے کے پوری کائنات کو منور کرتے ہیں۔ اس بھوکے ننگے فقیر کا رزق سورج کی پڑتی ہوئی قرمزی شعاعوں میں ہے جسے منعکس کر کے وہ دنیا کو خوبصورتی، چاندنی اور

حسن دیتا ہے۔ فرض کیجیے، موت کا رزق زندگی ہو، تو کبھی کبھی موت کا یہ تو حق ہے کہ پیٹ بھر کے کھائے۔ ساری عمر ایک آدمی ادھرادھر اور کبھی ادھر سے اٹھانے کے بجائے کبھی اس کے لیے یہ گنجائش نکلنی چاہیے کہ ہزاروں آدمی بھی اکٹھے کھالے۔ زندگی اور تمام کائنات کسی نہ کسی رزق پر قائم ہے۔

جہاں وسیلہ ہے، وہاں رزق ہے اور وسائل اس کے رزق کو متعین کرتے ہیں۔ اس لیے رزق کی ایک متعین اور محدود تعریف اللہ کو پسند نہیں ہے۔ وہ کائنات میں رب اللعالمین ہے۔ عالمین کتنے ہیں؟ ان کی جہتیں کتنی ہیں؟ ان کی ابعاد کتنی ہیں؟ اس کا فروغ کتنا ہے؟ ان کی تنگیاں کیا ہیں؟ فراخیاں کیا ہیں؟ یہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ کسی چیز کا رزق حرکت ہوتی ہے اور کسی چیز کا جمود ہوتا ہے۔ کسی چیز کا رزق ہوا، تو کسی کا آگ ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو اس کا مناسب رزق عطا فرمایا ہوا ہے۔ ربوبیت واحد ایک ایسی کوالٹی ہے، جس کو خداوند کریم بغیر کسی تعصب کے اشو کرتا ہے۔ یہ وہ کوالٹی ہے، جو کافر کا بھی حق سمجھا جاتا ہے اور مومن کا بھی حق سمجھا جاتا ہے۔ بکری کا سمجھا جاتا ہے، تو بھیڑ کا اور بھینس کا بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس معاملے میں پروردگار عالم اکیلا ہے۔ ربوبیت میں وہ منسلک نہیں ہے۔ ربوبیت میں وہ بالکل یقینی ہے۔ اس یقینیت میں کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ کسی قسم کی عبادت یا تعلق کا مطالبہ نہیں۔ توجہ کی طلب نہیں ہے۔ خدا ربوبیت میں تنہا، اکیلا، لاتعلق اور بے نیاز ہے۔ اس لیے کہ یہ کام وہ بغیر کسی غرض کے کرتا ہے۔ بغیر کسی مطلب' انتقامی حس، کسی بدلے اور بغیر کسی جنت اور جہنم کے کرتا ہے۔ وہ اس کوالٹی کو سب سے منفرد اور ممتاز سمجھتا ہے اور قرآن شروع کرنے میں سب سے پہلے اس نے جس کوالٹی کا ذکر کیا ہے، وہ رب العالمین ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دوست کو رزق دیتا ہے، تو اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے۔ غیر فکر مند اور فکر مند دونوں کو دیتا ہے، تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ اللہ ہی ہوسکتا ہے الحمد اللہ رب العالمین۔

اب آپ دیکھتے ہیں کہ آگے " الرحمن الرحیم "ہے۔ "مالک یوم الدین" ہے۔ یہ اس کے رحمان اور رحیم میں کسی قسم کے تعصبات نہیں ہیں "وکتب علی نفسہ رحمة" دنیا اور جہاں کی تخلیقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے اپنے اوپر لازم قرار دے دیا کہ ہم ان پر ضرور رحم فرمائیں گے۔ اس رحم میں ہر چیز شریک ہے۔ خدا وہ ہے کہ جو بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قیامت کے دن انصاف دلائے گا۔ رحمن اور رحیم میں انصاف ہے۔ خدا اپنے اوپر بھی انصاف لاگو کرتا ہے۔ اس کی مہربانی' مروت اور کریمی انتہا درجے کے رحم پر مشتمل ہے۔ اسی لیے ان دونوں لفظوں کو علیحدہ کر کے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ خدا "رحمن الدنیا ورحیم الاخرة "ہے۔ دنیا میں وہ رحمن ہے۔ دنیا سے گزر جانے کے بعد اس کی مخلوق کو اس کے زیادہ رحم کی ضرورت پڑے گی، تو مبالغے کا کلمہ رحیم ہے۔ آخرت میں بلاشبہ اللہ اپنے کرم اور اپنی نوازش سے ایسے لوگوں کو بھی معاف کرے گا، جن کو اپنی بخشش کا کوئی یقین نہیں ہے۔ اگر رحمن الدنیا ایک عنصر ہے، تو اس کا سوگنا رحیم الاخرت ہے۔ جو شخص اللہ کے بارے میں یہ گمان رکھے کہ وہ ظالم یا سخت ہے، اس کو چاہیے کہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھے اور یہ دیکھے کہ اللہ نے قرآن شروع کیا اور اپنے بارے میں تفکر کا عندیہ دیا تو سب سے پہلے یہ کہا میں تمہاری ربوبیت میں کسی قسم کے تعصبات سے کام نہیں لیتا۔

دوسرا یہ کہا میں ہر حال میں تم پر رحم کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد کسی بندے کے لیے کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ

Marfat.com

وہ تھامس ہارڈی کی طرح یہ کہے کہ

We are like flies in the hands of God and he kills us for his support.

ہم خدا کے ہاتھوں میں مکھیوں کی مانند ہیں اور ہمیں اپنے شغل کے لیے مارتا رہتا ہے۔ وہ تو تخلیق ہی ہمیں رحم وکرم کے لیے کررہا ہے۔ اسے ہمیں اپنے شغل میلے کے لیے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ انسان کی پرکھ اللہ پر ناقص ہے۔ اللہ جو اپنے آپ کو بیان کرتا ہے، وہ صحیح کرتا ہے۔ وہی سچا ہے اور سچائی اسی کے نام سے زندگی اور وجود پاتی ہے۔ ہم تک جتنے سچائی کے تصورات ہیں، یہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ ان اقدار سے مرتب ہیں جو اللہ نے سچائی کے ساتھ وابستہ کی ہیں۔

یہ بات یاد رکھیے گا کہ تمام اقدار اقدار نہ ہوتیں، اگر خدا ان کے ساتھ خصوصیات منسوب نہ کرتا۔ یہ جو میں سچ کو سچ مانتا ہوں۔ اخلاق کو اخلاق اور کرم کو کرم گردانتا ہوں اور رحم کو رحم تسلیم کرتا ہوں تو یہ کس کے طفیل اور بخشے ہوئے تصور کے تحت ہے؟ دور حاضر تو یہ ہے کہ اگر آپ چند لوگوں کو بھی بیماریوں سے، کینسر سے نجات چاہیے' تو کہتے ہیں کہ ان کو گولی مار دو' قتل کر دو۔ ظاہر ہے، قابل علاج جو نہیں ہیں۔ اگر انسان پر رحم وکرم کے عناصر چھوڑ دیے جاتے تو انسان کی اپنی توجیہات بہت ہی مختلف ہوتیں جو ہمارے پاس کانسپٹ ہیں۔ جنہیں ہم دائمی اقدار کہتے ہیں۔ Cosmic اور انٹرنیشنل ویلیوز کہتے ہیں، یہ ساری کی ساری مذہب سے جاری ہوئی ہیں۔

آگے ہے مالک یوم الدین، دین کہتے ہیں، پورا پورا دینا۔ پورا پورا دینے میں انصاف ہوتا ہے۔ ایک وہ ہوتا ہے کہ خدا اپنی طرف سے کیا ڈالتا ہے یعنی انصاف تو پورا پورا ہوگا۔ ایک ایک لمحے' ایک ایک وقت' ایک ایک گھڑی اور ایک ایک فعل کا۔ دین سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہاری کوئی خوبی جو زمین کی تہوں میں چھپی ہوئی ہے، اس دن اللہ تعالیٰ تمہیں نکال کے دے گا اور دکھائے گا کہ تمہارے تصور کی کوئی نیکی بھی میں نے ضائع نہیں کی۔ اسی لیے فرمایا "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" (الزلزال: آیت ۷-۸) کہ ذرہ ذرہ تمہارے خیر کا جمع کرتا ہوں اور ذرہ ذرہ تمہارے شر کا جمع کرتا ہوں چنانچہ بنی نوع انسان کے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے۔

انسان اپنے افعال کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ تمام دنیا میں ہر آدمی خدا سے جو انکار کررہا ہے، لامحالہ اپنے افعال کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ اس کو یہ حق نہیں بنتا کہ وہ کہے کہ اللہ نے میری قسمت اور میرے نصیب میں لکھا تھا۔ اس سے پوچھیں، جب تو اللہ کو مانتا ہی نہیں۔ اگر اللہ کو مانتا ہوتا تو پھر جواز اس بات کا رہتا کہ میں تو تجھے مانتا ہوں، تو نے میرا نصیب ہی ایسا لکھا ہے مگر جو یہ مانتا ہی نہیں ہے کہ اللہ نے اس کا نصیب لکھا ہے، اس کا کیا حق ہے یہ کہنا کہ اللہ نے میرے مقدر میں یہ لکھ دیا ہے؟ ایک سیکولر کا کیا حق ہے، جو خدا کو ایک زوال پذیر قدر' قصہ پارینہ اور صحرا میں بیٹھے مسافروں کی گپ شپ سمجھتا ہے۔ اس کا کیا حق ہے یہ کہنا کہ اللہ نے میرے مقدر میں یہ لکھا ہے؟

یہ اس کا حق تو بنتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری زندگی کا ہر لمحہ خدا نے بنایا ہے جو اپنی موت وحیات کا مالک اپنے پروردگار کو سمجھتا ہے۔ وہ اگر کہے کہ اللہ تو نے میرے مقدر میں خرابی لکھی یا اچھائی لکھ دی ہے تو اس کا حق بنتا ہے مگر کسی نہ ماننے والے احمق سکالر کا حق نہیں بنتا کہ وہ کہے کہ اللہ نے میرے مقدر میں کیا لکھ دیا ہے۔ وہ ہمارے لوگوں کے ساتھ صرف بحث کے لیے یہ جملہ استعمال کرتے ہیں۔ جبر وقدر کی تمام بحثیں اسی لیے ناقص ہیں کہ بالعموم یہ

Marfat.com

باتیں وہ زیر بحث لاتے ہیں' جو خدا میں یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور دوسروں کو کنفیوز کرنے کے لیے یہ بحث کرتے ہیں۔

اب اللہ نے فرمایا ایاک نعبد و ایاک نستعین اگر کوئی خدا کو مانتا ہے تو اس کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ یہی اصلی عقیدہ ہے۔ اگر اتنا بڑا مددگار کائنات کا آپ کے پاس موجود ہے۔ اتنا مہربان موجود ہے۔ یعنی رب رحمٰن و رحیم اور حساب والا وہ ہے اور آپ کسی اور سے مدد مانگو تو اس سے بڑی نادانی کوئی ہو سکتی ہے؟ جو اپنے معاشرے کو دیکھے تو آپ کو پتا لگے گا کہ الحمد سے انحراف کتنا عام ہے۔ اس اپروچ سے انحراف اس قدر ہے کہ آدمی ذرا ذرا سی بات پر کہتا ہے کہ تعویز نے میرا یہ بند کر دیا۔ تعویز نے میرا وہ بند کر دیا۔ تعویز نے میرا سانس بند کر دیا۔ یہ تعویز میری موت کے لیے ہے۔ یہ میری زندگی کے لیے ہے۔ جادو ہو رہے ہیں۔ سحر ہو رہے ہیں۔ عامل بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ طلسم ہوشربا میں خواجہ عمرو عیار کے پہنچنے سے پہلے ساری کی ساری نگری افراسیاب جادوگر کے ہاتھوں میں آئی ہوئی ہے۔ یہ کوئی مذاق ہے؟ آپ خدا میں کیا اور کس حد تک یقین رکھتے ہیں؟ آپ کو پتا ہی نہیں اللہ میاں کیا الحمد میں کہہ رہا ہے کہ ربوبیت میری ہے۔ رحمت میری ہے۔ انصاف میرا ہے۔

ان تین قدروں سے نکل کر جب ان کا مالک کسی اور کو سمجھ لیتے ہیں۔ جب اپنا رزق بند کرنے اور کشادہ کرنے والا انسان بنا لیتے ہیں حالات و واقعات کو ایسا قرار دیتے ہیں یا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ رحمت و کرم آپ کو لوگوں سے نصیب ہو گی اور خوشامد اور لوگوں کی صفت پذیری میں آپ زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ انصاف کے لیے کسی غیر مخلوق اور غیر خدا سے رجوع کرتے ہیں تو پھر آپ کا اعتقاد شروع ہی سے ناقص ہو جاتا ہے اور آپ خدا میں ایمان نہیں رکھتے۔

اھدنا الصراط المستقیم یہ آیت دیکھیے۔ تمام وساوس اور خطرات اور تمام عدم توازن کے تصورات کے مقابلے میں اب خدا آپ کو ایک اپروچ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ دیکھیں، ہم نے رستہ ڈھونڈنا ہے اور رستہ بھی ایک ایسے سراب میں سے ڈھونڈنا ہے کہ جس کی انتہا کوئی نہیں ہے۔ ایسے صحرا میں جس میں آگے جانے والے پاؤں کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اس صحرا میں کوئی نخلستان نہیں ہے اور کوئی چشمہ نہیں ہے۔ اس لق و دق صحرا میں ایک غریب الوطن اجڑا ہوا مسافر رستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ پھر آپ اس رستے کے ڈھونڈنے میں کتنے خوف زدہ ہیں۔ کتنے پریشان ہیں۔ ایک ناسٹلجیا اور ایک درد ہے جو آپ کے سینے میں اٹھتا ہے۔ وہ درد کس چیز کا ہوتا ہے؟ کاش میرا کوئی گائیڈ ہوتا۔ کوئی میری رہنمائی کرتا۔ کاش صحرائے تخیل سے مجھے کوئی رستہ دکھا دیتا۔

اللہ کہتا ہے، ضروری تو نہیں، سب کو پیر مل جائے۔ سب کو فقیر مل جائے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر جگہ اللہ کا کوئی بندہ بیٹھا ہوا مشعل راہ دکھا رہا ہو۔ خدا کہتا ہے، میں تو ہوں نا۔ میں جو ہوں اھدنا الصراط المستقیم تم سب لوگوں کا حق ہے کہ مجھ سے صراط مستقیم مانگو۔ کیوں؟ اس لیے کہ تمہیں صراط مستقیم دکھانے والا کوئی نہیں بلکہ "ان ربی علی صراط مستقیم" (ہود: آیت ۵۶) تمہارا رب ہے ہی سیدھے رستے پر اور اس نے سیدھے سیدھے رستے کا تعین کیا۔ اسی نے سیدھے رستے کے نشان منزل بنائے ہیں۔ اسی نے اس میں نخلستان اگائے ہیں۔ یہی آپ کو ایک سے دوسرے پیغمبر تک پہنچا رہا ہے۔ یہی زمانوں کی اقدار کو الٹ پلٹ کر رہا ہے اور ہر زمانے کی بے چینی اور اضطراب اور ہر زمانے کے شکوک کے

Marfat.com

مطابق آپ کو پیغمبری دے رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی زمانے میں بڑا مسئلہ دیکھتا ہے تو پیغمبری اس مسئلے سے معروضی طور پر متعلق ہوتی ہے۔ جو شخص بھی اس وقت اس زمانے میں نزول فرمائے گا یا جس شخص نے بھی اس زمانے میں ہدایت اور علم کی تعلیم دینی ہے، اس شخص کو اسی مسئلے کے مطابق پیغمبری کے اوصاف عطا ہوئے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا "واتبعوا ماتتلوا الشیطین علی ملک سلیمان' وما کفر سلیمان ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر" کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا مگر جو اس زمانے کے لوگ تھے، وہ شیاطین کی مدد سے جادو' تعویز' سحر کے معاملات میں الجھ کر خدا کا انکار کرتے تھے۔

اللہ نے دوبارہ تاکید کر کے کہا کہ " وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت" (البقرۃ :۲۔۱۰۲) کہ ہم نے ہاروت و ماروت کو سحر سکھانے کے لیے نہیں بھیجا تھا، بلکہ وہ دراصل لوگوں کے ایمان کے لیے ایک فتنہ اور آزمائش بن گئے تھے۔ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ خدا کے لیے ہماری طرف مت آؤ۔ ہمارا علم مت سیکھو۔ کیونکہ یہ سحر' یہ جادو' یہ تعویذ کاری تمہیں خدا کے اعتبارات سے ناقص کر دے گی اور تم کفر کا ارتکاب کرو گے۔ فرشتے کسی کو بھی سحر سکھانے سے پہلے یہ جملہ تواتر سے بولتے تھے ''وما یعلمان من احد حتی یقولآ انما نحن فتنۃ فلا تکفر" (البقرۃ:۲۔۱۰۲) اے لوگو! ان تعلیمات کی طرف تعویذوں اور جادو کی طرف نہ جاؤ۔ بے اعتباری کو نہ جاؤ۔ خدا کی حکمت عالیہ میں تصرف کوئی شخص کوئی بندہ نہیں رکھتا۔ جو کوئی بھی شخص ایسی کوشش کرے گا' وہ جھوٹا اور کافر ہوگا۔ اس لیے تم ان چیزوں کی طرف نہ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کفر کا ارتکاب کر بیٹھو۔

وہ سکھاتے کیا تھے؟ "ویتعلمون منہما مایفرقون بین المرء و زوجہ" شوہر اور بیوی کے درمیان فرق ڈالنا، تعویذوں سے۔ تعویذ حب' تعویذ بغض' تعویذ کار' تعویذ کارکردگی' یہ تمام کے تمام تعویذات اس وقت جادوگر جاری کیا کرتے تھے کہ میاں بیوی میں فرق کیسے ڈالتے ہیں۔ محبتوں میں لوگوں کو قید کیسے کرتے ہیں۔ نفرتیں کیسی اُبھاری جاتی ہیں۔ یہ سب تعویذ کرنے والوں کے کام اور شوق ہوتے ہیں۔ یہ کفر ہے اور خداوند کریم ایک علمی ہدایت اشو کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ تعویذ کا کیا اثر ہے اور تعویذ ماننے اور نہ ماننے کا کیا اثر ہے، تو پروردگار عالم فرماتے ہیں ''ویتعلمون مایضرہم ولا ینفعہم" (البقرۃ:۲۔۱۰۲) تم ایسی بات کیوں سیکھتے اور پڑھتے ہو، جس کا فائدہ ہے نہ نقصان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے، جو اعتبار کرے گا، اسے نقصان ہونا شروع ہو جائے گا۔ جو اعتبار نہ کرے گا اس کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یہ تمام وہم اور وسوسہ کے علوم اس زمانے میں اتنے ترقی پذیر تھے۔ خاص کر ہم بنوقد نصر کا زمانہ دیکھتے ہیں کہ وہاں اعلیٰ ترین تعلیمات شمسی اور جدول شمسی بننا شروع ہوا۔ سب سے پہلے اسی زمانے میں سورج گرہن، چاند گرہن کے تواتر کا آغاز ہوا۔ اور یہ جسے آسٹرالوجی کہتے ہیں، جو آسٹرونومی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، اسی زمانے میں اسے اتنا بڑا علم کہا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں بڑی کہاوتیں مشہور تھیں۔ مگر اسی زمانے میں حضور گرامی مرتبتؐ نے فرمایا کہ پیغمبر کو یہ علم شناخت منزل کے لیے عطا ہوا۔ پھر جس کی لائن اس سے مل گئی، وہ تو ٹھیک ہے اور باقی تمام مردود ڈانگل پچو والے اور خراص ہیں۔ خراص کہتے ہیں، جو محض اندازے لگاتے ہیں۔ اسی لیے دوسری حدیث ناطق ہوئی کہ جس شخص نے یہ کہا کہ یہ جا

بارش ہے، کسی سیارے ستارے کی وجہ سے برسی ہے۔اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے یہ کہا کہ بادل ہمارا اللہ برساتا ہے اور اللہ کی وجہ سے ہوتی ہے، اس کا ایمان سلامت ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ستاروں کی پرستش بڑی ہوتی تھی۔ بتوں کے لوگ نام رکھ کر ان کو دیویاں بنا کر دیتے تھے اور ان سب کی خدا کے نام پر پرستش ہوتی تھی۔شرک اس کو کہتے ہیں، جب اللہ کی مطلق طاقتوں میں کسی کو شریک کرلیا جائے۔ یہ بات یادرکھی جائے کہ کفار مکہ کافر نہیں، مشرک تھے۔انہوں نے خدا کے معاملات کو بانٹ کر بہت سارے دیوتا پیدا کیے ہوئے تھے۔ جیسے ہبل ہے۔ہبل کوئی نیا دیوتا نہیں تھا۔ہبل اپالو کی بگڑی ہوئی شکل ہے، جو شام اور یونان سے نکلتی ہوئی ادھر آئی اور یہاں آ کے اپالو کے بجائے ہبل ہوگئی۔اسی طرح یونان کی شہوات کی دیوی وینس ہے، یونان میں آ کے وہ Aphrodite تھی۔روم میں وہ وینس ہوگئی۔عرب میں آ کے اشتعار کہلائی۔اشتعار کی پرستش ملکہ سبا کے ملک میں ہوتی تھی۔سورج اور اشتعار کا اکٹھا ساتھ ہے۔اپالو اور ڈیانا' اپالو اور وینس کی پرستش ہوتی تھی۔سو تمام تربت پرستی ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح منسلک ہے، جس طرح ہمارے ہاں سلسلہ ہائے نسب ہیں۔جس طرح اولاد آدم اپنے نسب سے منسلک ہے، اسی طرح پتھر پتھر سے اور بت بت سے منسلک ہے۔ یہاں کے، انڈیا کے بت نئے نہیں ہیں۔اگر آپ ایک اجنبی کو واقعہ میں دیکھیں تو یونان کا کیوپڈ اندھا دیوتا ہے، جو محبت کا دیوتا ہے اور اس کے پاس سونے کی کمان ہے۔ہندوستان کا جو دیوتا مدن اور منوہر ہے، وہ بھی اسی شکل کا ہے۔اندھا ہے اور اس کے ہاتھ میں پھولوں کی کمان ہے۔سو یہ ہو بہو وہ دیوتا ہیں، جو ایک جگہ سے سفر کر کے شوقیہ اگلی طرف چلے گئے۔

اسی طرح جب حمس سے گزرتے ہوئے بنو اسرائیل نے دیکھا کہ لوگوں نے بڑے خوبصورت بت بنا کے چاندی اور سونے کے اپنے مندروں میں سجا رکھے ہیں۔اس بے وقوف قوم نے، جو آج اپنے آپ کو سب سے سمجھدار سمجھتی ہے، حضرت موسیٰ سے کہا کہ کیوں نہ ہم بھی اپنے خدا کا ایک بت بنا کر اسے قریب سے پوجا کریں۔ چنانچہ یہ رسم ورواج بت پرستی بھی ایک چھوت کے مرض کی طرح ایک سے دوسرے کو لگتی چلی جاتی ہے۔اس کے سمبل، علامات، تاریخ سازی ایک ہوتی ہے۔خداوند کریم نے اسی لیے اس میں بڑی تخصیص کی ہے اور سورہ فاتحہ اس اپروچ کو ظاہر کرتی ہے کہ نیکی اور بدی، مدد کا، عبادت کا، ''لا معبود الا الله لا مقصود الا الله'' اللہ کے سوا زندگی کا کوئی مقصود نہیں۔اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مقصود نہیں ہے۔یہی خدا رب کریم اپنے آپ کو اس معنی میں بالکل اکیلا رکھتا ہے۔

اگرچہ ہمارے پاس اس بات کی شہادت موجود ہے کہ سجدۂ تعظیمی آدم کو فرشتوں نے کیا مگر تعظیمی سجدے اور عبادت کے سجدے میں بہت بڑا فرق ہے۔تعظیم کے سجدے میں متحرک محبت ہوتی ہے جبکہ عبادت کے سجدے میں اخلاص اور اس میں کسی قسم کے دوسرے الہ کا شریک نہ ہونا ہوتا ہے۔اسی لیے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا بنیادی کلمہ جدلیاتی کلمہ ہے۔ یہ سادہ کلمہ نہیں ہے۔اس میں الا اللہ تک پہنچنے سے پہلے آپ کو لا الہ کہنا پڑتا ہے اور لا الہ کہنے سے پہلے آپ کو کسی بھی غیر خدا کو مسترد کرنا پڑتا ہے۔بظاہر یہ سادہ سا کلمہ لگتا ہے مگر عمر اس میں غور وخوض کرتے ہوئے بسر ہو جاتی ہے، تب کہیں جا کر خدا سے آپ نکلتے ہیں اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ تک پہنچتے ہیں۔مجھے ایک لڑکے نے سوال کیا کہ اللہ کو میں کیسے پاؤں؟ تو میری مجلس سے ایک شخص نے کہا کہ ہم نے انہیں محمد رسول اللہؐ کی وجہ سے پہچانا۔اس نے آگے سے طنزاً کہا، میں اگر اللہ کو

Marfat.com

نہ مانوں گا تو اس کی دی ہوئی رسالت کو کہاں سے مانوں گا۔

تو بنیادی بات یہ ہے کہ آپ اس اللہ پر کتنا اعتبار اور کتنا ایمان رکھتے ہیں؟ آج کل مذہب کی سب سے بڑی خامی یہ ہوگئی ہے کہ مذہب ایک سر کٹے بدن کی طرح ہے۔ جس میں خدا کی محبت' خلوص' طلب اور اس کی ہم آہنگی کی خواہش قطعاً موجود نہیں ہے۔ صرف لوگ رسم و رواج میں عبادات کو مذہب کا خاصہ سمجھتے ہیں۔ اسی میں ایک گنجائش پیدا کر لیتے ہیں۔ اس سے میتھوڈسٹ Methodist مولوی پیدا ہوتا ہے جس کو اللہ کی مرضی کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ جب اس کے دل میں اللہ کا انس نہیں ہوگا تو وہ بندوں کے لیے کہاں سے انس پیدا کرے گا۔ اگر بیم و رجا اور خوف سے اور اس کی دوری کے خیال سے اس کا دل خدا کی محبت میں نہ دھڑکے گا تو وہ لوگوں کو کہاں سے احساس قربت دے گا؟ اس وجہ سے مذہب زبوں حال ہو رہا ہے اور سخت گیر اور انتہائی متعصب لوگ تخلیق ہو رہے ہیں۔ بجائے ان نرم خو، اعلیٰ ترین اخلاق کے حامل لوگوں کے، جن میں سے ایک شخص بھی کہیں جاتا تھا تو ایک ملک کو اپنے مسلک پر لے آتا تھا۔ آج تک انڈونیشیا اور ماریشس میں کوئی فوج نہیں اُتری۔ مگر وہاں مسلمان دیکھ کے ایک دفعہ حیرت تو ہوتی ہے کہ ان کے پاس کون آیا تھا۔ وہ صاحب کردار لوگ، وہ اللہ کو ماننے والے لوگ جدھر بھی گزر گئے، ان کا کلچر ہر کلچر سے اعلیٰ ہوگیا۔ ان کی عادات ہر عادت سے بہتر قرار پائی۔ ان کے مشاغل ہر مشغلے سے بہتر ٹھہرے۔ اس لیے کہ خدا نے ان کو تعلیم کا سرٹیفکیٹ دیا ہوا تھا۔ "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" (البینۃ: آیت ۸) اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ نے انہیں تعلیم کا اختیار دے رکھا تھا۔ یہ تبلیغ کے بے مقصد اجتماع نہیں تھے۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ صحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم (الاحکام للآمدی) کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جدھر جائیں گے، لوگ ان سے ہدایت پائیں گے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین میں انہی لوگوں کے مسلک کی نشاندہی ہے اور اسی کو اللہ نے آگے جاری کیا ہے۔ وہ لوگ اس طرح عبادت کرتے ہیں کہ عبادت میں کسی غیر کا خلل نہیں آنے دیتے۔ اللہ کہتا ہے کہ وہ لوگ جو مجھ سے اس طرح مدد مانگتے ہیں کہ کسی غیر کو صاحب مدد نہیں سمجھتے، یہ میرے رسول اور یہ میرے اصحاب تھے۔ آخری آیات انہی لوگوں میں تفریق کرتی ہیں۔ دکھا ان لوگوں کا رستہ، "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" جن پر تو نے انعام کیا، کرم فرمایا۔ جنہوں نے تیرے پیغام کو صحیح سمجھا اور بڑے پیغام کو آگے صحیح پھیلایا۔ جن لوگوں نے راہ راست سے کسی قسم کی ادھر ادھر کی گردش قبول نہیں کی۔ جن کو شیطان اغوا نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن میں صرف عباداتی تسلسل مراد نہیں ہے، ذہنی تسلسل مراد ہے۔ اپروچ کا تسلسل مراد ہے اور نہ کہ ان لوگوں کا رستہ، جو منافقت' بے ایمانی' شرک' کفر، ہر چیز کا شکار ہیں۔

مجھے ابھی جو تھوڑا سا واسطہ لوگوں سے پڑا۔ ان کے معاملات اور ان کی سیاست سے' تو میں بڑی حیرت سے یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کو خیر کے عمل کی پہچان ہی ختم ہوگئی ہے۔ یہ ان لوگوں میں نہیں آتے' "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" رسول اللہؐ کی حدیث مبارک ہے کہ جہنمی وہ نہیں ہے، جو چھوٹے موٹے غلط کاموں میں ملوث ہے بلکہ جہنمی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ خیر اور شر کے کاموں میں تمیز نہیں کرتا۔

Marfat.com

سوالات و جوابات

خدا ایک وہم ہے یا حقیقت؟

سوال: میں محبتِ رسول کو تو تب مانوں کہ خدا کو مانوں۔ آپ کے پاس خدا کے ہونے کی کوئی پختہ دلیل کیا ہے؟

جواب: بڑا معقول سوال ہے کہ میری تمام زندگی اسی سوال کے حل میں گزری ہے اور میں یقین کرنے سے پہلے بے یقین تھا۔ میری خواہش تھی کہ میں کسی مفروضہ یقین کو اپنا اعتبار نہ دوں۔ میں فطرتاً باغی تھا۔ میں سوچتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں اگر عاقل ہوں، ذہین و فطین ہوں، دانشور ہوں تو کیا اللہ مجھ سے کم ہے۔ اگر میرے پاس انکار کے لیے دلائل موجود ہیں تو کیا خدا کے پاس اپنے اثبات کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ مگر میرے محترم جنہوں نے یہ سوال کیا کہ علم ایک Continuity ہے۔ اگر آپ یہ سوال کرتے ہوئے اس درجہ علم پہ فائز ہوں، جہاں ایک مقتدی ہوتا ہے تو آپ کو اس سوال کا جواب نہ دیا جا سکتا ہے اور نہ مل سکتا ہے۔ اگر آپ محقق ہوں، متجسس ہوں' جاننے کی آرزو ہے غور و فکر آپ کا تکیہ ہے تو پھر یقیناً آپ اس دلیل تک ضرور پہنچو گے، جو اللہ نے اپنے لیے عطا کر رکھی ہے۔ مختصراً میں آپ کو جواب دے سکتا ہوں کہ میں نے اپنی تازہ ترین کتاب مقدمۃ القرآن میں صرف خدا کی دلیل واحد کو جمع کیا ہوا ہے۔ اگر اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ کو خدا پر کسی دلیل کی، مزید گنجائش ہو تو میں پھر حاضر خدمت ہوں گا۔ کیونکہ یہ ایک طویل Chapter ہے، لمبی ریسرچ ہے اور یہ ایک کتاب کی شکل میں ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مذہب وہم ہے، وسوسہ ہے یا حقیقت۔ کیا مذہب ضرورتِ انسان ہے یا ہمارا Escape، کیا مذہب افیون ہے، ہمیں کارکردگی سے غافل کرتا ہے۔ یا واقعی کوئی خدا ہے کہ نہیں ہے۔ علم کیا ہے اور عالم کون' عقل کیا ہے اور عاقل کون۔ میں آپ سے ایک جنرل سوال پوچھتا ہوں کہ ہماری زندگی کا دارومدار اگر ہماری اسی زندگی کے ستر اسی سال پہ ہو اور خدا نہ ہو اور ہمیں یہی ستر سال کی زندگی بسر کرنی ہو تو پھر ہم خدا کو کیوں مانیں؟ اپنی زندگیوں پر پابندی کیوں لگائیں؟ ہم اپنے آپ کو محدود کیوں کریں؟ نیکی کا کوئی تصور، کوئی فلسفی، کوئی دانشور، مجھے یہ بتا دے کہ اگر اللہ نہیں ہے تو میں کسی بھی Cultural Aspect سے دی ہوئی Advice کیوں مانوں، میں Traffic کا کیوں احترام کروں۔ مجھے موقع ملے گا۔ میں بتیاں توڑ کر نکل جاؤں گا۔ مجھے ضرورت پڑے گی میں شراب پیوں گا۔ مجھے ضرورت پڑے گی میں کوئی اور خطرناک اور فضول حرکتیں کرتا پھروں گا۔ جب تک میں پکڑا نہیں جاتا۔ یہی میری مرضی ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے لیے احتسابی قوت کوئی موجود ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کوئی بالائی قوت موجود ہے جو میری نگران ہے' کوئی Alien Master ایسا موجود ہے جو ہمیں ہمہ وقت نگرانی میں رکھے ہوئے ہے، جس کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ وہ زندگی اور موت دیتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ قیامت کا مالک ہے اور جنت اور جہنم بھی تقسیم کرتا ہے، تو پھر مجھے سوچنا پڑتا ہے کہ کیا مفروضہ یا حقیقت ہے جسے آپ خدا

Marfat.com

کا نام دیتے ہیں، جو آپ اور میری آزادی کا دشمن بھی ہے مگر میرا پالن ہار بھی ہے جو اس نظام ہستی کو چلا رہا ہے وہی خدا ہے۔ میں عقل کی تمام توانائیاں بھی صرف کر دوں، تب بھی اس کے وجود اس کی گرفت اور اس کی رحمت سے انکار نہیں کر سکتا۔ مجھے ان داعیان عقل و دانش سے سخت گلا ہے جنہوں نے جانتے بوجھتے انسانی تجسس کے بنیادی سوال کو بھول بھلیوں میں الجھا دیا اسی تناظر سے مجھے Jason فلاسفر نہیں لگے، وٹ کانسٹائن، وائٹ ہیڈ، ہیگل، برگساں اور کانٹ کوئی بڑے کہ انہوں نے جانتے بوجھتے بنیادی سوال کو Diversion میں ڈال دیا ہے یہ ان پگڈنڈیوں پر چل پڑتے ہیں جہاں جا کے انسان کبھی واپس نہیں آ سکا۔ خواتین و حضرات رحمٰن اور رحیم اور رحمۃ اللعالمین میں زیادہ جدائی نہیں ہو سکتی۔ رحمت کے جو مظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے، یہ زمانہ آخر کی حدیثیں ہیں قیامت کا دن ہے۔ حشر کا سامان ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ماں بچے میں جدائی ہے۔ زندگی ویران' سانسیں چڑھی ہوئی ہیں جیسے کوئی سکرات میں ہو، ہر آدمی عجلت میں ہے مگر وہ اس وقت حضور یزداں میں عرض کر رہے ہیں' بار بار رو رہے ہیں' منت سماجت فرما رہے ہیں۔ "امتی یارب امتی" (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹) یا اللہ میرے لوگوں کو، میری امت کو عذاب نہ دینا۔ اللہ نے کہا اے محمدؐ جا میں تیری امت کو ضرور بخش دوں گا۔ فرمایا پروردگار نے' حدیث قدسی ہے کہ میں نے دیکھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت کے لیئے بڑے آزردہ خاطر ہیں۔ آپ کو بڑا افسوس ہوتا ہے۔ اب دیکھیے پندرہ سو برس آپ میرا افسوس کرتے ہیں۔ زمانہ آخر کے ایک ایماندار کا آپ افسوس کر رہے ہیں ایک امتی کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افسوس فرما رہے ہیں تو فرمایا اللہ نے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ تو اپنی امت کی خاطر بڑا آزردہ خاطر ہے تو میں نے بھی عہد کر لیا ہے کہ تیری طبیعت میں آزردگی چھوڑوں گا نہیں۔ میں تجھے پریشاں نہیں کروں گا۔ میں یقیناً تیری امت پر مکمل مغفرت اور رحم کی نظر کروں گا تو قیامت کے دن حضور گرامی مرتبت اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں، سفارش پر قائم ہیں۔ مقام محمود پر قائم ہیں۔ اذن ملا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، پروردگار عالم وہ وعدہ یاد کر کہ تو نے کہا تھا کہ اے پیغمبر میں تیری امت کی وجہ سے تجھے آزردہ نہیں چھوڑوں گا تو میری امت تو بہت ساری نظر آتی ہے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا اور جو تجھے اپنا لگے اسے نکال لا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ کے ساتھ جاتے ہیں اور امت کے بہت سارے لوگ رہائی پاتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہوتے ہیں پھر رحمت جوش میں آتی ہے۔ فرمایا اے پروردگار میں دیکھتا ہوں کہ ابھی بھی کچھ میرے لوگ جہنم میں باقی ہیں۔ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا ابھی وعدہ ہے کہ اگر نظر آتے ہیں تو نکال لو۔ پھر جاتے ہیں پھر کچھ لوگ لے کر آ جاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہی غم' وہی دھڑکا' وہی امت، وہی ہم وہی تم۔

گناہ صغیرہ اور کبیرہ میں فرق!

سوال: آپ نے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ مجھے ساری زندگی لوگ عذاب خدا سے ڈراتے رہے آپ نے آج بڑی عجیب سی باتیں کی ہیں۔ آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ نے دو گناہوں کا ذکر کیا ہے کہ بڑے گناہوں سے بچو چھوٹے تو کرو گے ہی۔ یہ بڑے اور چھوٹے گناہ کیا ہیں؟

جواب: یہ قرآن حکیم میں لفظ لم سے ظاہر ہے۔ چھوٹے گناہ وہ ہیں جو Temporary, Casual اور Cursory جانے والے ہیں یعنی خطا ہوئی' تو توبہ ہوئی۔ آپ آگے نکل گئے۔ گناہ پیچھے رہ گئے مگر جب آپ Repeat کرتے ہیں اور احساس زیاں بھی جاتا رہتا ہے وہ گناہ بڑے ہیں۔ قرآن میں ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا "والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنو بهم ومن یغفرالذنوب الا الله ولم یصروا علی مافعلوا وهم یعلمونO" (آل عمران: آیت ۱۳۵) کسی چیز پر اصرار نہ کرو تو اصرار والے گناہ چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔

خدا کے عرفان کے لیے مدت کا تعین!

سوال: آپ نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ خدا کو جاننے کے لیے وقت نکالیں۔ اگر ایک بنیادی ڈگری لینی ہو تو اس میں بھی کم از کم دو سال لگ جاتے ہیں۔ خدا کو جاننے کے لیے کتنا وقت نکالیں؟

جواب: میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ دنیاوی Ph.D کے لیے تو آپ 30 سال وقف کر دیتے ہیں اور اتنی بڑی کائناتی حقیقت کے لیے تین سال بھی نہیں دیتے۔ یہ مجھ پر سوال کرنے کے بجائے اپنے آپ سے سوال کریں کہ ایک دنیاوی روزگار اور ترقی کے لیے آپ تیس سال لگاتے ہیں اور کائنات کی سب سے بڑی حقیقت، عزت اور عظمت کے مالک رب کے لیے آپ کبھی ایک سال بھی پورا نہیں نکالتے کہ توجہ سے قرآن ہی پڑھ لیں، حدیث پڑھ لیں اس کے بارے میں تھوڑا بہت جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ ظاہر ہے کہ یہی وجہ ابتلائے زمانہ کی ہے۔ یہی وجہ زوالِ علم و عرفان کی ہے۔ چلو پچیس سال نہیں کم از کم دو تین سال ہی اگر تم اپنے خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی تفہیم کے لیے وقف کر دو تو انشاءاللہ تعالیٰ العزیز تم فکری طور پر بہتر اور پختہ ہو سکتے ہو۔

وسیلے کی کیا حقیقت ہے؟

سوال: وسیلہ کیا چیز ہے؟

جواب: خواتین حضرات! ایک تو میں نے اس وسیلہ کے موضوع پر پورا لیکچر دیا ہوا ہے اور دوسرا وسیلے کے متعلق لوگوں کے تصورات بہت ہی مختلف ہیں۔ جب آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کے حضور سے غیاب میں رکھا گیا تو تمام کائنات وسیلہ بنی کیونکہ اللہ کی علیحدگی سے پہلے چونکہ سب جنت میں اکٹھے تھے، براہِ راست ایک مکاشفہ تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھنا چاہتا تھا، پسند کرتا تھا تو جب اللہ غیاب میں گیا تو اس نے اپنے اور مخلوق کے تعارف کے لیے وسیلہ تخلیق کیا۔ جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے قرآنِ حکیم میں کہا کہ میں نے انسانوں کو تخلیق کرنے سے پہلے اس میں قوتیں اور وسائل رکھے کیونکہ انسان ان کے بغیر مادی زندگی نہیں گزار سکتا تھا علاوہ ازیں اللہ نے انسان کے لیے جب سے اپنی تعلیم اور رشد وہدایت کے سلسلے کو قائم کرنا شروع کیا تو اس نے پیغمبر کے وجود مسعود کو بحیثیت وسیلہ بنایا تھا تاکہ یہ اللہ کی تعلیم کے وسائل بن جائیں اور لوگ ان کے ذریعے مجھ تک پہنچیں۔ اسی طرح جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! اگر لوگ تیرے پاس آئیں اور میری بخشش طلب کریں تو تُو بھی ان کی بخشش کی دعا مانگے تو ہم معاف کرنے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تمام Institutions تخلیق کیے گئے تو ان میں سے ہر Institution کی سربراہی کسی نہ کسی کے حوالے کی گئی تو اس کا داروغہ مقرر ہوا۔ جنت تخلیق کی گئی تو رضوان کو اس کا حاکم مقرر کیا گیا۔ عرش Create ہوا تو اس کے لیے آٹھ فرشتے مقرر کیے گئے۔ جہاں بھی کوئی آسمانی Institution قائم ہوا تو کسی نہ کسی کو اس کی نگرانی عطا کی گئی انہیں سربراہی اور حکومت بخشی۔ موت پر ملک الموت عزرائیل کو مقرر کیا گیا۔ Message پر جبریل امین کو مقرر کیا گیا۔ رزق پر میکائیل کو مقرر کیا گیا۔ اور قیامت کے دن صور پھونکنے کے لیے اسرافیل کو مقرر کیا گیا۔ اسی طرح خواتین وحضرات جب زمین وآسمان میں رحمت کا Institution قائم ہوا تو رحمت کی سربراہی رحمتہ العالمین کے سپرد کی گئی۔ رحمتہ العالمین کا Institution جب Further تقسیم کیا گیا تو اس میں تین Institution پیدا ہوئے: مقامِ شفاعت، مقامِ وسیلہ اور مقامِ محمود اور یہ تینوں کے تینوں ادارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے۔ بخاری کی حدیث ہے اور یہ حدیث بالکل واضح ہے، اس میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا گیا فرمایا اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ اب ایک معمولی سی عقل کی بات ہے اللہ عطا کرنے والا تو آپ کے سامنے ہی نہیں ہے۔ کہاں سے لینا ہے۔ یہ تو اس نے کہہ دیا کہ دوں گا، مگر کہاں سے لو گے جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جانتے، جب تک ان سے عرض نہیں کرتے ہو، جب تک ان کو وسیلہ نہیں بناؤ گے۔ آپ کو تو اس Institution کا پتا ہی نہیں لگے گا۔ میں امریکہ میں گھوم رہا تھا اور بڑی کوشش کر رہا تھا کہ پتا کروں کہ دفتر کہاں ہے۔ ایک سیکٹر سے دوسرے سیکٹر تک جانے میں بہت مشکل تھی۔ لیکن متعلقہ سے ہوتا ہوا میں آخرکار مطلوبہ سیکٹر یا اپنی منزل مقصود تک پہنچ گیا تھا۔ اسی طرح ہمیں Institution کے Sub Institution کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک مرکز کو جانے والے تمام متعلقہ راستوں کا علم نہیں ہوگا اس وقت تک منزل مقصود تک پہنچنا محال ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت کا ایک فرد بنوکلب کے بھیڑوں کے بالوں کے برابر میری امت کی شفاعت کرے گا اور اصحابِ رسول نے فرمایا کہ ان سے مراد حضرت اویس قرنی کی شخصیت تھی اب میں اپنی بات اس بات پر ختم کردوں گا کہ ہم اللہ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کائنات کیوں بنائی گیا کائنات کھیل کود کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اور یہ مت کہو کہ دنیا میں نے غلط نہیں بنائی ہے۔ اب پتا یہ چلا کہ مقصد کائنات صرف تخلیق کائنات نہیں تھا۔ مقصد یعنی تخلیق کائنات کچھ اور تھا۔ اصول یہ بنا کہ اللہ کے خیال میں آیا کہ میں مخلوق تخلیق کروں کیونکہ اللہ تنہا تھا لہٰذا اللہ نے اپنی پہچان اور تعارف کے لیے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ جب مخلوق کو تعارف کے لیے پیدا کرنے کا خیال آیا تو پھر ان کے ٹھہرنے کی جگہ کا خیال آیا تو زمین بنی، جب زمین بننے کا خیال آیا تو اس کے ماحول کا خیال آیا، پھر اس Constellation کو ترتیب دینے کا خیال آیا جو زمین کو Support بھی دے گی اور زندگی اس کی معاونت کرے گی۔ یہ دو کام ہو گئے تو خیال تھا کہ تخلیقِ کائنات ختم ہو جائے گی۔ بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا کیونکہ آپ سورج کو بھی دیکھ لو سورج بھی تو خلا میں اسی طرح لٹک رہا ہے جیسے زمین تھی تو زمین کو کششِ ثقل کے دائروں سے Constellation میں قید کر لیا اور بڑی مضبوطی سے تھام لیا مگر اس

Constellation کو تھامنے کے لیے Upper Galaxies کا نظام قائم کیا حتیٰ کہ سورج بائیس کروڑ سال پہلے Upper Glaxies کو قطع کرتا ہے Solar Apex کہلایا۔ پھر جب اس Galaxy کو بنایا ہوگا تو یقیناً اس کے چھوٹے چھوٹے Balance کرتے ہوئے پوری کائنات تخلیق ہوتی گئی اگر بنیادی طور پر دیکھا جائے تو زمین کی مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ ساری مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ اس لیے اللہ اپنی مخلوق کو خود ہی غیر معمولی اوصاف عطا کرتا ہے۔ جس کو خدا سے زیادہ آگاہی اور زیادہ محبت ہوگی اللہ اس کو اپنی فیاضیوں اور عنایتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ پھر اللہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ دیکھو میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ میری تعریف کا حق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ کو ہے تو پھر آپ دیکھیے کہ دنیا میں اللہ نے کہا کہ چونکہ احمد نے میری آسمانوں پہ صحیح حق تعریف ادا کیا تو صلے میں، میں نے مخلوق کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف پہ آمادہ کیا۔ جب تعریف پہ آمادہ کیا تو آئینے کے اس رنگ کو اجاگر کرنے کے لیے میں نے زنگ بھی پیدا کیا اور اس کی مخالفت میں کفر بھی پیدا کیا۔ اندھیرے بھی پیدا کیے، ابوجہل بھی پیدا کیے اور میں نے رسالت کے مقام کو اور Maximum جیسے Contrast، Coatradiction اور منافہمتوں سے اس کو سنوارا اور پوری کائنات کا مقصد اگر Mentally، Literally اور Factually دیکھا جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ کی کیا ممکنہ تعریف ہوسکتی ہے۔ نہ میں Romantic ہوں، مگر لگتا ہے کہ اس پوری کائنات کی تخلیق میں اللہ کا وجود ہے اور رب کعبہ کی قسم ہے کہ جب سے کائنات اور اس کی تمام متعلقات تخلیق ہوئی ہیں، کوئی چیز بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔ کسی نبی کی کتاب آپ اٹھا کر دیکھ لیں صحائفِ عیسیٰ، موسیٰ اٹھا کے دیکھ لیں نغمہ ہائے سلیمان اٹھا کے دیکھ لیں، نغماتِ داؤد اٹھا کے دیکھ لیں صحائفِ شش دیکھ لیں اور ساری مخلوق کا ذکر دیکھ لیں۔ کسی نبی نے خدائے واحد کا اس طرح ذکر نہیں کیا۔ اس کی اہمیت اس طرح اجاگر نہیں کی اور اسے اپنا بھرپور خلوص اور نیاز نہیں بخشا جیسا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ نے پیش کیا۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے عمرانی حقیقت ہے اور یہ اسلامی حقیقت ہے بلکہ ابھی آپ کے پاس وہ سارے ذخائر موجود ہیں۔ اگر اللہ ہے تو اللہ یقیناً ہے۔ تو وہ اپنے بندے سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ سے زیادہ کسی پہ مہربان نہیں ہوسکتا اور یقیناً اس کی مہربانی کے توسط سے ہمارے نصیب بھی جاگ سکتے ہیں کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے ناتے سے ہمیں ایک بات کا فخر ضرور حاصل ہے کہ ہمارا رسول وہ رسول ہے جسے اپنے سے زیادہ اپنی امت کی فکر ہے۔ جسے اپنے سے زیادہ اپنے لوگوں کا غم تھا۔ ایسا پیغمبر بھی زمانے میں نہیں گزرا پیغمبر حالانکہ عیسیٰ الصلوٰۃ والسلام نے کہا۔ موسیٰ نے کہا۔ اس نے بہت انہیں سمجھایا یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ "اعوذ بالله ان اکون من الجاهلين O" (البقرۃ: آیت ۶۷) ان جاہلین کی ان افعال سے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ نے کہا یا اللہ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ جب تک میں زندہ تھا جو تو نے پیغام دیا میں نے ان تک پہنچا دیا۔ اب میں ان میں نہیں ہوں اب میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ نے اپنی امت سے کبھی واسطہ نہیں توڑا بلکہ جب ایک مرتبہ بخشش کے لیے گئے اور امت رہا ہوئی۔ دوسری مرتبہ گئے اور امت رہا ہوئی۔ تیسری مرتبہ گئے تو امت کو رہائی نصیب ہوئی تو چوتھی مرتبہ پھر گئے اور کہا کہ اے میرے پروردگار تو نے تو میری ساری امت

Marfat.com

کی رہائی کا وعدہ فرمایا تھا۔ میں تو اب بھی اپنے کچھ امتی جہنم میں دیکھتا ہوں اور اللہ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے جو تجھ سے وعدہ کیا پورا کیا اب یہ تیرے امتی نہیں ہیں۔ اب جہنم میں صرف وہی لوگ باقی ہیں جنہیں کتاب نے روک رکھا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے مجھے سرے سے رب تسلیم ہی نہیں کیا اگرچہ ان کے نام مسلمانوں والے تھے مگر انہوں نے کبھی خدا کو خدا نہیں مانا اور تجھے رسول نہیں مانا۔ اب صرف وہ لوگ جہنم میں باقی ہیں جنہیں کتاب نے علیحدہ رکھا ہے۔

Marfat.com

اسلام اور سائنس

اگر آپ مجھ سے یہ سوال کریں کہ دنیا کس درجہ سائنسی اکتشافات تک پہنچے گی اور پوری نسل انسان کہاں تک ترقی پذیر ہوگی؟ کون سی ایسی ایجادات یا کون سی ایسی منفرد تخلیقات ہیں، جہاں تک حضرت انسان پہنچے گا، تو میں قرآن و حدیث سے اس کا آسان اور مکمل جواب دے سکتا ہوں۔ اس لیے کہ بنیادی طور پر سائنسز اور مذہب میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ سائنسز حصول علم کے لیے کسی شخص اور کسی کردار کا تعین نہیں کرتیں۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ فزکس کا ایم ایس سی کرنے کے لیے کوئی مخصوص کردار چاہیے یا یہ دیکھا گیا ہو کہ میڈیکل سائنسز میں پہلے ایک بندے کا روزہ دار ہونا، سچ بولنا اور اس کا متقی اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے۔ تمام سائنسز Amoral اور Secular ہیں۔ Amoralist اس کو کہتے ہیں، جو نہ Immoral ہو اور نہ Moral ہو۔ اس کے برعکس نسل انسان میں شعور اخلاق، زندگی کا قرینہ، معیشت، معاشرت اور معاشرے کو آگے بڑھانے کا سب سے پہلے عمل مذہب نے شروع کیا۔ اسی کے توسط سے غار کا انسان ایسکلیٹر تک آ پہنچا۔

جوں جوں انسان کو اپنے آپ سے شعور آگہی نصیب ہوئی اس کا ڈیٹا بڑھتا گیا۔ اس کے تکبرات ذات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو تنہا سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مجھے پروردگار عالم نے پوری کائنات میں یکتا و تنہا اور مالک و مختار پیدا کیا۔ میری حکومت ذرے ذرے پر محیط ہے۔ وہ اپنے سوا کسی دوسری ذات کا تصور نہیں کر سکتا۔ مجموعی طور پر تمام انسان خود پسند ہیں۔ نرگسیت کا شکار ہیں۔ لیکن اللہ فرماتا ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ انسان تنہا نہیں ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ دنیا پہلی ہے اور نہ آخری ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم تنہا نہیں ہو۔ میرے کارخانہ قدرت میں تم جیسی اور دنیائیں بھی ہیں۔ تم جیسے اور لوگ بھی ہیں۔ اللہ یہ کہہ رہا ہے "ھو اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلھن" (الطلاق: آیت ۱۲) اللہ تو وہ ہے، جس نے سات آسمان پیدا کیے اور اسی طرح کی سات زمینیں بھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے سات زمینیں پیدا ہونے کے بعد بھی ان میں انسان نہ ہو۔ کیا یہ ضروری ہے؟ اس خطرے کو بالکل ختم کرنے کے لیے ساتھ ہی اللہ نے فرمایا و یتنزل الامر بینھن ان تمام زمینوں پر ہمارا امر اترتا ہے۔ یعنی قرآن اترتا ہے لتعلمو تاکہ تم جان سکو ان اللہ علی کل شئی قدیر کہ ہم کتنی بڑی قدرت والے ہیں۔ تم کتنے مختصر احاطہ عقل میں ہو اور اس مختصر سے احاطہ عقلی سے تم اپنے آپ کو کتنا بڑھا چڑھا کر خیال کرتے ہو؟

دنیا کو ہمیشہ مبالغہ آمیزی سے تباہی ملتی ہے۔ اس وقت جب حضرت انسان نے اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش

Marfat.com

کیا۔ جوابدہی کا احساس کھو دیا اور وہ ڈیٹا کھو دیا، جو واضح طور پر کسی حسابی، مادی یا فلکیاتی ڈیٹا سے نہیں ملتا تھا اور وہ ڈیٹا، جو پانچ حواس سے آگے جا کر اتنا ریفائن ہو جاتا ہے، جسے آپ سائنس دان ہی سمجھ سکتے ہیں کہ بہت ساری ایسی چیزیں، جنہیں نظر نہیں دیکھتی، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کے اثرات دیکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ نظر نہیں آتا تھا، تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ لوگ خدا پر غور وفکر نہ کرتے؟

ایک بنیادی سوال، جو ہر انسان کو اپنی زندگی میں پیش آتا ہے، یہ ہے کہ میں آزاد ہوں یا میں غلام ہوں؟ مجھے یہ سوال اپنے آپ سے کرنا ہے کہ مجھے اپنی زندگی غلامی سے یا آزادی سے گزارنی ہے؟ اگر انسان کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور اگر وہ آزاد ہے تو یہ تمام احساسات جو آپ اس وقت رکھتے ہیں، وطنیت اور دین سے وابستگی اور اخلاقیات کے جذبے، یہ تمام مذاق ہو کے رہ جاتے ہیں۔ تشکیک ہمیں بتاتی ہے کہ پھر آپ کی آزادی میں حائل کوئی اخلاقی، غیر اخلاقی، مادی، غیر مادی کوئی تصور ہوگا، تو وہ آپ کا خبط اور بیماری بن سکتی ہے، آپ کی صحت نہیں بن سکتی۔ مگر کیا انسان یہ چاہے گا نہیں کہ ایک حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے اسے یہ پتا تو لگے کہ میں آزاد ہوں، تو کیوں ہوں؟ میں غلام ہوں تو کیوں ہوں؟

ایک اصولی بات ہے کہ اگر اللہ ہے، تو ہم آزاد نہیں ہیں۔ تو کیا انسانی آزادی کا سب سے بڑا دشمن اللہ نہ ٹھہرے گا؟ میں جو اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اپنے ملک، اپنے طریقۂ کار اور اپنی فکر سے دنیا کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ میں جو اپنے مفاد کو عزیز تر رکھتا ہوں، کیا میرے نزدیک میری جوابدہی میں سب سے بڑی مخالفت اللہ نہ کرے گا؟ میں پھر اس اللہ کو دوست کیسے سمجھ سکتا ہوں؟ یہ بڑا ضروری سوال ہے کہ کیا میں یہ سوچوں گا کہ اگر مجھے اپنی آزادی کو ترک کرنا ہے تو کسی ایسی حقیقت کے لیے ترک کروں، جو ہو۔ ایسی حقیقت کے لیے ترک نہ کروں، جو میرے خیال اور میری دنیا میں کچھ اثر نہیں رکھتی۔

کون سا خدا ہے جو میرے جھوٹ بولتے وقت مجھ پر اثر انداز نہیں ہوتا؟ وہ کون سا خدا ہے جو مکر وفریب میں مجھے منع نہیں کرتا ہے، جو آپ کی زندگی میں ہمہ تن جاری وساری ہے اور منافقانہ طرز خیال کی طرح ہے، جو کبھی آپ کے نفس میں حائل نہیں ہوتا؟ وہ کون خدا ہے؟ جسے آپ مانتے ہو، اور یہ کون سا خدا ہے، جو اقعی وجود رکھتا ہے؟ اگر آپ واقعی کسی خدا پر یقین رکھتے ہیں تو خدا آپ سے جہالت کی توقع کیسے رکھ سکتا ہے؟ اندھے عقیدے سے زیادہ اندھی کوئی چیز نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس اللہ کو آپ ماننے والے ہیں، جس سے آپ سوال کرنے سے گھبراتے ہیں، جس کے بارے میں سوچنے سے آپ کو خوف آتا ہے، جس کا تصور آپ کے لیے خوف ودہشت کی علامت بن جاتا ہے، کیا وہ اللہ بھی آپ سے یہی چاہتا ہے؟ یہ سوال تو بڑی دور کی بات ہے۔ اس کے لیے جو جستجو کرے گا، ڈھونڈے گا، تلاش کرے گا، آپ دیکھیے تو سہی، وہ تمام یورپ کے فلاسفر، جو خدا کے خلاف ہانکتے دیکھے گئے ہیں، آپ کے پاس ان میں سے کسی ایک ایسے فلسفی کی شہادت ہے کہ اس نے بیس سال خدا کو تلاش کیا ہو۔ جیسے اس نے کسی حسابی فارمولے کو کیا ہے؟ جیسے اس نے اپنے کسی فزیکل وجود کو کیا ہے اور اس کے بعد وہ آپ کے پاس آیا ہو اور شہادت دی ہو کہ میں نے بہت تلاش کی، بہت ڈھونڈا

Marfat.com

مگر افسوس جتنی ریسرچ الیگزینڈر فلیمنگ نے ایک کلچر پر لگائی اور پنسلین ایجاد کی، جتنی کہ ڈبل ہیلک پر واٹسن نے لگا دی ہے۔ اتنی محنت کسی انسان نے خدا ڈھونڈنے پر نہیں لگائی۔ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ یہ کتنی بڑی حقیقت ہے کہ ایک چھوٹی سی گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کے لیے پچیس تیس سال گزر جاتے ہیں اور اللہ کی تلاش میں ہم ایک احمقانہ تصور اور ایک معمولی سے ان پڑھ آدمی کی کریڈیبلٹی پر یقین رکھتے ہوئے ابتدائی فیصلے کر کے یا اس کے خلاف اعتراض کرتے ہیں یا اس کے حق میں بیانات دیتے ہیں۔

یہ ایک لازمی بات جو اللہ میاں انسان کو سکھاتا ہے کہ دیکھو! میں نے تم سے پہلے قوموں کو اس لیے تباہ کیا اور میں نے اہل کفر کو اس لیے برا نہیں سمجھا کہ وہ میرا انکار کر رہے تھے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے انسان کو امانتِ عقل و شعور دے کر اس کے ساتھ اسے ایک ہلکا سا چوائس بھی دیا اور کہا کہ میں زمین یا آسمانوں پر تیرے اُس وقت تک رزق خیال کی بندش نہیں کروں گا، جب تک تم اپنی عقل و شعور کو مکمل طور پر استعمال کرنے کے بعد انا ھدیناہ السبیل پورے شعوری فکر کے ساتھ یہ فیصلہ نہیں کرتے اما شاکراً و اما کفوراً چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کردو۔

یہ اللہ کیا زبردستی آپ سے ایمان چاہتا ہے؟ اس کی تو بنیاد ہی اس عطاو بخشش اور اس عقل و شعور پر ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے تکبرات ذات اور تکبرات انسان میں اضافہ ہے اور آپ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم بڑی محترم مخلوق ہیں۔ ہم Homo sapiens باقی لوگوں سے کتنے مختلف ہیں۔ ہم باقی جانوروں سے اس لیے وصال، تعلق، رشتے اور ناتے پسند نہیں کرتے کہ ہم ان سے مختلف ہیں اور مختلف صرف عقل و شعور کے حوالے سے ہیں۔ یہ عقل و شعور اللہ کے نزدیک اس کی عطاو بخشش کے صرف ایک بنیادی مقصد کے لیے ہے کہ انا ھدینا السبیل اما شاکرا و اما کفورا چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کردو۔ اللہ اہل کفر کو بار بار ایک طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم سوچنے سمجھنے والے ہوتے اور اگر تم غور و فکر والے ہوتے تو تم کبھی میرا انکار نہ کرتے۔

آج کا سائنسدان سب سے زیادہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ جو حقائق کی Sense اس میں ہے، جس سائنسی نہج اور جس نقطۂ نظر سے وہ اپنا ڈیٹا پرکھتا ہے، اگر خدانخواستہ کتاب حکیم پر یہ جائزہ لگا دیا جائے یا یہی معیار لگا دیے جائیں تو شاید ان معیارات پر قرآن پورا نہ اترے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ قرآن کو اس ڈیٹا اور معیار پر پرکھے اور اس پر سائنسی رویہ استعمال کیے بغیر آپ قرآن پڑھ کر اوٹ پٹانگ ایمان رکھ لیتے ہو مگر یہ جرأت خیال نہیں کہ اللہ کا کتنا بڑا دعویٰ ہے جو عقل و شعور کو بار بار استعمال کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو میں تھوڑی سی کوشش کر کے اسی عقل و شعور سے کام لے کر جس سے میں فزکس میں پی ایچ ڈی کرتا ہوں یا ایک اعلیٰ ترین جینٹک سائنس کو کوالیفائی کرتا ہوں، اسی انسٹرومنٹ کے ساتھ میں ذرا قرآن پڑھ کے کیوں نہ دیکھوں، مگر ایسا نہیں ہوتا۔

اب ذرا قرآن کی سن لیجیے۔ مذہب اوپر سے ایک ایسے دعوے کے ساتھ آتا ہے، جس دعوے سے وہ انسان کا اعصابی نظام لرزا دیتا ہے۔ سائنس اور مذہب میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ سائنس میں آپ کو کریکٹر ڈیولپ نہیں کرنا پڑتا۔ آپ کے جذبات سائنسی نتائج میں شامل نہیں ہوتے۔ دو جمع دو چار ہی رہیں گے۔ چاہے آپ جذباتی ہوں، غصیلے یا متکبر ہوں۔ چاہے بیوی سے لڑ کر آئے ہوں یا طلاق یافتہ ہوں۔ چاہے آپ کسی قسم کی اداسی کے شکار ہوں، دو جمع دو پانچ

Marfat.com

نہیں ہو سکتے۔ شاید آج کل ہو سکتے ہوں، نئے فارمولوں کے تحت مگر میں عمومیت کی بات کرتا ہوں کہ دو جمع دو آپ کے جذباتی احساس سے نہیں بدلیں گے لیکن جب بھی آپ خدا کی سائنسز کو جائیں گے، یہ اتنی نفیس سائنس اور ٹیکنالوجی ہے کہ سائنسز انسانی جذبات کو سائنس کو سائنس نہیں کہہ سکی۔

دوسری طرف جو اصحاب فکر خدا ہیں، ان کو یہ پتا ہے کہ تمام احساسات انتہائی نفیس سائنسی توانین کے تحت ہیں۔ اسی لیے اسلامی مذہب کے کسی ماہر یا کسی صوفی کو پتا ہے کہ میرا ذرہ سا احساس کمتری، میری ریڈنگ بدل دے گا۔ میرا ذرا سا غصہ اللہ کے بارے میں میرے احساس اور ریڈنگ کو تبدیل کر دے گا۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ سائنس اور مذہب کے تفوق میں، ان کے مابعدالطبیعات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جونہی آپ کی شخصیت کی کوئی جہت تبدیل ہوتی ہے، آپ کے اللہ اور تصوف کے بارے میں نظریات اور توجیہات تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ذرا سا آپ کا شخصی انہاک، انوالومنٹ، ذرا سی کمتر افزائش آپ کے نتائج خراب کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس سائنس میں ایسا نہیں ہوتا۔ چاہے آپ اخلاق میں بدترین کردار کے مالک ہوں، اس کے باوجود آپ سائنس میں پی ایچ ڈی ہو سکتے ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں آ کر ایک ایسی نفاست مذہب میں آتی ہے کہ سائنس دان زیادہ سے زیادہ وجدانی درجے پر پہنچتا ہے۔ اس میں پہلا مرحلہ جبلت کا ہے۔ دوسرا تعقل اور تیسرا وجدان کا ہے۔ جبلت کے معاملے میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ جب ہم اس درجہ حیوانیت سے آگے بڑھتے ہیں، پڑھتے لکھتے ہیں۔ دانشورانہ اقدامات سوچتے اور غور و فکر کرتے ہیں اور اپنی اس ذہانت کو ہم ڈیٹا مہیا کرتے ہیں تو ہم ایک داخلی Intellect تعبیر کرتے ہیں جسے آپ تعقل کہتے ہیں، غور و فکر اس سے ہے۔

غور و فکر ہمیشہ کسی نہ کسی ڈیٹا پر استوار ہوتی ہے اور عقل اور آپ کا یہ حساس ترین کمپیوٹر اس سوال کا جواب دینے سے بالکل انکار کر دیتا ہے جس کا ڈیٹا اس کے پاس نہیں ہوتا۔ میں ایک شخص سے پوچھتا ہوں کہ جنگ پلاسی کس سن میں لڑی گئی۔ وہ مجھے آسانی سے جواب دے گا کہ میں نے جنگ پلاسی پڑھی ہے، مجھے سن کا پتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذہن اس بات کا جواب نہیں دیتا جس کا ڈیٹا آپ اسے مہیا نہیں کرتے۔ اگر اس کا ڈیٹا بیس بہت وسیع تر ہو تو یہ باہمی مربوط سیلولر لائٹ کے توسط سے اسی ڈیٹا کے ذریعے آپ کو جوابات مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر جس چیز کا ڈیٹا نہیں، اس کا جواب کہاں سے آئے گا، Logical Pisitivists نے سب سے بڑا اعتراض خدا کی ذات پر یہی کیا تھا کہ جس اللہ کا کوئی ڈیٹا موجود نہیں تو وہ Nonsense ہے۔ جس کا سنس ڈیٹا ہی کوئی نہیں ہے، وہ نان سنس ہے۔

عصر جدید میں کم از کم پانچ بڑے علوم کی شاخوں نے جو اللہ پر اعتراض کیے، وہ سارے اس کے انکار پر مبنی ہیں مگر ان میں سب سے بڑا جو اعتراض آیا وہ Positivists کا تھا کہ اللہ کا کوئی ڈیٹا موجود نہیں لیکن ان کی نظر 365 صفحے کی کتاب پر نہیں گئی۔ اتنا بڑا قرآن حکیم جس کے ایک ایک صفحے پر یہ اعلان ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ میرا ہے۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" (الحجر: آیت ۹) کہ ہم نے اس کو نازل کیا اور اس کا ایک ایک لفظ ہم نے گن گن کر دیا۔ اس لیے کہ قرآن اور دوسری کتابوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس کی زبان اور اس کا معیار انسان کے خاتمے تک ہے۔

اب یہ ضروری بات تھی کہ ایسی کوئی کتاب زمانوں کے اثرات سے آزاد ہوتی۔ اس کتاب کی زبان زمانوں کے اثرات سے آزاد ہوتی۔ پندرہویں صدی کی Chaucer کی انگلش ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ زبان کیسے بدلتی ہے اور کتنی بدلتی ہے۔ یہ

Marfat.com

انگریزی کی ماں ہے۔ بیسویں اکیسویں صدی میں اتنی انگریزی بدل جائے گی کہ آج سے پانچ سو برس پہلے کی انگریزی بھی آپ کو قطعاً سمجھ نہیں آئے گی، حیرت کی بات تو ہے۔

مگر کیا بات ہے قرآن حکیم 15 سو برس پہلے کی زبان میں ہے۔ کمال کی بات ہے کہ جسے اس وقت کا عربی دان شخص سمجھتا تھا، اسے آج کا ان پڑھ بھی سمجھتا ہے۔ یہ اس کتاب کی زبان کا ایک عظیم ترین معجزہ ہے کہ آج عربی بھی اسی سطح پر تجریدی ہو گئی ہے مگر قرآن کی زبان سمجھتے ہوئے کبھی کسی کو کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ کیا دعویٰ ہے اللہ کا کہ ہم نے اس کو ذہن انسان کے لیے سہل کر دیا۔ آپ کا بچہ بوڑھا ہر آدمی قرآن کو پڑھتے ہوئے ایسے لگے گا کہ یہ میرے دل کی بات ہے میرا سائیکلک شعور مجھے بتائے گا کہ میں پندرہ سو برس سے یہ آیات سنتا چلا آ رہا ہوں اور یہ میرے لیے بڑی سہل ہیں۔

اس کے علاوہ بھی اللہ میاں نے بہت بڑے بڑے دعوے کیے ہیں۔ اگر آپ کو دشواری ہے۔ خدا پر غصہ ہے۔ آپ کی آزادی کا وہ حریف ہے تو کوئی نہ کوئی دعویٰ تو آپ کو توڑنا ہی پڑے گا۔ اللہ میاں کو دیکھیں کہ کتاب شروع کرنے سے پہلے عجیب وغریب بات کہہ گیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ کوئی نیچرل سائنسز، سپر سائنسز اور سائیکالوجی کے ماہرین ہوں گے۔ دنیا بڑی آگے چلی گئی۔ دعوے کے ساتھ چلی گئی۔ دنیا نے ایسے علوم میں معرفت حاصل کر لی، جو سو برس پہلے ناپید تھے۔ اس کے باوجود خداوند کریم یہ فرماتے ہیں الم ذالک الکتب لا ریب فیہ آپ نے کبھی غور کیا کہ اتنی بڑی کتاب کو اتنا منفی بیان سے شروع کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟

کتاب شروع کرنے سے پہلے دو طریقے ہیں مثبت Response دو یا منفی بیان دے دو۔ مثبت ادعا یہ ہے کہ "ذالک بان اللہ نزل الکتاب بالحق" (البقرۃ: آیت ۱۷۶) یہ وہ کتاب ہے جسے میں نے سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اللہ نے ایسے نہیں کیا۔ حضرت انسان کے شکوک وشبہات، اس کی تحقیق، اس کی جستجو، اس کے ذہن میں اٹھتی ہوئی وہ تمام تمنائیں، خیال وہ فریب، جن سے مل جل کر ایک ایسا متشکک آرڈر پیدا ہوتا ہے کہ انسان کہتا ہے، میں نہیں مانتا تیری قدرت کو۔

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا

میں تیری اس بات کو نہیں مانتا۔ میں تجھے خدا ہی نہیں مانتا۔ خدا اسے یہ نہیں کہتا کہ نہ مان۔ اسے کہتا ہے کہ اے جاہل مطلق! اے کم عقل فریب ذات میں الجھے ہوئے Intellectual الم ذٰلک الکتب لا ریب فیہ۔ یہ وہ کتاب ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ ہے تو نکال لو۔ اور اگر آپ بغیر تحقیق وجستجو قرآن پڑھیں گے تو آپ اللہ پر کوئی احسان نہیں فرما رہے۔ اس لیے کہ اللہ میاں نے پہلے انسانوں کی قسمیں بنائیں۔ اس کے بعد انسانوں میں سے جانوروں کی قسمیں بنائیں پھر جانوروں میں سے بدترین جانوروں کی قسمیں بنائیں اور فرمایا "ان شر الدوآب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلونO" (الانفال: ۸-۲۲) کہ بدترین جانور انسانوں میں وہ ہیں، جو غور وفکر نہیں کرتے۔ اندھے اور بہروں کی طرح میری آیات پر گرتے ہیں۔

یہ آج کے آدمی کا خوف ہے۔ آج کا آدمی اعتقاد اور دین چاہتا ہے۔ اس کو اللہ پر اندھا اعتقاد ہے کہ کہیں تو

بھاگ کے جاؤں گا۔کوئی جھونپڑا ہو، جس میں گھس سکوں۔ وہ اللہ کو نہیں جانتا۔اللہ کے خیال سے انس رکھتا ہے۔ یہ اس کی فراریت ہے۔ یہ اللہ اس کا اصلی اللہ نہیں ہے۔ بڑی بڑی سفارشیں لڑائیں، کام کیے، کام نہیں بنا تو اس نے کہا، باقی ذرائع تو دیکھے۔ سنا ہے، کوئی اللہ بھی ہے۔ چلو ادھر چلے چلتے ہیں پھر دو چار دن تہجدیں پڑھیں۔ الٹے سیدھے ہوئے۔ تو بہ کی، جب کام نہیں ہوا تو کہا کہ اللہ بھی دیکھ لیا۔ یعنی یہ از غیر متغیر اسباب میں سے اللہ بھی فرار اور چھٹکارے کا ایک ذریعہ ہے، جو ہر انسان نے اپنے لیے بنا رکھا ہے۔ اس کی عملی، قلبی، ذہنی انوالومنٹ اللہ کے ساتھ نہیں ہے۔

ادھر اللہ میاں یہ فرما رہے ہیں کہ دیکھو ''لیھلک من ھلک عن بینة'' جو ہلاک ہوا، وہ دلیل سے ہلاک ہوا ''ویحیی من حی عن بینة'' (الانفال: آیت ۴۲) جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ ''ان اللہ سمیع علیم'' اللہ تو سوچنے سمجھنے والا ہے۔ اللہ ڈرانے والا نہیں ہے، اللہ میاں نے کائنات صرف اس لیے بنائی تھی کہ وہ چاہتا تھا، اس کائنات کی تخلیق کی کوئی داد دے۔ اس کی خلاقیت کوئی سراہے۔ اب آپ غور کیجیے کہ وہ آدمی کیا داد دے گا، جو ان پڑھ دیہاتی بیٹھا ہوا ہے۔

ایک دفعہ میں چکوال ایک مشاعرے میں چلا گیا۔ آنے والے اصحاب میں سے ایک دو بکریاں بھی ساتھ لے کر آ گئے۔ اب وہ اچھل اچھل کر داد بھی دے رہے تھے۔ فارسی میں ایک مصرع ہے کہ

تحسین ناشناس وسکوت سخن شناس

کہ جاننے والے کی چپ اور نہ جاننے والے کا شور وغل یہ دونوں چیزیں کسی تعلیمی ادراک کے لیے موزوں ہوتی ہیں۔

خداوند کریم اگر ان پڑھ، اندھے اعتقاد والے سے داد چاہ رہا ہوتا پھر تو اس کے کارخانۂ قدرت میں صرف معجزات ہی ہوتے مگر ایسا تو نہیں ہوا۔ وہ تو یہ چاہ رہا تھا کہ کنت کنزا مخفیا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں اکیلا ہی تو تھا۔ تنہا وارث کائنات تھا۔ نت نئی چیزیں تخلیق کر رہا تھا۔ نئے نئے افسانے تراش رہا تھا۔ کیا کیا داستانیں بنا رہا تھا اور میرا یہ خیال تھا کہ کوئی تو ہو، جو میرے اس افسانے کی داد دے۔ ان کائناتوں کی داد دے۔ یہ جو میں سات کائناتیں بنا کے بیٹھا ہوں۔ کوانٹم اور اور اضافیت کے پیٹرن اور سپر ملٹی ڈائی مینشنل کائناتیں بنا کے بیٹھا ہوں۔ ان کی مجھے بھی تو کوئی داد دے۔ تو اس نے کہا کنت کنزا مخفیا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ فاحببت مجھے اس بات کی چاہت ہوئی کہ کوئی مجھے داد دے۔ کوئی مجھے اپنے مالک کائنات اور اپنے کائنات کے رب کی طرح پہچانے۔ ان اعرف میرا تعارف حاصل کرے ''فخلقة: الخلق لیعرفونی'' تو میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔

آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا ملتا نہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ شاید آسان ترین حقیقت ہے، جسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے آج تک اللہ سے زیادہ قریب تر کوئی ایسی حقیقت نہیں دیکھی، جسے آپ ذرا سے رویے سے پا سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو کوئی تہجدیں کثرت سے نہیں پڑھنا پڑھتیں۔ آپ کو کوئی مشقتیں نہیں کرنا پڑتیں۔ چلۂ معکوس نہیں، مراقبۂ قبر نہیں۔ یعنی الٹا بالکل نہیں لٹکنا پڑتا۔ اس کے دو چار نقاط ہیں اور وہ بڑے سادہ سے ہیں۔ زین للناس حب الشھوت میں نے آپ سارے لوگوں کو کچھ چیزوں کی رونق بخشی ہے۔ من النسآء عورتوں سے والبنین اولاد سے

والقناطير المقنطرة ساز وسامان سے من الذهب والفضة سونے چاندی سے والخيل المسومة والانعام والحرث گھوڑے گاڑیوں سے ذالک متاع الحيوة الدنيا ایک اچھی گاڑی ٹویوٹا کرولا، جو ہماری زندگی کے خواب ہیں، دو چار اچھے صوفے سیٹ قناطير المقنطرة بچوں کی اچھی تعلیم اور پھر اچھا گھر، اچھی بیوی بچے۔ کہتا ہے کہ ذالک متاع الحيوة الدنيا یہ ساری متاع دنیا ہیں۔ اگر آپ ان کو ترجیح دو گے تو یہ ترجیح تمہاری غلطی ہوگی، کیوں؟ کیونکہ تمہارا لفظی اعتقاد عملی اعتقاد نہیں ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ خدا ملے مگر ان چیزوں کے بعد پہلے اچھے ماں باپ مل جائیں، پھر اچھی بیوی یا خاوند مل جائے۔ پھر اچھے بچے مل جائیں۔ پھر زندگی کے لیے ایک خوبصورت اچھا سا گھر مل جائے۔ اس گھر میں بڑے خوبصورت صوفے لگے ہوں۔ پھر ایک شاندار کار بھی ہو۔ یہ سلسلہ خواہشات انسان 'وما الحيوة الدنيا الا لعب و لهو" (الانعام: آیت ۳۲) "قل متاع الدنيا قليل" (النساء: آیت ۷۷) وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور" (الحدید: آیت ۲۰) یہ Vanity Fair میں جاتا ہے۔ اس میں یہ خیال رکھتے تلک امانی خیال بڑھتے بڑھتے ایک صحرائے سراب تخیل بن جاتے ہیں، جس میں سے انسان کبھی باہر نہیں نکلتا۔ خدا آپ کو کبھی بھی نہیں مل سکتا۔

اللہ نے بڑی سادہ سی شرط رکھی ہے۔ وہ کہتا ہے، یار! خود سوچ کر بتا دو کہ کیا پرائم منسٹر چپڑاسی کی کرسی پر آ کر بیٹھے۔ میں تخلیق کار ہوں۔ میں کائنات کا خالق ہوں۔ اگر تم مجھے چاہتے ہو، تو ذہن کو ایک ہلکا سا فور برین دے دو۔ یہیں سے سارے فیصلے ہوتے ہیں۔ یہ فور برین ہی آپ کے تمام خیالات پر حکومت کرتا ہے۔ اعمال کو کنٹرول کرتا ہے۔ صرف ایک ڈکٹیشن دے دو، صرف ایک سادہ سی ڈکٹیشن کہ میری ایک ہی ترجیح اول میرے ذہن کے تجسس کی ہے اور وہ صرف خدا ہے۔ اللہ میاں باقی ساری غلطیاں کروں گا، مگر میں ایک ذہنی غلطی کبھی نہیں کروں گا کہ میری زندگی کی ترجیح اول صرف اور صرف تو ہے اور اس کے بعد باقی ترجیحات کو مرتب کرتا چلا جاؤں گا۔

آج اگر اللہ ہماری مدد نہیں کر رہا ہے۔ اگر اس نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اگر اللہ مسلمان پر توجہ نہیں دے رہا۔ خدا کی قسم معجزے تو گر رہا ہیں۔ یہ تو آپ کے پاؤں سے پھوٹے اور آپ کے ذہن سے نکلے ہیں۔ آپ کی انگلیوں سے تو سنت رسول کا چشمہ پھوٹا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کی ترجیحات درست نہیں ہیں۔ انفرادی لوگوں کی ترجیحات درست نہیں ہیں۔ ہم زیادہ توجہ کم ترجیحات کو دیتے ہیں اور کم ترجیح، ترجیح اول کو دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا المیہ امت مسلمہ کو درپیش ہے کہ ہم مذہب کی پرستش کر رہے ہیں۔ رسم و رواج اور مکاتب فکر کی پرستش کر رہے ہیں مگر وہ اللہ جو بنیاد ہے اس پر توجہ ہی نہیں دے رہے، آپ کو پتا ہے مذہب کس کے لیے ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ مذہب میں شریعتیں بدلتی رہیں۔ شریعت موسوی اور شریعت عیسوی اور تھی۔ شریعت شعیب اور نوح اور تھی۔ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہے مگر ایک بنیادی مقصد آدمؑ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جو مشترک رہا۔ کبھی مذہب سے نہیں گیا۔ وہ شناخت پروردگار ہے۔ خداوند کی آگہی پانا ہے۔ ہر مذہب پیدا ہی اس لیے ہوا کہ جب کسی انسان کے دل میں شعوری کسک اپنے مالک کی اٹھے۔ جب ایک صحرائے بسیط میں تنہا مسافر اپنے اردگرد کسی رستے کا نشان نہ پائے اور جبراً اپنے قلب سے آزردگی کے ساتھ ناسٹلجیا کے تحت آسمان کو دیکھے تو توقع کرے اور دعا کرے کہ کوئی تو یہاں میرا مالک، میرا کریم، میرا

Marfat.com

مہربان ہو جو مجھے رستہ دکھادے تو تب اللہ کی خواہش سینے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ پروردگار عالم آپ کی دہلیز پر آپ کا منتظر کھڑا ہوتا ہے۔ آپ کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

آغاز و انجام میں ہر آدمی خدا کی آگہی اور خدا کی محبت پا سکتا ہے اور یہ اس نے اگر نہ رکھی ہوتی، تو کبھی آپ سے نہ کہتا کہ اگر تم مجھے پانا چاہتے ہو تو تم سے صرف دو چیزیں طلب کرتا ہوں "لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون" (البقرۃ: آیت ۱۰۴) چھوٹی چھوٹی محبتیں میرے لیے ترک کر دو۔ مجھے بڑی محبت دو، مجھے اپنی زندگی کی بنیادی طلب بناؤ۔ میں ہی تمہارا رب ہوں۔ میں ہی تمہارا خالق ہوں۔ میں ہی تمہیں فتح و نصرت سے آشنا کرنے والا ہوں۔ مجھے ترجیح دے کے پھر دوسری چیزوں کو ترجیح نہ دو۔ باقی ساری چیزیں میں نے تمہیں دینی ہیں۔ کم تر کو کم تر سمجھو اور ٹاپ کو ٹاپ سمجھو۔ اگر تم نے مجھے چاہنا اور مجھے پانا ہے تو پہلے وہ تمام محبتیں میرے لیے ترک کر دو جو تمہیں میرے سوا ہیں۔

اور دوسری اپروچ کی بات ہے۔ خوف اور دہشت سے نہیں، ڈر کے نہیں بلکہ خدا نے فرمایا "فاذا قضیتم مناسککم" جب تم کام کاج ختم کر چکو تو پھر فاذ کروا اللہ کذکرکم ابآنکم او اشد ذکراً" (البقرۃ: آیت ۲۰۰) تو مجھے ایسے یاد کرو، جیسے آباؤ اجداد کو کرتے ہو، او اشد ذکرا ذرا زیادہ کرو تاکہ مجھے پتا چلے کہ تم ہر تعلق سے زیادہ میرا تعلق چاہتے ہو۔

پھر اللہ کہتا ہے کہ جب سے میں نے "ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض و اذ انتم اجنۃ فی بطون امھاتکم" (النجم: آیت ۳۲) تمہاری ماؤں کے بطن میں تمہیں رکھا، اس وقت سے تمہیں جانتا ہوں۔ میرے سامنے مقدس کبھی بھی نہ بنو "فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی" (النجم: آیت ۳۲) میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کتنے متقی ہو؟ ہاں! میں نے کمپیوٹر میں یہ درج کیا ہوا ہے کہ اگر تم میں شعور رکھا تو خطا بھی رکھی یعنی خطا کو سیکھنے کا پیٹرن بنایا۔ خطا، گناہ یا غلطی جہاں ایک طرف انسان میں پچھتاوے کا احساس دیتی ہے، اس کی سزا لکھی جاتی ہے، دوسری طرف ہر خطا کے پیٹرن میں سیکھنا اللہ نے لکھا ہے۔ اگر آگ سے ہاتھ جلتا بھی ہے تو اس کے بعد آپ کا تجربہ یہ کہتا ہے کہ آئندہ کبھی ننگا ہاتھ آگ میں نہیں ڈالیں گے یعنی وہ ایک طرف سیکھنا بھی ہے تو خطا کو اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی انسان کے انجام کی خبر نہیں دی بلکہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا ذہن کبھی گنہگار نہیں ہوتا۔ جس نے توبہ کی، وہ گنہگار نہیں ہے، وہ مغفرت کا طلب کرنے والا ہے۔

اسی طرح خداوند کریم نے فرمایا کہ "الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم" (النجم: ۳۲) جس نے بڑے بڑے گناہوں سے احتراز کیا یا پرہیز کیا، چھوٹے چھوٹوں پر تو وہ ٹھہرے گا ہی نہیں۔ کیا مزے کی بات ہے۔ لمم کہتے ہیں، چھوٹے چھوٹے وقفے یا عرصے کو۔ لاطینی فلسفے میں Sphinx کی ایک میز ہوتی تھی۔ اس میز میں اس نے بڑی جادوگری اور سحر کی بھول بھلیاں بنا رکھی تھی۔ اس میں ہیرو جاتا، وہ اندر جا کے گم ہو جاتا، باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ جب وہ باہر نکلنے لگتا تو قنطور جو بیٹھا ہوا جن تھا، اسے کھا پی جاتا۔ بے شمار ہیرو آئے اور وہ اس میز میں کھو گئے۔ آخر تھیسئین ہیرو اس میں گھسا تو وہ بے چارہ بڑا پریشان تھا۔ رستے میں اسے ایک چھوٹی سی لڑکی ملی۔ اس نے کہا کہ دھاگے کی ساتھ ریل لے جاؤ اور شروع میں اسے باندھ دینا۔ جب میز کے سنٹر میں تو پہنچ جائے، تو دھاگا لپیٹنا شروع کر دینا۔ پس تو آرام سے

Marfat.com

واپس آجائے گا۔ایک بہت بڑا مسئلہ جو صدیوں سے لوگوں کی تباہی و بربادی کا باعث بنا رہا،ایک ننھی سی لڑکی نے اسے سلجھا دیا۔
واپسی کا راستہ ہمیشہ عزیز ہونا چاہیے اور مسلمان کی واپسی کا راستہ صرف اور صرف اللہ ہے۔توبہ رجوع ہے، واپس پلٹنے کا رستہ ہے۔ یہ ہر بھول بھلیوں سے انسان کو نکال کر لے جاتا ہے۔علامہ اقبال نے کہا کہ مسلمان کا یہ حال ہے جب جوان ہوتے ہیں تو بڑے سرکش،تند و تیز، انکار کرنے والے اور بڑے جارحانہ عزائم والے ہوتے ہیں۔کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں۔مشرق و مغرب کو پامال کر دیتے ہیں۔مگر جب ذرا دھوپ ڈھلتی ہے،عمر ذرا گلنے سڑنے لگتی ہی پھر ان کو اللہ کا خیال آتا ہے،محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آتا ہے۔پھر یہ مدینے کی گلیاں ڈھونڈنے کے چکر میں ہوتے ہیں۔بچوں کو مدبرانہ سبق دے رہے ہوتے ہیں۔اقبال نے بڑے خوبصورت شعر میں کہا کہ یہ مسلمان اس پرندے کی طرح ہے جو صبح سویرے دانا دنکا چگنے بہت دور نکل جاتا ہے۔جب شام پڑتی ہے تو پھر اسے اپنا گھونسلا یاد آتا ہے۔

چوں آں مرغ کہ در صحرائے ہر شام
کشاید ہر دو فکر آشیانہ

سوالات و جوابات

قیامت کیسے آئے گی؟

سوال: قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ میں نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے ہیں۔کیا ان سات زمینوں اور آسمانوں میں قیامت ایک ہی وقت میں آئے گی؟

جواب: ہاں صاحب خیال یہ کہتا ہے کہ جیسے سات زمینوں میں ہو سکتا ہے قیامت جو ہے Relative time میں ایک ہی ہو۔ایک اس طرح ہو کہ At a time جیسے کسی اور یونیورس اور ہماری یونیورس کے اوقات میں بڑا فرق ہے لیکن عین ممکن ہے یہ اسی طرح وقوع پذیر ہو۔میں آپ کو اس معجزے کی مثال دیتا ہوں۔ "اقتربت الساعة وانشق القمر" (القمر: آیت ا) وہ ساعت قریب آئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔تو پتا یہ لگتا ہے کہ ساعت یہ تھی کہ انگشت مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑی ہوئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا مگر ایسے زمین پہ ہوا۔مگر اس سے پہلے It might have taken about five to ten lac years. کہ جب دو ستاروں کے برابر کشش چاند پہ پڑ رہی ہوگی اور آثار بن رہے ہوں گے کہ دونوں اس Level of position میں آگئے کہ دونوں نے اسے اپنی طرف کھینچا بھر پور کشش کے ساتھ اور ادھر اس کا دیکھیے آیت کہہ رہی ہے کہ وہ ساعت قریب آئی ادھر وہ ساعت قریب آئی۔ادھر یہ انگشت مبارک کھڑی ہوئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔تو بالائے کائنات کے اصول اور ہمارے اپنے ذاتی اصول بڑے Different ہیں بلکہ اگر آپ اپنی زمین کو دیکھیں

This is most unnatural existence in the universe.

یہ زمین ہے اگر کائنات کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو Most Unnatural ہے اور ہمارے نقطہ نظر سے دیکھو تو کائنات ہمیں ایک Immence حد تک ایک ظالمانہ اور سرکشانہ رجحانات کی حامل نظر آتی ہے جو ہمیں زندگی کا کوئی چانس نہیں دیتی مگر جس نے بھی یہ دنیا بنائی ہے اگر ایک لاکھ میل سورج دور لے جاتا تو ہم فریز ہو جاتے یا ایک لاکھ میل ہمارے قریب آ جاتا تو ہم جل جاتے۔ قدرتی بات ہے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ یہ زمین جو ہے ایک مستقر ہے۔

"ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین" (البقرۃ: آیت ۳۶) اس پہ ہم نے کچھ عرصہ ٹھہر کے کچھ مقاصد کی تکمیل کرنی ہے۔ اور پھر اسی دور کا حصہ ہو جانا ہے جو بلین آف ائیرز سے جاری ہے۔ اور بلین آف ائیرز تک آگے بڑھے گا۔ قیامت اور ٹائمنگ Relative ہیں۔ اگر آپ قرآن حکیم کو اور فلاسفہ مغرب کو دیکھیں تو بڑا اختلاف ہے خدا کے نزدیک تمام ٹائم ہے اور ہمارے دنیا کے جتنے بھی فلسفہ خیال ہیں ٹائم کو Infinite مانتے ہیں لیکن قرآن حکیم میں آپ کہیں بھی وقت کا ذکر Infinite کے معنوں میں دیکھتے ہیں "الی اجل مسمی" (ہود: آیت ۳) اور اس کو ایک بنیاد بنا کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام ہو سکتا ہے یہ ضروری بھی نہیں ہے۔ میرا اپنا یہ خیال ہے کہ اس سے پہلے بھی یونیورس گزر چکی ہیں۔ اس لیے کہ ابھی تک جو اس یونیورس کی زندگی متعین ہوئی ہے پندرہ بلین ائیرز ہے۔ پندرہ بلین ائیرز، اور ابھی Latest تھیسز کے مطابق، اس یونیورس سے ببل یونیورسز ایشو ہو رہی ہیں۔ ببل یونیورسز اب جو سائنسدانوں کا آخری تھیسز ہے وہ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس یونیورس کے علاوہ اور یونیورسز ہیں اور ان کا نام انہوں نے ببل یونیورسز رکھا ہے۔ اب پندرہ ارب سال ہماری اس دنیا کی 14 پوائنٹ Some-thing کی عمر ہماری زمین کی عمر چھ ارب سال ہے۔ Maximum 5.4 بلین ائیرز ہے۔ لامحالہ اگر ہم پیچھے ہٹ کے دیکھتے ہیں تو کم از کم تین دنیاؤں کی جگہ بنتی ہے۔ میرے نزدیک یہ انٹرنل پراسیسنگ ہے۔ اس میں کبھی قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت آتی جاتی رہے گی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "کل من علیہا فان" (الرحمٰن: آیت ۲۶) اور قرآن ایک کوڈ ہے، لوح محفوظ سے اترا ہے مگر لوح محفوظ میں قرآن کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، کیونکہ ہمیں جو حدیث ملتی ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن لوح محفوظ درج تھا پھر لوح محفوظ سے قرآن کو اتارا گیا تو Conduct of law تو قرآن ہے۔ ساری کائناتوں اور ساری زندگیوں پہ Code of conduct قرآن ہے۔ ٹائمنگ اپنی اپنی ہو سکتی ہے۔

I cant be very sure, I am not God

خدا کی پہچان فراق میں ہے۔

سوال: ہم اللہ سے محبت کیسے کریں؟ اس کا مناسب ترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: میں نے عرض کیا تھا بیچ میں رک گیا باتیں اللہ کی ایسی طویل و عریض ہوتی ہیں کہ ادھر سے ادھر جاتا ہوں تو میں آپ سے کہہ رہا تھا سب سے پہلے Argument ہوتا ہے۔ دوسرا Step اس Argument کو Maintain کرتا ہے اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے کتاب پڑھو، قرآن پڑھو، قرآن پڑھنے سے اوامر نواہی سے واقفیت حاصل ہو جائے گی آپ جان جائیں گے کہ اللہ کو کیا پسند اور کیا ناپسند ہے۔

Marfat.com

نیچرلی آپ کو خدا کی مرضی پسند ہے تو آپ وہ کام Avoid کریں گے۔ جو مجھ سے انگلینڈ میں ایک لڑکے نے پوچھا کہ یہاں مجبوراً کبھی کبھی سور کھانا پڑتا ہے تو آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کھالو۔ کہنے لگا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں نے کہا کھالو بھائی کوئی حرج نہیں، کہنے لگا اللہ نے منع نہیں کیا ہوا۔ میں نے کہا اللہ سے محبت ہے تو نہ کھاؤ۔ اصولاً دیکھا جائے تو ہمیں پہلے انس اور خیال کو Determine کرنا پڑتا ہے کہ What do we seek. اگر آپ یہ کہو کہ مجھے مذہب چاہیے تو میں تو مذہب کا متلاشی ہوں۔ میں تو ایسی کوئی پابندی پسند نہیں کرتا۔ اگر خدا نہ ہوتا میں نے آپ کو شروع سے ہی کہا تھا کہ میرا یہ Basic Question ہے کہ میں آزاد ہوں کہ میں غلام ہوں اور میری آزادی میں تو حائل ہی اللہ ہے. Why should I believe some-body جو میری آزادیاں Curtail کرتا ہے۔ مجبوراً سوچ سمجھ کے میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا میں نے اللہ کو مان لیا چلو اللہ کو مان لیا اب ماننے کے بعد بھی ایک چوائس رہ جاتی ہے۔ میں اس کی طرف جاؤں کے اس سے پرہیز کروں تو اس کی طرف جانے کے عمل کی میں وضاحت کروں اور جانے کا عمل صرف ایک ہے اور خداوند کریم کہتا ہے سارے خوف سے دہشت سے نہیں، میں صرف محبت والا ہوں اور مجھ سے محبت کرنی ہے تو کرو، اور اگر ڈرنا ہے تو کسی اور اللہ کو مان لو "فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبآئکم" (البقرۃ: آیت ۲۰۰) مجھے اس طرح یاد کرو جیسے Belongings کو کرتے ہو، آباء کو کرتے ہو، اولاد کو کرتے ہو محبوبوں کو کرتے ہو اب بتائیے یہ یاد کیسی ہوتی ہے۔ کیا یہ نفرت اور خوف کی یاد ہوتی ہے۔ پھر تو میں کہوں گا کہ اللہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر کے یاد کرو لیکن اگر خدا یہ چاہتا ہے کہ جیسے تم اپنے عزیز ترین لوگوں سے محبت کرتے ہو، اس سے بھی بڑھ کر مجھے ذرا زیادہ یاد کرو۔ دیکھو یہاں ذرا زیادہ سختی ہے کہ جب تک تم ہر محبت کو میری محبت پہ فوقیت نہیں دو گے میں نہیں ملوں گا روٹھا ہوا اللہ ہے میں نہیں ملوں گا "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (آل عمران: آیت ۹۲) تم برات حاصل نہیں کر سکتے، میں تمہیں نہیں مل سکتا جب تک کہ تم میرے لیے اپنی تمام محبتوں کو قربان نہ کر دو۔ اب بتائیے یہاں تو جیلسی کے معاملات ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ سے ہم کیسے محبت کریں How۔ کہتا ہے ویسے ہی جیسے آپ لوگوں کا زندگی میں خیال ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے نہ ہو۔ اگر محبوب سامنے نہیں ہوتا اسے کیسے یاد کرتے ہو، وہ تو چھت پہ، کھڑکی میں، بازار میں، گلی کوچوں میں اور ہر جگہ یاد آتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خداوند کریم کہتا ہے کہ مجھے بالکل اسی طرح یاد کرو "فاذکرو اللہ قیاما وقعودا و علی جنوبکم" (النساء: آیت ۱۰۳) کھڑے کرو، بیٹھے کرو، کروٹوں کے بل کرو، چلتے پھرتے کرو۔ میں تو تمہاری یاد چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ یاد کے بغیر محبت کا کوئی امتحان نہیں ہے، کوئی یقین نہیں ہے۔ اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ دس آدمیوں میں سے آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو آپ دس کو جدا کر دو جو زیادہ یاد آئے گا اسی سے محبت ہوگی۔ اب چونکہ خدا سامنے نہیں ہے اور خدا کی پہچان ہی فراق میں ہوتی ہے۔ اس لیے خدا کہتا ہے کہ سامنے ہوں یا غائب مجھے یاد کرو تو بڑی بات ہے "اتل ما اوحی الیک من الکتاب" کتاب پڑھو، قرآن شریف پڑھو، "واقم الصلوٰۃ" نماز قائم کرو "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر" یہ تمہیں فحش اور منکر سے روک دے گی "ولذکر اللہ اکبر" (العنکبوت: آیت ۴۵) مگر میری یاد تو بہت بڑی بات ہے، بہت بڑی بات! یہ حسین ہے نا، خوبصورت ہے نا "ان اللہ جمیل یحب الجمال" اللہ خوبصورت ہے، وہ کہتا ہے یار کس چھوٹی موٹی خوبصورتی کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔

Marfat.com

جو ہم دیکھتے ہیں یہ Sanctioned Beauty ہیں۔ حواس خمسہ میں قید ہونا آپ آنکھ سے آگے نہیں نادیکھ رہے، ہاتھ سے آگے نہیں ناچ کر رہے، حواس خمسہ سے آگے بڑھو گے تو آپ کو Refined Beauty کا احساس ہوگا۔ اگر کسی شعر کا وزن خراب ہو Rhyme اور میٹر خراب ہو تو کسی سٹینڈرڈ کی وجہ سے پتا لگتا ہے یا ذہن میں کوئی قدر ہوتی ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ خیال کیسا ہے۔ جس کو ذوق یا شعور کہتے ہیں۔ یعنی حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ذوق اور شوق کا اظہار لفظوں کی ادائیگی اور طرز ادا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

کھلتا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے
سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

تو خداوند کریم آپ کو اس معمولی ذوق کی استطاعت سے آگے Ultimate refined beauty تک بڑھاتا ہے۔

You have to be continued where lies the real touch of beauty and where lies the ultimate refined beauty

خوبصورت آدمی کیسے اپنے آپ سے دوسروں کو ڈرائے گا اس کو تو Appreciation چاہیے۔ اللہ کو اپنی تعریف چاہیے، اپنے لیے محبت چاہیے تو وہ ڈرائے گا تو نہیں نا وہ تو Attract کرے گا۔ یہ تو بدقسمتی کی بات ہے کہ خدا کے اجارہ دار بڑے بدصورت ہیں۔

I have never seen, you see.

یہ Advertising کا زمانہ ہے اور ایک اچھی Advertising کمپنی کا کمال یہ ہے کہ بدترین چیز کو Salable کر دیتی ہے اور کائنات کی سب سے بڑی Value کو اتنے واہیات ایڈورٹائزر ملے ہوئے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے کوئی اپنے سینے میں خدا کا انس نہیں پال سکتا۔ اب دیکھیے میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں، یہ بال ہیں، جہاں بھی آپ یہ بال دیکھو گے یہ حسن کے لیے ہیں۔ گنجے مرد اور گنجی عورتیں کیسی لگیں گی، یا گنجے جانور ہی کیسے لگیں گے Look at those people اب ان بالوں کو سنوارنا ہی رسم محبت ہے، رسم رسول ہے، قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے، "یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد" (الاعراف:۳۱) نمازوں کو جاؤ تو زینت کر کے جاؤ، اب مردوں کی زینت اور کیا ہے کہ بال خوبصورت بنے ہوئے ہوں، اچھے ہوں ڈاڑھی ہو تو سنوری ہوئی ہو، میں ہزاروں لوگ دیکھتا ہوں کہ ایک بے ڈھنگی ڈاڑھی رکھی ہوتی ہے۔ پوچھو کیوں۔ جی یہ پہلی ڈاڑھی ہے، آپ بوڑھے ہو چلے ہیں لیکن ڈاڑھی پہلی ہی چل رہی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ وہ مرد کا حسن بنے اور اس سے اس کی خوبصورتی کی نشاندہی ہو لیکن انہوں نے اس کو حسن اور دلکشی کے بجائے ایک .General symbol of ugliness بنایا ہوا ہے۔ دنیا میں تہذیب و اخلاق کے حوالے سے سب سے پہلی کتاب جو معاشرے کے آداب پر لکھی گئی ہے، وہ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی ہے، جس میں

Marfat.com

Mannerism کا بنیادی تصور ہی مسلمانوں نے دیا ہے۔ اب بھی آپ یورپ کی فلموں میں جو لوگ دیکھتے ہیں، میاں بیوی کے درمیان آتے جاتے جو خلوص کا اظہار ہو رہا ہے، kiss ہو رہا ہے، آپ کو پتا ہے حدیث کیا ہے۔ علامہ تتاری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی چار بیویاں تھیں اور ایک بیوی کو حضرت سے اتنا انس تھا کہ وہ دروازے تک آتیں، رخصت کرتیں اور ان کو بوسہ دیتیں، یہ جو آپ کو آج کا کلچر نظر آ رہا ہے یہ اصل میں بڑا پرانا کلچر ہے۔ ان مسلمانوں کا کلچر ہے جنہوں نے معاشرے میں محبت اور انس کی بنیاد رکھی۔ جنہوں نے انتہائی خوبصورت اخلاقی مناظر پیدا کیے اور اتفاق سے دیکھیے ابھی اس کی تعلیمات کرپٹ نہیں ہوئی تھیں، وہ قرطبہ اور بغداد سے ہوتی ہوئی یورپ چلی گئیں اور ادھر سے ہو کے پھر ہم تک پہنچیں۔

And we are decadent not only in our culture in the proper understanding of Islam, religion attitudes.

ہم اتنے بدصورت مسلمان ہیں کہ ہم میں اللہ کے حسن کی کوئی جھلک نہیں پائی جاتی۔ ہم ایک ہزار برس مغرب میں رہیں تو کوئی ہمارے کردار سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ ایک ٹریجڈی کی بات ہے۔ اب آپ دیکھیے کہا جاتا ہے کہ میں نے پانچ ہزار مسلمان کر دیے۔ میں اس دن بڑا حیران ہوا کہ مسلمانوں کے کیا عجیب و غریب احمقانہ سے دعوے ہیں۔ ایک جماعت نے دعویٰ لکھا ہوا تھا کہ ہم نے پانچ ہزار امریکن مسلمان کر دیے، ایک دوسری جماعت کا میں نے دعویٰ پڑھا کہ ہم نے گیارہ ہزار جاپانی مسلمان کر دیے، اب میرا اندازہ یہ ہے کہ چلیے مسلمان ہونے کی تعداد تو پانچ ہزار ہے مگر وہ ہندو راجنیش جو گیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پانچ لاکھ پیروکار ہو گئے، دوسرا ایک فراڈ یا بڈسٹ گیا اس کے دس لاکھ پیروکار ہو گئے، ایک تیسرا گیا، اس نے اتنے مخلص لوگ پیدا کیے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں نے اس کے کہنے پر خودکشی کر لی Look at those people. اپنی بیزاری اور مجبوریوں کے ہاتھوں وہ کوئی بھی strange cult قبول کر لیتے ہیں۔

This is not the sign of spreading of Islam at all.

میں نے وہاں امریکہ میں دیکھا ہے۔

Mostly they are not Muslims at all.

آپ بیس لاکھ کالے حبشیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور وہ اپنا پیغمبر ایلیجا محمد کو سمجھتے ہیں۔ ان میں بالکل ایک Small سا Fraction ہے چھوٹا سا جو مائیکل جیکسن کی وجہ سے مسلمان ہیں میں ایک میں مجلس گیا وہاں ایک یہودی ناچ کود کر رہا تھا، مائیک ہاتھ میں، اچھل کود کے ادھر جاتا ادھر جاتا اور میں نے ایک مسلمان سے پوچھا کہ یہ کون ہے، کہنے لگے جی یہ اورینٹلسٹ ہے جسے مستشرق کہتے ہیں اور اس نے اب بڑی ریسرچ کی ہے اور آج یہ ہمیں اسلام پر ایک لیکچر دینے کے لیے آیا ہے۔ تو میں نے کہا حضرت آپ پندرہ سو برس سے مسلمان ہیں لیکن آپ کو اسلام سمجھ نہیں آیا تو اس کو پندرہ سال میں کیسے سمجھ آ گیا یعنی وہاں کا مسلمان اپنی اسلامی تربیت کے لیے اپنی جستجو اور ذہن کو نہیں استعمال کر رہا۔

Academics جو they are trying to use these foreign talents.

میں ان سے بھی گئے گزرے ہیں، نیچرلی ایک انٹرمکسنگ کی سی کیفیت پیدا ہو رہی ہے اور اصلی اسلام کے

Marfat.com

بجائے بہت جلد عجیب وغریب سا ایک ملغوبہ بن رہا ہے جس کا نہ یہ پتا لگتا ہے کہ یہ کرسچین Religion کی ڈیپارٹمنٹ ہے یا اسلام کا حلیہ بگڑا ہوا ہے۔ البتہ اس قسم کا اسلام وہاں موجود ہے کہ ایک دفعہ ایک ہوٹل میں ڈاکہ پڑا۔ یہ ڈاکہ حبشیوں نے ڈالا تھا وہاں ایک عورت حجاب میں تھی وہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا سسٹر تم ایک طرف ہو جاؤ تم مسلمان ہو ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ بس یوں سمجھئے کہ حجاب نے اسے فائدہ دیا۔ وہ حبشی چونکہ کالے مسلمان تھے تو وہ اسے چھوڑ گئے اور باقیوں کو لوٹ کے چلے گئے You See ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی مرضی کا قرآن حاصل کریں میں نے وہاں ایک عجیب بات دیکھی کہ

All the women ask me one question اور بڑا عجیب اور بڑے طنطنے سے میرے ساتھ لڑتی تھیں۔

Why God has allowed four marriages to the man, why can't we marry four men.

میں نے کہا جو چاہو کرو مگر مسئلہ میرے ماننے کا تو نہیں ہے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ ایک امریکن Constitution کو مانتے ہو، میں نے جتنے امریکنز سے بات کی They hated the taxes ایک امریکن نے مجھ سے کہا، پروفیسر

We hated the British becaue of taxes, we revolted against them because of taxes. Why should we pay taxes to this stupid government.

تو میں نے کہا. In spite of all that you still pay یہ ضروری نہیں کہ کسی انسان کی ساری باتیں آپ کے Individual مقاصد کو پورا کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا قرآن میری مرضی کے مطابق ہو۔ بہت ساری چیزیں ایسی بھی ہوں گی جو شاید میرے مزاج کے مطابق نہ ہوں۔ شاید اس میں کچھ ایسے قوانین ہوں جو مجھے اچھے نہ لگیں تو پھر کیا آپ یہ کریں گے کہ اپنی مرضی کے قوانین ایڈووکیٹ کر دیں گے اور باقی قرآن اور اللہ کو نہیں مانیں گے۔ یہ جس نے اللہ کو مانا، جس نے قرآن کو مانا، وہ اگر ایک آیت کا بھی انکار کریگا تو وہ اللہ کو نہیں مان رہا ہوگا۔ This is what we have to learn this اسی لیے خدا کہتا ہے کہ "یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ" (البقرۃ:۲۰۸) اے لوگو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہ دس ہزار سسٹم اس میں شریک نہ کرو پھر تمہیں اسلام کے اصل کمفرٹس کا پتا لگے گا۔ میں آپ کو ماڈرن مثال دیتا ہوں میں نے طلاق کا قانون دیکھا ہے، سیکنڈ میرج کالا دیکھا ہے۔ اس سے بدترین قانون عورت کے خلاف کوئی نہیں بنا، اس ملک میں By Nature ہماری عورتیں Possessive ہیں

They will never allow their husbands to marry second time.

بہت فساد کھڑے ہوتے ہیں۔ خالی عورت کی بات نہیں ہوتی۔ پوری فیملی دوسری فیملی سے ناراض ہو جاتی ہے۔ ایک ملک دوسرے ملک کے ساتھ جنگ آزما ہو جاتا ہے۔ اچھے بھلے انسان کی مٹی پلید ہو جاتی ہے یا ایک اچھی بھلی عورت Suffer کر جاتی ہے۔ اس کا حل انہوں نے یہ رکھا کہ عورت سے اجازت لو، ورنہ تین مہینے جیل جاؤ ایک آدمی اسی جرم کی

Marfat.com

پاداش میں جیل چلا گیا اور عورت نے اسے

She has not allow to her husband to merry.

تو نیچرلی رزلٹ کیا رہ جاتا ہے Divorce رہ جاتا ہے۔ Divorce سے تو مرد کو کسی نے نہیں روکا۔ لہٰذا اگر وہ اجازت نہیں دیتی تو مرد کے پاس ایک رستہ ہر وقت کھلا ہے کہ وہ اسے Divorce کردے۔ اچھی بھلی چار چھ بچوں کی ماں جس کا کوئی آسرا نہیں ہے۔ جس کا کوئی مناسب روزگار نہیں ہے۔ اس کو وہ Divorce کر دیتا ہے۔

And of this law particularly is creating biggest harm in this country.

کہ بے شمار عورتیں اس لیے بیوہ ہو گئیں کہ

Mentally they would not allow their husbands to marry with another woman

اور اس کے نتیجے میں اتنی طلاقیں ہوئی ہیں کہ یہ اجازت لینے والا قانون محض ایک مضحکہ خیز قانون لگتا ہے۔

Still we see, we say. If you are!

اگر آپ نے کچھ کرنا تھا عورتوں کے لیے ان کے تحفظ کے لیے اگر ایک آدمی دو شادیاں کر سکتا ہے تو پھر آپ سے کہا جاتا ہے کہ ان کو 50% دو، کیوں دو؟ 50% ایک عورت کے چار بچے ہیں۔ ایک تم نئی سے شادی کر رہے ہو

Why one should not understand its not the 50%

مگر اصولاً دیکھا جائے تو اس عورت کو 80% بچے بھی تو باپ کی ذمہ داری ہے،

But we commit justices in the name of God. we commit justices in the name of law.

اور یہ ہماری حرکات اس معاشرے کے عدم استحکام کا باعث ہیں۔ اللہ خود ہی تو کہتا ہے کہ ہمیں جیسے اللہ پر یقین رکھنے کا حق ہے، ہم اس پر ایسا یقین نہیں رکھتے۔ اور ہمیں اس کی عبادت کرنے کا حق ہے ہم یقیناً ایسی عبادت نہیں کرتے لیکن وہ اس کے باوجود بھی ہم کو برابر بخشتا رہتا ہے۔ وہ ہم پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

گناہ کی بنیاد نفس یا شیطان؟

سوال: گناہ کی بنیاد کیا ہے نفس یا شیطان؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ شیطان ایک کاشتکار کی طرح ہے جو ایک زمین پر کاشت کرتا ہے اور دیکھیے ایک دفعہ شیخ جنید نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ تم اس زمین کی طرح ہو جاؤ جس پر نیک و بد سب ایک طرح سے چلتے ہیں۔ تو ہمارا نفس جو ہے بنیادی جبلتوں کا ایک پیکٹ ہے، ایک مجموعہ ہے، اس میں حیوانی جبلتیں پڑی ہوئی ہیں Acquired جبلتیں ہیں سو Facilities ہیں Intellect ہے، وجدانی کیفیت ہے مگر بنیاد جو ہے حیوانی جبلتوں پر ہے۔ تو حیوانی جبلتیں ساری کی ساری Aggresive ہیں اور یہ بار بار Influence کرتی ہیں۔ ہمارے اخلاق و کردار کو کہیں نا کہیں اور دیکھیے

Marfat.com

شیطان یہ دیکھتا ہے کہ غصہ تو اس میں ہے۔ Aggressive ہے مگر آدمی بڑا شریف ہے تو وہ انتظار میں رہے گا۔اس کی جس پر اس کو غصہ آئے اور جونہی اسے کوئی ایسا Chance ملے گا وہ فوراً اس میں بیج کاشت کر کے اسے کسی نہ کسی فتنے کی نذر کرے گا۔ Weakness

خواتین وحضرات! Possible ہے کہ شیطان ایک جگہ قائم نہیں رہتا۔ اگر آپ اسے یہ کہو کہ وہ بار بار ایک ہی چیز سے حملہ کرے تو وہ نہیں کر سکتا۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک طرف سے آپ کو مار نہ پڑی تو دوسری طرف سے آجائے گا۔ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی Trial کرتا رہتا ہے کہ کہاں سے یہ مرتا ہے اور کہاں سے یہ جیتا ہے اور دوسری بات اس کے پاس Filing بڑی لمبی ہے۔ آدم سے لے کر آج تک وہ بڑے Efficient Department کا مالک ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ وہ ایسے ہی آئے گا اور آپ کو بہکائے گا۔ ایسا نہیں ہے۔

He has a Complele invincible system.

ملک اور ڈیپارٹمنٹ اس کے Servants ہیں، خدمت گذار ہیں، الماریاں لگی ہوئی ہیں فائلیں لگی ہوئی ہیں، فرض کرو کہ اس نے مجھے بہکانا ہے تو اُوٹ پٹانگ طریقے سے نہیں بہکائے گا۔ وہ کہے گا کہ اس نالائق نے میرا بڑا نقصان کر دیا میں لوگوں کو اللہ سے اغوا کر رہا تھا۔ یہ انہیں واپس ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہے تو ذرا اس کی فائل نکال کر لاؤ تو میری طبع اور Temper کی پچھلی ساری فائلیں نکالے گا، پھر دیکھے گا کہ کہاں کہاں سے احمد رفیق نے مار کھائی ہے۔ پھر وہ تمام حربے مجھ پر آزمائے گا، ادھر میں بھی کچھ چالاک ہوں' میں بھی Strategy کے بجائے اس کو یہی سمجھتا ہوں تو کامیاب ہے مگر میری بغل میں بھی شیطان کے لیے چھری رہتی ہے۔ تو یہ Stratagy بدلتا ہے اور نفس تکرار کرتا ہے۔ نفس Strategy نہیں بدلتا، وہ اڑیل ہے ضدی ہے۔ ایک ہی چیز بار بار لاتا ہے اور اس کو Possession بنا لیتا ہے Obsession بنا لیتا ہے Psycosis بنا لیتا ہے اور Repeat کرتا ہے اور اس کا علاج بھی اس Repetition کو توڑنا ہے اور شیطان اسے Argument دیتا ہے کہ تیری زندگی بے مقصد ہے۔ دیکھیے قبر تک دو آدمی آرام سے بیٹھتے ہیں صوفی یا ذہنی بیمار' صوفی اس لیے کہ وہ بہت سارے لواحق ختم کرآیا ہوتا ہے۔ اس نے زندگی میں Lesser Importances کو Importance نہیں دی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس الیے پر قابو پالیا۔ میرے لیے کوئی چیز Important نہیں اس لیے اس کو کوئی چیز پیچھے نہیں کھینچتی۔ بڑے آرام سے چلتا چلتا جب قبر تک چلا جاتا ہے تو بقول اقبالؒ:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

کیونکہ اس کے پیچھے کچھ نہیں ہے، جس کو چاہے، جس کی رغبت کرے۔ وہ اپنے دل میں اللہ کی محبت کی وجہ سے باقی رغبتوں کو کم کر چکا ہوتا ہے مگر پاگل کو دیکھو وہ اپنے ذہنی گرفت میں، اداسی میں، وہ اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کرتا ہوا، اس کو کسی چیز میں مزا نہیں آرہا ہوتا ہے۔ کسی چیز میں وہ Involve نہیں ہو رہا ہوتا۔ Schizophrenia ہو' Mania ہو' depression ہو' ایک جدائی، ایک علیحدگی اپنی ذات میں حتیٰ کہ شیطان اسے یہ argument دیتا ہے کہ

Life is not worth-living

Marfat.com

اس فضول سی زندگی سے بہتر ہے کہ چلو اگلی دنیا جا کے ٹرائی کریں اور وہ بھی بڑی خوشی سے خودکشی کرتا ہے۔ تمام خودکشی کے کیس اسی طرح کی احمقانہ مثال اور دیوانگی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

عذاب اور آزمائش کا فرق؟

سوال: انسانوں پر جو مسائل آتے ہیں، کیسے پتا چلتا ہے کہ خدا کی طرف سے امتحان ہے یا سزا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات: یہ بڑا مناسب سوال ہے۔ قرآن بڑی وضاحت سے کہتا ہے کوئی ایسی تکلیف نہ ہوگی عذاب ایسا مطلوب نہ ہوگا جس سے بچنے کی امید نہ رہے۔ یہ پانچ Heads ہیں ان سے ہم لوگوں کو تھوڑا تھوڑا آزمائیں گے مکمل نہیں۔ لہٰذا مکمل تکلیف تو شاید عذاب ہو مگر تھوڑی تھوڑی، ہلکی ہلکی تکلیف آزمائش ہے۔ مگر ہلکی آزمائش میں کچھ ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ خدا یہ مناسب سمجھے کہ اگر کسی کے دس بچے ہیں تو ان کے ماں باپ سے ایک بچہ لے کے دیکھوں۔ اگر کسی کے تین گھر ہیں تو چلو ان میں سے ایک گھر تباہ و برباد کر دوں کہ کیا کرتا ہے۔ تو عذاب اور آزمائش میں یہ بنیادی فرق ہے۔ تو دیکھیے پہلے اس نے کہا کہ میں تمام لوگوں کو یہ تھوڑا تھوڑا نقصان دوں گا مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ عذاب ہے۔ یعنی کہ جس پر تھوڑی سی مصیبت آ جائے تو اس کا حق یہ ہے اور اس کی Approach یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کی طرف سے مصیبت آئی ہے اللہ ہی کی طرف چلی جائے گی۔ لہٰذا جس کی آزمائش ہو اس کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے کہ وہ گلی گلی کوچے کوچے حساب لگانے کے لیے نہ چل پڑے اور یہ نہ پوچھے کہ کس نے جادو کیا ہے۔ کس نے ٹونا کیا ہے۔ کس نے میری زندگی خراب کی ہے۔ بھاوج ہے، ساس ہے، بھائی ہے، بیٹا ہے۔ جب آپ ادھر چل پڑو گے تو یقیناً خسارے میں رہو گے۔ شیطان کو موقع دو گے لیکن اگر "قالوا انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون" (البقرۃ: آیت ۵۶) کہہ دیا تو شیطان بھی منہ کی کھائے گا اور وہ فرضی جادوگر بھی۔ اور پھر تو اللہ کہتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ مصیبت سے نکل جائیں گے بلکہ آگے آواز دیتا ہے۔ رحمٰن و رحیم آواز دیتا ہے کہ ان لوگوں پر جو یہ Approach رکھتے ہیں کہ مصائب میں صرف اللہ کو رجوع کرو۔ اور یہ کہتے ہیں کہ مصیبت خدا کی طرف سے آئی ہے اور اس کی طرف پلٹ جائے گی تو ان لوگوں پر ہماری طرف سے درود و سلام ہے اور رحمت ہے۔ آپ یقین جانیے کہ وہ کتنی قیمتی رحمت ہوگی کہ جس کے نتیجے میں اللہ آپ کو درود و سلام بھیجے اور رحمت بھیجے۔ ایسی مصیبت کی تو آرزو کرنے کو جی چاہتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

پیمانِ ازل

پیش لفظ

اللہ کے نام کے ساتھ کہ اسی کے لیے ہے تعریف کا ہر ہر لفظ.....اسی کے لیے وہ تمام تعریفیں بھی کہ جو الفاظ کے دائرے میں قید نہیں.....جو عقل کی حد سے ورا ہیں۔ محبت کے سب رنگ اسی کے نام.....اسی کے لیے وہ سارے جذبے جو روح کی کسی رہگذر پر ایک ہلکی سی سرسراہٹ کی طرح، ایک پل کے کسی حصے میں محسوس ہوتے ہیں۔ سارے اچھے نام اسی کے لیے.....جس نے اپنی محبت کے ثبوت میں ہمیں محمد ﷺ کے ساتھ نسبت عطا کر دی۔

کائناتِ بسیط کے ذروں کی تعداد سے بھی بڑھ کر درود و سلام کائنات کے اُس استاد پر، اُس محبتِ عظیم پر کہ جس کا خیال ہی دکھ، درد اور مایوسی کے اندھیروں میں امید کے لاتعداد چراغ جلا دیتا ہے، وہ رحمتِ عالم ﷺ کہ جس کی نسبت سے انسانیت اپنے ہر دور میں محترم کہلاتی ہے۔

اللہ کا بے حد و حساب شکر کہ جس نے مجھے یہ توفیق بخشی کہ میں اپنی تمام تر کم علمی کے باوجود اپنے استادِ گرامی "پروفیسر احمد رفیق اختر" کے اُس Cause میں جو اُن کا مقصدِ حیات ہے.....ایک ذرّہ برابر Share کر سکوں۔ اس کے ساتھ ہی پروفیسر صاحب کا بے حد شکریہ کہ انہوں نے میری خواہش پر مجھے اس بات کی اجازت عطا فرمائی کہ میں ان لیکچرز کو تحریری صورت میں مرتب کروں جو انہوں نے 1996ء سے لے کر 2004ء تک کے عرصہ میں جہلم میں Deliver کیے۔

پروفیسر صاحب نے اپنی زندگی کے خوبصورت ماہ و سال اللہ کو دیے اور لمبا عرصہ ذکر و فکر میں مشغول رہنے کے بعد جب اپنی ذات کے دائرے سے باہر نکلے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے طور پر اُس علم کو انسانوں تک پہنچانے کی سعی شروع کر دی کہ جس کی شناسائی کا تقاضا ہر دور میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ زمانے سے کرتے ہیں۔ ذہنی انارکی، گروہی و مسلکی اختلافات کے اس دور میں متلاشیانِ حقیقت کے لیے پروفیسر احمد رفیق اختر جیسا استاد کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ جس لہجے اور اندازِ بیان میں وہ خدا کی بات کرتے ہیں، اسے تحریر کے پیرائے میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں ایک طرف وہ تشفّیِ ذہن کا سامان کرتے ہیں کہ جب وہ کسی سوال میں چھپے کرب کو گہری علمیت سے دور کر دیتے ہیں اور دوسری طرف تشنگیِ علم کا

Marfat.com

بھی بھرپور احساس مہیا کرتے ہیں کہ:

؎ درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ان کی گفتگو سے نہ صرف بڑے بڑے Intellectuals کو فیض یاب ہوتے ہوئے دیکھا ہے بلکہ ہم جیسے شاگرد بھی ان کی توجہ سے سرشار ہو جاتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ برسوں سے ذہن کے بند دریچے کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ جب سے پروفیسر صاحب سے ملاقات ہوئی اور اسمائے حسنہ کی تسبیحات روزمرہ کا ایک حصہ بنیں، ایک احساس ہے جو ہر وقت دل پہ چھایا رہتا ہے..... خدا کی محبت کا احساس..... اور پھر نہ تو درد کی چبھن باقی رہی، نہ اپنی ذات کے لیے کوئی احساسِ زیاں..... کہ شاعر تو ساری زندگی ایک ہی دردِ فراق کا رونا روتا رہتا ہے اور پروفیسر صاحب کے نزدیک درد کا درماں کتنا آسان ہے کہ دکھ سارے ایک ہی ''کھونٹے'' سے بندھے ہیں:

''ترجیحِ اولیٰ سے دوری''

پروفیسر صاحب اُسی ترجیحِ اول کی طرف رَجعت کی بات کرتے ہیں، یہی وہ ''پیمانِ ازل'' ہے جو اربہا ارب سال پہلے انسان نے اپنے ''رب'' کے روبرو کیا تھا، جواب کسی بھولی بسری یاد کی طرح بھی ذہن کے کسی گوشے میں موجود نہیں ہے۔ پیغمبر اسی ''پیمانِ ازل'' کی یاد دہانی کے لیے دنیا میں تشریف لائے۔ اولیاء اللہ تعالیٰ نے اسی کی بات کی۔ یہی وہ بات ہے جو اس دنیا کے سارے فسانے میں ایک حقیقت ہے اور میرے خیال میں یہی بات پروفیسر صاحب کے Overall Thesis کی بنیاد ہے۔ ان کی کچھ باتوں سے اگر کسی کو اختلاف بھی ہوگا لیکن اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ موجودہ دور کے مسائل کے Reference سے جس طرح انہوں نے اسلام کے نظریۂ اعتدال کو Explain کیا، عقل کو اس کی ترجیحِ اول کا بھولا ہوا سبق یاد کروایا اور اس کے ساتھ ساتھ جس طرح اسمائے حسنہ کی تسبیحات کے ذریعے وہ خدا کی محبت اور سکونِ قلبی کی دولت کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے دکھ Share کرتے ہیں، یہ مقام اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔

یہ کئی صدیوں کا بحران ہے کہ کوئی ایسا استاد عالمِ اسلام کو نصیب نہیں ہوا جو خدا کی معرفت کے لیے عقل کو Maturity of knowledge کی طرف لے جانے کی بات کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے چینی اور کثیف اداسی اس دور کی علامت بن چکی ہے اور خدا کو بڑھنے والی عقل مسلکی اور گروہی اختلافات کے گرداب میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ ایسے میں پروفیسر صاحب جیسا استاد..... جیسے کسی جنگل کی تاریک رات میں روشنی کا ایک نقطہ، کہ انسان بے ساختہ اس کی طرف کھنچا چلا جائے اور اس عقل کے سرور کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ جس نے برسوں سے کنویں میں بند ایک ٹکڑا آسمان دیکھا ہو اور اسے کھلے سمندر کے کنارے لا کر کھڑا کر دیا جائے......

میں اس کو ان کی کرامت کیوں نہ کہوں کہ انہوں نے بہت سی گردنوں کو اللہ کے لیے آزاد کرا دیا اس طوقِ غلامی سے جو مختلف ناموں کے فرقوں سے گلوں میں پڑے تھے........

اللہ سے ہر دم ان کی صحت و سلامتی اور بلندیٔ درجات کی دعاؤں کے ساتھ:

کلثوم اسماعیل

30 جنوری 2005ء

خدا کا اقرار یا انکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا O

حضرات! بات چیت سے پہلے کچھ آزادیوں کا ذکر ہو جائے جو آپ کو نصیب ہوں گی اور سب سے بڑی آزادی جو اس دوران میری طرف سے آپ کو نصیب ہوگی وہ ہر ایسا سوال ہے جو کبھی آپ کے ذہن میں آیا ہو۔ حقیقتِ مطلقہ کے بارے میں یا زندگی کے بارے میں یا نفسیات کے بارے میں یا مابعد النفسیات کے بارے میں۔ وہ تمام تجسس جو آپ کے ذہن سے لپٹے ہوئے ہیں، وہ آپ پوچھ سکتے ہیں۔ اگر استطاعت ہوئی تو میں جواب ضرور دوں گا۔

میں نے اس گفتگو کا ایک Topic سوچا ہوا تھا۔ اس کو میں نے Denial اور Acceptance کا نام دیا کہ انکار ہے تو کیوں؟ اقرار ہے تو کیوں؟ میں نے اس Subject کی Understanding سے پہلے کچھ Pre-qualifications متعین کیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ خدا سمجھ کیوں نہیں آتا؟ ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ موجود ہے کہ نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ زندگی میں وہ وقت جو ہمارا بہترین وقت ہوتا ہے، اسے ہم دنیوی صلاحیتوں کو دیتے ہیں۔ Lesser Priorities کو ہم اپنا پورا پورا وقت دیتے ہیں اور Intellectual Curiosity کی جو Top-priority ہے، جو ذہنی صلاحیتوں کا سب سے بڑا مقصود اور مطلوب ہونا چاہیے، وہ ہم عمر کے اس حصے میں اختیار کرتے ہیں کہ جیسے Shakespear نے کہا کہ Sans a taste, sans a teeth, sans every thing. جب دانت گر گئے ہوتے ہیں، سانس بند ہوتی ہے، لڑکھڑا کر لوگ چلتے ہیں، سانس جب مشکل سے آ رہا ہوتا ہے تو اس وقت ہم کائنات کی سب سے بڑی Priority کو Adjust کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ہلکی سی Professional ڈگری لینے کے لیے ہمارے کم سے کم 25 برس تک لگ جاتے ہیں۔ مگر خدا کو جاننے اور سمجھنے جو کائنات کا سب سے بڑا Subject ہے، اس کی Understanding کے لیے ہمارے پاس Regular محنت کا ایک سال بھی نہیں ہوتا۔ خدا اس لیے بندوں کو نہیں ملتا کہ ایک Top-priority اپنے آپ کو Lesser Priority پر کیسے Adjust کرے؟ It is very insulting to God. کہ جب دنیا ایک شخص کو ریٹائرڈ کر دیتی ہے پچاس پچپن سالوں پر کہ You are no more required for the physical purposes of our job. تو پھر وہی بوڑھا بندہ، وہی ناکام اور نااہل کائنات کی سب سے بڑی Understanding

Marfat.com

کے لیے بڑھتا ہے یعنی خدا کو جاننے کے لیے بڑھتا ہے۔ Second thing which God hates is blind faith. آیئے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمیں denial پر مجبور کرتی ہے؟ وہ کیا اعتراضات ہیں کہ جن کی وجہ سے ذہنِ مسلمان اتنی ابتری کا شکار ہے؟

لارڈ برٹرینڈ رسل نے کہا کہ God is nonsense. خوبصورت اعتراض کیا اس نے۔ اس نے کہا کہ جس حقیقتِ مطلقہ کا data موجود نہ ہو، For the long census. جب سے نسلِ انسان قائم ہے۔ خدا کا کوئی Data زمین پر وجود نہیں رکھتا۔ کسی انسان سے پوچھ لو۔ وہ کیسا ہے؟ کیسا نہیں ہے؟ اس کا کوئی Data موجود نہیں ہے۔ ہمارے Logical Construct میں، ہمارے ذہن کے کسی خانے میں کوئی نقشہ موجود ہو، ایک بنیادی Shape موجود ہو تو اس کی وجہ سے ہم اس Shape کا اطلاق کر لیتے ہیں۔ اگر کسی اندھے بندے نے پیدائشی طور پر ہاتھی نہیں دیکھا ہوا تو آپ جتنا مرضی زور لگالیں، وہ اندھا بندہ کبھی آپ کو ہاتھی کی شکل وصورت نہیں بتا سکتا مگر وہ شخص جس کے ذہن میں ایک Basic logical construct موجود ہے ایک میز کا تو خواہ اسے گول میز دکھا دیں، تپائی دکھا دیں، تھوڑا لمبا دکھا دیں چوڑا دکھا دیں He will be able to say, it's a table. مگر اللہ کی ایک ایسی ذات ہے کہ اس کا کسی قسم کا کوئی Data ذہنِ انسان میں موجود نہیں ہے۔ جس کا Sense Data موجود نہ ہو وہ Non-sense ہے۔ So, God is non-sense. اعتراض وزنی ہے، مضبوط ہے اور Denial میں یہ ایک حیثیت رکھتا ہے۔

Sementics کے فلاسفرز نے کہا کہ خدا صرف ''لفظ'' ہے۔ جیسے بچوں کو ڈرانے کے لیے مائیں کہتی ہیں کہ ''ہوا'' ہے۔ وہ ''ہوا'' Exist نہیں کرتا مگر بچے تو ڈر جاتے ہیں۔ تو بہت سارے ایسے الفاظ اللہ کو دے دیئے گئے ہیں۔ قدر ومنزلت کے، بلند وبالا، عالی شان، ذی عزت، بڑے بڑے لفظ کہ ایک ایسا ہیولا بن گیا ہے کہ خدا لفظوں کا قیدی ہے، اس کے اندر کچھ نہیں ہے۔ جیسے کسی مزار میں کوئی لاش نہ ہو اور باہر لوگ چڑھاوے چڑھا رہے ہوں۔ تو خدا بذاتہٖ وجود نہیں رکھتا۔ انسانی لفاظی نے اسے خدا بنا دیا ہے۔ پھر جدلیات کے ایک Expert نے کہا کہ خدا ظلم وستم کے لیے ایک Excuse ہے۔

درحقیقت سوشلزم نے اللہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وجود پر یا اس کی موجودگی پر اعتراض نہیں کیا۔ انہوں نے اس کے Use کو Negative قرار دیا۔ They would always insist that religion is an opium, belief is an opium. ان کا کوئی ایسا مضبوط اعتراض اللہ پر موجود نہیں ہے جس کو ہم Discuss کر سکیں البتہ Anthropologist نے اعتراض کیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ خدا ضرورتِ انسان ہے۔ نہ بھی ہوتا تو لوگ بنا لیتے۔ ہر زمانے میں جب انسانوں کو اپنی ذات سے باہر کسی خوف ووحشت اور آرزو سے واسطہ پڑا تو انہوں نے ایک ایسی ذات کی تخلیق کی جو ان کی ذات سے باہر ہو مگر ان کو Compensate کر سکے۔ So religion preceds history. تاریخ سے پہلے جو چیز موجود ہے وہ مذہب ہے اور مذہب کی بنیاد تمام تر Wishful desires کی تکمیل ہے۔ کسی نے کھلیان سے گزرتے ہوئے سرسراہٹ سنی تو اس نے Pan-God کو تخلیق کیا، خوف کے مارے Pantheism کا آغاز ہوا۔ کسی کے کھلیانوں کی حفاظت کے لیے جب کوئی ہستی موجود نہ تھی تو جیسے Salvonic Myth میں Baren Diety

Marfat.com

تخلیق ہوئی جسے Kiki Mora کہتے ہیں۔ تو ہر زمانے میں ضرورتِ انسان نے خدا کو تخلیق کیا۔ دراصل خدا موجود نہیں ہے۔

حضراتِ محترم! یہ اعتراضات وہ ہیں جو کم علمی سے پیدا ہوئے۔ یہ Experties کے اعتراضات نہیں ہیں۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ کیا خدا اپنے سے بڑا کوئی پتھر بنا سکتا ہے؟ ایک صاحب نے سوال بھیجا کہ کیا خدا ماضی کو بدل سکتا ہے جو اس نے بنایا ہے تو یہ اعتراضات نہیں ہیں۔ بڑے اور مضبوط ترین اعتراضات یہی ہیں جو میں نے Mention کیے۔ مگر حضراتِ محترم ان اعتراضات پر جو سب سے بڑا اعتراض لاگو ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایسے خدا کے بارے میں ہیں جو مفروضہ ہے، جو حقیقی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے پہلے سے یہ فرض کیا کہ خدا نہیں ہے، مگر لوگوں میں اگر ایک خدا ہے تو اس کی کیا Explanations ہو سکتی ہیں۔ یہ اس خدا کے بارے میں اعتراض ہے جو نہیں ہے اور لوگوں میں اس کا Concept موجود ہے۔ چونکہ Concept موجود ہے تو اس پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ اگر خدا موجود ہو تو پھر ان اعتراضات کی کیا نوعیت رہ جاتی ہے۔ Basic Question ان سارے اعتراضات پر یہ ہے کہ یہ اس خدا کے بارے میں ہیں جو انہوں نے سمجھا کہ نہیں ہے اور پھر Explain کیا کہ وہ نہیں ہے مگر لوگوں نے اسے ویسے ہی گھڑ لیا۔ لیکن اگر واقعتاً خدا موجود ہو۔ حقیقی اور اصلی۔ تو پھر اس قسم کے Non-existence کے Thesis کتنے بیکار ہو جاتے ہیں، آپ بھی سمجھتے ہیں میں بھی سمجھتا ہوں۔ تو Basic سوال پھر وہیں آیا۔ Whether there is God or there is no God.

یہ Century لارڈ برٹرینڈ رسل کے نام سے جانی جاتی ہے جیسے انیسویں صدی لارڈ آئن سٹائن کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بڑے Thinker ہیں۔ بڑے مفکر ہیں۔ دور کی کوڑی لاتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ جب لارڈ برٹرینڈ رسل سے کسی نے سوال پوچھا کہ کیا آپ نے قرآنِ حکیم کو پڑھا ہے تو اس نے کہا نہیں I don't need to. All gospel truth is alike. میں نے بائبل جو پڑھی ہوئی ہے، تو اتنے بڑے Calibre کا فلاسفر اتنی بڑی Dishonesty کا مرتکب ہوا کہ بغیر قرآن کو پڑھے ہوئے اس پر یہ رائے دے رہا ہے کہ All gospel truth is alike. He has never been able to know the data of God.

جس کتاب کو آپ قرآن سمجھتے ہیں، عقیدت اور عبادت کی نظر سے دیکھتے ہیں، محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں It's not that book. It's data of God. اس کتاب کے بارے میں جو کوئی بھی اللہ ہے۔ جو کوئی بھی خدا ہے۔ وہ Claim کرتا ہے کہ یہ کتاب میری ہے، یہ Data میرا مرتب کردہ ہے۔ میں اس کا خالق ہوں اور کتاب کا آغاز ایک بہت بڑے Challenge سے کرتا ہے:

"الم..... ذلک الکتب لاریب فیه" (بقرہ:۲،۱)

یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر آپ کو شک ہے تو ضرور نکالو This is a book which invites your inquiry and question. This is a book which challanges you back. کہ اگر آپ کی ذہانت، آپ کی علمیت، آپ کی تحقیق اور آپ کا جذبۂ جستجو سلامت ہے تو پھر یہ میرا Data ہے۔ اس کے بارے میں غور و فکر کرو اور اسے غلط ثابت کرو۔

خدا کو جاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا اور اسی وجہ سے حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام اللہ کو اتنے پسند ہیں کہ آج تک حضرت ابراہیمؑ سے تین ہزار برس گزرنے کے بعد بھی تمام حج سنتِ ابراہیمی ہے۔ حتیٰ کہ حجرِ اسود کو چومنا بھی دستِ لمسِ ابراہیم کو چھونا ہے۔ حضرت ابراہیم کے دستِ مبارک کے لمس کو ہم آج تک چھوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس پتھر کو نصب کیا۔ اس شخص کی کیا اہمیت ہے اللہ کے نزدیک کہ:

"ان ابراهيم لحليم اواه منيب" (ہود:۷۵)

مگر وجہ آخر کیا ہے؟ ابراہیم اتنا بڑا کیوں ہے؟ ابراہیم تو وہ ہے کہ جس نے خدا کو بڑے ہی غلط انداز سے چنا ہو گا۔ جب ستارہ چڑھا تو ابراہیم نے کہا کہ:

"هذا ربی" (یہ میرا رب ہے۔) (الانعام:۷۷)

آپ غور کرتے ہیں کہ یہ کون سا کلمہ ہے؟ یہ کون سی بات ہے جو ابراہیم نے کہی؟ جب ستارہ طلوع ہوا تو کہا کہ "هذا ربی" شک وشبہ نہیں چھوڑا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ خدا ہو گا۔ بلکہ کہا کہ یہ میرا رب ہے تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار سے آغاز کیا۔ انکار کو خدا ناپسند نہیں کرتا، اگر وہ اقرار کی جانب حرکت کر رہا ہو۔ انکار تجسس اور Incuriosity سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی Confirmation مزید تحقیق میں ہوتی ہے۔ تمام قوانینِ فطرت جن کی جستجو ہوئی ہے ان کے پہلے سے Probable Thesis تیار ہوتے ہیں۔ Hypothesis بڑی تحقیق وجستجو کے بعد ڈگری بنتی ہے اور ڈگری بہت محنت کے بعد، Ultimate Confirmation کے بعد Law بنتا ہے تو حضرت ابراہیم نے ایک Premises Set کیا ہوا تھا اور وہ Premises یہ تھا کہ:

"زوال پذیر کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔"

"لا الہ" میں جو سب سے بڑا Cadre انہوں نے رکھا کہ زوال پذیر کبھی خدا نہیں ہو سکتا تو ستارے کو جب کہا کہ یہ میرا رب ہے تو اسی معیار پر پرکھا اور غور کرنے کی کوشش کی کہ کیا یہ زوال پذیر ہے یا نہیں۔ جب دیکھا کہ ستارہ زوال پذیر ہو گیا ہے تو کہا کہ:

"لا احب الا فلين" (الانعام:۷۶)

میں زوال پذیر سے کوئی محبت اور انس نہیں رکھتا۔ میرا خدا زوال پذیر نہیں ہے۔ تو خدا کو جاننے کے لیے انہوں نے جو Premises سیٹ اپ کیا تھا وہ یہ تھا کہ خدا لازوال ہے، اسے زوال نہیں آ سکتا۔

اقبال نے The reconstruction of religious thoughts کے لیکچرز میں Philosophically ایک Defence پیش کیا۔ اس میں انہوں نے تین دلائل اللہ کی موجودگی اور وحی کے اصول دیے:

Teleological

Cosmological

Ontological

مگر چونکہ وہ فلسفے کے دلائل تھے تو بڑے فلسفی آئے اور ان تمام دلائل کو رد کر گئے۔ مثلاً جب اقبال نے کہا کہ:

Marfat.com

کے خیال کا ہونا یہ لازم قرار دیتا ہے کہ خدا ہو تو انکار والے فلسفیوں نے کہا کہ اگر آپ نے ملین پاؤنڈ نوٹ سوچ لیا ہے تو ضروری تو نہیں کہ وہ ہو۔ It never can happen, it is not necessary کہ جو آپ کا تصور ہے، وہ حقیقت میں موجود ہو۔ تو دورِ حاضر میں ہمیں ایک ایسی دلیل کی تلاش ہے جس کا کوئی بھی انکار نہ کر سکے۔ جو فلسفے پر مبنی نہ ہو، جو خیالات نہ ہوں، مفروضہ نہ ہوں بلکہ ایسے حقائق ہوں جن کی تردید کسی صورت بھی ممکن نہ ہو سکے۔ وہ تردید صرف ایک صورت میں ممکن ہے کہ اگر خدا کا Data Infallible ہو، نا قابلِ تردید ہو۔

جو کتاب یہ Claim کرتی ہے کہ میں اللہ کا Data ہوں تو اس کا ایک ایک لفظ نا قابلِ تردید ہونا چاہیے۔ قرآن کے ایک ایک لفظ کو نا قابلِ تردید ہونا چاہیے آپ قرآن میں ایک Statement غلط کر دیں۔ ایک لفظ غلط کر دیں تو خدا غلط ہو جاتا ہے۔ کتنا آسان ہے خدا کو غلط ثابت کرنا۔ He is claimant of owning a book. He is claimant of owning a data. اگر وہ Data غلط ثابت ہو جائے تو خدا غلط ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے وجود سے آپ کو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کے وجود سے آپ کو نجات حاصل ہو جائے تو بنیادی طور پر انسان آزاد ہو جاتا ہے۔ میں کیوں قبر کے عذاب سے ڈروں؟ میں کیوں فرشتوں کا سوچوں؟ کس لیے آخر؟ مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ میں خدا کا اقرار کروں۔ ایک مفروضے کا اقرار کروں۔ اگر وہ نہیں ہے تو I am free. اگر وہ ہے تو میں قید ہوں۔ let's find out کہ کیا قرآن کا Data Examine ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ I don't believe in God, Why should i believe in the Quran تو ہم اسے کہتے ہیں کہ You don't have to believe God, to believe in Quran, You don't have to believe the Quran without judge whether it is a book of God or not. اگر آپ کے پاس ایک Claimant موجود ہے۔ ایک کتاب کو Judge کیے بغیر آپ خدا کو Neglect نہیں کر سکتے۔ Because it is claiming that i am the data of God. اب دیکھیے اس کا Data کس قسم کا ہے۔ اس کے دو قسم کے Datas ہیں۔

نماز پڑھو۔

روزے رکھو۔

You can say I don't, مجھے کیا غرض پڑی ہے۔ I am not convinced. If i believe you are God, only then i will believe کہ میں یہ کام کروں If i don't believe in you as God, why should i do it.... تو کیا قرآن کا سارا data یہی ہے؟ We have to imagine مگر قرآن میں بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن کا عبادات سے کوئی تعلق نہیں، ان میں سے کسی ایک بات کو بھی اگر آپ غلط ثابت کرنا چاہیں تو اپنے modren standardization کے حوالے سے، جتنی آپ کے پاس علم و معلومات ہیں اس کے مطابق آپ اسے judge کر لیجیے، مگر یہ مت بھولیے کہ 1500 برس پہلے کوئی Laboratory نہیں ہے، کوئی تحقیق وجستجو کا میدان نہیں ہے، کوئی Specialized Sciences نہیں ہیں۔ اس زمانے میں قران کچھ ایسی Statements دیتا ہے جن کا تعلق عبادات سے نہیں ہے، دیکھنا یہ ہے کہ وہ statements تنقید وجستجو کے معیار پر پرکھی جا سکتی ہیں یا

Marfat.com

نہیں، کیونکہ یہ بہت بڑا And let's begin with one of these and i quote only a few.
chapter ہے۔ It took me eight long years to judge the whole of the Quran. For
you it is easy to understand from a few examples. لوگ قرآن کے بارے میں ایک الزام
لگاتے ہیں کہ قرآن نے پچھلے علوم سے بہت کچھ لیا ہے، particularly about Astronomy, about
Cosmology and Medical science وغیرہ میں قرآن نے پچھلے علوم سے بہت کچھ لیا ہے۔ "I will trace
an argument right from the beginning and bring it back towards Quran and
then onwards. You will be knowing it better. Ptolemy of the Greece پہلا
Cosmologist ہے جسے حکیم بطلیموس کہتے ہیں۔ اس نے پہلی جدولِ شمسی دی۔ پہلی جدولِ شمسی میں اس نے یہ
Thesis دیا کہ زمین ساکت ہے اور تمام سیارگان اس کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔ Ptolemy کا یہ Thesis تین سو
سال تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد نئی تحقیق Romans میں Copernicus نے دی اور اس نے یہ بات کہی کہ
Ptolemy is wrong. دراصل سورج کھڑا ہے اور ستارے اس کے اردگرد حرکت کر رہے ہیں۔ جب یہ دو Thesis
کام کر رہے تھے تو قرآن اس وقت نہیں تھا۔ قرآن Copernicus کے بعد آیا And he passed an opinion
on Cosmology very differently. اس نے دو Statements دیں، ایک Statement اس نے یہ دی:

"وسخر الشمس والقمر کل یجری الیٰ اجل مسمی" (لقمن:۲۹)

کہ سورج، چاند، ستارے ہم نے اپنے امرِ مطلق سے مسخر کر دیے۔ تمام اپنے وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں۔
ان میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہے۔ Copernicus unlike Ptolemy, unlike قرآن نے کہا کہ میں نے ان کو
مسخر کیا اور یہ تمام ایک وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں۔ Not only this بلکہ اس نے کہا کہ:

"خلق الیل والنہار والشمس والقمر"

(سورج اور چاند، رات اور دن میں نے مسخر کر دیے۔)

"کل فی فلک یسبحون" (الانبیاء:۳۳)

(ہر ایک اپنے فلک میں تیر رہا ہے۔)

پہلے یہ کہا کہ تمام وقتِ مقرر تک چل رہے ہیں۔ Universal order میں کوئی بھی چیز کھڑی نہیں ہے۔
اس نے کہا کہ بے And secondly, In the sea of universe, every thing is swimming
ترتیبی سے نہیں، اچانک نہیں بلکہ تسخیر سے۔ ہر ایک اپنے اپنے فلک میں تیر رہا ہے۔ These were two
statements till 1950. اس وقت ہماری کتابوں میں بھی یہی لکھا ہوتا تھا کہ کچھ ثابت ہیں، کچھ سیارے ہیں۔ کچھ
Stationary ہیں، کچھ Moving ہیں لیکن 1950ء کے بعد Radio Telescopes کے آنے سے بے پناہ جدید
تحقیق ہوئی، لوگ آسمان کو دیکھنے کے قابل ہوئے، وسعتِ افلاک کو دیکھا گیا۔ آئن سٹائن کی Relativity پرکھی گئی
Finally they have come to one major law which is beyond questioning. In the

Marfat.com

words of Sir James Jeans, every thing is moving in the universe. I have just literally translated the law of God. ہمیں Sciences سے غرض نہیں ہے۔ Law of God سے ضرور ہے۔

انسان نے اب تک جتنی ترقی کی ہے، اس میں چند ایک کائناتی اصول Discover کیے ہیں۔ ابھی آخری اصول باقی ہے۔ قرآن بہت آگے جاتا ہے مگر ذرا بہت آگے جا کر کیا کہتا ہے کہ اس وقت کو یاد رکھو کہ جب:

"اذا الشمس کورت" (التکویر:۱)

(جب ہم سورج کو لپیٹ لیں گے۔)

"واذا النجوم انکدرت" (التکویر:۲)

(اور ستارے بالکل بے نور ہو جائیں گے۔)

ہم کریں گے کیا؟

"وجمع الشمس والقمر" (القیمٰة:۹)

(سورج اور چاند کو جمع کر دیں گے۔)

یہ تمام کائنات پھر جمع ہو جائے گی۔ یہ ختم ہو جائے گی۔ قرآنِ حکیم صرف دورِ حاضر کی جدید ترین دریافتوں تک نہیں پہنچا۔ وہ قیامت تک کی بات کرتا ہے۔ جس اللہ نے قیامت تک کی بات کی ہے، اس کو اس Intellectual capacity کا اچھی طرح علم ہے جس تک انسان پہنچے گا۔ اس Denial کا علم تھا جسے انسان Execute کرے گا۔ اس Inquiry کا علم تھا، جو انسان میں تازہ ترین شعور پیدا کرے گی۔ Let's find out another question, کیا یہ ایک Statement ہے؟ Hundreds of such like statements are scattered like gems in the Quran.

آیئے ایک دوسری Statement کو چلتے ہیں۔ اس کا عبادت سے، نماز روزے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا کہتا ہے کہ:

"اولم یر الذین کفروا" (تم میرا انکار کیسے کر سکتے ہو۔)

"ان السموات والارض کانتا رتقا"

(تمہیں پتہ نہیں کہ زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے، ملے ہوئے تھے۔)

"ففتقنھما" (الانبیاء:۳۰) (پھر ہم نے ان کو پھاڑ کر علیحدہ کر دیا۔)

ذرا دیکھئے تو! کہ کیا کفارِ مکہ کو یہ بات کہی جا سکتی ہے؟ جن کو قطعاً اس بات کا علم ہی نہیں تھا۔ ان کو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کیا تم میرا انکار کر سکتے ہو؟ تمہیں پتہ نہیں کہ پہلے زمین و آسمان اکٹھے تھے۔ بھلا ان بیچاروں کو کیا پتہ تھا! یہ تو ہمیں پتہ ہے۔ Those who are building thesis on Cosmology. Those who are entering in the theories of Big Bang, those who are creating theories of

Marfat.com

separation of Earth. There are twenty seven thesis on the existence of Earth, may be they differ in process but they all agree one thing that the earth was the part of the skies. It is not a separated individual planet. It was a part of the whole, then it got burst and separated.

Data کہتا ہے کہ ہم نے اسے پھاڑ کر الگ کیا۔ Data ختم نہیں ہوتا۔ آگے ایک چھوٹی سی Statement ہے۔ بڑی معمولی سی۔ Very interesting - But that covers a subject for you. All the Biology begins with this statement.

"وجعلنا من المآءِ کل شیءٍ حی" (الانبیاء:۳۰)

(اور پیدا کیا تمام حیات کو ہم نے پانی سے۔)

The data is refuteable if you can, if you get information, if you get the challenge. تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ "الم ـ ذلک الکتاب لاریب فیہ" (سن لو! اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔) اگر ہے تو ضرور نکالو۔ Curiosity ہو تو، Satisfy کرو۔ Question ہے تو، Understand کرو۔ میرا کوئی Data کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ I am absolutely clear. I am the maker. You are the discoverer. میں بنانے والا ہوں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔ بالکل نہیں۔

"وھی تمر مر السحاب" (یہ تو سحاب ابر کی طرح اڑ رہے ہیں۔)

یہ تو اڑتے ہوئے بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔ یہ تو کھڑے نہیں ہیں اور Geology کا کوئی best student ہی آپ کو یہ بتا سکے گا کہ پہاڑ کس لیے ہیں؟ زمین پر ان کا مقصد کیا ہے؟ بنانے والا کہتا ہے کہ ہم نے اس میں پہاڑ ڈالے۔ اس لیے کہ زمین تمہیں لے کر ہل نہ جائے۔ ہم نے ان کو اس میں گاڑا۔ زمین پہلے ہل رہی تھی۔ یہ جگہ جگہ سے Im-balance تھی۔ اس میں حیات ممکن نہ تھی۔ حرکت ممکن نہ تھی تو پھر ہم نے جگہ جگہ اس پر پہاڑ ڈال دیے تاکہ اس کی Movment Regular ہو جائے۔ یہ تمہیں لے کر ہلے نہیں۔ تمہارا بسنا اس میں ممکن ہو جائے۔ یہ پہاڑوں کا بنیادی مقصد بتایا اور یہ بڑے اتفاق کی بات ہے کہ اللہ نے جو یہ محاورہ اور تشبیہ استعمال کی کہ یہ سرمئی بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں تو When the first Astronaut went to the sky جب وہ پہلی مرتبہ خلا میں گیا تو وہاں سے اس نے یہ Message بھیجا کہ پہاڑ زمین کے ساتھ ساتھ اس طرح اڑ رہے ہیں جیسے گہرے Multi coloured clouds اڑ رہے ہوں، He almost repeated the idiom of God کہ:

"ھی تمر مر السحاب"

And again you see the challenge of the argument lies in the infallibility جب تک آپ اس کی کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت نہ کریں۔ It is not only the field of science، بلکہ اس نے بڑی عجیب بات کی:

Marfat.com

"ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الباب" (البقرہ:۱۷۹)

(اے اہلِ عقل غور کرو کہ ہم نے قصاص میں زندگی رکھ دی ہے۔)

کہ تمہاری زندگی اس لیے ممکن ہوئی کہ ہم نے قانونِ قصاص دیا۔ قانونِ قصاص کیا ہے؟ یہ بھی قرآن میں درج ہے کہ دانت کے بدلے دانت۔ کان کے بدلے کان۔ ناک کے بدلے ناک۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ جان کے بدلے جان۔ If you go to the anthropologist and the social scholars of anthropology. تو آپ کو بڑی عجیب سی بات کا انکشاف ہوگا کہ ابتدائے زمانہ انسان قتل وغارت کر رہا تھا۔ ایک دوسرے کو ختم کر رہا تھا، تباہ و برباد کر رہا تھا تو انسانوں کے گروہ آپس میں ملے اور انہوں نے کہا کہ اے بندگان! اے انسانو! اس طرح تو ہم لڑ لڑ کر غائب ہو جائیں گے۔ ہمارے پاس تو اتنی طاقت بھی نہیں رہے گی کہ ایک Rhinosaur سے لڑ سکیں تو ہمیں کوئی قانون بنانا چاہیے کہ جس سے زندگی محفوظ ہو جائے تو انہوں نے پہلا قانون یہ بنایا کہ ایک آدمی کے بدلے میں پورا قبیلہ قتل نہ کیا جائے۔ ایک آدمی کے خون کے بدلے میں ایک خاندان کو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ پہلا قانون The first ever law which came into the existence of human society, قانونِ قصاص ہے۔

"ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الباب"

(اے اہلِ عقل غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھ دی ہے۔)

جان کے بدلے جان میں زندگی رکھ دی ہے۔ Prince Hanoora is considered to be the first law giver of the Mesonic age.

Mesonic age کے اس شہزادے کو First law giver کہتے ہیں۔ حضرت ادریس اس کے زمانے میں ہوئے تو قرآن تک یہ Civilization تباہ ہو چکی تھی بلکہ سرے سے ناپید ہو چکی تھی اور اس وقت تک اس کی کوئی Logical Discovery نہیں ہوئی تھی۔ آج کے ہمارے زمانے میں جب یہ تہذیب Discover ہوئی تو سب سے عجیب بات جو Discover ہوئی وہ، وہی قانون ہے جو قرآن میں آپ نے پڑھا:

"والعین بالعین والا نف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن" (المائدہ:۴۵) اس تہذیب میں جو کتبے دریافت ہوئے، ان پر بالکل یہی قانون درج تھا کہ دانت کے بدلے دانت، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور جان کے بدلے جان۔ تو اصولاً جو پہلا قانون اللہ نے دیا اور قرآن جو پہلا قانون دے رہا ہے The excavation and the history of mankind will tell you exactly the same.

And let's come back to the psychology. اللہ نے فرمایا کہ:

"واحضرت الانفس الشح" (النساء:۱۲۸) (ہم نے تمام جانوں کو بخلِ جان پر جمع کر دیا۔)

Survival پر جمع کیا ہے یعنی Even the best of the psychological understanding انسان کی ایک بنیادی Instinct کا تعین کرتی ہے اور یہاں اللہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف انسانوں کو بخلِ جان پر اکٹھا کیا بلکہ:

"ہم نے تمام جانوں کو بخلِ جان پر جمع کیا۔"

Marfat.com

And the first law which ever existed in all the creations of life is the law of survival. جسے قانونِ بقا کہتے ہیں۔ یہ Data قرآن کے صفحے صفحے پر بکھرا ہوا ہے اور اتنا Permanent ہے کہ اسے کوئی چرا کر نہیں لے گیا۔ اس کی کوئی تاویل نہیں ہے۔ یہ Facts ہیں۔ یہ فلسفہ نہیں ہے۔ یہ دلائل حقائق پر مبنی ہیں۔ خیال پر مبنی نہیں ہیں۔

جب تک کوئی انسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نہیں ہے تو اسے اس کی موجودگی کے اثبات کو توڑنا ہوگا۔ اس نے سب سے پہلے دعویٰ کیا کہ:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (الحجر:۹)

ہم اس Data کی خود حفاظت کرنے والے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ حفاظت کیسے کر رہا ہے؟

؎ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

There are only two original text of Quran. جنہیں صحائفِ عثمان کہتے ہیں۔ ایک Topkapi Museum Turkey میں پڑا ہے۔ ایک تاشقند میں کافروں کے پاس پڑا ہے۔ پکے کافروں کے پاس، Absolute denial والوں کے پاس۔ مگر آج تک آپ نے کمیونسٹ World سے کبھی یہ سنا ہے کہ مسلمان جو قرآن پڑھ رہے ہیں، وہ، وہ نہیں ہے جو ہمارے پاس ہے۔ We've got the original text. یعنی صحائفِ عثمان۔ تو یہ اللہ کے پرانے طریقے ہیں کہ موسیٰ کو فرعون کے گھر پالتا ہے اور قرآن کی حفاظت کمیونسٹ سے کروا رہا ہے۔ What a funny thing! اگر ذرا بھی اس Text میں کوئی غلطی ہوتی، اگر زیر زبر کا بھی فرق ہوتا تو ضرور وہاں سے کوئی بات اٹھتی۔ بلکہ پچھلے دنوں تو یہ افواہ چلی کہ قرآن کے جو نسخے مسلمان پڑھ رہے ہیں وہ درست نہیں ہیں، تو اس زمانے میں کوثر نیازی زندہ تھے، شاید وزارتِ مذہبی امور میں تھے۔ تو They had to check it کہ جو قرآن اس وقت رائج الوقت ہے، وہ وہی ہے یا نہیں ہے So he requested the Russian Government to show them that particular Quran. تو یہ یہاں سے قرآن لے کر گئے۔ تاشقند والا نسخہ نکلوایا، Judgement ہوئی، and the decision was passed that it was exactly the same which we have:

"نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (الحجر:۹)

(ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔)

مسلمانوں کے ذمے اس کی حفاظت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ذمے جو چیز ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ They have got no logic, no truth, no faith about God. مگر یہ کتنی عجیب سی بات ہے۔ آپ اپنے آپ کو کیسے یہ آزادی دے سکتے ہیں کہ جب آپ کو پتہ ہے کہ ایک ایسا خدا زندہ و موجود ہے، جو آپ کو زندگی کے سانس دے رہا ہے، جو آپ کو زندگی کے قانون دے رہا ہے، جو آپ کے ہر لمحے کا حکمران ہے، جو آپ کے سانس تک گنے ہوئے ہے، جو آپ کو خوشی دیتا ہے:

Marfat.com

"وما تشاءُ ون الا ان یشاءَ اللہ" (تکویر:۲۹)

(تم چاہو بھی نہیں سکتے اگر میں نہ چاہوں۔)

آپ اس کو کیسے اپنی Practical life میں Neglect کر سکتے ہیں؟ آپ اس کی جواب دہی سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں؟ The some thing very strange which exists in Musalman, Musalman is not committed to the first committment. جسے ہم "لا الہ الا اللہ" کہتے ہیں۔ اتنی بڑی بلیغ بصیرت کے باوجود، اتنی بڑی High Committment کے باوجود، اتنا بڑا تفاخر رکھنے کے باوجود، جب لوگوں نے اہلِ کفر کی دولت کا ذکر کیا تو خدا نے کہا کہ مجھے قسم ہے کہ اگر ایک مصلحت نہ ہوتی تو میں اہل کفر کے در و دیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا۔ اے مسلمانو! تا کہ تم ان کو دیکھتے مگر جو میں تمہیں دے رہا ہوں وہ میں انہیں نہیں دے رہا، تو جب مسلمانوں نے اپنی کمزوری کا گلہ کیا تو اللہ نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ:

"لامو لی لھم" (محمد:۱۱) (تمہارا آقا تو کوئی نہیں ہے۔)

ہمارے پیچھے تو خدا کھڑا ہے۔ تو ایسے خدا کے تصور کو پالنے کا کیا فائدہ جو آپ کے پیچھے نہ کھڑا ہوا ہو۔ And the next is how to confirm once you intellectually know he is there, how to get close to him.

ایک بہت بڑی بدقسمتی جو عالم اسلام میں آئی کہ ایک Methodist مسلمان آ گیا اور دوسری طرف ایک پیر فقیر آ گیا۔ دونوں نے مل کر مذہبی Approach کا ستیاناس کر دیا The methodist would not believe in any higher philosophy of the religion. Mystic relationship. پر اس کا کوئی یقین و اعتماد نہ تھا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ بڑی مشقت کے بعد ہی کوئی خدا تک پہنچ سکتا ہے اور دوسری طرف وہ Mystic تھا جس نے اوٹ پٹانگ طریقے اپنا لیے۔ کبھی پہاڑوں پر چڑھا، غاروں میں گیا اور انسان کے لیے ایسے Parapsychic institution قائم کیے کہ ایک انسان کے دل سے خدا کی طلب اور آرزو اور قرب کی خواہش نکل گئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ خدا نا قابلِ حصول ہے۔ وہ خدا نا قابلِ حصول ہے جو انسان کو یہ کہتا پھر رہا تھا کہ:

"ونحن اقرب الیه من حبل الورید" (ق:۱۶)

(ہم تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔)

جب چاہو ہمیں حاصل کرو۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خدا کائنات میں کہیں سماتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں مگر دل مومن میں..........

اللہ کیوں نہیں ملتا انسان کو؟ صرف ایک وجہ سے God cannot adjust himself on lesser priority کی قیمت پر وہ اس شخص کو نہیں ملے گا جو اسے Lesser Priority سمجھتا ہے۔ اگر زندگی، زندگی کے معاملات، آپ کے Interests، آپ کی خواہشات، آپ کی Prior Responsibilities ہیں اور خدا Lesser Responsibility ہے تو وہ اپنا یہ توہین آمیز مرتبہ پسند نہیں کرتا۔ جس دن آپ نے اسے اپنے ذہن میں

Marfat.com

His responses ۔Top-priority Declare کر دیا۔ ربِ کعبہ کی قسم! وہ دونوں میں نہیں منٹوں میں آپ کا ہے۔ are so clear مگر لوگوں نے Responses کو Confuse کر دیا ہے۔ خدا کا ایک Response ہے۔ اس نے اپنے بہترین دوستوں کے بارے میں کہا:

"الا ان اولیآء الله"

سنو اچھی طرح سنو! کہ ہم اپنے دوستوں پر دو چیزیں نہیں رہنے دیتے:

"لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" (یونس:۶۲)

Fears نہیں رہنے دیتے، Frustration نہیں رہنے دیتے۔ Do you understand زندگی کچھ اور بھی ہے ان دو چیزوں کے سوا۔

Particularly in the modern atmosphere خوف اور حزن کے علاوہ، Fears اور Frustrations کے علاوہ بھی زندگی کو کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے؟ مگر خدا کہتا ہے کہ:

"الابذکر الله تطمئن القلوب" (الرعد:۲۸)

(سنو! میری یاد کے بغیر اطمینانِ قلب نہیں ہوگا۔)

اور آپ کیسے مسلمان ہیں؟ کیسے Believer ہیں؟ جو اطمینانِ قلب خدا کے بغیر ڈھونڈ رہے ہیں۔ اشیائے دنیا میں ڈھونڈ رہے ہیں، Professional Skills میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ خدا کے بغیر، اس کی یاد کے بغیر۔ Do you think God is liar. you don't believe in God. یہ ایک جگہ ہے جہاں آپ اللہ پر اعتماد نہیں کرتے، اس پر یقین نہیں رکھتے۔ کیا دور پڑتی ہے، کیا مشکل پڑتی ہے کہ آپ اس پر یقین رکھیں اور اس کو یاد کریں اور وہ آپ کو یاد کرے:

"فاذکرونی اذکرکم" (البقرہ:۱۵۲)

(تم میری یاد کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔)

تو آپ کے تمام مصائب اور تمام مشکلیں اللہ نے ایک قانون میں واضح کیں:

"مایفعل الله بعذابکم"

(ہمیں کیا پڑی ہے کہ تم کو عذاب کریں۔)

"ان شکرتم وامنتم" (النساء:۱۴۷)

(اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔)

اگر تم ہمیں یاد کرنے والے ہو اور ایک اچھے ایمان والے ہو تو یقین کرو کہ ہم کسی کو عذاب نہیں کریں گے۔ If your approach is correct، اگر آپ کی Priority درست ہے، The only personal defect with us is that we give more importance to the lesser priority and less importance to the top priority. The only top priority in life is God, nothing else. یہ جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں، سیکھ رہے ہیں، علم کی ہر شاخ، ہر برانچ vocational ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے ہے۔ مقصد و مطلب

Marfat.com

حیات نہیں ہے۔ The only true purpose جس مقصد کے لیے خدا نے یہ لیبارٹری قائم کی ہے کہ:

"انا ھدینہ السبیل اماشا کرا واما کفورا"

میں نے تمہیں عقل وشعور اس لیے نہیں دیے کہ تم اسے سائیڈ پر ضائع کردو اور Top priority کو neglect کرو۔ میں نے عقل وشعور اس لیے دیا تھا کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کردو۔ کاش کہ اپنی Priority آپ درست کر لیتے اور پھر زندگی میں جو چاہتے کرتے۔ زندگی اسی طرح گزرتی ہے۔ Normally کوئی اوٹ پٹانگ حرکت نہیں کرنی پڑتی۔ لباس نہیں بدلنے پڑتے۔ کسی قسم کی جائے نمازیں اور مصلے نہیں گھسیٹنے پڑتے۔ نماز و روزہ تو ایک معمولی سی Beginning ہے۔ اس کے بغیر تو وہ پورا معاشرہ نہیں بنتا Learning کے Precinct نہیں بنتے This is only the admission course یہ تو Admissions کے اصول ہیں کہ جو اسلام میں داخل ہوگا وہ نماز پڑھے گا، روزہ رکھے گا مگر اللہ نے ان کو بڑا نہیں کہا، ان کو بڑی باتیں نہیں کہا بلکہ کسی اور چیز کو بڑا کہا، محبت کو، تعلق کو، بڑا کہا:

"اتل ماوحی الیک من الکتب"

(کتاب کی تلاوت کرو، اوامر ونہی کو سمجھو۔)

اور پھر کہا:

"واقم الصلوٰۃ" (نماز قائم کرو۔)

"ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآءِ والمنکر"

(یہ تمہیں فحش ومنکر سے روک دے گی۔)

میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ خدا کہتا ہے کہ مجھے تمہاری نیکیوں کی ضرورت نہیں ہے، نہ تمہارے گناہ مجھے Damage کرتے ہیں۔ یہ چیزیں تمہارے لیے ہیں۔ مگر ایک چیز کا مجھ سے تعلق ہے۔

"ولذکر اللہ اکبر" (العنکبوت:۴۵)

(مگر میری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔)

اس لیے کہ مجھے تو اپنی یاد کا جواب دینا پڑے گا اور یاد ایک ایسا Pattern ہے جو Format سے باہر ہے۔ نماز ایک Format میں ہے۔ روزہ ایک Pattern ہے۔ قرآن پڑھنا ایک Pattern ہے۔ آپ بغیر وضو نہیں پڑھ سکتے۔ اس کی تعظیم وتکریم ہے۔ اس کے لیے Postures ہیں۔ مگر یاد کے لیے کیا فرمایا:

"فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم" (النساء:۱۰۳)

کھڑے کرو، بیٹھے کرو، کروٹوں کے بل کرو۔

"فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون" (الروم:۱۷)

(صبح کرو، شام کرو، جس بھی مقام پر چاہو کرو۔ مجھے اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔)

"ولا تھنوا"

(اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ بڑے رنج وہ مقام آئیں گے۔)

Marfat.com

"ولا تحزنوا" (ال عمران:۱۳۹)

غم نہ کرنا، Frustration سے ڈر نہ جانا، اس لیے کہ میں نے تمہیں ان میں سے گزارنا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ تھوڑا سا تمہیں آزماؤں گا۔ "ولنبلونکم بشیء من الخوف" تھوڑا سا بھوک کے ساتھ "والجوع" "ونقص من الاموال" کسی کو مال و دولت کے نقصان سے۔ کوئی گاڑی ضائع ہوئی۔ کوئی مکان گرا "والانفس" کسی کو احساسِ کمتری سے آزماؤں گا۔ کیفیاتِ ذات سے آزماؤں گا "والثمرات" کسی کی بیٹی چھینوں گا۔ یہ میرے کچھ آزمائش کے Patterns ہیں۔ کچھ Heads ہیں۔ ان سے انسان کو گزاروں گا ضرور۔ "وبشر الصابرین الذین اذآ اصابتهم مصیبة" تم میری طرف سے ان لوگوں کو کہہ دینا جنہوں نے صبر کیا۔ اصولاً Understanding کی۔ صرف اتنی بات کہہ دی: "قالوآ انا لله وانا الیه راجعون" (البقرہ:۱۵۶) ہم تو یہ صرف مرنے پر پڑھتے ہیں۔ خدا اسے Approach قرار دیتا ہے۔ Full fledged approach in mind and idea. کسی قسم کے بھی نقصان ہو جائیں، صرف اتنی سی بات کہہ دو کہ اللہ کی طرف سے یہ Loss آیا ہے۔ I will be replenished with the better. تو خدا نے کہا کہ جو مجھ پر یہ اعتماد اور Approach رکھتے ہیں میں نے ان کے لیے ایک award رکھا ہے: "اولئک علیهم صلوت من ربهم" میں ان پر درود و سلام بھیجتا ہوں "ورحمة" میری ان پر رحمت نازل ہوتی ہے "واولئک هم المهتدون" اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

So when the argument is established, the next movement towards God is called mysticism. Every single human individual is capable of achieving and attaining the vicinity of God. Every man is capable of getting close to him. May be you have seen some body who is more specialized in the concern of God. عورتوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ! سارا قرآن مردوں کے لیے ہے۔ ہماری کوئی بات نہیں، تو حضور ﷺ خاموش ہوگئے۔ اسی وقت قرآن میں آیات اتریں:

"والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت ولاصآئمین والصئمت والحفظین فروجهم والحفظت والذاکرین الله کثیرا والذکرات" (الاحزاب:۳۵)

اور آخر میں عورت کو کر دیا:

"والذاکرین والذکرات"

اللہ کے ذکر میں بعض اوقات عورتیں مردوں سے آگے بڑھ جاتی ہیں۔ ایک بار جب "رابعہ" نے حسن بصری سے کہا کہ طالبِ الٰہ مرد ہے، طالبِ دنیا عورت ہے۔ جو دونوں کو چاہے Is the middle one اور میں اور تم دونوں ہی اللہ کو چاہتے ہیں، ہمارے تو نکاح ہی ممکن نہیں ہیں۔ "رابعہ بصری" ایسے نفیس نکاتِ تصوف والی خاتون تھی کہ اس دور کے صوفیاء ہدایت و رشد کے لیے رابعہ کے حضور جایا کرتے تھے۔ اس کے توکل اور علم کا یہ عالم تھا کہ اسی کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں پانی لیے جاتی تھی۔ کسی نے پوچھا رابعہ! آج تو جلال کچھ عجیب سا

Marfat.com

ہے۔ تو کہا کہ ہاں! اس لیے ہے کہ لوگ عموماً جنت کے لالچ اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آج تمنا ختم کر دوں، جنت کو آگ لگا دوں اور دوزخ کو سرد کر دوں۔ کاش کہ لوگ اللہ کو بے ریا چاہتے۔

حدیثِ مسلم ہے۔ آخری احادیث میں سے ہے۔ حدیثِ قدسی ہے کہ ملائکہ بہت سے لوگوں کو جنت میں لیے جا رہے ہوں گے۔ بڑے عبادت گزار، بڑی خوبصورت شکلیں، تمام تر شرع میں ڈوبے ہوئے تو اللہ کا حکم آئے گا کہ اے ملائکہ! انہیں دوزخ کی طرف لے جاؤ تو ملائکہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! یہ کیسے ممکن ہے۔ ان کے نامۂ اعمال کی نیکیاں لکھ لکھ کر شرقاً غرباً ہمارے تو صفحاتِ عمل ختم ہو گئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ فرمایا، ہاں! میرا اور میرے بندے کا ایک معاملہ ہے جسے صرف میں ہی جانتا ہوں اور وہ اخلاص ہے۔ جسے آپ تصوف کہتے ہیں وہ اخلاص سے شروع ہوتا ہے، اخلاص پر ختم ہوتا ہے۔

There are only three laws to be a mystic:

The choice of the top-priority, (ترجیح اول کا انتخاب)

Rememberance (یاد)

Balance (اعتدال)

The choice of the top priority,that means God and some body chooses God, he is choosing the top-priority. He starts to be a mystic. The second one is rememberance. Rememberance طاقت کے حصول کے لیے نہیں ہوتی۔ Rememberance is to maintain the priority اللہ کہتا ہے۔ کہ مجھے اس طرح یاد کرو جیسے Belongings کو کرتے ہو۔ محبت کے ساتھ، fear سے نہیں:

"فاذکروا اللہ کذکر کم اواشد ذکرا" (البقرہ:۲۰۰)

مجھے بھی ایسے یاد کرو جیسے Belongings کو، ماں باپ کو کرتے ہو۔ خوف سے تو نہیں کرتے، وحشت سے نہیں کرتے۔ قرب سے، محبت سے، انس سے، تعلق سے کرتے ہو۔ مجھے بھی ایسے ہی یاد کرو۔ "اوا شد ذکرا" ذرا زیادہ یاد کرو تا کہ مجھے پتہ چلے کہ تم ہر ایک سے زیادہ مجھے چاہتے ہو۔ So this is the balance.

اللہ کہتا ہے کہ مجھے تمہاری محبت کا یقین نہیں آ سکتا، مجھے بھی اسی طرح محبت کا یقین دلاؤ جیسے تم اپنے محبوب سے کرتے ہو۔ دن ہو، رات ہو، صبح ہو، شام ہو، وہ آپ کو ہر جگہ یاد آتا ہے۔ اگر کسی نے محبت کے ٹیسٹ لینے ہوں کہ کس سے مجھے زیادہ محبت ہے تو تنہائی اختیار کیجیے۔ جو زیادہ یاد آئے گا اسی سے زیادہ محبت ہوگی تو خدا چاہتا ہے کہ آپ اسے محبت اور انس سے یاد کریں۔ And the third major law is normality "اعتدال" جب تک آپ معتدل نہیں ہیں، جب تک آپ پر اعتدال نہیں ہے، آپ کا Religion Trustworthy نہیں ہے۔ Religion میں ایک ہی صفت ہے۔ Fears اور Frustration سے آزاد کر کے آپ کو مکمل اعتدال کو بڑھاتا ہے۔ آٹھ احادیث اوپر تلے مسلم نے نقل کیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''اعتدال اختیار کرو۔ اگر مکمل اعتدال اختیار نہ ہو سکے تو اس کے قریب ترین رہو۔''

Ladies and gentleman! It is a job of the normal people. It is the job of the intelligent. It is the job of the knowledgable, to know God, to love God, to believe God and to be the people of God. یہ کسی ان پڑھ کا کام نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان پڑھوں کے بارے میں اللہ کہتا ہے:

''ان شر الدوآب عنداللہ''

(بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں۔)

الصم البکم الذین لا یعقلون (الانفال:۲۲)

(جو گونگے اور بہرے ہیں۔ اندھا دھند میری آیات پر گرتے ہیں، جو عقل استعمال نہیں کرتے۔)

سوالات و جوابات

سوال: اسلام میں فقر کا کوئی تصور ہے۔ اگر ہے تو اس کی تھوڑی سی تفصیل بتائیں اور اگر سکونِ قلب کے لیے کوئی انسان کسی نیک محفل میں جانا چاہے تو یہ عمل اس کے لیے کیسا ہوگا؟

جواب: میرے عزیز! فقر کا تصور اسلام میں Intellectual Capacity کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''ستر سال کی عبادت سے ایک لمحہ فکر بہتر ہے۔''

سوچنے والا ہی اصل فقیر ہوتا ہے اور فقر کا مطلب Out Growth ہے۔ وہ شخص جو اپنے معاملات سے، اپنی Instinctive Demands سے Out Grow کرتا ہے۔ دراصل اس کو فقیر کہتے ہیں۔

باقی جو اذکار کی محافل ہیں ان کے لیے بھی یہ دیکھنا بڑا ضروری ہے کہ کیا وہ اذکار کی محافل کسی Pattern کی قیدی ہیں یا اخلاص کے لیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر اُس وقت بھی ہوتا تھا۔ ذکر اِس وقت بھی ہوتا ہے مگر For Example اگر قرآن یہ کہے کہ اپنی آوازوں کو اتنا بلند مت کرو، نہ اتنا دھیما کہ خود نہ سن سکو تو تمام اذکار کی محفلوں میں یہ Decorum رکھنا پڑے گا۔ ان لوگوں کی تخصیص کرنی بڑی ضروری ہے۔

''لم تقولون مالا تفعلون'' (الصف:۲)

(تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔)

تو پہلے فقیر ڈھونڈیں گے۔ پھر اذکار کی محفلیں ڈھونڈیں گے۔ پھر ان میں جا کر ہم اپنی تسکینِ قلب ڈھونڈیں گے تو سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جس مجلس میں آپ جا رہے ہیں یا جن لوگوں میں جا رہے ہیں۔ ان کی Authenticity of faith کیا ہے کیونکہ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ شیطان کا ایک روپ یہ ہے کہ وہ شیطانِ ابیض

Marfat.com

ہے۔نورانی شکل میں آتا ہے۔

At present i can tell you my own observations. Phychologically most

محافل جو ہیں وہ Out of guilt conscience of the Pre-possessive propaganda ہیں۔ ہیں اور

Self suggestions کے تحت ہوتی ہیں۔ ان میں اصلی اذکار کی محافل بہت کم ہوتی ہیں۔ جو میں نے analyse کیا ہے ورنہ ذکر کرنا ہر حال میں اچھا ہے۔ خواہ آپ کسی بھی حال میں ہوں۔

سوال: I think it was a very nice lecture but I don't agree with it. I believe in God and I believe in Quran. We cannot explain Quran or God by science becuase science is not a fixed thing. Trying to explain the Quran by the facts of 1950's is a big mistake. Second thing, Quran is a big science. It does'nt change. Science changes after every ten years, we cannot explain Quran by science. science is inferior. Quran is much more superior than science. Quran is a way of life and code of ethics. We should not mix the book of science or scientific research with Quran. I think we should take Quran as the way it is....

جواب: جو بھی آپ کہہ رہے ہیں۔ میں نے اس میں سے کوئی بھی Premises Establish نہیں کیا۔ بلکہ میں وہ بات کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جو خدا نے کہی تھی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ وہ بات کہہ رہے ہیں جو میں نے نہیں کہی اور میں وہ بات کہنے کی کوشش کر رہا ہوں جو اللہ نے کہی۔ میں نے خدا کو Quote کیا تھا:

"لیہلک من ھلک عن م بینة"

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔)

"ویحیٰ من حی عن م بینة"(الانفال:۴۲)

(جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔)

تو خدا یہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے مانا اس نے مجھے دلیل سے مانا۔ جس نے میرا انکار کیا اس نے میرا دلیل سے انکار کیا۔ Now the problem is آپ سائنس کو خدا کا حریف سمجھ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے خداوندِ کریم کا عطا کردہ یہ گوشۂ حکمت انسانوں کا نہیں ہے، اللہ نے فرمایا:

" یوءتی الحکمة من یشآءُ "

(جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔)

"ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا"(بقرہ:۲۶۹)

(اور جسے میں نے حکمت عطا کی اسے خیرِ کثیر عطا کی۔)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ Sciences ہیں کیا؟ آپ کو ایک عجیب سی بات بتاؤں، وہی "لارڈ برٹرینڈرسل"
جس نے خدا پر اعتراض کیا، اس کو بڑا فلاسفر بھی اس لیے کہتے ہیں کہ He summed up the nature of the
sciences. بڑے ہی خوبصورت لہجے میں اس نے کہا کہ We only know the ralationship of
things. We don't know the nature of things. تمام Sciences کی Struggle اسی
Relationship کو جاننے میں ہے۔ آئن سٹائن نے کوئی نئی بات Discover نہیں کی، وہ Energy جو موجود تھی،
وہ شئی جو موجود تھی، اسی کو اس نے Discover کیا۔ آج تک کسی سائنس دان نے اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہیں کی۔
دریافت نہیں کی بلکہ خدا کے قوانین کو پڑھا، لکھا، سمجھا اور سوچا۔ اگر قرآن نے ایک بات کہی:

"وما من دآبة فی الارض"
(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے۔)
"ولا طئر یطیر بجنا حیه"
(اور آسمانوں میں کوئی ایسا پرندہ نہیں اڑتا۔)
"الاامم امثالکم" (الانعام:۳۸)
(مگر تمہاری طرح امتیں ہیں۔)

Who will discover it? are you, a philosopher, a man of letters or a
scientist. یہ تو سائنسدان ہے جو آپ کو بتائے گا کہ ان کے نسب نامے ہیں۔ ان کے pedigrees ہیں۔ ان کے
فائیلم اور sub-phylum ہیں۔ He is only confirming God. Science is not final. You
are very correct. God has reached the finality. میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا تھا کہ قرآن
finality کو پہنچ چکا ہے۔ science نہیں پہنچی۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ قرآن نے فائنل پر judgement دی ہے:

"واذا الشمس کورت..... واذا النجوم انکدرت"
(جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور ستارے ماند پڑ جائیں گے۔)

اور دوسری جگہ کہا:

"وجمع الشمس والقمر" (القیمۃ:۹)
(چاند اور سورج کو جمع کر دیا جائے گا۔)

تو قرآن حکیم کو آپ کیا سمجھ کر پڑھیں گے؟ ان آیات کو کیا سمجھ کر پڑھیں گے؟ کیا ان آیات کو قرآن سے نکال
کر پڑھیں گے؟ خالی نماز اور روزہ کریں گے۔ خدا تو یہ نہیں چاہتا۔ اللہ آپ سے یہ توقع نہیں کرتا۔ کیا آپ اپنے شبہے
سے ڈرتے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے My dear young man, you are afraid of your own
secpticism آپ کو ڈر لگتا ہے کہ کل کو کہیں کوئی خدا کی بات غلط نہ نکل آئے۔ بدقسمتی سے I am a free, I am
independent. مجھے یہ یقین ہے کہ اگر کوئی خدا کی بات غلط نکل آئی تو اس غلط خدا کو ماننے سے آزاد رہنا بہتر ہے۔ تو

Marfat.com

God teaches me independence. یہ مجھے سوشلزم یا سیکولرازم نہیں بتاتا۔ مجھے خدا بتاتا ہے کہ اگر یقین واعتماد صحیح نہیں ہے تو You will be prey to any scepticism. کسی بھی شبے کا شکار ہو جائیں گے اور faith اور ایمان اتنا ان پڑھ نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی ایسی دلیل قائم نہیں رہ سکتی جو intellectual basis پر نہ ہو۔ خالی science نہیں all social sciences جہاں بھی، جب بھی انسان نے سوچا، اس نے خدا کے فیصلے کی تائید کی۔

سوال: Only God is being confirmed by sciences. God is not confirming sciences. I don't think so that God should be confirmed by sciences. I think we should just believe in God. I think we should believe in God and Quran...

احمد رفیق اختر: But why? اگر میں آپ کے خدا پر اعتراض کر دوں تو آپ کیا کہیں گے؟

سوال کرنے والا: No, why. that are the basis of Iman.

احمد رفیق اختر: ایمان کسے کہتے ہیں؟

سوال کرنے والا: Iman is belief on God with out any question. کیسے؟

احمد رفیق اختر: کس بات پر خدا کا ایمان ہوگا؟ کس نے کہا کہ خدا ہے؟

سوال کرنے والا: Human science and mind can'nt explain God.

احمد رفیق اختر: کس نے آپ سے کہا خدا پر یقین لانے کے لیے۔ دیکھیں آپ کا ایمان ایک سوال کی ضرب نہیں سہہ سکتا۔ کس نے کہا آپ خدا پر ایمان لاؤ؟

سوال کرنے والا: There is no doubt in my mind.

احمد رفیق اختر: کیسے؟ why don't you believe in satan. ھبل، لات وعزیٰ پر آپ یقین کیوں نہیں رکھتے؟ اگر کسی بھی reality پر ایمان لانا ایمان ہے تو بت پرستی کا کیا قصور ہے میاں؟

سوال کرنے والا: Belief in God is a kind of faith.

احمد رفیق اختر: آپ مجھے یہ بتائیں کہ بت پرستی پر ایمان رکھنا کیوں گناہ ہے؟

سوال: برائے مہربانی اس آیت کو Explain کر دیں:

"ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق" (البقرہ:۱۷۶)

جواب: بات یہ ہے کہ کتاب میں اللہ نے بڑی بعد میں یہ آیت لکھی اور پہلے کوئی اور لکھی۔ اصل میں جو بھی کتاب کھلتی ہے وہ Positive Statement سے کھلتی ہے۔ تو اللہ کو چاہیے تھا کہ پہلے یہ لکھتا کہ:

"ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق" (البقرہ:۱۷۶)

(کہ ہم نے اس کتاب کو سچائی کے ساتھ اتارا۔)

مگر میں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا اتنا بڑا Intellectual ہے، علیم ہے حکیم ہے۔ وہ Freedom of

Marfat.com

thoughtدیتا ہے۔تو سب سے پہلے Freedom of thoughtاس نے Intellectual context میں دی۔ اپنے بارے میں دی اور کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں عقل وشعور بخشا ہے۔اگر تمہیں عقل وشعور Convince کرے کہ میں ہوں تو پھر مجھے ماننا ورنہ میرا انکار کر دینا اس نے کہا:"انا هدینه السبیل" (میں نے تمہیں عقل وشعور بخشا ہے۔چاہو تو مجھے مانو اور چاہو تو نہ مانو۔) مگر کتابِ حکیم کا آغاز اس قسم کی Positive statement سے نہیں کیا۔یہ پھر دعویٰ ہو جاتا۔ اگر دعویٰ ہو جاتا تو پھر میرے اس عزیز دوست کی بات سچی سمجھی جاتی کہ شروع سے Force کیا جا رہا ہے کہ مجھ پر یقین رکھو۔تو اللہ Is a very great teacher, I have been a teacher for fifteen years.تو میں نے اچھا استاد اس کو سمجھا کہ جو کسی مسئلے کے Negative اور Positive کو Explain کرتا ہے۔ And the decision is left to the students. تو میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ One who thinks and who believes and who uses his intellectual capacities to understand about God. When he comes up then ultimately he reaches this statement: کہ:

"ذلک بان الله نزل الکتاب بالحق"

اور دوسرا حصہ اس آیت کا جو اختلاف کے بارے میں ہے، وہ Data کے بارے میں ہے۔Ultimacey کے بارے میں ہے۔کرسچن Faith اور دوسرے جتنے بھی Faith ہیں No doubt, they are the part of same faith. مگر خدا یہ کہتا ہے کہ اگر Quote کرنے کے لیے تم وہ Data استعمال کرو گے That will not be correct میں اس کی مثال آپ کو دیتا ہوں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سات آٹھ حواری: یوحنا، مرقس، متی، لوقا، برناباس وغیرہ تھے۔حضرت یوحنا کے درس مختلف اصحابِ رسول نے سنے، تو ان سے علیحدہ علیحدہ Documentations آئیں۔ وہ Documentations پھر بھی کاپی نہیں ہوئیں بلکہ ان اصحابِ رسول نے حواریوں سے Further by letters convey کیں اور By letters انطاکیہ میں سینٹ پال کے بڑے گرجا گھروں میں آئیں۔ Then seventy years later وہ کتاب کی شکل میں آئیں، اس لیے Documentation میں جو ان کے Basic اختلاف تھے وہ اس وقت بھی موجود ہیں۔حتیٰ کہ جب پوپ پال کو ایک انجیل مرتب کرنی پڑی تو انہوں نے ان میں سے کم از کم ایک سو چھتیس Version کو سامنے رکھا اور ان میں سے اس وقت جو مروجہ Version ہیں This is considered to be the most compromising. تو خدا کہتا ہے کہ You just don't have to quote my self from the other books کیونکہ ان میں تحریف ہے، یہ متن سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔اس لیے تم ان کتابوں کی سطح پر مجھے quote نہیں کر سکتے۔یہ، کتاب ہے جس کی گارنٹی اور سچائی کا میں نے خود ذمہ لیا ہوا ہے۔ If you have to quote myself. quote from this book. اس لیے ایک بہت اچھے مصنف نے قرآن، بائبل اور سائنس میں بائبل اور قرآن کے اختلافات کو واضح کیا ہوا ہے۔

ایک صاحب: میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ میرے یہ دوست جنہوں نے ابھی سائنس کے حوالے سے بات کی تو میں انہیں Suggest کروں گا کہ وہ یہ کتاب پڑھیں جس میں مصنف نے کہا کہ بائبل اور قرآن میں میں نے یہ دیکھا کہ

Marfat.com

بائبل نے جو کچھ کہا سائنس نے اس کو پرکھا اور کہا کہ یہ تو ثابت نہیں ہو رہا ہے سو بائبل غلط ہے اور جب سائنس نے قرآن کے Data کا دیکھا تو کہا کہ یہ یہاں ثابت ہو گیا، سائنس ہی اس کو ثابت نہیں کر پائی۔

پروفیسر احمد رفیق: اصل میں ایک حد تک ان کا یہ اعتراض ڈر سے پیدا ہوتا ہے کہ کل کو خدانخواستہ اگر ایک ایسا Data نکل آئے جو قرآن کے مطابق نہ ہو تو میں اُن سے ایک بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ قرآن کے بعض Datas سائنس کو مل گئے ہیں۔ ان پر تو Improvement ممکن ہے جیسے قرآن نے کہا کہ:

"وجعلنا من الماء کل شی ء"

Biology نے Further confirm کیا کہ تمام زندگی پانی سے پیدا ہوئی ہے تو یہ Law بن گیا۔ مگر ابھی بہت سارے اصولِ قرآن ہیں کہ ان کی Confirmation نہیں ہوئی یا ابھی They are mid way وہ Hypothesis کی شکل میں ہیں۔ جوں جوں Sciences آگے بڑھیں گی، فطرت ان کو Confirm کرے گی۔ آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو خدا ہی کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی Science نے اس کا انکار کر دیا، کوئی ایسی بات نکل آئی I will be the first man to leave God. تو مجھے خدا نے یہ Liberty دی ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے مت مانو۔ مجھے تو خدا سمجھ میں آ رہا ہے۔ تیس سال اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ پہلے تو دلیل ہے، پھر اس کی قربت کی بات ہے۔ آپ کے دل میں اگر شوق ہو اس کی قربت کا اور اس کے بارے میں جاننے کا تو خالی Sciences نہیں ہیں۔ آپ کو زمین کی ہر چیز پڑھنی پڑتی ہے۔ ہر شے کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ایک Science میرے علم میں ہے جو ابھی تک Science نہیں بنی۔ قرآن ہی سے میں نے سیکھی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ Feelings are a science. Sentiments are a science. مگر کبھی اس Science کا سنا آپ نے؟ یہ ساری کی ساری Sciences ہیں اور Science کی کتنی بڑی حماقت ہے کہ ان کو Un Scientific قرار دیا ہوا ہے۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، جب ان کے Actions اور Reactions اور Reciprocal Reactions دیکھے جائیں گے تو اگلے دس برسوں میں آپ کو پتہ لگے گا کہ ہر Feeling سائنس ہے۔ Sentiments پورے کا پورا Package ہے۔ All the syndromes are science syndromes. یہ تو رفتہ رفتہ کی بات ہے۔ اللہ تک پہنچنا آسان تو نہیں ہوتا صاحب!

سوال: You have said that all professions, skills and science are just way to spend a sort of healthy and constructive life. But how you place the people who are non-believers, for example who invented small pox vaccine which arradicated whole of the small pox and that is a great victory to mankind and still they are non believers. How will you put a place these non believers.

Marfat.com

جواب: دراصل قرآنِ حکیم نے جب کرامتِ ظاہرہ کا ذکر کیا تو اللہ نے اسے مسلمان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ فرمایا:

"ولقد کرمنا بنی ادم" (بنی اسرائیل:۷۰)

(ہم نے تمام بنی آدم کو کرامت بخشی۔)

Intellect کے تین درجے ہیں۔ایک کو Common Instinctive پر Base کرتے ہوئے Instinctive Knowledge کہتے ہیں۔جب پڑھتے لکھتے ہیں اور دانش وری اختیار کرتے ہیں تو ہم Intellectual ہو جاتے ہیں۔Intution تک مسلم اور غیر مسلم سب برابر ہیں۔انہوں نے چونکہ Concentration کی ہیں۔انہوں نے غور وفکر کیا ہے۔جیسے Organic Chemistry کا فارمولہ بنانے والے حضرت جب بہت غور وفکر فرمارہے تھے تو آتش دان سے آگ لپکتی دیکھ کر ایک Snake-tail formula تک پہنچ گئے۔جیسے Newton ہیں، تو آٹھ سال کا غور وفکر تو شامل تھا، سیب کا گرنا تو بہانہ ہو گیا تھا۔وہ ایک Intutive الہام تھا۔وجدانی کیفیت پیدا ہو گئی۔تو خدا نے کسی بھی محنت ومشقت کرنے والے کو ایک وجدانی ترفع بخشتا ہے، جو کسی مسلم اور غیر مسلم میں یکساں ہو سکتا ہے۔چونکہ مسلمانوں میں ایسی Concentrations موجود نہیں ہیں۔مسلمانوں میں تو اپنی knowledgibility بھی کھو گئی۔Religious sentiment بھی کھو گیا۔نہ اُدھر تحقیق ہوئی نہ اِدھر تحقیق ہوئی تو Obviously Inferiority پیدا ہونی تھی۔باقی رہا ان کے اوصاف۔یہ تو سوال ہے ان کی صلاحیت کا۔سو اللہ میاں نے اس پر کوئی تخصیص نہیں لگائی بلکہ ایک دور کو دجال کا عصر کہا۔جب Genetics اتنی ترقی کر جائیں گی کہ نیا انسان تخلیق ہو سکے گا۔ہمارے Religion نے ہمیں یہ Probability دی ہے کہ نئے انسان کو انسان تخلیق کر سکے گا۔ظاہر ہے کہ Genetics engineering اور Micro Biology اگر مل جل کر اتنی کوشش کریں تو They will be able to recreate an exact replica of a human being. یہاں تک اشارات ہمیں قرآن واحادیث سے ملتے ہیں۔مگر اس وقت ایک اور سوال آئے گا۔بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں جو خدا کے علم میں تھیں اور قرآن میں یہ لکھا گیا تھا کہ یہ چیزیں تو صرف اللہ جانتا ہے۔اس میں سونوگرافی نے ایک چیز کو غلط کر دیا کہ بچے کا پہلے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔اللہ کہتا ہے کہ میں ہی جانتا ہوں کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے؟ مرنے کی جگہ کون سی ہے؟ جینے کی جگہ کون سی ہے؟ رزق کے مقامات کیا ہیں تو آج کے دور میں آپ دیکھیں کہ۔People are getting fixed in their professions differently. The people almost know what they have to do on the places, they choose. اور یہ کہ تین یا چھ مہینے پہلے judgement دے دی کہ لڑکا ہو رہا ہے، لڑکی ہو رہی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کی آیات غلط ہو گئیں تو Normally ہمیں دیکھنا پڑتا ہے کہ حدیث جو ہے وہ explaining documentry of the Quran ہے اور بعض آیات کی وضاحت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہمیں Explaining Documentaries نہ ملیں۔Particularly یہ جو آیاتِ زمانہء آخر ہیں جن میں سے ہم ابھی گزر رہے ہیں، یہاں پر اللہ کے رسول نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہوگا کہ انسان بعینہ وہ کام

Marfat.com

کرے گا جو اللہ کرے گا اور وہ عصرِ دجال ہے۔

عصرِ دجال کا مطلب یہ ہے کہ انسان Claimant ہوگا ان کاموں کا جو خدا کر رہا ہے۔ خدا اگر زندگی اور موت دے رہا ہے تو دجال Claim کرے گا کہ میں زندگی اور موت دے رہا ہوں۔ اگر اللہ یہ جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے تو یہ ہوگا۔ خدا نے کہا کہ میں لڑکا اور لڑکی دیتا ہوں۔ آپ دیکھئے کہ جاپانی, Micro Biologian اور Genetics کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق You may choose the sex of your bady تو یہ سارا ایک Exception ہے جسے اللہ کے رسول نے واضح کیا کہ یہ Exceptional Period دجال کا عصر ہے۔ اور اس کے بارے میں واضح کیا کہ لوگ زیادہ تر دجال کے عصر میں دجال کی طرف جائیں گے۔ Youngs جائیں گے، Ladies جائیں گی اور وہ ہر چیز کو حاضر کرے گا۔ اس کے پاس ایک شخص جائے گا اور کہے گا کہ میرا بھائی مر گیا ہے۔ کیا تو اس کو زندہ کر سکتا ہے؟ وہ کہے گا ہاں! کر سکتا ہوں۔ And he will relive the dead person. تو لوگوں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا یہ وہی شخص ہوگا؟ فرمایا نہیں اس کی مثل ہوگا۔ اب دیکھئے! کتنی عقل مندی کی بات ہے! اللہ کے رسول نے ہمارے لئے کتنی Openings چھوڑ دی ہیں کہ اس کی مثال ہوگا۔ It will not be the same man. May be out of his own genes and exact replica of the same man will be created and not the same man. تو عصرِ دجال میں تمام جو حیرت انگیز واقعات ہونے والے ہیں یا ہوں گے، ان تمام کا ذکر ہے۔ اور یہ تمام چیزیں ہم پر اس بات کا دباؤ ڈالیں گی کہ You stop believing in God and start believing in a new God. that's man himself. جو اس پر یقین رکھیں گے، وہ انہیں جنت دے گا۔ جو اس پر یقین نہیں رکھیں گے، وہ انہیں دوزخ دے گا۔ البتہ جہاں تک صلے کی بات ہے تو خدا نے کہا کہ جو محنت کرتے ہیں، میں زمین پر ان کا صلہ انہیں دے دیتا ہوں۔ ان کو عزت، محبت، شہرت سب کچھ دیتا ہوں مگر اس کی مثال یہ ہے جیسے ریگزاروں میں سراب۔ جب یہ اس کے قریب جائیں گے تو باقی صرف ریت رہ جائے گی۔ ان کے ایمان اور اعمال کی نسبت یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا اس کا صلہ ہم ضرور ان کو اس زمین پر دیں گے۔ مگر جہاں تک ایمان کی بات ہے، جہاں تک اگلی دنیا میں ان کے صلے کی بات ہے I am silent. انہوں نے میری طرف رجوع ہی نہیں کیا۔ مجھے مانا ہی نہیں، مجھے چاہا ہی نہیں تو کہاں سے یہ مجھ سے کوئی چیز طلب کریں گے۔ تو ان کے تمام نیک اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے سرابِ ریگِ صحرا، دور سے پانی لگتا ہے اور قریب جاؤ تو ریت رہ جاتی ہے۔

Marfat.com

نظریۂ ذاتِ خداوند

اعوذباللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

حضراتِ محترم!

Post Graduation کے بعد میرا موضوع Concepts of God یا جسے نظریۂ ذاتِ خداوند کہتے ہیں، رہا۔ سب سے بڑی بات جو کسی صاحبِ تشکیک کو ڈستی ہے، ہر اس ذہن کو جس میں سوال ہے یا جس میں سوال کے کرب کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ہر وہ ذہن جو اپنے بچپن سے جوانی کو بڑھتا ہے اور تعلیم اور بلاغتِ شعور کو جاتا ہے، اس کے رستے کے سوالات کو روکا نہیں جا سکتا۔ اس کی سوچ گستاخانہ بھی ہو سکتی ہے، منکرانہ بھی ہو سکتی ہے، جاہلانہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ جبلی اقدار جو کسی انسان کی بنیاد میں ہوتے ہیں۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عقل وشعور کے ساتھ، ان جبلی اقدار کو روکا جاتا ہے تو نفسِ انسان بہر حال کسی نہ کسی تخریبی اور کسی نہ کسی ناقص نظریاتی پہلوؤں پر سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ آج کا نوجوان خاص طور پر اس بحران اور المیے کا شکار ہے۔ مگر جیسے بہت پہلے، بہت ساری روایات کے دباؤ، بہت سارے اخلاقی تجاوزات، جو ہمارے سروں پر پچھلی نسلوں نے مسلط کیے تھے اور ہم وہ نسل تھے جو اُن بزرگوں کے دباؤ سہہ گئے۔ مگر جوں جوں فشارِ بلاغت ہو رہا ہے، جوں جوں انسان Information کے سمندر میں آگے بڑھ رہا ہے، جوں جوں انسان موجودہ سائنسی اور تکنیکی علوم کی معرفت حاصل کر رہا ہے، بہت ساری پرانی باتیں دقیانوس لفظ کی تعریف میں داخل ہو گئی ہیں اور نوجوان نسل، جدید الیکٹرانک سے معروف، ایک تیز ترین، صوتی اور بصری نظریات سے معروف نسل، شاید اب پرانے دلائل سے کسی قیمت پر بھی نہ متاثر ہوتی ہے اور نہ ہی مطمئن۔

حضراتِ محترم! یہ بحران تو ہر زمانے میں رہا۔ مگر بہت ساری نسلوں میں شاید یہ استقامت اور جرأت نہ تھی کہ وہ اپنے بزرگوں سے وہ سوال کر سکتے کہ جوان کے ذہن میں ہر وقت بے چینی اور انتشار پیدا کیے رہتے تھے۔ شاید اس وقت اساتذۂ گرامی بھی اور بہت بڑے علماء بھی کسی چبھتے ہوئے سوال پر جواب دینا توہینِ مذہب سمجھتے تھے یا توہینِ استاد سمجھتے تھے اور وہ بے چینی اور اضطراب ایک گہری منافقت کی صورت میں ڈھلتا چلا جاتا تھا اور وہ بزرگ اور وہ بڑے لوگ، انہوں

Marfat.com

نے زندگی کے قواعد میں تو بہت ساری تبدیلیاں کیں، بہت ساری Corruptions اختیار کرلیں مگر بظاہر وہ بڑے مذہبی بھی تھے۔ بڑی Attachments تھیں ان کو دین کے ساتھ۔ بڑا لگاؤ تھا ان کو اپنی دینی روایات کے ساتھ اور میں نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے جو بہت سی اخلاقی بے ضابطگیوں کے باوجود بھی، رشوت اور جرائم کے باوجود بھی وہ اتنے پکے نمازی تھے، اتنے پکے رائج الوقت مذہب پہ قائم تھے کہ حیرت ہوتی تھی کہ یہ تضاد، یہ ڈپلومیسی، یہ منافقت، کیسے ایک ہی انسان کے سینے میں ممکن ہو سکتی ہیں۔

مگر حضراتِ محترم! زمانہ اب اس نہج پہ آ گیا ہے کہ جہاں اس کے دل سے مذہبی روایات کا خوف اٹھتا جا رہا ہے۔ ویسے بھی تجسس، شوق، جاننے پہچاننے کی خواہش، اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب جس سوال کا جواب مذہب نہ دے، اور جو مذہب بھی نہ دے گا، اس کی Appriciation یا تعریف و توصیف اِس زمانے کے استدلال میں نہیں ہو سکتی۔

اب اگر اسلام اتنا Decadent ہے، اتنا فرسودہ نظامِ فکر ہے، اتنا پرانا نظام ہے کہ جدید ترین تقاضائے فطرت وعلم وحقائق کا جواب نہیں دے سکتا یا اس کے جواب میں صرف وہ اپنی Rigidity Show کرتا ہے، ایک لڑاکا اور جنگجو یانہ صفت ہی Show کرتا ہے تو پھر لوگ اس میں Fundamental کا Order لگا دیتے ہیں اور اس کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کو مانتے ہوئے بھی وہ زندگی کو ہر اس قدر کو روا رکھے ہوئے ہیں، جو انہیں جدید زمانے سے ہم آہنگ کر سکے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ ذرا آپ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ ایک معمولی سے معمولی ڈگری کے حصول کے لیے ایک معمولی سی استعداد کے حصول کے لیے زندگی کے بیس اور پچیس سال لگ جاتے ہیں اور ایک متصل اور مسلسل تعلیم کے حصول میں آپ بالآخر بڑی مشکل سے، ایک بڑی معمولی سی جدید ڈگری جو ہے، جسے آپ بیچلر آف آرٹس یا سائنس کہتے ہیں، وہ حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ مگر کبھی آپ نے غور کیا کہ خدا کے بارے میں جواب دینے والے، یا خدا پہ گفتگو کرنے والے، یا خدا کو عالمانہ انداز میں پیش کرنے والے، زندگی کا کتنا وقت اس مضمون کو دیتے ہیں؟ اتنا بھی نہیں جتنا ایک Matriculation کو دیا جاتا ہے، اتنا بھی نہیں جتنا ایک Faculty of art کے Subject کو دیا جاتا ہے، اتنا نہیں جتنا ایک Graduation کو دیا جاتا ہے۔

اگر ایک معمولی تحصیل کے لیے اتنا وقت چاہیے تو کائنات کے سب سے بڑے عالم کے لیے، خلاقِ عالم کے لیے، کیا یہ وقت بہت زیادہ گنتے ہیں؟ ایک آدھ سال مسجد میں صرف قرآنِ کریم پڑھ لینا، سنی سنائی روایات پر غور کر لینا--- اگر غور کریں، تو صرف ایک بات جو مسلمان میں اس وقت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص اس سے پوچھ لے کہ تمہارے خدا کتنے ہیں تو اس کا جواب ہوگا ایک۔ اس کے علاوہ ہمارے مذہب اور معاشرت میں، ہمارے رنگ ڈھنگ میں، اسلام کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ وہ جو تحصیلِ علم ہے مذہب کی، وہ تمام تر ایک لگے بندھے روایتی انداز میں ہے جس کی Appriciation کسی ماڈرن Standard پہ نہیں ہو سکتی۔ جس کی تعلیم و ترویج احسان اور منت کے طور پر ہوتی ہے۔ جسے بحیثیت ایک Advanced comparative subject کے دنیا کے دوسرے علوم کے سامنے نہیں لایا جا سکتا۔

غور کیجیے کہ ہندوؤں کا فلسفہ کیا تھا اور پھر اپنی زندگی اور معاشرت کے فلسفے پر غور کریں۔ ہندو نے معاشرے کی زندگی کو چار آشرم میں بانٹا تھا، برہم چری آشرم--- جوانی کا آشرم، پچیس برس تک، جو انسان کی طاقت اور سیکھنے، پڑھنے کی

Marfat.com

عمر ہے۔ پھر اس نے کہا کہ زندگی اگلے پچیس سال میں داخل ہوتی ہے۔ گرھست آشرم ــ بیوی بچے، پالنا پوسنا۔ پھر منو نے کہا کہ زندگی اگلے آشرم میں داخل ہوتی ہے۔ گھرب آشرم ــ طاقت اور سیاست کی زندگی۔ پھر اس نے کہا کہ جب تم پچھتر برس کے ہو جاؤ، بوڑھے ہو جاؤ تو پھر، صوفی ہو جاؤ۔ مذہبی ہو جاؤ، خدا کے بندے ہو جاؤ، رشی منی آشرم کو اختیار کر لو۔

ذرا اپنی زندگی پر غور کریں کہ زندگی کی بہترین صلاحیتوں کا وقت، بہترین عمر آپ بدترین شے کو دیتے ہیں۔ اُس شے کو جسے پروردگار نے کہا:

"وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور" (ال عمران:۱۸۵)

"انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو" (محمد:۳۶)

"متاع الدنیا قلیل" (النساء:۷۷)

یعنی مختصر، بے نام و نمود، کھیل کود، تماشہ، حسب و نسب، غرور و مباہات کی جنگ کو آپ اپنی، بہترین عمر دیتے ہیں۔ جب پچپن اور ساٹھ سال کے ہو گئے تو اس دنیا نے آپ سے مختصر سی بات کہی کہ اب آپ تھک گئے ہیں، کمزور ہو گئے ہیں، آپ کی صلاحیتیں اب ہمیں زیادہ درکار نہیں ہیں۔ اس عمر میں آپ آفس کا اور دنیا کا کام نہیں چلا سکتے۔ ایک Lesser Important چیز کو آپ ٹھیک طرح سے Run نہیں کر سکتے۔ اب وہاں سے آپ ریٹائر ہو گئے۔ There is no Choice for you. اب آپ خدا کی طرف بڑھتے ہیں۔ یعنی بدترین صلاحیتوں کو آپ اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ وہ صلاحیتیں، وہ عمر، جس کے بارے میں پروردگار کہتا ہے کہ انسان اپنی ناقص اور ارذل عمر کو پلٹ چلا ہے۔ جسے Shakespeare کہتا ہے: Sans a taste, sans a teeth, sans eyes, sans every thing. بڑے میاں کا ذائقہ گیا، آنکھیں گئیں، شعور گیا، اب سوائے مصلے کے اور کیا choice ہو سکتی ہے۔ Do you think, God will like this thing آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ "جو غرضوں کی غائت" ہے، وہ جو غائتوں کی "غائتِ اولیٰ" ہے، وہ جو اعلیٰ ترین Subject ہے۔ آپ اس کو بدترین عمر میں پڑھیں گے۔ اس کمزور حسی ادراک کے ساتھ پائیں گے۔ اپنی بدترین صلاحیتوں کے ساتھ پائیں گے۔

مسجدِ نبوی پر ایک صحابی نے کچھ نکمی اور خراب کھجوریں لٹکا دیں۔ اس وقت طریقہ یہ تھا کہ لوگ صدقہ و خیرات کے لیے کھانے پینے کی چیزیں مسجد نبوی میں رکھ چھوڑتے تھے۔ گلی سڑی کھجوریں، جو اس کے مال میں بے کار تھیں وہ مسجد کے دروازے پر لٹکا دیں کہ ضرور تمند کھالیں گے۔ مگر خداوند کریم کو اس پہ اتنا غصہ آیا کہ ایک آیتِ قرآن اتری کہ اے لوگو! اپنے لئے بہترین چیزیں اور میرے لئے یہ بدترین مال اور چلو اگر تم اپنی بہترین چیز میری راہ میں صدقہ و خیرات نہیں کر سکتے تو کم از کم درمیانہ تو کرو۔

حضراتِ محترم! میں بھی آپ سے یہی کہنے آیا ہوں کہ اگر آپ اپنی بہت سرکشی کی عمر اللہ کو نہیں دے سکتے، تو کم از کم درمیانی عمر تو اس کو دے دو۔ وہ سوچوں کا وقت تو اسے دیں، کم از کم اپنی زندگی میں اتنا فاصلہ تو دیں کہ اگر فکری شعور اور ذہنی صلاحیتوں سے اس کی طرف بڑھا جائے تو اتنا وقت تو نصیب ہو کہ کہیں اس کا احساس --- کہیں اس سے ملاقات نصیب ہو سکے۔ کون کہتا ہے کہ خدا نصیب نہیں ہوتا؟ کون کہتا ہے؟ جب ایک زندگی ہی اس نے اپنے لئے بنائی۔ پوری

Marfat.com

زندگی کا مقصد ہی اس نے ایک رکھا، اور وہ ایک مقصد:

"انا ھدینہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا" (دھر:۳)

(کہ میں نے تمام ہدایات و عقل و شعور صرف اس لیے رکھا کہ چاہے تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔)

اُس نے تو آپ کی زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں رکھا۔ اس نے تو صرف ایک مقصد رکھا کہ:

"انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا" (الاحزاب:۷۲)

(زمین و آسمان کی مخلوق پر میں نے امانتِ عقل و شعور پیش کی۔ تمام ڈر گئے۔ تمام بھاگ گئے۔) مگر حضرتِ انسان آگے بڑھا، "وحملھا الانسان" حضرتِ انسان! اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں اس شعور کی نعمت کو وصول کروں گا۔ کیونکہ اللہ نے جو Task دیا تھا وہ بڑا صاف تھا۔ بڑا سادہ سا تھا کہ میں ایک ممتاز صلاحیت حضرتِ انسان کو دے رہا ہوں۔ کوئی بھی مخلوق آگے بڑھ جاتی کہ میں تمہیں سب سے ممتاز کر رہا ہوں۔ میں تمہیں ایک ایسی Value دے رہا ہوں جو میں کسی اور کو نہیں دے رہا، اس کے صلے میں میں تمہیں "خلیفۃ اللہ فی الاَرض والسَّموٰت" بناؤں گا۔ اس کے صلے میں میں تمہیں سرکردگیٔ خلائق بخشوں گا۔ مگر اس کا ایک Return میں نے ضرور لینا ہے اور وہ میری اپنی شناخت ہے، وہ میرا اپنا جاننا ہے۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ یہ عقل و شعور لے کر ایک کام تم ضرور کرو گے کہ اپنی بہترین فکری صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے مجھے ضرور جاننے اور پہچاننے کی کوشش کرو گے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک عام فکری انسان، ایک گہرے فکر کے انسان، ایک معمولی پڑھے لکھے انسان اور ایک بہت پڑھے لکھے انسان سے خدا ایک ہی سوال کیوں کرے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قبر میں ایک چھابڑی والے سے، ایک ڈرائیور سے، ایک پروفیسر سے، ایک دانا و فاضل سے ایک ہی سوال کرے گا:

مَنْ رَبُّکَ؟ کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟

اگر ہم یہ سمجھیں کہ پروردگار نے یہ صلاحیت کسی کو بخشی ہوئی نہیں ہے تو پھر یہ سوال کتنا غیر معقول ہو جاتا ہے۔ اللہ کا یہ ہر ایک سے پوچھنا کہ مَنْ رَبُّکَ؟ کتنا Injustice ہو جاتا ہے۔ کتنا غیر منصفانہ سوال ہے۔ میں اسے کہہ سکتا ہوں کہ پروردگار! میں نے تو پڑھا لکھا، میں نے تو جانچا پرکھا، میں تیرے سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ مگر میرا یہ بھائی جو ساری عمر روزی کی کشاکش میں مصروف رہا۔ اس کو تو ایک لفظِ علم بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ تجھے کیسے جواب دے گا کہ مَنْ رَبُّکَ؟ تو حضراتِ محترم! خدا بے انصاف نہیں ہوسکتا۔ سوائے ان کے کہ جیسے حدیث رسول ہے کہ پروردگار نے قلم اس پر سے اٹھا لیا کہ جو سویا ہوا ہے یا مجنون ہے۔ اگر کوئی ذہنی طور پر مفلوج ہے تو اس سے حساب نہیں ہوگا۔ اگر سویا ہوا ہے تو اس سے حساب معطل ہے۔ مگر باقی تمام لوگوں کو اگر اللہ نے اور کوئی صلاحیت نہیں بخشی، اور وصف نہیں بخشا تو تمام ان انسانوں کو جو زندگی ایک Normal Pattern میں گزار رہے ہیں، ان کو اگر کسی بھی اور سوال کا جواب دینے کی صلاحیت نہ ہو، اس سوال کا جواب دینے کی صلاحیت ضرور موجود ہے کہ مَنْ رَبُّکَ؟ اور اگر ہم اپنے Pattern میں، اپنے عقل و شعور میں اس سوال کا جواب نہیں دیں گے تو ہمارے پاس یہ کوئی Argument نہیں ہے کہ ہم پڑھے لکھے ہیں یا ہم ان

پڑھ ہیں، یا ہم زندگی کے معاملات میں مصروف رہے ہیں یا ہمیں ہوش وخرد نہیں رہا یا ہمیں اتنی Qualification حاصل نہیں تھیں کہ ہم اپنے اللہ کو جان سکتے۔ یہ سوال ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔ اس کے جواب کی صلاحیت Basically ہر Human mind کے Computer کو عطا کر دی گئی ہے۔ وہ اس لیے حضراتِ محترم! کہ اگر آپ اپنے دماغ کا Analysis کریں تو اس دماغ میں پروردگارِ عالم نے، اس کے Maker نے، ایک Inherited صلاحیت رکھی ہے۔ ایک بنیادی صلاحیت رکھی ہے، جس کو کوئی Add نہیں کر سکتا، کوئی نکال نہیں سکتا، اور وہ صلاحیت یہ ہے کہ یہ آپ کو صبح وشام کی، اور زندگی کی، اور سال کی اور مہینے کی ترجیحات سے Automatically آگاہ کرتا رہتا ہے۔ ایک دن میں کسی شخص نے کیا کیا کام کرنے ہیں؟ اس کی لسٹ اُسے نہیں بنانی پڑتی اور دماغ کے کسی گوشے میں محفوظ نہیں رکھنی پڑتی۔ اس میں یہ ایک بنیادی صلاحیت ہے کہ آپ کو اپنی ترجیحات کی خبر دیتا ہے۔ اگر آپ Routine Work میں ہیں اور کوئی انوکھا واقعہ ہو گیا، کوئی Death ہو گئی تو آپ ساری Routine Work معطل کر دیتے ہو۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس کو ترجیح اوّل حاصل ہو گئی ہے اور آپ سارے کام کاج چھوڑ کر اُدھر کو چلے جاتے ہو۔

انسانی ذہن کا یہ وصف ہے کہ ایک دن میں، جب آپ کے ذہن میں بہت ساری ترجیحات آتی ہیں تو آپ ہمیشہ اہم ترین ترجیح کا رُخ کرتے ہو، آپ ہمیشہ زیادہ ضروری ترجیح کا انتخاب کرتے ہو، باقی کو اس کے بعد Sub-Categorize کرتے ہو۔ یہی حال ہماری پوری زندگی کی ترجیحات کا ہے۔

حضراتِ محترم! مصیبت یہ ہے کہ یہ کمپیوٹر مکمل طور پر آپ کو زندگی کی ترجیحات نہیں بتا رہا۔ آپ کی Local ترجیحات آپ کو بتاتا ہے، آپ کی Monthly ترجیحات آپ کو بتاتا ہے۔ ایک طالب علم کو بتاتا ہے کہ تیری دو سال کی زندگی کی ترجیح تعلیم ہے۔ ایک بزنس مین کو بتاتا ہے کہ چار یا چھ سال دولت کمانا آپ کی ترجیح ہے مگر بدقسمتی سے ایک پوری زندگی کی ترجیح کا، ایک پوری زندگی کا اندازہ اس کی نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے۔ جب یہ گزرتا ہوا چالیس اور پچاس سے آگے بڑھتا ہے تو وہ ترجیح کہیں جاتی نہیں اب وہ اسے Pinch کرنا شروع کر دیتی ہے۔ جب Lesser ترجیحات ختم ہو جاتی ہیں تو وہ Top Priority جو زندگی سے کبھی رخصت نہیں ہوتی وہ دباؤ ڈالنا شروع کر دیتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے اب اتنا وقت نہیں بچتا، نہ تعلیم کے لیے، نہ غور وفکر کے لیے، نہ سوچنے سمجھنے کے لیے، اور پھر Confusion اور یاس کے عالم میں جب وہ اپنی دوسری ائیرپورٹ پر اترتا ہے، جہاں اس کے جہنم اور جنت کا ویزہ لگنا ہوتا ہے تو Gate Way پر ہی اس سے ایک Question پوچھا جاتا ہے۔ مَنْ رَّبُّکَ ؟ کہ صاحب یہ جو لیٹر آپ نے ہمیں Deliver کرنا تھا جس کے لیے آپ کو زندگی دی گئی، کمالات وفنون دیئے گئے، صلاحیت وشعور بخشا گیا، اس سوال کا جواب آپ لائے! اور آپ فرماتے ہیں میں تھوڑا Busy رہا:

”زین للناس حب الشهوت من النسآءِ والبنين والقنا طير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والا نعام والحرث ط ذلك متاع الحيوة الدنيا“ (العمران:١٤)

ایک ایک گنی جاتی ہے، بیوی میں، بچوں میں، مال واسباب میں، گھوڑے گاڑیوں میں، میں ذرا مصروف رہا۔ But what about the top priority? ترجیح اول کہاں جائے؟ پروردگار کے نزدیک یہ عذر قابل قبول نہیں

Marfat.com

ہے۔اس لیے کہ پوری زندگی، پورا وقفۂ حیات، پوری صلاحیت، پورا شعور آپ کو صرف ایک Question کے ادراک کے لیے دیا گیا تھا۔ پیغمبر اسی ادراک کو اجاگر کرنے کے لیے آئے۔ اولیاءاللہ تعالیٰ نے اسی Top priority کی بات کی اور پھر بھی آپ نہیں جان سکے، تو اب آپ کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ اسی لیے پروردگار براہِ راست قبر کے سوال کا جواب دیتا ہے اور اگر آپ کہیں اور نہ کہیں تو خدا کہتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ Showing the other way or this way تو پوری زندگی میں سب سے بڑا نقصان اور المیہ یہ ہے کہ ہم Lesser Priority کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور Top Priority کو Lesser ترجیح دیتے ہیں۔ اگر ہم کمتر ترجیحات کو اہم ترین وقت دیں گے اور اہم ترین ترجیح کو کمتر وقت دیں گے تو پورا Life کا Pattern اضطراب اور بے چینی کا شکار رہے گا۔ جوں جوں ہم اس ترجیح کو Ignore کر رہے ہیں، جوں جوں ہم اس سے پیچھے ہٹ رہے ہیں ہم مزید اضطراب کا شکار ہو رہے ہیں۔

But the problem is very different now اب لوگ religious knowledge کو Vompatible نہیں سمجھتے۔ اتنی جرأتِ انکار ہے کہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں ماڈرن نظریات، ماڈرن Concepts میں اسلام کہیں فٹ نہیں ہوتا۔ ایسے لگتا ہے کہ اسلام اب علی بابا کے دور کا مذہب ہے اور خدا کا تصور بہت سارے لوگوں کے ذہنوں میں ایک ''لال ترکی ٹوپی'' والے خدا کا تصور ہے جس کا زمانہ گزر چکا۔ جو Five Star ہوٹلز کو Face نہیں کر سکتا۔ جو ایک ماڈرن الیکٹرانک Gadget کو Face نہیں کر سکتا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ Medieval Ages تک خدا آیا، وہاں تک ہی رک گیا اور زمانہ اس نے اگلے انسان کے حوالے کر دیا۔ This concept is only born because of only one thing. کہ مذہب کی تمام تر ہدایات، Instructions، معلومات، تشریحات اور اس کی تمام تر وضاحتیں بارہویں اور پندرہویں صدی تک محدود ہیں۔ علم بہت آگے بڑھ گیا اور ہم آج بھی اسی وضاحت کے قیدی ہیں جو ہمیں امام فخرالدین رازی نے دیں، جو ابنِ حجر عسقلانی نے دیں، جو نووی نے دیں، یا جو امام آلوسی زادہ نے دی اور Even کہ ہمارے جو The most ماڈرن مفکر اور مفسرِ قرآن ہیں، جب وہ بھی قرآن کی وضاحت کرنے بیٹھتے ہیں تو ان کا اتنا One Sided علم ہوتا ہے، اتنا محدود علم ہوتا ہے کہ صرف ایک Subject پہ ان کی نظر ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باقی علوم کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی مذہب کو یک طرفہ Presentation دیتے ہیں اور جب ان کے سامنے Genetic Engineering کا کوئی Question آجائے گا، جب ان کے سامنے کوئی Latest modern physical theory کا سوال آجائے گا۔ جب ان کے سامنے Relatitivity اور Quantam آجائے گی تو وہ سرے سے ہی اس بات کا انکار کر دیں گے اور یا تو ان میں سے کوئی Rigidly ڈیفنس کریں گے، آیات کو موڑنے توڑنے کے بعد یا کہیں گے کہ Religion is a different thing and science is a different thing.

مگر میں پرانے علماء کی اور ماڈرن علماء کی ایک چھوٹی سی آیت کی وضاحت آپ کے اوپر چھوڑ دوں گا، صرف لفظی ترجمہ کے ساتھ اور پھر انصاف کیجیے گا کہ ہمیں کون سی وضاحت درکار ہے۔ قرآن حکیم میں ایک آیت ہے:

''والسمآءِ بنینھابایدٍ'' کہ ہم نے آسمانوں کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، اپنے زور وقوت سے بنایا، ''وانا لموسعون''(ذاریات: ۴۷) اور ہم اسے وسیع تر کر رہے ہیں۔لفظ وَسَعْ کو تمام Medieval Ages کے فلاسفرز نے دو طرح سے Translate کیا اور چونکہ لفظی ترجمہ ہے کہ ہم اسے وسیع تر کر رہے ہیں۔مگر ترجمہ نگاروں نے،'' وَسَعْ'''' زورِ بازو میں لپیٹا'' لکھا اور جو ہمارے پاس بارہویں چودہویں، پندرھویں اور اٹھارہویں صدی کی وضاحتیں پہنچیں،ان میں ان کی تمام تر بلاغت یہ کہتی ہے کہ ہم نے آسمانوں کو زورِ بازو سے بنایا اور، وَسَعْ، کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے اس میں وسعتِ رزق رکھی، اور جو مفسرین ان کے خلاف رائے رکھتے تھے انہوں نے کہا کہ وَسَعْ ، سے مراد قوت اور زور ہے اور ہم نے آسمانوں میں زور وقوت اور طاقت رکھی۔

اب ایک ماڈرن فلاسفر، جو کہ Scientist اور Mathematician ہے اور جو بیسویں اور اکیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنس دان سمجھا جاتا ہے، اس نے ایک بڑی لمبی تحقیق کی۔نظریہ اضافت پیش کیا اور ایک مختصری بات کہی کہ Universe is expanding بلکہ جب اس کو Explain کیا گیا تو وسعتِ کائنات کی اس Theory کو آئن سٹائن کے ساتھ منسوب کیا گیا اور جب اس کی برسی منائی گئی تو ایک امریکی اخبار The Times میں لکھا گیا کہ "Expanding universe of Ein Stein"۔اب آپ دوبارہ اس آیت پر غور کریں اور بتائیں کہ کیا ہمیں آلوسی زادہ کی وضاحت زیادہ اچھی لگے گی یا امام فلاں ابن فلاں کی وضاحت زیادہ سوٹ کرے گی یا قرآن کے لفظی ترجمہ کے مطابق ایک محقق اور Discoverer کی وضاحت زیادہ سوٹ کرے گی۔

ایک طرف خدا کا سادہ لفظ ہو" انا لموسعون " اور دوسری طرف آئن سٹائن آپ کو یہ کہے کہ The universe is expanding تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ہم جو آج کے لوگ ہیں جنہیں ایک Competitive philosophy of science سے گزرنا ہے، وہ کس بات پر یقین کریں گے۔

اگر میں اس کی تاویل کروں پرانے زمانے کی طرح اور میں آپ سے یہ کہوں کہ اس سے مراد کشائشِ زرق ہے، تو میری کون سنے گا اور اس زمانے میں میری یہ وضاحت کتنی Uncompatible ہوگی۔مگر اگر میں اپنے موجودہ زمانے کے حصول علم سے، اور معاشرت سے، اپنے نظریات سے، اور اپنی جدوجہد سے اور اپنے نظریاتی تصادم سے پیدا ہونے والی وضاحت کروں گا تو یہ قرآن کے کتنی Co-herent ہوگی۔

''ولقد کر منا بنی ادم'' (بنی اسرائیل: ۷۰) اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے لیے کرامت مخصوص نہیں کی بلکہ بنی آدم کو کرامت بخشی ہے، علمی، ذہنی..... ''یؤتی الحکمة من یشآء ومن یؤت الحکمة

فقد اوتی خیراً کثیراط وما یذکر الا اولوا الالباب''(البقرۃ:۲۶۹) ہم نے جسے حکمت عطا کر دی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔مگر اہل ذکر کے سوا، اہلِ فکر کے سوا ہمیں کون یاد کرتا ہے۔اور حکمت Execution of knowledge ہے۔

تمام تر حکمت Experties ہے، تمام حکمت Sciences ہے۔اگر ایک قوم نے، ایک قسم کے لوگوں نے، اس پر زیادہ ریسرچ کی، محنت کی، تو یہ ان کی اپنی کوشش نہیں ہوتی۔یہ خدا کی دین ہوتی ہے۔اگر نیوٹن آٹھ سال تک ایک

ہی مسئلے پر غور کرتا رہا، اس کو جواب اپنی Effort سے نہیں آیا بلکہ اس انکشافِ باری سے ہوا، اس الہام سے ہوا جو پروردگار نے ایک سیب کی صورت میں اس کی محنت کے صلے میں دیا۔ الیگزنڈر فلیمنگ بارہ سال تک ایک کلچر پر تحقیق کرتا رہا۔ اس کو اس کلچر سے کچھ نہیں ملا۔ مگر جب خدا نے اس کو اس کی محنت کا صلہ دینا تھا تو ایک ڈبل روٹی کے ٹکڑے پر وہ Fungus پیدا کر دیا جس سے Penicilline ایجاد ہوگئی۔ تمام سائنسز اسی طرح محنت اور بہت زیادہ غور و خوض کے بعد، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی محنت کے ثمر کے طور پر اس مقام تک پہنچی ہیں۔

آج ہم بھی اگر محنت کریں گے تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ اگر لوگ اللہ پر یقین رکھ کر تجسس اور محنت کریں گے تو اللہ ضرور اس کا ثمر دے گا کیونکہ خداوندِ کریم نے اپنے بندوں کی صرف دو پہچان رکھی ہیں:

"الذین یذکرون اللہ قیما وقعوداًوعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض" (العمران:۱۹۱)

(وہ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔)

اور اللہ کے نزدیک علم کتنا قیمتی ہے، شعوری صلاحیتیں کتنی قیمتی ہیں کہ اس نے فضیلت کے تمام درجات علم پر رکھے ہیں:

"نرفع درجت من نشآءُ" (کہ جس کے چاہتے ہیں ہم درجے بلند کرتے ہیں۔)

"وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف:۷۶) (اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔) اس کے برعکس جاہلانہ تعصب اور تقلید کو وہ کتنی بری طرح Hate کرتا ہے کہ بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ بہرے اور گونگے ہیں جو نہ بات سنتے ہیں، نہ بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اندھا دھند تقلید میں پڑے ہوئے ہیں اور "لا یعقلون" (ہماری دی ہوئی نعمتِ عقل کو استعمال نہیں کرتے۔) اسی طرح پروردگارِ عالم نے اہلِ کفر کو قرآن میں مسلسل طعنہ دیا کہ اے اہلِ کفر! تم آباؤ اجداد کی تقلید پر ہو۔ تم میں اگر عقل و شعور ہوتا، سوچنے سمجھنے والے ہوتے تو ہماری آیات پر غور کرتے اور یقیناً ہمیں مان لیتے۔

یہ خدا کوئی Intellectual لگتا ہے، جو آپ کو Excite کرتا ہے کہ عقل و شعور کیوں نہیں استعمال کرتے؟ دانش کیوں نہیں استعمال کرتے؟ کیوں تم اندھا دھند تقلید کرتے ہو؟ کیوں تم آباؤ اجداد سے ملی ہوئی ایک چیز پر قائم ہو؟

Why don't you think? Again and again he keeps on forcing the people to think...... اور پروردگار جو طعنہ اہلِ کفر کو دے رہے ہیں کہ یہ آباؤ اجداد کی تقلید کر رہے ہیں۔ سوچتے سمجھتے نہیں ہیں۔ آیاتِ الٰہی پر غور نہیں کرتے۔ اگر یہ غور و خوض کرتے تو یہ ضرور بتوں کی پرستش کو ترک کر دیتے۔ یہ ضرور مجھے پہچان لیتے۔

اب خدا ناانصاف تو ہو نہیں سکتا۔ تو اے اہلِ اسلام! ذرا غور تو کریں کہ اگر آپ بھی اندھا دھند تقلید پر قائم ہیں۔ اگر آپ بھی آباؤ اجداد سے آئے ہوئے روایتی مذہب کو لیے بیٹھے ہیں، اور کوئی غور و فکر کی صلاحیت اس کو عطا نہیں کر رہے، اور سوچ سمجھ کے، اللہ اور اس کی قوت و کارکردگی اور آیاتِ الٰہی پر غور و فکر کر کے آپ Convince نہیں ہیں، اور اندھا دھند

Marfat.com

Faith کے مالک ہیں جو بت پرستی کے مترادف ہے، تو آخر اگر میں غور و فکر سے مسلمان نہیں ہوں تو ہندو کو کیا طعنہ دوں گا کہ وہ کیوں کر غور و فکر سے مسلمان ہو سکے۔ اگر میں ہی اسے صلاحیتِ فکر کی دعوت نہیں دے رہا، میں خود ہی اگر غور و فکر کی طرف مائل نہیں تو میں اسے کیا دلیل دوں گا۔ میں اس کو کس چیز کے لیے غور و فکر پہ مائل کروں گا۔ میں خود ہی اندھا دھند اعتقاد پر قائم ہوں، وہ بھی اندھا دھند اعتقاد پر قائم ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی Reason نہیں رہ جاتی جس سے ہم کسی اور کو Convince کر سکیں۔ اس کے برعکس پروردگارِ عالم فرماتے ہیں:

"لیہلک من هلک عن بینة ویحیٰ من حی عن بینة" (الانفال:۴۲)

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا اور جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔)

حضراتِ محترم! دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ فکری زمانے میں، اس Aggitated Mind کے زمانے میں، انتہا درجے کے So called progressive زمانے میں ایسا کوئی سوال ہے، جس کا جواب قرآن نہیں دے سکتا۔ کوئی ایسا سوال ہے، جو مذہب کے اعلیٰ فکری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ کوئی ایسا تصادم ہے، اس موجودہ ہمارے مذہب میں، جس کو ہم ایک اعلیٰ ترین Mental level کا Subject کہتے ہیں جو Beyond general kens ہے، جس کا صرف ایک واحد مقصد ہے۔ اگر زمین پر رہنے والے اپنے دینوی مقاصد سے اتنی عقل حاصل کر سکتے ہیں...... یہ اصولِ عقل و علم ہے کہ تمام Energy of intellect, purpose کو جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کا Purpose ہی دنیا ہے تو اس کی تمام Capacity of intellect دنیا کو جائے گی۔ اگر ایک شخص کا مال کمانا ہی مقصد ہے تو اس کی تمام Capacity مال کے لیے ہوگی۔ اگر اس کا مقصد محبت ہے تو تمام Intellectual Capacity اس خاتون کو چلی جائے گی یا اس مرد کو چلی جائے گی جس سے انہیں انس ہے۔ اگر ان کا مقصد Status ہے تو تمام Physical اور Mental Abilities ادھر Converge کر جائیں گی۔ مگر اگر کوئی شخص ان چیزوں سے بالا ہوتا ہے اور خدا کو طلب کرتا ہے تو Obviously اسے بھی اپنے Mental اور Intellectual Level کو بڑھانا ہوگا۔ اسے بھی ان دینوی مقاصد سے آگے نکلنا ہو گا۔ اس کا دماغ بھی رفعت کا طالب ہوگا۔ اس کے ذہن میں بھی زیادہ وسعت و ادراک آئے گا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک Muslim Intellectual کسی غیر مسلم Intellectual Calibre سے، Low ہو جائے۔ ضرور کوئی مصیبت آ گئی اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے حضراتِ محترم! کہ ہم لوگ، جو صبح و شام در و دیوار کالے پیلے کرتے ہیں، اخباروں کے صفحات کالے پیلے کرتے ہیں: اسلام بہترین نظامِ حیات، اسلام بہترین نظامِ عدل، اسلام بہترین نظامِ آداب، اسلام بہترین نظامِ کلچر، اسلام بہترین نظامِ حکومت...... یہ سارے کا سارا اسلام مل کر ایک بندہء خدا پیدا کرنے میں معذور ہے۔ Just one man of God is not available آپ میں سے کوئی ہے کہ جسے خدا کا بندہ ملے اور وہ اسے نہ مانے۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ پورے معاشرے میں، پورے Islamic World میں ایک ایسا بندہ، ایک ایسا مردِ خدا، ایک ایسا رجالِ اسلام نہیں ہے جس پر اہلِ اسلام کی Opinion Converge کرے۔

یہ کوئی نیا بحران نہیں ہے، کوئی نئی اذیت نہیں ہے۔ اسلام پر ہر زمانے میں اس قسم کی Intellectual اذیتیں آتی رہی ہیں۔ ایسے بحران آتے رہے مگر کہیں حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالیؒ پیدا ہو گئے۔ کہیں بغداد میں حضرت سیدنا شیخ

Marfat.com

عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہو گئے۔ کہیں برصغیر ہند و پاک میں سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ پیدا ہو گئے۔ کہیں خواجہ معین الدینؒ آ گئے۔ ہر زمانے میں بحران ہوا۔ ہر زمانے میں کوئی مردِ خدا پیدا ہو گیا۔ مگر اس زمانے کے بحران کو آپ کیا کہیں گے؟ اس زمانے کے بحران کو...... کہ پورے کا پورا اسلام کا Edifice، پورے کا پورا اسلامی نظام اور System, کیڑے مکوڑوں کی طرح چھوٹی چھوٹی کلاسوں سے بھرا ہوا ہے۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے فکری مجتہد پیدا ہو گئے ہیں۔ Small sectarius groups, every where you go and find small pre-groups and groups. مگر ان تمام Groups پر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو سب کو صحیح ماننے کے لیے تیار ہوں مگر حضراتِ محترم! ان Groups سے یہ تو آپ پوچھیں کہ ہم کوئی دس لاکھ گروپ میں اگر جمع ہوں، کسی اہل حدیث میں، یا بریلوی میں یا دیو بند میں، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں دس لاکھ سے تو جواب نہیں مانگوں گا۔ مگر جب میں خدا کی شناخت طلب کروں، پروردگار کے قریب ہونا چاہوں۔ میں ان سے یہ تو Request کر سکتا ہوں کہ اگر تم Pyramid کی طرح ہو، اہرام مصر کی طرح ہو تو Top پر تو کوئی خدا شناس بیٹھا ہوا ہوگا۔ اگر تم نیچے مجھے خدا شناسی نہیں دکھا سکتے۔ دس لاکھ میں نہ سہی، پانچ لاکھ میں سہی۔ پانچ میں نہیں ایک لاکھ میں سہی۔ ایک لاکھ میں نہیں تو ہزار میں سہی۔ اگر ہزار میں بھی خدا شناسی نہیں تو اے خدا کے بندو! As posed, you are specialist in God. All these organizations present themselves to be specialists in God. تو اے سپیشلسٹو! تمہارے اندر کوئی ایک تو ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جسے دیکھ کر مجھے خدا یاد آ جائے کہ جس سے میں خدا کا رستہ پا سکوں، جو کم از کم میرے شعور کو اتنی جلا بخشے کہ میں خدا کی محبت کو سمیٹتا ہوا اس کے راستے پر گامزن ہو سکوں۔ But the methodist religion تمام تر Method نے ہم سے وہ تفکر چھین لیا جو خدا اور رسول کے بارے میں بے پناہ ضروری تھا۔ وہ ترجیحِ اول جو اللہ کو جاتی تھی، اللہ کو جانے کی بجائے سکول آف تھاٹ کو چلی گئی۔ دیواریں Important ہو گئیں، سکول Important ہو گئے۔ خدا Unimportant ہو گیا۔ اب بھی مذہب کے اوپر خدا Nominal Head کی طرح ہے۔ اصلی Head کی طرح نہیں ہے۔ ایک Functional Head نہیں ہے۔ لوگ اللہ کو بڑھنے کی آرزو نہیں رکھتے کسی سکول آف تھاٹ میں۔

اور مذہب میں حضراتِ محترم! آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر محمد رسول ﷺ تک بہت Changes آئیں۔ بہت ساری حدود میں تبدیلی ہے، بہت سارے Constitutions اُلٹے پلٹے گئے۔ آدم کے زمانے میں اور۔ شیث کے زمانے میں اور۔ نوح کے زمانے میں اور۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اور۔ شریعتِ موسوی اور۔ شریعتِ عیسوی اور۔ تا آنکہ شریعتِ محمدیہ میں قانون کو مکمل کیا گیا۔ مگر جب یہ شریعتیں Different تھیں تو شریعت مقصد نہیں تھی۔ آدم سے لے کر محمد رسول اللہ تک مذہب کا ایک مقصد مسلسل، متواتر، مشہور رہا اور وہ تھا اللہ کا حصول، رضائے خداوند، سعادتِ قربِ خداوند، یہ ہمیشہ، ہر زمانے میں تھا۔ جب کسی دل میں تڑپ، آرزو اور طلب پیدا ہوئی، جب کسی دل نے خداوندِ کریم کی قربت کی ہوس کی، جب انسان رنج و غم اور ابتلا میں آیا، جب اس کے دل نے کسی دوست کی آرزو کی، کسی مربی اور مشفق کی آرزو کی، جب اس نے خدا کو ڈھونڈنا چاہا تو اسے صرف ایک رستہ ملتا تھا اور وہ مذہب کا رستہ تھا، وہ دین کا رستہ تھا۔ اس لیے آج بھی دین کا صرف ایک Primary مقصد ہے۔ صرف ایک اور وہ اللہ

Marfat.com

ہے۔ جب ایک مسلمان خدا سے ملنے کی آرزو نہ کرے گا، جب ایک مسلمان کے دل میں خدا کی محبت اور آرزو پیدا نہ ہوگی:

"ومن ارادالاخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن" (بنی اسرائیل:۱۹)

(اور جو آخرت چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے اور ہو ایمان والا۔)

اگر اللہ ہی کا آپ نے ارادہ نہ کیا تو تمام مذہب شریعت ہے اور جس شریعت میں خدا کی آرزو مل جائے، خدا کی شناخت اور طلب مل جائے وہ طریقت ہے۔ دراصل طریقت شریعت کی نیت ہے۔ یہ کوئی دو الگ رستے نہیں ہیں۔ اگر آپ Method تک محدود ہیں تو آپ مسلم ہیں۔ اگر آپ نیت بھی طلب کر رہے ہیں تو آپ مومن ہیں۔ اسی لیے اللہ نے قرآن میں کہا کہ اے پیغمبر! اعراب پر زیادہ بھروسہ نہ کر! یہ اسلام میں تو داخل ہیں مگر مومن نہیں ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے:

حضور ﷺ مالِ غنیمت بانٹ رہے تھے اور ایک صحابی کو حضور ﷺ نے کم دیا تو حضرتِ سعد بن وقاص نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! میں گمان کرتا ہوں کہ یہ مومن ہے"۔ فرمایا "اے سعد! بلکہ مسلم ہے" فرمایا سعد نے "یارسول اللہ! یہ مومن ہے"۔ فرمایا "اے سعد! یہ مسلم ہے"۔ تو جب تیسری مرتبہ سعد نے Insist کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مومن ہے تو فرمایا "اے سعد! تو مجھ سے اس بات پر لڑتا ہے جو میں تجھ سے بہتر جانتا ہوں بلکہ یہ تو مسلم ہے۔"

یہ صرف شریعت اور طریقت کا فرق ہے۔ جس شخص نے اپنے دل میں مذہب کو اس لیے چنا، اس لیے اختیار کیا، کہ وہ خدا تک پہنچے، اس کی قربت کا حصول کرے اور اس کے لیے احساس طلب کرے اور خدا اس کو جوابی Reponse دے۔ وہ تو یقیناً اپنے اللہ کو ضرور پائے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ نظر نہیں آتا مگر ہوا بھی نظر نہیں آتی۔ تیز چلے تو اسے بادِ صرصر کہا جائے! آہستہ ہو تو بادِ نسیم! صبح چلے تو صبا ہے! صحرا میں چلے تو سموم ہے۔ کون سا ایسا طریقہ ہے ہوا کا، جو آپ کو محسوس نہیں ہوتا، اگرچہ نظر نہیں آتی۔ نظر آنے یا نہ آنے سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ Anti Proton بھی نظر نہیں آتا مگر اپنے Function سے پہچانا جاتا ہے۔ Anti Matter نظر نہیں آتا مگر اپنے Affect سے Visible ہے۔ ہزاروں، دنیائے سائنس میں ایسی چیزیں ہیں جو آج تک Visible نہ ہو سکیں کہ آلات اتنے باریک نہیں ہوئے کہ ان کو دیکھ سکیں مگر اپنے Function سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ تو جب پروردگار ہمارے اندر Function کرے گا، ہماری طلب اور آرزو کے مطابق، تو وہ ہمیں ضرور محسوس ہوگا۔ وہ ضرور ہمیں اپنے رگِ حیات میں اترتا ہوا محسوس ہوگا۔ اس نے مذاق تو نہیں کیا۔

"ونحن اقرب الیه من حبل الورید" (ق:۱۶)

(اور ہم رگِ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔)

وہ تو سچا ہے۔ وہ تو کہتا ہے کہ تم ایک قدم چلو، میں دس قدم آؤں گا، تم تیز چلو میں بھاگتا ہوا آتا ہوں۔ اب اس کا بھاگنا تو محسوس ہوگا۔ میں تو شاید اس قابل نہ ہو سکوں کہ مجھے تو میری اپنی یاد بھی محسوس نہیں ہوتی۔ میرا اپنا کمتر رجحان ہے۔ مگر خدا تو Perfect ہے۔ جب وہ آپ کی طرف بڑھے گا تو وہ ضرور آپ کو محسوس ہوگا۔ مگر محسوس کیسے ہوگا؟ بدقسمتی سے جہاں ایک طرف Academics کی فضا میں بڑی غلط فہمیاں ہیں۔ دوسری طرف تصوف کی فضا میں بھی بڑی غلط

فہمیاں ہیں۔ لوگ انوار کے چکروں میں پڑے ہیں۔ لوگ Miracles طلب کرتے ہیں۔ تمام Mysticism power intoxicant سے بھرا پڑا ہے۔ ہر توجہ، ہر انکشاف کے پیچھے کوئی نہ کوئی انسانی آرزو اور ہوس ہے اور کوئی چلہ اور وظیفہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے پیچھے دس پندرہ پائیدار اور غیر پائیدار مؤکل نہ کھڑے ہوں اور تمام اصحابِ تصوف خدا کے بجائے مؤکلات کے چکر میں ہیں۔ مگر ایک صلہ تو پروردگار نے بھی رکھا ہے۔ اس صلے میں کوئی طاقت نہیں، اس صلے میں کوئی Promise نہیں کہ وہ آپ کو اٹھا کر لوحِ ثریا تک پہنچا دے گا۔ سورہ واقعہ لوگ آج بھی پڑھتے ہیں مگر وہ اس کا مقصد شاید نہیں جانتے، سورہ واقعہ اس لیے ہے کہ رات آپ بھوکے نہ سوئیں۔ سورہ واقعہ اس لیے تو نہیں ہے کہ آپ کا پیٹ بھرا ہوا ہے اور آپ نوٹ طلب کر رہے ہیں۔ یہ مال و اسباب کی ہوس کے لیے تو نہیں ہے۔ تو اسی طرح پروردگار نے ایک علامت رکھی کہ جو میری طرف متوجہ ہوگا۔ جو میری طرف بڑھے گا، ایک صلہ میں اس کو ضرور دوں گا۔ "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون" (یونس:۶۲) کہ یقین جانو، سن لو، خبردار! کہ میں اپنے دوستوں پر Fears اور Frustration نہیں رہنے دیتا۔ خوف اور حزن نہیں رہنے دوں گا۔ ذرا سوچیے تو سہی کہ There are two words which explain the modern world. آپ جہاں بھی چلے جائیں تختۂ دنیا پر، انہی دو لفظوں کی حکومت ہے: Fears and frustration اور پروردگار آپ کو کیا Promise کر رہا ہے کہ اے میرے اچھے بندو! میرے دوستو! جو تم میری طرف آؤ گے I promise you two things: freedom from fears, freedom from frustration یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ سچے دل سے اس کی طرف بڑھیں اور آپ کی یہ دو کیفیات کم نہ ہوں۔

حضراتِ محترم! میں بنیادی طور پر اسی ترجیحِ اوّل کی بات کرتا ہوں۔ جب ذہنی طور پر آپ پروردگار کو ترجیحِ اوّل سمجھ لیتے ہیں تو پھر ایک دوسرا سادہ سا سوال رہ جاتا ہے کہ کیسے اس کے قریب جائیں؟ تو حضراتِ محترم! پروردگار نے کہا کہ "اتل ماا وحی الیک من الکتاب" (کتاب کی تلاوت کرو)۔ "واقم الصلوٰۃ" (نماز قائم کرو)۔ "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآءِ والمنکر" (یہ تمہیں فحش اور منکر سے روک دے گی)۔ "ولذکر اللہ اکبر" (عنکبوت:۴۵) (اور ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔) بہت بڑی بات۔ جو قرآنِ حکیم بھی پڑھے، جو نماز بھی پڑھے۔ دونوں انتہائی اچھے کام ہیں۔ مگر اس کے باوجود پروردگار یہ کہہ رہے ہیں کہ "ولذکر اللہ اکبر" وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تسبیح اور وظائف تو نماز کا بھی حصہ ہیں، اور اللہ نے قرآن میں کہا کہ نماز بھی میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔ قرآن کے بارے میں بھی کہا کہ "نحن نزلنا الذکر" (ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا۔) قرآن بھی ذکر، نماز بھی ذکر، پھر بھی پروردگار Assert کر رہے ہیں کہ "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآءِ والمنکر ولذکر اللہ اکبر" کہ باوجود نماز کے قیام کے، باوجود تلاوتِ قرآن پاک کے، باوجود قیامِ نماز کے "ولذکر اللہ اکبر" (مگر ہمارا ذکر تو بڑی بات ہے۔) تو ہمارے پوچھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ذکر میں ایسی کیا بات ہے کہ تُو اس کو بڑا سمجھتا ہے۔ ایسی کیا بات ہے۔ تو فرمایا "فاذکروا اللہ قیماً وقعوداً وعلٰی جنوبکم" (کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل جیسے چاہو میرا ذکر کرو۔)

یہ وہ ذکر ہے جو کسی Pattern کا قیدی نہیں ہے بلکہ خداوندِ کریم یہ چاہتا ہے کہ مجھے ایسے یاد کرو جیسے "یونس بن

Marfat.com

متی' نے مچھلی کے پیٹ میں یاد کیا کہ نہ کوئی وضو کے Circumstances ہیں، نہ کوئی صفائی ہے، نہ لباس ہے، بدن بھی گل چکا ہے، انتہائی ظلمات کا عالم ہے، جسے خدا نے خود ظلمات کہا ہے، اور وہاں سے صرف آواز آ رہی ہے نبی کی، کہ

"لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین" (انبیاء:۸۷)

اگر آپ ترجمہ دیکھیں تو بڑی سادہ سی بات ہے You are Lord, almighty, you are right, I am worng. اگر آپ اس کا Practical ترجمہ دیکھیں تو بڑی سادہ سی بات ہے۔ پروردگار تو سچا ہے۔ تو صحیح ہے۔ میں غلط ہوں۔ I am sorry اتنا چھوٹا سا اعتراف --- تو پروردگار کہتا ہے کہ "ونجینہ من الغم" (انبیاء:۸۸) (میں نے یونس کو غم سے نجات دی۔) یہیں ختم نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ جو بھی یہ سیدھا سادا سا اعتراف کرلے گا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، لیکن کرے گا دل سے۔ تو یہیں یونس پر میں نے بات ختم نہیں کی: "کذلک ننجی المؤمنین" (ایسے ہی ہر مومن کو نجات دوں گا۔) ہر مومن کو بخشش دوں گا۔ پھر پروردگار نے کہا کہ دیکھو! میں تمہیں چھوٹی موٹی بڑی مشقتوں میں ڈالوں گا لیکن یہ مشقتیں تمہاری Approach Test کرنے کے لیے ہوں گی۔

"ولنبلونکم بشی ءِ من الخوف والجوع ونقص من الاموالِ والانفسِ والثمراتِ" (البقرہ:۱۵۵)

ہزار قسمیں ہیں خوف کی۔ تھوڑا سا تم پر خوف آئے گا Survival, زندگی، Future۔ آرزوں کے ٹوٹنے، اسباب کے چھن جانے کا۔ شیطان تمہیں ڈرائے گا افلاس کے ساتھ:

"انما یامرکم بالسوءِ والفحشآءِ وان تقولوعلی اللہ مالا تعلمون" (البقرۃ:۱۶۹)

(وہ تو تمہیں بدی اور برائی کا ہی حکم دے گا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔)

دیکھنا یہ بھی ہلکی سی آزمائش ہوگی۔ کل کیا کھائیں گے، پرسوں کیا کھائیں گے۔ کل کے لیے کچھ بچا نہیں ہے۔ پرسوں تو بہت دور ہے اس کے لیے تو بالکل کچھ نہیں بچے گا۔ تو بہت سارے تم پر خوف آئیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ حضرت یوحنا چل رہے تھے، تو حضرت یوحنا کو حضرت نے دیکھا اور کہا۔ اے یوحنا!" یہ تیری پوٹلی میں کیا ہے" فرمایا" نبی اللہ! دو روٹیاں ہیں"۔ فرمایا یوحنا!" یہ دو کس لیے ہیں؟" فرمایا" ایک آج کے لیے اور ایک کل کے لیے ہے۔" تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اے یوحنا! تو نے ہمیں توکل میں پرندوں سے بھی گرا دیا ہے۔ کبھی کسی پرندے کے گھونسلے میں بھی دو وقت کا کھانا دیکھا ہے، ایک روٹی سمندر میں پھینک دے۔ یہ مچھلیوں کی خوراک بنے گی اور دوسری روٹی آدھی آدھی رکھ --- یہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ بھوک سے نہیں ڈرتے تھے۔

ہمارے پیغمبر نے ہم پر بہت احسان فرمائے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ حضورﷺ کبھی کبھی ایک سال کے لیے بھی غلہ ڈال لیا کرتے تھے۔ لیکن رہتا شاید دو دن بھی نہ تھا کیونکہ حفاظت تو کر چھوڑتے تھے لیکن اس خیراتِ مجسم کو کون روکتا، ان صدقاتِ عالیہ کو کون روکتا۔ ایک مرتبہ کچھ مہمان آئے تو گھر سے روٹی کا پتہ کروایا۔ پتہ چلا کہ صرف دو انگل روٹی کا ٹکڑا گھر میں موجود ہے۔ تو نبی پاکﷺ نے اس ٹکڑے کو اپنی دو انگلیوں میں پکڑ لیا اور محدث کہتے ہیں کہ اس پر اللہ کے رسول نے پڑھا، جو پڑھا، تو چار سو مہمانوں نے اس میں سے کھایا۔ جب وہ کھا چکے تو پھر

Marfat.com

حضور ﷺ نے اس میں سے کھایا۔

ایک بڑی خوبصورت حدیث حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ میرا دو تین دن کا کھانے سے ناغہ تھا اور میرا برُا حال ہو رہا تھا۔ تو بھوک میں سُکر غالب آ جاتا ہے۔ میں گرتا پڑتا چلا، تو رستے میں باقی اصحاب نے مذاق کیا کہ آج ابو ہریرہ شاید پی آئے ہیں کہ قدم نشے میں ڈگمگا رہے ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ایسا اللہ کا بندہ ملے جو مجھ سے پوچھ لے کہ اے ابو ہریرہ کھانا تو نہیں کھانا؟ کہنے لگے کہ مجھے حضرت عمرؓ نظر آئے تو میں بڑی توقع سے ان کی طرف بڑھا کہ شاید وہ پوچھ لیں، اے ابو ہریرہ کھانا تو نہیں کھانا مگر حضرت عمر فاروقؓ نے دم سادھے رکھا۔ شاید ان پر بھی وہی حال گزر رہا ہو تو فرمایا۔ ابو ہریرہ تمہیں حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ تو میں آگے بڑھا اور مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نظر آئے تو میں نے سوچا، یہ بڑے نرم دل ہیں۔ یہ ضرور پوچھیں گے کہ ابو ہریرہ کھانا تو نہیں کھانا۔ جب میں ان کے پاس سے گزرا تو بڑی رکھائی سے بولے کہ اچھا اچھا حضور کے پاس جا رہے ہو نا! چلو! میں بھی آ رہا ہوں۔ میں گرتا پڑتا حضور ﷺ کے حضور میں پہنچا۔ جب رخِ انور پر میری نظر پڑی تو پوچھا۔ ابو ہریرہ کیا بڑے زوروں کی بھوک لگی ہے۔ بہت برُا حال ہے کیا؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ حضور نے میرے خطرۂ قلب پر آگاہی پالی ہے۔ میں جا کر بیٹھ رہا تو حضور کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا کھانے کو کہ اتنے میں ایک اعرابی دودھ کا ایک پیالہ لایا تو میں نے سوچا کہ حضور بیٹھے ہیں اور ان کو میرے عالم کی بھی خبر ہے تو وہ چھوٹتے ہی کہیں گے، ابو ہریرہ پی اس میں سے جتنا پینا ہے پی لے۔ میں ابھی پر تول ہی رہا تھا کہ چار مہمان آ گئے اور جب وہ چار مہمان آ گئے تو میرا دل بیٹھ گیا۔ میں نے کہا ''ابو ہریرہ تو پھر گیا'' تو حضور ﷺ نے اس پیالے پر ہاتھ رکھا اور پڑھا جو آپ ﷺ پڑھتے تھے۔ پھر اللہ نے اس میں برکت دی۔ پھر مہمانوں کو ایک ایک کر کے دعوت دی۔ پھر ان سب نے اس میں سے پیا۔ پھر میری طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا ابو ہریرہ! اب تم آؤ اور پیو، تو میں نے اس میں سے اتنا پیا کہ میری سیرابی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی۔ پھر جب میں بس کر چکا تو حضور نے وہ پیالہ لیا اور خود پیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ وہ ہم سے بھی زیادہ بھوکے تھے۔

اس قسم کے توکل کی ہم بات تو کر سکتے ہیں، مگر ہم میں کم از کم احساسِ توکل تو ہو۔ اگر ہم ان کو Copy نہیں سکتے تو کم از کم یہ آرزو تو ہو کہ کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی امر میں ہم تھوڑا سا توکل کے قابل ہو جائیں، ایک ہزار فیصد کم ہی۔ ایک دن کے توکل کے قابل تو ہو جائیں۔

اسی لیے پروردگار نے کہا کہ میں تمہیں نقصان سے آزماؤں گا۔ بدقسمتی سے یہاں پچھلے پانچ برسوں میں جس کے بھی مال کا نقصان ہوتا ہے، وہ میرے پاس جب آتا ہے تو کہتا ہے کہ کسی نے جادو تو نہیں کیا ہوا۔ کسی نے سحر و تعویذ تو نہیں کیا ہوا اور جب میں کہتا ہوں کہ اللہ کی مرضی ہی یہی تھی تو کہتا ہے کہ نہیں جی! مجھے پکا پتہ ملا ہے۔ کسی نے مجھ پر سحر کیا ہوا ہے۔ اگر لوگوں کے نفع اور نقصان کے مالک ''لوگ'' ہو گئے تو میرا خیال ہے کہ پروردگار کو آسمان چھوڑ جانا چاہیے۔ پیچھے تو اس کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ ہماری تو توقع ہی اس سے اس لیے ہے کہ ''واللہ یقبض ویبسط'' (بقرہ:۲۴۵) (کہ جس کے چاہتا ہے قبض کرتا ہے جس کے چاہتا ہے کھول دیتا ہے۔) اگر اُس کے بجائے لوگ ہی ہمارے مرجع و ماویٰ ہو گئے تو پھر ہمیں خدا کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

Marfat.com

"ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال"

کسی کا بیٹا لیا، کسی کی ماں لی، کسی کی بہن لی، اور صرف اتنی سی بات ہے کہ جب ہم تمہیں مصیبت میں آزمائیں گے۔ "اذا اصابتہم مصیبة" تو اتنی سی بات ضرور کہنا، جیسے پہلے لوگوں نے کہا: "قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون" (بقرہ: ۱۵۶) اب اگر بدقسمتی سے کسی کا بچہ بیمار ہو جائے۔ وہ مجھے کہے کہ دعا کریں، میں آگے سے کہوں کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" وہ آگے سے تلخ ہو کے کہتا ہے کہ صاحب! ابھی مرا تو نہیں! اور سچ پوچھیں تو یہ لفظ موت پر تو لگتا ہی نہیں ہے۔ اگر غور کریں تو موت ایک ایسے مقام کا سفر ہے جس سے پلٹنا ہی نہیں ہے تو یہ آیت تو یہ کہتی ہے کہ اس میں سے کچھ نہ کچھ پلٹنا ضرور ہے۔ ایک چیز جو اللہ کی طرف سے آئی ہے اور ادھر ہی پلٹ جائے گی۔ مصیبت میں، رنج میں، کلفت میں، بھوک میں، افلاس میں، دکھ میں، درد میں، ابتلاء میں، جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" تو خداوند کریم کا خیال یہ ہے کہ وہ بڑا عقلمند انسان ہوتا ہے اور اتنا عقلمند ہے کہ "اولٰئک علیہم صلوٰت من ربہم" کہ اس پر اللہ کی طرف سے درود و سلام "ورحمہ" (اور اللہ کی رحمت) "واولٰئک ھم المھتدون" (بقرہ: ۱۵۷) اور یہ اللہ کے اصل Intellectual ہیں۔ اصل ذہین آدمی ہیں۔ The first grade educated men in the sciences of God

حضراتِ محترم! تصوف دراصل ان Mental Approaches کا نام ہے۔ جب ہم Method سے Means کو جاتے ہیں۔ جب ہم شریعت سے نیت کو جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے کہا کہ میں سارے اقوالِ رسول نقل کر رہا ہوں۔ حدیث کے بارے میں کہا کہ اے گروہ اسلام! میں احادیث کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ یہ ساری احادیث تمہیں اس وقت تک مدد نہ دیں گی جب تک تم پہلی حدیث پر عمل نہ کرو اور جو پہلی حدیث ہے وہ مشہور و متواتر و حسن و صحیح ہے، اگرچہ مرسل و مرفوع ہے۔ ایک سلسلہ منقطع ہے مگر اتنی مشہور و متواتر ہے کہ اس ایک حدیث پر دار و مدار ہے ساری کی ساری احادیث کی Understanding کا۔ "انما الاعمال بالنیات" کہ جب تک تمہارے اعمال کے پیچھے نیاتِ رسول کی کاپی نہ ہو۔ جب تک یہ سمجھنے کی کوشش نہ کرو گے کہ نبی پاک ﷺ کے افعال کے پیچھے وہ فکری محاکمہ کیا تھا؟ وہ سوچ کیا تھی؟ اگر حضور ﷺ کے پاس ہر وقت مسواک رہتی تھی، ہر وقت منہ صاف رکھتے تھے تو دیکھنا یہ ہوگا کہ کیا رسول ﷺ کی نیت مسواک کی تھی یا صفائی کی تھی۔ اگر آپ پیچھے نہیں جا سکتے تو آپ کو یہ غور کرنا ہوگا کہ حضورِ گرامی مرتبت نے کس چیز کی حفاظت کی۔ کیا صفائی کی حفاظت کی ہے یا خالی ایک لکڑی کی حفاظت کی ہے۔ ہمیں ان اقدامات تک جانا ہوگا اور اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہے۔

بڑی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ حضورِ گرامی مرتبت کے اس Aspect کو، اور نیاتِ رسول کے فہم و فراست کو کوئی کتاب Separately نہیں لکھ سکی۔ البتہ بہت سارے فقیہوں نے، بہت سارے بڑے فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کی نیات کے Pattern پر بھی کچھ ایسے فیصلے دیے ہیں جو ہماری موجودہ زندگی میں Valid ہیں۔ اس لحاظ سے سب سے زیادہ کشادگی امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فقہ میں ہے۔ حضرت امام انس بن مالکؒ کسی بھی دوسرے قدم سے گریز کرتے تھے۔ یہی حال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا تھا۔ وہ Strictly کسی Legal process کی Formality میں

Marfat.com

قید رہتے تھے۔امام ابوشافعیؒ نے کچھ جرأت نقہ فرمائی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی Approach میں آپ کو Difference بتاؤں کہ ایک دفعہ بغداد میں ایک شخص سیڑھی پر چڑھا تو سیڑھی پر اس کی بیوی سے اس کی لڑائی ہوگئی۔لڑائی ذرا زیادہ ہوگئی تو اس نے سیڑھی کے اوپر سے Declare کر دیا۔اگر میں اس سیڑھی سے نیچے اتروں تو تم پر طلاق ---اب کہہ تو بیٹھے حضرت! پر مصیبت گئی! تو حنابلہ کے امام اس وقت امام سفیان ثوریؒ تھے بغداد میں۔اب مسئلہ یہ پڑ گیا کہ سیڑھی سے نیچے اترے تو طلاق وارد ہو جائے گی اور سیڑھی سے اترنا بھی ہے، بیچارہ ٹنگا تو نہیں رہ سکتا! تو لوگ ادھر اُدھر بھاگے اور امام سفیان ثوریؒ کے پاس گئے تو حضرت چونکہ حنابلہ میں سے تھے، مزاج کے ذرا سخت تھے، انہوں نے کہا، طلاق ہوگئی۔حضور! کوئی گنجائش۔کہا، کوئی گنجائش نہیں۔ایسی غلطی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔لوگ بھاگے بھاگے حضرت ابوحنیفہؒ کے پاس گئے۔انہوں نے کہا، اچھا، Situation دیکھوں گا۔تو وہ Situation دیکھنے آئے۔دیکھا کہ وہ سیڑھی پر اٹکا ہوا ہے۔انہوں نے کہا، ایسا کرو، ایک سیڑھی اور لاؤ، اس کے بالکل برابر میں رکھو، اس سے کہو، برابر کی سیڑھی سے ادھر چلا جائے اور نیچے اتر جائے، قسم ختم ہو جائے گی۔تو محدث پر فقیہہ کو اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ انسانی پیچیدگیوں میں وہ کشادگی کے ایسے رستے کھولتا ہے اور محدث قرآن کی ایک آیت کا تابعدار ہے اور اس پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔اس لیے کہ Basically پورے قرآن کی اللہ نے ایک نیت واضح کی اور فرمایا: "ما انزلنا علیک القرآن لتشقی" (طٰہٰ:۲) (ہم نے قرآن کو مشقت کے لیے نہیں اتارا۔) اب جو کوئی بھی قرآن فہمی کو آسان کرے اور پروردگار کے اصولوں میں عام انسان کے لیے فراغت رکھے، کشائش رکھے، وہ یقیناً ایک سمجھدار اور بہتر مسلمان ہے نسبتاً ان لوگوں کے جو فہم و فراست کے رستے بند کر دیں اور ہر ذہنی جدوجہد کو بدعت کا نام دیں۔

بدعت اصل میں وہ چیز ہوتی ہے جو اصول کو متغیر کرے۔آپ حیران ہوں گے کہ مسلم بن حجاج نے جب اپنی کتاب Collect کی تو اس میں ایک قانون رکھا کہ وہ بدعتی جو کفر سے لاحق ہو جائے اس سے روایت نہیں لینی مگر وہ بدعتی جو مشرک نہ ہو اور کفر نہ ہو مگر اس کی General باتیں ایسے لگیں کہ نئی نئی ہیں، تو اس سے روایت درست ہے۔آپ اندازہ کریں کہ حدیث لیتے ہوئے امام مسلم نے جو قانون وضع کیا وہ یہ تھا۔وہ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ بدعت جو کفر کے مماثل ہو جائے اس سے روایت نہیں کرنی مگر وہ بدعتی جو کفر تک نہیں پہنچا ہوا مگر مشہور ہے کہ نئی باتیں کرتا ہے اس سے روایت ہم کر سکتے ہیں اور روایت درست ہے۔اگر کوئی اشتباہ ہے تو اب بھی المقدمۃ المسلم بن الحجاج میں سے یہ بات دیکھ لیں۔مگر مصیبت کی بات یہ ہے کہ اگر ذہن کوئی ایسی بات نکالے جس سے Generally اصول متغیر ہوتا ہو تو وہ یقیناً بدعت نہیں کفر ہے۔مثلاً اگر پانچ کو کوئی چھ نماز کر رہا ہے یا پانچ میں سے کوئی ایک دو کم کر رہا ہے۔یعنی مذہب کے بنیادی اصولوں میں کوئی تبدیلی لا رہا ہے۔مثلاً میں نے دیکھا کہ کئی لوگ ایسی تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً بہت سارے Amateur دانشور یہ کہتے ہیں کہ حقوق العباد حقوق اللہ سے برتر ہیں۔یہ Argument حقوق اللہ کو نہ پورا کرنے کا عذر ہوتی ہے۔یہ کچھ Genuine Argument نہیں ہے کیونکہ کوئی حق بندے کا ایسا نہیں ہے جسے بندے نے اپنی طرف سے اسے دیا ہو۔بلکہ حقوق العباد ہمیں اللہ کو ماننے کے بعد ملے۔یہ نہیں کہ آپ اللہ کو Reject کر دیں اور اللہ کے حقوق اس کے بندوں کے حق میں پورا کریں۔مثلاً اگر مجھے اللہ نے یہ کہا کہ "واما السآئل فلا تنھر" (الضحیٰ:۱۰)

Marfat.com

(سائل کو جھڑکو نہیں۔) تو وہ قانون جب بندوں میں جائے گا تو مجھے چونکہ پتہ ہے کہ یہ فقیر نہیں ہے۔ ڈھکوسلہ ہے، یہ فراڈ ہے، اور Professional ہے، تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی "عمرؓ" کی طرح جوتا اتاروں...... جیسے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ ایک فقیر مدینہ میں خیرات مانگ رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ اسے بلا کر لاؤ، اس کی خورجین چیک کرو۔ جب انہوں نے چیک کیا تو بے شمار روٹی کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے تو حضرتِ عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے کوڑے مارے جائیں اور مدینہ سے باہر پھنکوایا جائے اور فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کو ہے اور اپنی خوراک جمع رکھتا ہے اور مزید طلب کر رہا ہے وہ فقیر نہیں ہے۔ لیکن آپ دیکھیں کہ وہ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین عمر بن خطابؓ تھے۔ ان کے پاس judgement بھی تھی اور اختیار بھی تھا۔ اگر آج مجھے ایسا کوئی Professional ملتا ہے، اور میں اسے خیرات نہیں دے سکتا تو میرا یہ حق نہیں بنتا کہ میں ایک High Pedestal سے اتروں۔ پھر اسے بڑا سا لیکچر دوں۔ پھر اسے دو چار صلواتیں سناؤں اور آخر میں کہوں کہ دفع ہو جا! میں تجھے خیرات نہیں دوں گا۔ وہاں یہ قانون ضرور لگے گا کہ اگر آپ خیرات نہیں دینا چاہتے تو نہ دیں۔ کوئی پرابلم نہیں ہے مگر "واما السائل فلا تنہر" جھڑکو نہیں کہ کیا پتہ کوئی فقیر آپ کی آزمائش نہ بن جائے۔ بظاہر کوئی فراڈ ہو اور اندر سے اصلی فقیر ہو کیونکہ تمام حضرتِ مخلوق اندر سے فقیر ہے اس لیے کہ پروردگار کا یہ حکم ناطق ہے کہ:

"واللہ الغنی وانتم الفقر آءُ" (محمد:۳۸) (اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔)

تو مجھے پتہ ہے کہ خدا کے کہنے کیمطابق میں بھی فقیر ہوں تو فقیر، فقیر کو کیا جھڑکے گا۔ تو کہیں نہ کہیں سے ہمیں ایسی Interpretation کرنی پڑے گی۔

جو آپ کا موجودہ زمانہ اللہ کے علم میں ہے، یہ انوکھا نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں قیامت تک کی خبر دینے والا پروردگار، بیسویں صدی سے بہت آگے گزر چکا ہے۔ وہ بیسویں یا اکیسویں صدی کا قیدی نہیں ہے۔ اس کے پاس کوئی حال اور مستقبل نہیں ہے۔ اس کے پاس کوئی ماضی نہیں ہے، وہ تمام زمانے پر ایک ہی یونٹ کی طرح نظر کرتا ہے اور تخلیقِ دنیا سے پچاس ہزار سال پہلے، وہ مقسومِ دنیا لکھ کر فارغ ہو بیٹھا۔ جس پروردگار نے Constellation کے بارے میں یہ کہا کہ "کل یجری الی اجلِ مسمی" (لقمن:۲۹) تمام کائنات میں سیارگان ہیں، تمام چل رہے ہیں ایک وقت مقرر تک۔ اس کائناتِ بسیط میں کچھ بھی ساکت نہیں ہے۔ ہر شے متحرک ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "الی اجلِ مسمی" (ایک وقت مقرر تک۔) اب دیکھئے! بدقسمتی صرف یہ ہے کہ Sciences وقتِ مقرر متعین نہیں کر سکتیں۔ پروردگار نے وہ وقتِ مقرر متعین کیا ہوا ہے۔ خدا آپ کو اس وقت کی خبر دیتا ہے جس میں فنا ہے۔ "کل من علیھا فان" (الرحمٰن:۲۶) میں نے ایک وقت فنا رکھا ہے۔ وہ خواہ Bang Big کے پلٹنے سے ہو یا شاید Big Bang کے بکھرنے سے۔ شاید کسی وقت Centripetal اور Fugal Forces ختم ہو جائیں۔ خدا انہیں کائنات کے ذرے ذرے میں بکھیر دے۔ تو جو ابتدائی حادثہ کائنات ہوا ہے، جب وہ پلٹے گا، جب اس کی سپیڈ اور زمانہ ختم ہو جائے گا: "کل یجری الی اجل مسمی" تو وہ دوبارہ پلٹتے ہوئے پوری کائنات کو سمیٹ لے جائے گا اور قیامت کے وقت کی اللہ نے نشان دہی بھی کر دی اور قرآن میں اس کے آثار بھی لکھ دیے اور آثار میں اللہ نے فرمایا: "اذا الشمس کورت" (تکویر:۱) (جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔) اس میں روشنی نہیں رہے گی: "واذالنجوم انکدرت" (تکویر:۲) (ستارے ماند پڑ

Marfat.com

جائیں گے۔) ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: "وجمع الشمس والقمر" (قیامۃ:۹) (ہم سورج اور چاند کو بھی جمع کر دیں گے۔) Everything will go back to the origin تمام چیزیں آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گی، ایک بہت بڑا دھما کہ: "القارعة ما القارعة" (القارعۃ:۲) "یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعھن المنفوش" (القارعۃ:۵) ہر چیز اس حادثے کی نذر ہو جائے گی۔ تو پروردگار Is not decadent

حضرات محترم! یہ Advertisement کا زمانہ ہے۔ ہر چیز Advertisement میں بک رہی ہے۔ مصیبت یہ ہے But the advertisers for God are very dull, they are not good agents. کہ پروردگار تو بڑا ماڈرن ہے مگر جو اس کو Agent for sale ملے ہوئے ہیں، وہ بڑے نکمے ہیں، بڑے Decadent ہیں۔ وہ اپنے مال کو خود ہی فرسودہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ پروردگار کی Presentation کا حق نہیں رکھتے۔ It's you people, the modern men, if you take interest in this ultimate reality and truth, only you can adjust with, the modern gust. وہ شخص جو تعلیمی معیار کے قابل نہیں تھا، جو میٹرک نہیں کر سکا، ایف اے نہیں کر سکا، بی اے نہیں کر سکا، جسے اولاد میں سے بیکار پایا گیا، تو اس کی روٹی کا بہانہ بناتے ہوئے اسے قرآن حفظ کروا دیا گیا۔ وہ مسجد میں پکی پکی روٹی، تفسیرِ جلالین وغیرہ پڑھ کر فارغ ہوا تو اب اس کے پاس زمانے کا علم ہی گیارہویں اور بارہویں صدی کا تھا۔ You make a mistake. اگر وضو کا مسئلہ پوچھنا ہو تو ضرور مسجد کے عالم کے پاس جائیں۔ اگر جنابت کا پوچھنا ہو تو جائیں۔ اگر آپ نے زکوٰۃ کا حصہ پوچھنا ہو تو ضرور جایئے But if you are really interested in higher questions about truth and reality of God. تو اس کے لیے آپ کو محنت کرنی پڑے گی۔ کم از کم اتنی محنت جو ایک Post Graduate ڈگری کے لیے چاہیے۔ It's a knowledge. it's a total knowledge علوم کا علم۔ خدا کا ایک علم نہیں ہے۔ کائنات میں بکھرے ہوئے بے شمار علوم اسی کے ہیں۔ اگر خدا کو جاننا ہے تو پھر علم کی وسعت اور ادراک اور بصیرت سے کام لینا ہوگا اور اُس کی شناخت اِس کے بغیر محال ہے۔ وما علینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

سوال: تصوف پر ایک بنیادی الزام یہ ہے کہ اس کا اسلام سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ یونانی تصوف اور ہندو مذہب کی پیداوار ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حضراتِ محترم! یہ الزام تصوف پر نیا نہیں ہے اور جب سے Methodist Religion کا عروج ہوا ہے عموماً تصوف میں یہ اعتراض وارد رہا کہ

بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست

کبھی حافظ اور عمر خیام کے Reference سے اس کو عملِ گریزاں سمجھا گیا۔ کبھی تصوف کو یونانی فلسفۂ اشراک

Marfat.com

کی تاویل خیال کیا گیا مگر مسلمان کے لیے تصوف کا صرف ایک مطلب ہے اور وہ ہے ''جہادِ اکبر''۔ جب جنگِ تبوک سے حضور گرامی مرتبت پلٹے تو فرمایا اصحابِ رسول سے کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کو پلٹتے ہیں تو پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! شمشیر و سناں سے، جنگ و جدل اور اہلِ کفر کو قتل کرنے سے بڑا بھی کوئی جہاد ہے۔ فرمایا ''ہاں! جہادِ بالنفس......''

دراصل تصوف اس بڑی جدوجہد کا نام ہے۔ اتفاق سے اشفاق احمد اور بانو قدسیہ نے ایک سوال لاہور میں پوچھا تھا کہ تصوف کی Simplest Possible تعریف کیا ہے؟ میں نے ان سے عرض کی کہ تصوف ایک صحیح عمر میں صحیح ترجیح کے انتخاب کو کہتے ہیں۔ ایک صحیح عمر پر اگر ایک شخص نے ترجیحِ اوّل کے طور پر خدا کا انتخاب کر لیا ہے تو وہ صوفی ہے۔ ایک ایسی عمر میں Choice نہیں کہا جا سکتا جب آپ کی قوت، ارادہ اور ذہن ختم ہو چکا ہو اور صوفی کا لفظ تین چار مشتق میں موجود ہے۔ بعض لوگ اس کو اصحابِ صفہ کی طرح کے لباس اور ان کی طرح کے اعمال کو، صفہ سے نکلا ہوا کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو اس لیے صوفی کہتے ہیں کہ عموماً نادار اور غریب لوگ جو تھے وہ اونٹ کے پشم کا لباس (لباسِ صوف) پہنتے تھے مگر صوفیاء کے نزدیک لفظِ صوفی کا مطلب صفائے قلب سے ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے دل و دماغ کی صفائی کے لیے قرآن اور رسول کے احکامات پر چل کر خدا تک پہنچنا چاہتا ہے۔ جیسے قرآنِ حکیم نے فرمایا کہ ظاہری گناہ سے بچو اور باطنی گناہوں سے بھی، تو ظاہرہ گناہ بعض اوقات بڑے واضح ہوتے ہیں اور باطنی گناہ انسان ترغیب سے سرانجام دیتا ہے۔ مثلاً بہت سارے ایسے لوگ جو چوری نہیں کرتے، ڈاکہ نہیں ڈالتے، شریف لوگ ہیں، مال کی خیانت نہیں کرتے، اگر دیکھا جائے تو کبھی غیبت سے Avoid نہیں کرتے بلکہ اس چیز کو اتنے ہی شوق سے کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اب اگر اس مثال کی کراہت دیکھیں تو اتنی بڑی ہے مگر، اگر غیبت کے عمل کا ہم جواز دیکھیں تو ہم بڑی خوشی سے اس میں Participate کرتے ہیں۔

تصوف میں ایک اصول ہے کہ ظاہرہ گناہ وقتی ہوتے ہیں۔ عمل کے گناہ کسی بھی وقت بدلے جا سکتے ہیں مگر ذہنی خطا برس ہا برس تک ساتھ رہتی ہے کیونکہ اس کی غلطی کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ ہماری ترغیبِ نفس کی طرح ہے اور چونکہ اس میں نفس کی پوری پوری Participation ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ایک انتہائی متقی شخص، ایک انتہائی فضول باطنی گناہ قبر تک کرتا ہوا چلا جائے۔ اس لیے تصوف میں زیادہ تر جدوجہد ہوتی ہے کہ اعمال کے ساتھ ساتھ نیات کے Process کو بھی درست کیا جائے اور ان تمام باتوں پر عمل کیا جائے اور اس کے لیے ہمارے پاس جو واحد Practical مثال ہے کسی بھی صوفی کے لیے، جسے آپ فنافی الرسول کہتے ہیں۔ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم رسولِ اکرم ﷺ کی صفاتِ عالیہ کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کریں۔ یہ اصول ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو پسند کرتا ہے تو اس کی عادات و خصائل کا اثر بھی اس پر کسی نہ کسی طریقے سے ضرور ہوتا ہے۔ مرشد کا تصور بھی یہی ہے اور حبِ رسول کا تصور بھی یہی ہے اور خداوندِ کریم کی محبت کا تصور بھی یہی ہے کہ ہم آہستہ آہستہ اپنی ذاتی صفات کو ترک کر کے ان صفاتِ عالیہ تک پہنچنے کی کوشش کریں جو ہمارے کسی اچھے استاد میں یا سرکارِ رسالت مآب ﷺ میں ہیں اور حتیٰ کہ جسے ہم فنافی اللہ کہتے ہیں، اس میں صوفی یہ کوشش کرتا ہے کہ صفاتِ انسانی سے گریز کرتے ہوئے صفاتِ الٰہیہ کو اختیار کیا جائے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ صوفی اگر یہ جانتا ہے کہ اس میں غصہ بہت زیادہ ہے اور صوفیاء کے علم میں سب سے بڑی Important چیز اپنے آپ

Marfat.com

کو جاننا ہے:

"ومن عرف نفسہ فقد عرف ربہ"

(جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔)

جب وہ یہ جان لے کہ اس میں ایک کوتاہیٔ عمل موجود ہے اور ایک غلطیٔ فکر موجود ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اس غلطی کو اپنے اجتہادِ فکر سے دور کرے، محبتِ خداوند سے دور کرے، محبتِ رسول سے دور کرے، محبتِ شیخ سے دور کرے اور خدا کی یاد کے ساتھ ساتھ ان Processes پہ چلنے والے کو صوفی کہتے ہیں۔ ایک بڑے سے بڑا دلیر مجاہد بھی جب میدانِ جنگ میں کھڑا ہوتا ہے تو بڑی آسانی سے جان دے سکتا ہے مگر اپنے کرب کو Face کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ اسی لئے خالد بن ولیدؓ جب ایڑیاں رگڑتے ہوئے اپنے بستر پر فوت ہوئے تو وہ کہا کرتے تھے "میں نے ایک سوپچیس معرکوں میں حصہ لیا اور ہر جگہ میں خطروں کے انتہائی نازک حالات میں پہنچا کہ کاش مجھے میدان میں شہادت نصیب ہو مگر میرے اس حال کو دیکھو کہ میں اپنے آپ سے لڑتا ہوا مر رہا ہوں اور بے چین و مضطرب ہوں۔

سوال: تخلیقِ آدم سے خدا کو کیا مقصود تھا۔ اس ضمن میں ہمیں مطالعۂ قرآن سے معلوم ہوا کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اولادِ آدم کے بارے میں وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اولادِ آدم لاکھوں سالوں سے منشائے خداوندی پر پوری نہیں اتری۔ انسان کی پوری تاریخ میں الوہی روشنیاں زمین کے ایک محدود حصے کو منور کرتی رہیں اور پھر نامعلوم تاریک صدیوں کے سائے چھائے رہے اور لاکھوں انسانوں کی نسلیں فسق و فجور کے اندھیروں میں سرگرداں رہیں۔ ابنِ آدم کی تاریخ اس سلسلے میں بڑا ہولناک منظر پیش کرتی ہے۔ یہاں تک کہ حکیم الامت کو بھی کہنا پڑا کہ

؎ تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی

کیا آدم کی تخلیق کا یہی مقصد تھا تو کیا "یوم الدین" کے موقع پر خدا کھربوں انسانوں کو نامعلوم مدت کے لیے جہنم میں ڈال دے گا اور صرف چند کو جنت کی ابدی مسرتیں دی جائیں گی۔ کیا اللہ تخلیقِ آدم اور تخلیقِ کائنات کے معاملے میں اتنا فوز المرام واقع ہوا ہے؟

جواب: سوال تو اچھا ہے مگر بڑا Local ہے۔ یہ ہماری ایک بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم کائنات کے بہت بڑے رب کو صرف ایک Smaller human angle سے دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ایک حدیث قدسی کی مدد سے اس تخلیقِ کائنات کا سب سے پہلا جو مقصد ملتا ہے، وہ بڑا سادہ سا ہے کہ: "کنت کنزا مخفیا" میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ "ما احببت" مجھے اپنی ذات سے انس پیدا ہوا: "عن عرف" میں نے چاہا کہ جانا جاؤں: "فخلقت خلق لیعرفون" تو میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ آج تک بدقسمتی یہ ہے کہ کوئی تخلیق یہ حق نہیں رکھتی کہ خالق کی کارکردگی یا اس کی تخلیق، یا اس کے کسی Pattern پر اپنے کسی Question کو وارد کرے۔ مثلاً ہم بڑی بے بسی سے بہت برے شعر کسی شاعر کے سنتے ہیں مگر اس بیچارے شعر کو یہ توفیق نہیں ہو سکتی کہ پوچھے، کم بخت! تو نے مجھ کو اتنا بدذائقہ کیوں لکھا؟

Marfat.com

تو بدقسمتی سے تخلیق کے Pattern میں ہی خالق کو Question کرنا نہیں لکھا گیا۔ ہم صرف اس غرض و غایت پر غور کر سکتے ہیں جو، خالق نے ہمیں خود بتایا۔ اب اس تمام پروگرام میں خالق جو ہمیں واحد غرض و غایت دے رہے ہیں کہ جب اپنے جلال و جمال کے Pattern کو اس نے دیکھا اور اس نے چاہا کہ وہ ایک خوبصورت ''خلاقِ عالم'' کی حیثیت سے تعریف کیا جائے تو اس نے ایک ایسی مخلوق پیدا کرنی چاہی، جو اس کی تعریف کرے۔ اب یہاں ایک اور بہت بڑا المیہ واقع ہوا کہ جس مخلوق کو بھی وہ پیدا کرتا تھا وہ پہلے سے Ordiained تھی۔ وہ تخلیقِ آدم سے پہلے بے شمار تخلیقات کر چکا تھا۔ ہزاروں اور لاکھوں ارواح کو تخلیق کر چکا تھا۔ ملائکہ، جنات، شیاطین اور پتہ نہیں کیا کیا۔ جس کا ہمیں علم نہیں ہے یا جس کی گواہی ہمارے پاس موجود ہے لیکن علم نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہء عالم کو تخلیق کرنے کے بعد، ایک پاک، بانزہت، مقدس مخلوق کو Create کرنے کے بعد انسان کو پیدا کرنا کیوں مقصود تھا؟

ایک "صلصالِ کالفخار" (کھنکتے ہوئے کیچڑ) کے نیچے سے، زندگی کا پہلا Cell پیدا کرنے کے بعد اس نے اُسے Progress دی اور رفتہ رفتہ آگے بڑھاتا ہوا اس منزل تک لے گیا، کہ پہلے تو انسان کوئی قابلِ ذکر شے بھی نہ تھا۔ پھر میں نے اسے Double Cellular بنایا۔ ''انا خلقنا الا نسان من نطفة امشاج'' (میں نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا۔) اب بھی اس قابل نہ ہوا کہ میں اسے Judge کروں، میں اسے پرکھوں ''نبتلیه'' (الدھر:۲) (میں نے چاہا کہ اس نئی مخلوق کو آزماؤں۔) "فجعلنه سمیعاً بصیرا" (الدھر:۲) (میں نے پہلے اسے سماعت دی، پھر رفتہ رفتہ اسے بصارت دی۔) یہ سارے سسٹم مکمل کرنے کے بعد جب Biologically انسان پورا ہو گیا، تو اب بھی خدا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا' تو اس نے کہا کہ اب میں نے آخری عمل اس کے ساتھ کیا کہ ''انا ھدینه السبیل'' (الدھر:۳) (میں نے اسے عقل و شعور بخشا) اور Choice اس پہ چھوڑ دیا۔ یعنی ہمارے پاس وہ Instrument تھا کہ جس میں Choice اللہ کے پاس نہیں، انسان کے پاس تھی اور میں نے اب اس میں وہ صفت پیدا کر دی:

''اماشاکراً و اما کفورا'' (الدھر:۳)

(چاہے تو مجھے مانے، چاہے تو میرا انکار کر دے۔)

اب پروردگار کو تمام تخلیقات کے بعد اس انسان کا پیدا کرنا اس لیے مقصود تھا کہ وہ ایک لگی بندھی عبادت سے تنگ آ چکا تھا۔ میں نے ہی اگر آپ کو کہہ کر اپنی تعریف کرانی ہے اور اگر آپ میرے زور و جبر کے سایے میں ہی میری تعریف کرتے جائیں گے تو کسی بھی، Master Mind کو تسلی نہیں ہوتی بلکہ خدا یہ چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی مخلوق ہو کہ جسے یہ Choice ملے، مجھے جاننے پہچاننے کی۔ مجھے ماننے کی، اور میری تعریف و توصیف کرنے کی۔ اسی حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث وابستہ ہے جہاں تھوڑا سا لفظ بدل گیا۔ دونوں حدیثیں صحیح ہیں مگر تھوڑا سا لفظ بدل گیا اور وہ حدیث یہ کہتی ہے:

''کنت کنزا مخفیا ما احبت عن عرف فخلقت محمد''

Marfat.com

میں نے جب چاہا کہ میری تعریف وتوصیف ہوتو میں نے اس مخلوق (آدم) کو تخلیق کیا تو میں نے خاص طور پر "محمد ﷺ" کو تخلیق کیا اپنی تعریف وتوصیف کے لیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب Choice دی جائے گی---اگر 500 بندوں کو بھی Choice دی جائے گی، تو پھر بھی Pattern میں کوئی کمی بیشی رہ جائے گی اور پروردگارِ عالم کو پھر بھی اپنی تعریف کے لیے ایک Best possible appreciator کی ضرورت پڑے گی تو نسلِ انسان میں سے جس انسان نے اس کی تعریف وتوصیف کا پورا حق ادا کیا، وہ محمد ﷺ تھے اور چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اُس Pattern پر چلے گئے جو پروردگار کو پسند تھا، اس لیے آسمانوں پر ان کا نام 'احمد' رکھا گیا تھا، He is the one who can really have the right to appriciate me. مگر جب اُن کو اجاگر کرنا چاہا، جب ان کو تعریف وتوصیف کرنے والا بنایا، تو ساتھ ہی یہ بھی Urge پیدا ہوئی کہ جو میری اتنی تعریف کر رہا ہے تو خالق اس کی بھی تعریف کرے اور یہی اس آیت کا مقصد ہے "فاذکرونی اذکرکم" (بقرہ:۱۵۲) کہ جو میرا ذکر کرے گا اور میری تعریف کرے گا تو میں نے بھی جواباً اس کی تعریف کرنی ہے۔ تو جو پروردگار کی تعریف کے لیے بہترین خلق چنی گئی، اس کی تعریف کے لیے پھر باقی خلق چنی گئی۔ Now it is problem that God is not a democrate. وہ انسانوں کی تعداد پر فیصلے نہیں دیتا۔ اس نے ایک پوری نسلِ انسان میں سے چناؤ کرنا ہے۔ اس کے عوض انسان کی کمزوریاں اور حماقتیں دیکھتے ہوئے اس نے ایک Major Advantage نسلِ انسان کو دیا۔

اگر آپ مسلمان نہ ہوتے تو پھر میری Argument مختلف ہوتی۔ مگر چونکہ مسلمان ہیں اس لیے آپ کو یہ Argument دے رہا ہوں کہ جب پروردگار نے یہ کہا کہ "الحمد للہ رب العلمین" کہ تمہارا رب تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو اس میں خالی انسان نہیں آتے، بلکہ اس میں جاندار، غیر جاندار، ذی حیات، بغیر حیات کے تمام اشیاء آتی ہیں جن کا خدا رازق ہے۔ ایک سورج اٹھارہ ہزار ایٹم فی سیکنڈ استعمال کر رہا اور پھٹ رہا ہے، یہ آگ اور روشنی سورج کا رزق ہے۔ چاند جو سورج سے ادھار مانگ رہا ہے، یہ اس کا رزق ہے۔ اسی طرح بہت سارے قحط وافلاس میں گھرے ہوئے بے شمار لوگ مرتے ہیں تو کبھی کبھی، موت کو بھی کھلا کھانا مل جاتا ہے کیونکہ موت کا رزق ہی زندگی ہے۔ اکثر بیچاری جب وہ ایک دو آدمی لے جاتی ہے، تنگ ہوتی ہے، گلہ کرتی ہے کہ مجھے کبھی پیٹ بھر بھی ملے گا، تو کسی بڑے قحط میں ہزاروں، لاکھوں لوگ مار دیے جاتے ہیں اور کبھی کبھی اس کا بھی رزق کشادہ کیا جاتا ہے۔ ہر چیز کا رزق اس کی ضرورت ہے، اگر دماغ کا رزق خیال ہے اور دل کا رزق اطمینان ہے اور پیٹ کا رزق اس کا بھرا رہنا ہے اور خون رگوں کا رزق ہے تو رزق کو ہمیں Wider معنوں میں استعمال کرنا ہوگا۔ اگر ایک Battery ایک سیل سے چلتی ہے تو اس Battery کا رزق وہ سیل ہے۔ جب پوری کائنات میں رزق کی وضاحت کی جائے گی تو اس وقت یہ لفظ استعمال ہوگا: "الحمد للہ رب العلمین" اور وہ جو 'رب العلمین' ہے، جو پورے آفاق وکائنات و Galaxies کا پالنے والا ہے۔ جب پروردگار کو اتنے بڑے پھیلاؤ میں ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اس نے ایک چیز اپنے اوپر لازم کرلی کہ تمام تخلیقات کو اتنا تحفظ مہیا ہے کہ خدا کسی صورت میں بھی ان پر قہر نازل نہیں کرے گا، کسی صورت میں بھی ان پر عذاب نہیں کرے گا، کسی صورت میں بھی ان کو کسی ناجائز تنگی کا شکار نہیں کرے گا۔ تو اس نے ایک Written معاہدہ لکھا جو ہمارے پاس قرآن میں

Marfat.com

موجود ہے۔تمام تخلیقات کے لیے اپنی طرف سے ایک رعایت اور معاہدہ لکھا:

"کتب علی نفسه الرحمة" (الانعام:۱۲)

کہ اے میری تخلیقات! (میں نے تمہارے لیے ایک چیز اپنے اوپر لازم کر لی ہے کہ میں ہر حال میں تم پر رحم کروں گا)۔اب اس کے بعد کسی مخلوق کو اس سے گلہ نہیں ہونا چاہیے مگر صرف ایک قسم کی مخلوق کو، جو سرے سے اسے خالق نہیں مانے گی۔جو سرے سے اسے تسلیم ہی نہیں کرتی۔جو اسے رحم والا ہی نہیں مانتی، جو اسے سرے سے رب ہی نہیں مانتی، اس لیے جو سب سے بڑا گناہ گنا گیا۔تو حضرت لقمان نے کہا کہ تمام تاریکیوں میں سب سے بڑی تاریکی اور تمام ظلموں میں سب سے بڑا ظلم صرف ایک ہے کہ "ان الشرک لظلم عظیم" پھر پروردگار نے کہا کہ تم سارے گناہ کرنا اے نسلِ آدم! تم کرو گے۔مگر خبردار! میرے سامنے کبھی تقویٰ کا دعویٰ نہ کرنا۔یہ سختی سے منع کیا کہ میرے سامنے کبھی نہ کہنا کہ تم متقی ہو۔میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔"هو اعلم بمن اتقی" (النجم:۳۲) (میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے پاکباز ہو)۔خبردار! کبھی تقدس کا دعویٰ نہ کرنا۔تم میں کمزوریاں رہیں گی۔تم میں گناہ رہیں گے مگر ایک بات سن لو! اگر تم بڑے گناہوں سے بچے، اگر تم نے حدود اللہ سے گریز کیا تو تم چھوٹے چھوٹے گناہ تو کرو گے ہی۔

آپ نے دیکھا کہ پروردگار از خود کچھ Limitations مقرر کر رہا ہے کہ اگر تم "ان تجتنبو اکبائر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیاتکم" (النساء:۳۱) بڑے گناہوں سے بچے رہو تو چھوٹوں پر تو تم رکو گے ہی، وہ تو تم نے ضرور کرنے ہیں۔تو ایک بات یاد رکھنا کہ تمام گناہوں سے بڑا ایک گناہ نہ کر بیٹھنا، اے بندگان خدا! اے میرے پیغمبر! ان سے کہہ دو:

"قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله" (الزمر:۵۳)

(اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا میری رحمت سے مایوس نہ ہو جانا۔)

یہ سب سے بڑا گناہ ہے اس لیے کہ رحمت سے مایوسی کا مطلب کفر ہے۔اب ذرا غور کریں کہ میں جو بھی گناہ کروں گا اس کی ایک عمر ہے، چنگیز و ہلاکو کا ایک زمانہ تھا، ہٹلر کا ایک وقت تھا، نپولین نے ایک وقت لیا۔تمام فاسق و فاجر ایک عمر لے کر آئے۔اس سے آگے نہیں جا سکے۔انسان ان کو Suffer کرتا، برداشت کرتا ہے۔مگر ان کو اچھی طرح پتہ ہوتا ہے کہ کبھی نہ کبھی یہ ضرور مریں گے اور کسی نہ کسی نسل کی ان سے جان چھوٹ جائے گی۔ہر ایک چیز کی ایک Limit ہے۔ہر چیز کا ایک وقتِ مقرر ہے۔اگر میں یہ کہوں کہ میں آج کا زندہ انسان، ایک Limited Self جس کے گناہ بھی Limited ہیں--- یہ میرا دعویٰ ہے کہ میری ایک عمر کے ساتھ میرے گناہ ہیں۔مگر آپ خدا کی طرف سے سوچیں۔وہ بے پایاں اور انتہائی وسیع قدرت و کردگار کا مالک، وہ لامتناہی کائنات کا مالک جو بذاتِ خود اپنے اندر ہر صفتِ بے کراں رکھتا ہے۔اس کی رحمت کتنی بے کراں ہوگی اور اگر میں ایک Limited گنہگار، اس سے اٹھ کے یہ کہوں کہ اے Unlimited God تیری رحمت اتنی بڑی نہیں ہے کہ میرے Limited گناہ سمیٹ سکے تو اس سے بڑی توہین پروردگار کی اور کیا ہو سکتی ہے۔اس لیے خدا Assert کر رہا ہے، کہ تم کتنے بھی گنہگار سہی مگر لوٹنے میں دیر نہ کرنا، پلٹنے میں دیر نہ کرنا، مجھے اچھی طرح پہچانے رکھنا، اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے۔"لاتقنطو من رحمت الله" اس کی وجہ یہ

Marfat.com

ہے کہ قرآن میں "جمیعاً" کا لفظ جہاں بھی آتا ہے وہاں ایک Law بیان کیا جاتا ہے، ایک قانون مطلق بیان کیا جاتا ہے۔ فرمایا "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً" (بے شک تمہارا پروردگار مطلق گناہ معاف کرتا ہے۔) "انہ ھو الغفور الرحیم" (الزمر:۵۳) (وہ بے پناہ بخشش اور بے پناہ رحم والا ہے۔) شرط صرف اتنی سی ہے کہ کبھی تم اس کی طرف پلٹنے کا سوچو۔ یہ بات یاد رکھیے! کہ تمام گناہوں سے Last degree گناہ کی "نہ پلٹنا" ہے۔ "صم ، بکم عمی فھم لایرجعون" (البقرہ:۱۸) وہ لوگ جو پلٹتے نہیں ہیں یعنی "پلٹاؤ" کو اللہ نے آخری ڈگری پر رکھا کہ اندھے ہو جاتے ہیں ۔ بہرے ہو جاتے ہیں۔ گناہوں میں غرق ہو جاتے ہیں لیکن خدا کی طرف پلٹتے نہیں ہیں۔ اقبال کا ایک بڑا ہی خوبصورت شعر ہے اور انہوں نے اس میں اس پلٹاؤ کی کیفیت واضح کی ہے۔

چو آں مرغے کہ در صحرائے ہر شام
کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

کہ اس پرندے کی طرح جو صحرا میں بہت دور نکل جاتا ہے دانہ دنکا چگنے اور زندگی گزارنے کے لیے، مگر جب شام پڑتی ہے، جب اندھیرا آتا ہے تو وہ دوبارہ اپنے آشیانے کے لیے اپنے پر کشادہ کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان، جب زندگی کی شام ہو جائے تو، تب تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پروں کو پلٹائے۔ مگر جب وہ اپنے پر کشادہ کرے گا تو اس کے پاس خدا کی رحمت کے سوا اور کوئی آشیانہ نہیں ہوگا۔ تو پروردگار نے اپنی اتنی بڑی نعمت کو، اتنی بڑی رحمت کو، انسان کے ساتھ معاہدے کے لیے لکھا۔ ہر تخلیق کے معاہدے کے لیے لکھا۔ اب ذرا دوبارہ ان آیات کو غور سے پڑھیے:

الحمد للہ رب العلمین (فاتحہ:۱)

وکتب علی نفسہ رحمۃ (الانعام:۱۲)

وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین (الانبیاء:۱۰۷)

اب اگر ان کو Compare کریں تو آپ کو احساس ہوتا ہے کہ جہاں جہاں "رب اللعلمین" ہے۔ وہاں وہاں ساتھ "رحمت اللعلمین" بھی ہیں اور اتنا بڑا رحم و کرم صرف ایک، وجودِ انسانی میں مرتکز کر دیا گیا اور خدا کے پاس Positive لفظ نہیں رہے اپنے پیغمبر کی حرص کو بیان کرنے کے لیے تو اس نے ایک Negative لفظ سے اس کو بیان کیا۔ یعنی قرآن کے پاس Positive لفظ نہیں رہا یہ کہنے کو کہ یہ میرا پیغمبر تمہارے لیے کتنا شوق رکھتا ہے مغفرت و رحمت کا، بلکہ ایک Negative لفظ سے اس کو Enlarge کر دیا:

"حریص علیکم" (توبہ:۱۲۸) یعنی اس کو اتنی زیادہ امتِ مسلمہ سے محبت ہے کہ وہ مبالغے کی حد تک آگے بڑھ جاتا ہے امت کی خیر خواہی اور بھلائی کے لیے۔

اور یہ صاحبان جو Question کر رہے ہیں کہ دورِ حاضر میں عذاب و ثواب کی کیفیات کا ٹل جانا--- آج اگر وہی پہلی قوموں والا Process of elimination جاری رہتا تو As i told you, that God is not a democrate اور جو اصول Pick and Choose کا انسانوں میں ہے، وہی اصول Pick and Choose کا باقی تخلیقات میں بھی ہے۔ اگر آپ پچاس ہزار درخت لگاتے ہیں۔ تو اگنے والے اگتے ہیں۔ سارے نہیں اگتے اور بیس

اور تیس ہزار درخت ضائع ہو جاتے ہیں۔ تو پوری تخلیقات میں ایک Law، ایک Cosmic law exist کرتا ہے، جسے ہم Law of wastage کہتے ہیں۔ ہر تخلیق میں Wastage ہے۔ Heavy degree wastage ہے اور انسان میں جو Wastage ہے وہ Purpose کے ساتھ منسلک ہے کہ وہ انسان جو اس Purpose کو پورا کرے گا وہ بہتر ہے اور جو پورا نہیں کرے گا وہ، Wastage میں ہے۔

اب اسی کو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں دیکھئے! کہ جب معاشرہ ترقی کے ایسے معیار پر پہنچا جہاں ان کی عقل و شعور بلوغت تک پہنچ گئی، مگر اس کے باوجود خدا کو پہنچاننے پر قادر نہ ہوئی اور انہوں نے شرک کیا تو پروردگار نے اس پوری کی پوری امت کو Wash out کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس کی پہچان کے قابل تھے۔ آج آپ اللہ سے تب گلہ کر سکتے ہیں اگر آپ بھی یہی Process نہ کرتے ہوں۔ All scientists, all people, every body does the same thing. کہ جس چیز سے اس کا مطلب ہے، اسی کو وہ اپنے لیے کارآمد سمجھتے ہوئے رکھتا ہے اور باقی ساری چیز Waste ہو جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں God has used to have total wastages اور ان کو تباہ کر کے دو چار آدمیوں کو بچالیتا تھا جب حضورِ گرامی مرتبت آئے اور رحمتِ مجسم انسانوں میں موجود ہوئی اور پروردگار نے اپنا عہد نامہ انسانوں کو منتقل کر دیا تو اس کے بعد جب اہلِ کفر نے کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو خدا سے ہمارے لیے ایسا عذاب کیوں نہیں مانگتے جیسے عاد و ثمود کو یا جیسے قومِ نوح کو پہنچا تو اللہ نے کہا کہ اے پیغمبر! یہ جلدی تو بہت کرتے ہیں۔ مگر مجھے بتاؤ کہ میں ان کو کیسے عذاب کروں۔ تم جو ان کے بیچ موجود ہو۔۔۔

"وما کان اللہ لیعذ بھم وانت فیھم" (الانفال:۳۳)

(اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک تم ان میں موجود ہو۔)

تو اب Total عذاب اور Elimination کو معطل کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نسلِ انسان کی Wastage اب چھ بلین تک آ پہنچی ہے۔ اس بارش کی طرح جو بہت کم اصلی کھیت پر گرتی ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ نے اس کی مثال دی کہ وہ پتھر پر بھی گرتی ہے، اینٹ پر بھی گرتی ہے، ناقص زمین پر بھی گرتی ہے اور تھوڑی سی کسی کارآمد زمین پر بھی گرتی ہے جہاں سے وہ فصل لیتی ہے۔ اس لیے Wastage should not be a matter of concern, for any body who believes in God or intend to go back to God. The total wastage is only meant for those people who don't believe in God as God.

سوال: اگر انسان کے تمام معاملات پہلے سے طے شدہ ہیں تو سعیٔ انسان کا کیا مقصد ہے؟ میری دلیل سورۃ یوسف کی آیت نمبر 67 ہے کہ جب حضرت یعقوب نے کہا: "اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا۔ میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا۔ حکم تو سب اللہ ہی کا ہے؟"

جواب: اصل میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے، اور ساتھ ہی ان پر ہلکا سا طنز بھی فرمایا۔ تو اللہ نے کہا کہ یعقوب سیانا بندہ تھا۔ جب بھی بیٹے اکٹھے بھیجے، کوئی نہ کوئی حادثہ ہو گیا۔ تو جب ان کو مصر بھیج رہے تھے تو ان سے

Marfat.com

کہا کہ اکٹھے نہ چلنا، لوگوں کی نظر لگ جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں پھر نظر لگ جائے اور میں پھر کسی بیٹے سے محروم ہو جاؤں۔
تو خدا نے کہا، وہاں بد تعریفی نہیں کی بلکہ کہا کہ یعقوب سیانا بندہ تھا۔ اس نے یہ بات سوچ سمجھ کر کہی۔ مگر ہم تو کسی اور چیز کا اردادہ کیے بیٹھے تھے اور ہماری مرضی تو یہ تھی کہ ان سب کو بہتر کریں، بھائیوں کو ملائیں، یعقوب کو بیٹے سے ملائیں۔ تو بظاہر جس چیز کو وہ نقص سمجھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اصل باطن جانتے تھے اور وہ جو کچھ کر رہے تھے، حضرت یعقوب کی Favour میں کر رہے تھے یعنی بنیامین کو چھڑانا تھا۔ ان بھائیوں سے پہلے دو سگے بھائیوں کو اکٹھا کرنا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک نئی Dimension سے پھر ان پر الزام لگنا تھا۔ ان لوگوں نے روتے ہوئے جانا تھا۔ پھر یعقوب نے آنا تھا اور اس طرح یہ وصال کی گھڑی سب پر آنی تھی۔

یہ قرآن کی ایک آیت ہے۔ "وعسی ان تکرھوشیاء وھو خیر لکم" (کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں تمہارے لیے خیر ہوتی ہے۔) "وعسی ان تحبوشیاء وھو شرلکم" (اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں تمہارے لئے شر ہوتا ہے۔) "واللہ یعلم وانتم لاتعلمون" (بقرہ:۲۱۶) اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ تو اس Local سوال کا جواب تھا جو آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال میں کیا مگر دراصل آپ کا سوال جبر وقدر پر ہے اور اس کا جواب بھی خاصا مختلف ہوگا جو میں ابھی آپ کو بتانے والا ہوں۔
خداوند کریم نے کوئی جبر انسان کی مخاصمت کے لیے استعمال نہیں کیا اور تقدیر کا مطلب اندازہ ہے۔ یہ کام خود آپ بھی کرتے ہیں۔ جب آپ کو کسی نئی اور اوپری جگہ جانا ہو اور جب آپ کو کسی جگہ Stay کرنا ہو تو اس کے مطابق وہاں پہلے سے اپنا بندوبست کرتے ہیں اگر وہاں پہلے سے بندوبست نہ ہو تو جیسے جب امریکن آرمی الجزائر میں اتری تو بڑے تفاخر سے اس کے Defence Secretary نے کہا کہ ہم نے اپنے فوجیوں کی ضروریاتِ زندگی کا اتنا خیال رکھا ہوا ہے کہ اگر ایک سوئی کی بھی انہیں ضرورت پڑے گی تو ان کے اپنے Bags میں انہیں مل جائے گی۔ اب ذرا غور کریں کہ پروردگار نے ایک انتہائی اہم شخصیت کو ایک بالکل اوپری اور انوکھی جگہ بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ اس انسان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس میں اس نے کھانا کیا ہے، کیا نہیں کھانا، اس میں سبزی کیا ہے، فروٹ کیا ہے، جانور کیا ہیں۔ انسان کو اس کا پورا تخلیقاتی پروٹوکول دیا گیا۔ اس کے ٹھہرنے کی جگہ، اس کی خوراک کا بندوبست، تمام چیزیں گن گن کر اس کے لیے مہیا کر دی گئیں یہ تو ہوا مقدر۔ پھر اگر یہی کچھ انسان ہے تو انسان کو کس لیے بھیجا گیا ہے؟ And now the question is why?
اس کی مثال ایسے ہے کہ میں نے کسی صاحب کو راولپنڈی بھیجنا ہے اور میرا کام یہ ہے کہ میں نے ایک Letter deliver کرنا ہے پنڈی کی صاحب کو۔ تو میں ایک خادم کو بلاتا ہوں۔ میں اسے کہتا ہوں کہ یہ تیرا آنے جانے کا کرایہ ہے، یہ تیرا T.A/D.A ہے۔ یہاں تو رکے گا، یہاں کھائے گا۔ دیکھو! اس کو Letter دے کر آنا ہے، خواہ تین دن لگ جائیں اور دیکھو! اگر بور ہو گئے تو بے شک فلم وغیرہ بھی دیکھ لینا، انجوائے کرنا، گھوم پھر لینا، لیکن Letter دے کر آنا اور پھر تین دن بعد وہ صاحب دوبارہ میرے پاس آ جاتے ہیں کہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب! I enjoyed a lot, I ate very good, فلاں Cook تو بے مثال تھا اور وہ جو سیروز میں فلم لگی ہے، اس کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ I enjoyed

Marfat.com

fullyاور میں کہتا ہوں ?Letter وہ کہتا ہے Sorry! I couldn't deliver it اب آپ میرا غصہ جان سکتے ہیں۔ میرا قہر جان سکتے ہیں......

انسان کے لیے مکمل پروٹوکول خداوندِ کریم نے اس لیے مہیا کیا کہ اگر میرے کھانے پینے کی ذمہ داری مجھ پر ہوتی تو اس سے بہتر میرے پاس کوئی Excuse نہیں تھا کہ جب اللہ مجھ سے پوچھتا کہ میں کون ہوں تو میں کہتا اللہ بابا! کوئی ٹائم مجھے ملا ہو، تو میں تجھے بتاؤں۔ میں تو روٹی کے چکر میں پڑا رہا اور پھر تم نے اوپر سے مجھے بیوی دے دی، میں تو اس کے معاملے میں انکار رہا۔ پھر بچے دے دیے، میں کرتا کیا۔ مجھے تو ٹائم ہی نہیں ملا کہ اس سوال کا جواب ڈھونڈتا کہ ''مَنْ رَبُّکَ؟'' سو، خدا نے یہ عذر انسان سے چھین لیا۔ خدا نے ہر چیز کو اس کے لیے Higher degree of understanding پر پورا مرتب کیا۔ اس کے Sources مقرر کر دیے۔ اس کے اندازِ محنت مقرر کر دیے۔ اس کی زندگی کا ذرہ ذرہ اس کے مقسوم میں لکھ دیا اور پرودگار نے قرآنِ حکیم میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے نہ صرف انسان کا مقام لکھا:

"مستقرھا و مستودعھا" (کہاں ٹھہرنا ہے، کہاں سونپا جانا ہے۔) بلکہ ''وما من دآبة فی الارض الاعلی اللہ رزقھا'' (ھود:٦) (اور زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں کہ جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو۔) آیئے اس آیت کو زمین کے معاملے میں چیک کر لیتے ہیں۔

ایک انسان کا یہ دعویٰ ہے کہ میں فلاں ہوں، سوچنے والا ہوں، رزق کمانے والا ہوں، میں رزق کما رہا ہوں مگر اس مخلوق کے بارے میں کیا کہیں گے کہ جس کے پاس یہ سارا شعور، محنت اور کوشش نہیں ہے۔ یہ Professions نہیں ہیں۔ .Billions of creations of God on earth are such کہ جن کا کوئی کسی قسم کا، اگلے دن کا، اگلے وقت کا، ایک لمحے کا بھی رزق ان کے علم میں نہیں ہے۔ جن کے پاس اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ وہ اگلے وقت کے رزق کا حساب لگا لیں۔ کیا آپ انہیں Provide کرتے ہیں؟ جیسے پرندے ہیں، جیسے چیونٹیاں ہیں، جیسے وہ بے شمار مخلوقاتِ ارضی ہیں کہ جن کا کوئی کھانے، کمانے کا ایک Pattern اور ڈھنگ اللہ نے نہ لکھ دیا ہو۔ جب تک ان کو رزق ملنے کی جگہ تک نہ پہنچائے وہ نہیں پہنچ سکتے۔ ان کے پاس تو Ability ہی نہیں۔ اب آپ حضرتِ انسان کے بارے میں تھوڑا سا غور کر لیں۔ کیا آپ بچپن سے لے کر بلوغت کی عمر تک اپنا رزق خود کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ کیا بڑھاپے کے آخری وقت آپ اپنا رزق کمانے کے قابل ہوتے ہیں؟ خال خال چند ایک لوگ اس قابل ہوتے ہیں۔ کیا درمیان کا پانچ، دس یا بیس سال کا عرصہ آپ کو یہ Convince کرتا ہے کہ آپ اپنا رزق خود کماتے ہیں۔ مگر ذرا انصاف کیجیے۔ آپ تین سو آدمی بیٹھے ہیں۔ کیا آپ اپنے Profession سے Satisfied ہیں۔ Every body feels himself in the worng shoes. Everybody is dissatisfied اگر آپ اپنے Profession اور مقام سے Dissatisfied ہیں تو پھر یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟ کیا آپ کو اپنی پسند کا کوئی جاب ملتا ہے؟ ,It never happens You are forced into a pattern, into a profession which you ultimately have to do, why it is done so. تا کہ Friction پیدا نہ ہو، تا کہ Social Friction نہ پیدا ہو، تا کہ لوگوں میں High degree of resistances نہ پیدا ہوں، اور مخلوقاتِ عالم کا کام تواتر اور ترتیب سے چلتا رہے، تا کہ ہر بندہ

اپنے مقررہ رزق تک پہنچے۔

حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ہر بات مقدر ہے تو پھر ہم کیا کریں؟ تو فرمایا، اللہ نے جب کسی سے کوئی کام کرانا ہوتا ہے تو اس کے مطابق اس کا خیال، اس کا Motivation Strong کر دیتا ہے، اور اس طرح وہ شخص بہر حال وہیں پہنچتا ہے اس لیے کہ پروردگار کے پاس دو کنٹرول ہیں۔ ایک کو ہم Total Control کہتے ہیں۔ ایک کو ہم Remote Control کہتے ہیں Remote Control کے بارے میں پروردگار نے ایسے نشان دہی کی "ما من دآبة الا هو اخد بنا صيتها" (ھود:۵۶) (زمین پر ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے ہم نے اس کے ماتھے سے نہ تھام رکھا ہو۔) اتفاق دیکھئے کہ ہمیں تمام ماڈرن Researches یہ بتاتی ہیں کہ دماغ کا وہ حصہ جو افعال کو حکم کرتا ہے وہ ماتھے کے پیچھے ہے۔ وہ حصہ جو آپ کو حرکت، قوت و ارادہ اور خیال دیتا ہے وہ ماتھے کے پیچھے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس Computer کو خداوندِ کریم Remote Control سے کنٹرول کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کوئی ایکسیڈنٹ نہ ہو، کوئی بچھو کسی کو نہ کاٹے، کوئی سانپ اپنی بل سے نہ نکلے، کوئی شیر نہ غرائے، اس لیے کہ پروردگار نے حوادث کی ترتیب میں، واقعات کی ترتیب میں، جو، جس سے کام لینا ہے یا وہ Willingly کرتا ہے یا Unwillingly کرتا ہے۔ جیسے اللہ نے زمین و آسمان کو بنایا تو اس سے کہا کہ چاہے تو خوشی سے میرے احکام کو مانو اور چاہے تو ناخوشی سے۔ نہ کرو گے تو تمہیں جبراً کرنا پڑے گا۔ تو زمین و آسمان نے کہا کہ ہم تیرے مطیع ہوئے، ہم نے اطاعت کی اور پوری Willingly ہم تیرے تابع فرمان ہوئے۔ "ذلک تقدير العزيز العليم" (یٰس:۳۸) (اور یہی تقدیر عزیز و حکیم ہے۔)

سوال: اگر ہوتا وہی ہے جو انسان کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے تو پھر انسان کی سعی کا کیا مقصد کیونکہ Remote Control تو خدا کے ہاتھ میں ہے؟

جواب: انسان کی تمام تر Efforts اس کی Probabilities کا سیٹ ہوتی ہیں اور انسان نے اپنی Probabilities کو ضرور Touch کرنا ہوتا ہے جیسے ایک شطرنج کے سولہ اور سولہ بتیس مہرے ہوتے ہیں مگر جب کمپیوٹر ان کی چال ریکارڈ کرتا ہے تو یہ ایک بلین سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح انسان کے اعمال و افعال ایک General Probability میں جاتے ہیں۔

انسان کے نزدیک بہت ساری Probabilities Alive ہو سکتی ہیں کیونکہ اللہ نے اسے نعمتِ شعور بخشا ہے تو وہ بہت سارے Function ایسے کرے گا جو ان Probabilities میں واقع ہوں گے، مگر پہنچے گا اسی نتیجے تک، جس تک پہنچنا اللہ نے اس کے مقدر میں لکھا ہے۔ تو بہت ساری کوششوں کے ناکام ہونے کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ انسان کی سعی رائیگاں جائے گی بلکہ وہ تمام سعی اس کے لیے ایک Probable امکان ہے اور ایک سیٹ میں وہ جا رہا ہے، جس میں سے بالآخر وہ حتمی طور پر اپنے نتیجے کی تکمیل کرے گا۔ تو میں نے جیسے آپ سے کہا، اللہ نے ہر چیز میں Wastage کی ایک Limit رکھ دی ہے۔ جیسے ہم بہت سارے پودے لگائیں اور بہت سارے پودے ضائع ہو جائیں گے، جیسے بارش گرے اور بہت ساری بارش ضائع ہو جائے تو Construction اور Creativity تھوڑی ہے اور Wastage

Marfat.com

زیادہ ہے۔ اسی طرح انسان کے اعمال میں بھی ایک Certain degree of wastage ہے۔ انسان کی پیدائش میں بھی یہی Wastage ہے۔ اس کو Cosmic Law کہتے ہیں۔ ہزاروں لوگ اگر صحیح پیدا ہوئے ہیں تو Certain degree of wastage کئی لولوں لنگڑوں وغیرہ کی صورت میں ہوگی۔ مگر جب ہم خدا پر غور کرتے ہیں تو ہمیں Individual category سے ہٹ کر ایک Cosmic creater پر بھی غور کرنا ہوتا ہے جس نے بہت ساری چیزوں کے بہت سارے اصول بنائے ہیں اور ان میں سے ایک Law of wastage بھی ہے اور ہماری بھی بہت ساری کوششیں Wastage کا شکار ہوتی ہیں مگر ان Wastages کے بعد ہم اپنے مقدرات کو پا لیتے ہیں۔

سوال: اللہ کی قربت اس کے احکام کی تعمیل میں مضمر ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو۔ اس میں حضور ﷺ کی وضع قطع کی پیروی کا حکم شامل ہے۔ آپ کی ذات بطور شارحِ قرآن Disputed ہو جاتی ہے جبکہ آپ ایک سنت مؤکدہ سے محروم ہیں۔ یعنی داڑھی سے فارغ ہیں۔ یہ ایک مثال ہے کہ میں یہ سمجھوں کہ حضور ﷺ کی مکمل پیروی کرنے میں آپ کا نفس ہنوز مانع ہے؟

جواب: صاحب! سوال کرنے والے نے ایک تو اس کو سنتِ مؤکدہ لکھا ہے اور میں نے اسے ایسا کہیں دیکھا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں ذرا پیچھے جانا پڑے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں اس پر کوئی عذر پیش نہیں کروں گا کہ میں نے داڑھی کیوں نہیں رکھی۔ کوئی عذر نہیں ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سنتِ رسول ہے اور میں ایک سنت کی متابعت نہیں کر سکا تو واقعی اس میں میری کوتاہی ہے لیکن اگر آپ تھوڑا سا غور کریں، بخاری اور مسلم کو دیکھ لیں تو کہیں چار ہزار سات سو تہتر متواتر احادیث میں جو ہمیں مستقل اور مکمل سنتیں ملتی ہیں، وہ کوئی چار ہزار سات سو کے قریب ہیں۔ وہ افعال و اعمال جو مسلسل حضور ﷺ دہراتے رہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں نے ایک ظاہری سنت کو پورا نہ کیا ہو مگر شاید میں جدوجہد کر رہا ہوں کہ چار ہزار میں سے بہت ساری کو پورا کرلوں۔ ہوسکتا ہے کہ سوال کرنے والے نے وہ ایک ظاہری پوری کی ہوئی ہو اور وہ باقی چار ہزار خالی ہوں۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی کہ ہم ایک ہی سنت پر اساسِ علم اور زندگی کی بنیاد کر بیٹھیں۔ اب میں آپ کو تھوڑا سا Technical جواب دے دوں کہ داڑھی کیوں آئی؟ کس وقت آئی اور کس وجہ سے آئی؟ مجھے یہ اچھی طرح علم ہے کہ سائل کے علم میں یہ بات نہیں ہے۔ اگر ہے تو میں اسے سننا پسند کروں گا۔ تو دراصل بات یہ ہے صاحب! کہ شروع میں مسلمان اور کافر دونوں داڑھی منڈواتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا اور تلوار کے بلیڈوں سے لوگ داڑھی منڈاتے تھے۔ اس وقت ایسے چھوٹے چھوٹے بلیڈ تو ہوتے نہیں تھے۔ پھر حضورِ گرامی مرتبت ﷺ کو ہمیشہ یہ شوق رہا کہ چونکہ ہماری مشابہت اہلِ کفر سے زیادہ ہے تو انہوں نے اصحابِ رسول سے پوچھا کہ اس بارے میں اہلِ کتاب کا کیا رویہ ہے تو کہا کہ یا رسول اللہ! عیسائی ''راہب'' اور بنو اسرائیل کے ''ربی'' داڑھی رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پھر ہمیں اہلِ کتاب سے مشابہت پسند ہے۔ تب مسلمانوں نے داڑھی رکھنی شروع کر دی۔ اتفاقاً عربوں میں داڑھی ہوتی ہی بہت کم ہے۔ دو چار بال، دس بال۔ بہت سارے لوگوں نے رکھ لی۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا اور ایک طریقے سے یہ شناخت کرنے والی بات سنتِ رسول ہوگئی۔ اس میں کوئی شک نہیں رہا۔ یہ Process جب آگے بڑھا تو دیکھنا یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کیا کافر اور مسلمان میں Differentiate کرتی ہے یا اب، مسلمان اور مسلمان میں Differentiate

Marfat.com

کر رہی ہے؟ اگر آپ ایک اور آیتِ قرآن پر غور کریں تو خداوند کریم کہتے ہیں کہ:

"ان الذین فرقو دینھم و کانو اشیعا لست منھم فی شیء"(الانعام:۱۵۹)

(کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کرلیا اور وہ گروہ بن گئے تو اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے۔)

اب اگر آپ اپنے ملک میں ہی تھوڑا سا غور کرلیں تو بڑی عجیب سی بات یہ نظر آتی ہے کہ جب لوگوں نے اپنے اپنے مسلک میں فرق کیا تو داڑھی واحد ایک ایسی چیز تھی کہ جو Symbol of groups بن گئی۔ یعنی آپ دور سے دیکھ کر ایک تبلیغی جماعت کے فرد کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ تبلیغی ہے۔ تبلیغی جماعت کی داڑھی کا اپنا ایک سٹائل ہے۔ اسی طرح ایک جماعت اسلامی کے فرد کو دور سے ہی دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ Special Cut ہے۔ یہ ضرور جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح کچھ عرصہ پہلے اگر آپ غور کریں تو مرزائیہ کو دور سے دیکھ کر یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ جو اتنی چھوٹی سی داڑھی بیچ میں لگی ہوئی ہے یہ ضرور مرزائیہ کی ہے۔ تو بدقسمتی سے برصغیر میں Overall تمام تر داڑھی جو ہے۔ وہ گروہی مسلکوں کا نشان بن گئی اور ان کو ایک دوسرے سے Differentiate کرنا شروع کردیا۔

میں نے ایک تبلیغی جماعت کے صاحب سے پوچھا کہ آپ داڑھی اتنی کیوں بڑھاتے ہیں کہ وہ بدزیب ہو جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کو ہم نے بلیڈ نہیں لگانا، یہ نچی ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ بھی کوئی سنت ہے؟ یہ بھی کوئی آپ کے علم میں ہے کہ نچی داڑھی کو بلیڈ نہیں لگانا، یا اس کو قینچی نہیں لگانی حالانکہ ہمارے پاس روایت موجود ہے کہ جب ایک بدو نے بڑی خوفناک داڑھی رکھی ہوئی تھی، جھاڑ جھنکار رکھے ہوئے تھے، تو حضرت عمرؓ نے جب دیکھا تو سختی سے اسے بلایا، اس کا سر گھٹنوں میں دیا اور اسے کٹوایا۔ تو حضرت! اس کے بارے میں میری تخصیص یہ ہے کہ اب داڑھی کافر اور مسلم کے درمیان پہچان نہیں رہی بلکہ الٹا یہ گروہی علامات بن گئی ہیں اور بدقسمتی سے مجھ میں ایک تعصب بحیثیت امتِ رسول ﷺ کے بڑا سخت موجود ہے کہ میں کسی بھی گروہ میں کہلوانا پسند نہیں کرتا، کیونکہ جب قرآن نے یہ کہا کہ "لست منھم فی شئی ء" (جن لوگوں نے دین میں فرق کیا اور گروہ بن گئے۔ اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے)۔ تو میں اپنا بنیادی تشخص بحیثیت ایک مسلمان کے کرتا ہوں، اور کرنا چاہتا ہوں اور اسی طرح مرنا چاہتا ہوں۔ بدقسمتی سے جن بارہ کروڑ لوگوں کو میں مسلمان سمجھتا ہوں ان میں سے اکثر میں یہ علامات نہیں۔ I am more approachable to them. دس دس یا پانچ پانچ لاکھ کے لوگ تو امت نہیں بنیں گے۔ امت تو یہ بنیں گے جسے آپ اجماع کہتے ہیں۔ خواہ وہ مصر میں ہیں، خواہ وہ پاکستان میں ہیں، خواہ وہ کہیں بھی دنیا میں موجود ہیں۔ If you count Muslims as one billion تو ان میں یہ گروہی Religious attitude اور Pattern نہیں آئیں گے۔

اب ایک Personal بات بھی آپ سے کہوں، بڑی معذرت کے ساتھ کہ ہر شاگرد کا استاد سے تعلق ہوتا ہے اور Mentally میں تصوف میں "جنید" سے تعلق رکھتا ہوں اور میرے شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ نے بھی ایک فتویٰ دیا ہوا ہے، وہ میں حجت نہیں سمجھتا، آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن مجھے وہ فتویٰ بڑا، بہتر لگتا ہے۔ حضرت عثمان بن ہجویریؒ نے فرمایا کہ:

"جس سنت پر فسق و فجور کا گمان ہونا شروع ہو جائے اس کا ترک کرنا اس کے اپنانے سے بہتر ہے"

میرا خیال ہے کہ میں اس کی وضاحت نہیں کروں گا۔ میرے بہت سارے معزز دوستوں نے ماشاءاللہ تعالیٰ العزیز

Marfat.com

سنتِ رسول اپنے چہروں پر سجا رکھی ہے اور میں ان کی قدر کرتا ہوں۔ میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ میں یہ وضاحت بحیثیت عذر کے نہیں دے رہا ہوں۔ میری اپنی ایک Understanding ہے۔ As a teacher, I approach to millions of people who can listen to me. اگر میری داڑھی ہوتی تو میں اتنا Approachable نہ ہوتا۔ مجھے زیادہ تعصب اپنے رسول کے دین سے اور اپنی بنیادی شناخت سے ہے۔

سوال: What are the superatural forces required by the mankind to fulfil the duration of his life. What were the processes through which a mystic undergoes for a long time with psychological or biological processes?

جواب: سوال یہ ہے جی! کہ ہم زاد کیا ہیں، روح، فرشتے مؤکل، جنات، رجالِ غیب وغیرہ یہ Super Natural کا حصہ بنتے ہیں اور پوچھا یہ جا رہا ہے کہ ان Super natural Processes پر قابو پانے کا کوئی Special Processing ہے، کوئی وظائف ہیں، چلّے ہیں، یا کس قسم کی چیزیں ہیں؟ اصل میں ہمزاد کا جو Concept ہے، یہ تو صرف ہمارے برصغیر میں پایا جاتا ہے۔ یہ سحر کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ یہاں اب آ کے بہت سارے Arts of concentration والے جو سکول ہیں، وہ بھی سمجھتے ہیں کہ We are in different auras, اور ان auras میں ایک physical aura ہے، ایک spiritual aura ہے، ایک acto plasm کا aura ہے، ایک endo plasm کا aura ہے۔ Infrared cameras کی مدد سے لی گئی تصاویر میں پتہ چلا کہ heat سے ہمارے اردگرد ایک خاکہ سا بنتا ہے۔ اسی طرح بہت ساری روایات جو Life there after کی ہیں، اس میں انسان کے جسمانی خاکے اور pattern کے علاوہ جو اس کا spiritual pattern ہے یا inward pattern یا endoplasm یا actoplasm کے auras سمجھے جاتے ہیں ان کو لوگ ہم زاد کی شکل دیتے ہیں۔ ایک Russian سائنس دان نے جو سائنٹفک توجیح دی ہے کہ جب ہم کسی تصور پر بے پناہ Concentrate کرتے ہیں، اور چونکہ ہمارا پورا برین ایک Light electric charge پر چلتا ہے، اگر وہ چارج دوسرے Cells کو نہ جائے اور ایک ہی Concept کو جانا شروع کر دے اور ایک ہی Picture کو، تو کچھ عرصے کی Concentration کے بعد انسان کا وہ Cell اتنا Activate ہو جاتا ہے کہ جو Figure اور جو Process اسے دیا جاتا ہے وہ اتنا Powerful ہو جاتا ہے کہ وہ انسان کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور فائدہ بھی۔ اگر اس پورے Human Brain کو Activated Cell کوئی Figure یا Face دے دے تو یہ ہمزاد کی ترتیب بن جاتی ہے۔

ابھی Genetic Engineering مصروف ہے مختلف Replicas بنانے میں اور ہمارے پاس قرآن اور رسول علیہ السلام کی شہادت موجود ہے کہ In the end زمانہ دجال میں انسان ایک Exact Replica of a human nature بنانے کے قابل ہو جائے گا، اور Genes چونکہ ڈبل ہیں تو From any gene of a human body اس کا کوئی بھی ہم شکل Create ہو سکتا ہے۔ تو ہمزاد ایک تو نہیں، کروڑوں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور بعض اوقات پہلے زمانے کے لوگ جو ہیں، جیسے تبت کا لاما، افریقہ کا شامان اور ہندو یوگی High Concentration کے

Marfat.com

ذریعے اپنے Self سے گزرنے کے Process اختیار کر کے فضا سے گزر کر Levitational سطح تک پہنچ جاتے تھے۔ But practically we have not such proof about that.

باقی رہا روح کے بارے میں تو اس میں میری اپنی ایک Personal Definition ہے۔ جب حضرت آدمؑ کو "ذریتِ آدم" دکھائی گئی تو حدیث ہمیں یہ بتاتی ہے کہ وہ باریک ترین ذرات کی صورت میں تھی۔ انتہائی چمکتے ہوئے باریک ترین ذرات --- ورنہ Billions Of مخلوقات حضرت آدمؑ کو شاید ایک لمحے میں دکھائی نہ جا سکتیں۔ مگر وہ اتنے باریک ترین ذرات پر مشتمل تھی، کہ تمام "ذریت" آدم کی مٹھی میں سما گئی۔ I think this is one of the most sophisticated work of God. اور یہ وہ Chips ہیں جو ہر بندے میں ڈالے جاتے ہیں۔ چونکہ اس کا نکلنا، اس کا اخراج اور بعد کی شہادت جو ہمیں مہیا ہوتی ہے کہ روح یا تو ایک گندے کپڑے پر نکالی جاتی ہے یا ایک ریشمی اور ملائم کپڑے پر نکالی جاتی ہے اور روح کا بدن سے نکلنا ایسے ہی ہے جیسے چادر کو کانٹوں پر سے گھسیٹنا Now where it is placed and from where the angels dig it out ..... تو روح ایک اس "چپ" کی طرح ہے جو بنیادی طور پر ایک انسان کا پورے کا پورا امر ہے اور اسی لیے پروردگار نے انسان کی تخلیق اور اس کے ڈیزائن کے بارے میں جو احکامات دیے ہیں وہ اس روح میں موجود ہوتے ہیں۔ وہ ایک Finest possible electronic chip کی طرح ہوتا ہے اور جب اسے عالم برزخ میں ڈالا جاتا ہے، تو وہاں اُسے Shape دی جاتی ہے۔ اسے عالمِ برزخِ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اور عالم ناسوت اسے کہتے ہیں جہاں اُسے وزن دیا جاتا ہے۔ روح کے آنے اور جانے کا Process ایک ہے، یعنی اس روح کو ایک Shape دی جاتی ہے۔ پھر اسے وزن اور باڈی دی جاتی ہے۔ جب رخصت ہوتا ہے تو باڈی پہلے کٹتی ہے پھر روح کی Shape میں جاتی ہے، پھر اس کی روح کو، جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ شہید کی روح پرندوں کے پوٹوں میں رکھی جاتی ہے، جو جنت میں آویزاں ہوتے ہیں تو In any case it is one of the finest and smallest possible creation of God. اور اسی لیے جب پروردگار کو پوچھا گیا: "ویسئلونک عن الروح"

کہ روح کیا ہے۔ تو فرمایا کہ "قل الروح من امر ربی" (بنی اسرائیل: ۸۵) کہ یہ اللہ کا حکم ہے، "وماأوتیتم من العلم الا قلیلاً" (بنی اسرائیل: ۸۵) (مگر اس علم سے آپ کو کچھ کم دیا گیا ہے۔) اس لیے جتنا میرے فہم و فراست میں تھا وہ آپ کو پیش کر دیا۔

باقی رہے جنات، فرشتے، مؤکلات، یہ تمام اللہ کی مخلوقات ہیں البتہ انسان سے نیچے Degree of Creations ہیں۔ انسان سے اوپر بھی Degree of Creations ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے بلکہ انسان "احسن تقویم" ہے۔ یعنی نیچے سے جبلی اور ارضی مخلوقات کی Best of the Averages ہیں اور اسی طرح اوپر سے ذہنی اور روحانی مخلوقات کی بھی Averages ہیں۔ تو بیچ میں انسان کو رکھا گیا۔ کہ جیسے نیچے کی Averages کا بہترین انسان ہے ایسے ہی اوپر کی Averages کا بہترین انسان ہے۔ اسی لیے پروردگار نے انسان کے بارے میں کہا: "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (التین: ۴) کہ میں نے اسے بہترین تناسب میں رکھا۔ تو ہمارے اوپر جو مخلوقات ہیں۔ ان

Marfat.com

میں جنات بھی ہیں، فرشتے بھی ہیں، شیاطین وغیرہ بھی ہیں۔ البتہ آخری لفظ جو پوچھا گیا ہے ''رجال الغیب'' یہ بڑا Special ہے۔

''رجال الغیب'' کے بارے میں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر زمانے میں، کائنات میں، زندگی میں، ایسی مخلوقات موجود ہیں اللہ کی، اور ایسے بندگانِ خدا موجود ہیں جو اللہ کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ مصیبت میں انسانوں کے لیے کام کرتے ہیں، جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتے ہیں، جو گمراہوں کو راہ دکھاتے ہیں، جو بھٹکے ہوئے مسافروں کو رستے پر لاتے ہیں۔ ان کو ''رجالِ غیب'' کہتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی جو بہت بڑے محدث تھے، جواب بھی اہلِ حدیث کے سرتاج ہیں۔ فوت ہو چکے ہیں۔ وہ یہ حدیث لائے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کو صحیح اور سند یافتہ قرار دیا ہے اور حدیث یہ ہے کہ ''جب تم کہیں کھو جاؤ، تمہیں رستہ نہ ملے اور اکیلے ہو تو ضرور یہ دعا مانگو: اے اللہ کے بندو! اے رجال اللہ! میری مدد کو آؤ۔ مجھے رستہ دکھاؤ۔'' تو نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں دریائے نرملا پار کر رہا تھا تو میری بہلی دریا میں پھنس گئی اور کسی طریقے سے نہیں نکلتی تھی تو میں دریا سے باہر آیا۔ کنارے پر کھڑا ہو گیا اور میں نے آواز دی: ''اعینونی یاعباداللہ'' کہ! اے اللہ کے بندو میری مدد کو پہنچو، کچھ دیر میں کھڑا رہا۔ جب میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میری جو بہلی تھی وہ دریا سے نکل کر دریا کے کنارے پر آ چکی تھی تو میں نے اس حدیث کو لفظاً، سبقاً، قالاً، عملاً درست پایا۔ انہی کو ہم رجالِ غیب کہتے ہیں۔ انہی رجالِ غیب میں ابدال بھی ہیں اقطاب بھی ہیں، اغیاث بھی ہیں، نجیب بھی ہیں، نقیب بھی ہیں اور General اولیاء اللہ تعالیٰ جو ''طے فی الارض'' کے مالک ہیں وہ بھی ہوتے ہیں۔

سوال: مذہب اور دین میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے دودھ پر کچھ پڑھا تو کیا آپ یہ بتا سکیں گے کہ انہوں نے کیا پڑھا؟

جواب: یہ برکت کے الفاظ ہیں ''اللھم بارک لی فیه'' احادیث میں یہ برکت کے الفاظ درج ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ فرمانا ہی تمام قوتوں کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کو ''حصنِ حصین'' کتاب مل جائے جسے حضرت امام بن محمد بن ادریس الشافعی الجزریؒ نے نقل کیا اور اس میں حضور ﷺ کی تمام دعائیں نقل کیں اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اسے اردو ترتیب میں مرتب کیا۔ یہ بڑی خوبصورت حدیث کی کتاب ہے۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کی تمام دعائیں موجود ہیں۔ جو مختلف مواقع پر مختلف چیزوں کی برکت کے لیے حضور ﷺ نے مانگیں۔ اگر احادیث سے ان دعاؤں کو Collect کرنا مشکل ہو تو اس کتاب سے Collect کر لیں۔ حصنِ حصین کا مطلب ہی ہے، مضبوط ترین قلعہ، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ دعا مومن کا قلعہ ہے اور اسی نام سے شیخ جزریؒ نے دعاؤں کو نقل کیا۔

دوسری بات جو آپ نے پوچھی: مذہب چلنے کے رستے کو کہتے ہیں اور رستے کے سارے قواعد کو دین کہتے ہیں۔ مذہب کا مطلب ہی چلنے کا رستہ ہے۔ .It's a way to God اور دین اس تمام طریقِ کار کو کہتے ہیں، جو کسی مذہب میں آپ وصول کرتے ہیں۔ اسی لیے دین کا مطلب ہے، پورا پورا دینا۔ اسی لئے قیامت کے دن کو ''یوم الدین'' کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی آپ کر چکے ہوں گے اس کا صلہ پورا پورا ملے گا تو دین اس کو کہتے ہیں جو پورا پورا ملے۔ چونکہ پروردگار اسلام کے بارے میں پہلے ہی سے یہ کہہ دیا تھا کہ: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

Marfat.com

(مائدہ:۳)(آج ہم نے جو کچھ تمہیں دینا تھا وہ پورا پورا دے دیا ہے۔) یعنی جو System ہم نے آپ کے لیے ضروری سمجھا، جو Function کرنا ہم نے آپ کے لیے ضروری سمجھا وہ تمام، ہم نے آپ کو پورا پورا دے دیا اور System کے ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ خالی دین نہیں ہے بلکہ "واتممت علیکم نعمتی" یہ نعمت ہے جو ہم نے آپ کو دے دی۔ اب دین چاہیے کس کے لیے؟ مذہب کے لیے، اور مذہب کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ خدا تک پہنچنا ہے "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً" (اگر اسلام کے سوا کوئی کسی اور دین پر چل کر میرے پاس آیا) "فلن یقبل منه" (ال عمران:۸۵)(تو میں قبول نہیں کروں گا۔) تو اسلام چلنے کا ستہ ہے اور جو Processing ہے اسلام کی، وہ دین ہے اور پورا پورا آپ کو دیا تا کہ اگر دس ارب انسان مسلمان ہو جائیں اور وہ Functionary طریقہ اسلام پر چلیں، تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ضرور خدا تک پہنچے گا۔ کوئی نہ کوئی تو اس پانچویں جماعت سے ضرور آگے بڑھے گا۔ اسلام میں داخل ہونا، نماز پڑھنا، قرآن پڑھنا، روزے رکھنا، یہ ابتدا ہے۔ خدا تک پہنچنا، یہ انتہائے مقصدِ زندگی ہے۔ We start with it and we move on to God. عبادت جھکنا اور جھکانا نہیں ہے۔ عبادت Mode اور Attitude کا نام ہے۔ قرآنِ حکیم میں عبادت سے مراد پوری کی پوری Identification لی گئی ہے: "صبغة الله" (اللہ کا رنگ) "ومن احسن من الله صبغة" (البقرہ:۱۳۸) (اور اللہ کے رنگ سے بھی کوئی رنگ بہتر ہے، جس میں وہ رنگتا ہے۔) "ونحن له عبدون" (اور ہم عبادت کرنے والے ہیں۔) تو یہاں عبادت ہے: "صبغة الله" (اللہ کا رنگ) یہاں اس کے پورے مفہوم میں خدا کے رنگ میں رنگا جانا عبادت ہے۔ Identification with the properties of God. اسی لیے تصوف میں صفاتِ الٰہیہ کو صفاتِ انسانیہ کی جگہ اختیار کرنے کو "فنا فی الله" کہتے ہیں۔ مثال اس کی یہ ہے کہ اگر میں غصے میں ہوں تو میرا غصہ میرے اور خدا کے بیچ میں حائل ہے تو میں ایسے Processes اختیار کروں گا جو میرے غصے کو کم کریں اور جب میرا غصہ کم ہوگا تو اس کی جگہ اللہ کی شانِ رحیمی داخل ہوگی اور میں صفاتِ انسانی سے گزر کر صفاتِ رحم و کرم تک پہنچوں گا۔

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

اسلام میں علمیت اور عملیت

اعوذ باللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

''اسلام میں علمیت اور عملیت'' یہ موضوع کوئی نیا موضوع نہیں ہے بلکہ جب سے سلطنتِ اسلامیہ کو زوال شروع ہوا اور جب سے مسلمانوں نے غور وفکر اور سوچنا سمجھنا بند کر دیا اور جب سے ملتِ اسلامیہ زوال پذیر ہوئی۔ اس کا نقطۂ عروج ہی اس کا نقطۂ زوال ہے اور سولھویں صدی کا وہ وقت کہ جب مسلمان نقطۂ عروج کو چھو چکا تھا اور دنیا کی بہت بڑی بڑی قوتیں مسلمانوں کی باجگزار ہو چکی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک وقت مسلمانوں پر ایسا آیا کہ وہ یہ بھول گئے کہ سادہ اور Simple طاقت کبھی بھی دنیا میں عروج کا باعث نہیں بنتی اور مسلمانوں کے لیے تو بالکل ہی نہیں بنتی۔ ایک اندھی طاقت اور ایک ایسا فخر وغرور جو مسلمانوں میں سولھویں صدی کے انجام تک پیدا ہو چکا تھا، وہ ان کے زوال کا پیش خیمہ بنا اور یہ ایک ایسی قوم تھی کہ جس کے چہرے تو بدلتے رہے، جس کے بادشاہ تو بدلتے رہے، جس کے اراکین اور افسران تو بدلتے رہے مگر جب سے محمد رسول ﷺ نے خلافتِ ارضی کی اہلِ اسلام کو بشارت دی تب سے لے کر سولھویں صدی تک یہ ہمیشہ غالب رہی۔

خواتین و حضرات! پوچھا یہ جاتا ہے کہ اسلام آج کیوں رسوا و ذلیل ہے؟ اسلام پہلے کیوں بلند مرتبہ اور عزت والا تھا؟ سوال یہ پوچھا جاتا ہے کہ آج وہ کیا نقص واقع ہو گیا کہ یہ ملتِ اسلامیہ دن بدن رُو بہ زوال ہے؟ ایک بڑا خوبصورت سوال کسی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اگر اسلام بہترین مذہب ہے۔ اگر اسلام بہترین نظامِ حیات ہے۔ اسلام ہی بہترین نظامِ اخلاق ہے اور اس میں ہر شے ہی بہترین ہے، تو یہ پست ترین حالت میں کیوں ہے اور آج یہ دنیا کے دوسرے نظام ہائے سلطنت کے مقابلے میں کم تر کیوں ہے؟ اور آج اس کی پستی کا یہ عالم کیوں ہے کہ دنیا کا ہر سسٹم اس پر فوقیت اور عزت کا دعویٰ رکھتا ہے۔

خواتین و حضرات! ایسا تو نہیں تھا۔ تاریخ ایک فیصلہ کن امر ہوتی ہے۔ تاریخ ہی دنیا کے بہت سارے مسائل اور امور پر فیصلہ دیتی ہے۔ آنے والا وقت ہی گئے ہوئے اوقات کی اصل نوعیت بتاتا ہے۔ یہ دنیا کا وہ واحد نظام ہے، جو بارہ سو سال مسلسل غلبے میں رہا اور یہ واحد نظام ہے دنیا کا، جس نے کبھی اپنے تسلسل میں طاقت کو خیرباد نہیں کہا۔ دنیا کا اور

Marfat.com

کوئی نظام ایسا نہیں ہے، نہ تو Greek democracy نہ Roman Imperialism نہ سوشلزم، نہ کمیونزم کوئی نظام ایسا نہیں رہا جس نے دنیا پر بارہ سو سال حکومت کی ہو۔ دنیا کے حقائق اور Data کو دیکھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک Permanent غلبے کی حیثیت اگر کسی System کو اس دنیا میں حاصل رہی، ایک ایسی دنیا میں، جسے ہم صرف Data اور اعداد سے پرکھتے ہیں تو سب سے حیرت انگیز بات جو ہمارے علم میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام کے تمام System فیل ہو گئے۔ کوئی سو برس میں فیل ہو گیا، کوئی ڈیڑھ سو برس میں فیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ آج کا سب سے مقبول ترین سسٹم جسے ہم Democracy کہتے ہیں، یہ بھی پہلی دفعہ نہیں آیا اور Periclese کی Democracy جو یونانیوں کے عصر میں تھی اور جو اپنی نوعیت اور انداز میں مختلف تھی، اس کا بھی Failure ہوا۔ آج کا سوشلزم بھی نیا نہیں ہے، بلکہ جیسے اقبال نے کہا کہ:

مزدکیت فتنۂ فردا نہیں امروز ہے

کہ مزدک کے زمانے میں جب ایران میں پہلی سوشلسٹ کمیونسٹ تحریک شروع ہوئی اور یہاں Equal Distribution کا Concept آیا تو وہ بھی دو، چار، بیس سالوں سے آگے نہیں بڑھی۔ اسی طرح Greek Democracy آگے نہیں بڑھی اور وہ Imperialism جو Rome نے تخلیق کیا اور جہاں روم کے لوگ اپنی تعریف و توصیفِ نظام میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے اپنے Caesars کو God کہنا شروع کر دیا۔ وہ نظام بھی دو تین سو سال سے آگے نہ بڑھا۔ مگر ایک نظام، جو آقا و رسول ﷺ نے قائم کیا۔ ایک میثاق، جو مدینے میں لکھا گیا۔ ایک نظام، جس کی بنیاد چند درویشوں نے رکھی وہ، بارہ سو سال تک دنیا میں فاتح و غالب رہا اور اتنی طویل مدت کسی اور نظام کو اپنے نفاذ میں نصیب نہیں ہوئی۔

خواتین و حضرات! یہ تو کہا جاتا ہے کہ اسلام اپنے نفاذ کے فوراً بعد ہی کچھ اختلافات کا شکار ہوا، کچھ بحرانوں کی زد میں آیا مگر اس کا جو بنیادی Core تھا، اس کی بنیاد جس انصاف اور Equality of Chances پر قائم تھی، وہ بنیاد جس میں justice تھا، وہ بنیاد جس میں لوگوں کو زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے کبھی ایسی فاقہ زدگی نصیب نہیں ہوئی اور یہ دنیا کا واحد نظام ہے جس میں کبھی کوئی Mass Revolution نہیں ہوئی اور خواتین و حضرات! یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ اس میں کوئی Mass Revolution کیوں نہیں ہوئی؟ بادشاہ بدلتے رہے ایک کی جگہ دوسرا بادشاہ آتا رہا مگر نظام نہیں بدلا۔ لوگوں نے بغاوت نہیں کی۔ بھوک کے ہاتھوں عاجز آ کر، غربت و افلاس کے ہاتھوں عاجز آ کر، کمیابیوں کے ہاتھوں عاجز آ کر کوئی Mass Revolution اسلام کے ان پندرہ سو سال میں Exist نہیں ہوئی اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ Equal Oppourtunities کا یہ حال تھا کہ وہ بحث جو کارل مارکس نے Das Capitas[1] میں کی، وہ جو غلام اور آقا کی جنگ کے بارے میں — کہ غلام ہمیشہ آقا کے پس منظر میں رہا اور آقاؤں نے ہمیشہ لوگوں کو غلام رکھا۔ یہ ایک ایسا Synthesis صرف اسلامی حکومتوں میں Build ہوا کہ تاریخِ اسلام میں کم از کم تین بادشاہ خاندان ایسے جانے جاتے ہیں جنہیں خاندانِ غلاماں کہا جاتا ہے۔ ویلمیہ، مصر میں غلاموں کی حکومت اور ہندوستان میں خاندانِ غلاماں اور پھر پوری کی پوری تاریخِ اسلام ان غلاموں کے ذکر سے مزین ہے کہ جنہوں نے عالمِ اسلام میں آزاد لوگوں سے بھی زیادہ

عزت وحرمت پائی۔ان کا اقتدار لوگوں کے دلوں پر قائم تھا۔

امیر عبدالملک بن مروان ایک دفعہ مدینے کی سیر کو گیا۔حج کا موقعہ بھی تھا تو اس نے اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ مدینے کا بڑا فقیہہ کون ہے؟ اس نے کہا ''اَعمش'' اس نے پوچھا کہ مکہ میں فقیہہ کون ہے؟ تو اس نے کہا ''انس بن مالک'' اس نے کہا کہ کوفہ کا بڑا فقیہہ کون ہے؟ اس نے کہا ''نعمان بن ثابت'' اس نے پوچھا کہ بصرہ کا بڑا فقیہہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ''خواجہ حسن بصری'' اس نے پوچھا کہ اَعمش کون ہے؟ اس نے کہا کہ غلام زادہ ہے۔اس نے پوچھا ''انس بن مالک کون ہے؟'' اس نے کہا کہ آقا! آزاد کردہ غلام ہے۔اس نے کہا کہ ابوحنیفہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ آزاد کردہ غلام ہے۔اس نے پوچھا کہ حسن بصری کون ہے؟ اس نے کہا کہ آزاد کردہ غلام ہے۔تو عبدالملک بن مروان نے کہا ''ہائے افسوس! کہ آزاد لوگوں کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی''۔اور اس کا اشارہ حکومتِ علمیہ کی طرف تھا کہ باوجود اس دنیاوی بادشاہت کے ہمارے ہاتھوں سے دلوں کی حکومت نکل گئی۔ہمارے ہاتھ سے لوگوں کی باگ دوڑ چھن گئی۔اس لیے کہ یہ وہ حکمران ہیں، یہ وہ غلام ہیں کہ جن کو اللہ نے اتنی عزت بخشی ہے۔ "حسن از بصرہ بلال از حبش صہیب از روم" یہ اتنے اتنے بڑے غلام کہ جن کو آزاد لوگوں نے اپنا آقا سمجھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ بلالؓ حبشیؓ سے ناراض ہوئے اور اسے غلام زادہ کہہ دیا۔ حضرت بلال حبشی رسول اللہ ﷺ کے حضور آئے اور شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول! آج عمرؓ بن خطاب نے مجھ پر طنز کی اور مجھے غلام زادہ کہا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! ابھی تک تم میں سے عصبیت کی راہیں گئی نہیں ہیں۔حضرت عمرؓ اتنے پریشان اور شرمندہ ہوئے، اتنے خاسر و خائب ہوئے کہ اپنا منہ زمین پر رکھتے تھے اور بلال کو کہتے تھے کہ اے اللہ کے بندے میرے منہ کو اپنے پاؤں سے مَسل تا کہ اس عربی سردار کو ایک غلام زادے کی حقیقت معلوم ہو، تو یہ انقلاب، یہ Revolution یہ اندازِ فکر کسی طاقت سے نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔محض اعمال سے نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔یہ اندازِ فکر ایک انتہائی گہری سوچ، ایک بہت بڑے Moral انقلاب سے پیدا ہو سکتا ہے۔ایسا Moral انقلاب، ایسی گہری فکر، ایسی ذہنی تبدیلی اور ایسا اخلاص اپنی Committment کے ساتھ..... جہاں Accountability کے Centre کا علم نہ ہو، جہاں احتساب کا کوئی Centre نہ ہو، جہاں غور و فکر کی کوئی اساس نہ ہو، جہاں جواب دہی کے لیے کوئی معیار نہ ہو وہاں انسانوں میں اس قسم کا کردار پیدا نہیں ہو سکتا۔

خواتین و حضرات! یہ وہ اسلام تھا جو زوالِ سلطنتِ عثمانیہ کے بعد مسلسل بحرانوں میں آیا۔آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ اگر آپ غور کریں تو ان تین سو برسوں میں جہاں کچھ طاقت ور لوگ مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔کچھ بادشاہ رہے۔ کوئی ایسا بڑا عالم نہ پیدا ہوا۔کوئی ایسا بڑا Mystic نہ پیدا ہوا۔کوئی ایسا بڑا خدا شناس نہ پیدا ہوا کہ جو لوگوں کو دوبارہ ان کی Sense of priority دیتا۔جو لوگوں کو دوبارہ ان کی ترجیحات بتاتا۔وقت کے ساتھ ساتھ اور زمانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے نشۂ فتح نے، ان کے غرور و تکبرات نے جس چیز سے ان کو ناآگاہ کر دیا، وہ ان کی ترجیحِ اول کا احساس تھا۔وہ انکسارِ علمیہ کھو گیا، وہ تلاش و جستجوئے حقیقتِ خداوند کھو گئی، وہ محبت اور اخلاق کھو گیا جس سے ایک آغاز ہوا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا اور نہ اس کا رسول تمام زمانے سے ایک جیسی وجاہتِ علمیہ کے طلب گار نہ تھے اور جب حضور ﷺ نے یہ

فرمایا کہ سب سے بہتر زمانہ میرے اصحاب کا زمانہ ہے اور اس کے بعد میرے اصحاب کے اصحاب کا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد اُن کے اصحاب کا زمانہ ہے۔

خواتین وحضرات! تو آخر اصحاب میں ایسی کیا بات تھی کہ ان کا بہترین زمانہ تھا۔ آخر ان میں ایسی کیا بات ہو گی؟ صرف اس لیے کہ انہوں نے ایک انتہائی محترم اور مکرم ہستی کو دیکھا تھا۔ کیا کسی مکرم اور محترم ہستی کو دیکھنے کے بعد وہ سارے کا سارا زمانہ تہذیب پا جاتا ہے؟ کیا محمد رسول ﷺ کے زمانے میں ہی، وقت کا سب سے بڑا جاہل ''ابوجہل'' موجود نہ تھا؟ کیا اگر ایک طرف ''عمرؓ بن خطاب'' تھے تو دوسری طرف ''عمر بن ہشام'' نہ تھا؟ کیا رسالت کی خوبیاں باقی قریش کو نظر نہ آتی تھیں؟ آخر یہ اصحابِ رسول اس لحاظ سے کیوں ممتاز تھے؟ آخر یہ کس لحاظ سے اتنے بڑے تھے؟ اتنے معزز تھے کہ فرمایا، ''میں ایک ایسا آفتاب ہوں کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں اور جہاں بھی ان کو پاؤ، ان سے ہدایت حاصل کرو۔'' تو تمام اصحابِ رسول کی جو ایک مکمل اور کامل صفت تھی، جو انہوں نے اپنے پیغمبر سے سیکھی تھی کہ ہر حال میں ترجیحِ اول، اللہ ہے۔

خواتین وحضرات! جب کوئی بڑا استاد بلند ہوتا ہے۔ جب کوئی بڑی یونیورسٹی تخلیق ہوتی ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ یونیورسٹیاں عام استادوں سے نام نہیں پاتیں۔ یونیورسٹیاں بڑے استادوں سے نام پاتی ہیں۔ جب کسی یونیورسٹی کو اپنے Academics پر فخر کرنا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ اس استاد کا نام ضرور لیتی ہیں جو اس درسگاہ سے یا تو پڑھ کر گیا ہو یا اس نے وہاں پڑھایا ہوتا ہے۔ آج بھی یورپ کی تمام بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھ لیں۔ کسی کا کریڈٹ یہ ہوگا کہ اس میں آئن سٹائن نے پڑھا ہوگا اور کسی کا کریڈٹ یہ ہوگا کہ اس میں ہاکنز نے اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی ہوگی۔ کسی کا کریڈٹ یہ ہوگا کہ یہاں Watson نے Genetics میں Research کی ہوگی۔ London school of economics میں Adamns گیا ہوگا۔ تمام یونیوسٹیاں ان عظیم ناموں سے، ان بڑی مشعلوں سے روشنی پاتی ہیں جو کبھی ان درسگاہوں کو مزین کرتی ہیں۔ مگر کائنات میں ایک ایسی درسگاہ بھی پیدا ہوئی، ایک ایسا استادِ عظیم بھی پیدا ہوا کہ جن کو بدترین کلاس عطا کر دی گئی۔ جو پڑھنے کے لیے بھی نہیں آئے تھے۔ جو اتنے بدتمیز اور بدخلق تھے بحیثیت شاگرد کے کہ اپنے استاد کو کانٹوں پر گھسیٹتے تھے۔ جو ان کی گردن میں جانوروں کا گوبر ڈال دیتے تھے۔ جو ان کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ جو صبح و شام ان کی زجر و توبیخ کیا کرتے تھے۔ ایک ایسے استاد کو ایسی بدترین کلاس دے دی گئی مگر خواتین وحضرات! آقا ورسول کا جو سب سے پہلا اور آخری بڑا منصب تھا، وہ ایک استاد کا منصب تھا۔ ایک ایسا استاد جس نے اس بدترین کلاس کو کوئی چھڑی نہیں ماری۔ کوئی طعنہ نہیں دیا۔ کسی پر اپنی ذاتی ناراضی کا بوجھ نہیں ڈالا۔ اس عظیم استاد نے اس بدترین کلاس کو اپنی تعلیمات سے اصحابِ رسول میں بدل دیا۔ اتنے بڑے لوگوں میں بدل دیا۔ مگر آخر وہ کیا تعلیم تھی کہ اصحاب ہم سے بہتر تھے اور آج بھی بہتر ہیں۔ آج بھی کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کو وہ Certificate حاصل ہے، جو اس جماعت کو اللہ کی طرف سے ان کی زندگیوں میں ہی عطا کر دیا گیا تھا۔ کسی کو عشرہ مبشرہ کا ٹائٹل دیا گیا۔ کسی کو کہا گیا کہ ان کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف کیے۔ اصحابِ بیعتِ رضوان کو کہا گیا کہ یہ سب جنت کے لوگ ہیں اور تمام اصحاب کو من جملہ کہا گیا کہ رضی اللہ عنہم ورضی عنہ کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ (مجادلہ: ۲۲) آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی

Marfat.com

ہے؟ وہ وجہ کہ جس کو تمام تر جدو جہد کے باوجود ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ وجہ کہ جس میں وہ اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ ان پر اس کے سوا اور کسی قسم کے سبق کا اثر نہ ہوا تھا۔ یہ ان کی ترجیحِ اول تھی۔ انہوں نے جس استاد سے یہ سبق سیکھا تھا۔ اللہ کے رسول نے ان کو اپنی ذاتی زندگی سے یہ سبق دیا تھا کہ کائنات اِدھر کی اُدھر ہو۔ اپنی پوری زندگی میں، اپنی تمام ذہنی، عقلی اور جسمانی زندگی میں تم نے سب سے پہلے ترجیح جسے دینی ہے، وہ اللہ کو دینی ہے۔ مذہب تمام اللہ کے لیے اور تمام مذہب کا مقصد خدا کا عرفان ہے۔ خدا کی شناخت ہے۔ ایسا مذہب جس میں خدا کی طلب و جستجو اور آرزو نہ ہو، محض رسم و رواج کا ایک مجموعہ، محض ایک ڈھکوسلہ ہے۔

خواتین و حضرات! یہ وہ اصحاب تھے، جن میں سے ہر فردِ واحد جانتا تھا کہ میری ذہنی، علمی اور قلبی ترجیح صرف اللہ ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ ہم ایک برائی کا شکار ہوتے ہیں۔ ہم پہ ایک المیہ گزرتا ہے، ہم اپنی ایک خامی جانتے ہیں مگر اس کو چھوڑتے چھوڑتے، اس کو ترک کرتے کرتے سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ کیا یہی طریق تھا اصحاب کا؟ مگر ادھر آواز آتی ہے اور یاد رکھیے! کہ اہلِ عرب Alcoholic ہو چکے تھے۔ کثرتِ شراب ان کی گھٹی میں تھی۔ مگر ادھر سے آواز پڑتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب حرام قرار دے دی ہے اور ادھر تمام اصحابِ رسول، دوسرے لمحے کا توقف نہیں کرتے۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے لمحے کا انتظار نہیں کرتا۔ اتنی Quick، اتنی تیز واپسی ہے ان کی، احکامِ پروردگار کی طرف کہ وہ سال اور مہینہ نہیں لگاتے۔ وہ غور و فکر کی لاتعداد ساعتوں میں نہیں پڑتے۔ ان کو یہ اچھی طرح علم ہے کہ ان کی Priority کیا ہے؟ ان کی محبتوں اور توجہات کا مرکز کون تھا۔ وہ کس کے لیے جی رہے تھے؟

''قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمینO'' (الانعام:۱۶۲)

(کہہ دو کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔)

ان کو یہ سبق پڑھایا تھا اس استادِ عظیم نے کہ زندگی، موت، قربانی، ہمارے تمام تر Choices اللہ کے لیے ہیں۔ خواتین و حضرات! ہمارے یہ Chioces کھو گئے۔ ہماری ترجیحات کھو گئیں۔ ہم علمیت کے اُس مقام سے، غور و فکر کے مقام سے گر گئے۔ ہمارا علم محض ان حدود تک رہ گیا جو دنیاوی تھیں۔

علم کے تین مقاصد گنے گئے ہیں۔ تمام دنیا میں علم کے چار Sources اور تین مقاصد ہیں:

علم برائے خدا

علم برائے علم

علم برائے سہولتِ دنیا

ذرا غور فرمایئے کہ علم برائے خدا کا نام و نشان مٹ گیا۔ علم برائے علم کی گنجائش تک نہیں چھوڑی ہمارے لوگوں نے۔ تمام کی تمام صلاحیت صرف اور صرف دنیا کے لیے وقف ہو کر رہ چکی ہے۔ ہمارے تمام علوم کی تحصیل کا صرف ایک مقصد ہے کہ ہم دنیوی وجاہتیں اور مرتبے حاصل کریں۔ ہم نے اپنے لیے کسی اور مقصد اور مرکز کو چنا ہی نہیں۔ آج آپ کسی ماں سے پوچھ لو۔ کسی باپ سے پوچھ لو، کہ بچے کو کیا بنانا ہے؟ بچہ Engineer بنے گا۔ بچہ ڈاکٹر بنے گا۔ بچہ

Marfat.com

Specialist بنے گا۔ بچہ فوجی بنے گا مگر بچے کو اچھا مسلمان بنانا کسی ماں باپ کا مقصد حیات نہیں ہے اور کچھ ذہنی الجھنوں کے مارے ہوئے جو اپنے Guilt کو چھپاتے پھرتے ہیں۔خود تو ان کو قرآن سے مَس نہیں ہوتا، انہوں نے خود تو کوئی تعلیمات مذہبی نہیں لی ہوتیں، وہ اپنی اس کم فہمی کا بدلہ اپنے بچوں کو حافظِ قرآن بنا کر لیتے ہیں۔ وہ مجبور بچے، جب اپنے ماں باپ کو دیکھتے ہیں کہ ان کی تعلیمات کی روش اور ہے، ان کا اندازِ فکر اور ہے تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم حفظِ قرآن میں پڑ گئے ہیں اور باقی مشاغل دنیا سے ہمیں دور کر دیا گیا اور یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ تمام کا تمام قرآن ایک غلامانہ ذہنیت کے تحت پڑھا جا رہا ہے۔ آج کا بچہ، آج کی مساجد اللہ کیا اس لیے وقف ہیں کہ قرآن پڑھانے کے لیے بچے بلائے جائیں اور بچے جب گھر سے قرآن پڑھنے نکلتے ہیں، ان مساجد اللہ سے نکلتے ہیں تو ان کے ذہن میں نہ تالیفِ قلب ہوتی ہے، نہ کسی مردے کی اذیت کم کرنی ہوتی ہے، نہ کسی کے لیے ثواب کمانا ہوتا ہے، صرف چاول کھانے ہوتے ہیں۔ صرف اس صلے کے انتظار میں کہ جو بعد میں انہیں قرآن پڑھنے کے بعد ملے گا، وہی ان کے مطمحِ نظر ہوتا ہے۔

خواتین وحضرات! ایسے قرآن پڑھانے کا کیا فائدہ؟ جو تمام تر آپ میں صرف مغلوبیت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ کیا خوب بات کہی تھی اقبال نے:

از غلامِ لذتِ قرآں مجو
گرچہ باشی حافظِ قرآن مجو

غلام سے لذتِ قرآن مت طلب کر، اگر چہ وہ حافظِ قرآن ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جس کا ذہن آزاد نہیں، جس کی طلب آزاد نہیں جس کی توجہ کے مرکز میں الٰہیات کی کوئی صورت نہیں، اس نے خدا کو سمجھنے کے لیے قرآن یاد نہیں کیا، نہ پڑھا، اس نے حکمتِ الٰہیہ کے رازوں کو پرکھنے کے لیے قرآن نہیں پڑھا، نہ سمجھا۔ اس نے محض اپنے ہی رزق کے لیے، جب اور کوئی کام نہ ملا، جب وہ اچھا Computer کا Specialist نہیں ہوسکتا تھا۔ جب وہ میٹرک پاس نہیں کر سکا تو میرا خیال یہ ہے کہ جو بچا کھچا علم تھا وہ قرآن رہ گیا اور اسے مسجد میں ڈال دیا گیا کہ چلو قرآن حفظ کر کے دو چار وقت کا کھانا تو بنا لے گا۔

خواتین وحضرات! اس عظیم ترین علم کے ساتھ یہ ہونا، اس کو ایک اعلیٰ ترین Academics سے نکال کر اس پست ترین حالت میں ڈال دینا۔ اس کو میں کس کی سازش کہوں؟ کیا میں اسے اہلِ یورپ کی فکر و دانش کا کمال کہوں یا اپنے لوگوں کا تساہلِ فکر کہوں کہ جنہوں نے قرآنِ حکیم کو، اس عظیم ترین کتاب علم کو اتنا کمتر Rank دیا، اتنا حقیر درجہ دیا کہ وہ دنیا کے تمام علوم سے پست تر ترجیح میں آ داخل ہوتا ہے اور جب آپ کا بچہ اور آپ کی بچیاں کسی اور بہتر علم کے حصول میں اپنے آپ کو ناکام پاتی ہیں تو ایک بچا کھچا طریقہ یہ ہے کہ ان کو قرآن پڑھا دو۔ قرآن حفظ کروا دو۔ یہ حفظ کرنے والے آپ کو کیا صلاحیتِ فکر دیں گے؟ کیا علمیت دیں گے؟ کیا دانش دیں گے؟ کیا قرآن اسی standard کی کتاب تھی؟ کیا یہ اسی درجے کا علم تھا؟ مگر خواتین وحضرات! یہ تو بڑی عجیب وغریب سی کتاب ہے۔ یہ تو پروردگارِ عالم کا ایک ایک لفظ ہے۔ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خیالِ خدا ہے اور حرفِ رسول ہے ان کو بڑی غلط فہمی ہوگی۔ اللہ کہتا ہے کہ اس لفظ کو نازل کرنے سے پہلے میں نے اسے بہت سوچا، بہت پرکھا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ آپ نے قرآن وحدیث میں ایک فرق پایا ہوگا کہ قرآن

Marfat.com

کی علامات آفاقی ہیں۔ جو کل سچ تھا وہ آج بھی سچ ہے۔ قرآن کی Language عجیب Language ہے کہ پندرہ سو برس پہلے کی Language آج بھی بعینہٖ اسی طرح درست ہے جس طرح پہلے دن تھی۔

ایک عجیب واقعہ آپ کو Language کی Development کا سناتا چلوں۔ کوئی دنیا کی Language اتنا طویل عرصہ اپنا فصاحت و بلاغت کا Standard Maintain نہیں رکھ سکتی۔ ابھی میں آپ کو پندرہویں صدی کی انگریزی سناؤں اور آج کی انگریزی سناؤں کہ تین سو برس پہلے کی انگریزی اور آج کی انگریزی میں کتنا فرق ہے تو ذرا غور کریں۔ ایک دو Sentenses آپ کو سناتا ہوں۔ پہلے آپ کو ماڈرن انگریزی سنالوں تا کہ وہ انگریزی آپ کو عجیب نہ لگے:

When that April with its showers sweeth, hath pierced into the roots.

یعنی جب وہ موسم بہار آئے اور موسم بہار میں برسات کے قطرے درختوں اور پودوں کی جڑوں تک چلے جائیں۔

اب ذرا پرانی انگریزی سنیئے:

Whan that Aprille with its showers soote the droughte of March hath perced to the roote.

کیا آپ کو یہ وہی انگریزی لگتی ہے؟ یہ صرف تین سو برس کا فرق ہے کہ انگریزی کی ماہیت، اس کی نوعیت، اس کا لہجہ اور اس کی Graphics تک بدل گئی ہیں، مگر قرآنِ حکیم کو دیکھئے کہ پندرہ سو برس سے اس Language میں ایک Dot کا بھی فرق نہیں پڑا۔ ایک زیر اور زبر میں فرق نہیں پڑا۔ اس کی معلومات میں فرق نہیں پڑا۔ اندازِ تخاطب میں فرق نہیں پڑا۔ اس کی Tone میں فرق نہیں پڑا۔ اس کے تحکم میں فرق نہیں پڑا۔ نہ پہلے اس کو کوئی Challenge تھا۔ نہ اب کوئی Challenge ہے۔ ذرا دیکھئے! Challenge کیسے ہوتے ہیں؟ پہلے خدا کہتا تھا کہ اگر تم میں سے کسی کو زبان دانی کا دعویٰ ہے، تو پھر ایسے کرو کہ:

"فاتو بسورة من مثله" (البقرة:۲۳)

تو اس جیسی ایک سورۃ لا دو۔

خواتین و حضرات! اس عرب قدیم میں جہاں بڑا بڑا السان موجود تھا۔ "اِمرءِ القیس" موجود تھا۔ "زہیر" موجود تھے۔ ایسے بڑے پائے کے شاعر تھے۔ عرب جو لسانیت پہ جیتے تھے، جو دعویٰ زبان رکھتے تھے، جو ہر غیر کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ ایسے بڑے بڑے لسان کو قرآن کہتا ہے کہ تم میں سے ہے کوئی جو اس جیسی کوئی سورت لا دے۔ دعویٰ برحق رہا۔ کسی نے جوابِ دعویٰ داخل نہ کیا اور آج کے زمانے میں بھی قرآن دعویٰ کرتا ہے:

"اولم یر الذین کفروا"

تم میرا انکار کیسے کر سکتے ہو؟

یہ ذرا انداز کا استحکام دیکھئے!

اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنھما (۲۱:۳۰)(الانبیاء)

تمہیں پتہ نہیں ہے کہ زمین و آسمان سب پہلے اکٹھے تھے۔ پھر ہم نے دفعتاً جبراً انہیں جدا کیا۔ خواتین و حضرات! قرآن انفارمیشن دے رہا ہے کہ تمہیں نہیں پتہ؟ مگر آج کا انسان کہتا ہے کہ مجھے پتہ ہے۔ مجھے پتہ ہے اے اللہ! تو شاید غلط نہ کہہ رہا ہو۔ پہلے زمین و آسمان اکٹھے نہ تھے۔ کوئی کہتا ہے۔ آج کے دن، کوئی قرآن کے اس دعویٰ کو توڑتا ہے؟

"اولم یر الذین کفروا"

یہ زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے پھر ہم نے جبراً ان کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔

"وجعلنا من الماء کل شی ءِ حی" (الانبیاء ۲۱:۳۰)

اور پیدا کیا پانی میں سے تمام حیات کو۔

تم کیسے مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے؟ تم کیسے مجھے ربِ کائنات نہیں مانو گے؟ پندرہ سو برس پہلے جب Sciences کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ آج تمام Cosmological نظریات جب غلط ہو چکے ہیں۔ آج تمام Findings Improve ہو چکی ہیں۔ تمام نتائج بدل چکے ہیں مگر وہ نتیجہ جو قرآن دیتا ہے وہ نہیں بدلا۔ آج کے دن بھی کوئی سائنس دان، کوئی ہاکنز، کوئی Watson، کوئی آئن سٹائن جرأت نہیں کرتا کہ سامنے کھڑے ہو کر اس کتابِ علم سے کہے۔ اس علمیت کے سامنے کھڑا ہو کر کہے کہ یہ خدا غلط کہتا ہے۔ یہ علم نہیں ہے۔ یہ پرانے لوگوں کے انکل پچو ہیں۔ یہ ڈھکوسلہ ہے، یہ سچ نہیں ہے، یہ روایات اور خرافات ہیں۔

مگر خواتین و حضرات ذرا دیکھئے! سچ کہاں ٹپکتا ہے؟ Ptolemy نے کہا کہ زمین مرکزِ کائنات ہے، ساکن ہے اور باقی سیارے اس کے اردگرد چلتے ہیں۔ 1542ء میں Copernicus نے مخالفت کی۔ اس نے کہا Ptolemy is wrong سورج کھڑا ہے، باقی ستارے چل رہے ہیں۔ Galeleo نے پھر اس میں مزید اختراع کرنے کی کوشش کی۔ اب دیکھئے کہ Ptolemy اور Galeleo کے درمیان قرآن آیا۔ اصولاً وہ سائنس کی دنیا کے لوگ تھے۔ یہ کتابِ علم و فضل تھی۔ یہ قرآن کتابِ سائنس نہیں تھی۔ اس میں تو جو بات کہی گئی تھی وہ خالق کے ضمن میں تھی۔ براہ راست انہیں سائنسی تعلیم نہیں دی جا رہی تھی۔ ان کو صرف Information دی جا رہی تھی کہ یہ اس طرح ہے۔ تو قرآن نے کہا:

"والشمس والقمر والنجوم مسخرتٍ بامرہ" (الاعراف:۵۴)

(اور سورج اور چاند اور تارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔)

مگر یہ کھڑے ہیں یا چل رہے ہیں؟

"کل یجری لاجل مسمی" (الرعد:۲)

(یہ وقت مقررہ تک تمام، چل رہے ہیں۔)

خواتین و حضرات! یہ محکم آیات نہیں ہیں۔ یہ اس وقت متشابہ آیات تھیں۔ اس وقت ان کے ثبوت و جواز مہیا نہیں تھے۔ اس وقت کے مسلمان کو شاید ماننے میں دشواری ہوتی۔ آپ پوچھیں گے کہ معجزہ پہلے کیوں تھا، اب کیوں نہیں ہے؟ پہلے پیغمبر کیوں تھے؟ اب کیوں نہیں ہیں؟ خواتین و حضرات! اب معجزات اس لیے نہیں ہیں کہ پہلے معجزہ ایک دلیل کی

Marfat.com

صورت میں ہوا کرتا تھا۔ معجزہ سب سے، بڑی دلیل ہوا کرتا تھا۔ یہ ایک ایسی دلیل تھی کہ اگر آپ ایک غیر معقول اور حیرت انگیز خارقِ عادت واقعہ مان لیں تو دوسرا واقعہ ماننے پر بھی ذہن تیار ہو جاتا تھا۔ جب اللہ پندرہ سو برس پہلے یہ کہتا تھا کہ:

"وجعلنا من الماءِ کل شی حی" (الانبیاء:۳۰)

کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا تو اس عرب کو، اس حضری کو اور اس بدو کو تو اس کی کوئی سمجھ نہ آتی۔ اس کو مجبوراً یہ ماننا پڑتا تھا۔ اس کے پاس نہ ٹیکنالوجی تھی، نہ شناخت تھی، نہ Research تھی، نہ Biological Centers تھے۔ وہ مجبور تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بات کو ویسے ہی مان لیتا مگر اعتراض تو اس کے ذہن میں اٹھ سکتا تھا تو وہ جواباً اللہ کے رسول کو کہتا تھا کہ اگر تم یہ ثابت کر دو۔ کوئی ایسا ہی عجیب و غریب واقعہ مجھے اور دکھا دو تو میں یہ بھی مان لوں گا۔ اگر میں نے قرآن کی اس بات کو ماننا ہے کہ ملائکہ ہیں تو پہلے ایک ایسا واقعہ میری آنکھوں کو دکھا دو کہ جو ظاہراً کوئی دلیل نہ رکھتا ہو۔ تو معجزہ خارقِ عادت کو کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ کی انگلیوں سے پانی پھوٹے گا تو لوگ یہ جان جائیں گے کہ اگر یہ خارقِ عادت ممکن ہے تو وہ دلیل بھی صحیح ہوگی جو قرآن میں اللہ نے دی۔ مگر جب وقتِ قرآن آگے بڑھا اور رسولِ گرامی مرتبت رخصت ہو گئے اور کسی نبوت کی ضرورت نہ رہی اور کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی تو مسئلہ یہ تھا کہ اللہ انہی معمولات کی تحقیقات کے لیے کیا طریقے استعمال کرتا ہے تو خدا نے انسان کو اتنا عقل و شعور اور علم بخشا کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ تمام متشابہ آیات جو قرآن حکیم میں تھیں، محکم ہوتی چلی گئیں اور آج ایک ایسا دن ہے خواتین و حضرات! کہ سوائے حروفِ مقطعات کے قرآن کی ایک ایک بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ دیکھیے ابھی کچھ آیات Practical Scientific ثبوتوں میں نہیں آئیں مگر ان کے Options موجود ہیں۔ جب اللہ نے یہ کہا۔ جب کتابِ علم نے یہ کہا:

"اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن" (۱۲:۶۵)

(اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور سات زمینیں۔)

"یتنزل الامر بینھن" (۱۲:۶۵)

(اور ان زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔)

تو آج تک کوئی دوسری زمین دریافت نہیں ہوئی۔ مگر کسی بڑے سے بڑے علم ہیئت کے فلسفی اور دانش ور سے پوچھیے کہ کیا کسی دوسری Life Belt کا امکان موجود ہے یا نہیں۔ ان میں سے ایک بھی آپ کو انکار نہیں کرے گا۔ مگر ربِ کعبہ کی قسم ہے! قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کم سے کم ایک اور زمین کا سراغ آپ کو نہیں مل جائے گا۔ اس لیے کہ زمین اسی وقت تک ہے جب تک کہ پورے کا پورا قرآن Explain نہیں ہو جاتا۔ جس پروردگارِ عالم نے قیامت کا وقت آپ کو بتایا۔ دیکھیے! قیامت بھی Option ہے سائنس دانوں کے قریب۔ ذرا اس Option کو جو سائنس دانوں نے قیامت کے لیے رکھا ہے اور اس حقیقت کو جو اللہ نے قرآن میں بیان کی ہے Match کر کے دیکھیں۔ اگر ابتدائے کائنات کا ذکر قرآن میں ہے تو انتہائے زندگی کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے:

"واذا الشمس کورت" (تکویر:۱)

(جب سورج ماند پڑ جائے گا۔ ستارے گدلے ہو جائیں گے۔)

Marfat.com

"القارعة ٥ ماالقارعة" (القارعۃ:۱،۲)

(جب پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔)

انجام اتنا Picturesque ہے۔ قرآنِ حکیم نے قیامت اتنے Picturesque انداز میں پیش کی ہے کہ بڑی سے بڑی Documentary Movie بھی یہ انداز نہیں رکھتی۔ ایک ایک چیز کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ Celestial World کو بیان کیا، کششِ ثقل کے ٹوٹنے کو بیان کیا۔ "و جمع الشمس و القمر" سورج اور چاند کے اکٹھا ہونے کا ذکر کیا۔ زمین کی بیلٹ کو اتنا کشادہ بیان کیا کہ جب اس پر دونوں طرف سے کششوں کا اثر پڑے گا تو روئی کی طرح چپٹی ہو جائے گی۔ ایک ایک منظر واضح تھا۔ کوئی سنی سنائی کہانیوں سے نہیں۔ پختہ ترین احادیث کی مدد سے اور قرآن حکیم کی آیات ہی کافی تھیں پورے کے پورے اُس انجام کو Explain کرنے کے لیے کہ اگر کوئی مصور ہوتا تو قرآن کی طرف سے اتنا علم اور خیال موجود تھا کہ وہ یقیناً اس کو Easily اور Picturesquely Draw کرسکتا تھا اور روزِ حشر کا تصور اس کے لیے کسی الجھن کا باعث نہ بنتا۔

مگر خواتین و حضرات! یہ تو اللہ نے کہا اور اللہ نے اور بھی بہت ساری باتیں کہیں اور یقین نہ کرنے والوں کے لیے اس میں اور بھی بہت سارے اسباق ہیں۔ مگر آیئے Sciences! کو دیکھ لیں، وہ ابھی قیامت تک نہیں پہنچیں مگر ان کے فہم و ادراک میں کوئی ایسی Probability اور Possibility موجود ہے تو آپ حیران ہوں گے کہ وہ جو واحد Probability ان کے ہاں موجود ہے: ستاروں کا ٹکرا جانا، سورج کا ٹھنڈا پڑ جانا اور اس ٹھنڈک کی وجہ سے زندگی کا مردہ ہو جانا اور یہی ان کے ہاں بھی وہ Option ہیں۔ یہ جو پندرہ سو برس پہلے اس کتاب میں لکھا گیا، وہ ایک ماسٹر پلان ہے۔ اس ماسٹر پلان کی Discovery میں، اُس کتاب کی وضاحت میں، انسان اپنی زندگی کے باقی سال بھی گزار رہا ہے اور اس وقت تک یہ نسلِ انسان چلے گی اور اس وقت تک یہ قافلۂ تحقیقِ انسان چلے گا جب تک قرآن کی ایک ایک آیت پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچ جاتی۔

آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے آئن سٹائن نے Relativity کے ذریعے Fission کو دیکھا اور پھر اس پر مزید Ruther Ford نے کام کیا اور پھر E=mc2 کے ذریعے بالآخر آپ Fission کے اصول تک جا پہنچے، ایٹم کو توڑنا سیکھ لیا، اس کو Blast کرنا سیکھ لیا مگر اس کا دوسرا حصہ ممکن نہ ہوا جسے ہم آج Fusion کہتے ہیں۔ انرجی کا اتصال ممکن نہ ہوا اور آج ڈیڑھ سو سال کے بعد بھی اس کا یہ دوسرا حصہ ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ اصولاً دریافت ہو جانے کے بعد ابھی تک انسان کی Fusion پر گرفت نہیں آئی مگر ذرا قرآن کو دیکھیے اور علم تو دیکھیے! کہ کیا قرآن اس Fission اور Fusion کی کوئی مثال دیتا ہے کہ نہیں۔ ذرا حضرت سلیمان کا دربار دیکھیے کہ ملکہ سبا کے تخت لانے کی بات تھی:

"عفريت من الجن" (النمل:۳۹)

ایک جن اٹھا، اس نے کہا کہ اجازت ہو اے نبی اللہ تو میں یہ تخت آپ کو اتنے وقت میں کہ جب تک آپ دربار سے اٹھتے ہیں لا دیتا ہوں۔ ابھی حضور منتظر تھے کہ ایک دوسرے صاحب اٹھے اور قرآن اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ جسے کتاب کا علم دیا گیا تھا۔ حضرت آصف بن برخیہ جنہیں کتاب کا علم دیا گیا تھا۔ انہوں نے عرض کی کہ یا نبی اللہ اگر

Marfat.com

اجازت ہو تو میں پلک جھپکنے میں تخت آپ کے سامنے پیش کردوں تو خواتین وحضرات! ملکہ سبا کا تخت لایا گیا۔ آصف بن برخیہ اس کو لائے اور آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ پلک جھپکنے میں، پہلے تو تخت کو ایک شعاعی وجود میں ڈھالا گیا اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی رفتار سے سفر کرتا ہوا وہ تخت دوبارہ اپنے میٹریل وجود میں پلک جھپکنے میں لایا گیا اور قرآن کا یہ قانون ابھی آدھے رستے میں ہے اور میں پورے یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگلے دس برسوں کی سب سے بڑی Discovery فیوژن ہوگی۔ We are not far sure کہ Fusion دریافت ہو چکی ہے مگر اس کا Making Plant اتنا Costly ہے کہ لاکھوں بلین ڈالر صرف اس کی لاگت آتی ہے، جس کی وجہ سے ناسا نے اسے اب تک معطل کیا ہوا ہے[1]۔ مگر آنے والے وقتوں کا کوئی پتہ نہیں۔ اب بھی آپ اور آپ کے بچے ٹی وی پر کارٹون مویز میں Transmogrification دیکھتے ہیں۔ یہ Possibility بڑی مضبوطی سے انسان کے ذہن میں قائم ہے کہ ایک دن ہم فاصلہ Aeroplane کی جگہ شعاعی سفر سے طے کریں گے اور پلک جھپکنے میں ایک انسان ایک Flying Station میں داخل ہونے کے بعد فاصلے طے کرلے گا۔ ایک پلک جھپکنے میں Stations بن جائیں گے۔ یہاں سے آپ Travel کر کے لنڈن پہنچ سکیں گے۔ امریکہ پہنچ سکیں گے۔ And the distance will be reduced to maximize.

خواتین وحضرات! یہ قرآن آپ سے ہمیشہ ایک درجۂ علمیہ کا تقاضا کرتا رہا۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ قرآن بدل گیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ قرآن کے سمجھنے والے اس درجۂ علمی پر متمکن نہ ہوتے تھے۔ اس کے برعکس ایک نئی رو چلی، ایک نیا بحران پیدا ہوا۔ فلسفۂ عمل وجود پذیر ہوا۔ معاشرے کے بحران کو عقلی اور غیر متوازن رجحان نہ سمجھا گیا بلکہ یہ سمجھا گیا کہ معاشرہ عمل سے بیزار ہے۔ آج تک کسی دانش ور نے نہیں سوچا کہ کوئی عمل بغیر کسی ذہنی Committment کے پیدا نہیں ہوتا۔ آج تک کسی عالم نے جو عملیت کا فلسفہ لے کر دنیا میں چلے تھے، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ Fore Brain کے اور ذہن کے ایک مستقل آرڈر کے بغیر آپ انگلی بھی نہیں اٹھا سکتے۔

خواتین وحضرات! ذہن کو اگر ہلکی سی بھی چوٹ آجائے تو تین تین سال تک لوگ ایک Brain Comma میں رہتے ہیں۔ ان میں زندگی موجود ہوتی ہے، عمل کے لیے ہاتھ پاؤں، سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ بظاہر ان کے وجود میں کوئی تغیر پذیر نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود وہ اس پر قادر نہیں ہوتے کہ کوئی عمل کرسکیں۔

خواتین وحضرات! بغیر نیتِ اعمال کے، بغیر اس Nervous آرڈر کے، بغیر اس Fore Brain کے حکم دینے والے حصے کے، کوئی شے بھی عمل پذیر نہیں ہوسکتی اور عمل والوں کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ عمل کی بنیاد ایک ذہنی اعتقاد پر ہے، ذہنی صلاحیت پر ہے اور بغیر اس صلاحیت کے تمام اعمال ایک Lesser Category کی Follow Ship میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک کولھو کے بیل کی طرح بغیر غور وفکر وہ لوگ جو اپنے آپ کو یا اپنے اعمال کو Question نہیں کرتے۔ جو کسی مخصوص نیت اور Committment اور علمی احساس کے بغیر اعمال کرتے ہیں، وہ صرف مذہب کو Follow کررہے ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

بہت عرصہ یہ کہا گیا کہ طریقت طرزِ فرار ہے۔ یہ کہا گیا کہ طریقت یونانی فلاسفر کی Copy ہے اور بہت عرصے یہ کہا گیا کہ طریقت نوفلاطونیت نظریوں کی پیداوار ہے۔ خواتین وحضرات! ایسا تو نہ تھا۔ اگر ایک کتابِ علم کے بنیادی

Marfat.com

حامل بھی تھے اوراس کے درمیان اسکالرز بھی تھے اوراس کے آخری حروف کے عالم بھی تھے۔ یہ تو مسلسل کلاس کی تعلیم تھی۔ اگر قرآنِ حکیم ایک واحد کتاب ہے کہ جسے ایک مکمل اور عامل استاد کے ذریعے ستائیس سال میں پڑھایا گیا۔ یہ کتاب نہ ایک دن میں اتری نہ ایک دن میں پڑھائی گئی۔ اس کتاب کی صفت یہ تھی کہ ہر حکم نیت اور عمل کے تابع ہوتا تھا۔ اسی لئے جب کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ حضورِ گرامی مرتبت کا اخلاق کیسا تھا تو فرمایا کہ تم قرآن نہیں پڑھتے؟ ہر آیت حاملِ قرآن پر پوری اترتی تھی اور حاملِ قرآن کا ہر انداز قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کرتا تھا۔ استاد میں اور Subject میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ایک مکمل Identification جو علم اور عالم میں تھی، اس کائنات میں پہلی مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ میں دیکھنے میں آئی اور قرآنی تعلیمات میں دیکھنے میں آئی۔

خواتین وحضرات! اتنی مکمل Identification اور اتنا مکمل احساسِ علم رکھنا اور پھر اسے آگے بڑھانا اور اگر ہم نے اس کی غرض وغایت نہ سمجھی تو پھر وہی استادِ محترم ہمیں بتلاتے ہیں کہ سنو:

"انما الاعمال باالنیات"

کہ کوئی بھی عمل تمہیں بغیر نیت کے درست نہ لگے گا، نہ بہتر لگے گا، نہ پست تر لگے گا۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر تمہیں کوئی کام کرنا ہو اور یہ دیکھنا ہو کہ کس کے لیے کر رہے ہو تو پہلے اس کام کی نیت کرلو۔"

یہ تمام اعمال کا بنیادی فلسفہ ہے۔ .This is the psychology of the deeds تمہیں خود بخود پتہ لگ جائے گا کہ تم کوئی کام کیوں کر رہے ہو۔ یہ جو Confusion of actions in deeds ہے، یہ ختم ہو جائے گا۔

خواتین وحضرات! بہت سے علماء ایسے پیدا ہوئے کہ جنہوں نے مسلم امہ کی Lathargy اور مسلم امہ کی اس بے راہ روی کا باعث اعمال کی کمی کو سمجھا جو بالکل غلط تھا اس لیے کہ اعمال کی کمی کی وجہ سے مسلمان کبھی گمراہ نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات کثرتِ اعمال سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایک حیرت کی بات ہے کہ مسلمانوں میں زیادہ تر گمراہی ایک Schizophrenic Idealism کی وجہ سے ہوئی۔

پہلا دور دیکھئے! جنگِ حنین پر ذرا غور کیجیے! ذرا دیکھئے کہ اعمال پسند کیا کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ذوالخویسرہ قریب آیا۔ لمبی سی داڑھی، پچکی ہوئی آنکھیں، ابھرے ہوئے گال، یہی حدیث میں نقشہ لکھا ہوا ہے، پتلا سا جسم تو اس نے کہا "اے محمد! انصاف کر"۔ حضورِ گرامی مرتبت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا بلکہ محدثین کہتے ہیں کہ اتنا غصہ آیا کہ سیاہ پڑ گیا۔ فرمایا "میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اس کائنات میں کون انصاف کرے گا"۔ اور پھر جب اٹھ کر چلا تو حضورِ گرامی مرتبت نے کہا کہ یہ اور اس کے بعد اسی کی طرح کے لوگ آئیں گے کہ جو اتنا قرآن پڑھیں گے کہ تم اپنی تعلیمِ قرآن سے شرمندہ رہو گے۔ اتنی نمازیں پڑھیں گے کہ تمہاری نمازیں ان کے سامنے حقیر لگیں گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

خواتین وحضرات! یہ وہ لوگ تھے کہ جن کو ہم نے پہلے دور میں خوارج کے نام سے یاد کیا۔ خوارج کے تقویٰ کا یہ عالم آیا ہے کتابوں میں، کہ اگر ایک Urine کا قطرہ بھی ان کے لباس کو چھو جاتا تو وہاں سے گوشت کاٹ دیا کرتے

Marfat.com

تھے۔ اتنے متقی تھے، اتنے پرہیزگار تھے۔ اس کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو خلیفہ برحق تھے۔ جو اپنے وقت کے ایک Recognized امتِ مسلمہ کے سردار تھے۔ ان کے فتاویٰ کے مطابق ان کو خوارج اس لیے کہا گیا کہ یہ خارج از اسلام تھے۔

خواتین و حضرات! وجہ صرف سادہ سی ہے کہ خالی عمل یا عملیت پسندی اگر علم سے خالی ہوگی تو وہ ہمیشہ آپ کو کمتر ترجیحات کا شکار کر دے گی۔ علم سے خالی بندہ عمل کے رجحانات میں اپنے ان خیالات کو تقویت دیتا ہے جو تقویٰ کی طرف جاتے ہیں اور کیا انسان کا اپنے ذہن کو یا اپنے جسم و باطن کو متقی سمجھنا بہتر ہے؟ اس کا جواب قرآنِ حکیم دیتا ہے کہ خبردار! غور سے رہنا:

"فلا تزکوا انفسکم"

(اپنے آپ کو متقی نہ کہنا، اپنے آپ کو پاکباز نہ کہنا۔)

"ھو اعلم بمن اتقی" (النجم:۳۲)

(میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو۔)

مختصراً یہ کہوں گا کہ عمل سے گریز نہیں مگر جس عمل کے پیچھے فکر نہیں، طلب نہیں، اللہ کی محبت نہیں، آرزو نہیں، جستجو نہیں، وہ محض صحراؤں میں خاک چھاننے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل کی توفیق بخشے۔ اللہ ہمیں یہ برکت دے کہ ہم مذہب کی غرض و غایت سمجھیں۔ اللہ سے انس رکھیں اور اعمال اسی کے مطابق کریں۔

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

سوالات و جوابات

سوال: انسان کس حد تک تقدیر پر قادر ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! سب سے پہلے ایک بہت بڑی غلط فہمی کو رفع کر دوں کہ لفظ تقدیر ہمارے ہاں بہت ہی کم علمی سے استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں تقدیر کے معنی صرف یہی سمجھے جاتے ہیں کہ مقدر میں یہ لکھا ہے اور یہ نہیں لکھا ہے اور جب کوئی بات باوجود آپ کی بہت ساری کوشش کے نہ ہو تو ایک جملہ عمومی طور پر سنا جاتا ہے کہ مقدر میں یہی لکھا تھا --- اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہو جانے پر بہت کم یہ کہا جاتا ہے کہ میری سنی گئی تھی۔ میرے مقدر میں یہ فتح لکھی ہوئی تھی۔ زیادہ تر یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنے ہوش و شعور، ذہانت اور اپنے کمال سے یہ مقصد حاصل کر لیا ہے مگر ناکامی کی صورت میں Invariably یہ کہا جاتا ہے کہ میرے مقدر میں یہ لکھا تھا۔

خواتین و حضرات! تقدیر اندازے کو کہتے ہیں۔ ایک ایسا اندازہ، ایک ایسا حساب کتاب، جس پہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی تخلیقات کا وزن قائم ہے۔ سورج اور چاند کا بنانا، زمین و آسمان کو تخلیق کے لیے تیار کرنا، آنسانی آبادیاں بسانا، انسانی آبادیوں کے بنانے سے پہلے اس میں اسباب حیات رکھنا، جیسے خداوند کریم نے فرمایا:

"ومان دآبة فی الارض الاعلی الله رزقہا" (ھود:٦)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔)

Obviously کوئی ایسی Haphazard Technique تو ہے نہیں کہ اللہ نے جیسے ہم مرغیوں کے لیے دانہ بکھیرتے ہیں، ایسا تو نہیں بکھیرا ہوا۔ ایک بہت بڑی دنیا کے بندوبست جو پہاڑوں میں ہے، زمینوں میں ہے، دریاؤں میں ہے، ان کا گننا، چننا، ان کو اندازے سے رکھنا، سورج اور چاند کا مسخر کرنا اور اس سورج کی روشنی کو اس زمین کی اس پیداوار کا مقدر کرنا، جس سے اس نے گلنا ہے، پکنا ہے، سڑنا ہے یا اس نے بیکار رہ جانا ہے، تو تقدیر کے معنی بہت وسیع ہیں۔ یہ وہ Pattern ہے جس کے تحت اشیاء اور Professions تخلیق کیے گئے ہیں۔ ان کو انتخاب سے، اختیار سے کوئی دخل نہیں۔ ایک بچہ جب عالم بالا سے زمین پر بھیجا جاتا ہے تو اس کا تقدیر پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ وہ کس ماں کا دودھ پیئے گا، کس باپ کے گھر پیدا ہوگا، کتنے ہی برسوں تک اسے تقدیر سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس کا قطعاً کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ نہ اسے ذہنی شعور ہوتا ہے، نہ اسے عقلی اختیار ہوتا ہے، نہ اسے کوئی اپنے معاملات کا بدنی اختیار ہوتا ہے۔

اگر ایک General انسانی History دیکھیں تو دنیا کے وہ علاقے بھی جو بڑے مہذب اور تعلیم یافتہ ہیں وہاں بھی سولہ سال تک بچے کی ذمہ داری Parents پر ہوتی ہے اور سولہ برس تک جب ایک آدمی کو اپنے مقدر کا خالق نہیں سمجھا جاتا یا اس میں اس کا تصرف کوئی نہیں ہوتا تو اس کے بعد کی زندگی پر وہ کیسے تصرف کر سکتا ہے۔ اب میں آپ سے ایک Counter سوال کروں گا کہ تقدیر کیا ہے؟ اگر ایک طرف ہمارے ارب ہا ارب سال کی زندگی کا حصول ہو۔ ارب ہا ارب سال کے عیش و عشرت کا حصول ہو۔ ارب ہا ارب سال کے آرام و سکون کا حصول ہو اور دوسری طرف ارب ہا ارب سال کی اذیت، ارب ہا ارب سال کی آگ تو ہم تقدیر کس کو کہیں گے؟ یہ ساٹھ ستر برس کا علاقہ جو ہمیں دیا جاتا ہے۔ یہ چھوٹا سا وقفۂ حیات تقدیر ہے یا اس وقفۂ حیات سے نکلنے کے بعد تقدیر سے سامنا کرنا پڑتا ہے؟ تو تقدیر پابند حالات نہیں ہے، نہ آپ کا مقدر سے واسطہ ہے، نہ مقدر کو آپ سے کوئی واسطہ ہے۔ This is a general set of facility which is given to every human being to prepare him for his "Taqdir". یہ تقدیر نہیں ہے جو دنیا میں جاری و ساری ہے، دراصل یہ وہ سہولت ہے جو ہمیں عطا کی جاتی ہے کہ اس سہولت کی مدد سے ہم نے ایک تیاری کرنی ہے، یا ارب ہا ارب سال کے آرام و سکون کی زندگی کی، یا ارب ہا ارب سال کے جہنم کے شعلوں کی۔ تو خواتین و حضرات! جسے آپ تقدیر کہتے ہیں، وہ آپ کے پروٹوکول کی کمی اور بیشی کا نام ہے۔ میں تقدیر کو پروٹوکول کیوں کہتا ہوں؟ کہ جب کوئی بادشاہ کہیں جاتا ہے تو سب سے پہلے وہاں اس کی Security کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد جہاں جہاں اس نے جانا ہوتا ہے۔ جس جس سے ہاتھ ملانا ہوتا ہے۔ جہاں اس نے رکنا ہوتا ہے--- اگر آپ ایک معزز اور بڑے انسان کے وہ تحفظات دیکھیں، وہ Securities دیکھیں جس کے درمیان وہ چلتا ہے اور جس کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے اور اگر ان میں ایک، گڑبڑ ہو جائے، اگر Prime Minister سڑک پر چلتا ہوا کہیں کسی کھڈ میں اتر جائے، تو جو بحران پیدا ہوتا ہے اسے Security Breach کہتے ہیں کہ تحفظات معطل ہو گئے۔ بہت بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ اس معزز انسان کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔

Marfat.com

تو خواتین و حضرات قرآنِ حکیم میں پروردگار کہتا ہے کہ میں نے انسان کو اس زمین پر تحفظات دے کر بھیجا ہے۔ ملائکہ میں نے اس کے محافظ مقرر کیے ہیں تا کہ جنات اسے اچک کر نہ لے جائیں۔ اس کے پیشے اور ہنر مقرر کیے تا کہ یہ اپنی کارگردگی اور صلاحیت تک پہنچے۔ اس کی روٹی لکھی، تا کہ اس کو روٹی کا تردد نہ کرنا پڑے۔ اس کو Family اس لیے دی کہ یہ دنیا و مافیا میں اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور نہ کرے، اکیلا تصور نہ کرے۔ مگر یہ سب کیوں؟ یہ ساری Facilities جو اللہ نے مہیا کیں وہ صرف ایک گلے کو دور کرنے کے لیے کیں۔ فرض کریں کہ آپ اور میں سب جب قبر کے دہانے حساب کے روز پہنچیں اور پروردگار یہ سوال کرے کہ میں نے تو تمہیں اس دنیا میں صرف عقل و معرفت دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ: ''انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً'' (دھر:۳) کہ یہ عقل و شعور تو اس لیے بخشا تھا کہ یا تو تم مجھے جانتے اور مانتے یا میرا انکار کر دیتے۔ تم کس کام میں پڑے رہے؟ حضرتِ انسان آگے سے جواب دے سکتا ہے کہ اے پروردگار! تو نے مجھے ہر دوسرے دن ایک نئی مصیبت میں الجھا دیا۔ تو نے مجھے باپ تلاش کرنے میں لگا دیا، اماں ڈھونڈنے میں لگا دیا۔ اس کے بعد میری زندگی کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ میں روزگار کے چکر میں پڑ گیا۔ پھر میں بیوی بچوں کے چکر میں پڑ گیا اور یہ تمام کام اتنے بڑے بڑے کام ہیں کہ مجھے وہ فرصتِ حیات نہ ملی کہ میں غور و فکر سے تیری طرف مائل ہوتا تو یا تو پھر اللہ آپ کی اس بات کو مان لے گا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ Infact they are very important things. روٹی کمانا، بچے پالنا، تگ و دو کرنا، ذمہ داریاں اٹھانا، یہ اتنے بڑے بڑے Important کام ہیں کہ خدا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ واقعی Important کام ہیں، And you should have done it and did'nt think about me. کہ بھئی واقعی یہ کام کرنے کے بعد تمہیں میرے بارے میں سوچنے کا ٹائم نہیں ملا تو تمام فسانہ دنیا حقیر ہو جاتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ خدا اپنے بندے سے کہے گا۔ ''تم جھوٹ بولتے ہو۔ ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری تم پر نہیں تھی: نہ رزق کی تم پر ذمہ داری تھی، نہ مقام کی۔ ''ویعلم مستقرھا ومستودعھا'' (ھود:٦) کہاں تم نے ٹھہرنا تھا، کہاں بیٹھنا تھا، کہاں رونا تھا، کہاں جاگنا تھا۔ ان تمام معاملات کی ذمہ داری مجھ پر تھی اور میں نے ہی اس کے سارے بندوبست کر کے بھیجے تھے۔

امریکہ نے ایک فورس ڈک چینی کے دور میں الجزائر میں بھیجی۔ وہاں اس وقت بڑی Hostile Conditions تھیں، تو کسی نے اس سے کہا کہ آپ کی فوجیں تو وہاں برباد ہو جائیں گی، کیونکہ وہاں بڑی Hostile Conditions ہیں تو ڈک چینی نے جواب میں کہا کہ ہم نے ایک ایک چیز کو دیکھ کر، ان کے ماحول کی ایک ایک چیز کے مطابق تمام تر اسباب ہم نے ان کو مہیا کیے ہیں حتیٰ کہ اگر ہمارے کسی Soldier کو ایک سوئی کی بھی ضرورت پڑے گی تو وہ بھی ہم نے ان کے سامان میں ڈال دی ہے۔ خواتین و حضرات! دنیا کی حکومت تو اتنی Efficient ہو اور وہ پروردگارِ عالم جس نے زمین پر ایک خلیفۃ اللہ فی الارض کو بھیجنا تھا اور اسے عزت و تکریم کے مقام سے گزارنا تھا، جس کی ولائتِ دنیا اور ولائتِ آخرت اللہ کے نزدیک مستند و مکرم تھی۔ کیا وہ اس کے تحفظات اور زندگی کے بندوبست نہ کرتا۔ جنہیں آپ مقدر کہتے ہیں، وہ تحفظات اور پروٹوکول ہیں اور جنہیں اصلی مقدر کہتے ہیں وہ قبر کے دروازے سے گزرنے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔

سوال: پروفیسر عشرت حسین مرزا کا سوال ہے کہ: Islam is no longer a dogma. It does

Marfat.com

not believe in dogmatism. it has its own set of suitable principles laid down in Holy Quran. It however, believe in evolution. please clear it.

جواب: جہاں تک تو پروفیسر صاحب نے بات کی تو مجھے اس سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ It's not a dogma. It is a book of knowledge revolution and evolution also. مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے طویل عرصے میں ہمارا جو ایک پرابلم رہا کہ بارہویں اور پندرہویں صدی کے بعد ہم قرآن کے معیار سے گرتے رہے۔ کبھی لوگوں نے اتنی دست درازیاں اور جرأتِ خیال بھی کیا، جیسے ابن سینا نے کیا کہ ملائکہ کوئی شے نہیں ہیں، یہ صرف ہماری علوی تخلیقات یا ہماری اعلیٰ ترین جو ملکی صفات ہیں ان کا اظہار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جیسے اشاعرہ، ماتریدیہ معتزلہ اور عقلی Movement کے بہت سے فلاسفرز نے اسلام کو Interpret کرتے ہوئے بعض اوقات اس کے Basic سے بھی اعتراض کرنا شروع کیا۔ پھر اس کے Defence میں صوفیاءِ اسلام جیسے ''سیدنا جنید بغدادیؒ'' ''سیدنا شیخ علی ہجویریؒ'' اور ''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ'' نے تعلیماتِ تصوف کا دفاع کیا مگر مسئلہ جب آگے بڑھا اور اجتہادِ فکر کے دروازے بند ہوتے گئے تو آج بھی اگر آپ قرآن کی تفاسیر پڑھیں تو آپکے مسائل کا حل یا تو ''ابنِ کثیر'' سے نکلے گا یا ''شوکانی'' سے یا ''زبرکانی'' سے یا ''امام ابن تیمیہ'' سے اور معاملات کی تشریح و وضاحت اس عہد سے کی جائے گی جہاں وہ لوگ موجود تھے اور کوئی بھی ایسی Challenging Differentiation ہمارے آج کے مسائل اور Challenges کے حوالے سے ہمارے سامنے نہیں ہوگی۔

اب میں آپ کو دو باتیں چھوٹی سی بتاؤں کہ کسی نے حضرت ابنِ عباس سے پوچھا کہ آج تو آپ لوگ موجود ہیں جو ہمیں قرآن پڑھا دیتے ہیں، سکھا دیتے ہیں، اس کی تفاسیر بتا دیتے ہیں۔ مگر کل کیا ہوگا؟ جب آپ لوگ نہیں ہوں گے تو قرآن ہمیں کون پڑھائے گا اور کیسے پڑھائے گا؟ فرمایا:

''القران یفسرہ الزمان''

کہ ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے اور خواتین و حضرات ہر زمانے میں ایسے ذہین و دانش ور لوگ جو خدا کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں گے۔ جو حقیقتِ عالیہ کو تلاش کریں گے۔ جو قرآن کو کتابِ علم اور علم و حکمت سمجھیں گے، وہ ضرور قرآن کے ان مطالب تک پہنچیں گے جو جدید تر سے جدید ترین ہیں۔

ابھی میں آپ کو صرف ایک قرآن کے عالم کی فراست کا حال بتاتا ہوں کہ ابتدائے حال میں بھی وہ لوگ اس قدر ذہین و دانش ور تھے کہ زمانے ان کی دانش کے سامنے کھل جاتے تھے اور وہ اس فراست کا مظہر تھے کہ جس پر حدیثِ رسول ناطق ہے کہ:

''فراستِ مومن سے ڈرو۔ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔''

ابھی آپ دیکھئے کہ امام زین العابدین کے پاس ایک شخص گئے اور ان سے سورۃ حدید کی آخری آیات کی تفسیر پوچھی اور وہ آیات کچھ ایسے تھیں:

''اللہ جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر

Marfat.com

چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو۔'' (حدید:۴)

امام زین العابدین نے فرمایا:

''نزلت للمتعمکین فی آخر الزماں''

کہ یہ تمہیں سمجھ نہیں آئیں گی مگر زمانہ آخر میں جو خدا پہ غور و خوض کریں گے ان کو یہ آیات بڑی اچھی طرح سمجھ میں آ جائیں گی۔ خواتین و حضرات! غور کریں کہ یہ زمانہ آخر ہے اور اب جب ایک سکائی لیب آسمان سے گزرتے ہوئے زمین کی تہوں میں چھپے ہوئے خزانوں کی خبر دیتی ہے، دھاتوں کی خبر دیتی ہے اور آج ایک چھوٹا سا آسمانوں پر چلتا ہوا کیمرہ زمین پر چلتی ہوئی چیونٹی کی خبر بھی لے لیتا ہے، تو آج ہمیں اس آیت کا بڑی وضاحت سے علم ہے کہ انسان اگر اتنا باخبر ہو سکتا ہے بغیر کسی Source کے، بغیر کسی درمیانی رابطے کے۔ اگر زمین ایسی ایجادات کی مالک ہے کہ وہ آسمانوں سے زمین کے خزانوں کی خبر لے لیتی ہے تو یقیناً اللہ بھی ایسے Sophisticated System کا مالک ہوگا جو کائنات کے کسی بھی پرت میں موجود ہو، اسے اس کے ذرے ذرے کی خبر ہوتی ہے۔ تو Evolution تمام تر عقلی ہے، ذہنی ہے اور جب علم کا بحران آیا تو وہ Attitudes جو مسلمانوں میں پیدا ہوئے وہ قطعاً غیر قرآنی تھے۔ ایک Attitude جو اب بھی جاری و ساری ہے اور سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ عملیت کے بہت سارے فلاسفرز نے علوم کو تقسیم کر دیا، For Example اگر کوئی دینی عالم آپ سے کہے کہ یہ دنیا کا کام ہے۔ یہ دنیا کا علم ہے۔ آؤ کچھ خدا کے لیے کریں اور اگر ایک شخص Cosmology پڑھ رہا ہے۔ علم ہیئت پڑھ رہا ہے اور اس کے پاس ایک صاحب چلے جائیں اور کہیں کہ یہ تو دنیوی وجاہت کا کام ہے۔ آؤ چلتے ہیں! کچھ تبلیغ وغیرہ ہو جائے! اصل میں بہت ضروری ہے اور یہ معلومات بہت ضروری ہیں تو آپ دیکھئے کہ قرآن کی اس آیت پر کتنی زد پڑے گی کہ خدا جب قرآن میں لکھتا ہے کہ میرے بہترین بندے وہ ہیں:

''الذین یذکرون اللہ قیاً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض''

(ال عمران:۱۹۱)

(جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔)

خواتین و حضرات! علم کوئی بھی ہو وہ خدا کا ہے۔ اگر آج یورپ کے لوگوں کو اس نے علم و تحقیق و جستجو کی آرزو بخشی ہے تو وہ خدا کے بغیر نہیں ہے، چاہے وہ اپنی اہلیت کے کتنے بھی بڑے بڑے دعوے کیوں نہ کر لیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ نے ان کو بھی جستجوئے علم کا ثمر بخشا ہے۔ ادھر مسلمان کا یہ عالم تھا کہ وہ یورپ کے متقابل ایک ایسے احساس کمتری کا شکار ہوا کہ وہ اپنے مذہب کے چند اعمال کو ان کا جواب سمجھا اور خواتین و حضرات! یورپ سے بہترین اعتراضات آتے تھے اور مسلمانوں کے بدترین لوگ ان کا جواب دیتے تھے۔ یہ Parallels نہیں بنتے تھے۔ یہ علم کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ہم نے شاید تاریخ کا مطالعہ چھوڑ دیا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ یہی حال، یہی Comparison جو آج ہمارا اور اہل یورپ اور امریکہ کا ہے، یہی Comparison پہلے عالم اسلام اور یورپ کا تھا۔ جب قرطبہ میں اسی ہزار حمام تھے اور ہر Street لائٹ سے مزین تھی تو ''شان ایلیزے'' میں اس وقت گھٹنے گھٹنے گندگی اور پانی کھڑا ہوتا تھا

Marfat.com

اور بڑے طبقے کی بیگمات اپنے پورے کپڑے اٹھا کر اس کیچڑ میں سے گزرا کرتی تھیں جیسے آج بھی آپ کے دیہات کے نالوں سے خواتین گزرا کرتی ہیں اور اس دورِ جہالت میں جب مسلمان اپنی Top of the knowledge پر تھے اور جہاں جابر بن حیان کیمسٹری کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ ''الیوسف الخوارزمی'' الجبرا کی بنیاد رکھ رہا تھا اور جہاں ''ابنِ سینا'' ''قانون الشفاء'' کو ترتیب دے رہے تھے۔ وہاں اس وقت یورپ کے Classical Houses میں یہ حال تھا کہ اگر کسی کو سر درد ہوتا تو اس کو ایک بڑے سے پتھر سے کچلا جاتا کہ اس کو شیطان اور جن ہے۔ بچ گیا تو بچ گیا، ورنہ جن تو نکل ہی جائے گا تو خواتین و حضرات یہ Evolution جو ہماری رک گئی۔ ہم نے بارہویں اور پندرہویں صدی کے تسلسل سے، اسے پھر اٹھانا ہے۔ ہمیں حاضر و غائب اور موجود سے آشنا رہنا ہے۔ ہمیں اس علمی تسلسل کی کڑیاں مرتب کرنی ہیں۔ ہماری زندگیوں سے جب تک وہ لوگ نہیں اٹھیں گے، جو علم کو غرض و غائتِ حیات بنائیں گے، جو خدا کی تلاش کو اپنی جستجوئے علم بنائیں گے۔ تو وہ تیسرا درجۂ علم حاصل نہیں ہوگا۔ دنیا میں وہ تیسرا درجۂ علم صرف مسلمان کو نصیب ہے۔ صرف اور صرف مسلمان کو۔

اب دیکھیے کہ اہلِ یورپ نے عقل کو تین اجزاء میں تقسیم کیا ہے ایک Intelligence جو ہماری اور جانور کی Commom ہے۔ ایک Intellect جو Data Information سے مہیا ہوتی ہے اور ایک Intution جو Intellectual Concentration سے آپ کی Intutive نقطے پر پہنچتے ہیں، جیسے بارہ سال کی مشقت کے بعد Elexander Flemming پینسلین تک پہنچ گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ جیسے Newton آٹھ سال کے تفکر اور ارتکاز کے بعد ایک Intutive نقطے پر پہنچ گیا۔ یہاں تک تو مسلمان اور کافر برابر ہے۔ یعنی Intution ایک غیر مسلم کو بھی نصیب ہو سکتی ہے، آپ کو بھی نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر جو آخری درجۂ فکر ہے جسے الہام کہتے ہیں۔ جو غیر معمولی نہیں ہے بلکہ عقل کا آخری درجۂ ترفع ہے، وہ صرف اور صرف مسلمان کو نصیب ہے۔ مگر جو مسلمان Intellectual Calibre تک نہیں آ رہا وہ الہام تک کیسے پہنچے گا۔

خواتین و حضرات! Basic بات یہ ہے کہ ہم کسی قسم کی تعلیم کو بھی جدا نہ کریں۔ ان مسلمانوں کے جذبۂ علمی کی تحصیل دیکھیے! البیرونی بارہ برس ایک مندر میں ہندو بن کر رہا اور سب سے قیمتی کتاب جو ماخذِ تاریخِ ہند ہے وہ البیرونی کی ''اخبار الہند'' ہے۔ اس وقت مسلمان کیا کیا روپ بدلتے تھے، کیا کیا رنگ اختیار کرتے تھے، حصولِ علم کے لیے۔ اور کیسی کیسی کاوشیں اور کیسے کیسے سفر انہوں نے کیے۔ بخاری نے تین تین ہزار میل کا سفر ایک حدیث کی تحصیل کے لیے کیا۔ اتنی محنت اور مشقت کہ وہ علم کے انسان نہیں بلکہ جنات لگتے تھے۔ مگر آج کے دور میں تمام تر علم کی تحصیل صرف ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے ہے مگر ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے بعد بھی تو علم موجود ہے۔ یہ ڈگریاں تو صرف آپ کو Instrument دیتی ہیں۔ جس ڈگری کو آپ علم سمجھتے ہیں یہ آپ کو صرف Instruments دیتی ہے۔ یہ وہ آلات ہیں کہ جن کی مدد سے اب آپ نے علم کا حصول شروع کیا۔

بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ایک ڈگری لینے کے بعد آپ سمجھتے ہیں کہ ہم نے علم کو حاصل کر لیا ہے۔ اس سے بڑی تفنن کی بات کیا ہوگی؟ علم سے اس سے بڑا تمسخر کیا ہوگا کہ بال کاٹنے کے لیے آپ نے

Marfat.com

قینچی لی، آپ اسی پر اکتفا کر بیٹھے۔ اتنی بڑی کائنات کو جس کو آپ نے سر کرنا تھا اس کو نظر انداز کر بیٹھے۔ دیکھیے میں آپ کو Instrument کی بات بتاتا ہوں۔ آج میں آپ کو خدا پر دلیل دینے لگا ہوں، مجھے چاہیے کہ میں جس مخالف سے مخاطب ہوں اس کے پاس میرے Instrument کو دیکھنے کی صلاحیت بھی تو ہو۔ غور کیجیے کہ آپ یورپ سے کیوں پسماندہ ہیں۔ آپ کے پاس ان کے Instruments کی تحصیل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ آپ ان کے رمزِ خیال تک پہنچیں۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم ان کے Instrument of تحقیق و جستجو نہیں رکھتے جس کی وجہ سے ہمیں ایک بحرانِ علمی درپیش ہے۔ وہ اللہ جو اس زمانے کا مالک ہے۔ اُس نے اس زمانے میں جہاں اوروں کو علم و یقین بخشا ہے ہمارا اس سے زیادہ اس علم پر حق ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ تحصیلِ علم سے غفلت نے ہمیں بہت سارے بحرانوں میں ڈال دیا ہے اور یہی Evolution میں کمی کا باعث ہے۔ ''رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' وہ پیغمبر جو ہر وقت علم کی جستجو کرتا ہے۔ وہ پیغمبر جو خدا سے آرزو کرتے ہیں۔ میں تھوڑا سا آپ کو Evolutionary Process کا تقابل بتا دوں کہ لارڈ رسل تو یہ کہتا ہے:

" We don't know the nature of things, we only know the relationship of things ...."

ہم میں سے کوئی بھی اشیاء کی اصل کو نہیں جانتا۔

اور آپ کا پیغمبر یہ دعا کرتا ہے:

''اللھم نبئنی بحقیقت الا شیاء''

کہ اے اللہ مجھے حقیقتِ اشیاء کا علم دے۔

تو کتنا فرق ہے دونوں کی Approaches میں .... مگر وہ اپنی Approaches سے کچھ دنیوی مقاصد حاصل کر چکے ہیں اور ہم جن کا واحد مقصدِ علم خدا کی شناخت تھا، ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ علمی بحران ہے۔ اللہ ہمیں توفیق بخشے۔

سوال: I want clearification in this aspect, Is there any thing about dogmatism in Islam. Islam does not allow dogmatism and second one is about the evolution. I want to know evolution is not in the light of scientific knowledge but in the light of the teaching of Islam.

جواب: ہم Dogma اس کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد اس مسئلے کے حل کی کوئی شعوری کوشش باقی نہ رہے۔ جہاں ذہن رکتا ہے وہاں Cult پیدا ہو جاتا ہے اور ذہن جاری و ساری رہے تو Cult پیدا نہیں ہوتی۔ Dogma کی تخلیق کا مطلب یہ ہے کہ وہاں وہ اصولی مؤقف جن پر آپ لوگ قائم ہوتے ہیں ان پہ کسی قسم کی وضاحت، کسی قسم کی ترجیح، کسی قسم کی Change اور Relative Understanding ممکن نہیں ہوتا۔ جہاں تک تو نماز، روزہ کا تعلق ہے، یہ Dogma میں نہیں آتے، یہ ہمارے ان فرائض میں آتے ہیں جو کسی معاشرے کے استحکام کے لیے خدا نے پیدا کیے اور یہ General Consideration ہے۔ جب میں Dogma کا نام لیتا ہوں تو اس سے مراد وہ ذہنی سوچ اور

اس ترقی سے ہے کہ جس کی وجہ سے علم کا بحران پیدا ہو گیا ہے اور اہلِ اسلام کی Progress تین سو برس سے رکی ہوئی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے Evolutionary Process میں خدا کی تلاش اور محبت ختم ہو گئی ہے اور ہم اپنے تمام تر علم کو مقاصدِ دنیا کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

سوال: بعض اوقات وہ دعائیں جو شدت سے مانگی جاتی ہوں وہ قبول نہیں ہوتیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: قرآنِ حکیم میں اللہ نے اس کی وجہ علم قرار دیا ہے۔ اب میں آپ کو کیا بتاؤں کہ اللہ کی کتاب اول و آخر علم کی کتاب ہے اور تمام وجوہات کو انتہائی گہری علیت سے واضح کیا گیا ہے۔ دعائیں کیوں نہیں قبول ہوتیں؟ کہ دعاؤں کے پیچھے Disliking اور Liking ہوتی ہے۔ آپ کی کسی بھی طلب کے پیچھے آپ کی پسند اور ناپسند شامل ہوتی ہے۔ پروردگارِ عالم فرماتے ہیں:

"وعسی ان تکرھوا شیاءً وھو خیر لکم"

(کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے۔)

"وعسی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم"

(کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔)

"واللہ یعلم وانتم لا تعلمون" (البقرہ:۲۱۶)

(اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

دعاؤں کے قبول ہونے میں صرف اور صرف اسی Reason کو دخل ہوتا ہے کہ ہماری بہت ساری دعائیں لمحاتی، وقتی، Topical ہوتی ہیں۔ ہم انہی دعاؤں کے مکمل نتائج سے آگاہ نہیں ہوتے اور اگر ہم ان دعاؤں کو مانگ لیں تو ہوسکتا ہے کہ ہم کچھ عرصے کے بعد انہی دعاؤں کے ختم کرنے کی درخواستیں بھیج رہے ہوں۔ خداوند کریم کہتا ہے کہ انسان کو جب مایوسی چھوتی ہے تو وہ عجلت سے کام لیتا ہے اور جب اسے خوشی ہوتی ہے تو وہ "مختال فخور" ہو جاتا ہے۔ غرور و کبریائی پر اتر آتا ہے۔ تو اس کی عقل جب تک بہتر نہ ہو اور عقل اس وقت تک بہتر نہیں ہوتی جب تک وہ کسی نہ کسی Possessive Attitude سے آزاد نہ ہو جائے۔ ایک General صوفی میں اور دوسرے آدمی میں صرف Out Growth کا فرق ہوتا ہے۔ ایک صوفی اپنے افکار و خیالات کو Out Grow کرنے کے بعد ایک Balanced شعوری کاوش کو حاصل کر لیتا ہے اور وہ لوگ جو کسی نہ کسی خواہش میں Involved ہوتے ہیں، وہ اپنی شعوری یا غیر شعوری خواہشات کے اسیر ہو جاتے ہیں تو ان کی دعا پر بھی وہی Tinge آ جاتا ہے۔ ان کی دعا میں تعصبات کی کوئی نہ کوئی جھلک نظر آ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آپ کی دعا کی فریکونسی اور اللہ کی طرف سے اترتی ہوئی قبولیت کی فریکونسی ایک ہو جاتی ہے۔ آپ کی Wisdom اور اللہ کا انصاف یا اس کی رحمت مل جاتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ آپ تمام دعائیں غیر مخلصانہ اور غیر حقیقت پسندانہ مانگیں۔ میں آپ کو ایک دو دعاؤں کا تھوڑا سا Analysis کر دوں۔ میرے ایک بڑے ہی عزیز دوست نے دعا مانگی، وہ انتہائی متقی اور پرہیز گار تھے اور مجھ سے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ ربِ کعبہ مجھے حج کی توفیق بخشے۔ جب حج پر گئے تو میں نے کہا کہ آپ نے کیا دعا مانگی؟ فرمایا کہ

میں نے تمام دن ایک ہی دعا مانگی، کہ اے اللہ مجھے بائیس کروڑ دے تاکہ میں لوگوں میں بانٹوں تو پھر اللہ نے ان کی کبھی نہیں سنی بلکہ وہ پہلے جو مال واسباب تھا اس سے بھی محروم ہونا شروع ہو گئے۔ خاصی عزلت گزینی میں وقت گزرا تو ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے تو خلق کے لیے دعا مانگی تھی، آخر ایسا کیوں ہوا؟ تو میں نے کہا کہ شاید اللہ کے علم میں تھا کہ اگر آپ کو بائیس کروڑ مل جاتے تو آپ مخلوق کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیتے۔ اسی طرح میرے ایک دوست کو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اتنی زیادہ محبت کہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ جا کر روتا رہا اور ایک ہی بات پر روتا رہا کہ پروردگار میرے بھائی کو زندگی اتنی دینا، اتنی دینا، اتنی دینا۔ واپس آئے تو ان کا بھائی فوت ہو گیا وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہوا تو میں نے کہا کہ آپ اللہ کے حضور پہنچے تھے، آپ کو خیال کرنا چاہیے تھا۔ ایک General دعا تو اس قسم کی جائز ہے مگر آپ کی اور بھائی کی محبت خدا کی محبت سے بہت بڑھ چکی تھی اور آپ دعا Use کر رہے تھے۔ ادھر اللہ کہہ رہا ہے کہ:

"لن تنالوا البرا حتی تنفقوا مما تحبون" (ال عمران:۹۲)

تو ایسی دعائیں جن کا Direct خدا سے Match پڑ جائے تو وہ تو، اللہ نہیں قبول کرنے کا اور آپ کو بچائے گا اس زحمت سے کہ آپ غلطیوں میں نہ پڑ جائیں تو Mostly دعاؤں کا قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کے بہترین اور اعلیٰ ترین علم کی وجہ سے ہے اور بہت سی ہماری دعاؤں کا قبول نہ ہونا ہمارے ناقص علم کی وجہ سے ہے۔

حضور گرامی مرتبت نے بڑی خوبصورت دعا مانگی تھی۔ آپ بجائے کچھ اور دعائیں مانگنے کے اگر وہی دعائیں مانگ لیں جو رسول اللہ ﷺ نے مانگیں:

"اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعاءٍ لا یسمع"

(اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے۔ اس دل سے جس میں عجز نہ ہو اور اس دعا سے جو تیری بارگاہ میں سنی نہ جائے۔)

تو خواتین و حضرات ہمارے Choices محدود ہوتے ہیں مگر اللہ یہ ضرور کہتا ہے کہ میں دعائیں سنبھال کر رکھ لیتا ہوں۔ میں آپ کی نا قبول دعاؤں کا بھی اجر رکھ لیتا ہوں کہ آپ نے مانگا تو اللہ سے ہے۔ یہ بات پسند ہے اللہ کو کہ انسان اس سے مانگے تو وہ جو آپ کا مانگنا ہے وہ اسے بہت پسند ہے۔ اسے وہ سنبھال کر رکھ لیتا ہے اور اس کا اجر پھر اگلے برسوں میں، اگلی زندگی میں، اگلے جہانوں میں بخش دیتا ہے۔

سوال: بزرگانِ دین، جواب اس دنیا میں نہیں کیا ان کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق ہے؟ کیا ہم ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگ سکتے ہیں؟

جواب: خواتین و حضرات! میں اس بارے میں بہت مرتبہ گفتگو کر چکا ہوں کہ اس دنیا سے تعلق نہ ہونا اور زندگی کا نہ ہونا یہ دونوں بڑے عجیب وغریب مسائل ہیں۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص ہم میں موجود نہیں ہے یا میرے پاس نہیں ہے یا میرے گھر میں نہیں ہے یا میرے کمرے میں نہیں ہے، تو کیا میں اس شخص کی زندگی سے انکار کر دوں یا اس کے ہونے سے انکار کر دوں یا یہ سمجھوں کہ ایک شخص جو ایک دفعہ ایک جگہ سے گزر گیا، دوبارہ کبھی ابدی یا لامنتہائی سطح پر اس کی واپسی

Marfat.com

ممکن نہیں ہے تو Main Question شاید یہ نہ ہوگا۔ اگر کسی طور بھی دنیا سے گزر گئے لوگ زندہ ہیں، برزخی حیات میں ہیں یا برزخی وجود میں ہیں یا اپنی قبروں میں، یا اپنی زندگیوں میں، تو کیا ہم ان سے کسی قسم کی استمداد طلب کر سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نے اپنے ایک لیکچر ''مقامِ وسیلہ'' میں یہ تمام باتیں Explain کی ہیں۔ مگر میں ایک بات، ان تمام لوگوں سے جو قرآن کو پڑھتے ہیں، پوچھنا چاہتا ہوں کہ قرآن کی ایک آیت ہے کہ اے پیغمبر! میں چھوٹی موٹی مثال اس لیے نہیں دیتا کہ ہمارے پیغمبر میں ہی ہماری تمام پناہ اور ہماری علم کی محبت پوشیدہ ہے، تو قرآن کہتا ہے کہ:

"ولو انهم اذظلموا انفسهم جآءُ وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیماO" (النساء:۶۴)

(اے پیغمبر! اگر لوگ تیرے پاس آئیں اور خدا سے مغفرت کی دعا مانگیں اور تو بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگے تو پھر ہم بخشنے والے ہیں۔)

یہاں ایک بڑی عجیب سی بات ہے کہ اللہ نے اپنا ذکر پہلے کیا کہ اگر وہ اللہ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگیں اور تو بھی ان کی مغفرت کی دعا مانگے۔ تو مجھے یہ Process بڑا عجیب سا اس لیے نظر آتا ہے کہ جب اللہ سے دعا مانگ لی تو اس کو معاف کرنے میں کیا حرج تھا؟ Why should he relegate the order of "Maghfirat" back to the Prophet. اس کو یہ کیوں ضروری تھا؟ وہ خود ہی کہہ دیتا کہ میں بخش دوں گا، مگر اس نے کہا کہ اے پیغمبر! اگر تیرے پاس لوگ آئیں اور مجھ سے اپنی بخشش کی دعا کریں اور تو بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کرے تو میں بخشنے والا ہوں۔

خواتین و حضرات! بات صرف اتنی سی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پردہ پوشِ جہاں ہوئے اور قرآن کی جو آفاقی آیات تھیں وہ صرف ایک دور کے لیے نہ تھیں۔ اب تو کوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس اُس طرح نہیں جا سکتا جیسے حضور زندگی میں تھے اور یہ حدیث موجود ہے کہ:

''جس نے میری قبر کو دیکھا اس نے گویا مجھے دیکھا۔''

اب بھی اگر آپ میں سے کوئی وہاں جائے اور بقولِ قرآن اللہ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے اور رسول اللہ ﷺ سے کہے کہ یا رسول اللہ! آپ بھی میرے لیے بخشش کی دعا مانگیں تو قرآن کی آیت تو تبھی پوری ہوتی ہے کہ پھر اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سوال: پروفیسر صاحب! ستھیارتھ پرکاش کا سوال ہے اور آیت ہے ''ان الذین کفروا سوآء علیهم ء انذر تهم ام لم تنذرهم لایومنون'' (البقرہ:۶) کہ ہم نے ان کے لیے کفر مقرر کر دیا، آپ تبلیغ کریں یا نہ کریں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس پر ولیم میور (William Mayer) نے اعتراض کیا ہے کہ "ختم الله علی قلوبهم" کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر پیوست کر دی ہے --- اب مہریں لگائے، اللہ --- ہندو بنائے، اللہ --- کسی کو برہمن بنائے، اللہ --- کسی کو مسلمان بنائے، اللہ --- تو اب یہ جاننے کی بات ہے کہ جب اللہ نے خود ہی ہندو بنائے۔ پھر جنت دوزخ بنادی۔ اب اس میں ایک بندے کا کیا Fault ہے کہ جب اسے ہندو پیدا کر دیا گیا تو اس کے لیے تو جہنم ہے نا --- تو آپ یہ بتائیں کہ نہ مہریں لگتیں نہ وہ ہندو پیدا ہوتا، تو یہ مہروں کا کیا چکر ہے اور کیا

Marfat.com

حساب ہے؟ یہ میرا آپ سے سوال ہے؟

جواب: میرے محترم دوست! آپ نے ایسا خوبصورت سوال کیا کہ شاید میری رگِ علمیت اس سے کافی پژمردہ ہو جاتی۔

بات یہ ہے کہ کہنے کی باتیں دیکھیں اور ذرا عمل کی باتیں دیکھیں۔ قرآن میں تمام سزا و جزا کی آیات ہیں۔ پرکاش صاحب کو بھی اس کا علم ہونا چاہیے تھا اور ولیم میور کو بھی اس کا علم ہونا چاہیے تھا کہ تمام سزا و جزا کی آیات، تمام مہروں کی آیات، تمام سختیوں کی، جہنم کی Explanation آپ میں سے کوئی بھی نا آگاہ نہیں ہوگا کہ کس کے لیے اتری تھیں؟ کفارِ مکہ کے لیے ...... یہ تمام آیات جن کے Immediate مخاطب کفارِ مکہ تھے اور حضورِ گرامی مرتبت ان میں سے گزرتے تھے۔ انہی کو تبلیغ کر رہے تھے۔ وہی جواب میں یہ سب کچھ Return کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بار بار یہ کہہ رہا تھا، بار بار تبلیغ کا حکم بھی دے رہا تھا کہ ان کو سمجھاؤ اور بار بار ان کے Response بھی دیکھ رہا تھا اور یہ تمام آیات اسی Context میں، انہی لوگوں کے لیے اتریں۔ آیئے ذرا نتیجہ دیکھیں۔ اس دن جس دن مکہ فتح ہوا کتنے کافر کافر رہ گئے تھے، کتنی مہریں مہریں رہ گئی تھیں، کتنا عذاب عذاب رہ گیا تھا، کون اس مکہ میں کافر رہ گیا تھا؟ آپ مجھے Historical Reference سے بتایئے اور پورے Practical Estimate کے ساتھ بتایئے کہ پروردگارِ عالم جو اتنی سختی سے اور اتنی کڑی سزائیں سنا رہا تھا اور بات بات پہ جہنم کی دھمکیاں دے رہا تھا اور بات بات پر خوفناک عذابوں کی خبر دے رہا تھا۔ جب انجام آیا، جب سزا دینے کا وقت آیا، جب شمشیرِ محمد ﷺ طلوع ہوئی جب مکہ فتح ہوا، تو کتنے لوگوں پر وہ قیامت کی گھڑی گزری تھی؟ آپ انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔

ان حضرات کو شاید اس چیز کا علم نہیں ہے کہ تمام وعدے اور وعید ایک بڑے Institution کی وجہ سے معطل ہو جاتے ہیں۔ تمام مہریں، تمام جبر، تمام سختیاں ایک بڑے Institution کے سایے میں معطل ہو جاتے ہیں اور وہ بڑا Institution کیا تھا کہ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے اپنے اوپر ایک عہد لیا تھا:

"وکتب علی نفسه رحمة"

کہ ہم ہر حال میں انسان پر رحم کریں گے۔ اگر ہزاروں مہریں بھی لگا دیں، تو بھی رحم کریں گے اور خواتین و حضرات! پھر یہ مہریں توڑنے کے لیے ہی محمد رسول اللہ ﷺ آئے تھے۔ اسی رحمتِ مجسم کو ہی اللہ تعالیٰ نے کہا تھا:

"وما ارسلنک الا رحمة اللعلمین"

اب قرآن کی تینوں آیات کو غور سے ملا کر پڑھیے:

"الحمد للہ رب العلمین"

"وکتب علی نفسه رحمة"

"وما ارسلنک الا رحمة العلمین"

وہ رب العالمین ہے، اس نے اپنے اوپر رحمت لکھی ہے، اور تمام عالم کی رحمت سمیٹ کر ایک وجودِ مجسم میں رکھ دی ہے، اس کی تعلیمات میں رکھ دی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ میں رکھ دی ہے۔ اس کے بعد کسی بھی قسم کے انسان کو، خواہ وہ

Marfat.com

غیر مذہب کا ہو یا اس مذہب کا، رحمت سے گریز نہ وہ کرسکتا ہے، نہ اسے کرنا چاہیے مگر آیئے دیکھئے مہریں کیا ہیں؟ قرآن نے ایک بڑی اچھی بات بیان کی:

"فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" (النحل:۴۳)

کہ اگر کوئی چیز آپ کے انداز بیان میں نہ آئے، سمجھ میں نہ آئے تو اہل ذکر سے پوچھ لو تو اتفاق سے اہل ذکر کے سرتاج، اولیاء کے سردار" سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ" نے اس Subject کو کشف المحجوب میں Touch کیا ہے۔ فرمایا:

(جب کوئی رغبت اور تحریص انسان کے دل اور اس کے باطن پر حملہ آور ہوتی ہے تو ایک نشان چھوڑ دیتی ہے اور اگر انسان اس تحریص پر غالب آنے کے لیے کوئی علمی اور ذہنی کاوش نہیں کرتا اور اس جبلی قدر کو قبول کر لیتا ہے تو وہ ایک مستقل نشان بن جاتی ہے اس کو ہم "وطن" کہتے ہیں۔)

"کلا بل ران" (مطففین:۱۴) اور یہی بات "کرشنا" نے اپنے 55th اشلوک میں "گیتا" میں کہی کہ جب کوئی خواہش انسان کی بڑھ جاتی ہے تو ہمیشہ وہ جبلی خواہش اس کی عقل کو اتنا دور پھینک دیتی ہے کہ جیسے ایک بڑا طوفان کسی چھوٹی ناؤ کو دور پھینک دیتا ہے اور یہ تمام Processess ہیں۔ کوئی Suddenness نہیں ہے۔ البتہ ایک بات کہہ سکتے ہیں کہ کسی چیز کا علم ہونا اور کسی چیز کا نتیجہ نکلنا یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ کوئی بندہ یا کوئی میکر جب کوئی مشین بناتا ہے تو اس کی اہلیت، اس کا ماڈل، اس کا اندازہ، اس کی Carriage اس کی Capacity اس کے اوپر لکھ دیتا ہے۔

اگر کوئی جاپانی آپ کے ہاں سوزوکی کا استعمال دیکھے تو اس کے لیے کتنی دہشت کا منظر ہوگا۔ ان لوگوں نے جو یہ نازک سی شے بنائی وہ کس مقصد کے لیے بنائی اور یہاں وہ کس مقصد کے لیے استعمال ہو رہی ہے اس پر تو وہ انا للہ...... کہنے کے سوا کچھ نہیں پڑھ سکتے۔ تو خدا چونکہ بہرحال Maker of man ہے، وہ ہندو کا ہے یا مسلمان کا ہے Maker of man ہے۔ اس لیے اس کو کسی بھی انسان کی Inner capacities کا بخوبی علم ہے کہ اس کے رجحانات، اس کے تخلیقاتی رجحانات، اس کی Destructive tendencies کتنی ہیں اور اگر وہ چاہے تو اپنے علم کی بنیاد پر کسی بھی انسان کا فیصلہ دے سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ ایسا نہ کرنے میں بھی اس کی رحمت حائل ہے۔ اور یہ جو خیال ہے کہ کوئی کافر کیوں ہے؟ کوئی مسلمان کیوں ہے؟ تو خواتین و حضرات میں آپ سے ایک اور بڑا Practical سوال کرنے والا ہوں کہ پاکستان میں ہم بارہ کروڑ مسلمانوں نے ایک نظریئے کو آتے دیکھا۔ سوشلزم، کمیونزم کو آتے دیکھا۔ آنِ واحد میں معاشرہ دو چیزوں میں بٹ گیا کہ ایشیا سبز ہے، ایشیا سرخ ہے اور جو "ایشیا سرخ" کہتے تھے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو Capitalist کا ایجنٹ کہتے تھے اور خدا کو انیم کہتے تھے اور جو خدا کے بندے تھے، جو خدا کو ماننے والے تھے، علم رکھتے تھے یا نہیں رکھتے تھے وہ سوشلزم اور کمیونزم والوں کو کافر کہتے تھے اور یہ تصادم بڑھتے بڑھتے Interpolar تصادم ہو گیا۔

خواتین و حضرات! کیا یہ سارے لوگ نسلاً مسلمان نہیں تھے آبائی طور پر؟ کیا ان کے آباؤ اجداد مسلمان نہیں تھے؟ کیا انہوں نے مسلمانوں کے گھر میں نہیں بنیاد پائی تھی مگر ایک ذہنی نظریئے نے اس معاشرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہمارے اپنے Choices مختلف گروہی فکروں کو چلے گئے تھے۔ آج کون سا ہندو ہے یا کون سا

Marfat.com

Even Bill Clinton knows Islam and he says, he read a lot about ہے؟ Chiristian Islam. تبت کا لامہ بھی اسلام کے بارے میں جانتا ہے، ہندو بھی جانتا ہے، Chirstian بھی جانتا ہے۔ اب مجھے بتایئے کہ اگر ایک شخص کے پاس علم و دانش پہنچ گئی۔ پہچان پہنچ گئی، تو کیوں وہ مسلمان نہیں ہوتے؟ اور آپ کیوں مسلمان ہیں؟ آیئے ذرا اندازہ لگائیں کہ ہم کیوں مسلمان ہیں؟ اور وہ کیوں مسلمان نہیں ہیں؟ اگر وہ تقلید کی وجہ سے ہندو ہیں تو ہم تقلید کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ Creditability تو دونوں کی ایک جیسی ہے۔ مگر خدا اس شخص کو کبھی محروم کرم نہیں رکھتا کہ جس نے اس دنیا میں غور و فکر کیا اور اللہ کی تلاش کی اور اللہ کی فکر کی، خواہ وہ ہندوؤں میں ''کے ایل گابا'' ہے یا Christians میں ڈاکٹر فاطمہ بارکر ہے، خواہ وہ تبت کا وہ لاما ہے کہ جو پچیس سال بعد لامائی کی عادت چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔ دنیا میں Religion کو اختیار کرنا Choice ہے۔ یہ تقلید نہیں ہے اور آپ جن لوگوں کو مسلمان یا ہندو یا کافر سمجھتے ہیں، یہ اپنے Pattern of thought کے اسیر ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنی عقل و شعور و معرفت کو استعمال نہیں کر رہے ہیں۔

سوال: کیا خواتین کا قبرستان جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پہلے جائز نہیں تھا---اصل میں وہ احتیاط جو آپ کرنا چاہتے ہیں اگر نہ کریں تو یہ آپ کا قصور ہو گا۔ یعنی ظاہر ہے کہ قبرستان میں عورتوں کا جانا ویسے میں Technically بھی کچھ کمزور ہی سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی وہم و وسوسہ کی شریک ہوتی ہیں کہ اگر ہمارے گھروں کی عورتیں فاتحہ پڑھنے جاتی ہیں تو واپس آ کر ایسی عجیب و غریب داستانیں اپنے خوف کی سناتی ہیں کہ میں تو انہیں یہی Advice کرتا ہوں کہ نہ ہی جایا کرو۔ اگر جایا کرو تو اپنے اپنے Responsible لوگوں کے ساتھ جایا کرو، مگر شرعاً اس کی ممانعت صرف اس لیے کی گئی کہ Gatherings کو منع کیا گیا۔ Individually تو کوئی قید نہیں ہے۔ اگر کوئی بیٹی اپنے باپ کی قبر پر جانا چاہے تو اس پر کوئی قید نہیں ہے۔ اجتماعات فسق و فجور کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایسی کثرت! اور ان حالات میں میں نے خود بھی دیکھا ہے---باوجود ولایت کو صحیح سمجھنے اور اللہ کے اولیاء کی انتہائی قدر و قیمت کرنے کے، بعض مزارات پر میں نے کچھ اس قسم کے نظارے ضرور دیکھے ہیں کہ کم از کم میں تو اپنی خواتین کو ان سے بچانا چاہوں گا۔ اگر کوئی اپنی عقیدت کو ان واقعات سے بالاتر سمجھے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ مثلاً میں نے لاہور میں عید میلاد کے کچھ جلوس دیکھے تو میرے دل سے دعا نکلی کہ اس سے بڑی توہینِ Prophet نہیں ہوسکتی۔ اللہ کرے یہ نہ ہی نکلا کریں تو بعض اوقات کسی آدمی کا نقطۂ نظر صحیح اور غلط نہیں ہوتا۔ Attitude اور Approach پر صحت کا نشان لگتا ہے۔ اگر آپ حرمت و عزت کے تصور رکھیں تو لاکھوں کے مجمعے بھی جائز ہیں اور اگر آپ اپنی جبلت اور بربریت کے لیے کوئی رستے ڈھونڈیں تو پھر مذہب بدترین رستہ ہے۔ اللہ اس سے سب کو بچائے......

سوال: لفظ مولانا کی وضاحت کریں، کیا اس میں شرک کا شائبہ ہے؟

جواب: صاحب! یہ Languages کے Differences ہیں۔ بہت سے وہ الفاظ جو شاید عربی میں کچھ اور معنی رکھتے ہوں۔ مولانا اپنے آقا و سردار کے معنوں میں ہوتا ہے۔ مولا، ولی اور مددگار کے معنی پر ہوتا ہے، مولانا کے General استعمال پر قطعاً کوئی قید نہیں ہے اور میرا خیال ہے، یہ صرف لفظی تغیرات ہیں جیسے ہم اللہ کے لیے لفظ خدا

Marfat.com

اور یزداں استعمال کرتے ہیں تو ہمارے معنی وہ ہوں گے مگر اگر لفظ مولانا سے ہماری مراد خدا و رسول نہیں ہے اور صرف General degree of respect ہے تو ایسے بہت سے لفظ ہیں جو خدا کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور General degree of respect کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں مگر ایسے بولتے ہوئے کوئی ان سے اللہ مراد نہیں لیتا۔ یہ آپ کی Language کے قصور ہیں۔ Language میں اگر اللہ کے لیے لفظ ''رؤف الرحیم'' ہے تو اللہ خود اپنے پیغمبر کے لیے بھی دو لفظ "رؤف الرحیم" استعمال کر رہا ہے تو وہ ہمیں اس قسم کی غلطیاں Permit کرتا ہے کہ Language سے مراد یہ نہیں ہے کہ ضرور ہی آپ ایک لفظ کو پکڑ کر بیٹھ جائیں کہ مولانا صرف اللہ کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، بندوں کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ مولانا ایک General Cadre کا لفظ ہے جو کسی کے لیے بھی اپنے General معنی میں استعمال ہو سکتا ہے۔

سوال: براہِ کرم علامہ صاحب کے اس شعر کے حوالے سے علم اور عمل کی وضاحت فرمائیے ؟

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جواب: میرا خیال ہے علامہ خود ایک Lathargic Nation میں پیدا ہوئے۔ باوجود عمل کی اتنی تلقین کرنے کے حضرت علامہ اقبال نے فرمایا:

دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

Actually اقبال قطعاً اس کا یہ عمل نہیں سمجھتا۔ اگر اس وقت کے بحران کو آپ دیکھیں تو آپ کو فلسفی کا کچھ احترام کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت کا مسلمانوں کا بحران علمی بحران تھا، تقلیدی بحران تھا اور اس وقت مسلمان چھوٹی چھوٹی روایات میں کھوئے ہوئے تھے۔

یہ امت روایات میں کھو گئی ہے

تو اس وقت بھی عمل سے مراد علامہ نے مسلمانوں کو عملی جد و جہد پر اکسایا ہے اور اقوامِ مغرب کو سمجھنے کے لیے علمی جد و جہد پر زور دیا ہے اور خود بھی انہوں نے انتہائی جدید علمی کاوش کی، پی ایچ ڈی کی۔ اس میں عمل کو ایک جستجو اور تحقیق کا عمل، ایک تجسس کا عمل کہتے ہیں جو مسلمان کو ہر حال میں جاری رکھنا چاہیے اور اس سے مراد صرف ڈنڑ بیٹھکیں نکالنا نہیں جو اقبال نکالا کرتے تھے۔

سوال: انسان کو مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو عذابِ قبر یا قبر کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! میں Expain کر چکا ہوں کہ انسان کا صرف جسم فنا ہوتا ہے اور باقی اس کی حرکات و سکنات، اعمال، اس کے جوارح اس مین موجود رہتے ہیں، جیسے قبر میں وہ عمل اس کے سامنے آئے گا کہ جو کچھ اس نے کیا، سوچا۔ ایک Compact film کی طرح اس کی پوری Personality اس Compact مظہر کے قابل ہو گی۔

Marfat.com

تو وہ ایک Psychic وجود کی طرح ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور قبر میں جب بار بار اس کے اعمال اس کے سامنے آئیں گے تو وہ ایک ایسی Symbolic علامات کی طرح آئیں گے جو اسے ڈرائیں گے، دھمکائیں گے، گھبرائیں گے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مقامات اس کے لیے کھول دیے جائیں گے اور وہ مقامات ہر وقت اس کی نظر میں ہوں گے اور وہ Psychic خوف اور پریشر اس کو Practical خوف سے بھی زیادہ ہوگا۔

سوال: اگر سائنسی نقطۂ نظر سے سوچیں تو موجودہ دور میں پاکستان میں کوئی بھی ڈھانچہ یعنی سیاسی، معاشرتی، مذہبی، غرضیکہ تمام ادارے صحیح نہیں چل رہے ہیں اس میں صرف چند مذہبی سکالرز کیا رول ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: میں تو سب سے پہلے یہی کہتا ہوں کہ شاید ہم میں As a nation قومی شعور نہیں ہے، دیکھیے! اتنا بڑا Constitution ٹوٹتا ہے تو امتِ مسلمہ میں کوئی بھی طبقہ اور کوئی بھی فرد قطع نظر اس کے کہ لوگ اچھے آئے ہیں یا برے آئے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ جس نظام کے لیے ہم جدوجہد کرتے ہیں۔ اس نظام سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ ہم اتنی محنت اور تجسس کے بعد ایک چھوٹا سا نظام بناتے ہیں اور ہمارا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر دس سال بعد وہ نظام ٹوٹ جاتا ہے خواہ جمہوری ہو یا آرمی ہو، ہم آج تک یہ فیصلہ ہی نہیں کر پائے ہیں۔ میں اس کو کیا کہوں۔ یہ قومی شعور کی کمی ہے بلکہ یہ بھی علمی شعور کی کمی کی وجہ سے ہے کہ ہماری Committment کسی علمی نتیجے سے نہیں ہے۔ ہم صرف چند مقاصد کی خاطر اپنے System develop کرتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ پورے معاشرے میں اس Committment کی وجہ سے کہ ہم آئین کے پابند تھے۔ کسی نے استعفیٰ نہیں دیا۔ اس کو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

اسلام مشرق و مغرب کے تناظر میں

اعوذ باللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

مسلسل غور و فکر کے بعد بھی میں آپ سے بعجز و انکسار نہیں بلکہ بہ حقیقت یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ انسان کبھی اپنے قد و قامت سے آگے نہیں بڑھتا اور جو انسان بھی قد و قامت سے آگے بڑھنا چاہتا ہے وہ اپنی عزت و حرمت کے لیے یا اپنی شناسائی قدر کے لیے کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی رائے اور خیال کا محتاج ہو جاتا ہے اور قرآنِ حکیم میں پروردگار ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اے لوگو! تم عزت طلب کرنے کہاں جاتے ہو۔ اے لوگو! تم اپنی ستائش کے لیے کہاں کہاں نہیں مارے پھرتے۔ اگر تمہیں شعور ہو، اگر تم جانتے ہو:

"فان العزة للہ جمیعا" (النساء:١٣٩)

(پس تمام عزت اللہ کے لیے ہے۔)

میرا خیال یہ ہے کہ امتِ مسلمہ پر ایک ایسا اداس وقت ہے، ایک ایسا بوجھ ہمارے ذہنوں پر مسلط ہے۔ ہم غم و غصہ کے اس قدر مارے ہوئے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ہمارے دل اپنی شکست و ریخت کے صدمہ سے پھٹ جائیں گے اور ہم بحیثیت ایک امتِ مسلمہ کے، ایک قوم کے، شاید اِن طاقتور اور طاغوتی قوتوں کے سایے میں پس کے رہ جائیں گے۔ مگر مستقبل کی ایک بات میں آپ کو بتاتا چلوں۔ جتنا میرا محدود علم ہے، اور جتنی میری محدود شناخت ہے پروردگارِ عالم کے بارے میں۔ امتِ مسلمہ کا مستقبل انتہائی روشن ہے اور باوجود اس کے کہ ہم ایک صدی سے رنج و کرب اور اِبتلاء کی صورتیں دیکھ رہے ہیں، مگر حکمتِ الٰہیہ میں بعض حادثات ایسے ہوتے ہیں جو شائد ہمارے اس سوئے ہوئے ضمیر کو جگاتے ہیں، ہماری اُس بھولی ہوئی منزل کو ہمیں یاد کراتے ہیں۔ ہم بحیثیتِ مسلمان اپنے اُن اصولِ محبت کو بھول گئے، خدا کو بھول گئے اپنے رسول ﷺ کو بھول گئے۔ اور آج میں آپ کو ایک بات یاد کرانا چاہتا ہوں۔ میں یہ بات اپنے اُن انتہائی مذہبی دوستوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں، وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ شائد ایک Pattern یا ایک انداز ہی مذہب ہوتا ہے۔ ہم لوگ شائد طالبان کے اس مذہب کے قائل نہ تھے۔ میں اب بھی قائل نہیں ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اسلام اس سے کہیں بلند

Marfat.com

وبالا و برتر ہے جو ایک محدود تصور ہمیں ایک چھوٹا سا ہمارا مسلمان گروہ دے رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود جب ہمیں اس گروہ کا سامنا کسی ایسے بڑے ظالم و جابر گروہ سے کرنا پڑے جو صرف طاغوتی قوتوں کے بل پر امتِ مسلمہ کے ایک انتہائی کمزور حصے کو مسمار کرنا چاہتا ہے تو میرا دل بھی اسی طرح خون کے آنسو بہاتا ہے جیسے کوئی فلسطینی اور جیسے کوئی سعودی عرب کا رہنے والا۔

یہ سیلاب وفا، یہ امتِ محمد ﷺ آگے بڑھتے ہوئے بالآخر کامیاب و کامران ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کہ سکتا کہ اُس وقت ہم میں سے کتنے بچیں گے، یہ میں نہیں کہ سکتا کہ وہ جو ایک شکست و ریخت کا بہت بڑا طوفان آنے والا ہے اس میں کتنے انسان اس صفحہ ارضی پر بچیں گے مگر جن کو اسلام سے تعلق ہے اور جو مسلمان ہیں ان کے لیے آقا و رسول ﷺ کی یہ مصدقہ خبر ہے اور اس خبر میں قطعاً کسی قسم کی کوئی بدگمانی شامل نہیں ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز بہت جلد امتِ حاضرہ کے لوگ ولائت کبریٰ کے نشان دیکھیں گے اور نہ صرف ولائتِ کبریٰ کے نشان دیکھیں گے بلکہ ورودِ مسعودِ حضرتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دیکھیں گے۔ اتنی بڑی خوشخبریوں کے ہوتے ہوئے مسلمان کیوں اداس ہو، کیوں پژمردہ ہو، کیوں اپنے آپ کو شکست خوردہ محسوس کرے۔ مگر وقت یہ ہے کہ ہم اپنا احتساب آپ کریں اور جذباتی نوعیت کے تمام مسائل کو عقل و معرفت سے حل کرنا سیکھیں۔

اسلام مشرق و مغرب کے تناظر میں دونوں طرف سے اپنی مطلوبہ حمایت نہیں رکھتا نہ اہلِ مغرب اس کی مطلوبہ مخالفت کر رہے ہیں اور نہ اہلِ مشرق اس کی مطلوبہ حمائت کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مسلمان نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی بلکہ ہمیشہ اسلام نے مسلمانوں کی خدمت کی ہے۔ اور سچ ہے کہ مسلمان ہمیشہ گریزاں رہا پانچ وقت کی نماز کی پابندی سے، گریزاں رہا اپنے بخل کی وجہ سے زکوٰۃ و صدقات کی پابندی سے، گریزاں رہا خدا کے احکامات سے، ان پر دوسرے احکامات کو ترجیح دیتا رہا اور وہ ملک جو لاالٰہ الا اللہ کے نام پر لیا گیا تھا اس میں کبھی رومن Law کی حکومت رہی کبھی British Law کی حکومت رہی اور کبھی عہدِ حاضرہ کے بدترین قوانین کی سرکردگی رہی۔ اس میں شریعت ہمیشہ ایک منتظر اداس کیفیت کی حامل رہی کہ کبھی تو وہ وقت ہوگا کہ مسلمان اپنے قانون کی حمایت کو پلٹیں گے مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

میں نے عصرِ حاضر میں ایک بڑی عجیب بات محسوس کی کہ ہمارا حکمران ہمیشہ ایک غیر عادلانہ نظام کا حامی رہا، ہمیشہ کافرانہ اور سیکولر اور لا اسلام اور لامذہب نظام کا قائل رہا مگر ہمارا سائنسدان ہمیشہ مذہبی رہا۔ ہمارے سائنسدانوں نے انائے علمیہ سے کام لے کر بہت کم وقتوں میں ہمیں ایک ایسی معزز و معتبر قوم بنا دیا کہ جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک امریکن نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کیا وقت ہے؟ کیا تم لوگ کر رہے ہو، نہ پہننے کو کپڑے، نہ کھانے کو روٹی ہے۔ مانگ مانگ کر تم نے پوری اقوامِ مغرب کا منہ پھیر دیا ہے اور تم یہ کس چیز پر ناز کر کے ایٹم بم بنا رہے ہو؟ تو میں نے اس سے کہا کہ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں جتنے اللہ نے تمہیں عنائت فرمائے ہیں۔ تمہارے پاس ساری دنیا کے 13 فیصد وسائل ہیں ہمارے پاس اعشاریہ تیرہ بھی نہیں ہیں۔ ہم تعمیر میں، Sky Scrapers میں، تمہارے بلند و بالا Complexes میں شائد تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں مگر بہت جلد ہم تباہی میں تمہارے مقابل ہو جائیں گے۔ یہ سن کر اس بیچارے کا رنگ ہی فق ہو گیا۔ اس نے کہا کہ تم Diabolical Nation ہو، میں نے اس سے کہا کہ ہم Diabolical Nation نہیں ہیں

بلکہ ہمیں اس زندگی سے اتنا اُنس اور اتنی محبت نہیں جتنا تم اس دنیا کو چاہتے ہو۔تم تو یہ کہتے ہو کہ تم نے صرف ایک بار جینا ہے اور ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ:

"وماالحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور"(ال عمران:۱۸۵)

(دنیا کی زندگی تو دھوکے کا مال ہے۔)

"انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو"(محمد:۳۶)

(دنیا کی زندگی تو بس کھیل کود ہے۔)

"متاع الدنیا قلیل"(النساء:۷۷)

(دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔)

ہمیں کہا گیا ہے کہ دنیا تمام تر سراب ہے، دھوکا ہے،فریب ہے۔اس میں الجھنا نہیں ہے۔یہ غلط نہیں ہے مگر اس کے اندر سے یا اس کی توجہات اگر تمہیں اپنے مسلک سے بھٹکا دیں گی تو یہ سرابِ نظر اور فریب ہے۔اگر یہی دنیا آپ کو وہ تعلیم، وہ تلقین اور وہ ہدایات مہیا کرے کہ جس کی مدد سے تم اپنے لیے، اپنے معاشرے کے لیے باعثِ رحمت ہو جاؤ، خدا کا Symbol ہو جاؤ تو یہی دنیا تمہارے لیے باعثِ رحمت ہو جائے گی۔حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ نے اس دنیا کو تخلیق کیا تو جبرائیلؑ سے کہا کہ جاؤ ذرا میری جنت کو دیکھ کر آؤ اور اپنے تاثرات پیش کرو۔تو جبرائیلِ امین گئے،لوٹ کر آئے اور عرض کیا کہ اے پروردگارِ عالم ایسا تو کوئی شخص اس زمین پر نہ ہوگا جو تیری اس جنت کی آرزو نہ کرے گا۔میں تو ایسا کوئی شخص نہیں سمجھتا کہ جو اس جنت کے لیے بے چین و بے قرار نہ ہو اور اس کے لیے جدوجہد نہ کرے۔تو اللہ نے کہا کہ میں نے ایک اور جگہ بھی بنائی ہے۔اب تو میری دوزخ دیکھ کر آ۔تو جبرائیلؑ دوزخ کا معائنہ کرنے گئے اور لرزتے کانپتے ہوئے واپس آئے اور کہا، اے پروردگارِ عالم! اتنی مکروہ اور ہلاکت خیز جگہ کی کون آرزو کرے گا۔تو پروردگارِ عالم نے کہا، اے جبرائیل ذرا دوبارہ جنت کو دیکھ۔تو اللہ نے جنت کو تمام مکروہات سے ڈھانپ دیا تھا۔جبرائیلؑ نے جب یہ منظر دیکھا، وہ مشقتیں دیکھیں، وہ مصائب دیکھے، وہ محرومیاں دیکھیں جن کے بعد انسان کو جنت ملنی تھی تو عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ کیا ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی جنت میں جائے گا؟ پھر پروردگارِ عالم نے کہا کہ اب میری دوزخ پہ نظر مار کے آ۔تو جب اس کو دیکھا تو اتنی خوبصورت چیزوں سے اللہ نے اس کو ڈھانپا ہوا تھا، اتنے لطائف، اتنی خوبصورتیوں، آسائشوں اور اتنے حسن و جمال میں وہ لپٹی ہوئی تھی کہ واپس آئے تو عرض کیا کہ اے اللہ اگر تو نہ چاہے تو کوئی ایسا نہیں کہ جو دوزخ سے بچے گا۔

تو حضراتِ گرامی یہ دنیا سراب ہے اور اس سراب کی تلاش میں ہم بہت آگے نکل گئے ہیں۔یہ اسلام کا قصور نہیں ہے۔میں قسم اٹھا کے کہہ سکتا ہوں کہ ہم مسلمان ضرور ہیں مگر ہمیں اسلام پر اعتبار نہیں ہے۔یہ مشرق کا المیہ ہے کہ ایک جذباتی رو میں، ایک جذباتی تعلق میں، ایک جذباتی محبت جو ہمیں اپنے ورثے میں ملی ہے، اس کے تو ہم ضرور قائل ہیں مگر اگر کہیں اسلام کے بارے میں کسی ذاتی، اندرونی جدوجہد کا مسئلہ پیدا ہو جائے، جہاں اسلام کا کسی دنیاوی چیز سے پیچ پڑ جائے تو بیچارہ اسلام غریب الوطن ہو جاتا ہے اور ہم وہ کرتے ہیں جو ہماری مرضی ہوتی ہے اور ہم وہ کرتے ہیں جو یہ دنیا

چاہتی ہے۔

ایک انگریز نے کہا تھا:

Where there is oil, there is muslim and where there is muslim, there is oil.

اس سے بڑی بدقسمتی ہماری اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک مغربی مفکر کے بقول جہاں جہاں مسلمان ہے وہاں وہاں تیل ہے اور جہاں جہاں تیل ہے وہاں وہاں مسلمان ہے۔ مگر اتنی بے شمار و بے پناہ دولت ہونے کے باوجود ذرا اس کے استعمال پر تو نظر ڈالیں۔ اس سے بہت کم وسائل والے ممالک جن کے پاس نہ آئل تھا نہ ان کے پاس سبزیاں اگتی تھیں، ان کے ملک میں کوئی خام دھات نہیں تھی جیسے جاپان، کہ دیکھتے دیکھتے ہی وہ دنیا کی اکانومی کی سپر پاور ہوگیا۔ اتنی محنت اور اتنی عزت سے وہ روپیہ کماتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہم جو ہر وقت کے کاسہ لیس ہیں، ہمیں اپنے وجود سے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ غالب کا ایک بڑا مناسب شعر میں آپ کی نذر کر رہا ہوں اور ہمارا بھی اِس وقت وہی حال ہے جو غالب کے اس شعر میں ہے کہ:

ڈھانپے کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی

میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

اور یہ یقینی بات ہے کہ ہماری لاشوں کو کفن بھی قرضوں کے پڑے ہیں۔ کتنے افغان ہمارے ملک میں آئے، پریشان حال، دردمند، نہ وہ اُس طرف کے نہ اِس طرف کے۔ مگر ہمارے کسی شخص نے مواخات قائم کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ وہ مواخات جس کی ابتداء محمد رسول اللہ ﷺ نے کی۔ وہ جو قریش اور انصار کے درمیان قائم ہوئی۔ ہم پندرہ کروڑ ہیں، کتنے مہاجرین آجائیں گے؟ چالیس لاکھ، پچاس لاکھ اور اگر ان کو صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ ایک ایک صاحبِ مال وزر کچھ عرصے کے لیے ایک ایک افغان فیملی کی کفالت کرے، جیسے انصار نے کی۔ کیا آپ کے مذہب میں پہلے ایسا کوئی ہنگامہ نہ تھا، مگر ہم تو ایسے انصار ہیں کہ مہاجرین کے عوض بھی مال بٹورنے کے چکر میں ہیں۔ ہم تو اپنے بھائیوں کو بیچ کر اپنی گزر اوقات درست کرنے کے چکر میں ہیں۔ کتنی دوری ہے اس آئیڈیل سے جو پندرہ سو برس پہلے تھا اور کتنے نزدیک ہیں ہم اُس بحران سے جو ہمیں ذلت، غربت اور شکست و ریخت دے سکتے ہیں۔

مغرب کا ایک اعتراض ہے، بڑا معتبر اور بڑا صحیح اعتراض ہے۔ اگر آج آپ سے کہا جائے کہ پندرہ سو برس پہلے کی سواریوں کو آج کے زمانے میں لے کر آئیں، پندرہ سو برس پہلے کی طرزِ تعمیر لے کر آئیں، پندرہ سو برس پہلے کی طریقِ خوراک لے کر آئیں یا پندرہ سو برس پہلے کے اونٹ اور گھوڑے لے کر آئیں اور ان کو آج کے Sky Scrappers کے درمیان جگہ دے دیں یا ان کو آج کی جدید سواریوں کی جگہ استعمال کرنا شروع کر دیں تو صرف جگ ہنسائی ہوگی۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ وہ ماحول اِس ماحول میں اب Adjust نہیں ہوسکتا۔ تو مغرب کے فلاسفر یہ کہتے ہیں کہ اگر Practically کوئی چیز اُس وقت کی اِس وقت میں Adjust نہیں ہوسکتی تو پندرہ سو برس پہلے کا اسلام اب کیسے Adjust ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

اعتراض تو بڑا معقول ہے۔سب سے بڑا اعتراض جو مغرب اسلام پر کرتا ہے وہ زمانی و مکانی بعد کا ہے کہ زمان و مکان کا اتنا بڑا Distance ہے، وہ Cover نہیں ہو سکتا، وہ مناسب نہیں ہے۔مگر ایک بات وہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ باقی ساری چیزیں انسان کی ہیں۔گھوڑا انسان استعمال کرتا ہے۔مگر جو نظام قرآن میں موجود ہے وہ کسی انسان کا نہیں ہے، وہ ربُّ العزت، پروردگار عالم اللہ کا ہے۔اس اللہ کا جس نے قرآن میں یہ بات لکھی کہ ہم نے قرآن کی ایک ایک آیت کو ہر ماحول اور ہر صدی کے تناظر سے جانچا اور پرکھا ہے اور قیامت تک تمہیں اس قرآن کا ہر بیان، ہر مفہوم ویسے ہی درست لگے گا جیسے آج لگ رہا ہے۔

مغرب کے اس اعتراض کے جواب میں ذرا ایک دو آیات چیک کر کے دیکھتے ہیں، وہ آیات جن کا براہِ راست تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق آج کی سائنسی دنیا سے ہے، وہ آیات جن کو اگر آپ پڑھیں تو ان میں سے آپ نہ نماز نکال سکتے ہیں نہ روزہ نکال سکتے ہیں، کوئی شے بھی نہیں نکال سکتے، وہ صرف سائنسی دنیا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پروردگارِ عالم فرماتے ہیں کہ تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں:

"وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب" (النمل: ۸۸)

(اور تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں اور یہ تو سحاب ابر کی طرح چلتے ہیں۔)

یہ کوئی نماز کا حکم نہیں ہے، یہ روزے کا حکم نہیں ہے، یہ خیرات وصدقات کا حکم نہیں ہے مگر اللہ خبر یہ دیتا ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں مگر یہ کھڑے نہیں ہیں۔بھئی یہ تو اڑتے ہوئے سرمئی بادلوں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ اب آپ سائنسدانوں سے پوچھیں کہ کیا پندرہ سو برس پہلے کی یہ آیت جو بغیر کسی لیب کے، بغیر کسی ریسرچ کے اور بغیر کسی سائنٹفک توجیح کے جب آپ کو دی گئی ہے تو آپ اس کا مطلب کیا لیتے ہو تو وہ آپ کے عالم سے بہتر آپ کو بتائے گا کہ پہاڑ اس دنیا کے ساتھ 44 ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے اڑ رہے ہیں اور اگر زمین رک جائے تو پہاڑ پھر بھی اڑتے رہیں گے اور یہ اس دن ہوگا جس دن قیامت آئے گی زمین کو روکا جائے گا اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح زمین کی سطحوں پر اڑتے رہیں گے۔سائنسدانوں کو پوچھئے کہ کیا آپ کو قرآن پرانا لگتا ہے؟ کہ پندرہ سو برس پہلے جبکہ وائسن بھی نہیں تھا، آئن سٹائن بھی نہیں تھا، Theory of Expansion نہیں تھیں، کوئی Big Bang نہیں تھا تو اس وقت قرآن یہ کہہ رہا تھا:

"اولم یرالذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما" (الانبیاء: ۳۰)

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا جنہوں نے انکار کیا کہ زمین و آسمان پہلے ایک تھے پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر الگ الگ کر دیا۔)

اور اس کا مخاطب اس وقت کا عرب نہیں تھا۔اس کا مخاطب آج کا مسلمان تھا، آج کا یورپ تھا۔اس وقت کیا پتہ تھا کہ Origin of earth کیا ہے؟ مگر خدا اس آیت میں آفرینشِ کائنات دے رہا ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کی وضاحت کہاں سے آئی۔اس آیت کی تفسیرِ جلالین وضاحت نہیں کرتی، اس آیت کی صاحبزادہ محمود آلوسی زادہ وضاحت نہیں کرتے ہیں اور اس آیت کی تفسیر ابنِ کثیر وضاحت نہیں کرتی۔اس آیت کی Hopkins وضاحت کرتا

Marfat.com

ہے۔ اس آیت کو آئن سٹائن Explain کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ مغرب تصورِ مذہب سے نہیں بلکہ تصورِ تحقیق سے آغاز کرتا ہے۔

جب اللہ کا کام تقسیم ہو گیا، تحقیق و جستجو تقسیم ہو گئی، وہ اللہ جو اپنے بندوں کے بارے میں یہ گمان رکھتا تھا، اپنے محمد ﷺ کی امت کے بارے میں یہ گمان رکھتا تھا کہ:

"الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم" (ال عمران:۱۹۱)

کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل یہ مسلمان مجھے یاد کریں گے۔ یاد کرتے رہیں گے۔ ہر زبان پر اللہ کا نام ہوگا مگر ساتھ ساتھ زمین و آسمان پر غور و فکر جاری رہے گا۔ یہ ہر چیز کو آیتِ الٰہی سمجھیں گے۔ یہ ہر جستجو کو جستجوئے خداوند سمجھیں گے۔ یہ ہر چیز کا رستہ اپنے اللہ کی طرف جاتا ہوا محسوس کریں گے۔ ان کو زمین پر ایک معمولی سی شہد کی مکھی میں بھی اللہ نظر آئے گا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ گوبر اور گھاس کھانے والے کے پیٹ میں سے کیا بے داغ دودھ نکلتا ہے تو یہ اپنے اللہ کی تعریف کریں گے۔ بدقسمتی سے تحقیق و جستجو کی یہ امانتیں ہم سے چھن گئیں کہ وہ مسلمان جو صرف علم کے لیے پیدا ہوا تھا، وہ علم جو اسے خدا کا رستہ دکھاتا تھا، وہ محض تقلید میں چلا گیا، وہ محض ایک مکتبے کی نظر ہو گیا۔ مکتب کون سا تھا اسلام میں؟ بڑی خوبصورت بات اقبال نے کہی There is no church in Islam اسلام میں تو چرچ تھا ہی نہیں۔ اسلام میں کوئی آرگنائزیشن نہیں تھی۔ اسلام میں، میں اور آپ سب ایک تھے۔ مجھے کوئی اچھی بات پتہ تھی تو میں کسی گروہ میں نہیں، کسی کلاس میں نہیں، اپنے آپ کو بہتر سمجھ کے نہیں، معزز تر سمجھ کے نہیں بلکہ میں تو اپنی مروتِ مذہب میں آپ کو سکھانے کا پابند تھا۔

مروت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

میرا آپ کو علم سکھانا یا میرا آپ کو تعلیم دینا میرا احسان نہ تھا بلکہ اسی مذہب کے حوالے سے یہ میرا ایک عالمگیر فرض تھا کہ میں ایک کم علم بھائی کو ایک اچھا مشورہ دوں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ارشاد فرمایا کہ مروت یہ ہے کہ جب تو اپنے اندر کوئی خطا نہ دیکھے تو خدا کا شکر ادا کر کہ اللہ نے تجھے اس خطا سے بچایا ہوا ہے اور جب اس خطا کو کسی اور مسلمان بھائی میں دیکھے تو اس کے لیے دعا کر کہ اے پروردگارِ عالم اس کو بھی اس خطا سے نجات دے۔ یہ مروت کی تعریف ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمائی۔

ابھی قرآن کی حقانیت کی آپ کو ایک عجیب و غریب بات بتاؤں کہ جب ہُد ہُد ملکہ سباء کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا، میں نے ایک قوم کو دیکھا ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تو وہ تہذیب غرق ہو چکی تھی۔ اس کے آثارِ باقیات بھی قائم نہیں تھے۔ پھر وقت گزرتا گیا اور سبائین کا علاقہ تو لوگوں کو یاد رہا لیکن سبائین بھول گئے۔ جو اس میں رہتے تھے بھول گئے اور سیلِ عرم لوگوں کو یاد رہ گیا۔ کیونکہ اتنی بڑی تباہی و بربادی کے بعد اگر کوئی بچتا تو کسی کو یاد دلاتا۔ اللہ کے جب عذاب آتے ہیں اور اس کی آفات آتی ہیں تو وہ ہاتھیوں کو ابابیلوں سے مرواتا ہے۔ اور دیکھئے کہ جب پہلی مرتبہ سبائین کی کھدائی شروع ہوئی تو جو سب سے پہلا ستون نکلا اس پہ سورج تھا اور اس کے سامنے جو تصویریں بنی ہوئی تھیں وہ اس کی پرستش کی بنی ہوئی تھیں، یہ کمال ہے۔

Marfat.com

یہ آپ کا عجز ہے کہ آپ قرآن کو غیریت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کو اللہ کا کلام سمجھیں تو جز دانوں میں کیوں لپیٹیں؟ دیکھیں کتنے لوگ پریشان ہوتے ہیں یہ جاننے کے لیے کہ خدا ہے کہ نہیں، خدا کو کہاں سے ڈھونڈیں۔ مغرب کا Logical Positivist کہتا ہے، جس کا سراغ ہی کوئی نہیں ہے، ڈیٹا ہی کوئی نہیں ہے اس کو ہم کیسے مانیں؟ Anthropologist کہتا ہے یہ کیا آپ نے خدا خدا لگا رکھی ہے، ضرورتِ انسان ہے جب نہیں ہوگا ہم گھڑ لیں گے۔ کیا مسلمان کو بھی اس غیریت سے آشنائی ہے، کیا قرآن کو پڑھتے ہوئے آپ نے کبھی غور سے دیکھا کہ جس خدا کے بارے میں ساری دنیا پریشان ہے، جس کا کسی کو کوئی سراغ نہیں ملتا، جس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ انسانی بصارت میں نہیں آسکتا، وہ اللہ جو بے پناہ اور وسیع الکائنات ہے۔

وہ اللہ جو (ہمہ قوت) Omni Potent, (ہمہ نگہ) Omni Scient, (ہمہ موجود) Omni Present ہے، وہ اللہ جس کی اتنی بڑی کائنات ہے کہ جس کائنات کی پہلی دہلیز تک ابھی انسانی عقل کے قدم نہیں پہنچے۔ اس عظیم المرتبت اللہ کے اپنے لفظ ہمارے پاس ہیں۔ 6666 آیات پر محیط یہ کتاب، جس کا ایک ایک لفظ یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا لفظ ہوں۔ آپ ذہین ہو، آپ دانشور ہو، آپ مفکر ہو تو آپ قرآن کا ایک چیلنج قبول کرلو۔

"الم o ذلک الکتب لا ریب فیه"

(یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔)

اگر آپ کو شک ہے تو آؤ آگے بڑھو، خدا نے منع تو نہیں کیا ہوا۔ جب خود اس نے آپ کو تجسس بخشا ہے، جب خود اس نے آپ کو ذہن بخشا ہے، عقل بخشی ہے اور عقل کا مقصد صرف ایک بتایا ہے کہ:

"انا هدینه السبیل اما شاکرا و اما کفوراً"

(بے شک میں نے اسے ہدایت دی کہ چاہے تو مانو چاہے تو میرا انکار کردو۔)

تو میرا حق ہے کہ اسے ماننے سے پہلے یا اس کا انکار کرنے سے پہلے جو صلاحیت اس نے مجھے دی ہے، میں اسے پوری طرح استعمال کر کے اپنے نتائج کو Confirm کروں۔ میں کہ سکتا ہوں کہ اے میرے ربِ کریم رب تو تجھے میں بعد میں مانوں گا، مجھے تو تجھے تسلیم کرنے سے عار آرہی ہے اور تو کہتا ہے کہ نماز و روزہ کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ میری کتاب قرآن تیرے سامنے ہے، یہ میرے لفظ ہیں، میرا ڈیٹا ہے اگر تمہیں شک ہے تو اس کتاب میں کوئی غلط بات نکال کر دکھادو۔ میں نے تو بڑی سائنٹفک باتیں کی ہیں، خالی عبادت کی باتیں نہیں کیں۔ اس میں زمین کی تخلیق بیان کی ہے۔ میں نے تو حیات کا Origin بتایا ہے، میں نے تو معاشرت کی ابتداء کی ہے، میں نے تو بتایا ہے کہ انسان پہلے کیسا تھا اور آج کیسا ہے؟ اس میں تاریخ ہے، اس میں Anthropology ہے۔ اس میں سائیکالوجی ہے۔ اس میں پیرا سائیکالوجی ہے۔ تم ایسا کرو ایک نتیجہ غلط کردو۔ صرف ایک نتیجہ۔ کہ تین ہزار سال سے جتنی تمہاری مرتب تاریخ ہے Greeks سے لے کر آج تک، مشرق و مغرب کے تناظر سے اگر تمہیں کوئی شبہ ہے کہ تم خدا سے آگے بڑھ گئے ہو، تمہاری دانش میں اضافہ ہوگیا ہے اور تم اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہو کہ یہ پرانا ہے، فرسودہ ہے تو تم کوئی ایک بات ایسی نکال دو جس میں قرآن تمہارے جدید ترین عصر پہ پورا اترتا ہوا نظر نہ آتا ہو۔

انسان تو پہلے بھی وہی تھا۔ اگر Sparta (سپارٹا)، Homosexuality کی وجہ سے تباہ ہوا اور Greeks کی سوسائٹی اس لیے تباہ ہوئی کہ وہ امرد پرستی کے قائل تھے اور وہیں سے ان کی دوسری قسم گناہ کی عورتوں میں بھی شروع ہوئی۔ اگر قومِ لوط اس لیے تباہ ہوئی تو آج کا انسان کوئی جدا تو نہیں ہے۔ کیا آج کے انسان نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ حیاتیاتی طریقِ کار جدا کر لیے ہیں۔ کیا آج کا انسان بھی اُسی مرض کو قانون بنانے کا عہد نہیں کر بیٹھا؟ کیا مشرق و مغرب میں یہ المناک حادثے نہیں ہو رہے؟ ملاحظہ فرمائیے اُس مسخرے ٹونی بلیئر نے کہا کہ ہم Civilized لوگوں پر Barbarians کا حملہ ہو گیا۔ بھئی Civilized ہونے کا مطلب کیا یہ ہے کہ تم اغلام بازی عام کر دو؟ اُس کے قانون بنالو، Lesbianism عام کر دو۔ تم امرد پرستوں اور ہم جنسوں کو آپس میں جائیداد کے حقوق دینے کے Attitude کو Civilized کہتے ہو۔ مگر شاید اُس کی تاریخ بہت کمزور ہے۔ غور فرمائیے کہ دورِ جاہلیت عرب میں کب گزرا؟ پندرہ سو برس پہلے۔ اور دورِ جاہلیت مغرب میں کب گزرا؟ تین سو برس پہلے۔ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی کو Dark ages of Europe کہتے ہیں۔

آج ہمارے عالم تو پھر بھی اچھے ہیں، چاہے کتنے ہی اَن پڑھ ہوں، لیکن ضدی ضرور ہیں اپنی تعلیم سے کبھی کبھی غلط فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ میں تو آج کے معلم کا صرف ایک قصور سمجھتا ہوں کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر علم دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر میں پانچویں جماعت تک کا ہی استاد ہوں تو اصولاً مجھے میٹرک والے کو بہکانا نہیں چاہیے۔ اور میرا جہاں تک علم کام کرتا ہے اور جہاں تک میری دانش کام کرتی ہے مجھے ایمانداری سے یہ کہنا چاہیے کہ میں دورِ جدید کے Instrument of Intellect کو نہیں جانتا اور جو آج کل عقلیت کے معیار ہیں، میں ان کو نہیں جانتا۔ مگر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ آج کے دورِ عقلیت کے انسٹرومنٹ سے کوئی اور مسلمان واقف نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی نہیں جانتا تو امتِ مسلمہ ایسی بھی کند ذہن اور نااہل نہیں کہ وہ دورِ جدید کی اعلیٰ ترین تحقیقات کو سمجھ نہ سکے۔ مسلمان ذہن اتنا گھٹیا نہیں ہے کہ وہ کو آنٹم کو نہ سمجھ سکے یا Relativity کو نہ سمجھ سکے۔ وہ اعلیٰ ترین علمی تجسس اور اعلیٰ ترین فکری روش کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف دس سال کے مختصر عرصے میں انہوں نے آپ کو اعلیٰ ترین سائنسی تحقیقی معیار تک پہنچا دیا ہے۔ جبکہ ہمارے دینی عالموں نے اپنے آپ کو اس معیار تک نہیں پہنچایا۔ قرآن کا اپنا ایک معیار ہے۔ آپ ایم ایس سی کی کتاب پانچویں جماعت کے ایک طالب علم کو نہیں پڑھا سکتے۔ ایک معیار چاہیے، ایک تدبر چاہیے، ایک عقل و فراست چاہیے، ایک درجہ چاہیے اس کے فہم کے لیے۔ اگر آپ اعلیٰ ترین فلسفۂ خیال کو سمجھنا چاہتے ہیں، اگر آپ اعلیٰ ترین Pattern of thoughts قرآن میں دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی علمی وجاہتوں میں اضافہ کرنا ہوگا۔ آپ کو اپنی تحقیق و جستجو میں اضافہ کرنا پڑے گا۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ قدیم خانقاہوں اور مدرسوں سے منسلک رہ کر کوئی اس اعلیٰ ترین معیار تک پہنچ سکے۔ آپ کو جاننا ہے کہ علمِ حیاتیات کیا ہے، آپ کو جاننا ہے کہ علمِ ہیئت کیا کہتا ہے اور وہ نہیں جو ہمارے پرانے زمانے کے علماء کہتے تھے۔ تفسیرِ رازی نہیں چلے گی، بوعلی سینا اب نہیں چلے گا، اب آپ کو اسی عصر کے جدید ترین تقاضائے علمیہ کو پورا کرنا پڑے گا۔

ابنِ عباس سے جب پوچھا گیا کہ یا حضرت! آج تو آپ زندہ ہیں اور لازوال علم کے مالک ہیں مگر کل آنے والی نسلیں کیا کریں گی۔ اس وقت تو آپ نہیں ہوں گے تو لوگ کہاں سے علم حاصل کریں گے، کہاں سے تاویلاتِ قرآن

سکیں گے آپ کو تو رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے، مگر جب آپ نہیں ہوں گے تو کل کیا ہوگا۔ فرمایا:

"القران یفسرہ الزمان"

(ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرے گا۔)

سورہ حدید کی جب آیات حضرت زین العابدین کے سامنے پیش ہوئیں اور کہا گیا کہ امامِ زمانہ ان کی تفسیر آپ ہمیں بتاؤ:

''کہ خدا جانتا ہے کہ زمین کی تہوں میں کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس چیز نے اگنا ہے اور کس نے نہیں اگنا اور وہ جانتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان میں ہے اور وہ جانتا ہے جو بالائے کائنات میں ہے۔''

آپ نے فرمایا کہ یہ آیات تیرے لیے نہیں ہیں ان کی تفسیر تجھے نہیں سمجھ آئے گی۔ کہ یہ آیات آخر زمانہ میں جو تقویٰ والے لوگ ہوں گے، جو خدا پہ غور کریں گے اور علم حاصل کریں گے، ان کو سمجھ آئیں گی۔ جو Skylab کو آسمانوں پہ چلتا ہوا دیکھیں گے اور جو انتہائی Sophisticated ذرائع ابلاغ جان لیں گے اور جن کو معلوم ہوگا کہ ایسے ایسے جاسوسی کے آلات ہیں جو زمینِ افغانستان کی تہوں کے نیچے بنکرز میں چھپے ہوئے آلات دیکھ لیتے ہیں۔ پھر آج کے زمانے کو خوب سمجھ آئے گا کہ اگر ایک معمولی سی قوتِ جابرانہ زمین پر یہ اقتدارِ حاضرہ حاصل کر سکتی ہے کہ وہ زمین کی تہوں کو چیر کر ان میں چھپی ہوئی چیزوں کا سراغ لگا سکتی ہے تو اللہ عزّ و جل، بزرگ و برتر، جو مالک کائنات، مالک بحر و بر ہے، اس سمیع و بصیر کی قوتیں کتنی تیز تر ہوں گی، کتنا تیز تر ہوگا وہ نظام جس کو مشین کی ضرورت نہیں ہے، جس کو ادوا کس کی ضرورت نہیں ہے اور جس کو کسی سیٹلائٹ کی ضرورت نہیں ہے اور بالائے کائنات اس کی جاسوسی کا نظام اتنا مکمل ہے کہ اگر کسی زمین کی تہ میں ایک بالی پر سو دانے اگتے ہیں تو اس کو ان سو دانوں کا پتہ ہوتا ہے۔ اور کتنے بارش کے قطرے کس چٹان پر گرتے ہیں اور کس سرزمینِ زرخیز پر گرتے ہیں اس کو سب باتوں کا علم ہے۔ اس خدا کے ہوتے ہوئے بھی کوئی دورِ حاضر کی ان طاغوتی قوتوں کو مان سکتا ہے۔

اہلِ مشرق تو معجزہ ہی ڈھونڈتے رہے۔ اس بدبخت ٹونی بلیئر کو دیکھو جس کو مشرق میں Civilization نظر ہی نہیں آتی۔ اس کو کہو کہ تمہارا پیغمبر بھی تو مشرق کا تھا (عیسیٰ علیہ السلام)۔ آج تک مشرق کے بغیر پیغمبر بھی کوئی نہیں اٹھا۔ تہذیب اول و آخر کے استاد ہی مشرق سے اٹھے۔ تم نے زمانے کو کیا دیا؟

صلۂ فرنگ سے آیا ہے ایشیا کے لیے

مئے و خمار و ہجومِ زنانِ بازاری

یہی صلہ دیا ہے نا تم اہلِ مغرب نے مشرق کو، یہی جدت دی ہے تم نے، یہی وہ جدیدیت ہے اور یہی وہ مہذبیت ہے جس کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ خداوندِ کریم نے ہر ایک طاغوت کا ایک توڑ رکھا ہوتا ہے اور اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ جب قومیں اپنی معیشت پر اترانے لگ جائیں، اکنامکس پہ نازاں ہوں اور دوسروں کو اس لیے غلام بنائیں کہ وہ بد تہذیب ہیں تو اللہ ان کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیا تہذیب یہ تھی کہ دوسروں کو بد تہذیب Declare کریں؟

Marfat.com

مجھے ایک دفعہ ایک بڑے طنطنے والے صاحب نے، جب میں ایک ہوٹل میں داخل ہوا، تو میرے پاؤں پر ذرا گرد پڑی ہوئی تھی۔ بال تو ہمیشہ ہی الجھے رہتے ہیں۔ لباس سے بے خبر تھا۔ تو اس نے بڑی خوبصورت، بڑی مناسب ٹائی لگائے میرے پاس سے گزرتے ہوئے ایک جملہ کسا

.I don't know how these uncivilized people are allowed to come.

(مجھے نہیں پتہ کہ ان بدتہذیب لوگوں کو کون اجازت دیتا ہے کہ ایسے اچھے ہوٹلوں میں گھس آئیں۔)

میں آگے بڑھا تو مجھے ایک چھوٹی سی لڑکی نظر آئی۔ اس سے میں نے ذرا دوستی لگائی، میں نے کہا بیٹی تھوڑی دور تک میرے ساتھ آؤ تو میں ان صاحب کی ٹیبل کے پاس آ کے رکا تو میں نے کہا:

You know little girl, what is the most civilized attitude in present day. Not to call somebody uncivilized. That's the only civilization you learn and there is no other civilization.

(بچے تمہیں پتہ ہے کہ سب سے اعلیٰ تہذیب کیا ہے کہ کسی کو بدتہذیب ہونے کا طعنہ نہ دو۔)

تو ان کا رنگ اتنا سرخ ہو گیا کہ چادر ملمع کی اتر گئی اور پھر وہ منیجر کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ انہوں نے میری بڑی Insult کی ہے، بڑی توہین کی ہے، I want to clear my account with him اور یہ حال ہے ان جدید Civilizations والوں کا۔

میری بھی ایک رائے ہے اس واقعہ پر جو مغرب میں ہوا (ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی[1])، میں آپ سے ایک سوال کر رہا ہوں۔ آپ اس پر جتنا غور کریں گے حیران ہوں گے۔

"It is very difficult job to differentiate between the committed and the Criminal."

کہ کوئی شخص کوئی کام کیوں کر رہا ہے؟ اس کے بغیر آپ شہید کا، مجاہد کا اور مجرم کا فرق محسوس نہیں کر سکتے۔ آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ شہید کو شہید کیوں کہتے ہیں اور ایک آپ کے مخالف کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ Terrorist کیا ہوتا ہے۔؟ دنیا کی کوئی ایسی تعریف نہیں ہے جو ان دونوں میں فرق کر سکے۔ آزادیٔ کشمیر کے لیے لڑنے والے آپ کے مجاہد، ہندوستان کے شرپسند اور دہشت پسند ہیں۔ مغرب کا استعمار جب صابرہ اور شتیلہ میں 350 بچوں کو اور عورتوں کو مار دیتا ہے تو کوئی اسے Terrorist Activity نہیں کہتا۔ جب روز ایک نئی تباہی و بربادی اور مسلم امہ کے زوال کی خبر ہم سنتے ہیں تو میں اور آپ جو بڑے مہذب لوگ ہیں درد محسوس کرتے ہیں، کڑھتے ہیں اور پھر چپ کر جاتے ہیں لیکن Not all of us۔ سب بھائی بھی ایک مزاج کے نہیں ہوتے۔ میں تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ تعلیم کی وجہ سے صبر کر جاؤں لیکن میرا بھائی مجھے بزدل کہے گا کہ تو پڑھ لکھ کے بزدل ہو گیا ہے مگر میں کہوں گا کہ تو نے پڑھا نہیں ہے، تو جاہل ہے مگر Approch میں Activity کا فرق ہوتا ہے، برا میں بھی مناؤں گا، برا وہ بھی منائے گا مگر جب ستر، اسی سال سے آپ کسی شخص کو مسلسل جوتے مار رہے ہوں، مسلسل ذلیل کر رہے ہوں، مسلسل ان کی ایک پوری آبادی کو تہ و بالا کر رہے ہوں،

Marfat.com

مسلسل ان کی غیرتِ قومیہ کے لیے سوال بن رہے ہوں تو کیا ان میں سے دو چار ایسے پاگل نہ اٹھیں گے؟

اور کیا عجیب بات ہے کہ ستر سال سے عرب اقوام ایک علیحدہ فلسطینی ریاست کا مطالبہ کر رہی تھیں مگر ستر سال سے اس مطالبے پر کسی نے کان نہیں دھرا تھا۔ پھر تم بتاؤ کہ لاتوں کے بھوت تو باتوں کو نہیں مانتے ہیں۔ اِدھر یہ حادثہ ہوا، اُدھر انہوں نے فلسطینی ریاست کا اعلان کر دیا۔

اگر اس واقعہ کو اس کی اپنی Locale میں دیکھا جائے تو یہ ایک نا قابلِ تصور اور نا قابلِ برداشت واقعہ ہے۔ مگر جب اس کے پس منظر میں اور اس کے ماحول میں اور اس پوری مدت کے دکھ درد، المیوں کے مسلسل کردار کے حوالے سے اس کو دیکھا جائے تو شاید اس کے علاوہ اور کوئی Opening نہیں بنتی تھی کہ جب تمام میڈیا آپ کے قبضے میں ہو، تمام اسباب آپ کے قبضے میں ہوں اور تمام معاملات پر آپ دسترس رکھتے ہوں، اگر اس وقت ایک غریب نے اپنی جان دے کر آپ کو کسی بڑے مسئلے کا احساس دلا دیا تو پھر آپ کو بہت تکلیف ہونی شروع ہو جائے گی۔

میں مختصراً آپ سے کہتا چلوں کہ صرف Approach کا فرق ہے اور اسلام ایک یقین و اعتماد کا نام ہے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔ میں ان لوگوں کو کہوں گا کہ جو صرف داڑھی عمامہ کو اسلام سمجھتے ہیں، آج ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھو کہ طالبان کے لیے صدا کہاں سے اٹھ رہی ہے۔ اُن نوجوان لڑکوں سے جن کی تو ابھی داڑھیاں اگی بھی نہیں، ان جدید شہروں کے ان لوگوں سے جو اپنے سر دے کر بھی اپنی اس تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو اسلام کسی کی وراثت نہیں ہے۔ اسلام دلوں کا معاملہ ہے۔ اسلام تقویٰ ہے، خدا کی محبت ہے، رسول ﷺ کا اُنس ہے اور انہی دو حوالوں سے امتِ مسلمہ کے درد کو اسلام کہتے ہیں۔

وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ

سوال: آپ کے عقل و فہم کے مطابق حالات کیا رخ اختیار کریں گے اور مسلم ممالک کا کیا کردار ہوگا؟

جواب: مسلمانوں پر آج تک کوئی ایسی آفت نہیں آئی جو حضورِ گرامی مرتبت کی دعاؤں کی وجہ سے ان کے لیے باعثِ رحمت نہ ہو گئی ہو۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ تم پہ کوئی غیر غالب نہیں آ سکتا مگر یہ کہ تم آپس میں لڑو اور تمہارے فتنے اور تمہارے جھگڑے غیروں کو تم پر مسلط کر دیں۔

ایک حدیثِ رسول یہ ہے کہ زمانہ آخر میں بنو افرا کو غلبہ ہوگا یعنی نیلی آنکھوں والوں کو غلبہ ہوگا اور اس میں کچھ صفات بنو افرا کی حضور ﷺ نے بتائی ہیں کہ یہ لوگ زیادہ تر ظلم و تعدی کو برداشت نہیں کرتے اور اپنے میں سے غریب لوگوں کا خیال کرتے ہیں اور جب کوئی ظلم و ستم ہو تو اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور آپ تمام European Democracies کو دیکھیں۔ Developed Countries کو اگر دیکھیں تو آزادیٔ رائے اور آزادیٔ خیال کے جو تنا سب وہاں پائے جاتے ہیں، مشرق میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ وہ قوم اور وہ ملت، دنیا میں جس کو سب سے زیادہ Democrate ہونا چاہیے تھا یعنی ہم لوگ --- ہم وہ لوگ ہیں جو صرف حاکمیتِ اللہ کو مانتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا ہمارے لیے خوف و وحشت کی کوئی جگہ نہیں ہے اور اللہ نے جو ہمیں نظام دیے وہ چار قسم کے تھے جو ضرورت کے

Marfat.com

وقت ہم اپنا سکتے تھے۔

ایک وہ نظام کہ جو چند ایک لوگوں نے باہمی مشاورت سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا۔ ایک وہ نظام کہ جب اسلام Crisis میں تھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا، تو جب کوئی Critical Time ہو تو ہم اپنے نظام میں یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اس کی بھی گنجائش پیدا کی کہ کسی Crisis میں تم کسی بھی Individual کو جو تم میں سے سب سے زیادہ اہل ہو اور مناسب ہو تو تم اس کو حکومت دے سکتے ہو اور کبھی بھی اللہ نے حکومت کے طلب گار کو اچھا نہیں کہا سوائے اس کے کہ اس کا لیول اتنا پیغمبرانہ ہو کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں قوی ہوں حفیظ ہوں، آپ اپنے معاملات میرے سپرد کردیں تو شاید ایک پیغمبر کے سوا اور کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں ''قوی'' اور ''حفیظ'' اور ''امین'' ہوں تمہارے معاملات کا۔ حضرت عمرؓ کے بعد ایک قسم کی Council of Elders متعین ہوئی جو شاید دورِ حاضر کے جمہور کا پہلا تقاضا تھا اور اس میں صرف ایک City کے یا اصحاب رسول کے مدبرانہ امور کو پیش نظر رکھ کے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں فیصلہ ہوا اور فیصلہ حضرت عثمانؓ کے حق میں ہوا اور وجہ صرف ایک بتائی لوگوں نے کہ حضرت عمرؓ ذرا سخت تھے تو لوگوں کو اب تھوڑے آرام کی ضرورت ہے۔ حضرت عثمانؓ چونکہ شریف آدمی ہیں، اس لیے انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو ہمسایہ ممالک سے تقریباً تمام رؤسائے اسلام مدینے میں آئے ہوئے تھے اور ایک General body of electers وہاں جمع تھی جنہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ چن لیا۔ تو نظامِ اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی وسیع تر گنجائش موجود تھی کسی بھی چناؤ کے نظام کے لیے، سوائے ایک چیز کے کہ Western اور Eastern Democracy میں ایک بنیادی فرق تھا کہ مشرقی یا اسلامی جمہوریت ہمیشہ Moral رہی ہے، اور مغربی جمہوریت نہ Moral ہے نہ Immoral ہے بلکہ لا اخلاق جمہوریت ہے۔ Majority اگر چوری کو جائز فعل قرار دینا چاہے تو کر سکتی ہے۔ Majority اگر Homosexuality کو جائز قرار دینا چاہے تو کر سکتی ہے Majority کسی بھی گناہ کو اگر وہ عوام کے پاس جا کر منظوری حاصل کر لے تو Moral کا کوئی Question نہیں ہے۔ Majority makes the Law whether it is moral or immoral. مگر ایک بات یاد رکھیں Philosophically Speaking, Majority ہمیشہ Immoral Law بناتی ہے اس لیے کہ پڑھا لکھا طبقہ، مدبر طبقہ، سیانا طبقہ، کچھ نہ کچھ اخلاقی اصولوں پر قائم ہوتا ہے اور تعلیم کے بارے میں جو واحد وصف ساری دنیا میں مشہور ہے کہ انسان کو تہذیبی اقدار سے آشنا کرتی ہے اور ان کے جانورانہ شعور کو ترک کرنے پر انہیں آمادہ کرتی ہے مگر عام آدمی کی پاس چونکہ تعلیمی بلوغت نہیں ہوتی تو وہ اپنے جبلی اقدار کے Reference سے سوچتا ہے۔ اس لیے اس عمومی حیثیت میں کسی ایسے آدمی سے اعلیٰ ترین اقدار کا گمان کرنا غلط ہوتا ہے۔

دو لارڈز تھے۔ دونوں ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک بدمعاش آ رہا تھا۔ ایک لارڈ نے اس کو راستہ دے دیا۔ دوسرے لارڈ نے بڑے غرور سے کہا کہ اگر مجھے یہ کہتا کہ راستہ دو تو میں اس بدمعاش کو کبھی راستہ نہ دیتا تو پہلے نے کہا، میں ضرور اسے راستہ دے دیتا، میں اس بدمعاش کا کیا لگتا تھا۔ He was an uneducated rascal یہ ایک منٹ میں میری تمام عزت اتار کر میرے ہاتھ میں دے دیتا۔

Marfat.com

پڑھے لکھے اور مہذب لوگوں کا طریقہ کار یہی ہے کہ وہ ان پڑھ کی Intolerance کو قبول کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں اس بات پہ کہ کسی طریقے سے ان کو تہذیب کے فوائد کا واسطہ دیا جائے یا ان تک علم اور بلوغت پہنچائی جائے۔

آپ کو ایک بات میں عجیب وغریب بتاؤں کہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق اجماع کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوگا۔اب دیکھئے کتنا فرق ہے .General body of democracy ہر قسم کے Moral قانون کو اور Immoral قانون کو جائز وناجائز میں بدل دیتی ہے مگر اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا یہ مطلق فیصلہ ہے کہ میری امت کا اجماع کبھی غلطی نہیں کرے گا Why?

What is the reason? Simple reason کہ جب تک امت کا اجماع خدا کے خوف اور محبت پر قائم ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے، صدقات دیتا ہے، اپنے ہمسائے کے حقوق کا خیال کرتا ہے، وہ اتنا Moral ہے کہ اس کا ان پڑھ بھی Western Democracy کے لائق ترین افراد سے بہتر ہے۔ پھر اگر آپ کو جمہوریت کے فوائد نہیں پہنچ رہے۔آپ کو اسلام کے فوائد نہیں پہنچ رہے تو اس کی Reason آپ کو ڈھونڈنا ہوگی، کہ کوئی آپ کی Approach میں نقص ہے۔ یہ نہیں کہ اسلامی نظام میں کوئی خطا ہے یا غلطی ہے۔آپ Western Democracy کو تو اپنائے ہوئے ہیں جو جبلی اقدار کے تحت فیصلے دیتی ہے، جو ہنگامی توڑ پھوڑ کی قائل ہے، جو فتنہ وفساد کو خوش آمدید کہتی ہے مگر آپ اس اسلامی اقدار کے قطعاً قائل نہیں ہیں جو خدا نے اور اسلام نے آپ کے لیے رکھا ہوا ہے۔

ایک بڑی مشہور Quranic بات ہے کہ جس نے میرے قریب آنا چاہا اور میری دوری سے ڈرا:

"ولمن خاف مقام ربه" (الرحمٰن:۴۶)

جو اس بات سے ڈرا کہ اللہ مجھ سے دور نہ ہو جائے اور اس بات سے ڈرا کہ میں اللہ کے سامنے نہ کھڑا ہو جاؤں، اس نے اپنے نفس اور "ہوا" کی مخالفت کی۔قرآن پڑھنے والا سادہ ہو یا مشکل، کمزور ہو یا بہتر، جب اس آیت کو پڑھے گا اور اس کے لفظی معنی سمجھے گا تو اس کو اچھی طرح پتہ ہوگا کہ خواہش کی متابعت پر اللہ نے قدغن لگا رکھی ہے اور میں اپنی خواہشات کی خاطر اصولِ دین کو خراب نہ کروں تو یقیناً وہ سادہ سا مسلمان جو سیب بیچ رہا ہے ایک ریڑھی پر، اس سے جب کوئی سیب لینے آئے اور وہ اسے خراب سیب دے دے اور پھر اسے اس لیے پلٹا لے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے تو وہ اس پڑھے لکھے، دانشور مسلمان سے بہتر ہے کہ جو جان بوجھ کر رشوت لے رہا ہے، جرائم پیشہ ہے، جو مسلمان کا مال کھاتا ہے، جو اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال کر رہا ہے۔وہ اس ڈپٹی کمشنر سے اور کمشنر سے اور اس جنرل سے یا اس چیف سے ہزار درجے بہتر ہے۔

جب مسلمان بڑھتا بڑھتا اوپر چڑھتا ہے اور وہ بڑی دور نکل جاتا ہے، وہ ہر قسم کی دنیاوی فسق وفجور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔جب وہ چالیس برس سے آگے کا ہوا، زور آوری ختم ہوئی، اب اس کو غم ہونا شروع ہوا، اب وہ ڈھونڈتا ہے۔

کبھی اللہ کے نام پر روتا ہے، کبھی اللہ کے رسول کے نام پر روتا ہے، کبھی توبہ کرتا ہے، کبھی مساجد میں جاتا ہے۔

یہ سب Reactive Religion ہے۔یہ ردعمل ہے اس کے اس احمقانہ تسلسل کا جس کے تحت اس نے زندگی بسر کی ہوتی

Marfat.com

ہے۔ یہ وہ صاف ستھرا اسلام نہیں ہے جو ایک Choice کے باعث انسانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اس بات پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ حدیث رسول ﷺ جو بخاری و مسلم میں ہے کہ جب ایک مسلمان نے گلی سڑی کھجوریں مسجد نبوی کے دروازے پر لٹکا دیں تو اللہ کو غصہ آ گیا اور پھر قرآن کی ایک آیت اتری کہ:

''اے نالائقو میں تمہیں بہترین چیز دیتا ہوں اور تم میرے نام پر بدترین چیز دیتے ہو، چلو اگر تمہارا اتنا حوصلہ نہیں کہ اپنی بہترین چیزیں مجھے دے سکو تو کم از کم مجھے درمیانی چیزیں دے دو۔''

حضراتِ گرامی! یہی عمر پہ صادق آتا ہے۔ آپ کی عمر جو آپ اللہ کو دیتے ہیں، وہ اللہ کے کسی کام کی نہیں۔ ذلت و خواری سے بھرا ہوا بڑھاپا۔ عزلت گزینی کا وقت۔ ہر جبلت دم توڑ گئی۔ آپ نے تو نہیں اسے منع کیا۔ وہ تو ویسے ہی آپ رہ گئے ہو۔ اب اللہ کو کیا کہو گے کہ میں تائب ہونے آیا ہوں۔ آنکھوں میں روشنی نہیں رہی بابا جی کی، گھٹنوں میں دم نہیں رہا، سماعت ختم ہو گئی، زبان سے بات نہیں نکلتی، دانت ایک نہیں رہا، اب لذتِ خوراک ترک کرنے کا اور لذت زمانہ ترک کرنے کا احسان کس پہ ہے۔

اگر آپ بچپن نہیں دے سکتے، عنفوانِ شباب نہیں دے سکتے تو وہ اپنے سوچنے سمجھنے کی عمر تو اللہ کو دو۔ مگر آپ تو ہندو ہو، میں مذاقاً نہیں آپ سے کہہ رہا، Seriously کہہ رہا ہوں۔ آپ نے زندگیوں کا ایک وطیرہ پکڑ رکھا ہے۔ ہندوؤں نے زندگی کو چار آشرم میں تقسیم کر دیا ہے۔ برہمچاری آشرم، پچیس برس تک، یہ تعلیم کے لیے، لکھنے پڑھنے کے لیے ہے۔ اس کے بعد دوسرا آشرم شادی کا انہوں نے شروع کیا۔ شادی کی آپ نے، بچے پیدا کیے، گرہست آشرم کے بعد اگلے پچیس برس شروع ہوئے، گربھ آشرم۔ طاقت، انا، تمرد، سیاسی عروج و زوال۔ جب یہ ختم ہوا تو ہندو آپ کو مشورہ دیتا ہے کہ اب چلو بھگوان کی طرف، رشی منی آشرم۔ اب آپ صوفی ہو جاؤ۔ اب ذرا غور کر کے بتایئے کہ ہمارے اس معاشرے میں ایک چیز صرف اسلامی رہ گئی ہے کہ اگر کوئی آپ سے پوچھ لے نا کہ خدا کتنے ہیں؟ آپ کہو گے ایک۔ اس کے علاوہ کوئی چیز اسلامی نہیں رہی۔ عمروں کا یہ ضیاع جو آپ کرتے ہو، یہ جو آپ اپنے پروگرام تیار کرتے ہو جو زندگی کے خاکے آپ بناتے ہو، بالکل اسی طرح برہمچاری آشرم اور گرہست آشرم اور گربھ آشرم ہے۔

سو سال کی عمر تک پہنچو گے تو اللہ تک جاؤ گے ناں۔ پھر Naturally سانس نہیں رہتا، مہلت نہیں ملتی۔ سکرات سے اُرے اُرے آپ خدا کو پلٹتے ہی نہیں ہو۔ اللہ کیا کرے؟ اللہ تو اپنی تنہائیوں میں انسان کو آواز دیتا ہے:

" یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَاد " (یٰسین:۳۰)

(اے لوگو تم پر حسرت ہے۔)

تمہیں میں نے اپنی محبت اور انس کے لیے بنایا، تمہیں اپنے لیے بنایا، تم پر ناز کیا، عزازیلِ لعین کو اسی لیے پھٹکارا کہ یہ میری محبت کی مخلوق ہے، یہ میرا انسان ہے، محترم ہے، معزز ہے، خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اور اس کے ہوتے ہوئے میں تمہیں کیسے خلافت دے سکتا ہوں۔ مگر آپ نے تو خلافت کا حق ہی ادا کر دیا۔ کیا قرآن میں اللہ بار بار نہیں گلہ کرتا کہ اے حضرتِ انسان تو نے میرے خدا ہونے کا حق ہی نہیں پہچانا۔ نہ تمہارے دلوں میں خوف رہا، نہ محبت رہی، نہ انس رہا، نہ اس کی آرزو رہی، یہ کون سا مذہب ہے جس کو آپ لیے پھرتے ہیں۔ یہ کون سی عبادات ہیں جو رسم و رواج کی زد میں آئی

ہوئی ہیں اور کس کو آپ پوچھتے ہو؟ شائد اسی لیے اللہ کبھی کبھی امتِ مسلمہ کو شدید زلزلوں میں ڈال دیتا ہے۔

"ام حسبتم ان تدخلو الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم ط مستھم الباسآ ءُ والضرآءُ وزلزلو حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصر الله" (بقرہ:۲۱۴)

کہ تم سمجھتے ہو کہ جنت کا حصول آسان ہے؟ تم سے پہلے ہم نے قوموں کو ایسے آزمایا کہ:

؎ کس دن ہمیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

وہ دن کہ کسی پیغمبر کو آرے سے چیر دیا گیا۔ غیرتِ خداوند تو دیکھو۔ بس اسی بات پہ کہ پیغمبر درخت میں جا چھپا تھا۔ اسی بات پہ۔ اگر یہی غیرت کا تقاضا وہ آپ سے کر دے تو زمین پر کوئی مسلمان سانس لینے والا نہ بچے گا۔ مگر وہ تو وعدہ کر بیٹھا ہے:

"وما کان الله لیعذبھم وانت فیھم"

اے میرے پیغمبر! اے میرے محبوب! اے میرے محمد مصطفےٰ، اے احمدِ مجتبیٰ، اب میں قوموں کو مکمل تباہ نہیں کروں گا، اب عذاب اس طرح نہیں آئے گا، تو جو ان میں ہے۔ اے رحمتِ عالم! اگر اب میں قوموں کو اس طرح تباہ کر دوں تو پھر تیرے رحمتِ عالم کا خطاب مجروح ہوتا ہے اس لیے اب میں مکمل قیامت ایک ہی دفعہ لاؤں گا۔

پھر یہ جو ہلکے ہلکے جھٹکے امتِ مسلمہ کو دے رہا ہے جس میں آپ چیخ کے پوچھتے ہو۔ اے اللہ یہ سختیاں، یہ ضرر، یہ جنگیں، اے اللہ تیری مدد کب آئے گی۔ تو خدا کہتا ہے۔

"ان ربی قریب مجیب" (ہود:۶۱)

(جب تم آنکھیں کھولو گے، میری طرف پلٹو گے تو میری مدد تمہیں بڑی ہی قریب نظر آئے گی۔)

مگر کلسٹر بم کے ہوتے ہوئے، اواکس کے ہوتے ہوئے اور Atomic preparations کے ہوتے ہوئے تم اللہ کو چھوٹا کر لیتے ہو۔ ہر آدمی calculator لیے پھرتا ہے۔ آج کی دنیا میں، ماڈرن کمپلیکس کی دنیا میں، ہر آدمی کیلکولیٹر لیے پھرتا ہے۔ وہ کہتا ہے، یار عقل کی بات کرو۔ اُدھر تو دیکھو۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ وہ کتنے پراگریس کر گئے ہیں۔ بھلا تم خالی ہاتھوں سے لڑو گے۔ بھلا تم تلواروں سے لڑو گے۔ بھئی تمہارے ہاتھ میں جو یقین اور اعتماد کی واحد لڑی ہے، جس کائنات کے رب نے یہ دنیا بنائی ہے۔ 300 سال پرانی حکومت، سب سے مضبوط اپنے عصر کی حکومت، فراعنۂ مصر کی حکومت، راماعیس دوئم کی حکومت، اہرامِ مصر کے خالقوں کی حکومت، ایک کروڑ غلاموں کو موت کے گھاٹ اتارنے والوں کی حکومت لشکروں سے ٹوٹی تھی کیا؟ کیا کسی حادثے سے ٹوٹی تھی؟

ہاں! مگر ایک فرد کی خدا کی محبت نے توڑ دی تھی۔ صرف ایک فرد کی۔ وہ کون ہیں جو Revolution کی اصلی اساس نہیں سمجھتے۔ Revolution یہ نہیں ہے کہ تم شمشیر و سناں لے کر قتل و غارت کی ابتدا کرو۔ Revolution یہ ہے کہ تم اپنے اندر خدا کو Evaluate کرو۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو جو کلی اقتدار کا مالک ہے۔ جو ایک فردِ واحد کو جس کی، زبان بھی ٹھیک نہیں تھی۔ جس کی زبان بھی تتلاتی تھی۔ وہ ایک فردِ واحد دنیا کی، وقت کی سب سے بڑی طاقت کو پرکاہ کی

Marfat.com

طرح مسمار کر دیتا ہے۔ اس اللہ کے سامنے آپ کتنے ایٹم بم لے کر پھرو گے۔ اب بھی تو یہی ہونے والا ہے۔ اگر تمہیں خدا اور رسول کی احادیث پر اعتبار ہو، اگر آپ واقعی محمدؐ رسول اللہ کو تھوڑے سے جذبات سے بلند ہو کر اللہ کے اس رسول کی طرح مانو جس کی ایک ایک خبر صادق ہے تو مخبرِ صادق نے آپ کو اطلاع دی ہے کہ جب دجال کا زور بہت بڑھ جائے گا تو پھر مہدی اس لشکر کی قیادت کریں گے جو اسرائیل کو نیست و نابود کر دیں گے۔ مگر پھر مہدی بھی دجال سے لڑنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ پھر خدا سے دعا کریں گے اور پھر حضرت عیسیٰؑ کا نزولِ مبارک ہوگا۔ اور ان کے ہاتھ میں چالیس گز لمبی تلوار ہوگی........

آپ دیکھتے ہیں کیا ہے؟ علامت اُس زمانے کی ہے۔ اتنا مطلب تو آپ سمجھنے کی کوشش کرو کہ ان کے ہاتھ میں بھی یا ان کے پلے بھی ایسی ماڈرن Gadgetry ہوگی جو ان کے تمام الیکٹرونکس سسٹم اور میکینکل سسٹم کو فیل کر دے گی۔ اب بھی اگر آپ Anti proton لے آئیں کہیں سے، تو یہ سارے کا سارا نظام فیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ یوکرائن کے اوپر سے ایک اڑن طشتری کہیں سے گزری اور ان کے سارے Atomic System فیل ہو گئے۔ ابھی وہ تو صرف بالائے کائنات سے اتری تھی مگر حضرت عیسیٰؑ کا اترنا تو بڑا لازم ہے۔ یہ دلیل ہے کہ جب Sciences بڑھ جائیں اور خدا کے انکار کی بنیاد حقائق پر چلی جائے، وہ حقائق جن کو ہم خدا سمجھتے ہیں اور وہ Sciences جس کو آپ Ultimate Reality اور Truth کا درجہ دیتے ہیں، جو خدا کو اس لیے نہیں مانتیں کہ وہ حقائق کے پیٹرن میں نہیں اترتا۔ تو پھر خدا کو کوئی نہ کوئی آیتِ کبریٰ دکھانی پڑے گی۔ زمانہء آخر میں کوئی نہ کوئی آیتِ کبریٰ دکھانی پڑے گی۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول صرف دلیلِ خداوند کے طور پر ہے کہ اتنا پروگریسو دجال جو ہے، اور اتنا قوت و نصرت پر اعتبار کرنے والا دجال جو ہے۔ خدا کی طرف سے آئے ہوئے ایک بندے کی وجہ سے بالکل اسی طرح پگھلے گا جیسے تاریخِ عالم میں موسیٰؑ کی وجہ سے فراعنہء مصر کی پوری قوم نذرِ نیل ہو گئی تھی۔

تو حضراتِ گرامی ان حادثات کا صرف ایک نتیجہ ہے۔

This is warning time for you. Come back to God, Come back to your Prophet.

اور ایک اچھے ایمان کے ساتھ، جنون کے ساتھ نہیں، شعور کے ساتھ، محبت کے ساتھ، ایک ایسا اخلاص جو آپ کے بدن میں چھلکے، جو آپ کی ارواح میں چھلکے، جو آپ کے اذہان میں چھلکے۔ کیا وجہ تھی کہ ایک مسلمان اترتا ہے سراندیپ کے ساحل پر۔ دیکھتے دیکھتے سارا جزیرہ مسلمان ہو جاتا ہے، آپ ذرا گن کر تو دیکھیں۔ ہزاروں ایسی جگہیں ہیں، جہاں اب مسلمانوں کی حکومتیں ہیں۔ آپ ذرا پتہ تو کریں، کیا انڈونیشیا میں کوئی مسلمان فوج اتری تھی؟ دنیا کی سب سے بڑی اس وقت کی اسلامی مملکت میں کوئی فوجی نہیں اترا۔ کوئی مسلمانوں کی فوج نہیں اتری۔ دو چار مسلمان تاجر اترے تھے۔ تاجر کتنے برے ہوتے ہیں آج کل کے۔ آپ کو تو پتہ ہی ہے۔ آج کل کا تصور تاجروں کا کیا ہے۔ مگر وہ تاجر کیا تاجر ہوں گے، دو چار تاجر جو جزائرِ انڈونیشیا میں اترے اور دیکھتے دیکھتے سارا انڈونیشیا مسلمان ہو گیا۔ کیا خوبصورتی ہوگی ان کے کردار میں؟ کیا حسن ہوگا؟ تو پھر قرآن سچ کہتا ہے نا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے آگے آگے اللہ کا نور چلتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں

Marfat.com

گے جن کے سر پر رحمت خداوند کا سایہ ہوگا اور جن کی وجہ سے اللہ نے ہزاروں، لاکھوں لوگوں کو روشنی اور ہدایت بخشی ہو گی۔ آپ کوشش تو کر دناں۔ ایک ذرۂ اخلاص، جیسے عرفان صاحب نے وہ آیت پڑھی کہ یہ ضرور ہے کہ وہ آگے پیچھے سے آئے گا، ادھر سے اُدھر سے، بھٹکائے گا آپ کو۔ مگر اللہ نے کہا، ٹھیک ہے تمہارے بہت سوں کا حصہ میں نے جہنم میں لکھا ہے، تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کا، مگر ایک بات سن لو:

"الا عباداللہ المخلصین" (صفت: ۴۰)

جن کے دل میں ذرا برابر میرے لیے اخلاص ہے تم نہ ان کو بہکا سکو گے، نہ پھسلا سکو گے، نہ تم ان کے لیے آفت کا باعث بن سکو گے۔ ایک ذرۂ اخلاص بھی اگر اللہ کے لیے ہمارے دلوں میں نہ پیدا ہو تو یہ مسلمانی کیسی؟ یہ ایمان کیسا؟ یہ اسلام کیسا؟ کیا باپ دادا کی وراثت کے ساتھ اسلام بھی کوئی ایسی چیز ہے جو وراثت میں چلی آئی ہے؟ اور جس کے بغیر ہماری گزر نہیں ہوتی اس سے بہتر ہے کہ:

؎ کشکا کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترکِ اسلام کیا

میں اللہ کے رسول ﷺ کی کسی بات کو Prophecy نہیں سمجھتا۔ وہ احکام کا درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے وہ کہتے ہیں، ویسے ہی ہوگا اور اس کا وقت اتنا قریب آ گیا ہے کہ مجھے اپنی تو خبر نہیں مگر آپ میں سے امید ہے کہ کئی نوجوان ولائت کبریٰ کا نشان ضرور دیکھیں گے اور نبوتِ عالیہ کا وہ مقام بھی ضرور دیکھیں گے۔ کیا ان کے لیے آپ کو تھوڑی سی تیاری نہیں چاہیے۔ مگر سب سے پہلے دل سے غیر اللہ کا خوف نکالنا ہوگا۔ غیر اللہ کا خوف صرف اللہ کی محبت سے نکلتا ہے۔ اللہ کے خوف سے نہیں اور یہی کچھ اللہ آپ سے چاہتا ہے۔

"فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا"

مجھے اس طرح یاد کرو جس طرح آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ ذرا زیادہ کرو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر صرف مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اس آیت میں نظر آتا ہے آپ کو کہ God is love sick. محبت کا بیمار ہے اللہ۔

حضرت موسیٰ کو اللہ نے کہا، موسیٰ میں بیمار ہوں۔ کہا اے پروردگارِ عالم! کیا تو بھی بیمار ہوتا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ جب میرا کوئی دوست زمین پر بیمار ہوتا ہے تو میں بھی بیمار ہوتا ہوں، تو فلاں جگہ جا (اور یہ مصدقہ حدیث ہے بخاری و مسلم کی) وہاں میرا ایک دوست ہے، تو اس کی عیادت کو جا، میری طرف سے اس کی عیادت کر۔ تو موسیٰ اس کے پاس پہنچے۔ وہ موچی تھا۔ ایک بہت بڑی جوتی بنا کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ یا اللہ! مجھے آپ کے پاؤں کا سائز تو پتہ نہیں ہے تو میں نے اندازے سے بنائی ہے۔ شائد آپ کو پوری آ جائے تو حضرت موسیٰ اس کے پاس بیٹھے اور اس سے دعا چاہی اور اللہ کا پیام پہنچایا۔

یہ ایک دفعہ نہیں ہوا۔ بنو قریظہ کی جنگ میں جب حضرت سعد بن معاذؓ کی ایڑی پہ لگا ہوا زخم خون دینے لگا اور آپ اسی خون سے شہید ہوئے تو حضرت جبرائیل امینؑ اترے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ حضرت سعد جیسے گراں قدر ساتھی کے چھوٹ جانے پر آسمان والے بھی تعزیت کر رہے ہیں۔

Marfat.com

وہ تو سستم ہی محبت پہ چل رہا ہے دوستو! جس کے خوف سے ڈرا ڈرا کر آپ سے اہلیتِ ایمان چھین لی گئی ہے۔ ڈرنے والا کیا ایمان چاہے گا۔ ایک سپاہی کا ڈر رات کو سونے نہیں دیتا۔ ایک معمولی سا خوف آپ کی کمر توڑ دیتا ہے۔ اتنی بڑی طاقت سے ڈرنے کا آپ حوصلہ بھی نہیں رکھتے ناں۔ آپ کی ہمت اور مجال کہاں کہ آپ اس سے ڈرو۔ وہ آپ کو طریقہ ہی انوکھا بتاتا ہے۔

ایک بڑے ولی اللہ ڈرتے ڈرتے مر گئے۔ جب اللہ کے حضور پہنچے تو کہا گیا کہ تو یہاں بھی ڈر۔ اُس نے کہا: سرکار میری خطا؟ کہا کہ میں نے کب کہا تھا کہ مجھ سے ڈر۔ تو یہاں بھی ڈر۔ تو نے مجھ سے اور کوئی آس نہیں رکھی۔ نہ محبت کی۔ نہ رحمت کی۔ نہ کریم ہونے کی۔ نہ رحمان ہونے کی۔ نہ رحیم ہونے کی۔ نہ ولی ہونے کی۔ نہ ودود کی۔ نہ وہاب ہونے کی۔ تجھے صرف منتقم ہی یاد رہا۔ تو نے مجھے غفار نہیں پایا۔ غفور نہیں پایا۔ تو صرف لوگوں کو مجھ سے ڈراتا ہی رہا۔ میں تو وہ ہوں جس نے اپنی کتاب میں قانون لکھ دیا:

''قل یعبادی الذین اسرفو اعلی انفسہم''

اے میرے بندو تم نے بڑا اسراف کیا۔ بڑے ظلم کیے۔ بڑی زیادتیاں کیں۔ میرے ساتھ کیں۔ لوگوں کے ساتھ کیں، میرے مذہب پہ الٹے پاؤں پھرے تم۔ مگر دیکھو سب سے بڑا گناہ نہ کر بیٹھنا۔ اس سے ذرا بچ کر رہنا۔

''لاتقنطوا من رحمت اللہ''

میری رحمت سے مایوس نہ ہو جانا۔ اس سے بڑا گناہ زمین پر کسی مخلوق کا نہیں ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔ اللہ کی رحمت سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے ناقص سے اور معمولی سے انسانی گناہ کو اُس بیکراں وسعتِ کائنات کی حامل رحمت سے بڑا قرار دے دے۔ توہینِ خداوند ہے یہ ''لاتقنطو من رحمت اللہ'' ذرا اصول دیکھیے۔

''ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً''

بے شک تمہارا اللہ وہ ہے جو جملہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ There is no Exception اس قانون میں اللہ نے کوئی Exception نہیں دی۔ وہ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ ''انہ ھو الغفور الرحیم۔''

مگر حضراتِ گرامی! یہاں ایک مسئلہ اٹھتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا گناہ بھی ہوگا جسے اللہ نہیں بخشتا۔ تو حضرت لقمان نے بیٹے سے کہا:

''ان الشرک لظلم عظیم'' (لقمٰن:١٣)

دیکھو جب ایک ہندو قبر کے دہانے میں پہنچا اور خدا کہتا ہے ''من ربک'' اب اس نالائق کی سوچ کبھی گئی سرسوتی کی طرف: نہیں نہیں نہیں شیوا! نہیں نہیں نہیں وشنو نہیں، برہما! وہ اُن ایک لاکھ دیوی دیوتاؤں میں سے کس رب کا نام لے گا۔ جب اس کو بخشنے والے کے نام کا ہی نہیں پتہ تو اس کی بخشش کون کرے گا؟ اللہ تو اس کا ذمہ دار ہے نا! جس کی درخواست اس تک پہنچے گی۔ جب کسی کو پتہ ہی نہیں کہ بخشنے والا کون ہے اور یہ زندگی کی سب سے بڑی بھول ہے۔ اپنی تمام تر خطاؤں کے باوجود Never loose a touch with the ultimate blessing of God۔

اور یہ جو تسبیح ہے، اس کا اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اس میں Miracles ہیں، تو نہیں ہیں۔ اس

Marfat.com

میں کوئی طاقتیں نہیں ہیں۔ یہ جعل سازوں کی باتیں ہیں کہ فلاں تسبیح سے اڑتا ہوا پرندہ پانی میں گر جائے گا۔

ایک دفعہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ پانی میں روڑے مار رہے تھے۔ میں نے پوچھا حضرت! کیا کر رہے ہو؟ فرمایا چالیس دن کا چلہ حزب البحر کر رہا ہوں۔ تو میں نے کہا اس سے کیا ہوتا ہے اور یہ کیا کر رہے ہو؟ فرمایا کہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ میں پتھر پانی میں پھینکوں گا تو پانی ساکت ہو جائے گا۔ اور میں نے کہا کہ کتنے عرصے سے کر رہے ہو؟ کہا ایک سال سے کر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ ایک سال میں پانی ساکت نہیں ہوا تو آئندہ دس برسوں میں بھی نہیں ہوگا۔ ٹائم ضائع نہ کرو اس پر۔ اب دیکھئے۔ حزب البحر ہے کیا؟ چند دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ حضرت اعلا الحضرمی حضرموت کی فتح کو گئے۔ جب وہ فتح کرنے گئے تو بیچ میں دومۃ الجندل کا مالک جھیل سے پرے شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے دور سے مسلمانوں کو دیکھا تو ہنسا اور کہا کہ جھیل کو عبور کرو گے تو آؤ گے نا! تو حضرت اعلا الحضرمی جن اسمائے الٰہیہ کا ورد کرتے تھے وہ چار تھے:

"یاعلی یاعظیم یاحلیم یا علیم"

یہ چار اسمائے الٰہیہ کا وہ بہت ورد کرتے تھے۔ آپ نے لشکر کو دیکھا، کہا، بھئی میں تو چلا اور یا علی، یا عظیم، یا حلیم، یا علیم پڑھ کر گھوڑا جھیل میں ڈال دیا۔ اب لشکر نے دیکھا کہ صاحب تو اتنا سر پھرا ہے تو ہم کیوں پیچھے رہ جائیں تو پورے اصحاب کے لشکر نے جھیل میں گھوڑے ڈال دیے اور آناً فاناً جھیل کو عبور کر گئے۔ یہ دومۃ الجندل کی تاریخی فتح گنی جاتی ہے جو اس بنیاد پر ہوئی۔ اس لیے اس کو حزب البحر کہتے ہیں کہ پانیوں کی تسخیر کے لیے حضرت اعلا الحضرمی نے یہ دعا پڑھی اور اللہ نے ان کو اس پانی سے کوئی گزند نہیں پہنچائی۔ تو حضراتِ گرامی! یہ جو تسبیحات ہوتی ہیں، یہ آپ کی دوست بنتی ہیں، ساتھی بنتی ہیں، مدد دیتی ہیں۔ This is just a direct dialing to God. یہ آپ ہر وقت بجاتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی دن اللہ میاں ٹیلی فون اٹھالے اور کہے ہیلو! What do you want? بھئی تو جو بار بار دستک دے رہا ہے میرے دروازے پر! تیری گھنٹیوں نے تو میرا دماغ جلا کر رکھ دیا ہے۔ بول چاہتا کیا ہے تو؟ تو یہ آپ کا Direct Contact ہے اور پھر جب آپ کھانا کھاتے ہو، پانی پیتے ہو، لباس پہنتے ہو اور تمام تر زندگی کے لطائف سے متمتع ہوتے ہو تو پھر اس میں اگر تسبیح ہو تو پھر آپ کہہ سکتے ہو ناں اللہ میاں! جہاں میں نے تیری عطا کردہ ساری نعمتوں سے فائدہ اٹھایا وہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ میں تجھے بھول گیا ہوں۔

Priority کو، اپنے یقین کو Maintain کرنے کے لیے، تسبیح اس کی Maintenance ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ نے تسبیح کو نماز اور قرآن کی تلاوت سے بھی بڑا فعل کہا:

"اتل مآاوحی الیک من الکتب"

کہ کتاب کی تلاوت کرو۔ یہ تمہیں اولا امر اور نہی کی خبر دے گی، واقم الصلوٰۃ اور نماز قائم کرو۔

"ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآءِ والمنکر"

(یہ تمہیں فحش اور منکر سے روک دے گی۔)

"ولذکر اللہ اکبر" (مگر میری یاد............) (العنکبوت:۴۵)

(اور اللہ کی یاد تو بہت بڑی بات ہے۔) یاد، ایک Personal Relationship ہے۔ باقی General

Marfat.com

Relationship ہے۔

تو حضراتِ گرامی! میں کہیں سے کہیں نکل جاتا ہوں جب اللہ کی بات آ گئی۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ واقعات ہیں جو امتِ مسلمہ کو اللہ کی طرف ایسے ہی لائیں گے جیسے اقبال نے کہا:

چو آں مرغے کہ در صحرائے ہر شام
کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

اس پرندے کی طرح جو صبح دانہ دُنکا چگنے بڑی دور نکل جاتا ہے مگر شام آتی ہے تو اسے اپنے آشیانے کا خیال آتا ہے اور وہ واپس مکہ اور مدینہ کو پلٹتا ہے۔ تو اسی طرح مسلمان اپنے عنفوانِ شباب میں بڑی دور نکل جاتا ہے۔ امریکہ اور انگلینڈ میں بیٹھے ہوئے چٹخارے لیتا ہے، بڑے نازک مزاجوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، بڑے اُن کی تہذیب کے گن گاتا ہے اور پھر جب بڑھاپے میں قبر یاد آتی ہے تو اللہ کی طرف پلٹتا ہے۔ تو اس سے بہتر نہیں ہے کہ ہم آشیانے کی پہلے سے فکر کر لیں اور یہ واقعات ہمیں یہی سبق دیتے ہیں کہ .We should all must understand the way back

"کل یرجعوا الی اصل"

ہر چیز اپنی اصل کو پلٹتی ہے اور ہماری اصل صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ﷺ۔

سوالات و جوابات

سوال: احادیث کی روشنی میں یہ سارے واقعات جن پر آج آپ نے اظہارِ خیال کیا۔ کیا یہ دجال کے وقت کی طرف لے کر جا رہے ہیں؟

جواب: آج سے تین سال پہلے میں نے فتنۂ آخر الزماں پر تقریر کی تھی جس میں مَیں نے تمام احادیث کے حوالے سے دجال کی نشان دہی کی تھی تو میں اس میں سے دو چار موٹی موٹی باتیں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ جب حضرت دانیالؑ کو حضرت جبرئیلؑ نے واقعاتِ زمانہ آخر کی خبر دی تو دانیالؑ بڑے ڈرے تو جبرئیل امین نے کہا، اے دانیال! تو ان واقعات کی فکر نہ کر، تو اس سے بہت پہلے صالحین میں سوئے گا اور صالحین سے اٹھایا جائے گا۔ تو دانیالؑ نے پوچھا کہ ہم دجال کو پہچانیں گے کیسے تو فرمایا بحیرہ بالتوک اور مملکتِ روس اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔

اب ذرا غور کیجیے کہ کوئی یورپی قوم ایسی نہیں ہے جو پانیوں کے گرد آباد نہ ہو۔ اگر آپ غور کریں تو سمندروں میں گھری ہوئی یہ قومیں دجال ہیں اور دجال کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے اُن کاموں کی وجہ سے کہ جو خدا کرتا ہے اُن پہ اشتباہ پڑے گا کہ یہ کام وہ بھی کر سکتے ہیں اور اشتباہ کے بدلے وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور ذرا دیکھئے تو سہی کہ افغانستان میں اس حدیث کو اتنی خوبصورتی سے میں نے پورا ہوتا ہوا دیکھا۔ (کہ آقا و رسول نے فرمایا کہ آج کے بعد کسی کو سجدۂ تعظیم بھی جائز نہیں ہے۔ مگر کیا بات ہے آپ کے رسول کی!)

فرمایا کہ دجال ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں روٹیوں کے انبار لے کر چلے گا، جو اس کا انکار کریں گے

Marfat.com

اس پرآگ برسائے گا اور جو اقرار کریں گے، ان پر روٹیوں کے انبار برسائے گا۔

اب بتائیے! کیا دجال کے بارے میں کوئی شبہہ رہ جاتا ہے؟ اور سنیے کہ دجال کے پیچھے نوعمر لڑکے اور سرکش عورتیں بہت ہوں گی۔ امریکہ اور یورپ میں ذرا انداز ہ لگائیے تو آپ کو پتہ لگے گا کہ:

They are all fighting for one thing: کہ وہ Maximum عریانیت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس یورپ امریکہ کی تہذیب پہ جو لوگ نازاں ہیں۔ یہ جوٹونی، فونی بلیئر ہیں، یہ ماشاءاللہ فرما رہے ہیں کہ ہم بڑے مہذب لوگ ہیں۔ ہم میں سے لاکھوں کروڑوں بچوں کو اپنے باپ کا ہی نہیں پتہ۔ امریکہ میں شادیاں ہی ختم ہوگئی ہیں اور بچوں کو نانوں کے نام دیے جاتے ہیں۔

ایک واقعہ میں آپ کو بتاؤں کہ ایک عورت پانچ بچے لے کر آئی اور ولدیت لکھاتے وقت اس کو بڑا غور وخوض کرنا پڑا کہ یہ کس کا بچہ تھا، وہ کس کا بچہ تھا، یہ کس کا بچہ تھا اور بڑی مشکل سے جب اس نے یاد کیا اور بتایا کہ یہ اُس، اُس کا بچہ تھا تو اگلے دن پھر آگئی کہ کل میں بھول گئی تھی۔ یہ اس کا بچہ نہیں تھا بلکہ اُس فلاں کا بچہ تھا۔ ایک چھٹا بندہ بھی شامل کر دیا۔

تو حضراتِ گرامی! تحفظات اٹھ جاتے ہیں۔ دجال ایک مطلق Liberty پیش کر رہا ہے۔ خدا کو دیکھئے کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی بت اپنے مخالف رکھا ہوتا ہے۔ اب بھی ایک Statue of liberty کھڑا ہے، جس کے نام پر پوری امریکی آزادیاں جنم لے رہی ہیں۔ مگر اب ان آزادیوں کے ختم ہونے کے دن بہت قریب ہیں، بہت ہی قریب۔

سوال: بہت سی تنظیمیں پاکستان میں اور دوسرے ملکوں میں مسلمان امت کو اکٹھا کرنے کے لیے کام کر رہی ہیں لیکن یہ تمام کوششیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں؟

جواب: اس لیے کہ ہر تنظیم جو مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اٹھتی ہے وہ مسلمانوں کے بیچ سے ہٹ جاتی ہے آپ نے قرآن کی ایک آیت تو سنی ہوگی "فریق منهم" کہ تم میں ہی سے جو بندے اللہ کے بندوں کو اکٹھا کریں گے، وہ ہوں گے میری امت میں سے کچھ لوگ، جو تم میں سے ہی ہونگے اور تم میں سے تو وہی ہو سکتے ہیں نا قبلہ! کہ جن کو تم اپنے سے جدا نہ کرو، مگر ادھر جو تنظیم بھی بنتی ہے، اپنے نشان، طریقے ہر چیز علیحدہ کر لیتی ہے اور ان کے طریق کار اس لیے علیحدہ ہو جاتے ہیں کہ فوری طور پر وہ اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ متقی سمجھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آپ کوئی بھی جماعت مسلمانوں کی دیکھیں گے۔ اس کے ذہنی المیے کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی Organizations کو ایک Tight یہودی Freemasonary تحریک کی طرح ایک مکمل ضابطہ اختیار کر کے، General Islamic Vision سے ہٹا دیتے ہیں۔ اب جو عام مسلمان ہے وہ اپنے آپ کو ان میں سے نہیں سمجھتا، نہ ان کو اپنے آپ میں سمجھتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ کوئی تنظیمی تحریک آج تک مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے قابل نہیں ہو سکی۔

ہمارے ہمسائے میں ایک Revolution پیدا ہوا "روح اللہ خمینی"۔ اس سے پہلے ایک بہت بڑا اثنا عشری سکالر پیدا ہوا: "سید جمال الدین افغانی" ایک اور بہت بڑا اسکالر پیدا ہوا: "علامہ سر محمد اقبال" ایک بہت بڑا سنی Fighther پیدا ہو: "محمد بن احمد السنوسی" جسے "مہدیٔ سوڈان" کہتے ہیں۔ تو مہدیٔ سوڈان اپنے آپ کو مہدی نہیں لکھتا تھا۔ وہ کبھی

Marfat.com

اس بات پہ راضی ہی نہیں تھا، نہ وہ اپنے آپ کو مہدی کہتا تھا تو اس کو جمال الدین افغانی نے ایک خط لکھا: (اور یہ یاد رکھئے گا کہ اثنا عشریوں کا تصور مہدی اور ہے اور اہل سنت والجماعت کا تصور مہدی اور ہے) تو جمال الدین افغانی نے خط لکھا: کہ بھائی اس وقت موقع ہے کہ مہدی کا لقب اختیار کر لے۔ مہدیٔ سوڈان نے اس کے جواب میں لکھا: کیا تو پاگل ہو گیا ہے، تو اثنا عشری ہو کر، شیعہ ہو کر مجھے یہ مشورہ دے رہا ہے کہ میں مہدی کا لقب اختیار کروں۔ تو اس نے اسے جواب میں لکھا کہ میں تو تجھے بڑا اچھا ٹائٹل دے رہا ہوں۔ بخدا اگر انگریز کو نکالنے کے لیے مجھے کتا بھی بننا پڑے تو میں تیار ہوں۔

یہ وہ مسلمان ہیں جو واقعی عالم ہیں۔ یہ جماعتیں نہیں بنا رہے ہیں۔ ان کو اسلام سے واسطہ ہے۔ اللہ سے واسطہ ہے، چاہے یہ اثنا عشری ہیں، چاہے یہ اہلسنت والجماعت ہیں۔ ان کی آپس میں کوئی دشمنی نہیں۔ یہ صرف ایک مقصد سامنے رکھتے ہیں۔ بھائی اس (انگریز) کو پہلے نکال لے جو مشرک ہے، جو بد باطن ہے، جو اسلام پہ بیٹھا ہوا ہے، بعد میں جو ہوگا ہم آپس میں لڑ مر کر طے کر لیں گے، ہماری خیر ہے۔

مگر اس وقت ہمارا دشمن Common ہے۔ ہماری جو اس وقت تنظیمات پیدا ہو رہی ہیں، یہ بجائے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے، مسلمانوں کو مزید بانٹ رہی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے Factional گروہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اب ذرا قرآن کو دیکھئے۔ قرآن ان چھوٹے چھوٹے گروہوں کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے گروہوں کے بارے میں، جنہوں نے دین کے بارے میں اپنی اپنی علیحدہ Interpretations کر لی ہیں: یہ تم ہو، یہ میں ہوں، یہ تمہارا طریقہ کافرانہ ہے، یہ میرا طریقہ مسلمانہ ہے۔ قرآن نے اس کے بارے میں صاف کہا:

"ان الذین فرقو دینهم و کانو شیعاً لست منهم فی شی ءٍ" (الانعام:۱۵۹)

(جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کر لیا اور گروہ بن گئے اور فرقے بن گئے۔ تو، اے پیغمبر تو ان میں نہیں ہے۔)

تو تو اس موئی ماری امتِ مسلمہ کے بیچ میں ہے جو داڑھی کبھی چہرے کی خوبصورتی کے لیے رکھتے ہیں، کبھی سنتِ رسول کے لیے رکھتے ہیں، کبھی اپنی ٹھوڑیوں کے "جب" چھپانے کے لیے رکھتے ہیں۔ کبھی اپنے پتہ نہیں کس عذر کی وجہ سے رکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود جو ایک آواز اٹھتی ہے تو ایک داڑھی منڈا بھی اللہ کے لیے اتنا ہی درد اٹھاتا ہے۔ طالبان داڑھی والے سہی مگر جب ان پہ تکلیف آتی ہے تو انڈونیشیا کا ایک بالکل 'داڑھی منڈا' نوجوان بھی اسی جوش و جذبے سے نکلتا ہے اور ملائیشیا کا مسلمان بھی قرات پڑھتے ہوئے نکلتا ہے۔ ان سب کے وہ حلیے نہیں ہیں جو طالبان کے ہیں۔

یہ امتِ مسلمہ ہے......؟ امتِ مسلمہ کبھی بھی چند لوگوں میں نہیں ہے۔ آؤ ذرا غور کرو! امتِ مسلمہ کون ہے؟ حدیث کہتی ہے زمانۂ آخر کے بارے میں: کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری وقت میں اعداء اسلام کو غلبہ ہوگا تو اصحاب نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مسلمان اس وقت بہت کم ہوں گے (بھولے بھالے لوگ تھے، سادہ سے۔) ان کا خیال تھا کہ ہم نے تین سو تیرہ ہو کر ہزار الٹ دیا، ایک ہزار ہو کر دس ہزار الٹ دیے۔ 36 ہزار ہو کر سات لاکھ الٹ دیے تو مسلمان اس وقت بہت ہی کم ہوں گے۔ فرمایا نہیں، وہ تو مور و ملخ کی طرح ہوں گے۔ مگر ان پہ وہن غالب ہوگا۔ دنیا کی محبت غالب ہوگی، شہادت کا شوق نہیں ہوگا۔ محبتِ خدا نہیں رہے گی۔ مور و ملخ کون ہیں؟ کیا یہ پانچ لاکھ کے گروہ ہیں کہ

Marfat.com

ایک لاکھ الگ پھرتا ہے اور ایک لاکھ علیحدہ پھرتا ہے یا میں اور آپ مورو ملخ ہیں۔ یہ پندرہ کروڑ لوگ پاکستان کے مورو ملخ کی طرح ہیں یا یہ چار پانچ لاکھ مورو ملخ ہیں جو دستاریں پہن کر پھرتے ہیں، جو دین کے زیادہ دعوے دار ہیں۔ وہ امتِ رسول ہیں؟ یا یہ امتِ رسول ہے؟

حدیثِ سول بتاتی ہے کہ اجماع کثرت میں ہے، قلت میں نہیں۔ اور کثرت کسی گروہ میں قید نہیں ہے اور اللہ توفیق دے تو ہم اپنے معمولی اعمال کے ساتھ حضورِ گرامی مرتبت کے سامنے اس طرح نہ پہنچیں کہ اپنے آپ کو متقی سمجھ رہے ہوں۔ ہمیں تو شفاعت کی آرزو ہے، ہمیں معلوم ہے کہ ہم گناہگار ہیں۔ ہم اسی لیے حضور ﷺ کی شفاعت پر ناز کرتے ہیں کہ خطا کر سکیں۔

کیا خوبصورت شعر اقبالؒ نے کہے ہیں۔ میں نے آج تک اس سے خوبصورت شعر نعت کے نہیں سنے کہ:

تو غنی از ہر دو عالم مَن فقیر
روزِ محشر عذر ہائے مَن پذیر

کہ محشر کے دن اے پروردگارِ عالم! میرا اتنا عذر مان لینا۔ مجھے کوئی بڑی آرزو نہیں ہے۔ تو غنی ہے عالم سے، میں فقیر ہوں۔ مگر فقیر کا ایک سوال سن لینا۔

گر حسا بم را تو بینی ناگزیر

اگر تجھے ضرور ہی میرا احساب لینا ہو۔ اگر تو بالکل مجھے بخشنے پر آمادہ نہ ہو اور اگر تو نے ضرور ہی میری خطاؤں کو عریاں کرنا ہو تو اے میرے مالک:

از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

تو پھر مجھے حضور ﷺ کی نگاہوں سے بچائے رکھنا۔ تجھ سے شرم نہیں آتی۔ مگر حضور سے ضرور آتی ہے۔ اس لیے کہ میں اس پاک باز، اس آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کا مرید ہوں۔ اس کا تابع ہوں، اس کی متابعت کا دعویٰ کرتا ہوں، تو مجھ میں کچھ اخلاقی مناسبت تو ویسی ہونی چاہیے۔

لوگ سوال پوچھتے ہیں۔ فنا فی الشیخ کیا ہے؟ فنا فی الرسول کیا ہے؟ فنا فی اللہ کیا ہے؟ فنا فی الشیخ سے مراد ہے کہ اگر استاد پسند ہو تو اس کی عادات اپنائی جائیں اور فنا فی الرسول سے مراد ہے کہ اگر تمہیں رسول سے محبت ہے تو اس کی عادات اختیار کر لیں اور فنا فی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر فنا فی الرسول ہو تو فنا فی اللہ ضرور ہو جاؤ گے، اس لیے کہ خدا اور رسول دونوں ایک ہی پارٹی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی صرف ایک Priority کو، اللہ کو Establish کرنے میں گزری۔ اپنے آپ کو نہیں۔ ایک لاکھ چھتیس ہزار احادیث میں، یہ کمالِ عرفانِ ذاتِ رسول ہے، یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ ایک لاکھ 36 ہزار احادیث میں ایک حدیث بھی اپنی ذاتی تعریف پہ مشتمل نہیں ہے۔ ایسا عالی ظرف پیغمبر دنیا کے کسی کونے میں نظر نہیں آتا۔ کہ کوئی دعویٰ نہیں ہے رسول اللہ کا، کوئی بات ان کی زبان سے ایسی نہیں نکلی جو غیرتِ خداوند کے منافی ہو بلکہ --- اندازہ کیجیے جیسے قرآن کہتا ہے:

Marfat.com

"وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین" (الانبیاء:۱۰۷)

جو رحمتِ عالم ہیں۔ اس کو اللہ نے ٹائٹل دیا ہوا ہے رحمتِ عالم کا۔ جب اس سے ایک صحابی پوچھتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ! لوگ جنت میں کیسے داخل ہوں گے فرمایا: صرف اللہ کی رحمت کے ساتھ۔ فرمایا: یارسول اللہ! آپ؟ فرمایا: میں بھی ......! ملاحظہ فرمائیے .... میں بھی ....! یعنی وہ جو رحمتِ عالم ہیں، وہ جن کا قرآن میں رحمتِ عالم کا ٹائٹل آیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔ کیا Submission ہے، کیا priority میں گم شدگی ہے! کیا اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو بندگی کے مقام پر نافذ کرنا ہے!

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

یہ صرف محمد رسول اللہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

سوال: میں بڑی عقیدت سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان ساری باتوں کے باوجود جو میں نے آپ کے لیکچر میں سنی ہیں۔ مجھے گائیڈ کریں کہ اسلام اور خدا پر ایک عام مسلمان آخر کس طرح مکمل اعتماد پیدا کرے؟

جواب: خواتین وحضرات! بڑی سادہ سی بات ہے۔ قرآن کا ایک Standard ہے جو ابنِ عباسؓ کا ہے۔ ایک سٹینڈرڈ ہے جو آلوسی کا ہے۔ قرآن کا ایک سٹینڈرڈ ہے جو ظواہری کا ہے، ایک سٹینڈرڈ ہے جو مرتعشی کا ہے۔ قرآن کا ایک سٹینڈرڈ ہے جو بڑے بڑے علماء کا ہے جو اس کی وضاحت کرتے ہیں، اس سے Deal کرتے ہیں اور اس کو Explain کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی تو ہے جو میں اور آپ روز پڑھتے ہیں۔ قرآن وہ بھی تو ہے جو صبح جاگنے کے بعد بوڑھی عورتیں پڑھتی ہیں، ہماری مائیں پڑھتی ہیں۔ ہم ان سے فلسفے کی توقع تو نہیں کر سکتے۔ ہم ان سے دانشوری کی آرزو نہیں کرتے۔ قرآنِ حکیم کی ہر چیز پہ ثواب ہے۔ ناظرہ پہ ثواب ہے، باصرہ پہ ثواب ہے، سامعہ پہ ثواب ہے اور سب سے بڑھ کر غور وفکر کرنا قرآن کا عمل ہے اور اسی کی وہ دعوت دیتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: تلاوتِ قرآن پہ ثواب ہے، "الم" پہ ثواب ہے۔ "الف" پہ ثواب ہے۔ "ل" پہ ثواب ہے۔ "م" پہ ثواب ہے تو حضراتِ گرامی بہت اعلیٰ درجے کا عرفان اگر نہ بھی حاصل ہو تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اولیاء اللہ میں سے بعض ایسے بھی گزرے ہیں جن کو سرے سے کسی Academic سے واسطہ نہیں پڑا۔ وہ عالم نہیں مگر انسان اخلاص ومحبت سے شروع تو کر سکتا ہے۔ آپ عبدالقادرؒ کو اس وقت دیکھتے ہیں ناں جب وہ بغداد میں قطبِ زمانہ کی حیثیت سے بیٹھ رہا تھا۔ آپ اُسے غوثِ زمانہ کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ مگر عبدالقادرؒ تو اس وقت بھی عبدالقادر تھا، جب ایک چھوٹا سا بچہ سچ بول رہا تھا۔ اس وقت اس پہ یہ گمان تو نہیں ہوا تھا کہ یہ آگے چل کر "غوثِ اعظم" اور "قطبِ زمانہ" نکلے گا۔ "معین الدین چشتی اجمیریؒ" ایک باغ میں مالی ہی تو تھے کہ جب وہاں سے خواجہ ابوالحسنؒ کا گزر ہوا، اور آپ نے ان سے کہا کہ کچھ لاؤ کھانے کے لیے تو انگور توڑ کر لائے۔ صاف کر کے۔ کیا انداز دیکھے ہوں گے انہوں نے معین الدین کے ..... کہ پلیٹ اچھی طرح صاف کی، انگور اچھی طرح دھویا اور خواجہ اس کا حسنِ طرزِ مرتبہ دیکھتے رہے۔ اچھا لگا لڑکا۔ ایک دانہ انگور کا لیا، چبایا اور اس کے منہ میں ڈال دیا اور اسے برکتِ علم کی دعا دی۔ چودہ سال خارزارِ علوم میں بھٹکنے کے بعد خواجہ

Marfat.com

معین الدینؒ پھر ''ولیٔ ہند'' کی حیثیت میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ایک ابتدا ہے۔ ایک انتہا ہے۔

دنیا میں صرف دو قسم کے ولی ہیں۔ تیسرا کوئی ولی نہیں۔ اولیائے رحمان ہیں، اولیائے طاغوت ہیں۔ اللہ کے ہاں تیسرا کوئی ولی نہیں۔ آپ سب ولی ہیں۔ اب یہ اللہ جانتا ہے کہ اولیائے رحمان ہیں کہ اولیائے طاغوت ہیں۔

"اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ط والذین کفروا اولیئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت ط اولئک اصحب النار ج ھم فیھا خلدون" (البقرہ:۲۵۷)

There are two movements: جو Parallel نہیں چلتیں۔ ایک دوسرے کے مخالف چلتی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو نور سے نکل کر اندھیروں کو جا رہے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اندھیروں سے نکل کر نور کو جا رہے ہیں۔ آپ یقین جانیں کہ آپ سب اولیاء ہیں۔ اب یہ نہیں پتہ کہ کس قسم کے۔ تو تھوڑی سی نیت درست ہو جائے، تھوڑی سی محبتِ خداوند پیدا ہو جائے اور تھوڑا سا خیر کا ارادہ پیدا ہو جائے تو ایک تسلی تو ہو جائے گی کہ ہم ''شیخ اجمیر'' بنیں نہ بنیں، چاہے ہم شیخ بغداد بنیں نہ بنیں، چاہے ہم جنید بغدادؒ بنیں نہ بنیں، چاہے ہم شیخ علی ہجویری بنیں نہ بنیں۔ مگر ہم اسی رستے کے مسافر ہیں۔ متعلم جب سفر میں وفات پاتا ہے تو شہید ہوتا ہے۔ اولیائی کی طرف اٹھتا ہوا ہر قدم ولایت ہے۔

سوال: اس وقت جو طالبان کا رول ہے کیا وہ اسلام کی سپرٹ کے مطابق ہے؟

جواب: حضراتِ گرامی جب سے یہ لوگ آئے ہیں۔ مجھے Personally کچھ ان پہ بڑے Serious اعتراضات ہیں۔ ایک تو میں ملا محمد عمر کے اس ٹائٹل کے سخت خلاف تھا: امیر المومنین...........! امیر المومنین کا ٹائٹل صرف اصحابِ رسولؐ پر عائد ہوتا ہے اور وہ بھی اس سند کے ساتھ کہ اللہ نے اصحابِ رسول کو گارنٹی کیا تھا کہ یہ مومن ہیں۔ ورنہ مومن ہونے کی Judgement زمین پر کسی انسان کے پاس نہیں۔ یہ فیصلہ صرف اللہ کے پاس محفوظ ہے اور کیا بھلا ہوتا اگر ملا، امیر المسلمین کا لقب اختیار کرتا۔ میری اب بھی اگر ان سے ملاقات ہوئی تو درخواست ہے کہ بھائی ایسے ٹائٹل مت اختیار کرو، جس کے نہ ہم اہل ہیں، نہ تم اہل ہو اور جن کا فیصلہ اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

Secondly بعض اوقات اسلام کسی Cultural Situation کو سوٹ کرتا ہے اور اس Situation کو سوٹ کرتا ہوا اسلام کسی دوسری Situation کو سوٹ نہیں کرتا۔ پگڑی ہے تو پہننے کا حکم ہے، سر ڈھانپنے کا حکم ہے۔ یہ صرف افغانستان میں لاگو ہے۔ اسلام میں سر ڈھانپنا لاگو نہیں ہے۔ بخاری اور مسلم کی حدیثِ صلوۃ اگر دیکھیں تو صرف ایک حدیث موجود ہے اور اس حدیث کو حدیثِ ''مشعر'' (یعنی بالوں کی) کہتے ہیں۔ اب حدیثِ مشعر کا جو بنیادی مطلب ہے، وہ یہ ہے کہ چونکہ اس زمانے میں لوگوں کے پاس اتنا بھی کپڑا نہیں ہوتا تھا کہ وہ سر ڈھانپ لیں۔ ذرا غور سے سنیئے!......کہ لوگوں کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ سر ڈھانپ سکتے اور سنن ابی داؤد اور مسلم کی حدیث ہے کہ حضرتِ معاذ بن جبلؓ کی روایت ہے کہ جب لوگ ایک قریہ میں اکٹھے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ نماز وہ پڑھائے جس کو قرآن زیادہ آتا ہو اور میں اس وقت بارہ برس کا بچہ تھا مگر چونکہ معیتِ رسولؐ میں رہتا تھا اس لیے مجھے قرآن زیادہ آتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بچہ ہمیں قرآن پڑھائے گا اور جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو پاس سے گزرتی ہوئی ایک عورت نے کہا، اے مسلمانو! اپنے امام کا سر تو ڈھانپ لو۔

Marfat.com

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت لباس کتنا کم تھا کہ مسلمانوں کے امام کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ جب وہ امامت کے لیے جھکتے تو ننگے ہوتے تھے۔ تو حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد لوگوں نے تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کر کے مجھے ایک چادر خرید دی اور آپؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے جو خوشی اس وقت اس چادر سے ہوئی، وہ نہ تو بعد میں یمن کا گورنر بن کر ہوئی، نہ سرخ اونٹوں کی ضیافت سے ہوئی۔ اب اس معاملے میں جبکہ لباس اتنا کم تھا تو جو لباس تھا۔ یا عمامہ تھا وہ امراء کا توصیفی نشان تھا اور خاص طور پر قریش کا نشان تھا۔ مگر چونکہ اکثر لوگوں کے پاس لباس نہیں تھا اور جو پہلے پہل مسلمان ہوئے، زیادہ تر غلام ہوئے کہ دن بھر مزدوری سے کپڑا نہیں خرید سکتے تھے۔ اور کپڑا اس وقت بالکل ایسے تھا جیسے آج Platinum ہے، Very Costly۔ کپڑا تمرد کا نشان تھا اور عرب سردار جب چلتے تھے تو پیچھے Trail چلتی تھی۔ جس پہ قرآن نے ان پہ طنز کیا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح تمرد کے لیے کپڑا مت پہننا بلکہ پائینچے اٹھانے کی نصیحت کی، تو یہ اس وقت صرف اس وجہ سے تھی کہ اس وقت کپڑا تمرد، غرور اور امارت کا نشان تھا اور اس سے دوسروں کی کسرِ شان مقصود تھی اور دوسری بات یہ کہ پیسے نہیں تھے۔ ایک تو کپڑا نہیں تھا۔ دوسرا پیسے نہیں تھے کہ بال نہیں کٹوا سکتے تھے۔ ابھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ یورپ اور امریکہ سے بہت سارے جو ہمارے مزدور بھائی آتے ہیں وہ لمبے لمبے بال رکھتے ہیں۔ آپ کہتے ہوں گے کہ فیشن ہے...... بالکل نہیں ہے.....ایک بالوں کی کٹائی کے لیے آٹھ سے دس ڈالر لگتے ہیں۔ کم سے کم پانچ ڈالر اور ہمارے امریکی بھائی جو ڈالر کو بہت عزیز سمجھتے ہیں، خاص طور پر ہمارے مزدور بھائی جو اتنی مشکل سے پانچ ڈالر کماتے ہیں۔ پانچ دن انہوں نے نکالنے ہوتے ہیں۔ وہ یا تو بالوں کی ٹنڈ کروا لیتے ہیں یا بال بالکل ہی چھوڑ دیتے ہیں اور یہ وجہ ہے کہ آپ امریکہ سے آنے والوں کے اگر لمبے بال دیکھیں تو یقین جانیں کہ یہ ایک غریب امریکی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں سے آئے ہوئے لوگ سونے کی انگوٹھیاں بڑی پہنتے ہیں۔ گلے میں زنجیریں۔ اچھے بھلے دانتوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوتا ہے اور دور سے چلتے ہوئے وہ آدمی Golden Man لگتے ہیں اور بار بار عورتوں کی طرح ہاتھ چھنکارہے ہوتے ہیں اور بار بار زنجیر پر انگلیاں پھر رہی ہوتی ہیں۔ ''بھئی خدا کے لیے دیکھو تو سہی! ہم کل غریب تھے اور آج سونے سے لدے ہیں۔ سونا ہی ہے نا امارت کا نشان، تو دیکھو تو سہی۔'' وہ چودہ قیراط کا Gold ہوتا ہے جو خاصا سستا ہوتا ہے۔

اس وقت بھی عرب میں یہ عالم تھا کہ کپڑا ناپید تھا اور سر نہیں ڈھانپے جاتے تھے تو لوگ جب سجدے میں جاتے تو بال چونکہ لمبے ہوتے تھے اس لیے سامنے آ کر آنکھوں میں پڑتے تھے تو اصحابِ رسول سجدے کے عالم میں ہی بالوں کو کنگھی شروع کر دیتے تو حدیث کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: مشعر کو چھوڑ دو۔ مشعر کو چھوڑ دو۔ مشعر کو چھوڑ دو..... کہ نماز کی تہذیب میں سجدے میں بالوں کو ٹھیک کرنا درست نہیں ہے۔ یہ واحد حدیث ہے جو بخاری میں ہے، یہ واحد حدیث ہے جو مسلم میں ہے اور جو سر ڈھانپنے پہ نہیں ہے، سر ننگے پہ ہے۔

ایک حدیث سے آدھا شائبہ ملتا ہے کہ حضور ﷺ نے بغیر سر ڈھانپے نماز پڑھائی۔ ظہر کی نماز میں گھر سے نکلے، بہت دیر ہو چکی تھی اور نہا کر نکلے تھے اور کنپٹیوں سے پانی نچڑ رہا تھا اور کوئی علامت درمیان میں اصحاب نے بیان نہیں فرمائی کہ باہر نکل کر انہوں نے سر پر کپڑا رکھا اور نماز پڑھائی۔

خواتین وحضرات! سوال یہ ہے ٹوپی آئی کہاں سے..... جہاں تک طالبان کی بات ہے۔ان کی جو پگڑی ہے۔ یہ چونکہ Semite سے ہیں اوران کا براہِ راست تعلق Semite سے ہے اور عمامہ، پگڑی، اس قسم کی علامات اوران کے رنگ..... نیلی پگڑیاں، کالی پگڑیاں اور سفید پگڑیاں۔ یہ ان کی قبائلی علامات تھیں۔تو Particularly اس قسم کے ماحول میں اگر زرافے کی گردن اس لیے لمبی ہوگئی کہ درخت اونچے تھے اوراس کو اونچا کرتے کرتے اس کی گردن ہی لمبی ہوگئی پتے کھانے کے لیے۔ یا اونٹ کا کوہان اس لیے بن گیا کہ اس میں پانی جمع ہوجائے، چربی اس میں اکٹھی ہوجائے تاکہ صحراؤں کی طوالتوں میں اور ریگزاروں کی گرمی میں یہ جانور مرنے نہ پائے۔تو جہاں جہاں پگڑیاں ہیں، وہاں صحرا ہیں اور پہاڑ ہیں اور اگر آپ غور کریں تو وہ ان کے سروں کو ڈھانپتی ہیں اور تمازتِ آفتاب سے بچاتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اگر میں ننگے سر افریقہ چلا جاؤں یا میں صحرائے لیبیا میں چلا جاؤں یا اگر میں طالبان کے پاس ہی چلا جاؤں تو مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا کہ میں ایک ڈیڑھ، دو من کی پگڑی سر پر رکھ لوں۔

But this is not the law of Islam....... تو بحیثیت ایک سوچنے والے کے I can advise them. What suits you is not Islam, What suits every body is Islam. یہ غلط ہے۔ اسلام کسی طبقے یا گروہ کے لیے نہیں بنا۔ اسلام جملہ انسانیت کے ایک بدترین سے بدترین اور بہترین سے بہترین انسان کے لیے ہے۔ اسلام میں ہر قانون Basic سے شروع ہوا۔ Basic کے پاس تو روٹی بھی نہیں ہے، Basic کے پاس تو کپڑا بھی نہیں ہے۔ Basic ہر زمانے میں ننگِ وجود ہے تو قرآن اور حدیث تو اس کے لیے بھی ہے۔ ہاں، جوں جوں آپ Sophisticated ہوتے ہیں، جوں جوں آپ آگے بڑھتے ہیں، ٹوپیاں کیوں آئیں؟ برصغیر میں کیوں آئیں؟ انگریز نے برابری کا نشان ننگے سر رکھا ہوا تھا اور غلامی کا نشان ٹوپی رکھا ہوا تھا۔ انگریز کبھی بھی غلام کو بغیر سر ڈھانپے اپنے حضور بازیافت نہیں دیتا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ پٹواری ٹوپی پہن کر آئیں۔ اس کا حکم تھا کہ تحصیلدار ٹوپی پہن کر آئیں۔ اس کا حکم تھا کہ جو محکوم ہمارے حضور آئے وہ سر ڈھانپ کر آئے اور وہ اپنا ہیٹ۔ ہیٹ سٹینڈ پر رکھ دیتا تھا۔ جب وہ اکٹھے بیٹھتے تھے تو وہ ننگے سر بیٹھتے تھے۔ جب وہ محکوموں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو ننگے سر بیٹھتے تھے اور محکوم ٹوپیاں پہنتے تھے۔ ہمارے پیروں فقیروں نے جب یہ دیکھا کہ انگریز کے سامنے تو ٹوپی پہنتے ہیں اور ہم خدائی فوجدار ہیں۔ تو ہمارے سامنے کیوں نہیں ٹوپی پہنتے تو اس وقت ہمارے پیروں فقیروں نے حکم دیا کہ کوئی ہمارے حضور ننگے سر نہ آئے کیونکہ ہم تو ویسے ہی تمہیں برابر نہیں سمجھتے۔

خواتین وحضرات! بہت ساری ایسی باتیں ہیں جیسے عورتوں کی تعلیم ....

"اطلبوا العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة"

اور دین کا ایک چوتھائی ایک عورت کے پاس ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ہے۔ اس عالمہ مقدسہ کے پاس ہے، جس سے علیؓ فتویٰ پوچھنے آتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ ان کے پہلو سے اٹھ کے فقیہہ ہوتے ہیں۔ عروہ بن مسعودؓ ان سے سبق لیتے تھے۔ دنیا میں چار عورتیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مقدس اور معزز ہیں:

سارہ زوجۂ ابراہیم، آسیہ بنتِ مزاحم، خدیجۃ الکبریٰ، مریم مقدسہ اور عائشہ کی فضیلت ان پہ ایسی ہے جیسے ثرید کو

Marfat.com

باقی کھانوں پر۔ یہ کیوں ہے؟......آج تک دنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں گزری جس کے علم وفضل کے تقدس نے دنیا کے ارب ہا ارب انسانوں کو روشنی بخشی ہو۔ سوائے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے۔

حضراتِ گرامی! ایک سوال پوچھا گیا عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں، کہ اتنی جلدی شادی کا کیا سبب ہے؟ ذرا غور کیجیے۔ حضور علیہ السلام کی گیارہ بیبیوں میں سے تمام بیبیوں سے صرف اٹھارہ احادیث مروی ہیں اور خدا یہ چاہتا تھا کہ ایک پوری عائلی زندگی کا ریکارڈ تیار کیا جاتا مگر اس کے لیے ایسی Memory نہیں چاہیے تھی جو پہلے سے تیار ہو چکی ہو، بن چکی ہو، جو بھرپور کردار ادا کر چکی ہو۔ اللہ کو ایک ایسی لڑکی چاہیے تھی جس کی Memory بے مثال ہو۔ جو بالکل تازہ تازہ ذہن لے کر آئی ہو۔ جس کو اپنے رسول سے اور اپنے شوہر سے بے پناہ محبت تھی اور جس نے ان کی عائلی زندگی کی ایک ایک جزئیات کو سلامت رکھا اور آج آپ کے گھروں میں اُن احادیثِ رسول کے چراغ جلتے ہیں جو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے توسط سے آپ تک پہنچی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس چھوٹی سی عمر میں شادی کی صرف ایک وجہ تھی کہ وہ چھوٹی سی لڑکی پوری یادداشت کے ساتھ ہر بات کو محفوظ رکھے۔ وہی ایک عمر ہوتی ہے قرآن حفظ کرنے کی۔ کبھی بوڑھے طوطوں نے بھی قرآن حفظ کیا ہے۔ Mature آدمیوں کی Memory مکمل ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ ایک Clean Slate تھی۔ تازہ دم، زندہ اور اتنی بڑی استاد کہ مدینے میں اس سے بڑا استاد کوئی نہ تھا اور جب بڑے بڑے اصحاب کو مسائل میں شبہ ہوتا تو لوگ کہتے کہ یار کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کیونکہ وہ عالمہ تھیں، استاد تھیں، جاہ وجلال والی تھیں اور غصے والی تھیں اور آج بھی آپ کو کوئی عائشہ ایسی نظر نہیں آئے گی جو غصے والی نہ ہو۔ آج بھی دو صفات ام المومنین کی وجہ سے ہر اس لڑکی میں ہوں گی جس کا نام عائشہ ہوگا۔ ایک غصہ اور ایک Memory, یہ ان کا فیض ہے۔

سوال: آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مسلمانوں کی Civilization میں جو مسلمان سائنس دان تھے یہ ہمیشہ پکے مسلمان نکلے لیکن جو حکمران تھے وہ تقریباً سارے Secular نکلے۔ آپ کیا سمجھیں گے کہ یہ West کا Infuence ہے یا مسلمان امت کو سزا ہے؟

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ میں نے پاکستان کی بات کی تھی۔ پاکستان بدقسمتی سے دو دشمنوں کی نذر ہو گیا۔ ایک ہمارے مولوی صاحبان کی نذر ہو گیا کہ جنہوں نے اعلیٰ تربیتی مقاصد سے ناآگہی کا عہد کر رکھا تھا، جو اپنے مقام سے آگے بڑھنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے Local Interpretations کے ساتھ اسلام کو ایسا پابند کیا اور ایسا گھیرا کہ لوگ بجائے اسے چاہنے کے اس سے ڈرنے لگ گئے اور دوسری طرف ان کی اس کمزوری کا فائدہ انگریز کے پیدا کردہ ماحول کی اس مخلوق نے اٹھا لیا جو بظاہر انگریزی بول کر اپنے آپ کو دنیا کی ساتویں سیڑھی پر سمجھتے تھے اور جنہوں نے Impressions کے نئے دروازے کھول دیے۔ جنہوں نے Deliberately یہ پروپیگنڈا کیا کہ اسلام ایک پرانی، فرسودہ اور آلودہ شے ہے اور اس لحاظ سے وہ عامۃ المسلمین کو گمراہ کرنے کے قابل ہو گئے اور زیادہ تر انہیں لوگوں نے آگے بڑھ کر حکومتیں سنبھالیں اور یہ ایک چیز کے دشمن تھے۔ صرف ایک چیز کے کہ اسلام نہ کہیں Practical ہو جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے لوگ جب صحیح جذبوں سے اٹھیں گے اور جب اسلام کو Propagate کریں گے

Marfat.com

اور عمل پذیر کریں گے تو مجھے پورا پورا Confidence ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے صرف پاکستان کے لوگ ہی اس قابل ہیں کہ جو اسلام میں وہ دور واپس لا سکتے ہیں کہ جو اصحابِ رسول کا دور تھا، جو تابعین کا دور تھا اور جو تبع تابعین کا دور تھا اس لیے کہ اللہ نے نام تو اس کا پاکستان رکھ دیا ہے مگر ہم ابھی تک ناپاکیزگی کا کافی سارا چلہ کھینچ چکے ہیں۔ میں یہ دعا ضرور کروں گا کہ باوجود اتنے سارے باہمی اختلافات کے میں کسی کی فتح و شکست کا قائل نہیں ہوں مگر مجھے غرور سرکشی سے اتنی ہی نفرت ہے..... کہ اللہ کہتا ہے "کبریائی میری چادر ہے جو اس کو مجھ سے چھینتا ہے، اس کے خلاف میں خود جنگ کرتا ہوں۔" Throughout میں Media کو دیکھ رہا ہوں تو مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے کہ تمام یورپی میڈیا بار بار ایک ہی طنطنہ، ایک ہی دعویٰ رکھتا ہے کہ We are powerful. Our instruments of destruction are very powerful. We have penetrated the Earth with cluster bombs. ہمارے بمبار B.51 اور B.52 آسمانوں سے اس طرح گزر رہے ہیں[1] کہ کابل کو تمام مسلمانوں کا قبرستان بنا دیا جائے گا یا ہرات کو بنا دیا جائے گا۔ مگر ایک بات بڑی واضح ہے کہ تکبرات کا ایک عالم کھلا پڑا ہے اور ایک خروش ہے، ایک تمرد ہے، جو نمایاں ہے اور ایک دعویٰ ہے جو بار بار ان کے حلق سے اچھلتا ہے مگر کبھی کبھی ان کے حلق میں واپس چلا جاتا ہے۔ جیسے سات دن تک یہ دعویٰ اچھلتا رہا کہ ہم نے افغانستان کی فضاؤں پہ مکمل قابو پا لیا ہے تو پانچویں دن ہلکا سا یہ کہا کہ نہیں نہیں، ان کے Anti air crafts ابھی سلامت ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ ان کے Anti air crafts سلامت رکھے، اللہ ان کے میزائل سلامت رکھے، میں کہتا ہوں کہ اللہ ان کی خطا کو اپنی رحمت سے دور فرما دے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان کو بھی عقل آئے کہ ایک طرف ہو کے اور اسلام کی ایک Local interpretation کر کے وہ عالم اسلام کو اپنا نہیں بنا سکتے۔ بلکہ اس عالم اسلام کی طرح ہو جائیں جو باوجود ان سے اختلاف کے، ان پر مصیبت آئی تو ان کے دلوں میں ان کے لیے درد اٹھا اور کاش کہ یہ احساس آگے بڑھتا ہوا ایک ارب مسلمانوں کے رگ و پے میں سما جائے اور ہم اسلام کی Value پہ، گروہی ایمانوں کی Value پہ نہیں بلکہ اپنے آپ کو سادہ سا مسلمان سمجھتے ہوئے، اخوت و محبت کا نیا سبق پڑھیں۔ تو یہ وہ وقت نہیں ہے کہ ہم وہابی بنیں اور سنی بنیں اور دیو بندی بنیں اور شیعہ بنیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم صرف اور صرف مسلمان ہوں اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں صرف مسلمان بننے کی توفیق دے۔ ایک دوسرے سے محبت کرنے کی توفیق دے۔

"اللهم الف بين قلوبنا، واصلح ذات بيننا، واهدنا سبل السلام، ونجنا من الظلمات الى النور" (حصنِ حصین)

سوال: جس طرح آپ نے بتایا کہ اس وقت ہمارے گروہ بنے ہوئے ہیں تو آپ کے خیال میں کیا یہ بہتر نہیں کہ اپنی اپنی قابلیت کے مطابق ہم ان کے ہاتھ مضبوط کریں جو ہمارے خیال میں دین کی تھوڑی بہت خدمت کر رہے ہیں؟

جواب: پہلے تو اس سوال کا فیصلہ کرنا ہے کہ وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں کہ دین کو خراب کر رہے ہیں؟ اگر گروہوں میں بانٹنا دین کی خدمت ہے تو پھر ہم اس خدمت پر راضی ہیں۔

Marfat.com

مجھے ایک دفعہ IPC میں جماعت اسلامی کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ پروفیسر خورشید میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اس بات کی داد دیتا ہوں کہ بعد میں انہوں نے مجھے ہمیشہ اچھے نام سے یاد کیا............

He said even in England, while he was talking to the people, "I've seen only one person in Pakistan who impressed me in religion."

اور میں بھی اس وقت ان کے بارے میں یہ سمجھ کے کہ یہ پڑھے لکھے بندے ہیں، پانچ گھنٹے کی discussion کے بعد، جہاں ان کے سارے لوگ بیٹھے تھے: In the end they asked me a simple question. How can we improve our selves. تو میں نے ان سے کہا تھا کہ جماعت توڑ دو، بے نام ونشان ہو جاؤ، لوگوں میں چلے جاؤ۔ تشخص جدا نہ کرو۔ تو پھر دیکھو کہ لوگ کیسے تمہیں قبول کرتے ہیں۔ I know that it was not acceptable for them. Organization ایک ایسی لعنت ہے، ایک ایسی محبت ہے کہ لوگ اپنی بنائی ہوئی زنجیروں میں خود جکڑے جاتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

جشنِ بہاراں کے موقع پر ایک نشست

اعوذ باللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

خواتین وحضرات السلام علیکم! میں اس پروگرام کے منتظمین کو مبارک باد دیتا ہوں کہ بغیرِ بہار جشنِ بہاراں کا اہتمام کر لیا۔ پچھلی نصف صدی سے، جو تین بڑے حقائق انسان کی زندگی میں ہوتے ہیں، ایک اس کی دنیاوی اور آخرت کی کمٹمنٹ جو مذہب سے نمایاں ہوتی ہے۔ دوسرا اس کی خاک کا تعلق، اس کی مٹی کی خوشبو، جو اسے اپنے ملک سے وابستہ رکھتی ہے اور ایک، اس کو اپنی ذات کے حوالے سے زندگی کے علم میں جو خوشی اور غم نصیب ہوتے ہیں۔ تو پچھلی نصف صدی سے ان تینوں فیلڈز میں مجھے بہار کا احساس نہیں ہوا۔ اس کے باوجود میں اس جشنِ بہاراں میں شرکت کے لیے اپنے دوستوں کی محبت کے طور پہ آیا ہوں کہ یہ ایک شئے ارزاں نہ تھی، جو جہلم میں بڑی سستی ملتی ہے اور یہ محبت اور خلوص جوان نوجوانوں کے دلوں میں میرے لیے یا میرے مکتبۂ فکر کے لیے پایا جاتا ہے، مجھے شاید سارے زمانے سے عزیز تر ہے۔

ویسے بھی خواتین وحضرات! بہار کوئی خارجی کیفیت نہیں ہے۔ بہار تو ایک داخلی کیفیت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا بھر کی نعمتیں آپ کو نصیب ہوں اور آپ کی توجہات میں خوشی اس لیے نہ آئے کہ کوئی بہت پیچیدہ، دیرینہ غم آپ کو تہوں سے کھنگال رہا ہو اور ہوسکتا ہے کہ آپ مصائب کے کڑے سمندر میں ہوں، آپ الم انگیز حالات سے گذر رہے ہوں، مگر دل کسی ایسی ذات سے جلا پا رہا ہو جو اُداسی کی لہر آپ تک پہنچنے نہ دے تو کسی نے بڑے خوبصورت شعر میں کہا کہ:

بہار نذرِ تغافل ہوئی خزاں ٹھہری
خزاں شہیدِ تبسم ہوئی بہار ہوئی

تو یہ کیفیت اور یہ رنگتوں کا بدلنا اور یہ انسانی قلب کی ماہیت کی تبدیلیاں، یہ تمام اُس وقت حالتِ اضطراب میں رہتی ہیں، جب تک کہ کوئی ایسی مکمل پائیدار وابستگی نہ نصیب ہو جائے کہ جو انسان کے دل کو ہمہ وقت ایک جیسے حالات میں رکھے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ نے کہا کہ تیری Maturity, تیرے ذہنِ رسا کی گرفت، اس وقت مضبوط ہوگی اور تیرا دل اس وقت مقام پائے گا جب تو کسی خوشی سے زیادہ خوش نہ ہوگا اور کسی غم سے تیرا دل زیادہ متغیر نہ ہوگا۔ ہم اس کو اس لیے اعتدال کہتے ہیں کہ وہ دل جو زیادہ خوشی کی طلب کرتا ہے، وہ فلسفۂ حیات سے ناآگاہ ہے۔ ایک مختصر سے مقام میں اگر

Marfat.com

آپ زندگی کے مقاصد پر غور کرو، اگر آپ پوری نسلِ انسانی کے مقصدِ حیات پہ غور کرو، اگر آپ حیات کی غائتِ اولیٰ پہ غور کرو تو کم از کم ہمیں اس بات کا مکمل احساس ہوتا ہے کہ یہ قطعاً خوشی کا مقام نہیں ہے۔ جب اُس بلا اور کشیدگیٔ اعصاب سے آدم کو حکمِ سفر ملا:

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

آدم جب جنت سے نکلے تو ان کے دل پہ کیا غم وحزن کی کیفیت وارد ہو رہی ہوگی؟ سب سے بڑھ کر پروردگارِ عالم کا ساتھ چھوٹ رہا تھا۔ ایسی ہمسائیگی کا ضائع ہونا بھلا کس کو اذیت میں نہ ڈالے گا؟ وہ حضرتِ انسان جو، حضرتِ الٰہ، کی نگاہوں میں بستے تھے۔ جو محبت کے پھولوں سے پروان چڑھتے تھے۔ جو اپنے اس دوست کے ساتھ، اپنے غم گسار کے ساتھ، ہمہ وقت سایۂ رحمتِ پروردگار میں رہتے تھے۔ جب ایک مکروفریب اور ریاکاری کی ایک حرکت کی وجہ سے، ایک شیطنت کی کارپردازی کی وجہ سے، جب جنت سے رخصت کا اِذن ہوا تو کتنا اُداس ہوگا آدم، کتنی اُداس ہوں گی ان کی خاتونِ خانہ۔ مگر پروردگار نے ایک چھوٹے سے، بہت چھوٹے سے فقرے میں ان کو حوصلہ بخشا:

"فتلقی ادم من ربه كلمت فتاب عليه انه هو التواب الرحيم" (البقرۃ:۳۷)

(پھر سکھائے گئے آدم کو اس کے رب کی طرف سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔)

Unlike Christian theology, کرسچن تھیالوجی کے برعکس جو انسان کو ازلی گنہگار سمجھتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ انسان صرف گناہ کا پتلا ہے اور گناہ کرنے کی وجہ سے زمین پر آیا ہے اور گناہ ہی کرتا چلا جائے گا تا آنکہ اس کی نجات ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ سے کہ ان کی قربانی اور ان کے صلیب پر چڑھ جانے نے پوری امتِ عیسوی کے لیے فلاح و بہبود کا، جنت کا اور واپسی کا راستہ پیدا کیا۔ مگر اسلام ایسے نہیں سمجھتا۔

بنیادی اختلاف مذاہب میں وہاں نہیں پیدا ہوتا کہ جہاں مذاہب ایک دوسرے سے جنگ کرتے ہیں یا لڑتے ہیں۔ بنیادی اختلاف وہاں پیدا ہوتا ہے۔ جہاں پوری کی پوری عمارتِ مذہب ایک ایسے Concept پر چلی جائے جس سے دوسرا مذہب بالکل انکار کر رہا ہو۔ مثال کے طور پر جب پورے کا پورا عیسوی مذہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب سمجھے گا اور پھر مصلوب سمجھنے کے بعد ان کی ایک دائمی زندگی کی تردید کرے گا یا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک دنیاوی عذاب کی گرفت میں آیا ہوا پیغمبر سمجھے گا اور قرآن کے بالکل برعکس جو ان تمام کیفیات سے مطلق انکار کرتا ہے اور سب سے بڑا مراقبۂ عیسوی جو عیسوی تصوف میں ہے اُسے مراقبۂ صلیب کہتے ہیں کہ جہاں کوئی بھی عیسائی ولی تنہائی میں جا کر ارتکازِ ذات کرتے ہیں اور ارتکاز کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اُس حالتِ اذیت کو اپنے اوپر وارد کرتے ہیں اور اس واردات کے دوران ان کے بھی جسم پر کوڑوں کے نشان ابھرتے ہیں اور ان کے گلے میں صلیب کے پھندے کا نشان ہوتا ہے۔ خواتین وحضرات جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو اس افسانے کا سر پیر ہی نہیں ملتا بلکہ اس کے بالکل برعکس خداوندکریم بڑی وضاحت اور بڑے اہتمام سے یہ فرماتے ہیں کہ:

"وما قتلوه وما صلبوه" (النسآء:۱۵۷)

Marfat.com

(نہ تو عیسیٰ کو قتل کیا گیا نہ صلیب دی گئی۔)

بھلا ہم اپنے پیغمبر کو کیسے ایسی اذیت میں ڈال سکتے تھے؟ اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ قتل کیا گیا، نہ صلیب دی گئی تو پھر تمام Fabrications جو اس کے بعد اس قصے کہانی میں Built ہو گئیں وہ بے نام ونشان ہو گئیں۔ اس سے مراد قطعاً کسی کے مذہب میں اعتراض نہیں کرنا ہے بلکہ میں آپ کو صرف یہ بتا رہا ہوں کہ بعض اوقات اتنے دور کے مسالک ہو جاتے ہیں کہ Intellectualy اور ذہنی طور پر ان باتوں پہ کسی قسم کا عقیدہ رکھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے اور قرآن آخری کتاب اس لیے کہی گئی کہ اگر پچھلی کتابوں میں کچھ تھوڑی بہت ردو بدل ہو گئی ہو:

"ثم یحرفونہ من ؑ بعد ماعقلوہ وھم یعلمون ہ" (البقرۃ:۷۵)

کہ جانتے بوجھتے ہوئے اگر کسی کتاب میں تحریف ہو گئی ہو یا کتاب اپنے ابتدائی رنگ میں رہ گئی یا نغماتِ داؤد ہیں یا نغماتِ سلیمان ہیں یا صحائفِ موسیٰ وعیسیٰ ہیں، صحائفِ ابراہیم ہیں تو جزوی طور پر تو وہ ضرور سچائی کے حامل ہوں گے۔

مگر خواتین وحضرات! جزوی سچائی کے حامل لوگ بھی جزوی عقل کے مالک ہونے چاہئیں۔ جب تک آپ کی عقل وعلم کو بلوغت نصیب نہیں ہے، اگر آپ بچے ہیں، نوعمر ہیں، چھوٹی کلاسوں کے طالب علم ہیں تو آپ کو پی ایچ ڈی کی کتابیں نہیں پڑھائی جاسکتیں۔ معاشرہ جب ترتیب سے پروگریس کرتا ہوا علمی تحقیق سے آگے گزرتا ہے تو ہم معاشرے کو اس طرح پچھلے زمانوں میں نہیں دیکھتے جیسے آج دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو پوری عصرِ حاضر کی تحریکِ ترقی وتمدن صرف سو اور سوا سو سال پرانے ہیں۔ اس سے پہلے تو ایک پہیہ.....ایک گاڑی۔ یورپ کا پورا تمدن، چند بڑی اینٹوں سے بنے شاندار اہرام پر مبنی تھا۔ وہاں تو کوئی ایسے شاندار تمدن اور Sky Scrappers نظر نہیں آتے۔ یہ صرف ڈیڑھ، دو سو سال کی تاریخِ تمدنِ انسان ہے، جس میں سائنس نے حرکت کی ہے اور اگر اسے Exactly Place کر دوں تو میں یہ کہوں گا کہ Reformation اور Renaissance کے بعد یورپ کی تحریکِ علمیہ نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ عین اُسی وقت مسلمانوں کے فتح کے غرور نے اور Constentinople کی فتح نے اور وہ جو یلغار تھی سلطانِ سلیمانِ ذیشان کی، جس نے یورپ کو ہراساں اور پریشان کر رکھا تھا۔ عین اُسی وقت یورپ کی اُس پسماندگی اور پژمردگی نے ان کی دو بڑی تعلیمی تحریکات، Renaissance اور Reformation کو جنم دیا۔ تحریک احیائے علوم اور تحریک احیائے مذہب۔ تحریکِ احیائے مذہب کو میں زیادہ explain کرنے کی کوشش کروں گا، آپ حیران ہوں گے کہ تحریکِ احیائے مذہب کا پس منظر اگر آپ دیکھ لیں تو اسے آپ اپنے مذہبی پس منظر سے بڑا ہم آہنگ پائیں گے۔ اُس وقت بھی علمائے عیسائیت کی ایک بہت بڑی تعداد جنت کے سرٹیفکیٹ بانٹتی پھرتی تھی اور اتفاق کی بات دیکھئے کہ انہوں نے دو قسم کے سرٹیفکیٹ تیار کیے ہوئے تھے۔ ایک پانچ پونڈ کا، ایک دس پونڈ کا اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر پانچ پونڈ چرچ کو ادا کرو تو آپ کو نچلی جنت کا سرٹیفکیٹ ایشو کر دیتے ہیں اور اگر آپ دس پونڈ ادا کرو تو ہم جنت الفردوس کا ٹکٹ کاٹ دیتے ہیں اور کوئی بھی عیسائی ان سے یہ پوچھنے کی جسارت نہیں کرتا تھا کہ اے جنت کا ٹکٹ بانٹنے والو! کیا آپ بھی کبھی جنت میں جاؤ گے کہ نہیں جاؤ گے۔

خواتین وحضرات! اسی طرح کا ایک واقعہ مجھے لاہور میں پیش آیا کہ ایک میرا طالب علم بیچارہ گھبرایا ہوا آیا اور

کہنے لگا کہ مولوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ ہماری جماعت میں شامل ہو جاؤ تو میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ آپ جنت میں داخل کیے جاؤ گے۔ تو اس نے کہا کہ پروفیسر صاحب یہ بات سچ ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کاغذ لے جاؤ اور ان سے صرف یہ لکھوا لو کہ کیا وہ جنت میں داخل ہوں گے کہ نہیں ہوں گے۔ تمہاری تو بعد کی بات ہے۔ تو یہ اس قسم کے پس منظر میں وہ تحریکات اٹھیں اور اس قسم کے Rigid مذہب کے تصور کے خلاف ہمیشہ احتجاج اٹھتے چلے آئے ہیں اور آپ یقین کرو کہ یورپ کے اُس احتجاج کا نام ہی Protestant Religion پڑ گیا۔ Roman Catholicism کی ان حرکات کے خلاف جن لوگوں نے احتجاج کیا ان کو Protestant کہتے تھے اور نئے مذہب کی تخلیق ہی Protestant Religion کی تخلیق کہلائی۔ مگر جیسے ہمیشہ ہوتا ہے کہ protest کرنے والے بڑی دور تک نکل جاتے ہیں تو Protest کرنے والے ساتھ میں اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے اپنے سر منڈا لیے اور فقر و فاقہ کرنے لگے اور انتہائی سختی سے عمل پذیر ہوئے اور اتنے Rigid ہو گئے کہ انہی Christian نئے لوگوں میں سے ایک گروہ پیدا ہوا جنہیں ہم Calvinist کہتے ہیں یعنی گنجے سر والے پادری۔ اتنے Rigid! اللہ بہتر جانتا ہے، میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ اچھے بھلے خوبصورت بالوں والے جوان آج کل سر منڈار ہے ہیں، تو مجھے Calvinist کا دور یاد آ جاتا ہے۔ حالانکہ مذہب اسلام میں بال ہمیشہ خوبصورتی کا Symbol رہے۔ اتنی بڑی خوبصورتی کہ اللہ نے کہا کہ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ نمازوں میں نہ جایا کرو۔ تمہارے اُلجھے ہوئے بال ہمیں پسند نہیں ہیں۔ اگر ہم نے تمہیں زینت بخشی ہے، خوبصورتی بخشی ہے تو نمازوں میں زینت کے ساتھ جایا کرو۔ بالوں کو سنوار کے جایا کرو۔ کنگھی پٹی کر کے جایا کرو........

دیکھئے ایک طرف تو اسلام کا ایک Aesthetic پہلو ہے کہ جو نہ تو حسنِ صوت کو چھوڑتا ہے، نہ حسنِ صورت کو چھوڑتا ہے، نہ حسنِ انداز کو چھوڑتا ہے نہ حسنِ اخلاق کو چھوڑتا ہے۔ تو اس مذہب میں Rigidity کہاں سے آ سکتی ہے؟ آپ قرآن کو پڑھنے لگو تو اللہ میاں کہے گا دیکھو! یہ بے ڈھنگے پن سے ہانکو تا نکو نہیں بلکہ ترتیل کے ساتھ، ترتیب کے ساتھ قرآن حکیم پڑھا کرو اور حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ اپنے وقت کے پیغمبر کا قرآن پڑھنا پسند ہے اور اس کے بعد وہ لوگ جو قرآن کو سنوار کر پڑھتے ہیں اور قرآن کو سنوار کر پڑھنے کی ایک جو بہت بڑی حدیث ہمارے پاس ہے، حضرت سیدنا اسید بن حضیرؓ کی کہ! ''حضرت اُسیدؓ'' اتنے اچھے قاری تھے، اتنی خوبصورت آواز سے قرآن پڑھتے تھے کہ ایک دفعہ گھوڑا پاس کھڑا تھا اور بچہ ساتھ لیٹا ہوا تھا اور آپ تلاوتِ قرآنِ پاک فرما رہے تھے تو دیکھا کہ بادل جھک آئے ہیں تو گھوڑا بدکا اور اس خیال سے کہ بچے کو زخمی نہ کر دے، حضرت اسیدؓ نے تلاوت بند کر دی اور صبح حضورِ گرامی مرتبت کے پاس حاضر ہوئے اور کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات میرے ساتھ بڑا عجیب واقعہ پیش آیا کہ میں تلاوت کر رہا تھا تو بادل جھک پڑے اور ان میں روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں اور میں اس ڈر سے کہ ان کے بہت قریب آنے سے گھوڑا بدک کر بچے کو زخمی نہ کر دے، تو میں نے تلاوت ترک کر دی۔ تو فرمایا، ''اُسید! یہ ملائکہ تھے جو تیری تلاوت کی خوبی کی وجہ سے زمین پر اتر آئے تھے اور اگر خدا کی قسم! تو تلاوت کرتا رہتا تو وہ بادلوں سے نکل کر تجھ سے مصافحہ کرتے۔''

خواتین و حضرات! یہ اعتقاد کی باتیں نہیں ہیں۔ ملائکہ اعتقاد کی باتیں نہیں ہیں۔ جنات اعتقاد کی باتیں نہیں ہیں۔ انسان جب کسی احمقانہ طرزِ فکر سے آشنا ہو جائے اور انسان جب بزعم خود ایک Intellectual Capacity سے

آشنا ہو جائے تو اس کو متر ادفات پیش ہوتے ہیں، سب سے بڑا تر دد جو اس کو پیش ہوتا ہے کہ Unscientific باتوں کو وہ کیسے Scientific مان لے؟ وہ کیسے ملک مان لے؟ کیسے جن مان لے؟ اس کو یہ پریشانی ہے کہ میرے پاس ان کے Scientific حقائق موجود نہیں ہیں۔

خواتین و حضرات! اگر آپ غور کیجیے تو انسان جو اتنا نازاں ہے اپنے سائنسی علوم پر، اگر آپ آج ذرا بھی غور کریں تو آپ کو احساس ہو کہ انسان کے پاس زمین کی موجودات کا کتنا علم ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ زمین پر ایک بلین Species یا جنس کی مختلف مخلوقات موجود ہیں، اور سب سے بڑے Intelectual سے اگر پوچھ لیا جائے کہ تجھے کتنی مخلوقات کے نام آتے ہیں تو بڑی مشکل پڑے گی تیس چالیس سے آگے بڑھنے میں۔ سارے اندازے شکست ہو جائیں گے، لاعلمی واضح ہو جائے گی اور کم علمیت اپنا ڈھنڈورا پیٹ دے گی۔ تو ایسی معلومات جو اتنی مختصر ہوں اُس رب کریم کی تخلیقات کے مقابلے میں، اگر وہ ایک چھوٹی سی زمین میں، ایسے کیمپ میں جس کو وہ مستقل سیارہ اور ستارہ بھی نہیں کہتا۔ وہ تو کہتا ہے کہ ایک چھوٹا سا کیمپ میں نے لگایا ہے۔ اس میں تمہیں قید کیا گیا ہے۔ تمہارے لیے غیر معمولی Circumstances پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ اس سے باہر کہیں نہیں ہے۔ ذرا اوپر چلے جاؤ تو قوانینِ خلا بدل جاتے ہیں۔ اس سے اوپر جاؤ گے تو Galaxies میں تم Exist نہیں کر سکتے ہو۔ ایک لاکھ میل سورج اِدھر آ جائے تو تمہارا وجود نہیں ہے۔ پرے چلا جائے تو تم Freeze ہو جاؤ گے۔ یہ خصوصی Conditions پیدا کی گئی ہیں۔ ایک چھوٹا سا کیمپ بنایا گیا ہے۔ اس کیمپ میں تمہارا کوئی مستقل قیام نہیں ہے۔ یہ جنت نہیں ہے، یہ دوزخ نہیں ہے:

"مستقر و متاع الی حین" (البقرۃ: ۳۶)

(ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔)

اس میں تمہارا تھوڑا سا فائدہ ہے۔ اس لیے کہ میں تمہیں نامزد کر بیٹھا ہوں: خلیفۃ اللہ فی الارض۔ ایسا خلیفۃ اللہ جو زمین پر پہنچے گا۔ جس کی سیادت کی اہلیت زمین پر نمایاں ہوگی۔ زمین آپ کی خلافت کا گھر نہیں ہے۔ آپ کی خلافت کا Training House ضرور ہے۔ مگر یہ آپ کی خلافت کا مقام نہیں ہے۔ ایسی دنیا آپ کی خلافت کا مقام کیسے ہو سکتی ہے جس کو پروردگار کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"الدنیا سجن المؤمن"

(یہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔)

بھلا قید خانہ بھی کوئی سلطنت ہو سکتی ہے؟ بھلا قید خانہ بھی کوئی عزت کا مقام ہو سکتا ہے؟

لو! سنی گئی ہماری یوں پھرے ہیں دن کہ پھر سے
وہی گوشۂ قفس ہے وہی فصلِ گل کا ماتم

جشنِ بہاراں کے موقع پر یہ شعر سوٹ تو نہیں کرتا مگر خیر بہر حال...... تو میں عرض کر رہا ہوں کہ کیا اس قید خانے کو بھی کوئی اپنے لیے مقامِ فرحت سمجھ سکتا ہے؟ یہ مقامِ استہزاء تو ہو سکتا ہے، مقامِ مسرت نہیں ہو سکتا۔ اُس دنیا کو جس کے بارے میں قرآن وضاحت سے کہتا ہے اور صاحب قرآن وضاحت سے کہتا ہے۔

Marfat.com

"متاع الدنیا قلیل" (النساء:۷۷)

(دنیا کا برتنا تو تھوڑا ہے۔)

انگریزی کے الفاظ Few اور A few میں سے Few ۔ A few بھی نہیں، یہ نہ ہونے کے برابر ہے ۔اس کا وجود Billions years of galaxial life میں Nominal بھی نہیں ہے ۔ جہاں پندرہ ارب سال کی کائنات چل رہی ہو، جہاں ایک ایک سیارہ کم از کم پندرہ پندرہ کھرب نوری سالوں کے فاصلے پر واقع ہو وہاں اس پینسٹھ، پچھتر سال کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے، ایک وقفہ حیات ہے۔

زندگی اک سفر کا وقفہ ہے
اور آگے چلیں گے دم لے کر

اور پھر اللہ نے کہا:

"انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو" (محمد:۳۶)

(دنیا کی زندگی تو بس کھیل کود ہے۔)

یہاں ہر کیفیت، کیفیتِ سراب ہے۔ یہاں ہر کیفیت Nominal ہے ۔ یہاں کسی بھی کیفیت میں Permanence نہیں ہے۔ نہ اس کی خوشی Permanent ہے، نہ اس کا غم Permanent ہے، نہ غمِ جاناں مستقل ہے، نہ غمِ دوراں مستقل ہے، نہ جشنِ بہاراں مستقل ہے نہ المیۂ خزاں مستقل ہے۔ ایسی ناپائیدار دنیا میں تم پائیداری کہاں سے ڈھونڈ رہے ہو۔

اقبال بیچارے نے بڑی آزردگی سے کہا تھا:

کیا عشق پائیدار سے نا پائیدار کا!

ہم خود ناپائیدار۔ دنیا ناپائیدار۔ ایک متزلزل کیفیتِ اضمحلال صبح وشام اس کائنات پہ جاری ہے۔ اس مختصر سے خطے پہ جاری ہے جس میں حضرتِ انسان کتنی بلوغتِ فکر سے اپنے آپ کو حاکمیتِ اعلیٰ کی منازل پہ Declare کر رہا ہے۔ کیا فراڈ ہے جو انسان اپنے ساتھ کر رہا ہے۔ کیا المیہ ہے کہ اپنے حقیقتِ کار کو نہیں جانتا۔ المیہ ہے کہ فریضۂ وقت کو نہیں جانتا۔ زیاں کار اتنا ہے کہ اپنے نفع کو نہیں جانتا۔ تو خدا نے ٹھیک کہا:

"انه كان ظلوما جهولا" (الاحزاب:۷۲)

(بے شک وہ ظالم ہے۔ جاہل ہے۔)

بے شک انسان امانتِ علمیہ کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنا کارِ منصبی سرانجام نہیں دے سکا۔ اُس وقت کیا جلدی تھی؟ لپک رہے تھے، پہاڑ پیچھے ہٹ رہے تھے، شجر و حجر بھاگ رہے تھے، امانتِ علمیہ کو اٹھانے سے۔ مگر حضرتِ انسان کو عجلت پڑی تھی:

"وحملها الانسان......" (الاحزاب:۷۲)

(اور انسان نے اسے اٹھالیا۔)

Marfat.com

جب امانت پیش کی گئی۔ بوجھ اٹھانے کے لیے کہا گیا تو زندگی کی ہر تخلیق گریزاں ہوئی اس امانت سے۔ اس امانت کے خطرات تو واضح تھے۔ اگر ایک طرف یہ فرمار ہا تھا:

"واذقال ربک للملئکة انی جاعل' فی الارض خلیفة" (البقرہ:۳۰)

(جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔)

تو اس لفظ کے "بھرّے" میں تو آ گیا انسان، مگر جو جہنم کے سات در کھلے ہوئے تھے، وہ نہ دیکھے اس نے۔ اتنی جلدی پڑی تھی اسے اختیارِ کار حاصل کرنے کی، خلافتِ ارضی حاصل کرنے کی اور خلافتِ سماوات حاصل کرنے کی کہ He has overestimated himself. اپنی استعدادِ کار کو Over Estimate کر گیا اور منزلِ تفکر کو Under Estimate کر گیا۔ یہ غلطی تو اب بھی جاری ہے۔

خواتین وحضرات! اگلے ہاتھوں میں آپ کو جہاد کا ایک نیا مفہوم دینے کی کوشش کروں گا۔ وہ جہاد جو ازل سے انسان کی فطرت میں جاری ہے۔ وہ جہاد جو میثاق کے دن سے انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ جہاد کبھی بھی Equal Powers میں نہیں ہوتا۔ غالب قوتوں میں جہاد نہیں ہوتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جب مسلمانوں نے اپنی تعداد دیکھی تو ایک صحابی نے کہا "پہلے ہم کم تھے تو غالب آیا کرتے تھے۔ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں۔" یعنی پہلی دفعہ وہ اپنے آپ کو دشمنوں سے زیادہ دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی اللہ نے ہزیمت وارد کر دی اور ایک انتہائی بری شکست کے آثار پیدا ہو گئے، حتیٰ کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس جنگ میں موجود نہ ہوتے اور اگر اللہ کی تائید ونصرت اپنے پیغمبر کے پابہ گیر نہ ہوتی تو شاید اس جنگ میں بھی بہت برے نتائج ہوتے۔ مگر یہ محض اس وجہ سے ہوا کہ ایک تفاخر، ایک ایسا تفاخر جو خدا کے بغیر تھا۔ جو صرف اپنے اسباب کی کثرت پہ Built ہوا۔ تو اسباب کی کثرت پہ کبھی جہاد نہیں ہوتا۔ خواتین وحضرات! جب اسباب کم ہو جائیں اور جب اسباب نہ رہیں اور جب اسباب آپ کو اتنے حقیر نظر آ جائیں کہ دشمن کے اسباب آپ کو کثیر نظر آنے شروع ہو جائیں۔ جب آپ اپنے آپ کو زیردست دیکھیں اور دشمن کو زبردست دیکھیں۔ جب اپنے آپ کو حقیر پائیں اور دشمن کو آسمان گیر پائیں تو اگر پھر اسباب سے منقطع ہو کر آپ یہ کہیں کہ اے پروردگار! ایسا تو کوئی سبب نہیں ہے کہ میں اپنے دشمن پہ غالب آ جاؤں سوائے اس کے کہ "لَا مولی لھم" اور تُو میرا مولا ہے۔

تو جہاد میں ترجیحِ اول کا انتخاب اشد لازمی اور ضروری ہے اور بغیر ترجیحِ اول کی تصدیق کے جہاد کبھی بھی Accomplishment کو نہیں پہنچ سکتا۔ جہاد نہ جذبۂ جنوں کا نام ہے۔ نہ جہاد جذبۂ تسخیر کا نام ہے۔ جہاد نہ Defence ہے، نہ Offence ہے۔ جہاد اسباب کے تغیر سے منقطع ہو کر صاحب اسباب کو رجعت کا نام ہے اور جب صاحب اسباب کو رجعت نہ ہوگی اور جب آپ جان بوجھ کر اپنی کی کے اسباب سے منقطع ہو کر فتح ونصرت صرف اللہ سے طلب نہ کریں گے تو اس کو جہاد نہیں کہا جا سکتا۔ کیا یہ Conditions پہلے نہیں آئیں۔ کیا قرآن اس بات کو درج نہیں کرتا: "ام حسبتم ان تدخلو الجنة" (تم تو گمان کرتے ہو کہ ٹھنڈے ٹھنڈے باغِ فردوس کی سیروں کو چلے جاؤ گے (This is not the Mall of Lahore).

"ام حسبتم ان تدخلو الجنة ولمآ یاتکم مثل الذین خلو من قبلکم مستھم الباسآءُ والضرآءُ

Marfat.com

وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنو معه متی نصر الله" (البقرہ:۲۱۴)

کیا تم سے پہلی قوموں پہ یہ وقت نہیں آئے۔اے بزدلانِ عصرِ حاضر! کیا ہم نے ان کو مصائب سے نہیں چھوا۔ ضرر سے نہیں چھوا۔ بیماریوں میں نہیں ڈالے گئے۔آفات و بلا سے کیا وہ گریزاں رہے۔کیا کوئی ایسی امتِ پروردگار بھی گزری ہے کہ جس کو ہم نے نازوں سے، سونے کے چمچوں سے پالا اور سونے کے تابوتوں میں دفن کیا۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا۔ بلکہ تم سے پہلی قوموں کے بارے میں اللہ فرماتا ہے کہ ان کو جنگوں کی سختیوں نے چھوا۔ متعدد قسم کے ضرر ان پر ڈالے گئے۔ وہ زلزلوں کے جھٹکوں میں آئے۔ان کی کائنات تہہ و بالا کی گئی اور اس درجہ تہہ و بالا کی گئی کہ امید کی کوئی رمق سینوں میں باقی نہ رہی۔نہ صرف وہ بلکہ پیغمبر، جو ثابت قدم اور صابر ترین لوگ ہوتے ہیں وہ بھی اپنی امت کا یہ حال دیکھ کر پکار اٹھے :"متی نصر اللہ" (اللہ کی مدد کب آئے گی)۔جب اس عالم میں فردِ امت چلا جائے، Just اس حالت میں امت چلی جائے تو پھر جہاد توقع، امید، خدا سے آرزو کا نام ہے۔

"الا ان نصر اللہ قریب (البقرہ:۲۱۴)

بلاشبہ اللہ کی نصرت عین اسی وقت آپ کے پاس آتی ہے۔مصائب آتے کیوں ہیں؟ کیا اس لیے آتے ہیں کہ آپ کو اذیت دیں۔کیا خدا اذیت پسند ہے؟ کیا وہ کوئی Psychotic ہے، کوئی Sadest اللہ ہے، کوئی Masochist ہے کہ اپنے آپ کو اذیت دیتا ہے لوگوں کے انکار کے ساتھ۔بن کے بیٹھا ہے خدا.... طاقت ہے کہ زبردستی قبولیت حاصل کرے۔پھر بھی اپنے آپ کو دکھ دیتا ہے لوگوں کے انکار کے ساتھ۔ Do you think God is a kind of masochist. کیا وہ اذیت پسند ہے؟ کیا وہ آپ لوگوں کو اس لیے اذیت دیتا ہے کہ بغیر مار پیٹ کے آپ سمجھ نہیں سکتے ہو۔کیا حسنِ اخلاقیت، شناختِ پروردگار اور حسنِ معاملہ کی کوئی حس انسان میں باقی نہیں ہے کہ وہ غور و فکر سے کام لیکر واحدانیت کا اقرار کرے۔اللہ کی طرف لپکے جیسے کوئی بچہ بچھڑی ہوئی ماں کی طرف لپکتا ہے۔ایسی کوئی بات اللہ میں نہیں ہے۔یہ تمام مصائب، تکالیف جنت کے لیے ہیں۔درجات کے لیے ہیں۔ایک فرد کے مراتبِ فکر متعین کرنے کے لیے ہیں تاکہ لوگ مختلف مراحلِ فکر سے گزریں، تاکہ ان کے Intellectual Calibres متعین ہوں۔

اگر ایک صرف Physicals میں رہ جاتا ہے تو ایک Meta Physicals کو جائے، اگر ایک صرف سادہ مولوی ہے تو ایک آگے بڑھتا ہوا عرفانِ ذاتِ خداوند کو بڑھے۔اگر ایک پروفیسر احمد رفیق ہے تو شاید کل کو ان میں سے کوئی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نکل آئے۔یہ سب تلاش کے درجات متعین کرنے کے لیے ہے۔یہ خیال کے رتبے ہیں اور یہ پروردگار نے بڑی وضاحت سے کہا کہ میں عبادات پر مراتب کا انحصار نہیں رکھتا:

"نرفع درجتٍ من نشآءُ"

(جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔)

"وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف:۷۶)

(اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

اور کسی کو علم اذیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔علم آسان نہیں۔علم کوفت میں ہے۔جلتوں کی تسخیر میں ہے۔

Marfat.com

نفس کے خلاف جدوجہد میں ہے۔ یہ جہادِ باطن میں ہے۔ جہادِ ظاہر میں ہے۔ اس کے بغیر علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ "ولنبلونکم بشی ءِ من الخوف" بلاشبہ ہم تمہیں آزمائیں گے خوف کے ساتھ۔ اذیتیں دیں گے۔ تھوڑا سا پرکھیں گے۔ جاننے کی کوشش کریں گے کہ تم کہاں تک اس پرکھ کے اہل ہوتے ہو۔ "والجوع" (بھوک کے ساتھ) "ونقص من الاموال" (اموال کے نقصان کے ساتھ) "والانفس" (اور کیفیتِ ذات کے ساتھ) "والثمرٰت" کسی کے بچے لیں گے۔ کسی کا باپ لیں گے۔ کسی کی ماں لیں گے۔ کسی کی بہن لیں گے۔ "وبشر الصابرین" (البقرۃ:۱۵۵) اور یہ بھی کہا کہ ان کو ہماری طرف سے مبارک باد دو۔ بشارت دو۔ سزا نہیں کہا۔ یہ نہیں کہ خالی چھوڑ دے گا تمہیں ان مراحلِ فکر کے بعد۔ بلکہ کہا۔ ہماری طرف سے ان کو بشارت دو۔ "الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالو انا للہ وانا الیہ راجعون" (البقرہ:۱۵۶) جب تلخی آئی، جب مصیبت آئی، جب درد و رنج پہنچا، جب کرب و ابتلاء کے مراحل سے دل گزرا تو انسان کے دل نے ایک سبق حاصل کیا کہ نہ یہ کسی تعویذ کی وجہ سے ہے، نہ جادو کی وجہ سے ہے، نہ سازش کی وجہ سے ہے، نہ دشمن کی وجہ سے ہے۔ ہر مصیبت اور ہر بلا میرے رب کی طرف سے ہے اور اسی کی طرف پلٹ جائے گی اور جو علم کی اس معراج تک پہنچا، جو علم کے اس مسلک تک پہنچا، جس نے ہر دکھ، کرب، بلا اور اذیت میں صرف اتنی بات کہہ دی کہ اے پروردگار یہ مصائب کسی اور جانب سے نہیں ہیں۔ سب تیری جانب سے میرے علم کے اضافے کے لیے ہیں۔ میرے صبر کے لیے ہیں اور میں یہی بات کہوں گا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور جس نے ایسا کہا اس کو پروردگار کہتا ہے۔ "اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ" (میری طرف سے ان پر درود و سلام اور رحمت ہو۔) یہ کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں۔ میری طرف سے ان لوگوں پر درود و سلام اور رحمت ہو۔

"واولٰئک ھم المھتدون" (البقرہ:۱۵۷)

اور یہ میرے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ یہ میرے Intellectuals ہیں۔ یہ میرے وہ دانش ور ہیں جنہوں نے زندگی کے اسباب، غرض و غائت، اس کی Nature اور معاملات کو سوچا، سمجھا اور پرکھا اور وہ قائل ہوئے اس بات کے:

"وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور" (ال عمران:۱۸۵)

(اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا مال ہے۔)

کہ دنیا میں غرور کے سوا ہے کیا؟ دنیا سراب ہے۔ سرابِ دنیا کے سوا ہے کیا؟ عرفی شیرازی کا بڑا خوبصورت شعر ہے۔ تھوڑا سا اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اُس نے ایک عقل مند کی مثال دی کہ صحرا کے سفر میں اس نے سراب دیکھا تو سراب دیکھ کے وہ چلا اٹھا کہ میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ میں اس سراب کو پانی سمجھ لوں۔ میں اتنا ذہین ضرور ہوں کہ یہ فرق کر سکوں کہ یہ پانی نہیں ہے۔ تو عرفی شیرازی اس پہ طنز کرتا ہے:

زِ نقصِ تشنہ لبی داں بہ عقلِ خویش مناز

ارے بے وقوف! اپنی عقل پہ ناز کرتا ہے۔ یہ تو تیری پیاس کا المیہ ہے۔ یہ تو تیری پیاس کا نقص ہے۔ اگر تجھے پیاس شدید لگی ہوتی تو یہ تجھے پانی نظر آتا سراب نہ نظر آتا۔

زِ نقصِ تشنہ لبی داں بہ عقلِ خویش مناز

Marfat.com

دِلت فریبِ گراز جلوۂ سراب نخورد

اگر تیرے دل نے سراب کا فریب نہیں کھایا، تو اپنی عقل پہ ناز نہ کر بلکہ اپنی پیاس کا نقص سمجھ۔ جو تلاشِ خداوند میں نکلا ہی نہیں اس کے پاس اعتراض کے سوا ہو کیا سکتا ہے۔ جس کو کبھی آرزو نہیں ہوئی ہمسائیگی پروردگار کی، جس کو کبھی خیال ہی نہیں آیا طبیعات سے مابعدالطبیعات کو بڑھنے کا۔ نفسیات سے بالائے نفسیات کو جانے کا۔ حواسِ ظاہرہ سے حواسِ باطنیہ کو دیکھنے کا شوق ہی پیدا نہیں ہوا، اس نے کیا Intellectualism پانا ہے۔ عقل تو وہاں تک ہے جتنا آپ مطمحِ نظر اس کو دیتے ہیں۔ عقل کی بھی ایک نظر ہوتی ہے۔ اُس کا ایک Vision ہے۔ اس کا ایک دائرہ فکروکار ہے۔ عقل کو بھی ایک Sensor چاہیے جو اس کے لیے ایک Vision مقرر کردے۔ جب اس کی سکرین پر خدا کا نام ونشان ہی نہیں ہے، جب اس کی سکرین پر بالائے طبیعات کوئی شے نہیں، جب اس کی سکرین پر صرف پیسہ لکھا ہوا ہے، جب اس سکرین پر صرف Status لکھا ہے، وجاہتِ دنیا لکھی ہوئی ہے، سرابِ حیات لکھا ہوا ہے، غرورِ زندگی، Vanity Fair لکھا ہوا ہے، تو اس عقل نے خدا کو کیا بڑھنا ہے۔

علم کے تین مقاصد تھے۔ علم کا ایک مقصد تھا Facility of life سہولتِ دنیا، Friction کم کرنا، علم کی مدد سے زندگی آسان کرنا۔ ایک علم کا مقصد تھا۔ تحقیق وجستجو۔ علم بذاتِ خود ایک بڑی خوبصورتی ہے۔ شائستگی ہے۔ علم بذاتِ خود ایک مطمحِ نظر ہے۔

Socrates کو دیکھو! بڑا عالم تھا۔ بڑا دانش ور تھا۔ تحصیلِ علم میں یونانی کہاں سے کہاں نہیں گئے۔ آج بھی ان کے ناموں سے کتابِ علم مزین رہتی ہے۔ Socrates ہے۔ افلاطون ہے۔ ارسطو ہے۔ بابائے علم ودانش سمجھے جاتے ہیں، مگر کیا عقل ہوگی ان لوگوں کی جن کے وجدان بالائے حقائق نہیں گئے۔ کیا ترفع تھا کہ اپنے آپ کو ایک عقل منداور دانش مند انسان کہلوا لینا ہی ان کی منزلِ آخر بن گئی۔ کون سا یورپ کا ایسا فلاسفر ہے۔ کیا ہیگل ہے؟ برگسان ہے؟ کانٹ ہے؟ نطشے ہے؟ فشطے ہے؟ رسل ہے؟ کبھی آ کے کسی نے آپ سے کہا کہ لوگو! ہم نے خدا کی تلاش کی ہے۔ خدا نہیں ملا۔ کسی نے آپ سے کہا کہ میں نے دس برس دیے ہیں اللہ کی تلاش کو مجھے اللہ نہیں ملا؟ کوئی ایسا شخص، جس نے اپنی زندگی کی بیشتر استعداد اللہ کے حوالے سے کی ہو؟ ایسا نہیں ہوا۔ یہ وہ دانشور ہیں جنہوں نے اپنے اپنے معاشرتی ماحول میں اپنے اپنے معاشرتی مسائل پر غور وحوض کیا۔ انہوں نے اپنے اپنے علمی مسائل پر غور وحوض کیا اور اس کے بعد اُن کے حل لے کر آپ کے پاس آئے۔ کوئی جدلیات سے مادیت لے کر آیا، کوئی Sementics کے فلسفے لے کر آیا۔ انہوں نے معاشرۂ انسان کے جملہ مسائل کو دیکھتے ہوئے ان کے حل، ذہنی حل، پیش کیے انہوں نے نہ خدا کو تلاش کیا، نہ انہیں خدا ملا۔ خدا تو اس نے تلاش کیا۔ بایزید بسطامیؒ نے تلاش کیا کہ جس نے کہا:

”میں نے چالیس برس خدا کو تلاش کیا جب میں نے اسے پایا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے میری تلاش میں تھا۔“

آج تک تمام صوفیاء حضرات کا محاورہ ایک، انداز ایک، علمیت ایک، ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ قطعاً کوئی ابہام نہیں ہے۔ جو رستہ ایک نے چنا، وہی رستہ دوسرے نے چنا۔ اگر تمام علمیت کی راہیں متعین ہیں تو خدا کی راہ کیسے غیر

Marfat.com

متعین ہوسکتی ہے۔ اگر آج Christian کو اللہ نہیں ملتا، اگر آج Budhist کو اللہ نہیں ملتا، ہندو کو اللہ نہیں ملتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ہی وہ رستے بند کر دیے ہیں۔ خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ کسی مذہب والے کو رد کرو۔ ''لا اکراہ فی الدین'' (دین میں کوئی جبر نہیں۔) اگر تم ان کے ساتھ دین کے رشتوں میں نہیں بندھے ہوئے تو اس سے بھی بڑا ایک رشتہ ہے جس سے تم ان کا احترام کر سکتے ہو۔ تم بنی آدم ہو، انسانیت کا رشتہ ہے، ایک Christian سے بھی تم حسنِ اخلاق سے پیش آ سکتے ہو۔ تمہارے اور ہندو کے بیچ بھی ایک حسنِ اخلاق کا رشتہ قائم ہوسکتا ہے۔ مگر تلاشِ خدا میں اگر کوئی انسان چلے گا تو بغیر اسلام اس تک نہیں پہنچ پائے گا:

''ان الدین عند اللہ الاسلام'' (ال عمران:١٩)

(اس لیے کہ مجھ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اسلام۔) نہ صرف یہاں کہا۔ یہاں تو کہا کہ مجھ تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ اسلام ہے اور دوسری جگہ کہا کہ اسلام کے سوا میں تمہیں کسی اور رستے سے نہیں ملوں گا:

''ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ'' (ال عمران:٨٥)

(یہ بات اچھی طرح سن لو کہ تم میرے پاس اسلام کے سوا کسی رستے سے چل کر آئے تو میں قبول ہی نہیں کروں گا) اور یہ جائز ہے، نا قبولیت......

افسانۂ دنیا افسانۂ دوستی ہے۔ رسم و رواج کا افسانہ نہیں ہے۔ یہ بڑا خوبصورت افسانہ ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پروردگار کو چھوٹے موٹے قصوں سے بڑا انس ہے۔ کہیں پہ قصۂ یوسف پیش کر دیا۔ کہیں کوئی اور۔ داستانِ مدین سنا دی آپ کو۔ ایسے لگتا ہے کہ پروردگار کے سامنے صحراؤں میں اڑتی ہوئی ریگزار کے ایک ایک ذرے میں ایک کہانی چھپی ہوئی ہے۔ خدا بھی بہت بڑے داستان گو کی طرح ہے۔ جس نے داستانیں تخلیق کیں اور بنائیں۔ وہ خلاق ذہن ہے: ''ھواللہ الخالق البارئ المصور'' (الحشر:٢٤) اس نے مدین کی Situation تخلیق کی۔ اس نے اہرامِ مصر کے سائے میں فراعنۂ مصر کی سلطنت کو تباہ کرنے کے لیے ایک حقیر اور بڑے کمزور انسان کو تخلیق کیا' اس انسان کو کہ جو فرعون کے دربار میں بھی جانے سے ڈر رہا ہے:

''اے پروردگار! کہاں بھیج رہے ہو، میں نے ان کا قتل کیا ہے یہ تو مجھے مار دیں گے۔''

کہا۔ ''اے موسیٰ! کیا میں تیرے ساتھ نہیں ہوں؟'' (الشعراء:١٣،١٤،١٥)

میں تو، جو کائنات تخلیق کرنے والا ہوں۔ میں تو، جو تیری داستان رہتی دنیا تک سناؤں گا کہ کیسے ایک فرد نے، ایک Single Individual نے، نہ تو کوئی پارٹی بنائی، نہ تو کوئی Revolution Create کیا۔ اس کی قوم کو ایسا واہیات کہا، جس نے کہا ''اے موسیٰ! جا اکیلا۔ ہمیں کیوں مرواتا ہے۔ اچھے بھلے دال سبزیاں کھا رہے تھے۔ لو جی! اٹھا کر صحرا میں پھنکوا دیا۔ تو پیغمبر ہے یا کہ ہمارا دشمن ہے۔'' اتنی حجت باز قوم تھی کہ موسیٰ پکار اٹھے:

''اعوذ باللہ ان اکون من الجھلین'' (البقرۃ:٦٧)

(اے پروردگار میں ان جاہلوں سے بڑا بیزار ہوں۔)

یہ سمجھنے کو ہی نہیں آتے۔ یہ تو وہ Theme ہی نہیں جانتے۔ میرے سوا اے پروردگار! مجھے چند ایک ایسے

Marfat.com

بندے دے کہ جو میری طرح تجھ کو چاہتے ہوں، پہنچانتے ہوں، مانتے ہوں، تب اللہ نے کرم فرمایا اور چالیس سال کے بعد ''حضرتِ قالبؑ اور یوشع بن نونؑ'' کو ان کے حوالے کر دیا کہ چل یہ چھوٹے چھوٹے بچے آگے بڑھ کر تیری پیغمبری کی لاج رکھ لیں گے۔ افسوس کہ نوحؑ کو دو چار بھی نصیب نہ ہوئے اور کسی پیغمبر کو تو ایک بھی نصیب نہ ہوا اور قیامت کے دن بعض پیغمبر ایسے بھی آئیں گے کہ صرف ایک امتی ہوگا۔ اس کے برعکس جب رسول اللہ ﷺ کی امت جا رہی ہوگی تو موسیٰؑ رو پڑیں گے۔ پوچھا بھئی آپ کیوں روتے ہو۔ فرمایا میں بڑی دیر تک اپنی قوم میں رہا ہوں، بڑی باتیں ان کو سمجھایا کیں، بہت زور لگایا تیری تسلیم کے لیے مگر ان کم بختوں کو میں وحدانیت سکھا کے نکلا۔ یہ حمص کے مندروں میں گؤ شالہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اے پروردگار! یہ نوجوان میرے بعد میں آیا لیکن اس کی امت میری امت سے ہزاروں گنا زیادہ ہے۔

The only difference that makes in your mind is : کہ کیا آپ اپنے اس دنیوی رطب و یابس سے کچھ وقت بچا کے، ہٹا کے، غور وفکر کے حوالے کر سکتے ہیں۔ آپ بڑی بحث کرتے ہو ماشاء اللہ بڑے دلائل۔ مگر کس لیے؟ کیا تنقید اپنی ذات سے باہر ہی تنقید ہوتی ہے؟ جو تنقید باہر جا رہی ہو اس کو ہم جہاد نہیں کہتے۔ جو تنقید اندر جا رہی ہو اس کو ہم جہاد کہتے ہیں۔ جو خیال آپ کو اپنی خامی کا آ رہا ہے تو سمجھیں آپ نے دشمن Detect کر لیا ہے۔ جب اس کے خلاف جنگ کرو گے تو آپ کا جہاد ہوگا۔ لیکن جہاد اندر ہو یا باہر۔ پہاڑ پر ہو یا میدان میں یا فضائے بسیط میں ہو، جہاد کے لیے سب سے بنیادی شق یہ ہے کہ کم سبی میں صاحبِ اسباب کو اپنا ساتھی سمجھنا اور پھر اسے اپنی جان بھی پیش کر دینا اور جو اس پر چھوڑ دینا کہ وہ آپ کو شہادت عطا کرتا ہے کہ غازی بناتا ہے۔ یہ اصلی جہاد ہے۔ جہاد Individual ہوتا ہے۔ بھری مجلس ہو اور لاکھوں کی فوج ہو تو ہو سکتا ہے کہ مجاہد صرف ایک نکلے۔ کہ جس چیز کا دارومدار آپ کی نیت اور آپ کے ایمان پر چلا گیا اس کا علم کسی خارجی بندے کو نہیں ہو سکتا۔ یہ حقیقت صرف اللہ کو پتہ ہوگی اور اللہ ہی کے ہاں محفوظ ہوگی۔ مسلم کی آخری حدیثوں میں سے ایک حدیث ہے کہ بہت سے ملائکہ بہت سارے نیک لوگوں کو لیے جنت میں جاتے ہوں گے تو آواز آئے گی۔ کہ اے میرے فرشتو! ان کو جہنم میں پھینک دو۔ تو فرشتے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! اگر جرأتِ اظہار عطا فرماؤ تو With due apology ہم آپ کو ایک بات بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے تو نامہء اعمال میں شرقاً غرباً نیکی ہی لکھی ہے۔ صرف خوبصورتی لکھی ہے۔ خدمتِ خلقِ خدا لکھی ہوئی ہے۔ آپ کہتے ہو کہ ان کو جہنم میں پھینک دو۔ فرمایا ہاں! اس لیے کہ میرا اور بندے کا ایک معاملہ ایسا ہے جسے صرف میں ہی جانتا ہوں اور وہ ہے ''اخلاص۔'' خواتین وحضرات! ذرا غور کیجیے گا کہ خدا کیا کہتا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک معاملہ ایسا ہے کہ جسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ ''اخلاص'' ہے۔ اس کا مطلب آپ سمجھتے ہیں کیا ہے؟ کہ کراماً کاتبین کی زد میں بھی اخلاص نہیں آ سکتا۔ یہ ملائکہ صرف آپ کی خارجی حرکات ہی نوٹ کر سکتے ہیں۔ تہہِ قلب نہ جانے کیا ہے؟

؎ دیکھیے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا ؟

اور یہ جو کہتے ہیں کہ دل سمندر سے بہت ''ڈونگے'' ہیں۔ ان کے ہاں کہاں تک ڈوب کے ذرۂ اخلاص کو تلاش کرنا پڑتا ہے، جو خدا کے لیے ایک اشک بن کر کسی نوجوان کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے کریم رسول نے ارشاد فرمایا کہ آٹھ چیزوں پہ جہنم کی آگ بند کر دی گئی اور ان میں سے ایک چیز کسی نوجوان کی آنکھ سے نکلا ہوا خدا کی طلب میں

ایک آنسو ہے۔

خواتین وحضرات! کتنا مشکل ہے یہ ایک آنسو۔ ویسے تو ہم روتے ہی رہتے ہیں۔ پاکستان میں تو ہر کوئی روتا رہتا ہے اور جشنِ بہاراں بھی رونے کا ساں لگتا ہے۔ نہ ہماری کوئی مذہبی اچھی خبر آتی ہے۔ نہ ملکی حوالے سے کوئی اچھی خبر آتی ہے۔ نہ کوئی انفرادی طور پر اچھی خبر آتی ہے۔ میں تو ویسے ہی Pandora's Box ہوں۔ Greek Mythology میں یہ تھا کہ لوگوں کے سارے کے سارے دکھ اور الیے ایک بکس میں بند تھے جس کو Pandora's Box کہتے تھے۔ میں تو اتنے الیے سن چکا ہوں کہ میرا دل ہی Pandora's Box بن گیا ہے۔ مگر ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گا کہ آپ کا یقین آپ کے اللہ کے ساتھ ہو اور آپ کا اعتماد اللہ کے رسول کے ساتھ ہو تو ایسی کوئی بری خبر مستقبل میں موجود نہیں ہے۔ سزا و جزا میں بڑھتا ہوا امتِ مسلمہ کا یہ قافلہ بالآخر فتح کو ہمکنار ہونا ہے۔ فرمایا رسول ﷺ نے، مخبرِ صادق نے، کہ میری امت میرے بعد رومیوں سے جہاد کرے گی اور ان پہ غالب آئے گی۔ میری امت میرے بعد ایرانیوں سے جہاد کرے گی اور ان پہ غالب آئے گی۔ میری امت میرے بعد، چپٹی ناکوں اور ڈھال جیسے چہروں والے منگولوں سے جنگ کرے گی اور ان پہ غالب آئے گی اور زمانۂ آخر میں میری امت ''دجال'' کے خلاف جہاد کرے گی اور اس پہ غالب آئے گی۔ تو کیا اداسی کی بات ہے؟ مگر خوفِ دجال تو نہ ہو۔ ابھی وہ ہلاکت اور تباہی جو ہوئی نہیں، جو آپ کو نظر نہیں آتی، مگر ایک خوفِ مبہم کی طرح سینوں کو لرزا رہی ہے۔ یہ خوف تو خواتین وحضرات! اللہ دشمنوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ یہ خوف مسلمانوں کے دلوں میں نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے بندوں کے دلوں میں ایک ہی خوف بڑا ہے۔ صرف ایک خوف۔ جب کسی کو دعا دیتے تھے لکھنؤ والے رخصت کرتے وقت، تو کہا کرتے تھے کہ خدا تجھے ''غمِ حسین'' کے علاوہ اور کوئی غم نہ دے۔ میں بھی آج آپ کو ایک دعا دے رہا ہوں کہ اگر خوف پالنا ہے تو اللہ اپنے سوا آپ کو کسی کا خوف نہ دے۔ آپ کی جرأت و استقامت انشاءاللہ تعالیٰ ہر مصیبت پہ غلبہ پائے گی۔ آپ سوچتے ہو کہ اللہ بندوں کی سنتا کیوں نہیں؟ اس لیے کہ آپ اللہ کی نہیں سنتے اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

بخدا! اگر آپ اللہ کی سنو، اس کے اندازِ فکر کو دیکھو، وہ تو قرآن میں کہہ رہا ہے ''میں نہیں حالت بدلوں گا جب تک تم آپ اپنی حالت نہیں بدلو گے'' اور تمہاری حالت کا بدلنا اتنا Physical نہیں ہے۔ ایک Paralysis میں پڑے ہوئے بندے کی کیا حیثیت ہوتی ہے، اس لیے کہ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہوتا۔

وجودِ امتِ مسلمہ اس وقت Desperation کے Paralysis میں ہے۔ دماغ بند، سوچیں بند، فکریں ختم، صفیں کج، نمازی پریشان حال، یہ بکھرے ہوئے اعصاب، یہ اجڑی ہوئی بستیاں، مسلمانوں کی لگتی تو آباد ہیں مگر ان میں خدا نہیں بستا۔ آپ کو رجعتِ فکر چاہیے اور رجعتِ فکر کے بغیر غلبہ احوال نہیں ہوگا۔ مصائب آئیں گے، اللہ نے کہا کہ آئیں گے۔ آزمائشیں آئیں گی، اللہ نے کہا کہ آئیں گی، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ دیکھو! میری یاد میں غفلت نہ کرنا ''ولاتھنو'' (میرے بارے میں سستی تو نہ کرو نا یار!) رات گئے ایک دو بجے تک ٹی وی آپ دیکھتے ہو، میں نے منع نہیں کیا۔ ٹی وی دیکھو! تمام پسندیدہ اپنے ڈائیلاگز سنو، ہر پسندیدہ ایکٹر وایکٹریس کو دیکھو، مگر یار! نماز کیوں Miss کرتے ہو۔ میری Cost پر شہواتِ ذہن کی یہ دنیا آباد کر کے پھر مجھے ہی کہتے ہو کہ میں تمہاری حمایت کروں۔ ایسے نہیں ہو

سکتا۔ Not at my cost اس لیے کہ میرا اصول ہے۔ میں نے بنو اسرائیل کو بھی کہا تھا۔ ''تم پلٹ جاؤ گے تو میں پلٹ جاؤں گا۔ تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔''

''وان عدتم عدنا'' (بنی اسرائیل:۸)

''وان تعودوا نعد'' (الانفال:۱۹)

لوٹنے کا وقت ہے خواتین و حضرات! لوٹنے کا وقت --- لوٹنا Physically نہیں ہوتا۔ آپ کہاں بھاگتے بھاگتے خدا کی آغوش میں جا گرو گے۔ بڑی کائنات حائل ہے بیچ میں --- اللہ پتہ نہیں کہاں ہے؟ اس کو اُدھر ڈھونڈو جدھر وہ ہوتا ہے:

''لابذکر اللہ تطمئن القلوب'' (الرعد:۲۸)

(ہماری یاد کے بغیر تمہارے دلوں کا اطمینان نہیں ہے۔)

اگر دل میں خدا کی یاد کے بغیر اطمینان نہیں ہے تو پھر دل ہی مسکن ہوگا اللہ کا۔ دل ہی مقامِ نشستِ پروردگار ہوگا۔ تو پھر دل کو فارغ کرو غیر کی یاد سے، شہواتِ ذات سے، طلبِ دنیا سے صرف اتنا رکھو جتنا ضروری ہے۔ ان کے لیے مر تو نہ جاؤ۔ مخلوق کے لیے مرنا جائز نہیں ہے ورنہ قبر تک آسان نہ پہنچو گے۔ قبر اس کو اذیت دیتی ہے جو بہت ساری Possessions لے کر قبر تک جاتا ہے۔ آپ نے کبھی خودکشی کرنے والے کو دیکھا؟ اس کو کیوں نہیں قبر کا ڈر آتا۔ وہ تو ہنستے کھیلتے خود ہی زندگی کی بھری پڑی برسات میں اپنے آپ کو پھانسی لگا لیتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو خدا سے نااُمیدی اس کا دنیا کا ہر تعلق قطع کر دیتی ہے۔ اس کو ماں اچھی نہیں لگتی، باپ اچھا نہیں لگتا، کھانا اچھا نہیں لگتا۔ جب لذتِ کارہائے دنیا ہی ختم ہو جائے تو اس کو لگتا ہے کہ زندگی کا مقصد ہی ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ اپنی زندگی ختم کر لیتا ہے۔ مگر مسلمان اپنے ذہن اور غوروخوض سے لذات ختم نہیں کرتا، مگر کسی لذت کو لذتِ حصولِ پروردگار پر حاوی نہیں ہونے دیتا اور یہی اصولِ محبت خداوند ہے:

''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون'' (ال عمران:۹۲)

تم مجھے نہیں پا سکتے ہو جب تک کہ میری راہ میں وہ تمام محبتیں نہ قربان کر دو جو تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز تر ہیں۔ اگر تمہیں اولاد عزیز تر ہے تو میں نہیں ملوں گا۔ تمہیں اولاد میں نے دی اور جس نے دی اسی سے تم اسے عزیز تر کر بیٹھے۔ اگر بیوی مجھ سے زیادہ پسند ہے تو میں نہیں ملوں گا۔ بھئی! اِن کو رکھو، جتنا چاہو ان کو چاہو، مگر مجھے ان سے بڑھ کر چاہو۔ مجھے اس طرح چاہو جیسے، آباؤاجداد کو چاہتے ہو، جیسے، اپنے بزرگوں کو چاہتے ہو، جیسے اپنے بچوں کو چاہتے ہو، ماؤں کو چاہتے ہو۔

''فاذکرو اللہ کذکر کم ابآء کم اواشد ذکرا'' (البقرہ:۲۰۰)

مگر مجھے ذرا زیادہ چاہو، ذرا زیادہ تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تمہاری ترجیحات درست ہیں۔ تو مخلوق کو خالق کے مقابل نہیں لانا ہے۔ یہ ایک Intellectual Question ہے۔ جو چیزیں تمہیں مل رہی ہیں، جس سے مل رہی ہیں، اس کو کمتر حیثیت کیونکر دو گے؟ چیزوں کو اوپر کی حیثیت کیسے دو گے؟ کتنا غلط ہے نصابِ عقل سارا، کہ خالق کو مخلوق سے پست درجہ حیثیت دی جائے۔ اس لیے پروردگار کہتا ہے کہ کچھ تکالیف کے بعد میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اے میرے بندو!

Marfat.com

جو کہتے ہو:

"واذا سالک عبادی عنی فانی قریب"(البقرۃ:۱۸۶)

جب تم میرے بارے میں پوچھتے ہو کہ خدا کہاں ہے تو میں بہت قریب ہوں، مگر میں تمہیں صبر کرا نہیں رہا ہوتا۔ میں تمہارے درجاتِ علم کو متعین کرنے کے لیے تمہیں Test کر رہا ہوتا ہوں۔ اب اگر آپ پاس جو ہو گئے کسی ٹیسٹ میں، آپ نے کہا کہ اللہ! تیرا شکر ہے۔ مجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اللہ نے کہا "بندہ بڑا اچھا ہے اس کو اگلا ٹیسٹ دے کر دیکھتے ہیں "شاید دو، چار دس ٹیسٹوں کے بعد یہ اللہ کے ان دوستوں میں شامل ہو جائے کہ جن کو خدا خطاب کر کے کہتا ہے:

"یاایتہاالنفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة"(الفجر:۲۷،۲۸)

اے میرے بندے! تو تو کمال کر بیٹھا یار! میں تجھ سے راضی ہوا۔ تو مجھ سے راضی ہو۔ آپ کو مقامات اور درجات کی بلندی کے لیے اگر چند مصائب سے واسطہ بھی پڑ گیا، تو علم غارت نہ کرو، جادو اور سحر کے نام زندگی نہ کرو، جس نے دی ہے اسی کے نام رکھو۔

"ولاتهنوولاتحزنوا وانتم الا علون ان کنتم مؤمنین"(ال عمران:۱۳۹)

اگر ان مراحلِ فکر سے گزرے، ان مراحلِ صبر سے گزرے، تو اللہ کہتا ہے میں وعدہ کرتا ہوں:

"انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"

(تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو۔)

اگر آپ غالب نہیں ہو تو ذرا دیکھو تو سہی! شاید آپ کا ایمان کہیں کم نہ ہو۔ اگر آپ ایمان والے ہو تو آپ ہی غالب ہو۔ اللہ نے شرط چھوٹی سی رکھی ہے۔ اگر آپ کو شکست در شکست معاملہ درپیش ہے تو Recheck, try to understand. ایک دفعہ اپنے آپ کو پھر دلو۔ زندگی کو دیکھو، ایمان کہاں کم ہے۔ اور کہاں یہ رجعت پیش آ رہی ہے کہ ہم خدا کے حضور ایمان والے Declare نہیں ہو رہے۔

وما علینا الا البلاغ

میں معافی چاہتا ہوں کہ بات تو چند منٹوں کی تھی مگر لگتا یہ ہے کہ بے حساب ہو گئی۔

سوالات و جوابات

سوال: پروفیسر صاحب اللہ کے ہاں توبہ کا کیا مقام ہے؟

جواب: جس کے پاس کوئی Institution ہوتا ہے، اگر وہ Exploit ہی نہ ہو تو کتنا بے کار ہو گا۔ آدم کی پیدائش کے وقت جو سب سے پہلا Institution اللہ نے تخلیق کیا وہ "توبہ" ہے۔ آیئے چلیے ہم آپ کو reference کی طرف لے جائیں:

"فازلهم الشیطن عنها فاخرجهما مما کانا فیه"(البقرۃ:۳۶)

Marfat.com

پھر شیطان نے ان کو گمراہ کیا، پھر ہم نے ان کو نکال دیا اس نعمت سے، اس مقام سکونت سے، امن سے، اب آدم بڑے پریشان ہوئے، پھر کہا: دیکھو ہم نے ایک خصوصی Institution اس کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ Institution جو شیطان کے مقدر میں نہیں تھا۔ تو ہم نے سب سے پہلا Institution جو انسان کے لیے پیدا کیا وہ توبہ کا تھا:

"فتلقی ادم من ربه کلمتٍ فتاب علیه انه هوالتواب الرحیم" (البقرۃ:۳۷)

سب سے پہلی بات جو خطا کے بعد انسان کے قلب پر القاء کی گئی وہ کلمات توبہ ہیں۔ سب سے پہلا دفتر جو اللہ کے حضور انسان کے لیے کھلا وہ توبہ ہی کا دفتر تھا۔ ابتدائی اور اولین سفر کائنات ہی انسان کا توبہ کا سفر ہے۔ خطا کا اور پھر توبہ کا سفر ہے۔ باقی سب Complications ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو باقی تمام قوانینِ شریعہ social Complications ہیں۔ آبادیاں بڑھتی گئیں، مسائل بڑھتے گئے، Simplifications Complicate ہوتی گئیں۔ ساتھ ساتھ شریعت کے قوانین بھی آگے بڑھتے گئے مگر ابتدائی قانون صرف ایک ہے کہ انسان خطا کرے گا اور ابتدائی رحمت صرف ایک ہے کہ جب وہ توبہ کرے گا تو ہم اسے بخش دیں گے۔ تو سب سے پہلا سفر انسان خطا کا سفر ہے اور سب سے پہلا کرم اللہ کا انسان پر اس کی بخشش ہے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ الفاظ بھی القاء فرمائے جن کے Reference سے آج بھی، ہم اور آپ صبح و شام دعا مانگتے ہیں:

"ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین" (الاعراف:۲۳)

تو اگر آپ غور کریں تو یہ لفظ "لنکونن من الخسرین" اے پروردگار! میں نے خطا کی ہے۔ میں نے خطا کرنی تھی، تو اگر تو میری توبہ قبول نہ کرے گا تو میں خسارے میں رہوں گا۔ تو گناہ دراصل کوئی اعصاب شکن حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ یہ ایک خسارہ ہے۔ گناہ خسارے کو کہتے ہیں۔ ایک خسارہ جو آپ کی Balance Sheet کو معطل کر دیتا ہے۔ گناہ آپ کے Balance of Payment کو خراب کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر مسلسل گناہ کیے جائیں گے تو آپ ایک ایسے بزنس میں پڑ گئے ہیں جس میں آپ کو مسلسل خسارہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور Unless you come back to God. وہ خسارہ پورا نہیں ہوتا مگر خسارہ بڑی آسانی سے پورا ہوتا ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث ہے۔

پروردگار نے فرمایا کہ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ لا الہ الا اللہ کی ہمارے پاس کیا قیمت ہے؟ اور تمہیں نہیں پتہ کہ اس کا وزن کیا ہے؟ قیامت کے دن ایک پلڑے میں انسان کے سارے گناہ ڈالے جائیں گے اور دوسری طرف صرف ایک چٹ ڈالی جائے گی جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا تو وہ پلڑا زمین سے ہی نہیں اٹھے گا۔ خسارے کی Payment معمولی ہے، یہ لفظی ہے، ذہنی ہے، قلبی ہے۔ یعنی ذہنِ سلیم سے، اقرارِ قلب سے ایک مرتبہ کہو کہ اے میرے پروردگار! باوجود تمام خطاؤں کے لا الہ الا اللہ تو میرا اللہ اور محمد رسول ﷺ ہیں۔

مسلم کی ایک حدیث ہے جو اس سے بھی کچھ آگے کی ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص اتنا گناہگار تھا، اتنا بدبخت تھا، اتنا شقی تھا، جب اس نے اپنی گناہوں کی لسٹ دیکھی تو اس کو اپنے تئیں بھی ایک نیکی نظر نہ آئی۔

آپ اپنے گناہ لکھتا
فارغ منکر و نکیر ہوں میں

Marfat.com

جب اپنے تئیں بھی ایک نیکی نظر نہ آئی تو وہ اتنا گھبرایا کہ جب لمحۂ مرگ آیا تو اس نے وصیت کی کہ دیکھو اگر تم نے مجھے قبر میں اتارا تو میں بے موقع مارا جاؤں گا، پکڑا جاؤں گا۔ تو ایسے کرنا کہ میری لاش کو جلا دینا اور میری راکھ کو تقسیم کر دینا۔ تھوڑی سی سمندر میں ڈالنا، کسی پہاڑ پر ڈال دینا، کسی جانور کو کھلا دینا، ایسی عجیب و غریب جگہوں پر ڈالنا کہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ جب وہ مر گیا اور اللہ کے پاس پہنچا تو اللہ نے ہر اس چیز کو، جس کے پاس اس کے وجود کا ذرا سا بھی کوئی حصہ تھا، حکم دیا کہ اسے واپس کر Actually, this is an advance atomic theory کہ بہر حال انسانی وجود جیسے بھی ختم ہو جائے، جب اپنے ذرات کی باریکیوں میں بھی چلا جائے تو وہ بنیادی عنصرِ زندگی کا ایک حصہ بن جاتا ہے، اور بنیادی عنصرِ حیات ایٹم کا وہ باریک ترین ذرہ ہے۔ جیسے Quarks' Mesons اور Anti Quarks کہ جو نا قابلِ شکست ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حکم دے دیا کہ جس جس کے پاس اس کا ذرۂ حیات ہے، اسے واپس لے کر آ ؤ۔ جب اس کو بلایا تو کہا کہ یہ کیا، تو نے کیا یار؟ خدا کی ایک عادت ہے، جس کو انگریزی میں Dramatic Aside کہتے ہیں۔ Connivance کرنا۔ مثلاً آپ کو بڑی ایسی حدیثیں نظر آئیں گی کہ خدا نے پوچھا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ حالانکہ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے کیوں کیا۔ مگر وہ ایک، بہت بالا، بہت بڑا Intellectual، ہو تو پوچھے کہ اچھا اچھا! اس میں تیری رائے کیا ہے؟ حالانکہ اسے پتہ ہے کہ اس کی رائے کیا ہو سکتی ہے۔ جتنا علم ہے اتنی ہی رائے ہوگی، مگر پھر بھی وہ ایک Situation پیدا کرتا ہے تا کہ اس کی وجہ سے اور لوگ جان جائیں کہ میرا مسلک کیا ہے۔ تو اس سے پوچھا، تو نے ایسا کیوں کیا بھئی! اس نے کہا۔ ''اے پروردگار! میں نے اس لیے کیا کہ میں اپنے آپ کو بڑا Judge کرنے والا اور بڑا چیک کرنے والا تھا۔ میری تو پوری زندگی میں ایک بھی نیکی مجھے نظر نہیں آئی۔ میں نے سوچا پکڑا گیا تو مارا جاؤں گا، بڑا عذاب پڑے گا، اللہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔'' اللہ نے کہا'' کیا تجھے یہ یقین تھا۔'' اس نے کہا'' اے اللہ! اس بات پہ تو مجھے بڑا یقین تھا کہ تو ہے اور تو پکڑنے والا ہے اور مارنے والا ہے۔'' اللہ نے کہا، اچھا! جا، اتنے اچھے یقین پر تجھے کون مارے گا یار۔'' تو اللہ نے اسے بخش دیا۔ اب آپ خود سوچو کہ یہ دل بہلاوے کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ اللہ کے رسول کی باتیں ہیں۔

بات یہ ہے کہ جتنا بھی تمہارا Practical Faith ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک ذرہ Faith کا پورے Practical Aspect کو Direct کرتا ہے۔ اگر ذہن کی کسی گہرائی میں ایک ذرہ، کہیں خدا کے لیے اخلاص کا موجود ہو تو آپ کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ذرا خود تو غور کرو، کہ آپ کی ہستی میں ایک جزِ خداوند موجود ہے۔ اللہ کی محبت کا ایک ذرہ بھی جہنم میں کیسے جل سکتا ہے، اگر وہ آپ کے وجود میں موجود ہو۔

''فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہٗ و من یعمل مثقال ذرة شرا یرہٗ'' (الزلزال: ۷،۸)

(اور جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔)

اللہ کا ایک نام ہے لطیف اور ایک نام ہے خبیر۔ اسم ''لطیف'' کے معنی ہی یہی ہیں کہ اگر پاتال کی تہوں میں بھی ایک ذرۂ اخلاص موجود ہے تو اس کو نکالا جائے گا، اس کو خالی کیا جائے گا، اس کی خطاؤں کی بخشش کی جائے گی اور اس کی پوری ذات کے لیے اس کا ایک پردہ اور چھتر تانا جائے گا اور وہ اللہ کے سکون کی آغوش میں رہے گا۔ یہ توبہ کا مطلب ہے۔

توبہ سے بڑا کوئی Institution مذہب میں نہیں ہے اور جو توبہ کو Ignore کرتا ہے وہ خدا کے پورے Institutions

Marfat.com

کو Ignore کرتا ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے جبکہ انسان تو بہت بری فطرت والے بھی ہوتے ہیں؟

جواب: کہا تو نہیں جاتا بلکہ یہ خاصی Confirmed بات ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے، مگر اس میں صرف ایک فطرت نہیں رکھی۔ Perfection نہیں رکھی۔ عادات تو اللہ نے دی ہیں.... اگر اللہ رحمان ہے تو آپ بھی رحمان ہو سکتے ہو، اگر اللہ رحیم ہے تو آپ بھی رحیم ہو سکتے ہو۔ جب اس نے اپنے رسول کو بہت پیار کیا، لاڈ کیا، اس کی عزت افزائی فرمائی، اس کو بڑا رتبۂ عالیہ بخشا تو اس کو یہ نہیں کہا کہ یہ میرا پیغمبر بڑا عبدالرحمان اور بڑا عبدالرؤف ہے۔ فرمایا، یہ میرا پیغمبر بڑا رؤف ہے بڑا رحیم ہے۔ اپنے نام اس کو دیے۔ ناموں کی اور عادات پروردگار کی جو فہرست ہے، اس کے Level ہیں۔ ایک وقت وہ ہے جو اللہ کا ہے، ایک وقت وہ ہے جو اس نے کائنات کی تخلیق کا رکھا، ایک وقت اشیائے زمین کی تخلیق کا رکھا، ایک وقت اس نے انتظامات کا رکھا۔ دورانِ زمانہ اور مختلف تقسیمات میں آ کر، Ultimately پروردگارِ عالم کی اپنی صفات جب خدا کی سطح پر Move کریں گی تو وہ انتہائی بالا سطح پر ہوں گی۔ اگر انسانوں کی سطح پر آپ نے رؤف ورحیم دیکھنا ہو تو آپ محمد ﷺ کو دیکھ لیجیے۔ پھر جب ان سے بھی ذرا کمتر درجات آئیں گے تو رحیمیت کا Level قریباً قریباً ہر انسان میں پایا جائے گا۔ جیسے اللہ نے کہا کہ میں انسان کے لیے سو ماؤں سے بھی زیادہ محبت رکھنے والا ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی محبت سو ماؤں کے برابر ہے تو ماں کا بھی تو کوئی رتبہ ہوگا کہ جس کی محبت خدا کی محبت کی طرح ہے۔ تو سو میں سے ایک حصہ ماں کے پاس ہے اور ننانوے حصے اللہ کے پاس ہیں۔ خدا کی صفات انسانوں میں موجود ہیں، ہر وقت موجود ہوتی ہیں۔ صرف اس کی جبلتیں مختلف ہیں۔

ہماری جبلتیں دو ارب سال سے Progressive جبلتیں ہیں۔ ہم جانوروں کی سطح سے اٹھ کر آئے ہیں، دنگا فساد، قتل وغارت، بغیرِ عقل کے یہ جبلتیں ہمیں Motiviation دیتی تھیں۔ جب سے ہمیں عقل آئی ہے، ہم نے ان جبلتوں کو Motivate کرنا شروع کر دیا۔ مگر دیکھئے! زمانہ حاضر ہے، کہ دورِ حاضر کے سب سے بڑے So called مہذب ملک کا جو سب سے بڑا صدر ہے، وہ اپنے قیدیوں کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کر رہا ہے[1]۔ دیکھئے! کہ اس زمانے میں بھی، اس تہذیبِ حاضر میں بھی، انسان کی فطرت و جبلتِ حیوانیہ نہیں بدلی۔ باوجود اس کے کہ اتنے طویل عرصے سے خدا کے نام اور خدا کی صفات انسان کے پاس موجود ہیں اور دورِ حاضر تک انسان آیا ہی اللہ کی صفاتِ کریمانہ کے بل پر ہے۔ مگر اس کے باوجود آج کے دور میں بھی So Called مہذب ترین معاشروں کے حکمران اپنی حیوانی جبلتوں پہ موجود ہیں، جو آج سے دو ارب سال پہلے موجود تھیں۔

سوال: ابھی آپ نے جہاد کا ذکر کیا ہے، تو Individual اور State دونوں طرح کے جہاد میں سے کون سا عسکری جہاد ایسا ہے جس کی فرضیت کا فیصلہ عوام یا حکمران کر سکتے ہیں؟ اور بغیر فیصلے کے کیے جانے والے جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی؟

جواب: انفرادی جہاد تو کوئی بھی شخص کسی بھی وقت کسی Motivation کے تحت کسی بھی وقت کر سکتا ہے، یہ

Marfat.com

اللہ اور بندے کا آپس کا معاملہ ہے۔کوئی بھی فرد واحد کسی بھی ایسی Situation کی Judgement کے لیے جب نکلتا ہے۔مثلاً کوئی فرد واحد یہ کہتا ہے کہ میں نے اہلِ کفر کے خلاف جہاد کرنا ہے تو Situation صرف غیر مسلم ہونی چاہیے کہ جہاں ایک کافر اور مسلمان کے بیچ میں جنگ ہو رہی ہو، باقی اس فرد کی نیت Matter کرے گی کہ کیا وہ خدا کے لیے جہاد کر رہا ہے۔یا کسی جماعتی گروہ بندی کے لیے لڑ رہا ہے یا اپنے کسی Personal Locale کے لیے یا مفاد کے لیے لڑ رہا ہے۔جہاں تک State کا جہاد کا فیصلہ Declare کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لیے State کا مسلم ہونا لازم ہے۔اگر شریعت نافذ نہیں ہے اور عدل وانصاف کے قوانین نافذ نہیں ہیں تو State کو یہ Authority حاصل نہیں ہوتی کہ وہ جہاد کا فتویٰ پاس کرے۔البتہ اگر علمائے حاضرِ وقت اور تمام دانش ورانِ مذہب مل جل کر، اس Situation کو اس طرح کی سمجھتے ہیں کہ کفر اور اسلام کا ایک معرکہ درپیش ہو، تو وہ State کی معاونت میں فتویٰ جہاد Issue کر سکتے ہیں۔یہ فقیہہ وقت کا معاملہ ہوگا یا اس عالم زمانہ کا، کہ جس پہ لوگ اعتماد کرتے ہوں۔یا اجماعِ امت کے علماء کا کہ جو اکٹھے بیٹھ کر اس کا فیصلہ دیں گے۔

سوال: والدین میں سے اگر کسی ایک کی وفات ہو جائے، اور اس کی اولاد اس کے غم میں نڈھال ہو جائے اور وہ صبر کرے تو اس میں اولاد کے لیے کیا اجر ہے؟

جواب: ایک خاتون کا بچہ فوت ہو گیا اور وہ بہت آہ وزاری کر رہی تھیں، بہت رو رہی تھیں، تو حضور ﷺ پاس سے گزرے اور فرمایا کہ صبر کر۔تو جس طرح عورتیں ماشاء اللہ، اپنے غم والم میں ہوتی ہیں، اس نے چڑ کر کہا، ایسے عالم میں کس کو صبر آتا ہے۔دو چار روز رونے دھونے کے بعد پھر اسے خیال آیا تو منہ وغیرہ پونچھ، آنکھیں دھو دھا کر، رسول اللہ کے پاس پہنچی اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے صبر کر لیا ہے۔فرمایا ''اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے۔''

تو بات یہ ہے کہ اگر کسی بچے نے صبر کیا.....بہت سارے بچے تو اپنے باپوں کی وفات کا انتظار کرتے ہیں۔اگر یہ کوئی بہت اچھا بچہ ہے کہ جس نے باپ سے بہت انس اور محبت رکھی اور اس نے بعد میں اس کا بہت رنج محسوس کیا، تو اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں، ایک Protection کا نہ رہنا، ایک Sudden ذمہ داریوں کا آن پڑنا اور اگر وہ ان سے عہدہ برا ہوا تو سب سے بڑا ایک انعام اللہ کی طرف سے اس بچے کے لیے اس کے کردار کا استحکام، اس کے مقابلے کی استعداد اور اس کے مستقبل کی ہمت واستعانت ہے۔اگر اس صبر میں اس کا کردار Build ہو گیا ہے تو اس سے بڑا اللہ کا احسان اس کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ بڑا مشہور محاورہ ہے کہ Adversity is the school of every great person. مصائب میں ہی بڑی ذاتیں ابھرتی ہیں، خواہ وہ چنگیز خان ہو یا تیمور لنگ ہو۔اگر بڑے ہیروز کی آپ زندگی دیکھیں۔ہمارے حضور ﷺ سے بڑی کس کی مثال ہو سکتی ہے کہ محرومیوں کا ایک جہان سمیٹا ہوا ہے۔نہ باپ دیکھا، ماں کا اُنس نہ ملا، دادا کے پاس گئے تو وہ جاتے رہے، چچا نہ رہے، جس جس سے اُنس کی ذرا سی بھی گنجائش تھی، اللہ نے اس ہستی کو چھین لیا اور اتنی محرومیوں کے بعد، خدا کے رسول نے کائنات کو محبت کے علاوہ کیا دیا ہے؟ یہ ایک Singular کیس ہے کہ کوئی Complex Develop نہیں ہوا۔بلکہ ہر ہر کمی کے بحران میں اتنی کثرتِ انس ومحبت ان میں پیدا ہوئی اور میرے خیال میں ان صاحب کو بھی انہی کی تقلید کرنے چاہیے کہ اپنے کو غم ملا ہے تو اوروں کو نہ دیں۔

سوال: جنات کی حقیقت کیا ہے؟ آج کل بے شمار لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے پیروں، فقیروں اور جنات کے عاملوں کے پاس جاتے ہیں۔ جو مؤکلات کے ذریعے ان کا علاج کرتے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ جنات اللہ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کیں تو توانائی کی مخلوقات پیدا ہوئیں۔ پھر Gaseous Volume کی تخلیقات پیدا ہوئیں۔ تھوڑا تھوڑا ان سب میں فرق تھا یعنی Pure Energy کی مخلوقات، Gaseous Energy کی مخلوقات، پھر اس کے بعد زمینی مخلوقات جن میں Weight تھا۔ تو زمین کے دو وزن ہیں، ان کو "ثقلین" کہتے ہیں کیونکہ گیس کا بھی وزن ہوتا ہے اور مٹی کا بھی وزن ہوتا ہے تو زمین کے دو ثقل ہیں مخلوقات میں۔ ایک جنات اور دوسری زمین کی مخلوقات۔ ان کا بھی ایک ثقل موجود ہے۔ اسی لئے آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو "غوث الثقلین" کہتے ہیں کہ وہ دونوں ثقلوں کے استاد تھے۔

جیسے زمین پر ایک ارب مخلوقات ہیں اور آپ کو قطعاً پتہ نہیں ہے کہ وہ کس نوعیت کی درجہ بندی ہے تو Obviously یہ کبھی بھی نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان مخلوقات کو بنا کر عاجز ہو گیا ہو۔ جب ہم زمین کی مخلوقات کو دیکھتے ہیں تو یہ امر محال ہے کہ اس سے پہلے بے شمار مخلوقات نہ پیدا ہو چکی ہوں۔ اگر یہاں ایک بلین مخلوقات ہیں تو ظاہر ہے وہاں، اوپر اس سے بھی زیادہ مخلوقات ہوں گی، تو خدا یہ کرتا چلا آیا تھا کہ زمین سے، وجودِ مادیہ سے، تخلیقات کو ترفع دیتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ یعنی خالصتاً تراب، طین، طینِ لازب، صلصال کالفخار اور پھر سنگل سیل Paramecia Caratum, Amoeba Proteus اِن Singular Cellular مخلوقات سے اوپر چڑھتا ہوا چلا آ رہا تھا اور Sophistication آ رہی تھی مخلوقات میں، یعنی Dinosaurs کے زمانے میں، پھر Dinosaurs ختم ہو گئیں، پھر بڑی Huge مخلوقات Rhinos اور Dinos کو Reduce کیا گیا، ان کو Sizeable کیا گیا۔ انسان اس وقت چھوٹا سا تھا، بڑا نہیں تھا، عجیب کدو سا انسان تھا، لمبوترا سا، جیسے وہ کھیرا اور ککڑی ہوتا ہے ویسا، اس کا سر تھا اور اس کو ہم Basically parental Homosapiens کہتے ہیں۔ تو یہ اس وقت بہت چھوٹا سا تھا کیونکہ بڑے جانوروں میں اس کا وجود تباہ ہو سکتا تھا، تو ایک زلزلے کے ذریعے پہلے بڑے جانور مٹائے گئے، یہ چونکہ اس وقت بہت چھوٹا سا تھا اس لیے کسی جھاڑی کو پکڑ کر، بڑے زلزلوں میں بچ گیا۔ آگے بڑھتا ہوا پھر اس کا ازسرِنو ایک Survival شروع ہوا اور یہ آگے بڑھتا ہوا پھر Homoerectus بنا۔ Homo Habilous بنا۔ پھر Homo Sapiens سے Sapines تک آیا۔ Neanderthal سے Sapiens بنا۔ تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خداوند کریم ایک Simple Cell سے آغاز کرتا ہے۔ اگر آپ قرآن کریم پڑھیں تو خدا کہتا ہے کہ ہم نے "نفسِ واحد" سے تخلیق شروع کی۔ پھر سورہ دہر میں، جہاں ٹائم کا ایک بہت بڑا Span Involved ہے، انسان کے بارے میں خدا Particularly کہتا ہے:

"ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا" (الدھر:۱)

(بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔)

کہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا، بس ایک Single سیل تھا، جیسے اب بھی موجود ہے ہمارے پیٹ میں، Amoeba کی شکل میں، تو آپ حیران ہوں گے کہ جو انسان کی ابتدا ہے وہ اب بھی اس کے اندر موجود ہے، ایک ایسا Single Cell جو خود بخود Multiply ہوتا ہے اور Millions اور Billions میں چلا جاتا ہے اور آپ کو Dysentry پیدا کرتا ہے۔

یہ تو نیچے سے Sophistication ہو رہی تھی ایک Physical وجود کی، اور اوپر سے جو High Sophistication تھی اس کو Lessen کیا جا رہا تھا یعنی پہلے تو بہت اعلیٰ ترین نورانی وجود تخلیق کیے جا رہے تھے اور اس کے بعد اس کے نیچے، اس کے بعد اس کے اور Patterns نیچے..... ہزاروں ارب ہا ارب کے لشکر، شیاطین، جنات وغیرہ تو ''جن'' کے بارے میں اللہ نے بڑی وضاحت سے کہا کہ اس کو ہم نے ''نارِ سموم'' سے تخلیق کیا، لویں کاٹتے ہوئے Gaseous Flame سے۔ اگر میں اس کی Exact آپ کو مثال دوں کہ جب آپ آکسیجن جلاتے ہیں تو جو Blue شعلہ پیدا ہوتا ہے، یہ مثال ہے کہ اس گیس کے Volume سے یا اس قسم کی کسی Gas کے Volume سے، اس قسم کی حالت سے، High Degree Volatile Energy جب Gases نے Produce کی تو جنات کی تخلیق ہوئی۔ اسی لیے جنات Gases Volume کی طرح ہر چیز کے وجود میں ڈھل جاتے ہیں۔ یہ کوئی بھی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں۔ Normally ان کی زندگی 1500 برس سے لے کر 3000 برس تک ہوتی ہے۔ ان کا بھی پیغمبر وہی ہے جو انسانوں کے پیغمبر ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ملائکہ کو Automatically ان کی پیغمبری کی تصدیق کرنا پڑی۔ اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ جب آدم نبی تھے تو ان کا پیروکار کون تھا۔ اگر آپ غور کریں تو نبوت کو سب سے پہلے سجدہ تعظیم وتسلیم ملائکہ نے کیا:

''واذقلنا للملئکۃ اسجدو لادم فسجدوا'' (البقرۃ:۳۴)

(اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔)

تو یہ سجدۂ تعظیم ان کی علمیت کے تقدس کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ علمیت جس کا Test پہلے گزر چکا تھا۔ حضرت آدم اور حضراتِ ملائکہ کے درمیان ایک Contest پڑ گیا تھا:

''وعلم ادم الاسمآءَ کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال انبئو نی باسمآء ھٰؤُ لآ ءِ ان کنتم صدقین'' (البقرہ:۳۱)

(اور اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ پھر سب کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا۔ سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ)

ایک میچ پڑا ہوا تھا علمیت کا۔ جب علمیتِ آدم مستند قرار پائی تو ملائکہ اس کی تائید وتسلیم اور تعظیم میں سجدہ ریز ہو گئے۔ شیطان کے سوا، جس نے دنیا کا سب سے پہلا تعصب تخلیق کیا کہ میں آگ سے پیدا ہوا اور یہ مٹی سے، تو میں اس کو تعظیم کیوں دوں۔ تو سب سے پہلا تعصب ہی نسبی تھا، جو شیطان نے تخلیق کیا۔ یہ اب بھی موجود ہے۔ تو اس لحاظ سے جنات وزن رکھتے ہیں، وجود میں یہ Change ہو سکتے ہیں۔ جنات کے اعمالِ تسخیر کو حاضرات کہتے ہیں، یعنی کچھ ایسے

Marfat.com

اعمال موجود ہیں جو جنات کو حاضر کر سکتے ہیں اور خواتین و حضرات! حاضرات کے عمل میں اور اس خبط میں لوگ بڑے ملوث ہوتے ہیں مگر حاضرات کے عمل کی نوعیت کیا ہے؟

Negative Reasoning اور Positive Reasoning دونوں کے Patterns انسان میں موجود ہیں:

"فالھمہا فجورھا وتقوھا" (الشمس:۸)

فسق و فجور بھی انسان پر الہام کیئے جاتے ہیں اور تقویٰ بھی۔ جب بھی کوئی انسان تسخیر کے لیے نکلتا ہے تو وہ تصوف کے اور خدا کی محبت کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ جب بھی کوئی انسان کسی تسخیر کے عمل کے لیے نکلتا ہے تو وہ تسلیم خداوند کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے کہ تسخیر کے تمام اعمال نفسی ارتکاز پر مشتمل ہوتے ہیں۔ آپ نفس کے حق میں ارتکاز کر رہے ہیں، کسی قوت اور غلبے کے لیے اور دوسری طرف خدا کے بندے نفس کے خلاف ارتکاز کر رہے ہوتے ہیں، خدا کی رضا کے لیے تو یہ دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ تسخیر کے اعمال میں They concentrate in favour of the self against God اور دوسری طرف جو خدا کے بندے ہیں۔ They concentrate against the self in favour of God. یہ دو بنیادی اصول ہیں۔ اس لیے حاضرات کے تمام اعمال سے تمام فقراء اور اولیاء اللہ نے منع کیا ہے۔ اگرچہ سیکھنے، پڑھنے کے لیے کچھ علماء ان اعمال سے گزرے ہیں۔ اب حاضرات کا عمل کیا ہے؟ اگر آپ نے غور کیا ہو تو کچھ عامل جب کوئی وظیفہ یا عمل دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پہلے ایک دائرہ کھینچنا۔ اس دائرے کے اندر بیٹھنا اور پھر اتنے دن یہ کلمہ پڑھنا تو آپ کو پانچویں دن بلی نظر آئے گی۔ ساتویں دن ایک شیر نظر آئے گا۔ نویں دن آپ کو سانپ نظر آئے گا۔ تیرہویں دن فلاں نظر آئے گا۔ چودھویں دن فلاں۔ اب اگر آپ غور کرو تو یہ Pre-concepts of fear ہیں، جو انسان کے ذہن کو پہلے سے دے دیے گئے ہیں۔ آپ کو میں جنات کے عمل کی بڑی سادہ سی وضاحت کر دوں۔ ایک شخص جب چلّے میں بیٹھے گا تو اس کے ذہن میں یہ ہے کہ ساتویں دن مجھ پر ایک بلی حملہ آور ہو گی، چاہے بدقسمتی سے اس کی خاتون وہاں سے ساتویں دن گزری ہو، اب اس نے تو یہی سمجھنا ہے کہ یہ کوئی شیطانی چیز ہے جو مجھ پر حملہ آور ہو گئی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ چلّے سے نکلنے کے بعد اکثر لوگ، حاضرات کے عمل کا تو پتہ نہیں سیکھتے ہیں کہ نہیں سیکھتے مگر دماغ سے حاضر نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ جب آپ Pre-determined بیٹھے ہو کہ اتنے دنوں کے بعد ایک شیر جنگل کا آئے گا، ایک چڑیل آئے گی، ایک دن بھوت آئے گا تو آپ کا خوف آپ کے اندر جمع ہو رہا ہے۔ اگر آپ کے اعصاب مضبوط ہیں تو آپ ان سے نکل جاؤ گے لیکن بڑی مشکل ایسی ہوتی ہے کہ اعصاب اتنے مضبوط نہیں رہتے۔ کیونکہ جب انسان Concentrate کر رہا ہوتا ہے تو باہر کی کوئی خراش، کوئی جھٹکا ہزاروں من زیادہ بوجھ، بن کر آپ کے اعصاب پر لگتا ہے۔ اس کی میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں کہ دوسری جنگِ عظیم میں جاپانیوں نے ایک بہت بڑا عذاب جنگی قیدیوں کے لیے جو تخلیق کیا وہ بالکل حاضرات کے عمل کی طرح تھا..... انہوں نے ایک بڑی بالٹی میں سے ایک نقطہ، سوراخ نکال دیا تھا اور نیچے قیدی کو باندھ دیتے تھے اور بالٹی اس کے ماتھے کے اوپر لٹکا دیتے تھے۔ اس میں سے ایک ایک قطرہ اس کے ماتھے پر ٹپکتا تھا۔ اب سوچیے! لگنے کو تو کوئی تکلیف

Marfat.com

نہیں ہے، مگر جب کوئی سوا ایک ،قطرے برس چکتے تو اگلا قطرہ ایک عذاب الٰہی کی طرح اس پر گرتا تھا۔ وہ منوں کا ہو کر گرتا تھا Because you are waiting and you are always looking upwards and you know کہ جی! آنے والا ہے، تو وہ اتنی بڑی اذیت تھی کہ ابھی تک تو ریکارڈ ہے کہ اُس Water Drop کے عذاب سے کوئی بھی قیدی بچ کر نہیں نکلا، یا وہ پاگل ہو کر آیا یا وہ مر گیا یا پھر اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا۔

بالکل اسی طرح حاضرات کے عمل میں Concentration کی وجہ سے سو فیصد لوگ پاگل ہو کر یا جنونی ہو کر باہر نکلتے ہیں اور بعض ایسے مکر و فریب کے لوگ ہوتے ہیں جو جاتے ہی نہیں ہیں مگر لوگوں کو کہتے ہیں کہ میں چلّے میں ہوں۔ ایک شخص میرے پاس آیا کہ میرے مرشد نے پچھلے بارہ دنوں سے کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔ کمرے میں گھسے ہوئے ہیں، ہم نے بڑی سخت نگرانی رکھی ہوئی ہے، نہ انہوں نے کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے، تو میں نے کہا کہ یار اندر جا کر دیکھو تو سہی کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ اس قسم کی احمقانہ داستانیں سنا کر یہ مؤکلات کے فریب لوگوں کو دیتے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ کہ ایک حاضرات کا عامل Why should he come to beg people for hundred rupees. مجھے آپ بتا دیں۔ کوئی Reason دے دیں کہ ایک وہ شخص جس کے پاس جنات کی عملداری موجود ہے۔ وہ آپ سے دو چار سو روپے اینٹھنے کے لیے کیوں بیٹھا ہے؟ وہ بھی ایک پاور ہے۔ ایک Negative Power ''حسن میواتی'' کا نام مشہور ہے کہ وہ حاضرات کا بہت بڑا عامل تھا۔ اس کا میں آپ کو واقعہ سنا دیتا ہوں۔ حسن میواتی حاضرات کا اتنا بڑا عالم تھا، کہ وہ بڑے سے بڑے فقیروں کو کچھ گھاس نہیں ڈالتا تھا اور وہ کبھی ویرانوں کے سوا ٹھہرتا ہی نہیں تھا اور حکم دیا کرتا تھا اور بڑے بڑے لوگ اس کے پاؤں چھونے کو آتے تھے۔ پیسے ویسے وہ نہیں لیتا تھا، کسی سے بھی نہیں لیتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی بازار سے گزرا تو راستے میں ایک قلندر سا، آدھا ننگا، بیٹھا ہوا تھا۔ حسن میواتی کے پاس چونکہ Powers تو تھیں، تو اس نے محسوس کیا کہ یہاں کوئی گڑ بڑ ہے۔ .Some super natural is there تو اس نے کہا کہ پرے ہٹ! تجھے نہیں پتہ کہ میں کون ہوں؟ میرے رستے سے اٹھ! میں شہنشاہِ جنات گزر رہا ہوں۔ لیکن وہ بیچارہ کچھ بھی نہ بولا اور چپ چاپ پڑا رہا۔ جب وہ کچھ نہیں بولا تو اس نے Feel کیا کہ یہ Match پڑ گیا ہے۔ وہ دوبارہ اس کے قریب گیا اور کہا ''تجھے نہیں پتہ کہ میں کون ہوں؟ میرے راستے سے اُٹھ اور جگہ خالی کر، میں شاہِ جنات ہوں۔'' لیکن پھر بھی ویسا ہی منظر رہا۔ تو پھر حسن نے اس کے اوپر حملہ کیا جیسے illusionist یا جادوگر کرتے ہیں کہ آپ کے Vision اور ذہن کو قابو کر لینا، مگر نظر کچھ اور آنا، مگر وہ درویش اسی طرح بیٹھا رہا۔ کافی دیر اعمال کرنے کے بعد حسن میواتی کچھ گھبرایا، تو اس نے اس پر Physical Attack کیا۔ اس نے کہا کہ تو باز نہیں آئے گا۔ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے اپنے جنات سے پٹواؤں گا اور پھر اسے ''ٹھڈا'' مارا۔ جب اسے ''ٹھڈا'' مارا تو اس درویش نے ایک آنکھ اٹھائی، آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''اے میرے مالک! یہ لوگ پاگل کیوں نہیں ہو جاتے۔'' بس وہ آخری لمحہ تھا جب حسن کو ہوش میں دیکھا گیا۔ اس کے بعد وہ کبھی ہوش میں نہیں آیا۔ تو فرق یہ ہے کہ ایک آدمی اپنے آپ کو جناتی طاقتوں سے بھرتا ہے۔ سراب کی اور جھوٹ کی طاقتوں سے بھرتا ہے۔

ایک آدمی اپنے آپ کو بھر رہا ہے اور ایک آدمی اپنے آپ کو خالی کر رہا ہے۔ ادھر اللہ کا ایک بندہ ہے، جانتا ہے کہ میری ہر آرزو، میری ہر خواہش میرے لیے فریب کا باعث ہے اور مجھے اللہ کے لیے اپنی آرزو کو ترک کرنا ہے۔ اگر اس کو طاقت کی

Marfat.com

آرزو ہے تو وہ اسے ترک کرتا ہے۔ اگر اسے Benefit کی آرزو ہے تو وہ اس کے خلاف جہاد کر رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خالی کر رہا ہے اور یہ شخص اپنے آپ کو بھر رہا ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ یہ شخص خالی ہوگا تو اس میں خدا ہوگا اور دوسرا بھرا ہوا ہونے کے باوجود خالی ہوگا۔ آج تک کوئی عامل کسی درویش اور خدا کے ولی سے نہیں لڑ پایا۔

خدا کی محبت، دوستی اور انس سے بڑی اور کوئی دولت انسان کو نہیں مل سکتی۔ اب دیکھو لوگ ولایت کو جاتے ہیں، پیروں فقیروں کے پیچھے جاتے ہیں، مؤکلات کے پیچھے جاتے ہیں، اور اللہ نے اپنے بندوں کی نشانی ہی کچھ اور رکھی ہے اور جو نشانی رکھی ہے وہ Practical ہے، In life ہے وہ خارجی نہیں ہے۔ وہ کوئی ایسی نشانی نہیں ہے کہ جس کے لیے آپ کائنات سے باہر کی آرزو رکھو۔ وہ آپ کی زندگی کے ہر لمحے کو پیش آنے والی حقیقت ہے اور وہ کیا ہے؟ کہ خداوند کریم فرماتے ہیں:

"الا ان اولیآء الله لا خوف علیهم" (یونس:۶۲)

اگر میرے دوستوں کا تمہیں پتہ نہیں لگتا ہے تو میں تمہیں ان کی پہچان بتا دیتا ہوں کہ نہ تم ان پر خوف دیکھو گے، نہ حزن و ملال دیکھو گے۔ اس لیے کہ ان پر اس قسم کی کیفیات آ نہیں سکتیں.... کیونکہ: "الا بذکر الله تطمئن القلوب" ہر وقت ان کے دل میری یاد میں ہوتے ہیں اور میری یاد کی وجہ سے دل مطمئن ہیں اور جس کا دل میری یاد کی وجہ سے مطمئن ہے، اس کو حزن و ملال سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تو اللہ کے اولیاء کی واحد پہچان خوف اور حزن سے آزادی ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ انسان اگر گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن اگر توبہ کرنے کے بعد وہ دوبارہ وہی گناہ کر لے اور پھر سچے دل سے توبہ کر لے تو ایسے شخص کی توبہ کیا حیثیت رکھتی ہے اور گناہ گار کو کیسے یہ معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی ہے؟

جواب: حضرت امام جعفر صادقؒ نے کہا کہ توبہ آسان ہے، ترکِ گناہ مشکل ہے۔ غور کیجیے گا کہ کیا بات ارشاد فرمائی انہوں نے۔ بعض اوقات ایک گناہ اتنا ثقیل ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

"ثم قست قلوبکم من م بعد ذلک فهی کالحجارة او اشد قسوة"

کہ ایسے لوگ موجود ہیں، ایسی قساوتِ قلبی والے، کہ دل اتنے شقی اور اتنے ظالم ہو جاتے ہیں کہ پتھروں سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔

"وان من الحجارة لما یتفجر منه الانهار" (البقرۃ:۷۴)

اور ایسے پتھر موجود ہیں کہ جن سے نہریں پھوٹ جاتی ہیں۔ خدا کی محبت کی نہریں....

"وان منها لما یشق یخرج منه الماء"

ایسے بھی پتھر موجود ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان سے خدا کی خشیت کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ یہ وائے قلبِ انساں! کہ اتنا شقاوت والا ہے، اتنا قسی القلب ہے کہ اس پہ ہزار جملے ہوں کارگر نہیں ہوتے۔ ایسے سخت گناہ بھی ہوتے ہیں کہ جو ایک بار کی توبہ سے نہیں جاتے۔ اسی لیے حضرتِ امام نے فرمایا کہ ترکِ گناہ مشکل ہے اور توبہ آسان ہے۔ حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ نے فرمایا کہ ایک ولی سے بھی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ممکن ہے بلکہ ستر گنا زیادہ ممکن ہے اور

Marfat.com

کیسی توبہ قبولیت کا نشان ہوگی؟ کہ بالآخر ایک ذہنی جدوجہد کے بعد، آپ اس گناہ کو کرتے ہوئے بھی اس کے قیدی نہیں بنتے۔ آپ کا احتجاجِ ذات، آپ کی خدا کی محبت کے تحت، آپ کا احساسِ تلافی سلامت رہتا ہے۔ اور آپ اس گناہ کو کرنے کے باوجود غیر مطمئن رہتے ہو اور آپ کے احساس کی توبہ اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ You are not satisfied what ever you do. آپ جانتے ہو کہ آپ کمزور ہو۔ ایک جگہ توبہ کا مطلب گناہ کی معافی ہے اور ایک جگہ توبہ کا مطلب توفیقِ خداوند کا طلب کرنا ہے تاکہ اس کو استعانت ملے اور وہ اس گناہ پر غالب آئے۔ تو توبہ میں دونوں چیزیں شامل ہیں۔ توفیقِ الٰہی بھی شامل ہے اور بخشش بھی شامل ہے۔ اور توفیق کیا ہے:

"وماتو فیقی الا باللہ ء علیہ توکلت والیہ انیب" (ھود:۸۸)

(اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔)

اگر اللہ پر انسان کو بھروسہ ہے اور ہر خطا کے وقت اس کی رجعت اللہ کی طرف ہے تو یہ توفیق ہے جو، توبہ کا مستقل حصہ ہے۔

سوال: ایک شخص احکامِ الٰہی کی بجا آوری نہیں کرتا مگر مزارات اور درگاہ پر حاضری دیتا ہے اور اپنی حاجات کی تکمیل چاہتا ہے۔ اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: ''خرِ عیسیٰ چوں بمکہ رود چوں بیاید ہنوز خر باشد'' بڑا مشہور محاورہ ہے کہ اگر گدھا مکہ چلا جائے تو انسان تو نہیں بن جائے گا۔ سو یہ عقل کا بحران ہے، مگر سوال کرنے والے صاحب کو بھی پتہ ہونا چاہیے کہ ہر انسان کی آگہی ان کے پاس نہیں ہوتی۔ آپ کو چونکہ انسان کے باطن کا نہیں پتہ اور کیا پتہ ہے؟ پطرس شاہ بخاری نے ایک بھونکتے ہوئے کتے پر ایک آرٹیکل لکھا تھا۔ اس میں ایک جملہ بڑا دلچسپ تھا۔ ''یہ تو صحیح ہے کہ بھونکتے ہوئے کتے کاٹا نہیں کرتے مگر کیا پتہ کہ کب کوئی کتا بھونکنا بند کر کے کاٹنا شروع کر دے۔'' تو میں آپ سے التجا کروں گا کہ بے عملوں پر زیادہ تنقید سے گریز کیا کرو کہ پوری زندگی Transition ہے۔ عرصۂ حیات ہے۔ پوری زندگی توبہ کے لیے ہے اور پوری زندگی پلٹنے کے لیے ہے۔ کوئی پندرہ سال میں پلٹ گیا، کوئی پچیس سال میں پلٹ گیا، کوئی تیس سال میں پلٹ گیا، کوئی پچپن میں پلٹ گیا۔ جب تک سکرات نہیں پڑتا تب تک، وصیت رسول ﷺ کے مطابق پلٹنے کا وقت قائم ہے۔ تو یہ کسی کو کیا پتہ کہ کوئی عبادت گزار کب عبادت بند کر کے اُدھر کا ہو جائے اور کب کوئی اس قسم کا جھوٹا بیروکار، جاہلِ مطلق، اپنی جہالت سے نکل کر خدا کو چل پڑے۔ اس لیے یہ رائے دینی مشکل ہو جاتی ہے، ہاں میں آپ کو ایک بات ضرور بتا سکتا ہوں۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مروت کی تعریف کی ہے، ان مسلمان بھائیوں کے لیے اور اپنے لیے بھی۔ اس مروت کی تعریف کے مطابق آپ عمل کیا کریں۔ فرمایا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ''مروت کی تعریف یہ ہے کہ جب تو کسی گناہگار کو دیکھے تو پہلے خدا کا شکر ادا کر کہ تو اس گناہ سے بچا ہوا ہے۔ پھر اپنے اس بھائی کے لیے دعا کر کہ اللہ اس کو بھی اس خطا سے بچائے۔'' بس یہی رویہ آپ کا ہونا چاہیے۔

سوال: آپ نے اپنے کسی لیکچر میں فرمایا تھا کہ آخرِ زماں میں لوگ تسبیح کھائیں گے اور تسبیح اوڑھیں گے۔ یہاں تسبیح سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیکھئے ذکر توانائی ہے۔ یہ میں نے نہیں کہا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے جب حضرت اسماءؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارا آٹا گندھا ہوا ہوتا ہے اور ہم انتظار کرتے ہیں کہ بھوک لگے اور بہت لگے، تو پھر ہم اسے پکا کر کھائیں، آج ہمارے ہاں رزق کی اس قدر کمی ہے کہ ہم سخت بھوک کے علاوہ اپنی روٹی نہیں کھاتے اور جو وقت آپ بتا رہے ہو یارسول اللہ ﷺ! اس وقت تو کسی قسم کا کوئی رزق نہیں رہے گا اور ایک دانہ گندم سونے کے ڈھیر پہ فوقیت رکھے گا تو پھر لوگ اس وقت کیا کھائیں گے۔ تو فرمایا جس پروردگار نے انہیں تقدیس و تہلیل بخشی ہے، اس سے ان کو توانائی زندگی بھی بخشے گا اور وہ خدا کی تسبیح پر زندہ رہیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آج جو تسبیح میں اپنے سکون کے لیے استعمال کر رہا ہوں، جس یادِ خدا کو میں اپنے ذہنی اور قلبی سکون کے لیے پڑھ رہا ہوں، آخر یہ بھی تو مجھے کسی Crisis میں کام آنی چاہیے۔ مثال کے طور پر حضرت یونس بن متیٰ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے اور عفونت و گندگی کے سوا، غلاظت کے سوا، پیغمبر کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ اگر یونس تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت کے دن بھی اسے مچھلی کے پیٹ سے اٹھاتے۔ تو تسبیح کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ حضرت یونس بن متیٰ کے لیے وہ نجات کا باعث بنی، پھر ان کی خوراک کا باعث بنی ہوگی، ان کی زندگی کا باعث بھی بنی ہوگی۔ ان کی نجات کا باعث بھی بنی اور نہ صرف ان کی نجات کا باعث بنی بلکہ جملہ مومنین اور مسلمین کے لیے نجات کا باعث بنی کہ خدا نے وعدہ کیا: اے یونس تو نے اس طرح جو مجھ سے دعا کی ہے۔ تو نہ صرف یہ کہ ہم نے تجھے غم سے نجات دی بلکہ ہر زمانے میں ہم تمام جملہ مومنین کو اسی کلمے کے توسط سے نجات دیں گے:

"لاالٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظٰلمین" (الانبیاء:۸۷)

یہ رہتے زمانے تک ہر قسم کے الیے سے خدا نے نجات کا باعث بنایا ہے۔ سادہ سی بات ہے، مشکل نہیں ہے، کلمے کے اندر کیا ہے؟ یہ تو اللہ جانتا ہوگا، مگر مطالب بڑے آسان ہیں کہ O, my Lord, God i've made a mistake, i'm sorry, please, Forgive me. That's all. کہ اللہ میاں تُو تو پاک ہے۔ تو غلطی نہیں کرسکتا۔ ایک اُدھر دلیل دی کہ، تُو تو پاک ہے۔ میں نہیں ہوں۔ تجھ میں کوئی خطا نہیں۔ مجھ میں ہے۔ تو مانتا ہے، کہ مجھ میں خطا ہے۔ میں نے کی ہے۔ میں تھا ہی خطاوار! میں نے خطا کر چھوڑی ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں I am sorry خدا کہتا ہے "ٹھیک ہے یار! جاؤ دفع ہو جاؤ........."

سوال: آپ کی زبان میں اتنی تاثیر کیوں ہے؟ کہ جی چاہتا ہے آپ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں حالانکہ جمعہ کے دن مولوی صاحب کو منبر پر دیکھتے ہی نیند آ جاتی ہے۔

جواب: (قہقہہ) ہر چیز کا ایک Drive Motive ہوتا ہے۔ میں جب آپ کو توبہ کی بات سنا رہا ہوتا ہوں تو آپ یقین کریں کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ میں جب آپ کو خدا کی محبت کی کوئی بات سنا رہا ہوتا ہوں تو میں اس پر یقین رکھتا ہوں اور میں جب آپ کو کوئی خطا کی بات سنا رہا ہوتا ہوں تو میں خطا پر یقین رکھتا ہوں۔ اس لیے کہ میرے اپنے نزدیک انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا تکبرِ علمیہ ہے۔ اس کے تقدس کی بات ہے۔ اللہ قرآن حکیم میں بری طرح تقدس کو نظرانداز کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "تم کون ہو؟ جو مقدس بنے پھرتے ہو۔" ابھی آپ دیکھو کہ ہم کسی پیر فقیر کے پاس

چلے جائیں تو وہ نوعروس دلہنوں کی طرح وزنی ہو جاتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ حضرت کے پاؤں من من بھر کے ہو گئے ہیں۔ بڑے بوجھل، بڑی نازکیت سے اٹھیں گے۔ بڑے Pattern بنائیں گے۔ ایک پلک اٹھانے کے لیے بھی شاید منوں بھاری کرین چاہیے ہوتی ہے۔ اس قدر ناز و ادا سے بزرگ چلتے ہیں کہ خیال آتا ہے کہ اس منزلِ تقدس تک پہنچنا میرا آپ کا کام بالکل نہیں ہے۔ اوپر سے، ہزاروں دعوے ہم رکاب، کہ ہم لوحِ محفوظ دیکھ رہے ہیں یا دیکھ چکے ہیں یا ہم آپ کے ظاہر و باطن سے آشنا ہیں۔ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ مؤکلات کی وجہ سے درد گردہ کا علاج کرتے تھے تو مجھے آخر میں پتہ چلا کہ وہ فیل گردہ سے مر گئے۔ ابھی کچھ دنوں کی بات ہے تو مجھے تعجب ہوا کہ اگر اور کسی کا نہیں تو کم از کم اسی بیماری کا علاج کر چھوڑتے اپنی ذات کے لیے۔

ہر دعویٰ مکروہ ہے۔ خدا کی طلب میں ہر دعویٰ مکروہ ہے۔ نہ صرف مکروہ ہے بلکہ تکبرات کی، کبریائی کی، ایک چادر ہے جسے اللہ کبھی پسند نہیں کرتا۔ Mystic نہ کبھی دعویٰ کرتا ہے۔ نہ وعدہ کرتا ہے۔ اس بیچارے کو پتہ ہے کہ نہ میں وعدہ پورا کرنے پر قادر، نہ دعویٰ کرنے پر قادر ہوں۔ جو کمزور ترین ہے وہ خدا کے قریب ترین ہے۔ آپ کی زندگی کو کیوں خارج کر دیا بزرگانِ ملت نے؟ کیوں نہیں انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ ہر وقت اللہ کو یاد کر سکتے ہو؟ اللہ میرے لیے بنا ہے! اس نے مجھے اپنے لیے بنایا ہے۔ میری زندگی کا مقصد، میرے وجود کا، اس دنیا میں آنے کا مقصد ہی اس نے یہ رکھا۔ اس نے پوری نسلِ انسان کو خطاب کر کے کہا:

"انا ھدینہ السبیل اما شاکرًا واما کفورًا" (الدھر:۳)

(بے شک ہم نے اسے راہ دی چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کردو۔)

یہ مجھ سے خطاب ہے، یہ آپ سے خطاب ہے، ہر فرد و بشر سے خطاب ہے اور اگر ہر انسان کی اہلیت نہیں ہے خدا کو پہنچانا تو پھر قبر میں سوال کیوں ہے من ربک؟ مجھ سے نہ پوچھے۔ آپ سے نہ پوچھے۔ کچھ لوگوں کو چھوڑ دے۔ کچھ لوگوں سے کہے، تم تو ان پڑھ ہو یار۔ تم تو ساری عمر سبزی بیچتے رہے۔ تم نے تو آلو چھیلے ہیں۔ تم تو ریڑھا چلاتے رہے ہو۔ تم نے کون سا Horward اور Oxford میں پڑھا ہے کہ تم ان سوالوں کا جواب دو گے۔ تم تو Academics کے بندے ہی نہیں ہو۔ تو بندہ کہے نا۔ پروردگار! جب تو نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھنے کی توفیق نہیں دی، تو مجھ سے وہ سوال کیوں پوچھتا ہے جو پروفیسر احمد رفیق اختر سے پوچھتا ہے۔ میرا کیا قصور ہے اس میں۔ یا تو خدا بے انصاف ہے کہ Same question, from all of the people. یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔ ناانصاف نہیں ہے اللہ۔ اللہ تو نام ہی انصاف کا ہے۔ تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ چاہے کوئی ان پڑھ ہے یا پڑھا لکھا، چاہے کوئی بے وقوف ہے، دانا ہے یا نادان۔ اگر کوئی اور صفت اس میں ہے یا نہیں ہے، ایک اہلیت اس میں ضرور ہے کہ وہ خدا پہچان سکتا ہے ورنہ پھر خدا صاحبِ انصاف نہ ٹھہرے۔ اگر ہر شخص سے یہی سوال پوچھے گا: من ربک؟ تو پھر اس کی اہلیت بھی اس نے ہر فرد و بشر کو دی کہ وہ اس سوال کا جواب ضرور دے سکتا ہے کہ خدا کون ہے اور میرا اس سے کیا رشتہ ہے۔ جب آپ اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں تو پھر آپ صوفی ہیں نا۔ آپ اللہ کے بندے ہیں۔ آپ اللہ کی مخلوق ہیں۔ آپ حقِ خداوندا ادا کر رہے ہیں اور جو حقِ خداوندا ادا کر رہا ہو اس پر کیسے عذاب آ سکتا ہے۔

Marfat.com

جس نے ایک دفعہ دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس پر دوزخ کی آگ ہمیشہ کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔ میں تو حرام نہیں کر رہا۔ میرا بھی دل چاہتا ہے۔ میں بھی منتقم ہوں۔ میں ساری عمر جب ایک بے نماز کو دیکھتا ہوں، میرا دل بڑا غضب میں جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں "یا اللہ! ایہہ کی دوئے برابر۔ اسیں مار کھا کھا کے وی او تھے۔ انہیں نہ پیاز کھادے نہ جوتیاں کھادیاں۔ ایہہ وی اسے انعام دا مستحق۔" تو مجھے ناانصافی لگتی ہے کہ ایک بے عمل بھی جنت میں پہنچے، ایک باعمل بھی جنت میں، مگر کیا آپ کے پاس کوئی ایسا توازن موجود ہے جو اعمال کے علاوہ نیات کو بھی پرکھ سکے۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے تمام تر عمل کے باوجود بھی اس شخص کی ادنیٰ سی نیت کو بھی نہ پہنچ سکوں جو، وہ خدا کے لیے رکھتا ہے۔ توانجامِ کار فیصلہ صرف ایک کوالٹی پر نہیں ہوتا۔ دیکھئے جب Debate ہوتی ہے اور مقرر کھڑے ہوتے ہیں تو ممتحن کے پاس صرف ایک خانہ تو نہیں ہوتا۔ اس کے پاس اگر صرف ایک خانہ ہو کہ صرف شکل وصورت پر انعام دینا ہے تو بڑی جلدی دومنٹ کی Speech کے بعد فیصلہ ہو جائے۔ بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دس آدمی ایک کو خوش شکل نہ سمجھیں۔ شکل تو سب کو بھا جائے گی۔ سب جانتے ہیں کہ کون کتنا ہینڈسم ہے مگر وہاں تو کچھ اور بھی لکھا ہوتا ہے کہ شکل کے علاوہ اندازِ بیان بھی دیکھنا ہے۔ جب اندازِ بیان دیکھ لیا تو موادِ فکر بھی دیکھنا ہے اور جب مواد بھی دیکھ لیا گیا تو Over all grasp of the subject بھی دیکھنا ہے۔ ان پانچ Heads کے تحت جو سب سے بہتر نکلے گا وہ، بہترین مقرر کہلائے گا۔ خالی اعمال پہ Judgement نہیں ہوگی اور بہت سے Heads ہیں اللہ کے پاس۔ چھوٹے چھوٹے۔ جب مارکس شیٹ بنے گی نا، تو کوئی پتہ نہیں، ایک بے نماز کیا پایا جائے اور کوئی نماز والا کیا پا جائے۔ مگر خدا بے انصاف نہیں ہے۔ خلوصِ دل سے اور نیت سے ان احکامات پر عمل کرنے والے کو جو خدا کے ہیں، یقیناً انعامات سے نوازا جائے گا اور ساتھ ساتھ تھوڑی سے مشقتوں کے بعد ان اچھے احساسات والوں کو بھی نوازا جائے گا۔

قیامت کے دن جب آخری شفاعت کے لیے حضور ﷺ جائیں گے تو پھر بھی کچھ لوگ جہنم میں بچ رہیں گے تو حضور فرمائیں گے۔ "پروردگار! آپ نے تو مجھ سے حتمی شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔ ابھی بھی کچھ لوگ جہنم میں موجود ہیں۔" "اللہ فرمائے گا۔" اے میرے پیغمبر! اے میرے شفیع! میں نے آپ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب تیری امت میں سے کوئی ایسا شخص جہنم میں موجود نہیں ہے کہ جس کے لیے شفاعت درکار ہو۔ اب صرف ایسے لوگ جہنم میں موجود ہیں جن کو کتاب نے روک رکھا ہے" یعنی جنہوں نے خدا کا انکار کیا، اس کے احکام کا انکار کیا، خدا کے رسول کا انکار کیا، ان کے علاوہ تیری امت میں سے کوئی جہنم میں باقی نہیں ہے۔"

ایسے شخص کی اطاعت اور محبت..... آقا ورسول ﷺ نے فرمایا "اللہ معطی وانا قاسم" (اللہ عطا فرمانے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔) پھر اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ اللہ کتنے ہیں اور وہ کہے، ایک اور پھر اگر اس سے پوچھا جائے کہ اللہ کے بعد کس سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور وہ کہے، محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، تو ایمان پورا ہو گیا۔

سوال: امام مہدی کے بارے میں بتائیں کہ اصلی امام مہدی کب آئیں گے اور لوگ انہیں کیسے پہچانیں گے؟

Marfat.com

جواب: اصلی کی قید بڑی سخت ہے ویسے۔ بات یہ ہے کہ آپ لوگوں نے مہدی کو بہت سر چڑھا رکھا ہے۔ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ اگر میں بخاری کی حدیث دیکھوں تو مہدی ایک بڑا نیک، شریف اور مخلص سا آدمی ہے۔ بخاری کی حدیث جو صحیحین سے Confirmed حدیث ہے ہمارے پاس کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمانۂ آخر میں میری امت کا سردار ایک نیک آدمی ہوگا اور میرے خیال میں یہی جائز تعریف ہے۔ مہدی کے ساتھ جو آپ نے Super Natural صفات منسوب کر رکھی ہیں وہ غلط ہیں۔

زمانۂ آخر کے جو Patterns میں دیکھ رہا ہوں، اس میں مجھے پوری طرح یہ احساس ہے کہ جب امتِ مسلمہ کسی فردِ واحد پر اتفاق کرے گی اور وہ ظاہراً اور باطناً شریعت پر عمل پیرا ہوں گے، تو وہی مہدی ہوں گے۔ مہدی ایک Title ہے، جو اس شخص کے لیے مخصوص ہے جو زمانۂ آخر میں مسلمانوں کی قیادت فرمائیں گے۔ اس میں کوئی اچنبھا نہیں ہے۔ جو Crisis اب ہم دیکھ رہے ہیں اور جو ظلمت چلی آرہی ہے مسلمانوں کے سر پر۔ اس میں ابھی دو بڑی جنگیں باقی ہیں بلکہ تین جنگیں باقی ہیں۔ ایک جنگ Middle East میں ہے کہ جس میں دشمن خانہ کعبہ پر چڑھ جائے گا اور قربانی بند کردی جائے گی۔ اس کے بعد دشمن کو مدینہ پر حملے سے پلٹایا جائے گا اور دمشق میں جو جنگ ہوگی۔ اس میں جو مسلمانوں کی قیادت کریں گے ان کو مہدی کہا گیا ہے۔ اس میں اثنا عشری اور سنی مؤقفات الگ الگ ہیں۔ اثنا عشری امام مہدی کو امام غائب اور حاضر بیک وقت مانتے ہیں کہ وہ کبھی مرے نہیں ہیں۔ ہر وقت وجود میں ہیں اور ہر زمانے میں ہیں مگر غیاب میں ہیں، جو زمانۂ آخر میں اولادِ حضور ﷺ میں ہوں گے۔ اور اہل سنت و الجماعت یہ سمجھتے ہیں، اس میں ان کی دو Interpretations ہیں کہ وہ اولادِ فاطمہ و علی میں سے ہوں گے اور اس بارے میں ایک حدیث ناطق بھی موجود ہے۔ اصل میں اگر آپ غور کریں تو یہ بے معنی ہو جاتا ہے کہ وہ کس کی اولاد ہوں گے۔ یہ ہمارے لئے اس وقت وزن ہی نہیں رکھتا کہ وہ پہلے سے زندہ ہیں یا نہیں ہیں۔ ہمارے لیے جو سب سے بامعنی بات ہے وہ ایک خوش خبری ہے کہ زمانۂ آخر میں ایک نیک اور اعلیٰ ترین صفات کے مالک مسلمان کی قیادت میں امتِ مسلمہ دجال کے خلاف کامیابی حاصل کرے گی۔ دشمنوں کے خلاف، دجال کے خلاف اور اتحادیوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ دو جنگوں کی شکست کے بعد تیسری جنگ میں مسلمانوں کو مکمل فتح حاصل ہوگی۔

سوال: آپ کی گفتگو سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے زمانۂ آخر کی دہلیز تک ہم پہنچ چکے ہیں۔ اگر ہم میں سے کچھ نوجوان جو زمانۂ آخر کو پائیں تو ان کے لیے آپ کچھ نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: آپ کو کہہ دیا کہ زمانۂ آخر میں خوراک کا بہت شدید بحران ہوگا۔ تسبیح نہ چھوڑنا اور دوسری بات کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے بہت سے، زمانۂ آخر کو پائیں گے۔ اس لیے کہ حضورِ گرامی مرتبت نے فرمایا کہ اب زمانے بہت سمٹ گئے ہیں۔ پہلے صدیاں بڑی مشکل سے گزرتی تھیں۔ اب صدیاں لمحوں میں گزر رہی ہیں۔ انسانی Grasp اتنی Fast ہوگئی ہے کہ جو بڑے بڑے ثبوت تھے قیامت کے، پہلے اس بڑی جنگ [1] کے وہ قریباً قریباً سارے مشہود ہوگئے ہیں۔ اس میں سب سے بڑا ثبوت تھا، انسان کی تخلیق کا، اور کلوننگ سے ایک سال پہلے بدقسمتی سے، میں نے ہی سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس وقت سمجھنا، کہ دجال ظاہر ہوگیا ہے، جب بڑی جلدی، Man will be able to

Marfat.com

create an exact replica of a human being. اتفاق سے اس کے تین یا چھ ماہ بعد کلوننگ آ گئی۔

احادیث آ کر، واقعات میں منضبط ہو گئیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال ایک ملک پہ حملہ آور ہوگا اور اس کے ایک ہاتھ میں خوراک اور ایک ہاتھ میں آگ ہوگی۔ جو اسے مانیں گے، اس پر خوراک پھینکے گا اور جو اس کا انکار کریں گے ان پر آگ برسائے گا۔ اب آپ غور کریں کہ اس حدیث کو منضبط کرنے کے لیے کہیں دور نہیں جانا پڑتا[1]۔ اس طرح ہم بہت سارے شواہد ملا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم زمانہ آخر کی دہلیز تک پہنچ چکے ہیں۔ آج میں آپ کو ایک بڑے پتے کی بات بتاتا ہوں، کاش کہ پہلے بھی کسی عالم نے اس بات کی وضاحت کی ہوتی۔ آپ کو پتہ ہے کہ حدیث کہتی ہے کہ جب تمہیں دجال کے بارے میں یا اس کے اثر سے آگہی یعنی ہو تو سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھنا اور لوگوں نے اسے دم سمجھا، تعویذ سمجھا، کہ جب دجال آئے گا تو ہم سورہ کہف کی پہلی دس آیات بازو پر باندھ لیں گے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اگر سورہ کہف کی پہلی دس آیات آپ پڑھیں تو اس میں صرف Christians کا ذکر ہے کہ یہ لوگ خدا پر بہت بڑا بہتان باندھتے ہیں۔ اللہ کی کوئی اولاد، کوئی بیٹا نہیں ہے، اور یہ تکبرات میں شامل ہیں اور ان کو غرور ہے اور ان کو تجاہل ہے اور یہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں جیسے حضرت دانیال نے اپنے مکاشفے میں کہا کہ جب یہ چھوٹا سینگ بڑا ہوگا تو یہ بڑے گھمنڈ کی باتیں کرے گا اور اجرامِ فلکی میں دراندازی کرے گا اور یہ مقدسوں کو رسوا کرے گا اور دائمی قربانی کو بند کرے گا۔

یہ چار علامات دجال میں موجود ہوں گی اور ظاہر ہے آپ اخبار تو پڑھ رہے ہوں گے۔ اب مشہور ہو گئی ہے Compaign کہ حج سازش کی جگہ ہے، مسلمان اس کو مت جایا کریں، کم کریں اور کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈا جائے گا، حج کو بند کرنے کا، تو میں سمجھتا ہوں کہ دجال بڑا واضح ہے۔ کوئی نرالا نہیں ہے کوئی عجیب نہیں ہے اور دجال کی ایک آنکھ روشن ہے، دنیوی ترقی اور تمدن کی۔ یہ خدائی کے رستے نہیں جانتا۔ یہ صرف اپنی طاقت پر غرور اور گھمنڈ کی باتیں کرتا ہے اور بہت بڑی بڑی باتیں کرتا ہے۔

آج کی آپ کو خبر سناؤں.....کل کی خبر یہ تھی کہ مسلمان کہتے تھے کہ ہم شہادت کے طلب گار ہیں اور شہادت تک لڑیں گے تو جنرل مائرز نے اس کے جواب میں ایک بڑی مزے کی بات کہی ہے کہ جس سے High degree repulsive attitude towards Islamic instititions. ظاہر ہوتا ہے۔ اس نے کہا، ہاں! ہاں! ان کو شہادت کا بڑا شوق ہے۔ ہم ان کو شہادت تک ضرور پہنچائیں گے۔ تو یہ بڑا Sarcastic Remark ہے اور ان کو اسلام کے ہر Institution سے بغاوت کی بو آتی ہے۔

جہاد کی جو پہلی بات ہے کہ خواہ وہ اپنے گھر کا ہو یا باہر کا، جب بھی کوئی نمرود وہامان و شداد اٹھا تو اس کے خلاف کلمہ حق سربلند کرنے والا بھی کوئی کہیں نہ کہیں پیدا ہوا، تو دجال ہر زمانے میں ہوا ہے اور ہر زمانے میں مہدی ہوتے رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ حقیقی دجال کے مقابلے میں بھی حقیقی مہدی کہیں منتظر ہوں گے۔

سوال: اللہ کی محبت کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول کو کس طرح اور کن کن تسبیحات کے ذریعے پکا کیا جا سکتا ہے؟

جواب: خدا اور رسول کی محبت میں تفریق اور جدائی ہو ہی نہیں سکتی۔ کسی Pattern میں نہیں ہو سکتی۔

حضرت کعبؓ حاضر ہوئے حضورِ گرامی کی خدمت میں۔ پوچھا ''اے کعب! کیا پڑھتے ہو۔'' فرمایا ''یا رسول

Marfat.com

اللہ! میں یہ، یہ اور یہ تسبیحات پڑھتا ہوں۔'' فرمایا'' کعب! درود پڑھا کرو مجھ پہ۔'' فرمایا'' یارسول اللہ! ایک تہائی کراوں۔'' فرمایا'' کعب! اور پڑھا کرو۔'' فرمایا'' یارسول اللہ! نصف کر دوں۔'' فرمایا حضور ﷺ نے'' اور پڑھ لو۔'' فرمایا کعب نے'' یارسول اللہ ﷺ میں درود ہی نہ پڑھا کروں۔'' فرمایا'' کفایت کرے گا۔'' تو درود کی فضیلت تو یہ ہے کہ یہ تسبیح تسبیحات ہے اور دورد کا اصل مطالب جو ہے۔ وہ یاد ہے۔۔۔ محبت کی یاد۔۔۔ اور یہ جو آپ دیکھتے ہو کہ اللہ اور اس کے ملائکہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اس کا مطالب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ محمد ﷺ کو یاد کرتے ہیں۔ سو، آپ بھی اپنے رسول کو یاد کرو۔ ادھر اللہ نے اپنے بارے میں حکم دیا:

"فاذکرونی اذکرکم" (بقرۃ:۱۵۲)

(جو مجھے یاد کرے گا میں اسے ضرور یاد کروں گا۔)

ایک اللہ کے ولی سے کسی نے پوچھا کہ یار! یہ جو طویل اور بے ہنگم قسم کی تسبیح تم لیے پھرتے ہو تو کیا خدا بھی تم کو یاد کرتا ہے کہ نہیں۔ تو اس نے کہا کہ اے جاہلِ مطلق! میں اللہ کے وعدے پر اعتبار نہ کروں اور تیری بات پر کروں۔ جب وہ قرآن میں کہتا ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے ضرور یاد کرتا ہوں۔ میری یاد تو ناقص ہے، فضول سی ہے، لذاتِ دنیا میں، ہزار Interests میں الجھی ہوئی یاد ہے۔ لیکن جب اللہ مجھے یاد کرے گا تو یقیناً میری ذات کے اندر اور باہر ضرور اس کا بے پناہ فرق پڑے گا۔ جب وہ مجھے یاد کرے گا تو میں اپنے آپ پر ناز کرنے کے قابل ہوں گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی یاد، اور اللہ کی یاد، یہ درود میں آ کر مکمل ہو جاتی ہے۔ لوگ یہ دورد پڑھتے ہیں'' صلی اللہ علیہ وسلم۔'' یہ ناقص اور غلط ہے اور جن بزرگوں نے یہ تلقین کیا، ان کو مطلب سمجھ نہیں آیا۔ درود کا تو مطلب ہی بیک وقت اللہ اور رسول کے نام کی تلاوت کرنا ہے۔ اللھم صل علی محمد۔ تو جوں جوں یہ پڑھا جائے گا، اللہ کا اسمِ گرامی آپ کی زبان پر آئے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا اسمِ گرامی آپ کی زبان پر آئے گا اور حضور فرماتے ہیں، جس نے میرا نام لیا اور مجھ پر سلام نہ پڑھا وہ بخیل ہے۔ اب دیکھیے! درود پڑھنے والا بخیل کیسے ہو سکتا ہے؟ فطرتِ انسان کو بدل دے گا درود۔ رحمتِ کبریا اس کے شاملِ حال ہوگی۔ رحمت اللعالمین کی دعا ان کے شریک ہوگی۔ البتہ تسبیحات میں ہم اس کی تلقین کم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر تسبیح کے خلاف ایک Mechanism کھڑا ہوتا ہے۔ جیسے'' رحمان'' کے خلاف غضب کھڑا ہے۔ جیسے "شکور حلیم" کے خلاف'' احضرت الا نفس الشح'' کھڑی ہے۔ اسی طرح درود کے خلاف بعض اوقات انسانی ذہن میں sacrilege کے خیالات ابھرتے ہیں اور ایک عام انسان جس کا اچھا ذہن نہیں ہے تو درود پڑھتے ہوئے وہ Guilt کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو درود آخری تسبیح ہے اور اللہ کی یاد میں اس کو ایک معتبر ترین مقام حاصل ہے اور محبتِ خدا و رسول دونوں کے لیے درود کافی ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' جو لوگ پڑھتے ہیں تو یہ ناقص ہے۔ اس بارے میں مزید وضاحت فرمائیے اور جو لوگ Counting میں اضافے کے لیے یہ درود پڑھتے ہیں تو کیا یہ درست ہے؟

جواب: زبان و بیان کے لحاظ سے یہ درود'' صلی اللہ علیہ وسلم'' کسی تکمیل یا Completion کا احساس نہیں دیتا۔ تو چونکہ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' Generally آپ تمام پیغمبروں اور ان کی اولاد کے لیے بھی بھیج سکتے ہو اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ درود و سلام اپنے پیغمبروں پر بھیجتا رہتا ہے، مگر ہمارے لیے درود کی تخصیص یہ تھی کہ ہمیں اپنے نبی ﷺ کا اسمِ گرامی لینے کا بھی شرف حاصل ہو اور اللہ کا نام لینے کا بھی شرف حاصل ہو۔ تو ایک شخص جو درود پڑھتا ہے اور ان ناموں کو چھوڑ بھی دیتا ہے تو وجہ یہ بھی پوچھنی چاہیے کہ آپ ان دونوں ناموں کو لینے سے کیوں گریزاں ہو۔ جب دوسری طرف Negatively دیکھیں گے کہ آخر کیوں آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے گریز کر رہے ہو۔ اور آپ کو اختصار کیا پڑ گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکتفا کر بیٹھے ہو۔ جو کسی قیمت پر تسلی بخش نہیں ہے۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ جب نامِ گرامی محمد ﷺ لیا جاتا ہے تو اگر آپ غور کریں، تو یہ نام لینے میں ہماری زبان دو مرتبہ Dip کرتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس نام کو جب تک آپ چومو نہیں، یہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ "محمد ﷺ۔" تو جب محمد ﷺ ادا کریں تو خود بخود ہونٹ ایک دوسرے کو چومتے ہیں۔

اور بعض لوگ جو Counting میں اضافے کے لیے اگر یہ اختصار کرتے ہیں تو میرے خیال میں عقیدت اور محبت میں Counting اتنی Respectable نہیں گنی جاتی۔ مگر جب Counting کے لیے بھی اختصار کرنا ہو تو اس کے کچھ معانی ہونے چاہئیں، جیسے درود لکھی ہے کہ جس کو پڑھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ! درود بھیج اپنے رسول پر بمقدار کہ جتنے تمام دنیا کے اشجار کے پتے ہیں یا جتنے سمندروں اور دریاؤں میں پانی کے قطرے ہیں۔ مگر اگر آپ غور کریں تو اس سے بھی بڑی تعداد کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ مگر شاید یہ اس طرح نہ ہو جس طرح ہم سوچ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اس طرح ہو جیسے حضورِ گرامی مرتبت نے فرمایا کہ تم اتنی بڑی تسبیح جو لے کے بیٹھے ہو تو انہوں نے حدیث میں بتایا کہ میں تو تین مرتبہ پڑھنے سے بھی اتنا ہی ثواب پا لیتا ہوں جتنا تم ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے سے پاتے ہو۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ تین مرتبہ پڑھ کے فارغ ہو گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تین سو مرتبہ پڑھیں گے تو آپ ثواب کا سوچ سکتے ہو کہ کتنا زیادہ ہوگا۔

مگر یہ تو کہیں بھی نہیں آیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نام درود سے نکال کر اسے پڑھیں بلکہ جس درود کو بھی آپ بہتر پائیں گے اس میں اسمِ گرامی کو لینا ضرور پسند کیا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میں تو ضرور پسند کروں گا۔ بعض اوقات ہم تھوڑی سی کمی کر سکتے ہیں جیسے یہ ہے کہ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔ اگر ایک شخص کہے کہ یا حی یا قیوم یا حی یا قیوم.... کئی دفعہ کہنے کے بعد وہ ایک دفعہ کہہ لے: برحمتک استغیث تو یہ اختصار قابلِ قبول ہے۔ مگر اگر کوئی شخص یہ کہتا جائے کہ برحمتک استغیث۔ برحمتک استغیث... تو کیا Sense بنے گی؟ جب تک وہ نام آپ نہ لیں جو جملے کی اساس ہیں، یا کسی کیفیت کی، تو اس کے بغیر آپ کا اختصار بامعنی نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ایمان: خوف یا اُمید

اعوذباللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

خواتین وحضرات! یاد کرنے والے کو یاد کرنا سنتِ اللہ ہے۔ آپ یاد کرتے ہیں تو سنتِ کریم کے مطابق میرے دل میں بھی آپ کی یاد آتی ہے۔ مختصراً جب میں ادھر آ رہا تھا تو استاد ''ذوق'' کا ایک شعر مجھے بہت یاد آ رہا تھا کہ:

اے ذوق کسی ہم دمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

خواتین وحضرات! آج کا موضوع اس لحاظ سے انوکھا ہے کہ ایک طرف اس کے Practical Aspects ہیں اور دوسری طرف اس کے انتہائی ذہنی اثرات ہیں۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی اس بات کا یقین ہو سکتا ہے کہ ایمان خوف ہے یا امید۔ اتفاق سے یوں تو آپ کو Dictionary Definitions بہت نظر آئیں گی ایمان کی، مگر رسولِ گرامی مرتبت علیہ نے جو ایمان کی تعریف فرمائی مختصر اور جامع ہے۔ فرمایا: ''ایمان قول و فعل ہے۔'' اگر ایمان قول و فعل ہے تو افعال کے بارے میں ایک اور حدیث موجود ہے کہ ''انما الاعمال بالنیات'' اگر ان دونوں احادیث کو جمع کریں تو مختصراً ایمان کی Definition یہ بنتی ہے کہ:

''نیت، فعل اور قول ان تینوں کی یکجائی کو ایمان کہتے ہیں۔''

ایمان Transitional ہے، وقتی ہے اور اس میں Permanence اس وقت آتی ہے کہ جب آپ دہانۂ مرگ میں ہوں، سکرات کا عالم ہو اور زندگی رخصت ہونے کو ہو اور نئے اندازِ زندگی روشن ہو رہے ہوں اور پھر بھی آپ کو خدا پر یقین ہو تو آپ نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ حدیثِ رسول علیہ ہے فرمایا: جس نے زندگی میں دل سے ایک بار لا الہ الا اللہ کہا اور موت تک اس پر قائم رہا تو یہ ایمان ہے۔

خواتین وحضرات! اسلام کے برعکس کہ جو ایمان کی وجوہات کے بغیر بھی قائم رہ سکتا ہے اور اسلام پہ ہونے کے باوجود لوگ جہنمی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام میں بعض اوقات نفاق کی شدید علامات پائی جاتی ہیں۔ اللہ نے قرآن

Marfat.com

حکیم میں ارشاد فرمایا: "ليس البران تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر" (البقرہ: ۱۷۷) (اگر تمہارے منہ مشرق کو ہوں یا مغرب کو ہوں۔ تمہاری نمازیں قبلہ کو ہوں یا غیر قبلہ کے ہوں اس وقت تک تم درستگی سے آدابِ محفلِ خداوندادا نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ)۔ وہ تمام عبادات جو خدا کی شناخت کے بغیر ہیں، خدا کی محبت کے بغیر ہیں، خدا کے لیے اخلاص کے بغیر ہیں، اس اسلام کو اتنی واضح طور پر نجات حاصل نہیں ہے جیسے کہ Usually ہم لوگ سمجھتے ہیں۔

حدیثِ رسول ہے: حضور علیہ السلام ایک بار مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے بارے میں مَیں نے یہ خیال کیا کہ یہ مومن ہے اور حضور علیہ السلام اس کو کچھ بھی نہیں دے رہے۔ تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ علیہ السلام! یہ تو مومن ہے، رسول اللہ نے فرمایا، بلکہ مسلم کہو۔ تھوڑی دیر بعد حضرتِ سعدؓ نے فرمایا کہ میرا گمان تو یہ ہے کہ یہ مومن ہے۔ فرمایا، مسلم کہو۔ جب تیسری مرتبہ حضرت سعدؓ کو پھر چین نہ آیا اور فرمایا کہ یارسول اللہ علیہ السلام! یہ میرے نزدیک تو مومن ہے، فرمایا، بلکہ مسلم کہو پھر فرمایا کہ بعض اوقات تالیفِ قلب کے لیے ہم ایسے شخص کو مال دیتے ہیں کہ اگر اسے مال نہ ملے تو وہ خدا کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے، وہ حسد اور کینے کا شکار ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ ہم بعض بندوں کو اچھا جانتے ہیں، اس کے باوجود میں ان کو غنیمت میں حصہ نہیں دیتا۔

خواتین وحضرات! قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اعراب جو تیرے پاس آتے ہیں یہ بڑا دعویٰ رکھتے ہیں ایمان کا، تو ان سے کہہ دو کہ ابھی وہ مومن نہیں ہوئے۔ تم صرف اسلام میں داخل ہوئے ہو اور اسلام میں داخل ہونے کا مطلب ایمان نہیں ہے۔ یہ ایک Inner Value ہے۔ یہ ایک انتہائی اعلیٰ ترین ذہنی قدر ہے۔ ایمان ایک ایسا یقین ہے، جس میں کوئی وسوسہ اور کوئی خدشہ نہیں ہے۔ ایمان اس ذہنی اعتقاد کو کہتے ہیں جو وساوس سے گزر جانے کے بعد، تنقید سے گزر جانے کے بعد، Scepticisim سے گزر جانے کے بعد، تمام شکوک وشبہات سے گزر جانے کے بعد، جب اللہ آپ کے لیے کنفرم ہوتا ہے تو پھر آپ صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔

خواتین وحضرات! اگر آپ کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہے، تو پھر آپ کو کوئی خوف نہیں۔ ایک ایسی آنکھ — رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ایسی آنکھ جو اللہ کے لیے ایک آنسو بھی بہا دے۔ اس کے لیے نارِ دوزخ ہمیشہ کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ آنسو اسلام میں نہیں ٹپکتا، وہ آنسو ایمان میں ٹپکتا ہے اور ایمان کی تین بہت بڑی اور Basic Conditions ہیں۔ اگر آپ دیکھیں تو وہ Conditions معاملاتی نہیں ہیں۔ وہ Conditions ایسی نہیں ہیں کہ جو نماز اور روزہ سے حاصل ہوں۔ ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ:

حضرت محمد علیہ السلام کو اپنے جان ومال، اولاد، اقرباء ہر چیز سے بہتر اور قریب تر جانو۔

حضراتِ محترم! آج کے زمانے میں اسلام کے دو Basic Fundamentals ہیں اور وہ Fundamentals عباداتی نہیں ہیں ایک Fundamental ہے کہ خدائے واحد پر بحیثیت واحد کے یقین رکھنا۔ آپ دنیا کے کسی مسلمان کے پاس جائیں، سوائے ان لوگوں کے جو گھڑی بھر میں کفر یا شرک کا طعنہ دے دیتے ہیں، تمام مسلمان چاہے وہ کسی بھی طبقہ خیال سے تعلق رکھتے ہوں اگر آپ ان کو ایک Straight سوال کریں کہ اللہ کتنے ہیں؟ تو وہ کہے گا، ایک — اور

Marfat.com

جب کوئی شخص کہہ رہا ہو کہ اللہ ایک ہے تو پھر آپ اسے کسی بھی قیمت پر کافر یا مشرک نہیں کہہ سکتے اور یہ Fundamental تمام عالم اسلام میں ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کو واحد نہ جانے، اللہ کو اکیلا، تنہا، احد نہ سمجھے۔ مگر دوسرا Fundamental جو امتِ مسلمہ کے لیے انتہائی لازم اور ضروری تھا — جیسے میں نے ابھی آپ کو شرطِ اوّل میں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے جان و مال و اولاد، ہر چیز سے عزیز تر جاننا، وہ Fundamental پورے عالم اسلام میں موجود نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ خدائے واحد کے اقرار کے شائق ہیں اور لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اللہ ایک ہے، مگر محبتِ رسول جو ایمان کی بنیادی شرط ہے اور شرط بھی اس سطح کی کہ آپ کے جان و مال و اولاد سے عزیز آپ کو رسول ہوں، یہ شرط سوائے Sub-Continent کے مسلمانوں کے کہیں موجود نہیں ہے بلکہ بعض اسلامی ممالک میں Deliberately محبتِ رسول کو Decadent Value سمجھا جاتا ہے۔ بعض مکاتبِ فکر کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ ایک Local اور Temporal Messanger تھے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اہمیت وہ نہیں رہی بلکہ بعض آج کے علماء اپنی اہمیت میں اس وقت سے بھی زیادہ اہمیت پاتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ حاضر تھے۔

بہت سے مکاتبِ فکر جو جدید عملیات کی بنیاد پر استوار ہوئے ہیں وہ بدقسمتی سے محبتِ رسول کو فروغ نہیں دے رہے اور یہ محبتِ رسول ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ عمرؓ سے پوچھا۔ ''اے عمر! میں تمہیں کتنا عزیز ہوں۔'' فرمایا، یا رسول اللہ! ''میری جان کے بعد آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔'' فرمایا ''عمر! ایمان پورا نہیں ہوتا اگر میں تمہاری جان سے بھی بڑھ کر تمہیں عزیز نہ ہو جاؤں۔'' عمر نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔''

خواتین و حضرات! اگر یہ Basic Fundamental محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اس Idealistic Pattern پہ استوار نہیں ہے، اگر اس انداز پہ استوار نہیں ہے، اس اخلاق پہ استوار نہیں ہے جو آقائے کائنات کا تھا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کا تھا تو پھر آپ کے ایمان میں کچھ کمزوری ضرور واقع ہے۔ Basic کمزوری واقع ہے۔ ایمان کی دوسری شرط خواتین و حضرات یہ ہے کہ آپ صرف اللہ کے لیے دوستی رکھیں اور آپ صرف اللہ کے لیے دشمنی کریں۔ یہ ایمان کی دوسری بنیادی شرط ہے۔ اگر کوئی شخص ہجرت بھی کرتا ہے اور وہ اللہ کے لیے نہیں ہے تو اس مہاجر کو چاہے وہ بادی النظر میں مہاجرِ مکہ ہی کیوں نہ ہو، اسے مہاجرِ پروردگار نہیں کہا جائے گا۔

ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کو ایک خاتون سے بڑا گہرا اُنس تھا۔ ان کا نام اُمِ قیس تھا۔ تو جب باقی اصحابِ رسول نے اللہ کے رسول کی معیت میں ہجرت فرمائی تو یہ شخص ان خاتون کی خاطر ہجرت کر گئے مگر زمانہ رسولِ اکرم میں اور اس کے بعد بھی تمام احادیث میں، تمام روایات میں، وہ ہمیشہ ''مہاجر اُمِ قیس'' ہی کہلوائے۔ ان کو کبھی بھی اس ہجرت کا صلہ نہ ملا کہ جو ہجرت خداوندِ کریم کے لیے ہوتی ہے۔

خواتین و حضرات! ایک تیسری شرط بھی ہے جو ایمان کی مٹھاس کا حصہ ہے اسے حلاوتِ ایمان کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے ایمان کا کسی کو مزہ دینا ہو، سرور دینا ہو، ایمان کا Taste کسی شخص میں ہو تو اس میں یہ تین باتیں نمایاں ہوں گی: ایک تو رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات سے بڑھ کر جاننا اور دوسرا اللہ کے لیے محبت کرنا، اللہ کے لیے نفرت کرنا اور تیسرا کہ جب

Marfat.com

اس کو کفر کا خیال آئے۔ جب اس کو انکارِ خداوند کا خیال آئے تو اسے ایسے لگے کہ جیسے مجھے جہنم میں پھینکا جا رہا ہے۔ یعنی خدا سے یہ تعلق ہو، خدا سے یہ دوستی اور خدا سے یہ محبت ہو کہ ہر وقت یہ خوف دامن گیر رہے کہ مجھ سے کوئی ایسا عمل نہ سرزد ہو جائے کہ جو خدا کی محبت کے خلاف ہو تو وہ شخص کفر کو اختیار کرنا جہنم میں گرنے سے بھی بدتر جانتا ہے۔

عقیدہ اگر کم علمی پر بنیاد ہو تو کبھی بھی ترقی پذیر نہیں ہوتا، کہیں نہ کہیں وہ متقابل نظریات کی زد میں آ کر، خطرات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر عقیدہ علم پر بنیاد ہو، غور و خوض پر بنیاد ہو، عقل و معرفت پر بنیاد ہو تو وہ آپ کو مہد سے لے کر لحد تک کبھی کسی وسوسے میں ڈالنے نہیں دیتا۔

پروردگارِ عالم نے جو ایمان کی Processing کی ہے وہ بالکل آپ کی زندگی کے باقی ادوار کی طرح ہے۔ جب ایک نوجوان اپنی زندگی میں محبت اور خلوص کے عناصر لے کر Inquiry کی Spirit لے کر، جستجو اور اضطراب لے کر نکلتا ہے، جب وہ اپنے ایمان میں نکلتا ہے تو Invariably ایک Condition آپ تمام نوجوانوں میں پائیں گے اور وہ Condition یہ ہے کہ شروع کے مصلے، عبادات، نمازیں، مسجدوں میں جانا، ٹوپیاں پہننا اور تراویح میں شریک ہونا، یہ ہمارے مسلمان نوجوان کا وطیرہ ہے۔ پھر جب وہ ذرا بڑے ہوتے ہیں اور زندگی کے حقائق کو Face کرتے ہیں اور معاملاتِ دنیا میں ان کا رسوخ ہوتا ہے تو اکثر ماں باپ ایک شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ پہلے میرا بچہ بہت نیک تھا، بڑے خلوص والا تھا، ہر وقت پانچ وقت کی نماز میں لگا رہتا تھا۔ مگر اب عجب حال ہے کہ نہ نماز رہی، نہ اخلاق رہا۔ اس لیے کہ اُس عقیدے کی بنیاد علم پر نہ تھی۔ جب Counter نظریات کی چوٹ پڑی، دنیا کی Attractions بڑھیں، طلب بڑھی تو وہ ایمان جو Basically ایک illeterate ایمان تھا، جس پہ اس کا بنیادی خیال قائم نہ تھا، سنا سنایا Faith تھا، صرف Following Ship تھی، وہ آگے نہیں چل سکا۔ اس کے برعکس اس شخص کو دیکھیے جس کو یہ تجسس رہا کہ میں خدا کو جانوں، میں وہ تعلیم حاصل کروں جو اللہ کی طرف لے جاتی ہو تو اس کے رستے میں بے شمار، مشکل، دشوار گزار پیچیدہ سوال حائل ہوں گے۔ اب سوال حل کرنے کا خواتین و حضرات ایک بڑا سادہ سا طریقہ ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے ہی کسی کم فہم اور کم علم کے پاس چلا جائے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ متجسس رہے اور کبھی بھی اس جواب سے مطمئن نہ ہو جو اس کے دل کو نہ لگے کیونکہ ایمان دل کو لگتا ہے۔ ایمان کی جگہ ہی دل ہے۔ اگر دل باوجود کسی جواب کے اضطراب میں رہے گا تو ایمان پورا نہ ہوگا۔

یہ یاد رکھیے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے، ایمان بڑھتا بھی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام باوجود ایک مکمل نبی ہونے کے اور اللہ کے دوست ہونے کے، جب ان سے سوال کیا گیا، اللہ نے پوچھا: "اولم توء من" "اے ابراہیم! ابھی تک! اتنی ساری باتیں دیکھنے، پڑھنے، لکھنے کے بعد، اتنی ساری Intellectual Curiosity کے بعد، کیا اب بھی آپ کے دل کو امن نہیں ہے؟ کیا آپ ایمان نہیں لائے ہو؟ فرمایا، نہیں پروردگار! ایسا تو بالکل بھی نہیں ہے۔ I have a confirmed faith in you. I have a total faith in you "ولکن لیطمئن قلبی" (البقرہ:۲۶۰) (مگر میرا دل اطمینان چاہتا ہے۔) دل ایمان کا مرکز ہے۔ یہ وسوسے سے خالی ہونا چاہتا ہے اور وسوسہ صرف مشاہدے سے جاتا ہے اور ایمان میں چونکہ قلب Involved ہے، اس لیے قلب کسی نہ کسی صورت مشاہدہ چاہتا ہے۔

خواتین وحضرات! جب ایک نوجوان تجسس کے لیے نکلتا ہے تو Counter Philosophies اسے بے چین کر دیتی ہیں۔ بے شمار ایسے سوال ہیں جو اہلِ دل پر، اہلِ ایمان پر، اہلِ عقل پر گزرتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اس ماحول میں ان سوالات کا جواب دینے کے لیے Efficient Probable Authorities نہیں ہوتیں۔ اب وہ صاحبِ ایمان ڈر کے مارے کہیں ایمان چھوڑ نہ دے۔ خوف بھی تو مسلط ہے اس پر اور تمام خوف Guilt کی پیداوار ہے۔ اگر اللہ پر ایمان نہیں ہے تو مجھے معاشرے کا خوف مارتا ہے۔ مجھے سنی سنائی باتوں کا خوف مارتا ہے۔ مجھے جادو اور سحر کا خوف مارتا ہے۔ میں کبھی بھی اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ میں ایک Open Declaration کے بعد، جو خدا کے خلاف ہوگی، اس معاشرے میں صحتمندی کے ساتھ Survive کر سکتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنا اضطراب دل میں چھپائے ہوئے کچھ ایسی مکروہات کا سہارا لیتا ہے، کچھ ایسی غلط Reasoning کا سہارا لیتا ہے اور اس کی محض ایک وجہ ہوتی ہے کہ جب بھی آپ اس سے پوچھو تو کہے گا کہ مجھے میرے تجسس کا شافی وکافی جواب نہیں ملا۔ میرے چند ایک سوال تھے جن کا کسی بھی عالم نے جواب نہیں دیا اس لیے کہ کسی بھی عالم کے پاس اُس Meta physical level کا یا اس مابعد الطبیعاتی سوال کا جواب مشکل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے مطالعے Localize ہوتے ہیں، اسلام پہ ہوتے ہیں، عملیات پہ ہوتے ہیں، اس لیے اگر کوئی نوجوان ایسا سوال لے کر ان کے پاس جائے گا تو وہ اس سے سب سے پہلے یہ کہیں گے۔ ''برخوردار یہ سوال سوچنا کفر ہے۔'' اب وہ بیچارہ کرے کیا؟ اس کے دماغ سے وہ سوال جاتا نہیں ہے۔ وہ بیچارہ کیا کرے کہ جس کا تجسس اسے چین نہ لینے دے؟

آپ کو پتہ ہے کہ جب کسی نوجوان کے ذہن میں خدا کا خیال ناقص آئے گا، رسول اللہ کا خیال ناقص آئے گا تو اس کا دل کتنا مضطرب و بے چین ہوگا۔ وہ یا تو سرے سے ہی خدا ورسول کا انکار کر دے گا اور کچھ عرصہ اس بے چینی اور بربادی کی فضا میں گزارے گا اور یا پھر وہ ایک ایسا بیمار ہو کر رہ جائے گا کہ ساری عمر کے لیے ایک Depressed Individual بنے گا اور کبھی داڑھی رکھ کر ایک طرف جائے گا اور کبھی دوسری طرف جائے گا اور اعمال کی شدت میں پڑ جائے گا اور مذہبی ہونے کے باوجود ایک ایسی دیوانگی کا شکار ہوگا جو اسے اعتدال سے بہت دور لے جائے گی۔

خواتین وحضرات! جو کلمہ ابتدا ہی سے جدلیات کا سبق دیتا ہو، جو اللہ تبلیغی مراحل ہی میں یہ کہتا ہو: ''وجادلهم بالتی هی احسن'' (النحل:۱۲۵) بحث کر، (یہ نہیں کہ بحث نہ کر) اور جو بھی تیرے مخالف آئے اور جو بھی تجھے Reason دے، اس کے خلاف Reason کر مگر دلیل اچھی ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ شور وغوغا ہو، یہ نہیں کہ غصے میں کف آلود ہو جاؤ، اور بجائے سوال جواب کے آپ اینٹ روڑا برسانا شروع کر دو۔ بلکہ پروردگار کہتا ہے کہ بصیرت پیدا کرو۔ تبلیغ بصیرت پر ہے۔ اندازِ علم تخلیق کرو۔ اگر اگلا کوئی معتبر سوال کر رہا ہے تو تم کوئی معتبر جواب ڈھونڈو۔ خدا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اہلِ اسلام! اے اہلِ ایمان! اگر دنیا بہت عقل والی ہوگئی، بہت دانش ور ہوگئی۔ اس میں Hoppkins پیدا ہو گئے، Russel اور آئن سٹائن اور کانٹ پیدا ہو گیا۔ برگساں پیدا ہو گیا، نیٹشے اور فسطے پیدا ہو گئے، تو تمہارے ہاں ایک بھی ایسا فلسفی خیال پیدا نہیں ہوا جس نے خدا کے لیے چاہا ہو، خدا کے لیے نفرت کی ہو۔ جس نے محبتِ رسول میں علم کی تلاش کی ہو۔ جس نے علم کو اپنا مقصدِ حیات بنایا ہو۔ جس نے یہ حدیث پڑھی ہو: ''طلب العلم فریضة علی کل مسلم

و مسلمة'' اور جس نے یہ سوچا ہو کہ طلبِ علم کبھی میری زندگی سے ختم نہیں ہو سکتی، کوئی ابنِ سینا دوبارہ پیدا نہ ہوا۔ کوئی ابنِ رشد نہ ہوا۔ دورِ حاضر میں ''قحط الرِّجالِ علم'' پیدا ہو گیا ہے۔ جواب مل نہیں رہے۔ سوال بے شمار ہو گئے۔

خواتین و حضرات! سوال تو ہر چیز سے نکل رہا ہے۔ سوال بذاتہٖ مذہب سے نکل رہا ہے، سوال معاشرت سے نکل رہا ہے، سوال Modern Technology سے نکل رہا ہے۔ اگر سوال ہر جگہ سے نکل رہے ہیں تو جواب بھی تو کسی دل سے نکلنا چاہیے۔ جواب بھی تو کسی خیال سے آنا چاہیے۔ آج کا سب سے بڑا بحران یہ ہے کہ ایمان مضطرب ہے وہ اس لیے کہ..... میں سمجھتا ہوں کہ ایمان ہمارے سینوں سے جلا وطن ہے۔ وہ بیچارہ جنگل اور صحرا میں مارا مارا پھرتا ہے کہ کوئی مومن ہو، کوئی ایسا دیندار ہو، جو مجھے خدا کے لیے چاہے، اس کے دل میں خدا کی محبت ہو، اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔ وہ خدا کے لیے چاہے اور خدا کے لیے نہ چاہے۔ وہ کفر سے ڈرے اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح سے خدا کے قرب و جوار میں آباد رکھنا چاہے۔ مگر اس کو استاد نہیں ملتا، اس کو شناخت نہیں ملتی۔ ایمان اس بیچارے کی متاعِ حیات نہیں بنتی۔

ایمان کا علم پر استوار ہونا بہت ضروری ہے۔ جب آپ Clash of Ideas سے گزرتے ہو۔ جدلیاتِ فکر سے گزرتے ہو اور آپ کا جو سب سے پہلا سبق ہے: ''لا الہ الا اللہ'' یہی آپ کو جدلیاتِ علم میں ڈال دیتا ہے۔ اگر آپ غور کرو تو یہ کہنا کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اللہ کے، اور ایک اللہ ہے۔ یہ پورے کا پورا جملہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک بہت سارے اِلٰہ کو آپ اِلٰہ نہ بناؤ اور ان کو Intellectualy, Mentally رد نہ کرو۔ حتیٰ کہ جب تمام الٰہیات کو آپ Reject کرو گے، تمام ناقص خداؤں کو Reject کرو گے۔ تمام اسبابِ تخلیق کو آپ Reject کرو گے تو بالآخر آپ ایک اللہ کے اقرار تک پہنچو گے۔ جب تک آپ میں جدلیاتِ الٰہیات استوار نہیں ہوتیں، جب تک آپ غم و فکر کے ان مراحل سے نہیں گزرتے کہ ہم وحدانیت کا اقرار کیسے کریں؟ اس وقت تک آپ کا ذہنی اور عقلی ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

خواتین و حضرات! ذرا غور کر کے دیکھیں کہ آج کے زمانے میں میں حقیقتاً اور عملاً یہ کہہ سکتا ہوں کہ لوگ جادو، ٹونے اور ٹوٹکے پہ زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں، بہ نسبت خدا کے۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو پیش کرتا ہوں کہ تقریباً ہر گھر اور ہر گلی میں آسیب زدگی ہے۔ ہر گھر اور ہر گلی میں جادو اور اس کے اثرات اور تعویزات کی بھرمار ہے۔ اب اگر لوگ یہ جانتے ہوں کہ خداوندِ کریم نے قرآن کی دو خوبصورت آیات جادو اور سحر کے لیے رکھی ہوئی ہیں اور روز وہ ان کو پڑھ لیتے ہوں تو پھر ان کا جادو اور سحر جانا چاہیے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ ''و الناس'' اور ''فلق'' پڑھنے کے باوجود لوگوں کا جادو سے اعتبار اٹھتا نہیں ہے بلکہ ''و الناس'' اور ''فلق'' پڑھنے کے باوجود گھر گھر حساب کے لیے خواتین چل رہی ہوتی ہیں اور مرد اپنی اداسیوں اور رزق کی کمی کے اسباب خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب ہر گلی میں یہ شور ہو ہر جگہ معاشرہ اس الحاد و زندیقی کا شکار ہو تو آپ کا ایمان کہاں رہے گا۔ آپ کا تو اسلام بھی خطرے میں چلا گیا۔ جب ایمان کی بنیادی Definition پوری ہو جائے، جب آپ کو پتہ ہو کہ ایمان کیا ہے: ذہن کی جدوجہد سے نکلنا، اخلاقی Patterns کو استوار کرنا، اس کے بعد اللہ سے امید رکھنا۔

اب آپ دیکھیں کہ اللہ نے جنت کو کتنا سستا کیا ہوا ہے۔ جنت ایمان والوں کے لیے نہیں ہے، جنت اسلام

Marfat.com

والوں کے لیے ہے۔ کوئی ایمان والا جنت کی آرزو نہیں کرتا۔ آپ کو پہلے ہی ایمان کی شرائط کا علم ہے، پھر ایمان تو خدا کی محبت پہ استوار ہوا۔ ایمان تو رسول اللہ ﷺ کی محبت پر استوار ہے۔ بھلا ایسا شخص جو اللہ سے محبت کرے گا وہ جنت کی کیا آرزو کرے گا۔ ہاں! اگر اس کو جنت کبھی پسند آئی تو صرف ایک وجہ سے کہ جنت میں اہل ایمان کا سب سے بڑا Award یہ ہے کہ آج کے دن یعنی جمعہ کے دن ربِ کریم ان کو اپنا دیدار دے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، ''یارسول اللہ ﷺ! کیا جنت میں جنتی اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ لیں گے۔'' فرمایا، ہاں! بالکل اسی طرح جیسے تم سورج کو باریک بادلوں کی اوٹ سے دیکھ لیتے ہو، اور جس شخص کو خدا سے محبت ہے، خدا سے انس ہے، جو صاحبِ ایمان ہے وہ جنت و دوزخ کے مظاہر سے Impress نہیں ہوتا۔ اس کو یہ پتہ ہے کہ میں نے ایمان جنت اور دوزخ کے لیے استوار نہیں کیا مگر اللہ کا قانون جہاں ایک طرف اعلیٰ درجے کے اذہان کے لیے ہے۔ دوسرا اس کا قانون اس مزدور کے لیے بھی ہے جو شاید اتنی Intellectual Capacity نہیں رکھتا۔ جو اتنی ذہانت نہیں رکھتا، جو اتنی اخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم نہیں رکھتا۔ اگر ایک طرف ایمان اعلیٰ ترین ذہانت ہے تو دوسری طرف اللہ نے یہ Facility Create کی کہ کوئی معمولی سے معمولی انسان بھی کوئی نہ کوئی سطح ادراک اس کے لیے رکھتا ہے۔

اب دیکھئے! ایک شخص کو آپ لالچ دیتے ہو، ایک شخص کو آپ خوف دیتے ہو۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ حکیم بھی تو دوسرے لوگوں کی طرح لالچ دیتا ہے اور خوف دیتا ہے مگر ایسا اس لیے ہے کہ انسانوں کی ذہنی سطحیں مختلف ہیں اور قرآن حکیم میں آپ دیکھیں گے کہ جو آیات منسوخ ہیں ان کے بھی درجات ہیں: ''ماننسخ من ایة اوننسها نات بخیر منها او مثلها'' (بقرہ:۱۰۶) (جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر آیت عطا کر دیتے ہیں۔) دیکھئے! اہلِ ایمان کو اللہ نے کہا کہ اگر تم اہلِ ایمان ہو اور خدا کے لیے مرنے اور لڑنے کا جذبہ رکھتے ہو تو ہم نے تمہیں بہت بڑی برکت دی۔ تم میں سے ایک آدمی دوسو آدمیوں پر غالب رہے گا۔ اب مسلمانوں کے درجات ہیں۔ اصحاب کے درجات ہیں۔ کوئی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور کوئی:

ے مئے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے شوق

تو کچھ مسلمان گھبرا گئے، فرمایا، ''یارسول اللہ ﷺ دوسو!...... بھلا اتنی بڑی Average ہم سے کیسے نکلے گی۔ یہ تو بہت بڑی جنگ ہے۔'' تو پھر خدا نے کہا کہ ہم نے تم میں سے کچھ کی کمزوری دیکھ لی۔ اس لیے اب وہ قانون ہٹا کر، وہ قانون منسوخ کر کے، تمہیں ہلکا پھلکا ایک قانون دیتے ہیں کہ اگر تم واقعی خدا کے بندے ہو، خدا کے لیے لڑنے والے ہو تو ہم ایک کو دو پر غالب کریں گے۔ ہر حال میں ایک کو دو پر غالب کریں گے۔

خواتین وحضرات! بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلی منسوخ ہے، مگر منسوخ نہیں---اس تنسیخ میں جیسے اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک آیت پیچھے ہٹا دی اور اس سے بہتر آیت دے دی۔ بہتر آیت عام لوگوں کے لیے ہے اور وہ آیت دوسو والی بھی قائم رہے گی قیامت تک ان ایمان والوں کے لیے جن کا سب کچھ خدا کے لیے ہے۔ ''قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین'' (الانعام:۱۶۲) کہ وہ لوگ جو اپنی جان، زندگی، موت تمام تر خدا کے لیے صرف کریں گے تو ان کے لیے پہلی آیت کا ریوارڈ بھی قائم رہے گا، وہ ایک، دوسو پر ضرور غالب آئے گا۔

Marfat.com

تو ایمان کم ہوتا ہے، بڑھتا ہے۔ آپ کوئی خطا کرتے ہو، خلافِ خدا کرتے ہو، خلافِ شرع کرتے ہو تو کچھ عرصے کے لیے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ایمان آپ سے نکل کر ایک چھتر کی طرح آپ کے سر پر آ جاتا ہے۔ پھر جب وہ خطا ختم ہوتی ہے، جب آپ کا گناہ ختم ہوتا ہے تو وہ ایمان پھر آپ کے پاس واپس آ جاتا ہے۔ اس لیے کہ خطا اضطراری ہے، Local ہے۔ ایمان انسان کے دل میں رہنے والا ہے۔ انسان ہوسکتا ہے کہ خدا کی خلاف ورزی ذہنی اور منطقی طور پر نہ کرنا چاہتا ہو مگر اضطرار میں، وقتی اشکال میں اور ایک Momentary Influence میں وہ ایک ایسی خطا کر بیٹھتا ہے جو اس کا دل قبول نہیں کرتا۔ بعد میں جب وہ تاسف کا اظہار کرتا ہے، تو اس کا ایمان اس کو واپس مل جاتا ہے۔

یہ بات بڑی Important ہے کہ اتنے لمبے Span of life میں کتنے ایمان پر انسان کی نجات ہے؟ ابھی میرے اس عزیز نے ایک آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"قل یعبادی الذین اسرفو علی انفسھم لاتقنطو من رحمة الله" (الزمر:۵۳)

کہہ دے میرے بندوں کو کہ تم نے بڑے گناہ کیے مگر گناہ کو اللہ گناہ نہیں کہتا، اسراف کہتا ہے۔ خطا کو اسراف کہتا ہے۔ اسراف، بڑی سادہ سی بات ہے، جیسے عبداللہ بن عباس نے فرمایا "لاخیر فی الاسراف" (اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے۔) مگر "لااسراف فی الخیر" (اور خیر میں کوئی اسراف نہیں۔) خدا کی راہ میں جتنا خرچو اسراف نہیں ہے اور خدا کے خلاف راہ میں اگر جتنا بھی خرچو گے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

اللہ قرض لیتا ہے، دیتا ہے، اللہ نفع Return کرتا ہے۔ عجیب سی بات ہے کہ زمین پر بھی بینکوں کے کاروبار ہیں، ادھر اوپر بھی ایک بینک کھلا ہوا ہے۔ اللہ کو شوق ہے قرض لینے کا۔ لوگوں سے ادھار لیتا ہے۔ ایسا سرمایہ دار ہے جو کثرتِ نفع سے نوازتا ہے۔ عام حالات میں اگر کوئی آپ سے ایک روپیہ لے کر دس روپے واپس کرے تو آپ کہیں گے کہ یا تو بہت بڑا فراڈ ہے یا آپؐ اسے مجنوں یا پاگل کہو گے، مگر عادتِ شریفہ اللہ کی یہ ہے کہ قرض لیتا ہے اور پھر بہت بڑے نفع کی صورت میں لوٹا دیتا ہے۔ "من ذالذی یقرض الله قرضا حسنا فیضعفه له اضعافاً کثیرة" (البقرہ:۲۴۵) (جس نے اللہ کو قرض دیا۔ اللہ کے لیے خرچ کیا۔ اللہ کے لیے بانٹا۔ اللہ کی محبت میں دیا پھر اللہ اس کا قرض ہزار گنا کر کے لوٹا دیتا ہے۔)

خواتین وحضرات! صاحبِ ایمان کو اس آیت پہ اعتبار ہوسکتا ہے مگر ذرا اپنے دل کو "پھرول" کر دیکھ لیں کہ آپ کو کتنا اعتبار ہے؟ ایسے لگتا ہے کہ اس آیتِ شریفہ پر ہمیں قطعاً اعتبار نہیں ہے۔ ہم روپیہ دو روپیہ خرچ کرنے کے بعد اس کو آزمائشی روپیہ قرار دیتے ہیں کہ اس ایک روپے کے دس روپے آئے تو دیکھیں گے۔ بہت سارے لوگ عمومی زندگی میں اس طرح میرے پاس آتے ہیں کہ پروفیسر صاحب! آپ دعا فرمائیں ہمارے مال میں کثرت ہو۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیوں؟ فرمایا، ایک آرزو ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں بہت خرچ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ تو اب بھی تمہارے پاس ہوگا۔ اب جو مال ہے اس میں سے کتنا تم خرچ کرتے ہو۔ اب اللہ پہ یہ Claim ہے کہ پیسے تمہیں اللہ اس لیے دے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچو تو سب سے پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے تھوڑا سا، اس میں سے تو کچھ خرچ کر کے بتاؤ۔ اللہ کو کوئی

Basic اعتبار تو آ ئے۔ مگر! بخلِ جان سے بڑا کوئی بخل نہیں ہے اور انسان ہمیشہ Insecurtiy کے احساس میں مبتلا ہے اور خدا Security کا احساس دیتا ہے۔ Insecurity کسی شخص کی مہینہ بھر، کسی کی ایک سال بھر، اور بعض سرمایہ دار ایک سو سال کی Insecurity Cover کر رہے ہوتے ہیں۔

خواتین وحضرات! یہ خاک اعتبارات ہیں اللہ پر، آپ اگلے سال کا سوچتے ہو۔ چلو یہ تو مناسب لگتا ہے کہ ایک بچہ آپ نے داخل کیا کالج اور سکول میں، اور آپ اس خیال سے ڈرتے ہو کہ سال کی فیس اتنی ہے اور اتنا ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ مگر میں نے یہ دیکھا ہے کہ لوگ نہ صرف اولاد کی تعلیمات کا سوچتے ہیں، بلکہ پھر ان کی شادیوں کا سوچتے ہیں، پھر اثاثے بنانے کا سوچتے ہیں، پھر شاید ان کے شاندار مقابر بنانے کا بھی سوچتے ہوں۔ اتنی لمبی Insecurity خدا پہ مکمل بے اعتباری کا ثبوت ہے اور اس میں تو کم از کم ایمان کا شائبہ تک بھی موجود نہیں ہے اور اللہ کو جو سب سے زیادہ چیز لوگوں میں پسند ہے وہ ہم میں رفتہ رفتہ شاید کم ہوتی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اگر سب سے زیادہ حسنِ اخلاق پسند ہے، اچھی بات کرنا۔ حیرت کی بات ہے کہ اخلاق آج کل منافقت کا حصہ بن گئی ہے، سیاست کا حصہ بن گئی ہے۔ آج آپ دیکھ لیں۔ اس شور وغوغا[1] میں سیاستدان اتنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ، کہ انسان اسی پر فیصلہ دے دیتا ہے کہ چلو جو بھی ہو، بات تو بڑی اچھی کرتا ہے، اور دوسری بات جو اللہ کو پسند ہے وہ کھانا کھلانا ہے۔ اگر اخلاق اچھا ہے اور اگر آپ مہمان نواز ہیں تو اللہ آپ کو پسند کرے گا اور آپ کو ایمان دار سمجھے گا۔

آپ کو پتہ ہے کہ عرب کی جاہل سوسائٹی میں کوئی وصف نہ تھا۔ بدترین لوگ تھے۔ اس زمانے کو جاہلیت کا بدترین زمانہ کہتے ہیں مگر پھر خدا نے ان کو کیوں چنا؟ کیا ان سے بہتر لوگ موجود نہ تھے؟ کیا زمین پر ایسے اشراف موجود نہ تھے جو اللہ کو بہتر کام دیتے؟ پھر آخر اس بدتمیز ترین، جاہل ترین، اخبث ترین قوم کو اس نے کیوں چنا؟ اس کی دو بنیادی وجوہ تھیں: کہ مہمان نواز بڑے تھے۔ دلیر تھے۔ شجاع تھے۔ مرنے کی ہوس رکھتے تھے۔ جذبہ، زندگی سے گریز کرتے تھے۔ آپ دیکھیں تو سہی! کتنے دلیر تھے کہ مرتے وقت ان کا کافر بھی کہتا ہے:

''او ساربان زادے! میری گردن ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ نیزے پر چڑھے تو سردارِ قریش کا سر لگے۔''

اتنے دلیر تھے مرنے پہ۔ (یہ ابوجہل کا قول ہے۔) اور مہمان نواز اتنے کہ ''بنو طے'' کے حاتم کی داستانیں تو آپ نے سنی ہوں گی۔ خواتین وحضرات! یہ خالی داستانیں ہی نہ تھیں۔ جب عدی بن حاتم کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اور آپ کو پتہ لگا کہ یہ بنو طے کے حاتم کی بیٹی ہے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اپنی چادر بچھائی اور اس کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ لوگوں نے استعجاب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک فیاض اور مہربان شخص کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ بڑا فیاض آدمی تھا اور بڑی نیک شہرت کا مالک تھا۔ اور حدیثِ رسول ہے۔ کہ:

''شیطان سب سے زیادہ ایک فاسق فیاض سے ڈرتا ہے۔''

وہ ساری زندگی اُس سے مطمئن رہتا ہے۔ وہ منافق پر زور لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ متقیوں کو گمراہ کر رہا ہوتا ہے اور اس کا گمان ہوتا ہے کہ یہ تو ہے ہی اصلی اور نسلی فاسق۔ یہ شراب خور، یہ زناکار، یہ جوا کھیلنے والے، یہ بدکار، اس کے تو سارے رستے ہی بند ہیں اس کو تو میں جب چاہوں جہنم کے رستے پر ڈال دوں مگر اس کی بدقسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ فیاض ہوتا

ہے اور وہ فسق و فجور کے باوجود جب کسی غریب کی، جب کسی ضرورت مند کی حاجت پوری کر دیتا ہے، جب کسی غریب کی دعائے اجابت سن لیتا ہے تو پروردگار اس کے تمام گناہ معاف کر کے اسے بخش دیتا ہے۔

جب حضورِ گرامی مرتبت خواتین کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: کہ تم ایمان کی بڑی کمزور ہو---

خواتین و حضرات! ایمان عُجلت پسند نہیں ہوتا، جلدی جلدی Shiftable نہیں ہوتا۔ جس کے دل میں ایک ذہنی اعتبار قائم ہو جائے، اخلاص قائم ہو جائے، ایک مکمل عقیدہ بن جائے تو وہ اتنی جلدی نہیں جاتا۔ جب حضور نے یہ فرمایا تو خواتین نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! ہم میں ایسا کیا قصور ہے؟ تو ایک تو حضور نے طبعی وجہ بتائی کہ تمہارے دین کا نقصان یہ ہے کہ تم طبعی وجہ سے کچھ عرصہ نماز و روزہ سے گریز کرتی ہو۔ اور پہلی وجہ ذہنی بتائی کہ تمہارے اتنے Local اثرات ہوتے ہیں، اتنے تمہارے محدود تفکرات ہوتے ہیں، اتنی Possession ہے تم میں کہ--- Matriarchal نظام سارے کا سارا Possession ہے۔

آپ کو پتہ ہے کہ جب معاشروں کی تقسیم کی گئی تو دو قسم کے معاشرے بنائے گئے، ایک کو ہم مادرانہ نظام کہتے ہیں Matriarchal System اور ایک کو پدرانہ نظام کہتے ہیں Patriarchal System. تو Sub-Continent میں زیادہ تر مادرانہ نظام کی حکومت ہے۔ جب Nomade Tribes چلتے ہیں، جب صحرانشین چلتے ہیں، جب بدوی قبائل چلتے ہیں تو وہ کسی جگہ قیام نہیں کرتے، انہیں کسی جگہ سے انس نہیں ہوتا۔ وہ چراگاہوں کی تلاش میں گھومتے پھرتے کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں۔ اس لیے ان میں ایک مرد کا تسلط یا ایک لیڈر کا تعین ہوتا ہے جو اپنی قوم کو آگے بڑھاتا ہے، جو انہیں رستہ دکھاتا ہے اور ان میں جبر و استبداد کی ساری قوتیں باپ میں منتقل ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس جب یہی معاشرہ Civilized ہوتا ہے، کسی میدان میں اترتا ہے، زمین میں ٹھہرتا ہے، زمین سے انس رکھتا ہے، کاشتکاری کرتا ہے تو ہولے ہولے مادرانہ نظام کو پدرانہ نظام پر غلبہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ خواتین جو شروع میں مردوں سے بہت ڈرتی ہیں اور جابر مردوں کے تسلط میں رہتی ہیں اور اس وقت مرد طاقت ور ہوتے ہیں اور من مانی کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کر کے کہ بُرا وقت کبھی نہیں آئے گا۔ ہولے ہولے عورتیں اپنا کام کرتی رہتی ہیں۔ زمین کی جڑیں مضبوط تر ہوتی رہتی ہیں۔ بچوں کے اذہان بدلتے رہتے ہیں۔ جب بڑے میاں کوئی پچپن اور ساٹھ پہ پہنچے تو مادرانہ نظام نے بغاوت کر دی۔ اب بوڑھے پدرانہ نظام کے خالق کو کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ بڑے بیچارے بوڑھے آتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ بچوں کی والدہ اب میری نہیں سنتی۔ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ جوانی والا جبر ذرا کم کرنا تھا۔ اب کیا شکایت کر رہے ہو۔ یہ تو دو نظاموں کی جنگ ہے۔ اگر شروع سے ان میں مصالحت ہوتی، شفقت ہوتی، محبت ہوتی، غلبے کی بات نہ ہوتی، اگر آپ عورت کو برابر کے حق دیتے۔ شریکِ حیات کو شریکِ حیات سمجھتے تو یہ نوبت نہ آتی۔

خواتین و حضرات! پدرانہ نظام میں آسمان کو بڑی حیثیت حاصل ہے اور مادرانہ نظام میں زمین کو بڑی حیثیت حاصل ہے تو Normally آپ دیکھیں گے کہ Nomades کو اللہ نے Messages کے لیے چنا اور اہلِ عرب، شاہسوار، بدّو، آسمان کو دیکھنے والے، ضدی، سرکش قوم، بہادر، مرنے پہ جرأت کرنے والے لوگ تھے اور ان میں سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ یہ فیاض تھے۔ تو میں تھوڑا سا مڑ گیا ہوں۔ میں بات مختصر کو لوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا

کہ تم بڑی جلدی ناشکری کرنے لگتی ہو۔ تمام عمر ایک مرد کوشش کرتا ہے، ایسے بھی مرد ہیں، ایک Balanced سوسائٹی میں، تمہاری خدمت کرتا ہے، تمہارے بچوں کو پالتا ہے اور پھر ایک دن اس بیچارے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے اور اسی دن تم ایک فتویٰ دے دیتی ہو کہ تم نے کبھی میرا خیال نہیں رکھا اور Invariably چاہے خواتین اس سے انکار کریں لیکن یہ Short Tempered Statement ہم قریباً قریباً ہر خاتون سے سنتے ہیں۔ میں ابھی تک ہزاروں بلکہ لاکھوں عائلی مسائل سے گزرا ہوں مگر بہت کم کوئی خاتون آ کر کہتی ہے کہ میں اپنے Husband کے رویے سے بالکل مطمئن ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا، ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے اپنی Sacrifices گنوائی جاتی ہیں اور پھر ایک جملہ مطلق بولا جاتا ہے کہ میری Sacrifices کے جواب میں مجھ پر بڑے جور و ستم ہوئے ہیں اور خدا کے رسولؐ نے ایک بڑی اچھی، ایک بڑی مناسب Psychological Counselling دی کہ ایمان اتنی تیزی سے Shiftable نہیں ہوتا۔ ایمان ذرا مستقل مزاج ہوتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! پھر ہم اس کا کیا علاج کریں؟ (تو خواتین کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔) فرمایا، صدقات دیا کرو۔ خیرات کیا کرو۔ اس سے یہ تمہارا خوف، یہ عذاب ٹل جائے گا۔

اب ذرا Guilt کی سنیے! خوف کی سنیے! خوف مذہب کا مرض ہے۔ خوف مذہب کے لیے انس اور محبت کو پیدا نہیں ہونے دیتا۔ جب عقل کم ہوتی ہے اور جب علمائے اسلام اس بہتر طرف کو نہ دیکھیں۔ ان آیات کے مطالعے کو لوگوں پر عیاں نہ کریں۔

اور یہ Historical ہے جب برہمن اس ہندوانہ معاشرے میں جنگ ہارنے لگا کھشتری سے، تو اس کو بڑا افسوس ہوا کہ ہم تو بڑے عاقل و بالغ تھے۔ ہم تو دانش ور تھے اور یہ ''راجپوت'' فوجی آ کر ہم سے اقتدار چھین رہے ہیں، تو بڑی مشہور مثل ہے کہ جب ''چندرا گپتا موریہ'' کے زمانے میں اپنے وقت کا عظیم دانشور ''چانکیہ'' جو بادشاہ کو مشورے دیا کرتا تھا تو اس نے بادشاہ کے لیے ایک مکمل Espionage System (جاسوسی نظام) مرتب کیا اور اس کو بتایا کہ یہ بادشاہت کا طریقہ ہے کہ کسی انسان سے بھی جاسوسوں کی نظر نہ ہٹاؤ تو بادشاہ نے تنہائی میں سوچا کہ یہ اتنا چالاک آدمی ہے، اتنا دانش ور ہے، کہ مجھے اتنا قیمتی مشورہ دے رہا ہے تو اس نے ایک اور خفیہ نظام ترتیب دیا، تو مثل مشہور ہے کہ چانکیہ نے چندرا گپتا موریا کو خفیہ نظام سکھائے اور اس کے بدلے میں چندرا گپتا موریا نے ایک پوری Secret سروس چانکیہ پر لگا دی کہ اس کی مکاریوں سے بھی مجھے پناہ ملے۔ تو جب برہمن نے دیکھا کہ کھشتری صرف فوجی طاقت کی وجہ سے مجھ پر قابو پا گیا ہے۔ تو پھر اس نے طریقہ سوچنا شروع کر دیا کیونکہ مذہبی تو وہ تھے تو اس نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو کہ میں کھشتری کو اپنے بس میں رکھوں۔

خواتین و حضرات! برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خوف کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی Alluring Techonology اور Religious Fear کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی۔ Alluringly دیوداسیوں کے رقص کے ساتھ---کوئی بھی منظر اٹھا کر دیکھ لیں۔ برصغیر کا کوئی بھی منظر ہو۔ کالی کا ہو یا ''درگا'' کا ''شیوا'' کا ہو یا ''وشنو'' کا یا ''گھنشام'' کا ہو۔ کوئی منظر آپ دیکھ لو، دو صورتیں آپ کو نظر آئیں گی۔ ایک طرف میوزک، گھنٹیاں بجتی ہوئی، رنگ، دیوداسیوں کے رقص اور دوسری طرف تاریک خانوں میں، نیم دھندلکوں میں، چراغوں کی روشنی میں، زبانیں نکلی ہوئی

Marfat.com

دیوی دیوتا، خون آشام دیویاں، ہولناک دیوتا اور یہ نئے طریقے ایک سادہ دل راجپوت کو پھنسانے کے لیے برہمن نے استعمال کیے۔ ایک طرف اس کو لالچ دیا، فریب دنیا دیا، رقص و سرود دیا، میوزک دیا اور دوسری طرف اس کے اعصاب پر خوف مسیٹ دیا۔ بیچارہ راجپوت جب گھر آتا تھا تو اس کو Alluring Philosophy کم ہی نظر آتی تھی۔ زبان نکلی ہوئی اور بارہ ہاتھوں والی ''کالی'' دیکھ کر ساری رات وہ کانپتا رہتا تھا۔ Naturally اب اس کو ضرورت پڑی کہ میں اس خوف اور آسیب سے کیسے نجات پاؤں تو اس نے برہمنوں کا سہارا لینا شروع کر دیا اور برہمن جو Physical طاقت کھو بیٹھا تھا، وہ دوبارہ اس مذہبی طاقت کے ذریعے کھشتریوں پر غالب آیا۔

جب انڈیا میں اسلام آیا تو اسلام کے بارے میں ایک بات بڑی واضح تھی کہ: Encyclopaedia of Religion کا مصنف یہ کہتا ہے کہ: There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology is possible. کہ اللہ کی واحدانیت اتنا کڑا احتساب تھا اسلام کا، اتنا سخت Judgement دے رہا تھا کہ علم الاضام ممکن ہی نہیں ہو سکا۔ کوئی بت اسلام میں پیدا ہی نہیں ہو سکا۔ اب ہندو مایوس ہو گیا۔ ہندو اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اسلام میں وحدانیت کا میرے پاس کوئی توڑ نہیں ہے، تو اس نے علمائے اسلام کو دوسری ٹیکنالوجی Transfer کر دی: خوف، وحشت اور عذابِ قبر کی ٹیکنالوجی۔ سانپوں کا خوف۔ اس وقت بڑی بڑی کتابیں خواتین اور مرد لے کر پھرتے تھے کہ قبر میں سانپ لپٹے ہوئے۔ فلاں جگہ یہ لپٹا ہوا ہے۔ فلاں جگہ وہ۔ عورتیں ان کو دیکھ کر کانپا کرتی تھیں اور صلہ اس کا وہی تھا کہ نجات کے لیے آپ عوضانہ پیش کر دو۔ تحفظات کا فلسفہ عمل پذیر تھا۔

ہم سے اچھے تو وہ Christian نکلے۔ انہوں نے آسان تکنیک نکال لی، وہ خوف و وحشت سے بچ نکلے۔ انہوں نے کہا کہ جو یسوع مسیح کے خون میں نہا گیا، بس وہ پاک ہو گیا۔ بات ہی ختم کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر نے ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا ہے اس لیے اب ہمیں ڈرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پروردگار نے اپنی جانب سے ''برأت'' بھیج دیا اور اس نے پوری نسلِ انسانی کے گناہوں کا ذمہ اپنے اوپر اٹھا لیا اور پھر وہ قربان ہو گئے اور انسان کو گناہوں سے برأت دے گئے۔ ان کے لیے ایک Easy Escape قائم ہو گیا۔ ہمارا دیکھئے! کیا حال ہے؟ ہمارے پاس وہ ایمان نہ رہا جسے امید والا کہتے ہیں، وہ ایمان رہ گیا جسے خوف والا کہتے ہیں۔

آپ دیکھئے! کہ ایک شخص صبح سوٹ میں، ٹائی لگائے اور پائپ پیتے ہوئے نظر آتا ہے۔ تین مہینے کے بعد وہ پائینچے اونچے، لمبی سی داڑھی، سر گھوٹا ہوا۔ اب اس ماہیت کی تبدیلی پر آپ حیران رہ جائیں گے کہ خداوندِ کریم! یہ کیا انقلاب آ گیا! ذرا دیکھئے! کہ خوف کا فلسفہ کیا کام کرتا ہے؟ مشہور کرکٹر ''سعید انور'' کو تو آپ نے دیکھا ہوگا۔ بھئی سعید انور میاں! سوچنے کی بات ہے کہ ساری زندگی آپ کو اسلام کا خیال نہ آیا۔ موصوف کی چھوٹی سی بچی فوت ہو گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدا اس بچی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ حضرت ایک دم ہی اس Guilt Psychology کے اسیر ہو گئے۔ یعنی اتنا صدمہ پہنچا کہ اس صدمے میں مفتون و مجنون ہو گئے۔ ایک دم سے Beyond Average داڑھی رکھ لی۔ Beyond Average تبلیغ میں نکل گئے۔ اب اس قسم کی Heavy Shift کبھی بھی ذہنی صحت کی علامت نہیں سمجھی

Marfat.com

جاتی۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ اُدھر بھی سعید انور Extremist تھا۔ اِدھر بھی سعید انور Extremist ہے۔ یعنی یہ رستہ ہو یا وہ رستہ ہو، یہ اعتدال کے رستے نہیں ہیں اور ایمان اعتدال ہے۔ اگر پروردگار کو اعتدال سے آگے بڑھنا ہوتا تو یہ کبھی نہ کہتا:

"وقاتلو فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا"

(قتل کرو، میرے لیے اُن سے جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرنا)۔

"ان اللہ لایحب المعتدین" (البقرہ:۱۹۰)

(بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

دیکھئے! اِدھر بھی اللہ یہی کہہ رہا ہے:

"قل یعبادی الذین اسرفو علی انفسھم" (زمر:۵۳)

(تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی)۔

بھئی! میں نے Reproduction کے لیے Sex دی تھی۔ میں نے مال خرچ کرنے کے لیے دیا تھا۔ تم بخیل بن گئے۔ تم نے مال واسباب کی چابیاں گننی شروع کر دیں۔

ایک صاحب مجھے ملے۔ کہنے لگے پروفیسر صاحب! میرے پاس سالانہ اکیس کروڑ روپے کا منافع آتا ہے اور جو پہلے آ چکا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر ساری زندگی میں کوئی کام نہ کروں اور ایک دو کروڑ بھی ماہانہ خرچ کروں تو بھی مجھے اگلے سو برس میں کمی نہیں ہے مگر پھر بھی میں کیوں پیسہ کمانے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بات تو بڑی Simple سی ہے کہ پیسہ پہلے ضرورت ہوتی ہے۔ جب آپ ضرورت سے گزرتے ہو تو آسائش ہو جاتی ہے۔ کچھ چیزیں اِدھر سے خریدیں کچھ اُدھر سے خریدیں۔ مال واسباب اکٹھا کیا، پھر جب آسائشات سے گزرتے ہو تو تعیش ہو جاتا ہے۔ قیمتی ترین، اعلیٰ ترین چیزیں آپ کو خریدنے کا شوق ہے۔ ایک جہاز بھی لے لیا۔ موٹر بوٹ بھی لے لی بلکہ پورا بیڑا ہی لے لیا۔ مگر جب اتنا سارا پیسہ ہوگا تو یہ ساری چیزیں خریدنے کے بعد پھر بچ جائے گا۔ اب آپ کو چیزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اب اگر آپ پیسہ کما رہے ہو تو صرف پیسے کے لیے کما رہے ہو۔ اب ضرورت نہیں ہے، آسائش نہیں ہے، تعیش نہیں ہے، اب آپ کا پیسہ آپ کا خدا ہے۔ اب اس کے حضور جانا۔ اس کی زیارت کرنا۔ اس کو دیکھنا۔ صبح وشام اس کی فکر کرنا۔ یہ وہی انس ہے جو اللہ اپنے لیے چاہتا ہے۔ یہ وہی انس ہے جو اللہ نے ایمان کی پہلی شرط قرار دی ہے۔ اللہ کی خاطر محبت کرنا۔ اللہ کی خاطر دشمنی کرنا۔ اب آپ کو پتہ ہے کہ اللہ آپ کو کثرتِ مال واسباب دیتا ہے مگر کثرتِ مال واسباب عثمانؓ کو دیتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت بڑے سرمایہ دار تھے اسلام کے۔ جب فوت ہوئے تو عجیب وغریب وصیت کی۔ ایک مسلمان اللہ سے محبت کرنے والا، جو سرمایا دار ہے، اس کی فطرت ہی عجیب ہوتی ہے۔ تو وہ وصیت میں لکھ گئے کہ تمام بدری اصحاب جو اس وقت تک زندہ ہیں ان کو میرے اثاثے میں سے ایک ایک لاکھ درہم دیا جائے، اس کے بعد میری اولاد اور میرے عزیزوں کو دیا جائے۔ یہ وہ سرمایہ دار ہے جو اللہ سے انس رکھتا ہے اور اس صاحبِ ایمان کو خداوند کریم کی رضا حاصل ہے۔ خداوندِ کریم نے کہا کہ یہ جو آپ کی انسانی خصوصیات ہیں۔ اس میں تھوڑا سا غصہ ضروری ہے۔ تھوڑا سا جذبہ

Marfat.com

ضروری ہے۔ تھوڑا سا Sex ضروری ہے۔ مامتا ضروری ہے۔ مگر آپ ان کو بے جا خرچتے ہیں۔ میں نے آپ کو جائز کاموں کے لیے دی، آپ نے اس کو بے جا خرچا۔ تو خدا اس صلاحیت کو جس کا بے جا مصرف ہو گناہ نہیں کہتا، اسراف کہتا ہے۔ The package which i gave to you for spending your life in normal way. you over did it. you committed excess. معتدل نہیں رہے ہو۔ اس لیے فرمایا: "قل یعبادی الذین اسرفو علی انفسہم" تم نے بہت اسراف کیا، بہت زنا کیے، بہت غلطیاں کیں مگر سب سے بڑی غلطی نہ کر بیٹھنا: "لا تقنطو من رحمۃ اللہ" (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جانا)۔

خواتین و حضرات! ایمان کا فیصلہ بھی یہیں ہوگا کہ "لا تقنطو من رحمۃ اللہ" اب دیکھیے! خدا نے ڈھیر سارے گناہ ایک طرف کر دیے۔ اور سب سے بڑا یہ گناہ قرار دے دیا: "لا تقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" (زمر:۵۳) (اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔) میرا تو کام ہی بخشنا ہے۔ تم عجیب مسلمان ہو کہ خطا کرتے ہو، گناہ کرتے ہو اور رجوع نہیں کرتے۔ مجھے اپنا سب سے زیادہ مرغوب و محبوب کام نہیں کرنے دیتے۔ مجھے تو سب سے زیادہ مرغوب و محبوب کام تم کو بخشنا ہے۔ آپ نے حدیثِ رسول ﷺ نہیں سنی؟ حضور کے ارد گرد اصحاب تشریف فرما تھے۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ محدث لکھتے ہیں کہ اس طرح مؤدب تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ سر ہلاتے بھی نہ تھے۔ بنی اسرائیل کے زاہدوں اور عبادت گزاروں کی باتیں ہو رہی تھیں تو ایک صحابی بولے، یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھی پہلی قوموں کی طرح وہ تقویٰ اختیار کریں گے۔ عبادات کریں گے اور کبھی گناہ نہیں کریں گے۔ جنابِ رسالت مآب کا چہرہ جیسے تمازتِ آفتاب سے سرخ ہوتا ہے، ایسے سرخ ہو گیا۔ فرمایا، تم ایسی بات کرتے ہو، خدا سخت ناراض ہوگا اور تمہیں صفحۂ زمین سے نیست و نابود کر دے گا۔ اے متقیو! اے دعویٰ تقویٰ رکھنے والو! اگر تم گناہ نہ کرنے کا عزم کرو گے اور خدا کے سامنے اپنے تقوے لے کر جاؤ گے تو خدا تمہیں صفحۂ زمین سے نیست و نابود کر دے گا۔ جو خدا پر اعتبار رکھیں گے تو اللہ ان کو بخشنے میں زیادہ خوشی اور حلاوت اور محبت اور مسرت محسوس کرے گا۔

خواتین و حضرات! کیا اس سے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ گناہ اعصاب کو شل کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی ناقص فلاسفی ہے جس کی وجہ سے آج کے ماحول میں Heavy Depressions جاری ہیں۔ جس کو دیکھو یہ شکوہ کرتا ہے کہ رزق میں کمی ہو گئی ہے۔ بھئی! اگر رزق میں کمی ہو گئی تو اللہ کو کیوں نہیں کہتے۔ اس کا منبع و ماخذ اللہ کو کیوں نہیں سمجھتے، یہ کیوں نہیں کہتے کہ: "اللہ یبسط الرزق لمن یشآءُ ویقدر" (الرعد:۲۶) (کہ جس کو چاہے رزق عطا کرتا ہے۔ جس کا چاہے کھینچ لیتا ہے)۔ اس کے بجائے حضرت کیا فرمائیں گے؟ اور Invariably یہ Philosophy of guilt ہر مسلمان گھرانے میں موجود ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ فلاں مقبرے سے گزرتے ہوئے میں نے فلاں جگہ پیشاب کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے میرے رزق میں کمی آ گئی ہے۔ فلاں درخت کے نیچے میں نے یہ کر دیا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک بوڑھے آدمی کو گالی دی تھی اس کی وجہ سے میرا رزق بند ہے۔ ہر جگہ، آپ Guilt کو لے آتے ہو۔ یعنی رزق کی کمی اور کشادِ قلب کا ختم ہونا آپ اسبابِ ظاہرہ میں نہیں ڈھونڈتے۔ اسبابِ غیاب میں نہیں ڈھونڈتے۔ آپ اللہ کی مرضی میں نہیں ڈھونڈتے You try to locate the reason اور Reason اور کوئی بنتی نہیں۔ آپ کو کوئی جرم یاد آ جائے گا،

Marfat.com

کوئی گناہ یاد آ جائے گا، آپ کو کوئی خطا یاد آ جاتی ہے اور آپ کہو گے کہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی تھی، اس کے عوضانے میں میرے ساتھ ایسا ہوا۔ آپ قرآن پہ یقین نہیں رکھتے۔ یہ سچا ایمان نہیں ہے۔ جب آپ کو اللہ کہہ جو رہا ہے کہ "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً"۔

حضرت جنید بغدادؒ اور حضرت ابوالحارث محاسبیؒ دونوں اکٹھے بیٹھے تھے۔ ایک شخص سوال کرنے آیا۔ کہا، اے ابو القاسم جنید! توبہ کیا ہے؟ جنید نے کہا، ابوالحارث جواب دیں گے۔ اس نے کہا، کہ توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔ پوچھا، جنید آپ کیا کہتے ہو؟ گناہ کیا ہے؟ جنید نے کہا: توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ آئے۔ آپ دیکھیں! کہ دو بہت بڑے مسلمان آئمہ اور کیا الٹ بات۔ ایک کہتا ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ آئے۔ مگر خواتین وحضرات! علم کا فرق ہے۔ جنید بہت بڑا عالم تھا۔ بہت بڑا۔ سیدالطائفہ۔ اس پائے کی ذہانت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور علی بن عثمان ہجویریؒ جیسے تفاخر محسوس کرتے ہیں، جنید کی شاگردی میں۔ وہ ایک ایسا Intellectual ہے جو کہتا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اگر گناہ کو آپ یاد رکھے رہو گے تو تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس توبہ کے اثرات زائل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ وہ جو پہلا رونا ہے وہ دوسرا رونا نہیں ہوگا۔ تیسرے چوتھے دن آپ کے آنسو خشک ہو جائیں گے۔ پانچویں دن لذتِ گناہ توبہ کے ساتھ ہی آ جائے گی۔ ساتویں دن پھر وہی گناہ کرو گے۔ یہ توبہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو ناقص توبہ ہے۔ جو جنید نے کہا وہی اصلی توبہ ہے کہ تجھے کبھی گناہ یاد نہ آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے Committ کرائے بندے! کہ آج کے بعد نہ میں نے یہ بات سوچنی ہے، نہ کرنی ہے۔ یہ غیر متوازی رستے ہیں۔ یہ Parallel رستے نہیں ہیں۔ ایک رستہ مشرق کا ہے اور ایک رستہ مغرب کا ہے۔ آپ نے عہد کیا کہ آپ اس سمت جاؤ گے ہی نہیں۔ آپ نے اللہ سے عہد کیا کہ میں اس راہ گزر پہ کبھی سفر فرما نہیں ہوں گا۔ میں کبھی سوچوں گا بھی نہیں۔ یہ اصل توبہ ہے۔ اگر گناہ یاد کرتے رہو گے تو لذتِ گناہ غالب آ جائے گی اور پھر اسی خطا کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ یہی اصل طریقہ ہے ترکِ گناہ کا۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ توبہ آسان ہے، ترکِ گناہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ یہ عادت ہے۔ کبھی کبھی گناہ عادت بن جاتا ہے۔ اور باوجود خیر کی تکمیل کو پہنچنے کی خواہش کے آپ وہ گناہ ترک نہیں کرتے۔

مختصراً میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قولِ مبارک پر یہ بات ختم کر رہا ہوں۔

"ایمان بیم ورجا کے درمیان ہے۔"

فرمایا: "جب میں اپنی خوبیوں پر نگاہ کرتا ہوں۔ جب میں اللہ کے وعدوں پر نگاہ کرتا ہوں۔ تو مجھے خیال آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جنت میں جو سب سے پہلا شخص ہوگا وہ میں ہوں گا اور جب اپنی خطاؤں پر نگاہ کرتا ہوں، جب میں اپنے اعمال پر نگاہ کرتا ہوں، اپنی کی اعمال پر نگاہ کرتا ہوں، تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید سب سے پہلے میں جہنم میں ڈالا جاؤں گا۔" اہل دل نے کہا کہ جو صدیق اکبر کا ایمان ہے وہی افضل و بہتر ہے۔ تو بیم ورجا کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں اپنے آپ سے کبھی مطمئن نہ ہو۔ خوف اپنی ذات میں یہ ہو کہ میں اپنی کمی وبیشی کے سبب خدا سے زیادہ دور جا رہا ہوں تو اس کے دل میں خدا کی محبت کا خوف ہو اور وہ کوشش یہ کرے کہ مجھ سے خدا کی محبت دور نہ ہو۔ اگر مومن کے دل میں کوئی خوف ہوتا ہے تو پروردگارِ عالم سے دوری کا خوف ہوتا ہے اور اگر اس کے دل میں امید ہوتی ہے تو

Marfat.com

اللہ کی محبت اور آرزو کی امید ہوتی ہے اور ایمان ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ ایمان Guilt Conscience میں نہیں ہے۔ ایمان Over Expectations میں نہیں ہے بلکہ ایمان، خدا سے ہر وقت امید رکھنے میں ہے اور اپنے آپ سے ہر وقت ناامیدی کے عالم میں ہے۔'' وماعلینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

سوال: اللہ نے پیغمبر بھیجے، جنہوں نے خوش خبریاں دیں اور گناہوں سے ڈرایا بھی۔ اگر انسان دانستہ گناہ کرے گا تو اللہ کی طرف سے اس کی سزا بھی سنائی گئی ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں گناہ کرنے والے کو معاف کردوں گا تو انسان گناہ کی طرف زیادہ راغب ہوں گے۔ اس صورتحال کو ذرا واضح کریں۔

جواب: میں نے زیادہ تر آپ کو یہ بتایا ہے کہ خدا کی محبت گناہ پر غالب آ جاتی ہے اور گناہ انسان کا ایک ذاتی عذر اور خوف بن جاتا ہے۔ اصل میں اتنی گناہ کی سزا نہیں ہے جتنی عذرِ گناہ کی ہے۔ جب Basically ایک کمپیوٹر ہی ناقص ہے۔ جب Basically انسان Incomplete ہے۔ جب قرآن میں اللہ کہہ رہا ہے کہ: ''فلا تزکو انفسکم ھو اعلم بمن اتقی'' (النجم:۳۲) (کبھی اپنے آپ کو متقی مت کہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو) تو اگر انسان اپنی ذات پر گناہگار اور ناقص کا گمان کرے تو یہ ناجائز نہیں ہے۔ اللہ کا ایک حق ہے بندے پر کہ بندہ اس کو واحد جانے، اس کو مانے اور خداوندِ کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ Basically میں نے انسانوں سے جو صلہ طلب کرنا ہے وہ گناہ وثواب کی صورت میں نہیں کرنا ہے۔ اگر آپ نے گناہ کیے ہیں تو وہ آپ کے ہیں۔ اگر آپ نے ثواب کمایا ہے تو وہ آپ کا ہے۔ اللہ کو یہ چیزیں نہیں پہنچتیں۔ اس کی جو سزائیں ہیں وہ شرع میں ہیں۔ معاشرے میں ہیں۔ حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ اگر ایک انسان نے گناہ کیا اور دنیا میں اسے اس کی سزا مل گئی تو اللہ نے اسے معاف کردیا اور اگر اس کی پردہ پوشی کی گئی اور اللہ نے اسے چھپالیا تو پھر یہ اللہ پر ہے کہ اسے چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ اس کا کوئی تعلق ہم خداوندِ کریم سے براہ راست نہیں جوڑتے۔ اللہ نے بار بار قرآن میں کہا ہے کہ بھئی گناہ تمہارے صرف تمہارے لیے ہیں۔ جو کوئی راستی اور اچھے عمل کرے گا تو اس کا ثواب اس کے اپنے لیے ہے اور جو کوئی برے کام کرے گا تو برے کام کا انجام اس کے لیے ہے۔ پھر اللہ کو کیا چاہیے؟ اللہ کو تو وہی بات چاہیے جس کے لیے اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ اس نے آپ کو ایک ذہنی برتری اور فوقیت بخشی ہے۔ اس نے آپ کو اشرف المخلوقات کا عہدہ دیا ہے۔ اس نے آپ کو ملائکہ سے بہتر چنا ہے۔ ذہنی اعتبار سے ایک امانت اتاری ہے۔ ایسی امانت جس کو اللہ نے کسی اور کو عطا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اب ظاہر ہے کہ خدا نے جو چیز آپ کو دی ہے۔ اس کا کوئی کام بھی تو متعین کیا ہوگا۔ اس کا بھی کوئی صلہ اور طلب رکھی اور صلہ یہ رکھا: ''واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ'' (البقرۃ:۳۰) (میں زمین اور آسمانوں میں آپ کو معزز کروں گا)۔ بنا تو زمین پر رہا ہوں مگر معزز جنت میں بھی کروں گا۔ اور دوسرا یہ کہا کہ دیکھو بھئی! میں آپ کو صرف ایک کام کے لیے بھیج رہا ہوں: ''انا ھدینہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً'' (الدھر:۳)۔ (کہ عقل وشعور صرف اس لیے بخش رہا ہوں کہ چاہو تو مجھے مانو چاہو تو

Marfat.com

میرا انکار کردو)۔ یعنی اللہ کا Concern آپ کی اس Mental Capacity سے ہے جس میں آپ اللہ کو جانتے ہیں اور مانتے ہیں یا نہیں جانتے اور نہیں مانتے۔ فرمایا: "مایفعل الله بعذابکم" (مجھے کیا پڑی ہے کہ تم کو عذاب کروں)۔ دیکھا ہے انداز اللہ کا، کہ اے بندگانِ خدا! اے میرے بندو! مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں۔"ان شکرتم وامنتم" (النساء:۱۴۷) اگر مجھ پر ایمان رکھتے ہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تم پر عذاب کروں۔

باقی جو آیات ہیں عذاب وثواب کی تو انہیں Shift کر کے احادیث میں Clarify کر دیا گیا ہے اور سب سے مشہور حدیث ابو ہریرہؓ کی ہے جو متواتر مشہور، متصل، حسن اور صحیح ہے اور اس موضوع پر کم از کم پندرہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ سب سے زیادہ تواتر کے ساتھ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دل سے ایک بار لا اله الا الله محمد رسول الله کہا، اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی اور ابوذرؓ نے اس پر سوال کیا۔ کہ چاہے اس نے زنا کیا ہو، چوری کی ہو، فرمایا، چاہے زنا کیا ہو، چوری کی ہو۔ حضرت ابوذرؓ نے دوبارہ تعجب میں سوال کیا۔ چاہے زنا کیا ہو، چاہے چوری کی ہو! فرمایا، چاہے زنا کیا ہو، چاہے چوری کی ہو۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابوذرؓ نے یہی سوال دہرایا تو فرمایا، ابوذرؓ! تیری ناک خاک آلود ہو، چاہے کیا ہو۔ جب حضرت ابوذر غفاریؓ یہ حدیث سنایا کرتے تھے۔ تو اپنی ناک کی طرف ضرور اشارہ کر کے کہا کرتے تھے کہ چاہے میری ناک خاک آلود ہو۔

گناہ کی جتنی بھی Limitations ہیں تو اس میں گناہ Is always committed against some body! کیلے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ آپ کے تصور کے کسی گناہ پر سزا نہیں ہے۔ متعدد مستند اور مشہور احادیث اس سلسلے میں ہیں کہ جب بھی آپ گناہ Commit کریں گے تو وہ شراکت میں ہوگا۔ وہ معاشرے میں ہوگا۔ وہ معاشرتی قوانین کے دائرے میں آئے گا، جسے آپ شریعہ کہتے ہیں۔ شریعہ وہ قوانین ہیں جو دراصل اللہ نے ایک معتدل اور مضبوط سوسائٹی کے لیے دیے ہیں۔ اگر آپ خطا کرو گے اور اسلامی معاشرہ ہوگا اور شہادتیں موجود ہوں گی تو آپ کو سزا ملے گی اور جس کو سزا مل گئی وہ پھر خدا کی طرف سے معصوم ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کا کوئی عذر نہیں رہا۔ مگر جس کو سزا نہیں ملی اور خدا نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو پھر یہ اللہ پر ہے کہ وہ اسے سزا دے یا جزا دے۔ As Such جو Conduct قرآن میں درج ہے، وہ اسلامی معاشرے میں، ایک صحت مند معاشرے کے لیے وہ قوانین ایسے ہیں جو ہر معاشرہ اپنے لیے تخلیق کرتا ہے۔ وہ امریکن معاشرے میں بھی ہیں، وہ British معاشرے میں بھی ہیں، وہ انٹرنیشنل معاشرے میں بھی ہیں۔ معمولی بات ہے کہ اللہ نے قتل کی سزا قصاص رکھی۔ اگر یورپین معاشرے نے یہ سمجھا کہ یہ سزا بڑی ناقص ہے۔ ہم قتل کی سزا معطل کیے دیتے ہیں، تو آپ کرلو۔ چلو یہ تو بڑی بہتر بات ہے کہ اگر انسان معاشرے کو ایسا قانون دے جائے کہ قتل کی سزا کے بغیر مجرم ٹھیک ہو جائے تو بہت بہتر۔ ہم یہ قید نہیں ہے۔ ہم بھی آپ کی بات مان لیں گے مگر اس قانون کی کامیابی شرط ہے۔ تو پھر انہوں نے بارہ چودہ سال قانون لگائے رکھا کہ ہم نے قتل کی سزا قصاص نہیں لینی، قتل نہیں کریں گے۔ ماریں گے نہیں۔ مگر بارہ، چودہ سال کے بعد مسٹر جولیانی صاحب نے دوبارہ Death Penalty عائد کر دی۔

خواتین وحضرات! دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے قوانین کی پائیداری کے خلاف اگر کوئی شخص کوئی قانون پاس کرے گا اور معاشرہ ان کو Judge کرے گا اور اگر وہ واقعتاً اچھے قوانین ہوں گے تو پھر ہم، کہہ سکیں گے کہ خدا کے قوانین

Marfat.com

پائیدار نہیں تھے معاشرہ Safe کرنے کے لیے اور یورپ کے قوانین زیادہ پائیدار تھے۔ کیونکہ ہر معاشرہ اپنے تحفظات تخلیق کرتا ہے، قوانین بناتا ہے، اس لیے اسلام نے بھی ایک معاشرہ تخلیق کیا، اسلام نے بھی معاشرے کی تخلیق کے لیے چند ایک حدود نافذ کیں۔ وہ حدود معاشرے کی Safety کے لیے ہیں۔ اس کے تحفظ کے لیے ہیں۔ اس لیے اگر وہ سزائیں بنائی گئی ہیں تو وہ قانون ہے، Code ہے اور اس سے انحراف معاشرے کو ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم بات کر رہے ہیں اس ذہنی سطح کی جہاں انسان اللہ سے Commit کرتا ہے تو پھر وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر دل میں اللہ کی محبت ہے تو وہ گناہ کرنے سے اجتناب کرے گا۔ اسے خدا کی محبت اور انس ہی اس گناہ سے روک لے گی اور اگر بالفرضِ محال وہ گناہ Commit بھی کر گیا۔ تو اس کی توبہ کی Range بڑی مختصر ہوگی اور وہ بڑی شدت سے خدا کو پلٹ کر آئے گا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا کہ محبت کرنے والے اس لیے گناہ نہیں کرتے کہ انہیں پتہ ہے کہ گناہ خدا سے دوری ہے۔ یہ بدصورتی ہے اور اللہ ''جمیل'' ہے۔ ''اللہ جمیل ویحب الجمال'' (اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے)۔ اور گناہ اسراف بھی ہے، بدصورتی بھی ہے تو جو شخص خدا کے قریب جانا چاہتا ہے، اپنے آپ کو بدصورت نہیں رکھ سکتا۔

سوال: تمام علماء خدا سے ڈرنے کا حکم دیتے ہیں۔ خوفِ خدا کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

جواب: حضراتِ گرامی! اگر رات ہمیں پتہ لگے کہ تھانیدار صاحب نے صبح ہمیں تھانے میں بلایا ہے تو رات بڑے کرب میں گزرے گی۔ بڑے پہلو بدلیں گے۔ بڑا خوف آئے گا۔ بڑے ڈریں گے ہم۔ تو اگر آپ ایک تھانیدار کی طلبی کا خوف نہیں سہار سکتے تو علمائے دین مجھے بتائیں کہ خدا کا خوف کیسے سہار سکتے ہیں؟ اگر آپ دنیا کے ایک معمولی سے بندے کا خوف۔ ایک زورآور کا خوف۔ ایک ایسے فوجی کا خوف نہیں سہار سکتے جس نے آپ پر بندوق تان رکھی ہو، تو آپ خدا کا خوف کیسے سہار سکیں گے۔ آپ کی ریڑھ کی ہڈی نہ چٹخ جائے گی--- آپ زندہ نہ رہ سکیں گے۔ کبھی بھی نہ رہ سکیں گے۔ دراصل یہ خوفِ خدا کی غلط Interpretation ہے۔ ہاں! فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ''میں تم میں سب سے زیادہ خدا کی خشیت رکھتا ہوں۔'' اور خدا کا خوف صرف ایک ہے۔ جب اصحابِ رسول ﷺ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے تو تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہیں۔ ہم تو بڑی عبادتیں کریں گے، تو حضورِ گرامی مرتبت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا، میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں اور جو اللہ کو زیادہ جانتا ہے وہ علم والا ہوتا ہے: ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰئوا'' (فاطر: ۲۸)۔ (اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اس کے عالم ہوتے ہیں)۔ اور جاننے والے کو پتہ ہوتا ہے کہ اللہ کس چیز سے ناراض ہوتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ خدا حسین ہے حسن کو پسند کرتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ گناہ بدصورتی ہے، بدامنی ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ تلخ زبانی اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ حسنِ کلام اللہ کو پسند ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ بخل اللہ کو پسند نہیں ہے۔ تو جو عمومی لوگوں کے ثواب ہوتے ہیں وہ خصوصی لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں۔

کیا بات تھی؟ پیغمبر نے آخر کیا کر لیا تھا؟ صرف ایک ہی بات تو اللہ سے کہی تھی نا، یونس بن متی نے کیا، اتنا بڑا گناہ کیا تھا؟ وہ گناہ تھا کوئی؟ اس نے صرف یہ مختصر سی بات کی تھی:

''اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اس قوم کے عذاب کا اور تو نے ان کو عذاب نہیں دیا۔ میں بڑا شرمندہ ہوا۔

Marfat.com

میں اب نکل ہی جاتا ہوں۔''

اب یہ کوئی گناہ کی بات ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نہیں:

''اذ ذهب مغاضبا''(جب وہ چلا غصہ میں بھرا۔)

''فظن ان لن نقدر عليه''(الانبیاء:۸۷)

(تو اس نے گمان کیا کہ ہم اسے ظلمات میں نہیں گھیریں گے۔)

بعض ذہین تر لوگ، یا عالم لوگوں کی خطا وہ نہیں ہوتی جو عمومی ہوتی ہے۔ جتنا ذہن نفیس تر ہوتا ہے، اس کا احساسِ گناہ بھی نفیس تر ہوتا ہے۔ جتنی نگاہ تیز ہوگی، اشرافیہ میں سے ہوگی۔ اتنا ہی بدصورتی کا احساس بڑھ جائے گا اور ہر سطح پر خدا کا خوف یہ ہے کہ آپ وہ کام نہ کرو، جس سے خدا کی ہمسائیگی سے دور ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ کوئی خوفِ خدا نہیں ہے۔

سوال: ستاون اسلامی ممالک میں سے کتنے ممالک میں اسلامی حکومت قائم ہے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: خواتین و حضرات As Such تو کسی ملک میں بھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہے۔ ہاں البتہ کچھ قبائل میں اسلامی حکومت کے تصور قائم ہیں۔ جیسے سعودی عرب میں ہے، جیسے ہمارے پڑوس میں ایک Local interpretation of Islam ضرور موجود ہے۔

زوال سے نکلتی ہوئی مسلمان قومیں بہت سے بحرانوں میں سے گزریں۔ جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ ایک بچہ اپنے عقیدے پر بڑی ضربیں کھاتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہوا ایک متفق علیہ یقین تک پہنچتا ہے۔ یہی اقوامِ اسلام کے ساتھ ہوا کہ جب یہ قید و بند سے نکلیں۔ غلامی سے نکلیں، تو یہ Change میں آئیں۔ Change یہ ہوئی کہ اقوامِ مغرب کی ظاہری قوت کو انہوں نے دلیل سمجھا اور اپنی پستی کو مذہبی اقدار کی وجہ سے جانا۔ اصل مسئلے پر تو انہوں نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ انہوں نے خدا کے وعدے پر کبھی اعتبار نہیں کیا۔ کبھی یہ نہیں سوچا کہ اللہ تو کہتا ہے:

''ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان كنتم مؤمنين''(ال عمران:۱۳۹)(کہ میرے بارے میں سستی نہ کرنا۔ غم نہ کرنا۔ تم ہی غالب رہو گے اگر اہلِ ایمان ہو۔)

خواتین و حضرات! ہمیں بڑے غور سے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو اللہ غلط نہیں کہتا۔ ہم اہلِ ایمان نہیں ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہم اہلِ ایمان نہیں ہیں۔ اگر ہم اہلِ ایمان ہیں تو خدا نے کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں، میرے رسول، میرے مومنین ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پھر آپ پلٹتے کیوں نہیں ہو؟ یہ دیکھتے کیوں نہیں ہو کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو یقیناً ہم اہلِ ایمان نہیں ہیں۔ کہیں خامی رہ گئی ہے۔ کوئی کمی ہے جو ہمارے مذہبِ فکر میں آگئی ہے۔ اور وہ ایک سادہ سی خامی ہے۔ اس کا Analysis اگر آپ کرو گے تو وہ بڑا سادہ سا نکلے گا کہ یہ دین اپنی ترجیحات میں بگڑا ہوا ہے۔ مسلمان کی ترجیحات بگڑ چکی ہیں۔

Middle East کو دیکھو! مدتوں Nationalism ان کی ترجیحِ اول رہا اور جب وہ نیشنلزم سے Religion کو آئے تو تب بھی اللہ ان کی ترجیحِ اول نہ رہا۔ اسلام تشخص تو ہے مگر اللہ ترجیحِ اول نہیں ہے۔ یہ بڑی

Marfat.com

Important بات ہے جو آپ کو یاد رکھنا ہے کہ اسلام موجود ہے مگر خدا کی محبت، جیسے ایمان کی شرائط میں نے آپ کو بتائی تھیں --- اللہ کے لیے محبت رکھنا اور اللہ کے لیے دشمنی کرنا۔ کیا سعودی عرب اللہ کے لیے امریکہ سے محبت فرما رہے ہیں؟ کیا مصر اللہ کے لیے محبت فرما رہے ہیں؟ کیا عراق خدا کے لیے امریکہ سے نفرت فرما رہے ہیں؟ کیا ہم امریکہ سے اللہ کے لیے محبت فرما رہے ہیں؟ ہم میں ایمان نہیں ہے۔ ہم اپنے دنیاوی تحفظات میں ہیں۔ من جملہ پاکستان کے ہمارا کوئی بھی معتبر صاحب حکومت جملہ عالمِ اسلام میں خدا کی بندگی اور ایمان کا حق ادا نہیں کر رہا ہے۔ اب اگر آپ کسی سے کہو کہ آپ اچھے مسلمان نہیں ہو تو وہ کہے گا۔ جاؤ جاؤ کام کرو، ہم تم سے زیادہ صاحبِ ایمان ہیں۔ مگر دراصل ہم ترجیحاتِ اسلام سے گریز کر رہے ہیں اور اسلام اس طرح آپ کی مدد نہیں کرتا۔ آپ معجزات تلاش کرتے ہیں۔ طالبان کے ساتھ نہیں ہوئے۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے تھے، اُس جدوجہد [1] میں نہیں آئی۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے ہو تو اس کی پہلی شرط پوری کرنی ہوگی۔ آپ معجزہ طلب کر رہے ہو تو آپ کو شرط پوری کرنی ہوگی۔ آپ میں سے کوئی تو صاحبِ ایمان ہو۔ ایک تو ہو۔ ایک پر بھی نجات ہے۔ پوچھا گیا، یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، جب دنیا پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس چھ بلین Human Beings کی لیبارٹری کا معیارِ تخلیق کتنا پست ہے۔ اللہ کے Choices کتنے Below ہیں! ایک مل جائے نا، اگر اس کو پوری دنیا میں تو وہ اسی کو غالب کر دے گا۔ رب کعبہ کی قسم!

اس نے فراعنہ کی 300 برس کی سلطنت کو اور نمرود کی سات سو برس کی سلطنت کو ایک ایک آدمی سے تباہ کروا دیا۔ یہ Miracles تاریخ میں گزرے ہیں۔ آج بھی ہو سکتے ہیں اور موجود ہیں اور اس کی خبر آپ کے پاس موجود ہے۔ جب دجال بہت ترقی کرے گا۔ جب آسمانوں سے آگ برسائے گا۔ ماننے والوں پر روٹیاں برسائے گا۔ Sky Scrappers تخلیق کرے گا۔ Escalators تخلیق کرے گا۔ جب سمندروں میں اس کے جہاز چلیں گے۔ جب موت کو زندگی میں بدل دے گا اور جب اپنی خدائی کا دعویدار ہوگا۔ Self concentrated narcissist God of the west. ظاہر ہے آپ اس کو Face کرنے کے قابل نہیں ہوگے۔ آپ کی ٹیکنالوجی پست ہوگی۔ آپ بڑے کمتر درجہ میں ہوں گے۔ پھر آپ خدا سے دعا کریں گے۔ مگر اس وقت آپ کے اندر ایک صاحبِ ایمان موجود ہوگا۔ وہ خدا سے دعا کرے گا۔ مہدی اس وقت موجود ہوگا۔

مہدی کی کیا تعریف ہے؟ کوئی خاص تعریف نہیں ہے۔ آپ بخاری پڑھ لو۔ مسلم پڑھ لو۔ بخاری بڑے سادہ سے لفظوں میں کہتا ہے۔ ایک بالکل چھوٹی سی تعریف دیتا ہے کہ حضورِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا۔ That's all۔ صحیح بخاری میں بس اتنی سی تعریف ہے امام مہدی کی۔ اب بتاؤ یہ کتنی بڑی تعریف ہے۔ آپ کے گمان کے مطابق تو اس معاشرے میں ہزاروں نیک مسلمان گزرتے ہوں گے۔ پھر ان کی خاطر اللہ زمانہ کیوں نہیں بدل دیتا۔ فرمایا:

"زمانے کو برا مت کہو۔ زمانہ میں ہوں۔"

میں دن رات کو پلٹتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں امر ہے۔ میں کسی بھی قوم کو پلٹ سکتا ہوں۔ انسانوں کے دل میری مٹھی میں ہیں۔ جیسے ایک "پَر" سطحِ زمین پر، جس طرح چاہے اس کو ہوا پلٹاتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں

Marfat.com

کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جیسے چاہوں پلٹا دوں۔ جس کے چاہے ووٹ ڈلوا دوں۔ جس سے چاہوں چھین لوں۔ آپ بڑے بڑے دعوے کرتے ہو۔ آپ تو حکومت ساز ہو۔ خدا تو بڑی مختصری کارروائی کرنے والا ہے۔

مجھے ایک دفعہ بڑی ہنسی آئی کہ ایک حکمران سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اگلے پانچ سال بھی صدر رہو گے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ کس کو پتہ کہ اگلے پانچ سال میں جیتا بھی ہوں یا نہیں تو مجھے ہنسی اس لیے آئی کہ ان پانچ سالوں کا ان کو کیسے یقین ہے کہ وہ جییں گے۔ یہ ایمان ہے؟ یہ شناخت ہے، رجعت نہیں ہے، پلٹنا نہیں ہے، ہوش نہیں ہے۔ اگر مسلمان مغلوب ہے تو واضح بات ہے کہ ایمان نہیں ہے۔ ہمیں اپنی ترجیحات درست کرنی چاہئیں اور عقل کی صرف ایک ترجیح ہے جو ایمان کی شرط ہے کہ The only top priorty of the intellectual curiosity is God and nothing else.... اور ہمارا مرض کیا ہے؟ کہ We always give lesser importance to the top priorty and more importance to the lesser priority. ہم سب سے بڑی ترجیح کو نظر انداز کرتے ہیں اور کمتر ترجیحات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہی وہ غلطی ہے پورے عالم اسلام میں۔ کبھی وہ نیشنلسٹ بنے ہوئے ہیں، کبھی وہ Localist بنے ہوئے ہیں، کبھی Dogmatist بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی کے اندر اس کا ایمان ابھی ویسا بھی نہیں ہے، جیسے عرب کے ان اعراب کا تھا جو ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے۔

سوال: کیا قرآنِ پاک میں امام مہدی کا حوالہ موجود ہے؟

جواب: قرآن میں امام مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ قرآن میں جہاں اللہ نے عہد کا ذکر کیا، تبدیلی کا ذکر کیا، اسلام کا ذکر کیا، اور کہا کہ یقین جانو کہ میرا دین جب تک تمام ادیان پر غالب نہیں آ جاتا اس وقت تک یہ ختم نہیں ہوگا۔ تو زمانہء آخر کی بشارت دیتے ہوئے اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کا حوالہ دیا: "هوالذى ارسل رسوله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله" (الفتح:۲۸) کہ یقیناً میں اپنے دین کو زمانہء آخر میں تمام ادیان پر غالب کروں گا۔ چونکہ حضور ﷺ ہی وضاحتِ قرآن دیتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس زمانے کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ مہدی اور عیسیٰ کا زمانہ اللہ کے دین کی برتری اور غلبہ کا زمانہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے ضمن میں کہا کہ اس وقت تک تو وفات نہیں پائے گا جب تک کہ تمام جملہ ادیان کے لوگ تجھ پر اعتبار نہ لائیں گے اور یقین نہ لائیں گے۔ اس طرح مہدی اور عیسیٰ کا زمانہ ایک قرار پایا تو میں عرض کر رہا ہوں کہ جب دجال بہت جوش وخروش میں آئے گا اور مسلمان اس سے مقابلے کی استطاعت نہ رکھیں گے تو جناب مہدی علیہ الصلوۃ والسلام دعا فرمائیں گے اور نزولِ عیسیٰ ہوگا۔

سوال: کیا علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں کہیں مہدی کی آمد کا ذکر کیا ہے؟

جواب: علامہ اقبالؒ بڑے اچھے، بڑے زبردست شاعر تھے۔ مگر جب وہ زمانہ آخر میں وفات کے قریب ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو وہ نہیں بن سکا، جو میری خواہش تھی اور میری خواہش یہ تھی کہ میں اس صاحب زمانہ کو دیکھوں، تو اِن کے بالکل، آخری وقت کے چند دو قطعات ہیں:

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید

Marfat.com

نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

وہ سرود اور وہ ساز اب سننے میں نہیں ہے۔ حجاز سے کوئی ہوا نہیں مجھے پہنچ رہی اور میرا وقت تمام ہونے کو ہے۔ مگر جس دانائے راز کی خبر ہمیں پہنچی تھی وہ دانائے راز میری زندگی میں تو نہیں آیا۔

پھر اگلے قطعہ میں فرمایا:

اگر می آید آں انائے رازے

اگر وہ دانائے راز آئے، وہ مہدی آئے، وہ مجدد وقت آئے۔

بدہ او را پیامے جانگدازے

اسے میری طرف سے ایک بڑا جاں گداز پیام دینا۔

ضمیرے امتاں رامی کند پاک
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

کہ یا تو کوئی کلیم آ کر معجزے دکھائے گا یا پھر کوئی حکیم کہ جو ایسا علم رکھتا ہو، ایسی دانش وری رکھتا ہو کہ لوگ اس کی باتوں کو مسحور ہو کر سنیں۔ تو ایک اشارہ تو ''کلیمے'' میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ ''حکیمِ نے نوازے'' مہدی علیہ السلام کی طرف ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ Sub-Continent کا مسلمان نبی پاک ﷺ کے ساتھ عقیدت کے حوالے سے باقی دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ راسخ ہے۔ کیا اس عقیدت کی وجہ ہندو مذہب سے در آیا ہوا خوف ہے یا اس کی وجہ کوئی اور ہے؟ اور ہم کس طرح باقی دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ راسخ ہیں، عقیدت کے حوالے سے؟

جواب: میں نے عقیدت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ میں نے ''محبت'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عقیدت ایک ایسی Blindness ہے کہ جس میں کوئی Reason نہیں ہوتی، مگر محبت ''دانشوری'' ہے، ''علم'' ہے۔

اتفاق سے برصغیر کے لوگ بہت جذباتی ہیں۔ بڑے محبت کرنے والے ہیں بلکہ ہمارے نقائص بھی ہماری محبت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ میں آپ کو بتا رہا تھا کہ مادرانہ اور پدرانہ نظام میں، ماں کی طرف سے جو گہرائی، انس اور محبت Show ہوتی ہے اور باپ کی طرف سے بے پروائی، غنا اور گنوار پن Show ہوتا ہے، تو زیادہ تر یہ معاشرہ چونکہ مادرانہ نظام پر مبنی ہے اور مادرانہ نظام بالآخر انڈیا میں پدرانہ نظام پر غالب آ جاتا ہے تو ہم میں ایک تو رسولِ پاک ﷺ کے ساتھ ہر مسلمان کی ایک Personal Equation بھی موجود ہے۔ Personal Equation یہ ہے کہ حضور کی ازواجِ مطہرات ہماری مائیں ہیں اور اگر برصغیر کے کسی شخص کو یہ پتہ ہو کہ حضور ﷺ ہمارے رسول بھی ہیں اور حضور ﷺ ہمارے باپ بھی ہیں تو آپ یقین کرو کہ وہ باپ کی طرف زیادہ جائیں گے۔ وہ محبت اور انس کی طرف زیادہ جائیں گے۔

Marfat.com

تو برصغیر کا جو جذباتی ابلاغ ہے وہ ان کو Objective Opinion سے روکے رکھتا ہے۔ One of the major loses, which we suffered in the modren age, in the modren sciences کہ ہمارے جیسے مغلوب الجذبات لوگوں کو کوئی بھی Exploit کر سکتا ہے۔ انہیں کوئی بھی Rigid عالم اٹھ کر اپنی لائن پر لگا سکتا ہے۔ اور یہ محبت ہی کی وجہ سے ہے کہ نوجوان پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ اور اگر آپ ان سے پوچھو تو پتہ لگے گا کہ وہ تو محبتِ رسول ﷺ کی وجہ سے پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ اُن میں اتنا انس ہے! اتنے عاشق مزاج بچے ہیں یہ! خدا سے یہ اتنی محبت رکھتے ہیں کہ ایک عام سا، ان پڑھ مولوی اگر ان سے کہہ دے کہ میرا طریقہ ''طریقِ محبت'' ہے تو یہ اس کی پگڑی بھی پہن لیں گے، تو جو اخلاص، جو اُنس، جو محبت برصغیر میں ہے وہ ان Heartless اعراب میں نہیں ہے کہ جو رسول پاک ﷺ کو Practically ایک Decadent Value سمجھنا شروع ہو گئے ہیں، جو اپنے طور پر اتنے Academicians ہیں، اتنے Hard مبلغین ہیں کہ وہ اس Importance کو خارج کر دیتے ہیں اور دورِ حاضر کے علماء کو قریباً قریباً اسی Status کا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ ایک بہت بڑے دورِ حاضر کے مفکر و مبلغ کی Statement میرے سامنے ہے کہ میں پیغمبر تو نہیں مگر مجھے کام پیغمبرانہ دے دیا گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ ایک Idealistic Statement ہے۔ اس میں وہ آپ اپنے آپ کو ایک Schizophrenic Idealism دے رہے ہیں۔

سوال: آج یہودی ہم پر سیاسی، معاشرتی یا سائنسی طور پر حاوی ہیں۔ اس کی وجوہات چاہے کچھ بھی ہیں۔ کیا آیا اب ہمیں ان کیساتھ اپنے تعلقات کو از سر نو مرتب کرنا چاہیے اور کیا وجوہات ہیں کہ وہ ہم پر حاوی ہو گئے ہیں؟ کیا ان کے مذہب نے ان کو رہنمائی فراہم کی کہ وہ ہم پر حاوی ہو گئے ہیں؟ یا کسی اور نظام نے ان کی مدد کی؟

جواب: Islam as a religion does not hate any body. Islam does not hate Jews. We have no reason to hate them. اگر اس وقت کوئی مسلمان کسی Jew سے نفرت کر رہا ہے تو وہ اس کے Jew ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ وہ اسلام جو ایک بنیادی اصول دیتا ہے: ''لا اکرہ فی الدین'' وہ کبھی کسی یہودی سے نفرت نہیں کر سکتا اس کے یہودی ہونے کی وجہ سے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ کے خیال میں یا مسلمانوں کے خیال میں Practical Conduct کی وجہ سے Overall جو Basic یا General مسلمان ہیں، جہاں Bulk ہے مسلمانوں کا، وہاں ان کی Identity اور ان کی Security مسلسل ایک طویل عرصے سے یہود کی وجہ سے رسک میں پڑی ہوئی ہے۔ Just Like پاکستان۔ کہ پاکستان کی Security ہنود کی وجہ سے رسک میں پڑی ہوئی ہے۔ میں آپ کو ایک مختصر سی خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔ نعیم بن حماد کی حدیث حمادی میں درج ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب ہند کے مسلمان کفارِ ہند سے جنگ سے فارغ ہوں گے اور ان کے امراء اور شرفاء کو گرفتار کر لیں گے تو پھر شام میں مہدی کا ساتھ دیں گے۔ آپ کو تسلی ہو جانی چاہیے۔ کہ ہم نہ صرف ہنود سے لڑیں گے، یہود سے لڑیں گے بلکہ Basically ہم Survival of Islam کے لیے لڑیں گے اور تمام احادیث اس بات پر متفق ہیں کہ Survival of Islam میں دجال کا سب سے بڑا Instrument یہود ہوں گے۔

سوال: کچھ دانشورانِ عصر کا خیال ہے کہ Prophet صرف اپنے زمانے اور علاقے کے لیے ہوتے ہیں؟

Marfat.com

جواب: میرا خیال یہ ہے خواتین و حضرات! کہ اس سے زیادہ ناقص Statement شاید کسی امتی کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ یہ سوال اگر وہ لوگ کریں جو کسی رسول کے امتی نہیں ہیں تو ہم اس کو دوسری طرح سے Tackle کریں گے۔ اگر ایک امتی اپنے رسول کے بارے میں یہ سوال کرتا ہے کہ پیغمبر علاقائی ہے یا Local ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر پر ایمان نہیں لایا۔ اس لیے کہ ہم نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ زمانہ آخر تک علم کیا حیثیت اختیار کرے گا؟ زمانہ آخر تک علم کس نوعیت کا ہے؟

اگر آپ غور کریں تو Anthropology کے Reference سے آپ کو پتہ چلے گا کہ سب سے پہلا انسانی معاشرہ Priest معاشرہ تھا۔ سب سے پہلا استاد، سب سے پہلا حکمران Priest تھا یعنی پیغمبر، اور شروع ہی سے پیغمبر تمام کام سرانجام دیتے تھے۔ وہ پیغمبر بھی تھے، وہ حکمران بھی تھے، وہ Teach بھی کرتے تھے، Preach بھی کرتے تھے اور دینوی معاملات میں صلاح کار بھی دیتے تھے۔ معاشرہ آگے بڑھتا رہا۔ پیغمبر اس کثرت سے نہ آئے۔ بیچ کے ادوار میں لوگوں کو انہی پیغمبروں کی تعلیمات پر Trained کیا گیا۔ پھر ان کے ادوار میں تعلیمات خراب ہوئیں۔ پھر نوح کے زمانے میں مکمل عالم کی تباہی ہوئی۔ دوبارہ جب معاشرے کا اجراء ہوا تو وہ بھی پیغمبر کی سرپرستی میں ہوا یعنی نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی۔ اگر آپ قرآن پڑھیں تو اس کی Historical References اتنے Correct ہیں کہ اب جو آثار و شواہد اور آثار باقیات نکل رہی ہیں، وہ قرآن سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔ قرآن پہلے کہہ چکا ہے، اب وہ باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے نوح کو کہ دیکھو اے نوح! میں تیرے کچھ لوگوں کو، ''اصحاب بجرا'' کو بچا کر لے تو آیا ہوں مگر یہ لوگ پھر وہی غلطیاں کریں گے، جو ان سے پہلے کرتے آئے ہیں اور پھر میں ان پر اسی طرح کے عذاب توڑتا رہوں گا۔ تو معاشرہ پیغمبر کے بغیر بڑھا نہیں۔ البتہ جب زمانے نے سرکشی اختیار کی، خدا کے خلاف ہوتے رہے، گاہے گاہے، کبھی موہنجوداڑو ہلاک ہوا۔ اور یہ ہلاکت اس طرح کی نہیں ہے جیسے جنگوں میں ہلاکت ہوتی ہے۔ یہ Total ہے۔ اس میں سے بچتا کچھ نہیں ہے۔ آثار قدیمہ بھی نہیں، بندوں کا حساب کوئی نہیں، کوئی کتاب نہیں، کوئی Document نہیں، لے دے کے چند استعمال شدہ چیزیں بچتی ہیں۔

پیغمبر اپنے زمانے کا سب سے بڑا Intellectual ہوتا ہے۔ اگر نہ ہو تو دانش ور اس کی بات کیسے مان لیں گے؟ اگر اپنے زمانے کا وہ ذہین ترین انسان نہیں ہے۔ سب سے بڑا عالم نہیں ہے۔ سب سے موزوں عقل والا نہیں ہے تو لوگ اس کی بات کیسے مانیں گے؟

اہلِ عرب انساب کے بڑے ماہر تھے، بڑے بڑے دانش ور تھے، تیز طراز تھے، فصیح الزبان تھے، مگر جب قران اترا۔ پیغمبر کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس نے انہیں گم کر دیا، عاجز کر دیا۔ پیغمبر کی زبان سے ایسے الفاظ نکل رہے تھے جو غیر معمولی تھے، Unusual تھے، پیغمبر خبر دے رہا تھا۔ پیغمبر اگر قیامت کی خبر دے سکتا ہے۔ پیغمبر اگر زمانوں کے بیچ کی خبر دے سکتا ہے، اگر مہدی و عیسٰی علیہ السلام کی خبر دے سکتا ہے، وہ آپ کی تمام تر علم کی معراج، مستقبل کے رستے متعین کر سکتا ہے، تو پھر پیغمبر Local کیسے ہو سکتا ہے۔ دو اقوال ہیں پیغمبر کے۔ ایک طرف انہوں نے آپ کو قرآن دیا۔ دوسری طرف انہوں نے آپ کو اپنی زبان دی۔ اپنا عہد دیا۔ حدیث دی۔ اگر آپ کا مطالعہ اچھا ہے، تو آپ دیکھیں گے کہ زمانہ آخر

Marfat.com

تک کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا کے رسول نے آپ کو بتا نہ دی ہو۔ ابھی سائنسز ان اطلاعات تک نہیں پہنچیں۔

"اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن"

(اللہ ہی تو ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کیں اور اسی کی طرح کی سات زمینیں۔)

"یتنزل الامر بینہن" (اور ان تمام زمینوں پر ہمارا حکم اترتا ہے۔) "لتعلموا ان اللہ علی کل شی ء قدیر" (الطلاق:۱۲) (تاکہ تم جان سکو کہ وہ کتنی قدرت والا ہے۔ کتنا بڑا قادر ہے)۔

آپ مجھے بتایئے کہ کیا ابھی تک کسی دوسری زمین کا سراغ Cosmologist نے ڈھونڈ لیا؟ But the option is alive. اللہ آپ کو سات کائناتوں کی خبر دے رہا ہے اور اب پندرہ سو برس کے بعد انیس سو چورانوے میں یا پچانوے میں یا آگے جا کر آپ صرف اتنے قابل ہو سکے ہیں کہ Multiuniverse کا Concept پیدا ہوا ہے۔ Multi Universes کا تصور پچھلے تین یا چار مہینوں میں پیدا ہوا ہے جس کی خبر پندرہ سو برس پہلے قرآن، رسول کی زبانی دے رہا ہے۔ وہ رسول کیسے Local ہو سکتا ہے؟ کیسے وہ ایک وقت کا پیغمبر ہو سکتا ہے؟ جب قرآن یہ کہہ رہا ہو اور رسول کی زبان سے کہہ رہا ہو: "واذالشمس کورتo واذا النجوم انکدرت" (سورج لپیٹ لیا جائیگا۔ ستارے گدلے پڑ جائیں گے)۔

آپ James Jeans سے پوچھو، ہاکنز سے پوچھو: Is there any way, the Sun could die? وہ آپ کو بتائیں گے کہ The Sun is dying. سورج مر رہا ہے۔ اس کی روشنی ماند پڑ رہی ہے۔ اٹھارہ ہزار ایٹم جو فی سکینڈ پھٹ رہے ہیں، جس کی توانائی ہم تک پہنچ رہی ہے، وہ کسی بھی Anti Reaction میں مبتلا ہو کر Gradually یا Suddenly ختم ہو جائے گا۔ سائنس دان کہتا ہے کہ Gradually ختم ہونے میں سورج کو دس ارب سال لگیں گے۔ دس ارب سال!............The only probable end of the Sun. قرآن کہتا ہے۔ ذرا غور کریں! بھئی تم زمین والے بڑا اتراتے ہو! ایک تو انسان کا بچہ Narcissist بہت ہے۔ یہ غیر معقول اپنے آپ کو کائنات میں تنہا پاتا ہے۔ اسی لیے تو اپنے آپ کو اتنا Important سمجھتا ہے۔ اگر اس کو پتہ ہو کہ سات زمینیں اور بھی ہیں۔ ادھر بھی قرآن ڈھل رہا ہے تو یہ اپنے ٹھکانے پر آ جائے، مقابلہ ہو جائے، مگر چونکہ ابھی کوئی زمین Discover نہیں ہوئی مگر According to scientist, the option is there, always there. ابھی کبھی مریخ کی تھوں کو "پھرولا" جا رہا ہے۔ کبھی کسی ستارے کو کھنگال رہے ہیں کہ ہمیں مخلوقات کا مزید سراغ ملے۔

آخر وہ کیا Source ہے؟ نہ کوئی لیبارٹری، نہ کوئی Astrolabe نہ کوئی ہبل کی ٹیلی سکوپ...... کیا ایک آدمی ہے؟ جو آپ کو خبریں دیئے جا رہا ہے زمانوں کی۔ زمانۂ آخر کی بھی نہیں...... ہاکنز کہتا ہے کہ:

اگر مجھے پتہ ہو کہ Big Bang سے پہلے ایک لمحے کے لیے کیا تھا تو میں سارا فلسفۂ کائنات Explain کر دوں۔

مگر Big Bang سے پہلے پتہ تھا ایک آدمی کو کہ کیا تھا۔ خدا کے رسول کو پتہ ہے۔ پوچھا گیا، یارسول اللہ ﷺ! زمین و آسمان کی تخلیقات سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ فرمایا، "دھند میں تھا۔" پوچھا گیا، یارسول اللہ! زمین کی تخلیق سے پہلے اللہ

کہاں تھا؟ فرمایا،''اس کا عرش پانی پر تھا۔'' بھئی! پانی پہ کیا کر رہا تھا اللہ؟...... وہ پانی پہ عرش رکھ کے کیا کر رہا تھا؟......اب ذرا دیکھئے کہ وہ دھند میں بیٹھا ہوا کیا کر رہا تھا؟ آپ نہیں سمجھ سکتے. There is no knowledge with you مگر اگر کوئی Cosmologist بیٹھا ہو تو وہ ایک پل میں کہے گا حیرت انگیز! .... Oh, wonderful, Oh, this is so true وہ پاگل ہو جائے گا۔ ''اولم یر الذین کفرو''... How dare you deny me او! تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو، نالائقو، چھوٹے چھوٹے بندو، تمہیں پتہ ہی نہیں ہے میرا:

''اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھا''(الانبیاء۲۱:۳۰)۔(تمہیں نہیں پتہ! کہ زمین و آسمان پہلے ایک وجود تھے۔)

ایک Cosmologist میرے پاس آیا۔ P.H.D. تھا مجھے کہنے لگا کہ میں بڑا عالم اسلام گھوما ہوں۔ ایک سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ عالم اسلام آج کل ذرا سستی کا شکار ہے۔ بہر حال ہو سکا تو میں آپ کو جواب دے دوں گا۔ تو اس نے کہا Chirstian Theology میں کائنات کی عمر چھ ہزار سال ہے اور Indian Mythology میں اٹھارہ ہزار سال ہے تو اسلام کیا کہتا ہے Origin of the universe کے بارے میں۔ تو میں نے کہا کہ یار بات سن! تو یہ گمان نہ کرنا کہ میں کوئی تاویل دے رہا ہوں۔ آیت سنا دیتا ہوں۔ اندازہ تم خود لگا لینا۔ میں اسے انگریزی میں Literate Translate کر دیتا ہوں۔ تو میں نے اسے سنایا:''اولم یر الذین کفرو'' In the begining the heavens and Earths all are the one single mass. then i tore them aparts تو وہ کرسی سے اچھل پڑا کہنے لگا... This is Big Bang تو میں نے کہا کہ یار تو تھوڑی سی Cosmology جانتا ہے تو اس لیے تجھے اس آیت سے Big Bang کا پتہ لگ گیا ہے۔ میں اپنے تمام علماء کے سامنے یہ آیت پڑھوں تو انہیں Big Bang نہ پتہ لگ سکے۔ یہ ایک ٹریجڈی ضرور واقع ہوئی ہے۔ اب ایک دوسری آیت سنیے! اسی سے ملحقہ آیت ہے:''وجعلنا من الماءِ کل شی ءٍ حی'' (الانبیاء۲۱:۳۰)۔(ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔) یہ بات آپ قرآن میں ہزاروں برس سے پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی۔ کسی مسلمان نے دعویٰ نہیں کیا۔ کسی نے اس پر فلسفہ نہیں رکھا۔ کسی نے اس پر Scientific استدلال کی بنیاد نہیں رکھی۔ لیکن جب سر James Jeans نے کہا، "All life is created out of water" تو فوراً یقین ہو گیا۔ Why? it's simple کہ قرآن کا مطالعہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ صاحبِ قرآن اٹھ گئے جس علم کے لیے خدا نے آپ کو پیدا کیا، وہ آپ نے چھوڑ دیا۔ آپ کیوں برطانیہ اور امریکہ کے فلاسفرز اور Scientists پر اعتبار کرتے ہیں۔ وہ جڑے ہوئے ہیں۔ انسانی محنت کے شواہد کے ساتھ قائم ہیں۔ انہوں نے تجسس کی راہیں ڈھونڈیں۔

اللہ کو مولوی پسند ہے؟ قطعاً نہیں۔ میں اور آپ پسند ہیں؟ قطعاً نہیں۔ ہم اور آپ اس کے پسندیدہ بندے نہیں ہیں۔ نہ کوئی داڑھیوں والے، نہ بغیر داڑھیوں والے۔ نہ کوئی مہاجر، نہ لوکل۔ اللہ کے پسندیدہ ترین بندے کون ہیں؟

''الذین یذکرون اللہ قیاما وقعوداً وعلی جنوبھم''(اٹھتے بیٹھتے، کروٹوں کے بل خدا کو یاد کرتے ہیں۔)

''ویتفکرون فی خلق السموت والارض'' (العمران:۱۹۱) (اور زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔)

Marfat.com

ایک حصہ ہمارے پاس رہ گیا۔ ہم تسبیح کے لیے رہ گئے۔ غور وفکر کے لیے رہ گئے۔ بھئی جزو گے تو کوئی دلیل خداوند پیدا ہو گی! وہ پروردگار یہ کہتا ہے۔ "لیہلک من ھلک عن بینة" (جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا)۔ "ویحیی من حی عن بینة" (الانفال ۸:۴۲)۔ اللہ نے کیوں نہ کہا کہ اندھا دھند اعتقاد والے مراد کو پہنچ گئے...... اندھے اعتقاد کو پہنچ گئے...... مراد وہ پا گئے جو بے عقل تھے۔ خدا کو کہنا چاہیے تھا کہ جس کو وراثت میں دین ملا وہ کامیاب ہو گیا۔ مگر، خدا نے یہ نہیں کہا: "ان شر الدوآب عندالله الصم البکم الذین لایعقلون" (الانفال ۸:۲۲)۔ (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برے جانور وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور عقل استعمال نہیں کرتے۔)

ملاحظہ کیجیے یہ محاورۂ قرآن کہ انسانوں میں وہ جانور ہیں اور جانوروں میں بدترین جانور ہیں کہ جو میری آیات پر بغیر غور وفکر کے عمل کرتے ہیں۔ میں کیا کروں اگر مجھے قرآن کی وضاحت پاپکنز دے رہا ہے، آئن سٹائن دے رہا ہے۔ مگر مغرب کے نصیب میں ایمان نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایمان کی رتی ہو سکتی ہے لیکن آپ کے پاس وضاحت نہیں ہے۔ بحران ہر سمت ہے...... مشرق ومغرب میں بحران ہے...... وہ خدا کے بغیر بحران میں مبتلا ہیں اور ہم خدا لے کے بحران میں مبتلا ہیں......

خواتین وحضرات! اعتدال، علم، غور وفکر، سوچنا سمجھنا، عقل کے ہتھیار ہیں۔ اللہ نے جب عقل کو پیدا کیا تو کہا: "مجھے چل کے دکھا!" پھر عقل آگے بڑھی۔ پیچھے ہٹی۔ خدا نے کہا، "تو مجھے اچھی لگی، تیرے جیسی کوئی چیز میں نے پیدا نہیں کی۔" پھر اسے انسان کو دے دیا گیا۔ وہ بیچاری تب سے رسوا وذلیل ہے۔

سوال: اللہ کو خدا کہنا درست نہیں ہے۔ یہ لفظ قرآن اور حدیث سے باہر ہے۔ قرآن میں اللہ نے خود کہا ہے کہ مجھے میرے اچھے ناموں یعنی "اسمائے حسنہ" سے پکارو۔ ہمارے معاشرے میں لوگ کیوں لفظ "خدا" استعمال کرتے ہیں؟

جواب: جب ہم پرانے معاشروں کو دیکھتے ہیں، جن میں خدا اول انسانوں سے اب تک موجود رہا تو مختلف Societies میں اللہ کے جو نام رکھے گئے، خدا ان کو Own کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ثلاثہ، مقدسہ، ہیریا، یہ خدا کے نام ہیں افریقن سوسائٹی میں۔ "یہوواہ" یہ یہود کی سوسائٹی میں ہے۔ اسی طرح اہورا مزدا، یہ Persian سوسائٹی میں ہے۔ اللہ کے مختلف نام زبان وبیان کے حساب سے مختلف معاشروں میں موجود رہے ہیں۔ ابھی کوئی Constitutional international law تخلیق ہی نہیں ہوا تھا بلکہ ہر زبان اور ہر سوسائٹی میں اللہ کا الگ نام تھا۔ فرض کرو کہ آپ کسی غیر عرب سوسائٹی میں لفظ اللہ بول رہے ہوتے تو عام لوگ تعجب کرتے ناشناسائی کی وجہ سے، کیونکہ اس کا مطلب کسی کو نہ پتہ ہوتا۔

اللہ سے مراد دراصل ایک Highest possible authority ہے جس کی Replacemant کسی زبان میں اسی نام سے ہو سکتی ہے، جو نام اس زبان میں کسی دوسرے کے لیے مستعمل نہ ہو۔ Persian میں یا اردو میں لفظ خدا صرف اور صرف اللہ کا متبادل ہے اور کسی دوسرے بندے پر نہیں بولا جاتا تو خدا کی اور اللہ کی مماثلت یہ ہے کہ دونوں لفظ

Marfat.com

کسی ایسی ہستی کے لیے بولے جاتے ہیں کہ جس کے بغیر یہ لفظ بولے نہیں جاتے۔ تو یہ متبادل Language کا لفظ ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کا لفظ مستعمل ہے۔ زبان میں جاری و ساری ہے اور آپ اسے لوگوں کے محاوروں سے نہیں نکال سکتے۔ اللہ دو لفظوں کا مشترک لفظ ہے "ال" اور "لا"۔ "لا" کا مطلب بلندی ہے اور "ال" کا مطلب ہے سب سے بڑی بلندی والا.........

سوال: کیا جنات Meta Physical مخلوق ہیں؟

جواب: یہ Meta Physical نہیں ہے۔ اللہ نے اس کو ایک مخلوق قرار دیا ہے اور اس جیسی بہت ساری مخلوقات اور بھی موجود ہیں۔ کچھ جدید ذہن کے انسان جیسے غلام احمد پرویز ہیں یا غلام جیلانی برق ہیں، تو انہوں نے اپنی Intellectual وضاحتوں میں ان وجودوں سے یا ان مخلوقات سے انکار کر دیا ہے، حالانکہ اگر آپ غور کریں تو خداوند کریم نے انسان کو "احسنِ تقویم" فرمایا ہے، یعنی سب سے زیادہ متوازن مخلوق۔ اگر آپ غور کریں تو ہم زمین پر سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ صرف احسنِ تقویم ہی نہیں ہیں بلکہ اگر جانوروں اور دوسری مخلوقات کی ترتیب سے آگے بڑھتے چلے آئیں تو We are the best جیسے زمین کے Pattern کی تخلیقات میں بہتر ہوتے ہوئے ہم سب سے بہتر تھے، ایسے ہی پروردگارِ عالم نے دوسرے مقامات یا دوسرے جہانوں میں جو مخلوقات بنائی ہوئی تھیں، ان میں ملائکہ روحی یا Gaseous مخلوقات ہیں۔ "جن" کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ High volatile gases سے تخلیق شدہ مخلوق ہے۔ اور یہ Burning Gases کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا۔ یہ مخلوق موجود ہے اور یہ قطعاً Meta Physical نہیں ہے۔

سوال: ایمان کو مستحکم کرنے کا کوئی نسخہ بتائیں؟

جواب: اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ لوگ ہیں: "فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم" (النساء:۱۰۳) کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ غور و فکر اور علم کی تحصیل کرتے ہیں اور اگر آپ کو ایمان بڑھانا ہے تو یہی دو طریقے ہیں۔ پھر علم میں تمام تر وہ باتیں آئیں گی، جو قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔ اسلام کے Basic علوم ہی آٹھ ہیں جو بنیادی شناختِ مذہب کے لیے ضروری ہیں۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، مغازی، اسماء الرجال روایت و درایت، تاریخ، جب تک آپ تمام علوم پر جستہ جستہ تھوڑے سے حاوی نہ ہوں گے۔ سید ہجویریؒ سے جب پوچھا گیا کہ علوم کی تحصیل کیسی ہے؟ تو فرمایا:

"تمام علوم میں سے اتنا ضرور حاصل کرو جو خدا کی شناخت اور محبت کے لیے ضروری ہو۔"

تو اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں مشرق و مغرب کے تمام علوم کی تحصیل ہمارے لیے ضروری ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے Scepticism کے لیے، ان چھوٹے چھوٹے سوال و جواب میں نہ پڑیں جن کی Reasoning ہمیں قید کر دیتی ہے بلکہ خدا سے انس اور محبت کے لیے علم حاصل کریں۔ جب میں ایک بار امریکہ گیا تو لوگ مجھ سے ایک ہی سوال کر رہے تھے How to know God? How to reach God. آسٹن یونیورسٹی کے Head of the department نے مجھ سے کہا I tried to find God for fourteen years. I didn't find it. How you found the God...... لوگ کہتے ہیں کہ تمہیں خدا نصیب ہے۔ مجھے چودہ سال Research کے

Marfat.com

بعد بھی خدا کیوں نصیب نہیں ہوا؟ میں نے اس سے کہا کہ Professor ! God is not a bi-product of mathematical research. It has to be the top priority of intellectual curiosity.

جب تک خدا آپ کی ترجیحِ اوّل نہیں بنتا، آپ خدا کو نہیں پا سکتے۔ لیکن کہی سنی باتیں آپ کی ترجیح ہیں۔ یہ علم نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ آپ یہ جاننے کی کوشش کرو کہ آپ کو کیا نہیں آتا۔ حضورِ گرامی مرتبت نے فرمایا:

''عالم وہ ہے کہ جس کو علم نہ ہو اور کہے کہ مجھے نہیں علم۔''

بجائے اس کے وہ دعویٰ علمیت کو اتنا فراخ کرے کہ بہت سارے شرفاء کی پگڑیاں اچھلنا شروع ہو جائیں۔

خواتین و حضرات! اللہ کی طرف علم ہی بڑھاتا ہے۔ خدا خود کہتا ہے کہ:''انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا'' (فاطر ۳۵:۲۸) (بے شک اللہ سے سب زیادہ وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) تصوف میں ایک قول مشہور ہے:

(عارف عالم ضرور ہوتا ہے لیکن ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔)

اس لیے خدا کو جاننے کے لیے علم بہت ضروری ہے اور اس کی تحصیل ہر سطح پر ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کلّی عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بھی موقع مہیا کرے کہ آپ خدا کی راہ میں استغراق کریں۔

معین الدین چشتی اجمیریؒ آپ ہی کی طرح تو تھے۔ ایک باغ میں نوکر ہی تو تھے۔ باغ کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ تو خواجہ عثمان ہارونیؒ کا گزر ہوا، انہوں نے بشرہ دیکھا، ماتھا دیکھا۔ چاند کی طرح چمک رہا تھا انہوں نے کہا، کھانے کو کچھ لاؤ۔ آپ نے پلیٹ دھوئی، انگور صاف کیے۔ حضرت نے سلیقہ بھی دیکھا۔ جب قریب آئے تو انگور کا ایک دانہ لیا۔ اپنے منہ میں چبا کر ان کے منہ میں دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ غائت ہی بدل گئی؟ ہیئت ہی بدل گئی؟ مگر ایسا نہیں ہوا اس دعا سے اور انگور کے دانے کی برکت سے ایسی تحصیلِ علم بڑھی، ایسا شوقِ علم پیدا ہوا کہ چودہ سال خواجہ نے تحصیلِ علم میں گزارے اور جب دوبارہ ہند میں داخل ہوئے تو ''ولی ہند'' کہلائے۔

خواتین و حضرات! سب سے پہلی چیز جو اللہ کی طرف لے جاتی ہے، وہ علم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ دانش وری کے لیے مشرق و مغرب کے علم کا مطالعہ کریں۔ ضروری ہے کہ آپ قرآن و احادیث کا براہ راست مطالعہ کریں۔ ضروری ہے کہ آپ جاننے کی کوشش کرو کہ اللہ نے قرآن میں کیا کہا:''اتل ما اوحی الیک من الکتاب'' (کتاب کی تلاوت کرو۔) اوامر و نہی سے آگاہی حاصل کرو اور پھر:''واقم الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآءِ والمنکر'' (نماز قائم کرو۔ یہ آپ کے اسلام کی تصدیق کرتی ہے) اور اس کے بعد: ''ولذکر اللہ اکبر'' (العنکبوت:۴۵) (اللہ کی یاد تو بہت بڑی بات ہے۔)

کچھ لوگ مدرسی علم حاصل کرتے ہیں۔ مکاتب سے گزرتے ہیں۔ ان کے مقاصد و مکاتب سے فارغ ہو کر رزق و روزگار تک رہ جاتے ہیں۔ بے شمار قرآن کے حفاظ روٹی کمانے تک اور تراویح پڑھانے تک رہ جاتے ہیں۔ پھر کوئی حافظ قرآن کے مطالب تک پہنچ جاتا ہے۔ کوئی متقابل ادیان کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر کوئی نہ کوئی خداوندِ کریم کا عالم ضرور بنتا ہے۔ زمین خالی نہیں ہوتی۔ اللہ آپ پر بھی احسان فرمائے اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر

چلتے ہوئے سب سے بڑی ترجیح کو اختیار کریں۔ خدا کو مقصد و محورِ توجہ رکھیں اور حصولِ علم اللہ کے لیے ہو۔

علم را بر دل زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

علم کو اگر دل پر لگاؤ گے۔ دل جو ایمان کی جگہ ہے، دل جو خدا کی جگہ ہے، تو علم آپ کا دوست ہے۔ اگر علم دنیا کے لیے استعمال کرو گے، وجاہتوں کے لیے، اقتدار کے لیے، تو علم سانپ کی طرح آپ کو ڈسے گا۔ آپ کی کبھی بے چینی دور نہ ہوگی۔ اللہ ہم سب کو امن و سکون اور عافیتِ قلب عطا فرمائے۔

Marfat.com

عمران خان کے ساتھ نشست

اعوذ باللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

خواتین وحضرات! مجھے علم تھا کہ بہت سارے نوجوان آج کرکٹ میں مصروف ہوں گے۔ مگر میں Live Cricket کا بندوبست کر کے آیا ہوں۔ ویسے بھی بحیثیت ایک جذباتی قوم کے ہر Ball پر ہماری روح نکلتی، آتی اور جاتی ہے تو میں نے کہا کہ کچھ Instructional philosophy of cricket کے تحت اور ویسے بھی ہماری Cricket ذاتیات سے نکل کر سیاست میں چلی گئی ہے، اس لیے خاں صاحب میرے مہمان تھے اور میں استدعا کر کے ان کو اپنے ساتھ لے آیا۔

خواتین وحضرات! آج کے موضوع کا میں نے تعین اس لیے نہیں کیا کہ تمام حواس جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ اِس وقت رنج وغم اور کرب وبلا کی اس کیفیت میں ہیں کہ ایک بہت بڑا سوال ہمارے ذہنوں میں اس طرح سے اٹھ رہا ہے کہ امتِ مسلمہ کا مستقبل کیا ہے؟ ہم کبھی فتح ونصرت کی کوئی خبر سن سکیں گے یا نہیں؟ ہمارے اعمال وکردار کی پستی کبھی کسی تعلیمی، اخلاقی اور مذہبی رجحانات سے بہتر ہو سکے گی اور ربِ کریم کی عنایات سے فتح کی نوید تک پہنچے گی کہ نہیں۔ غالباً بحیثیت ایک مسلم قوم کے ہم اپنے ذاتی تجزیے سے گزرنا نہیں چاہتے۔ اتنے معجزے میدانِ جنگ میں اور میدانِ عمل میں اس قوم سے ہو چکے ہیں اور ایسے ایسے معرکوں کی تفصیل سے تاریخِ اسلام بھری پڑی ہے کہ وہ ہمیں خواب کے ایسے مظاہرے نظر آتے ہیں کہ آج ہم سست رو اور کم اعمال ہو کے بھی انہی معجزات کی توقع رکھتے ہیں۔

خواتین وحضرات! ہر چیز Qualifications کے ساتھ ہوتی ہے۔ اخلاق Qualification کے ساتھ، جہاد Qualification کے ساتھ، جنگ وجدل Qualification کے ساتھ اور باوجود اس کے کہ پروردگارِ عالم نے بندوں کو مخاطب کر کے کہا: ''ہم چاہتے تو تمہیں براہ راست فتح دے دیتے۔ ہم چاہتے تو اسباب کے بغیر بھی تمہیں فتح دے سکتے تھے مگر ہم نے ایسا چاہا نہیں۔'' اس لیے کہ نفسیاتِ انسان ایسا رابطہ چاہتی ہے۔ انہیں خدا بہت دور لگتا ہے اور ذہن قریب کی شہادت مانگتا ہے، تو اللہ نے بدر کی جنگ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اے نبی کریم! اے اصحاب محمد ﷺ! ہم اگر چاہتے تو تمہیں براہِ راست فتح دے دیتے۔ مگر ہم نے تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی۔''

اللہ سے یہ پوچھنے کا حق تو ہے آپ کو کہ اے اللہ! اگر تیری ایک جنبشِ ابرو سے نظامِ کائنات بدل جاتا ہے،

Marfat.com

میدانِ جنگ بدل جاتا ہے، فتح ونصرت کے معیار بدل جاتے ہیں تو پھر بیچ میں آسرے کیوں رکھتا ہے۔تو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:''واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی''(اور جب کہا ابراہیم نے،اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔) پروردگارِ عالم نے سرزنش کے لہجے میں فرمایا،اے ابراہیم!''اولم تؤمن''ابھی بھی! اتنا جلیل القدر پیغمبر ہو کر بھی، اتنا میرا خلیل اور محبوب ہو کر، ابھی بھی تجھے اس بات پر ایمان نہیں کہ ہم مُردوں کو زندہ کیسے کریں گے۔''قال بلی ولکن لیطمئن قلبی''(البقرہ:۲۶۰)۔کہا اے مالکِ کل! ذہن کی ہر سطح پر مجھے یقین کامل ہے مگر دل کبھی اضطراب میں چلا جاتا ہے۔دل مضطرب ہو جاتا ہے، دل شہادتِ نظر بھی مانگتا ہے۔شہادتِ وجود بھی مانگتا ہے۔اس کا ٹھہراؤ تصور سے نہیں ملتا بلکہ تصور کی ہر لہر دل میں اضطراب کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔

خواتین وحضرات! تو پھر اللہ نے وہ خوارقِ عادت واقعہ دکھایا کہ اے ابراہیم! چار پرندے لے، ان کے سر کاٹ، ان کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ، پھر ان کو اپنی طرف بلا تو وہ تیری طرف بھاگتے، اڑتے ہوئے آئیں گے۔مگر بیچ میں ایک ہلکی سی بات کہی کہ''ان کو ہلا لینا۔''نفسیاتِ انسان کا اگر کوئی سب سے بڑا عالم ہو سکتا ہے تو وہ اللہ خود ہے۔اس کے تخلیق کردہ انسان میں جو کچھ بھی کمزوری وارد ہو سکتی ہے، یقین واعتبار کی جو جھلمل واقع ہو سکتی ہے، اللہ اس سے آگاہ ہے۔تو خدا نے کہا کہ ان کو ہلا لینا۔حضرت ابراہیمؑ نے سوال نہیں کیا مگر آیت یہ بتاتی ہے کہ اگر پرندے دوڑتے ہوئے ابراہیم کی طرف آتے تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ایک اشتباہ پیدا ہو جاتا کہ آیا یہ وہی پرندے ہیں جن کے میں نے سر اتارے ہیں یا کوئی نئے پرندے ہیں جن کو اللہ نے اپنی حکمت سے بھیج دیا۔اس لیے اللہ نے کہا کہ ان کو ہلا لینا تا کہ یہ تجھ سے ایسے مانوس ہو جائیں کہ جب تیری طرف پلٹ کر آئیں تو تجھے کوئی اشتباہِ قلب نہ رہے کہ یہ وہی پرندے نہیں ہیں جو تو نے اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھینکے تھے۔

خواتین وحضرات! یہ وہ اللہ ہے جو نفسیاتِ انسان میں اعتبار اور بے اعتباری کی ہر شق سے آگاہ ہے اور بے اعتباری ختم کرنے کے لیے اللہ نے سارے وسائل تخلیق کیے۔کاش کہ کوئی ایسا صاحب ایمان ہوتا کہ جو اللہ پر بے سبب یقین لاتا۔ابن عباس نے فرمایا کہ کسی سے پانی مانگنا بھی شرکِ خفی کی ایک قسم ہے۔مگر اس شرکِ خفی سے کون پرہیز کرتا ہے؟ یہ اسباب جتنے بھی Create کیے گئے ہیں، جتنے بھی وسائل تخلیق کیے گئے، ان وسائل کا صرف ایک مقصد تھا کہ انسان شاید اس ربوبیت کی کاملیت پر یقین لانے کے باوجود اپنے اور اللہ کے درمیان فاصلوں کو کم کرنا چاہتا ہے اور وسائل اللہ اور انسانوں کے درمیان فاصلے کم کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے! کہ ربِ کریم نے فرمایا کہ دو دن لگائے ہم نے کائنات بنانے میں اور دو دن لگائے اس میں وسائلِ زندگی رکھنے میں۔چار ارب اور کچھ کروڑ سال ہماری زمین کی عمر ہے۔اگر ہم پیمانہ خداوند سے دیکھیں تو ایک دن ایک ارب سال کے برابر ہے۔''دو دن لگائے ہم نے زمین کو ٹھنڈا کرنے میں اور دو دن لگائے ہم نے اس میں اسبابِ زندگی، انسان رکھنے میں، اقوات پیدا کرنے میں۔''یعنی وہ وسائل جنھوں نے آگے چل کر انسان کو زندگی میں مدد دینی تھی اور''پھر بلند ہوئے آسمانوں کو''اور یہ ہوئے چھ دن:''فی ستة ایام''

خواتین وحضرات! جب ہم نقشہ بناتے ہیں تو وہ ساری دنیا کا ہوتا ہے مگر جب ہم فاصلے ماپتے ہیں تو ہم اس

Marfat.com

میں ایک جملہ لکھتے ہیں کہ اس نقشے کے فاصلے کے ایک انچ کو دس ہزار میل کے برابر سمجھنا ہے، یعنی ہمیشہ جب ایک بڑے Plan کو مختصر کیا جائے اور جب اوقات ناپے جائیں، نظامِ اوقات ماپے جائیں تو ایک سکیل کو ہمیں چھوٹا کرنا پڑتا ہے۔ کائنات کی تفسیر و تاویل میں اتفاق یہ ہوا کہ ہم نے جتنے پیمانے بنائے وہ چھوٹے پڑ گئے۔ جتنے میلوں سے ناپا، کائنات اس سے بڑی نکلی۔ ہزار ہا میلوں سے ناپا، کم نکلے۔ لاکھوں سے ناپا، کم نکلے۔ ارب ہا ارب میلوں سے ناپا، کم نکلے۔ تو سائنس دان بیچارے تنگ آ گئے تو انہوں نے کائنات کے فاصلے ناپنے میں بجائے میلوں کے "نوری سالوں" کے پیمانے تخلیق کیے کہ چاند اگر ہم سے دور ہے تو کتنے نوری سال دور ہے؟ چاند کچھ لاکھ میل دور ہے اور سورج 9 کروڑ میل دور ہے۔ تو ہم بڑی آسانی سے یہ فاصلے ماپ لیتے ہیں مگر جب کائناتِ بسیط شروع ہوتی ہے، وہ وسعت افلاک شروع ہوتی ہے تو انسان کے سارے پیمانے ناقص ہو جاتے ہیں اور جب کائنات کے درمیان سے ہمیں سفر کرنا ہو تو ہم نوری سال لکھتے ہیں، یعنی ایک لاکھ 86 ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے انسان اگر بھاگتا ہوا کائنات کے سفر کو نکلے تو پھر بھی کہیں نہیں پہنچے گا۔ افلاک میں بے شمار ایسے ستارے موجود ہیں کہ ایک قریب ترین Galaxy کے سب سے چمکتے ہوئے ستارے تک پہنچنے کے لیے ہمیں 15 ارب نوری سال لگیں گے۔

پروردگارِ عالم نے زمین کو بنانے میں بھی پیمانے رکھے ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو موجودہ حقائق قرآن کی آیات کی شہادت دے رہے ہیں کہ دو دن لگائے ہم نے زمین بنانے میں اور دو دن لگائے اس میں اسبابِ زندگیٔ انسان رکھنے میں۔ اور پھر بلند ہوئے ہم آسمانوں کو اور دو دن میں ہم نے زمین کا آسمان درست کیا۔ سائنسی حقائق کہتے ہیں کہ چار ارب سال ہماری کہکشاں کی عمر ہے اور ساڑھے چار ارب سال ہماری زمین کی عمر ہے اور دیکھیے کہ پیمانہ پروردگار جو تخلیقِ زمین کا بنتا ہے کہ ایک ارب سال برابر ہے ایک دن کے، تو دو ارب سال اللہ نے زمین میں انسانی زندگی کے وسائل رکھے۔ اب دیکھیے کہ دو ارب سال پہلے جو Lead Crystal اللہ نے زمین میں رکھی۔ اس کا اس وقت کوئی استعمال نہیں تھا، دو ارب سال کے بعد Lead Crystal جب یورینیم میں Change ہوئی تو آج کے انسان کے کام آئی۔ کب کے وسائل اور کب کام آ رہے ہیں۔ یعنی مولائے کریم نے قیامت تک کی انسانی ضرورتوں کا احاطہ کیا، ان کی بدنی ضرورتوں کا احاطہ کیا، ان کی زندگی کی تمام تر ضرورتوں کا احاطہ کیا۔ وہ لوگ جو جبر و قدر کو نہیں مانتے مجھے بتائیں کہ قیامت تک انسانوں کے رواں دواں اس قافلے کی آمد و رفت کیسے ممکن تھی؟ اگر ان کے ماں باپ، ان کے رشتہ دار، ان کے عزیز و اقارب، ان کے گھر، ان کی گلیاں، ان کے شہر پہلے سے متعین نہ ہوتے تو مَلأُ الاَعلیٰ سے چلتی ہوئی ایک روح کس ٹھکانے پر پہنچتی اس لیے خدا کہتا ہے: "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" (الانبیاء:۲۲) (اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔) زمین کے متکبر اپنی خدائی میں شرکت قبول نہیں کرتے۔ ابھی دیکھیے ایک فوجی حکومت میں سول حکومت سسک رہی ہے۔ فوجی حکومت کوئی Right دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ ایک رہے۔ اقبال نے بڑا خوبصورت شعر ایک بار لکھا:

چہ عجب اگر دو سلطان بہ ولایتے نہ گنجند
عجب ایں کہ بی نہ گنجند بہ دو عالمے فقیرے

کہ تعجب کی یہ بات نہیں ہے کہ ایک ولائیت میں دو سلطان نہیں آتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک اللہ کا فقیر

Marfat.com

دو عالم میں نہیں سماتا۔ یہ گنجائش، یہ ظرف، یہ اخلاقی ترفع، جس کے لیے آپ آج سسک رہے ہو۔ جس کی آرزو آپ آج کر رہے ہو۔ سنی ہو، شیعہ ہو، دیو بند ہو، تبلیغ کا ہو، ہر حالت میں کسی نہ کسی انداز میں مہدیؑ، آخرالزماں کے انتظار میں بے تاب ہے۔

خواتین و حضرات! مہدی آپ کو کہاں سے ملے گا؟ مہدی تو آپ کو نہیں ملے گا۔ مہدی بیچارہ کیسے آئے؟ کیا مہدی نے اپنے آپ کو مشتبہ اور مشکوک بنانا ہے؟ کتنے ہزار با گروہی مسلمانوں کی زد میں آ کر وہ مہدی کیسے رہ جائیں گے؟ کیا وہ تمام زمین کے مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھانے جائیں گے کہ خدا کے لیے اختلافات چھوڑو، یہ آپس کے جھگڑے چھوڑو۔ آپ نے دیکھا کہ امریکہ کے ایک حملے نے کیا اثر دکھایا ہے۔ افغانستان [1] اور عراق [2] کی جنگوں نے کیا اثر دکھایا ہے۔ شکر ہے! کہ ہماری ٹخنوں والی جنگ ختم ہوگئی۔ ٹخنوں سے اوپر شلواروں والی جنگ، ختم ہوگئی ہے۔ رفع یدین والی جنگ ختم ہوگئی ہے۔ اب کم سے کم ہمیں ایک متفق علیہ دشمنی تو نصیب ہوگئی ہے۔ اس کے لیے ہم امریکہ کو داد نہ دیں؟ اہلِ مغرب کو داد نہ دیں کہ:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

احساسِ زیاں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ احساسِ زیاں سے قیمتی وہ جذبہ ہے۔ جس سے آپ اس احساسِ زیاں کو بھی پورا کرو گے اور آگے بڑھ کر احادیثِ رسول کے مطابق خدا کے احکامات کے مطابق اس زمانے تک پہنچنا شرط ہے۔ جس میں امام آخرالزماں کا طلوع ہے اور آپ کو پتہ ہے، وہ کب آئیں گے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ سوال پوچھا گیا کہ مہدی کب آئیں گے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ "تمہارا کیا خیال ہے کہ ایسے ہی چلے آئیں گے۔ مہدی اس دلہن کی طرح، کہ جس کی بڑی آرزوؤں سے شادی ہوئی اور جس نے کبھی اپنے خاوند کو نہیں دیکھا، جو شبِ عروس میں بیٹھی اس خوف و وحشت کا شکار ہے کہ پتہ نہیں اللہ میرے دولہا کو کیسا نکلتا ہے اور وہ ساری رات حجلۂ عروسی میں بیٹھی خدا سے یہ آرزو اور دعا کر رہی ہو کہ یا اللہ میرا دولہا اچھا نکلے۔ جب تمہاری آرزوئیں اس طرح کی ہوں گی تو مہدی آئیں گے۔" جب تمہارے وجود میں اتنی طلب ہوگی۔ جب خدا سے صبح و شام یہ دعا کرو گے کہ اے مالکِ کریم! ہماری ذلت، ہماری غربت، ہماری عسرت، ہماری جلاوطنیاں اب انتہا کو پہنچیں۔ ہم قومِ موسیٰ کی طرح جب چالیس برس صحراؤں کی خاک چھانیں گے تو پھر ہمیں اس فتح کی آرزو ہوگی کہ جو اللہ نے ہمارے نصیب میں یقیناً لکھ دی ہے۔

خواتین و حضرات! تساہل یافتہ قوم، سست رو قوم، جو اپنا تجزیہ نہیں کرنے والی، خداوند کریم سے اپنی ایک عادت کو درستگی نہ بخشنے والی قوم کو مہدی نہیں مل سکتا۔ اگر ہم اللہ کی آرزو رکھتے ہیں، اگر کوئی خیالِ خوفِ خدا ہماری کسی تہہ قلب میں جاگزین ہے۔ کہیں ہماری یہ آرزو پوشیدہ ہے کہ جس خدا کے ہم بندے ہیں، کبھی تو اس خدا کی ہمسائیگی نصیب ہو جائے۔ تو کم از کم ہمیں ایک انسانی جبلی عادت کو اللہ کے لیے ترک کرنا ہوگا: "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (ال عمران: ۹۲)۔ (یقین جانو کہ تم کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتے جب تک اللہ کے لیے اپنی محبتیں قربان نہ کردو)۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ محبتیں صرف وہ ہوتی ہیں جنہیں رومانوی ادب محبت کہتا ہے، آپ کا خیال یہ ہے کہ ایک ہیرو، ہیروئن میں محبت ہوتی ہے۔ یہ محبتیں اہلِ عقل تسلیم نہیں کرتے۔ اہلِ عقل ہر اس چیز کو محبت کہتے ہیں جو آپ کے نفس میں راسخ ہو جائے۔ ہر اس عادت کو، چاہے وہ غضب ہو، چاہے وہ فضول خرچی ہے، چاہے وہ بے وقت آنا ہے، چاہے وہ

Marfat.com

شورشِ خیال ہے، چاہے صبح کی نماز کا تساہل ہے۔ تمام نفسی کیفیات انسان پر غاصبانہ قبضہ رکھتی ہیں۔

اپنے وقت کا ایک بہت مشہور مصور مانیو بہزاد تھا۔ ایک بار بہزاد بیچارے نے اپنے وقت کی ایک بہت بڑی تصویر بنائی اور تصویر بنا کر غلطی سے اوپر ایک جملہ لکھ دیا اور جملہ یہ تھا کہ اگر کسی کو اس تصویر میں کوئی نقص نظر آئے تو از راہِ کرم اس کو ٹھیک کر دے۔ شام تک وہ تصویر غائب تھی اور اس پر صرف نقص ہی لکھے تھے اور کانٹ چھانٹ کر بری طرح مسخ ہو چکی تھی۔ وہ اتنا بڑا مصور تھا کہ آج تک مصوری میں بہزاد ایک اعلیٰ ترین سند سمجھا جاتا ہے، تو اس کو اتنا صدمہ ہوا پھر اس نے سوچ سوچ کر ایک ترکیب نکالی اور دوبارہ وہی تصویر بنا کر بازار میں لگا دی اور لکھا کہ اس تصویر میں جو اصلاح ممکن ہے وہ کر دیں۔ شام تک تصویر بالکل ویسی ہی تھی۔ اس میں کوئی اصلاح نہ ہوئی۔ خامیاں سب نکل آئیں۔ اصلاح کوئی نہ ہوئی۔

خواتین و حضرات! اللہ کے حضور ایک آدھ خامی آپ کو اس کی محبت اور دوستی سے آشنا کرتی ہے خیر ہو تو خدا کے لیے۔۔۔ شر سے بچاؤ ہو، نفرت ہو تو خدا کے لیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص نے ایمان کی حلاوت چکھ لی جس نے اللہ کے لیے محبت کی، جس نے اللہ کے لیے نفرت کی۔ جب ہم اپنی نفرتوں کا بازار گرم کرتے ہیں، جب ہم اپنی نفرتوں کے ٹیسٹ پر نظر رکھتے ہیں۔ تو کاش کہ ہم اس میں یہ بھی ڈھونڈیں کہ کیا ہم نے کسی سے خدا کے لیے محبت کی ہے یا کیا ہم نے خدا کے لیے نفرت کی ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایمان کی حلاوت اس نے چکھ لی کہ جس نے مجھے اپنی جان و مال، عزہ و اقارب، ہر خواہشِ ذات سے عزیز تر رکھا۔ حضرت عمر فاروقؓ سے نبی ﷺ نے پوچھا "عمر! تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟" فرمایا، "یا رسول اللہ! اپنی جان سے کم ہر چیز سے زیادہ۔" فرمایا، "عمر! ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ بڑھ کر نہ چاہو۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گواہ رہیے گا کہ آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ بڑھ کر عزیز ہیں۔"

خواتین و حضرات! لوگ مجھے ہمیشہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ آپ کس قسم کے استاد ہیں؟ ایک طرف تو میں بہت ساری ایسی مذہبی مشکلات سے اپنے احباب کو، اس تمام علم سے جو خداوند کریم نے مجھے بخشا، میں کوشش کر رہا ہوں کہ وہ ذہنی الجھنیں صاف کرنے میں لوگوں کی مدد کر سکوں کہ جس سے وہ ایک صاف ستھرے اللہ کے یقین و اعتماد پر قائم رہ سکیں۔ دوسری طرف میں یہ سوچتا ہوں کہ جب کوئی نام کا ہی استاد سہی، اگر حسنِ نیت کے ساتھ کسی معاشرے میں آ جاتا ہے تو اس کا لازمی عنصر صرف گفتگو کرنا اور واہ واہ کروانا ہی نہیں بلکہ وہ اس اجتماعی کردار سازی میں مدد دیتا ہے کہ جس کے بعد لوگ نہ صرف اپنے احساسِ زیاں سے آگاہ ہوتے ہیں بلکہ اس کو دور کرنے کی خاطر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے میں نے کہا کہ میرے پاس بے شمار تعریف کے الفاظ نہیں ہیں۔ میں خود خطا کار ہوں اور کسی کو خطا سے پاک نہیں سمجھتا۔ انبیائے قدس کے بعد ہم سب کا ایک پیمانہ فکر ہے کہ کسی انسان کو ملائکہ کی یا الوہیت کی صفت تک نہ پہنچایا جائے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ خان صاحب کی باتوں نے آپ کے دل پر اس لیے بھی اثر کیا ہوگا کہ یہ ایک صاف ستھرے دل کی آہ و بکا ہے۔

میں آپ کو ایک ایسے شخص کا واقعہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس نے امریکہ اور دوسرے لوگوں کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا، میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تم کیوں کرتے ہو؟ جب خدا اور رسول نے ایک ایسے عمل کی اجازت نہیں دی تو تم باوجود اتنے مذہبی ہونے کے کیوں ایسا کرتے ہو؟ ہم تو وہ مسلمان ہیں کہ جن کو اللہ نے کہا، کہ ایک جان کو بچانا ساری

Marfat.com

انسانیت کو بچانا ہے اور جس نے ایک بندے کو قتل کر دیا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا۔ آپ کو پتہ ہے اس نے مجھے کیا جواب دیا؟ اس نے کہا، پروفیسر صاحب! آپ سچ کہتے ہیں مگر بعض اوقات ہمارے ارد گرد پھیلے ہوئے بے انصافی کے اس سیلاب کی وجہ سے میرا دم میرے سینے میں گھٹ جاتا ہے۔ ضیق ہو جاتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اگر میں کوئی جوابی تشدد نہ برتوں گا تو میں ویسے ہی مر جاؤں گا۔

حضراتِ گرامی! یہ فلسفہ تھا جس نے کمیونسٹ انقلاب کو جنم دیا۔ جب Russia میں Taxes اتنے بڑھ گئے کہ تندور میں جو روٹیاں لگتی تھیں، ان پر ٹیکس تھا۔ جب ایک پل سے پیدل گزرنے والوں پر ٹیکس تھا۔ جب وہاں سے پلٹنے والوں پر اسی فرد پر ٹیکس تھا۔ جب امراء اور روساء کا طبقہ اتنا مضبوط ہو جائے کہ اپنی زندگی کے معمولی سے معمولی ترفع کے لیے اس نے غریبوں کے تمام تر اثاثے کو ضبط کرنے کا سوچا ہو۔ آج آپ غور کر کے دیکھیں کہ وہ میرے بھائی جو باہر سے آتے ہیں اور وہ میرے بھائی جو ریٹائرڈ ہوتے ہیں اور ان میں فوجی افسران بھی شامل ہیں۔ جب مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم فلاں دوست کے ساتھ مل کر Investment کرنا چاہتے ہیں، تو میں کہتا ہوں، کبھی نہ کرنا کہ آج تک کوئی سگا بھائی اعتماد پر پورا نہیں اترتا۔ کوئی اپنا اعتماد پر پورا نہیں اترتا، کوئی غیر اعتماد پر پورا نہیں اترتا۔ مگر یہ فضائے اعتماد اس لیے کم ہو گئی ہے کہ ایک تو وہ وجہ ہے جو خاں صاحب نے بتائی کہ ہمارے ہاں انصاف کم ترین سطحِ انصاف سے بھی گر گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم خدا کو جواب دہ نہیں رہے۔

دعوئ اسلام یا دعوئ ایمان سے انسان مسلمان نہیں ہوتا۔ مومن نہیں ہوتا۔ ربِّ کعبہ کی قسم ہے! ایمان تو بہت دور کی بات ہے، ہم اس اسلامی جدوجہد سے بھی ابھی آگاہ نہیں ہیں جو ایک کلمہ، عالیہ کے توسط سے ہمارے دل میں بیدار ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ فرشتے ہوں، نہ میں ہوں، نہ آپ ہیں، بلکہ ہم ہو بھی کیسے سکتے ہیں؟ جب خداوندِ کریم خود یہ ارشاد فرماتا ہے: ''فلاتزکوآ انفسکم ھو اعلم بمن اتقی'' (النجم:۳۲) (مت اپنے آپ کو متقی اور پاکباز کہو میں جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی اور پاکباز ہو)۔ میں جانتا ہوں کہ تم کتنے خطاکار ہو۔ کیا خطاؤں کی گنجائش اللہ نے نہیں رکھی؟ رکھی ہے۔ ''الذین یجتنبون کبئر الاثم والفواحش'' (النجم:۳۲) اگر تم بڑے گناہوں سے بچو، تو چھوٹے تو تم سے ہوں گے ہی۔ دیکھیں خداوند کریم کہاں تک آپ کو گنجائش دے رہے ہیں غلطی کی۔ کیونکہ خطا سے سیکھنا انسان کا اخلاقی پیشہ ہے۔ گنجائش اللہ نے خود رکھی ہے آپ کے کمپیوٹر میں۔ خالی علم سے انسان نہیں سیکھتا، وہ بچہ کبھی آگ سے ہاتھ نہیں ہٹاتا جب تک کہ ایک دفعہ وہ اس سے جل نہ جائے۔ انسان نے ناقص تجربات کو آگے بڑھا کر مستقبل تعمیر کیا ہے۔ انسان نے خطاؤں سے سبق سیکھا ہے۔ وہ کبھی بھی مقدس نہیں ہوا۔ مگر یہ اتفاق دیکھئے کہ آج کے اس دور میں اعتبار جیسی دولت لٹ گئی ہے اور بے یقینی، بے اعتباری، شکوک و شبہات قریباً قریباً ہر انسانی شخصیت کا خاصہ ہے۔ بھلا ایسے لوگ امن کیسے پا سکتے ہیں؟ ایسے لوگ اطمینان کیسے پا سکتے ہیں؟ کوئی شخص اللہ کا قرب نہیں پا سکتا جب تک کم سے کم اس جدوجہد کا آغاز نہ کرے کہ وہ ایک دن اپنی تنہائی میں یہ سوچ کر کہ میری یہ عادت شاید اللہ کو ناپسند ہو اور وہ اس عادت کو ترک کرنے کی کوشش کرے۔ سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا اللہ کے ولی سے گناہ سرزد ہوتا ہے۔ فرمایا، ''ستر مرتبہ ہوتا ہے۔'' مگر یہ گناہ پائیدار نہیں ہوتے۔ انسان کا احساس، اس کا بنیادی غم یہ نہیں ہے کہ وہ گناہ کر رہا ہے۔ اس کا بنیادی غم یہ

Marfat.com

ہے کہ گناہ اسے اللہ سے دور کر رہا ہے۔

خواتین وحضرات! اللہ کی محبت ہوگی تو یہ غم ہوگا۔ اللہ کا انس دل میں اجاگر ہوگا تو یہ غم ہوگا۔ ہم مسلمان کس چیز کے ہیں؟ کون سے ہم انوکھے ہوگئے؟ ایک یہودی مجھے کہتا تھا،''تم لوگوں نے کیوں خدا خدا لگا رکھی ہے؟ تم لوگ کیوں خدا کے ٹھیکیدار بن بیٹھے ہو؟ ہم بارہ ہزار سال سے اللہ کو جانتے ہیں۔ تم تو بمشکل پندرہ سو سال سے اللہ کو جانتے ہو۔'' میں نے کہا،''تم ٹھیک کہتے ہو تم بنونوح ہو، بنوشیث ہو، بنوابراہیم ہو۔ ہم تو صرف امتِ محمد ﷺ میں سے ہیں، مگر ہم اس لیے اللہ کو زیادہ جانتے ہیں کہ اللہ، ہمیں زیادہ جانتا ہے۔ اس لیے کہ خداوندِ کریم نے ہمیں امتِ وسطہ قرار دیا ہے۔ اللہ شہادت کے لیے ہم پر اعتبار کرتا ہے ہمیں اس نے تمہاری پوری امتوں پر گواہ بنایا ہے۔'' مگر افسوس! ہم امانت الٰہیہ کا یہ بار ضائع کر رہے ہیں۔ کون سا معجزہ ہے تاریخ میں جس کی آپ توقع رکھتے ہیں؟ قومِ عاد کو دیکھیں۔ ثمود کو دیکھیں۔ پومپیائی کے کھنڈر دیکھیں۔ ہڑپا اور موہنجوداڑو کے دیکھیں۔ میسوپوٹیمیا کی تہذیب دیکھیں۔ اس میں آپ کو تاریخ کا ایک اصول نظر نہیں آتا؟ بالکل وہی حالات، وہی انداز، کوئی چیز نہیں بدلی۔ قومیں غربت میں نہیں تباہ کی گئیں۔ یہ پروردگار کا اصول ہے۔

''کم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا'' (القصص:۵۸)

(ہم قوموں کو اس وقت پکڑتے ہیں جب وہ معیشت پر اترا رہی ہوتی ہیں۔ ہم ان کو اس وقت نہیں پکڑتے جب وہ غربت وافلاس کے دامن میں سسک رہی ہوتی ہیں)۔

آپ کو پتہ ہے کہ غربت وافلاس میں تو بعض حرام بھی حلال ہو جاتے ہیں؟ آپ کو پتہ ہے کہ شدتِ افلاس میں خدا اپنی شریعت کے متفق علیہ قانون بھی مدہم کر دیتا ہے۔ یہ قرآن کی آیت نہیں ہے کیا؟

''حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر..... فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم'' (المائدہ:۳)

(تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت ......تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو، یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

جو خدا آپ کو غربت وافلاس ومجبوری میں اتنی رعائیت دیتا ہے وہ اس قوم کو تباہ نہیں کرتا۔ قوم جب تباہ ہوتی ہے تو اللہ نے اس کے آثار لکھے ہیں۔ قوموں کی تباہی کے آثار قرآن میں لکھے ہیں۔ یہ ابن خلدون کا مقدمہ نہیں ہے۔ یہ فلسفۂ تاریخ درج ہے قرآن میں۔ کوئی پڑھے یا نہ پڑھے۔ کوئی غور کرے یا نہ کرے۔ فرمایا،''جب ہم کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کے امراء ورؤساء اور اس کے بڑے لوگوں کو عیش وعشرت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔'' ملاحظہ فرمائیں گے! آپ کی قوم کی قیادت وسیادت کی کہانیاں، تمام فحاشی کی داستانیں ہیں، فضول خرچی کی داستانیں ہیں، اسراف کی داستانیں ہیں اور اُن امراء ورؤساء کی یہ داستانیں اس قوم کی ہلاکت وتباہی کا باعث بن رہی ہیں۔ اللہ کہتا ہے،''جب ہم کسی قوم کو عزت وترقی دینا چاہتے ہیں، تو ہم اس کے امراء ورؤساء کو خیر اور نیکی کی طرف آمادہ کر دیتے ہیں۔''

''واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا'' (بنی اسرائیل:۱۶)

(اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں)۔

Marfat.com

خواتین و حضرات! آج ہم میں سے ایک معزز شخص جو آپ کی مدد سے، میں خاں صاحب کی بات نہیں کر رہا، کوئی بھی شخص جو اپنی نیکی اور ذہنی اخلاص کی وجہ سے اگر آپ کا اعتماد جیت جائے تو یہ ملک بدل سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہے۔ دو مرتبہ پہلے اس پاکستان میں انقلابِ عوام آیا۔ دونوں مرتبہ اُس انقلاب کی تاریخ جدا تھی۔ قائداعظم کے زمانے میں آیا۔ اب حیرت کی بات ہے کہ اس وقت کے تمام معزز، تمام رئیس، تمام بڑے زمیندار اور تمام معتبر علما، اُس کے خلاف تھے مگر وہ انقلاب اس لیے آیا، آپ مانو یا نہ مانو۔ وہ آپ کی وجہ سے آیا۔ تمام سیادتیں مٹی میں ملا دی گئیں۔ تمام عز و جاہ پرستوں کے اقتدار خاک میں مل گئے اور اس قوم نے اپنے لیڈر پر اعتماد کیا۔ اس وعدے پر اعتبار کیا جو محمد علی جناح نے ان سے کیا تھا کہ میں تمہیں ایک علیحدہ مملکتِ خداداد پاکستان لے کے دوں گا۔ لوگوں نے ان پر اعتبار کیا، اجماع نے اعتبار کیا۔ یہ دین ہے کہ اجماع جب اعتبار کرتا ہے تو خدا کی نصرت اور اعانت شاملِ حال ہوتی ہے اور پھر پاکستان بن گیا۔

حضراتِ گرامی! پچھلے دنوں[1] کی بات ہے۔ قوم ایک بار پھر اسی طرح نکلی۔ بڑے بڑے اقتدار کے برج الٹ گئے۔ بڑے بڑے صاحبانِ منصب گرا دیے گئے۔ بڑے بڑے ہبل، لات، عزیٰ اور منات گر گئے اور لوگ ایک مرتبہ پھر نکل پڑے مگر بد قسمتی سے لوگ اللہ کے لیے نہیں نکلے۔ اس مرتبہ لوگ روٹی کپڑا اور مکان کے لیے نکلے۔ اس مرتبہ لوگ دنیا کے لیے نکلے۔ انہوں نے پھر اعتبار کر لیا مگر مسلمانوں کی شامتِ اعمال کہ اللہ پسند ہی نہیں فرماتا کہ مسلمان روٹی، کپڑا اور مکان کے لیے نکلیں۔ اللہ تو یہ فرماتا ہے: کہ یہ تمام چیزیں میرے ذمے ہیں۔ نکلنا ہے تو میرے لیے نکلو۔ آج نکلو، کل نکلو۔ خدا کی قسم! اگر تم اپنی قیادت کو اللہ کے لیے نہیں چنو گے تو تمہاری قیادت تمہارا کبھی بھلا نہیں کر سکتی۔ آپ تو اپنی برادری کے لیے نکلتے ہو۔

ایک مرتبہ میری ساری برادری کے لوگ مل کر میرے پاس آ گئے کہ پروفیسر صاحب ان صاحب کو آپ نے کامیاب کرانا ہے۔ میں نے کہا دیکھو برادریوں کے شرف تو یہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنی شہادت کسی اچھے انسان کو دیتی ہیں۔ آپ وقت کے سب سے فالتو انسان کو میرے پاس لے آئے ہو اور اس کو قیادت دینا چاہتے ہو۔ میں اس فیصلے میں آپ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ تین دن وہ میرے سر پر مسلط رہے کہ اگر آپ اس کی مدد کریں تو بہتر ہے۔ میں نے اس کے مقابلے میں ایک غیر شخص کی حمائیت کی، صرف ایک وجہ سے۔ آخر انسان کے پاس اس کے تاریخی ریکارڈ موجود ہیں، اس کے محلاتی ریکارڈ موجود ہیں، قیاداتی ریکارڈ موجود ہیں۔ جب میں دیکھ رہا ہوں اپنی آنکھوں سے کہ یہ ذاتی تحفظ کے لیے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی جدو جہد اور کوشش کر رہا ہے تو پھر آپ کیسے دھوکا کھا سکتے ہو۔ مومن تو وہ ہے جو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا اور اگر ہم بار بار ڈسے جا رہے ہیں تو مجھے کہنے دیجیے کہ ہم میں ایمان نہیں ہے۔ آپ کیوں یہ بات نہیں سوچتے کہ ہم ایمان والے نہیں ہیں۔ میں کیوں کسی صاحبِ اقتدار کو الزام دوں۔ مجھے تو خدا کی روشنی میں اپنا احتساب کرنا ہے۔ جب میں بار بار ڈسا جا رہا ہوں تو وہ تو سانپ ہے کہ نہیں ہے مگر میں مومن نہیں ہوں۔ ہم اپنے غور و فکر کو استعمال نہیں کرتے ہیں، اپنے جانچ پرکھ کو استعمال نہیں کرتے۔ کیا خوب کہ صابن کی ایک ٹکیہ کے لیے آپ آدھا گھنٹہ دوکاندار سے بحث کرتے ہیں۔ کپڑے کے ایک گز کے لیے آپ سارا سارا دن ضائع کر دیتے ہو اور مملکت کے نظام کے لیے، اپنی زندگیوں کی رہنمائی کے لیے، معیشت کی بحالی کے لیے اور اپنی اگلی نسلوں کے مستقبل کے لیے، آپ سے ایک دن بھی ٹھیک طرح سے نہیں سوچا جا سکتا۔ یہ کاہے کا اسلام ہے۔

Marfat.com

؎ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

چنگیزی اس لیے رہ جاتی ہے کہ:

"الناس علی دین ملوکھم"

(لوگ تو اپنے بڑے لوگوں کے دین پر ہوتے ہیں۔)

پھر میں کیوں بُرا مناؤں؟ یہ میرا حق نہیں ہے۔ جو مجھ پر حکمران مسلط ہیں۔ وہ اس لیے مسلط ہیں کہ میں ان کا حقدار نہیں ہوں۔ میں کسی کا نام نہیں لیتا، نام لینے سے کسی کی مخالفت مقصود نہیں ہے۔ مگر اسلام کا سیاسی نظام یہ نہیں ہے۔ اگر ایک جماعت کھڑے کھڑے اپنی تمام وفاداریاں تبدیل کر دیتی ہے تو کبھی آپ نے سوال کیا کہ کیوں کیں۔ دو بڑی سیاسی جماعتوں کے رویے آپ دیکھ لیں۔ چند افراد کے علاوہ دونوں بڑی جماعتوں کے بڑے لوگوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں، صرف ایک وجہ سے، اقتدار کی وجہ سے۔ بخدا اگر وہ اپنے سیاسی مسالک پر قائم رہتیں تو وہ اپنے مقاصد کو اب تک حاصل کر چکی ہوتیں لیکن وہ نہیں حاصل کر سکیں۔

جب ایک حکمران کو پتہ ہے کہ میری قوم خرید و فروخت کی کمزور ہے۔ جب میں لوگوں کو بانٹ سکتا ہوں، تقسیم کر سکتا ہوں، تو ایسا حکمران آپ کو ہمیشہ زیرِ دست رکھے گا۔ وہ کبھی آپ کو اور آپ کے نمائندوں کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ نے اور میرے رسول ﷺ نے امیر کی قیادت کو تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا: کہ سب سے بڑی بات آپس میں تفرقہ ڈالنا ہے اور جب امارت قائم ہو جائے تو اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مگر اس امیر میں کوئی خوبی اسلامی بھی ہو۔ کوئی ایسی خوبی تو ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی اطاعت کی جائے۔

کیا آپ یقین کرو گے کہ انگریز کیوں منصف حکمران تھا؟ کیوں آج بھی بڑے بوڑھے انگریز کو یاد کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ انگریز کے زمانے میں انصاف تھا۔ بخدا انگریز میں کبھی انصاف نہیں رہا۔ وہ تو ایسی بد بخت قوم ہے کہ جنہوں نے ایک میجر کے کان کٹنے کے جرم میں ایک پورے قبیلے (1) کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تھا، اپنی طاقت کے نشے میں۔ وہ اس لیے یہاں انصاف کر گئے کہ ان کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ کوئی رشتہ ناطہ نہ تھا اور عموماً لوگ اسی وقت انصاف کرتے ہیں جب ان کے رشتے، ناطے، تعلق اور اغراض وابستہ نہیں ہوتے۔ جب وہ ان سے باہر ہوتے ہیں۔ مگر مسلمان حکمرانوں میں یہ صفت ہمیشہ رہی کہ باوجود اسی معاشرے، اُسی مسلک، اسی گھرانے، اسی خاندان، اسی گلی کے ہونے کے وہ اپنے سگے بھائیوں پر بھی حقِ شرعی نافذ کر گئے، لیکن ہم نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے میں تقسیم کر دیا ہے۔ کیا کبھی کسی نے کیمونزم کو بانٹا ہے، جب کیمونزم نظام قائم تھا تو کیا کبھی کسی نے گلہ کیا کہ آپ بڑی سخت سزائیں دیتے ہیں؟ سائبیریا ابھی بھی بھرا ہوا ہے ان بد بختوں اور بد نصیبوں سے جن کو کیمونسٹ گورنمنٹ نے اذیتیں دے کر ہلاک کیا تھا۔ امریکہ نے اپنے گناہ گاروں کو کبھی بخشا ہے؟ صرف وہم اور وسوسے کی بناء پر یہ دوسرا سائبیریا جو گوانتانا موبے میں تیار ہوا۔

ہم کیسے مسلمان ہیں؟ آپ کہتے ہو کہ توہین کیا چیز ہے؟ توہینِ رسالت کیا ہے؟ توہینِ خداوند کیا ہے؟ آج صبح میں تین صفحوں کی خبریں پڑھ کر آیا ہوں۔ ایک ریٹائرڈ جسٹس ارشاد فرماتے ہیں کہ حدودُ اللہ ناقص ہیں اور ان کا اطلاق نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی احتجاج نہیں ہوا، اس لیے کہ ہم جذباتی لوگ ہیں۔ ہم Personal وابستگیوں سے احتجاج کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہم بنیادی اصولی اختلافات کونظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں ہے کہ کیا موومنٹ جاری ہے حدود اللہ کے خلاف۔ ہم جانتے ہی نہیں ہیں کہ دو چار Secularist مل کر اسلامی بنیاد پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ پانچ کے بجائے تین نمازیں ہو گئیں تو آپ اسے کیا سمجھو گے؟ اگر بنیادی قانون سے اللہ کی حدود کو نکال دیا جائے تو پیچھے مذہب کیا رہ جائے گا؟ کون سا نظامِ عدل وانصاف اسلام کا رہ جائے گا؟ کہاں رہ جائے گی محمد ﷺ کی رسالت پناہی؟ آپ کیوں غور نہیں کرتے؟ بے وصف، بے منزل، بے حقیقت لوگ۔ ایسے میں ہمارا کوئی Option نہیں ہے۔ شاید اللہ کا کوئی اچھا بندہ، جس کو ہم اللہ کے لیے چاہیں، اس کی مدد اللہ کے لیے کریں، رسول کے لیے کریں، بہتر اور مثبت مقاصد کے لیے کریں۔ تو تیسری مرتبہ لوگ پھر نکلیں گے۔ میں ربِ کعبہ کی قسم اور اس اذانِ مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک آخری مرتبہ لوگ پھر نکلیں گے۔ اللہ کے لیے اور کسی اچھے بندے کا انتخاب کریں گے۔ وہ دن انقلابِ زمانہ کا دن ہوگا۔ وہ دن احیائے اسلام کا دن ہوگا۔ وہ دن محمد رسول ﷺ کے غلاموں کی بادشاہت کا دن ہوگا۔ (اللھم آمین)

وما علینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

سوال: God has given the instinct of killing the deer to the Lion. The deer face more horrible death at the hands of the Lion. The deer is torn tender to tender and lingment to lingment. Why should the deer undergoes such a painful death but one is the killer and other is the victim. Is it not the injustice on the part of God.

جواب: ماشاءاللہ! مختصراً سوال یہ ہے کہ شیر اور ہرن کی اس جنگ میں جو ازل سے بقا کے لیے جاری ہے۔ اگر شیر ہرن کو مارتا ہے تو دونوں ازل سے جو خدا نے ان کو فطرت دی ہے اس پر قائم ہیں۔ مگر ایک قاتل ہے اور ایک مقتول ہے اور قاتل اور مقتول کا ہونا اللہ کے Justice کے خلاف ہے۔

حضراتِ گرامی! اس میں کچھ Exceptions ہیں۔ Normally ہم جو فلمیں دیکھتے ہیں، اس میں ہرن ہی شکار ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر تصادم کی اس فضا میں بارہ سنگھے بہت مرتبہ چیتوں اور شیر کا بھی شکار کر لیتے ہیں۔ شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ شیر سب سے زیادہ بارہ سنگھے سے ڈرتا ہے اور اپنی جوانی کے عالم میں جب وہ سر نیہوڑائے ہوئے، جوانی کی طاقت میں شیر کی طرف بڑھتا ہے تو بڑے بڑے شکاری جانتے ہیں کہ کوئی شیر اس کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ مجموعی طور پر ایک کمزور ہرن ایک طاقتور شیر کی خوراک کیوں بن جاتا ہے؟ حضراتِ گرامی! اس سے آگے چل کر سوچنا ہوگا کہ زندگی اور موت کے درمیان، موت قاتل ہے اور زندگی مجبور، محکوم اور مظلوم ہے۔

اس Equation کو بناتے ہوئے سب سے بڑی بات جو اللہ کے Injustice میں آئے گی، وہ یہ کہ اس نے

Marfat.com

زندگی اتنی ناپائیدار کیوں رکھی اور موت کو اتنا بڑا حاکم کیوں بنایا؟ زندگی اور موت کے حوالے سے یہ سوال بڑا Important رہے گا۔ اگر شیر اور ہرن کے علاوہ بھی باقی ساری مثالیں ہم اکٹھی کریں تو بالآخر سوال اسی بنیادی نہج پر پہنچے گا کہ اللہ نے موت کو کیوں تخلیق کیا اور کیوں اس کو اتنا ظالم اور Killer بنایا ہے اور زندگی کو کیوں اتنا مظلوم۔ سب سے پہلے اپنے محترم دوست کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ زندگی میں موت، سزا نہیں ہے۔ نہ کسی جانور کی، نہ کسی انسان کی۔ یہ Exit ہے۔ جیسے آنے کا رستہ ہے، ویسے ہی یہ جانے کا رستہ ہے۔ اگر Exit نہ ہو تو تمام تر زندگی زمین پر Stationary ہو جائے گی۔ ارب ہا ارب کی نسلیں Congest ہو جائیں گی اور انسان اور جانور خود ہی مرنے کی آرزو کریں گے۔ اس کے پیچھے ایک بڑی مزیدار داستان ہے۔

یہ سوال سب سے پہلے یونان کی Mythology میں آیا اور جب موتیں ہو رہی تھیں، لوگ مر رہے تھے، زندگی ضائع ہو رہی تھی اور موت حکمران تھی تو لوگوں نے سوچا کہ اگر بیماریاں ختم ہو جائیں تو لوگ نہ مریں اور بہت جئیں تو انہوں نے Pandora's box جس میں بقول ان کی Mythology کے تمام دنیا کی بیماریاں بند ہیں بلکہ موت اور ہلاکت بند ہے۔ پھر ایک جرأت مند آگے بڑھا اور اس نے Pandora's Box کھول دیا، تو شروع شروع میں تو بہت خوشی ہوئی۔ نہ کسی کا دادا مرتا تھا، نہ نانا مرتا تھا، نہ کسی کا بچہ مرتا تھا، نہ گھوڑا، نہ ہاتھی، تو تجربات نے یہ بتایا کہ دس سال میں تمام نسلِ انسان ایک دوسرے کی دشمن ہو گئی اور یہ آرزو کرنے لگی کہ کوئی آگے والا جائے تو پیچھے والا آئے اور یہ جو تسلسل ہے زمان و مکان کا، اور نسلِ انسان کا اور نسلِ جانوران کا، یہ تسلسل اس صورت میں قائم ہی نہیں رہ سکتا تھا۔ تو یہ کوئی ناانصافی کی علامت نہیں تھی۔ شیر کی بھی Exit لکھی ہوئی ہے، بارہ سنگھے کی بھی Exit لکھی ہوئی ہے۔ اگر یہ جگہ خالی نہ کریں گے تو Life ساری کی ساری Congest ہو جائے گی اور پھر ایک نسل کے سوا کوئی دوسری نسل اس پر آباد نہیں رہ سکتی۔ آپ اپنے بچوں کو Tolerate نہیں کر سکتے کیونکہ آپ جگہ چھوڑیں گے تو وہ آپ کی جگہ پائیں گے۔ ایک حکومت میں کتنی نوکریاں ہوتی ہیں۔ پندرہ کروڑ کا ملک ہے۔ آج کے زندہ لوگوں کو تو وہ جاب مل گئی ہیں لیکن اگر آپ نہیں مریں گے اور پیچھے سے کوئی نہیں مرے گا تو اس کے بعد والے کہاں رہیں گے؟

چلیے اگر آپ ہرن کی بات کرتے ہیں کہ اس کی Exit پر آپ کو ترس آ گیا ہے تو کتوں کا کیا بنے گا؟ سوروں کا کیا بنے گا؟ سانپوں کا کیا بنے گا؟ اگر ان بے شمار تخلیقات کے Exit نہ لکھے ہوں تو تمام زندگی اس طرح Congest ہو جائے کہ مخلوقات کے اجتماع میں سانس لینا محال ہو جائے اور خواتین و حضرات! موت اتنی مظلوم ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ جو ہرن کی جان لیتی ہے، بندے کی جان لیتی ہے، ملک کی لیتی ہے، جب قیامت کا دن ہو گا تو خود اس کی اپنی جان لے لی جائے گی۔ آپ تو Permanent Life پائیں گے۔

"مستقر و متاع الی حین" (البقرہ:۳٦) تھوڑے سے وقت کے لیے آپ کو وہاں ٹھیرا گیا ہے۔ جب آپ فارغ ہو جاؤ گے تو Eternal Life کو جاؤ گے۔ بحرِ بیکراں سے آئے ہو۔ بحرِ بیکراں کو جاؤ گے۔ تھوڑے سے عرصے کے لیے اس لامتناہی سمندر میں آپ کو ایک جزیرہ، ایک ٹاپو دے دیا گیا ہے کہ آپ پانی سے نکل کر ٹاپو پر کھڑے ہو جاؤ، تھوڑا سا آپ کو یہاں فائدہ ہے۔ معمولی سا اس زندگی کا فائدہ ہے۔ مگر اس زندگی کے بعد آپ پھر حیاتِ ابدی کو بڑھ جاؤ

گے۔ مگر آپ حیاتِ ابدی کو بڑھ جاؤ گے تو پھر موت کا کیا ہوگا؟ تو حدیثِ رسول ﷺ ہے: ''قیامت کے دن موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔'' پھر نہ کوئی ہرن مرے گا، نہ کوئی انسان، نہ کوئی عورت اور نہ کوئی بچہ، نہ کوئی مرد اور Eternal حیات کے Sources قائم ہوں گے۔ پھر Entry ہوگی۔ Exit کوئی نہ ہوگا۔

سوال: اسلام میں قیادت کا کیا تصور ہے؟ نبی ﷺ کے دور سے لے کر اور خلفائے راشدین کے دور کے بعد آج تک کیا Exact ویسی قیادت کبھی آئی یا نہیں۔ ہمارے اس وقت تقریباً ستاون اسلامی ممالک ہیں۔ کیا کسی میں اسلامی حکومت یا اسلامی قیادت قائم ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا یہ Implementable ہی نہیں ہے؟

جواب: یہ بات جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں، شاید اس سے پہلے آپ کو کسی نے نہ کہی ہو۔ یہ توجہ سے سننے والی ہے۔ اسلام کا ابتدائی نظام جو تقریباً چالیس برس کا تھا، یہ رہنے کے لیے نہیں تھا مگر اس کی آرزو رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ نظام اس لیے نہیں تھا کہ یہ Continue کرتا۔ اس کی دو بڑی وجوہات تھیں کہ اسلام اپنے زمانے میں ایک جدا انقلاب تھا۔ ایک ایسا انقلاب جو نہ قبائل کی سرداری کو مان رہا تھا، نہ کسی حکومت کی سربراہی کو مان رہا تھا۔ جو بادشاہتوں کے درمیان سے اٹھا اور لوگ ابھی کسی قسم کے Democracy یا اشتراکِ رائے کے قائل نہ تھے۔ خاندانی تعصبات قائم تھے۔ قبائلی تعصبات قائم تھے۔ چالیس برس کے لیے اس نظام نے صرف آپ کو مثال بخشی۔ یہ قائم رہنے کے لیے نہیں تھا۔ یہ مثال بخشی کہ جب بھی امتِ محمد ﷺ کی حیثیت سے آپ بلوغتِ شعور کو پہنچو اور جب بھی آپ کو انتخاب اور قیادت چاہیے ہو۔ جب بھی آپ کو نظامِ حکومت کا کوئی نقشہ چاہیے ہو، کہ آپ کے حکمران کیسے ہونے چاہئیں؟ آپ کی خدمتِ خلق کیسے ہونی چاہیے؟ تو آپ کو وہ نظام ہمیشہ ایک مثال کے طور پر مدد دے گا۔ آپ کا حکمران ''ابوبکر صدیقؓ'' کی طرح ہونا چاہیے۔ آپ کا حکمران ''عمر فاروقؓ'' کی طرح ہونا چاہیے۔ آپ کا حکمران کمزور بھی ہو تو ''عثمان غنیؓ'' جیسا ہونا چاہیے۔ آپ کا حکمران Politically جتنا بھی Unsetteled ہو ''علی مرتضیٰؓ'' جیسا ہونا چاہیے۔ ان حکمرانوں میں ایک فرق ہے۔ ان حکمرانوں کی ایک ایک صفت آئی ہے۔ اگر بڑی صفات آپ جمع کر لیں تو ایک حکمران ان پر چل کر درجۂ کمال کی حکومت تک پہنچتا ہے۔

ایک صفت ''سیدنا ابوبکر صدیقؓ'' کی ہے کہ احباب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں رائے لی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بتایا کہ جب زکوٰۃ کا مسئلہ آیا اور جب ارتداد کا مسئلہ آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اتنے نرم خو تھے، اتنی سختی سے قائم ہو گئے کہ ہم نے یہ گمان کیا اور ہم سب اصحاب کی یہ رائے تھی کہ ابوبکر کا سینہ اللہ نے ایمان کے لیے کھول دیا ہے۔ یعنی اتنے نرم خو اور کمزور بندے نے جب قرآنی مسائل پر، اسلامی مسائل پر اور جب مملکت اسلامیہ کے تحفظاتی مسائل کا ذکر ہوا تو ابوبکر صدیقؓ ایک آہنی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے اور اصحاب نے ان سے تقویت پائی اور اسلام تو اٹھتے ہی ختم ہو جاتا، جب ایک پیغمبر صادق کے مقابلے میں کم از کم سات جھوٹے پیغمبر کھڑے ہو جائیں۔ مسیلمہ کذاب جیسا جھوٹا کھڑا ہو جائے۔ اسود، اسنی، سجاح جیسی عورت کھڑی ہو جائے اور مدینے سے باہر اسلام کا نام و نشان نہ رہے تو پھر اس اقامتِ دین کا جس کا ابوبکرؓ نے مظاہرہ کیا اور اصحابِ رسول ﷺ نے ان کا مکمل ساتھ دیا۔ ایسا حکمران چاہیے جو غیرت و حمیت اور غیرتِ دین کے لیے بش اور بلیئر کا نہیں بلکہ اللہ اور رسول کی خدمت کا پورا پورا حق ادا کرے۔

Marfat.com

دوسری بات، جنابِ عمر فاروقؓ کے حق میں حضرت علیؓ کی وہ شہادتیں ہیں جو حضرت عمرؓ کے انتخاب کے موقع پر انہوں نے دیں۔ یہ شہادتیں ایک خلیفہ کے لیے دوسرے خلیفہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک بڑا تاریخی جملہ بولا او رحکمران کے لیے یہ فیصلہ کن جملہ ہے۔ جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، کہ "خدا کی قسم! عمر خلق کے لیے سب سے زیادہ نرم اور اپنے نفس کے لیے سب سے زیادہ سخت ہیں۔" آپ کے حکمران کے انتخاب میں وہی قول فیصل ہے جو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا کہ یہ لوگوں کے حق میں انتہائی نرم ہیں اور اپنے حق میں انتہائی سخت ہیں۔ آج بھی اسلامی حکمران وہ ہوگا جو باقی مسلمانوں کے لیے نرم اور اپنے Self بڑا سخت ہوگا اور آپ کو پتہ ہے کہ جنابِ عمر فاروقؓ کے دو اقوال ہیں، جنہوں نے مغرب کی Social Security کے System کو روشن کر دیا۔ جوں جوں نظام آگے بڑھا، جناب عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو اگلے برس ہر بوڑھے، ہر بچے اور ہر بیوہ کا وظیفہ مقرر کروں گا۔ ایک دوسرے قول میں عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو عمر اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ ہے حکمران کی Accountability جب حکمرانوں میں یہ Accountability نہ ہوگی، یہ Social Security سسٹم کے تحفظات نہ ہوں گے، تو معاشرے میں انسان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ 1955ء میں جب Britian میں سب سے پہلے Social Security System کا افتتاح ہوا تو انہوں نے یہ وضاحت سے بتایا کہ Basically ہم نے یہ نظریہ قولِ فاروقؓ سے لیا ہے۔

اس کے باوجود کہ سیدنا عثمان بن عفانؓ کا دور بڑی شورش اور کشمکش کا دور تھا مگر آپ کو پتہ ہے کہ اس شورش میں ہمیں سب سے بڑا اصول کیا ملتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مؤرخین اور ہمارے جیسے کوتاہ بین مفکرین یہ کہتے ہیں کہ جنابِ علی کرم اللہ وجہہ میں اور ان میں اختلاف تھا مگر سیدنا عثمان بن عفانؓ کے مین دروازے کی حفاظت جناب علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ نے کی۔ باوجود انتہائی سنجیدہ اور سیاسی اختلافات کے، کوئی تاریخ اس بات سے انکار نہیں کرتی کہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کا بنیادی کام جناب علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹوں نے سرانجام دیا۔ کیا عجیب بات ہے؟ کیا عجیب بات ہے کہ اپنے اختلافات میں ہم یہ بھول جاتے ہیں...... ہم ذرا ذرا سے اختلافات میں ملک کو توڑنے تک پہنچ جاتے ہیں۔ آئین کے توڑنے تک پہنچ جاتے ہیں۔ مگر ادھر ایک بڑے واضح اختلاف کے باوجود ایک خلیفہ اپنے بچوں کو، اس شورش کی وجہ سے حفاظتِ عثمانؓ کے لیے بھیج دیتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں دوبارہ ایک سب سے بڑا جو ہمیں انتخاب کا اصول نظر آیا کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب ہنگامی تھا۔ عمرؓ کا انتخاب Personal تھا اور عثمانؓ کا انتخاب Committee پر تھا تو جناب علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب شوریٰ پر تھا۔ تمام اسلامی ممالک سے نمائندے جمع تھے اور بڑی شورش اور کشمکش کے باوجود ان تمام نمائندوں نے مل کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ چنا اور حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ وہ خلافت قبول فرمائیں تاکہ عالم اسلام متحد ہو۔

انگلینڈ میں جب جنگ شروع ہوئی تو Chamberlene کی حکومت تھی مگر وہ اتنا کمزور حکمران تھا کہ فوری طور پر اس سے حکومت لے کر چرچل کو دے دی گئی، اس لیے کہ جنگ کے وقت میں یہی بہتر Lead کر سکتا تھا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو فوراً ہی چرچل کو وزارت سے الگ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا لیڈر چن لیا گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قوم

Marfat.com

کو احساس ہوا کہ چیمبر لین اتنا مضبوط وزیر اعظم نہیں ہے کہ جنگ میں ہمیں Lead کر سکے اور چرچل ایسا نہیں ہے کہ جو امن میں قوم کو Lead کر سکے۔

آپ کو چار Pattern دیے گئے ہیں۔ آپ کو کہا گیا کہ اگر فتنہ ایسا ہے کہ نہیں ٹل سکتا تو ابو بکرؓ کا انتخاب کرلو۔ اگر سلطنت مستحکم ہو رہی ہے اور وسعت میں جا رہی ہے تو Experties Decision کرلو، عمرؓ چن لو اور جب مستحکم ہو گئی ہے تو آپ شورائی نظام Committee بنا کر اپنے خلیفہ کا انتخاب کرلو اور اگر مدینہ سے باہر نکلنا ہے تو پھر علی کرم اللہ وجہہ کا طرز انتخاب کرلو۔

دورِ اسلام کے ان ابتدائی سالوں میں Character اور طرزِ حکومت دونوں کو ملا کر آپ کو ایک Pattern دیا گیا، اس کو Continue کرنا مراد نہ تھا۔ جب کسی طرز کی بھی حکومت قائم ہو تو وہ ان چار طرزوں میں سے کوئی بھی طرز لے لے مگر کردار وہی ہو جو ان خلفاء کا تھا اور دوسرے یہ کہ انتخاب کا واحد Centre اور چناؤ کا واحد مقصد اللہ اور رسول کے لیے فیصلہ انتخاب کرنا ہو۔ اب بھی شاید ہم بہتر فیصلہ کریں گے تو شاید ایسا ہی کریں گے انشاء اللہ......

سوال: ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی پتا بھی ہل نہیں سکتا۔ آج اگر ایک بچہ ہندو کے گھر پیدا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اسے ہندوازم ہی سکھایا جائے گا۔ کل کو جب وہ جوان ہوتا ہے اور دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس میں اس بچے کا کیا قصور۔ پیدا تو وہ اللہ کی مرضی سے ہوا؟

جواب: آپ کا سوال Technically تاریخ سے منسلک ہے۔ بنیادی طور پر ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا وہ لوگ جو کافر ہوئے یا وہ لوگ جنہوں نے اسلام کو قبول کیا یا اسلام کو ترک کیا، کیا وہ لوگ کسی صورت پہلے ہدایت یافتہ تھے یا نہیں تھے؟ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دو مرتبہ انسانی انقلاب آیا۔ آدم سے نوح تک اور نوح کے بعد......قرآن حکیم میں ایک آیت ہے جو معمولی پڑھے لکھے لوگوں کو بھی سمجھ نہیں آ سکتی وہ آیت یہ ہے۔ "کان الناس امة واحدة" (البقرہ:۲۱۳) (سب پہلے مواحد تھے۔) سب پہلے خدائے واحد پر اعتبار کرتے تھے۔ ایک ہی تھا سب کا اللہ، مگر بعد میں ان لوگوں نے خدائی Add کر دی اور بت پرستیاں شروع کر دیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ کی تاریخ خراب ہے یا ہماری تاریخ خراب ہے۔ خدا صحیح کہہ رہا ہے یا جو ہمیں تاریخ نظر آ رہی ہے وہ صحیح ہے۔ ہمیں تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بہت پہلے علم الاصنام تھا۔ یونان میں، انڈیا میں، میسوپوٹیمیا (Mesopetamia) میں بتوں کی پرستش کا رواج تھا تو علم الاصنام کو Pre-history کہتے ہیں۔ اگر Pre-history سے بت پرستی چلی آ رہی ہے تو خدا سچا کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا تو کہتا ہے کہ سب پہلے مواحد تھے اور بعد میں انہوں نے بت پرستی شروع کر دی۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب ہم Pre-history سے ذرا پیچھے جاتے ہیں۔ تو ہم پر حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ تمام نسلِ انسان بنیادی طور پر خدائے واحد کی پرستش کرتی تھی۔

Greeks کے علم الاصنام میں پانچ بڑے دیوتا ہیں: Hefastus, Zeus Mars, Hermes, Afrodite مگر پانچوں کے پانچوں ایک باپ Chronus سے پیدا ہوئے اور یہ مشہور ہے کہ جب نسلِ انسان نے اپنی خامیاں دیکھیں اور ان کے گناہ بڑھ گئے، تو سب سے بڑی بات کہتے ہیں:

عذرِ گناہ برتر از گناہ

تو جب نسلِ انسان نے اپنے گناہوں کی تاویل شروع کی تو پھر انہوں نے یہ سوچ کر کہ ہم اپنے گناہ کسے دیں تو انہوں نے اپنے خداؤں کے نام گناہ لگانے شروع کر دیے۔ کوئی دیوتا Lust کا Goddess ہو گیا، جیسے Afrodite ہے۔ کوئی ان میں کشت و خون کا دیوتا ہو گیا۔ یہ تو ہوئی یونان کی Mythology.....

اب ذرا ہندوستان کی طرف آیئے! جو آپ کے قریب ہے۔ اس کی مثال جلدی سے سمجھ آئے گی۔ ہندوستان میں جب Aryans وارد ہوئے تو ان کا ایک خدا تھا، وہ تھا اندرا، اگر اس کی تعریف دیکھو تو He is God of swirg and God of thunder. یہ جنت کا خدا ہے اور انتقام کا خدا ہے، غضب کا خدا ہے۔ اب جوں ہی وہ ہندوستان میں داخل ہوا، یہ میں ان ہندوؤں کی بات کر رہا ہوں جن کی آپ بات کر رہے ہیں..... جوں ہی وہ ہندوستان میں داخل ہوا تو Local Effects. کی وجہ سے جو گناہ گاریاں جاری ہوئیں تو انہوں نے اندرا کی دو شادیاں کرا دیں: متھرا اور ورونا۔ یہ دو دیویاں اندرا کی بیویاں بنیں اور پھر اس کے بعد Jungle of Gods and godesses اس کو وہ پہلی تری مورتی کہتے ہیں۔ کیا اللہ نے ان کو پھر موقع نہیں دیا اپنے آپ کو سدھارنے کا؟ پھر موقع دیا۔ اب دوسری تری مورتی شروع ہوئی۔ دوسری تری مورتی میں بھی ایک ہی خدا تھا: برھما۔ اب اس کے کچھ عرصے بعد پھر وہی شیطانی کھیل شروع ہو گئے اور وشنو اور شیوا پیدا ہو گئے۔ اب آپ دیکھیں کہ کیا ہندو کی کسی اصل کتاب میں کثرتِ خدائی کا ذکر ہے؟ اب میں ان کی کتابِ قانون میں سے ایک Quatation دے رہا ہوں۔ ''سمرتی'' ہندوازم کی کتابِ قانون ہے، اس کو 'منو' نے لکھا۔ ''منو' جو نوح کا ہم عصر ہے، وہ ہندومت کا بنیادی قانون ساز ہے۔ اس سے اس کا بیٹا پوچھتا ہے: بابا! شیوا اور وشنو کیا ہیں اور برہما کیا ہے؟ اگر تمام کائنات کا وجود برہما ہے تو شیوا اور وشنو کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بیٹے کبھی گمان نہ کرنا کہ حقیقت تسلیم شدہ ہے، حقیقتِ مطلقہ ایک ہے۔ برہما وجودِ کائنات ہے۔ شیوا اور وشنو اس کی صفات ہیں۔

آج بھی جب ہندوستان میں مسلمانوں کی وحدانیت کا زور بڑھ گیا تو ایک تحریک شروع ہوئی جس کو بھگتی تحریک کہتے ہیں اور بھگتی تحریک کا Claim صرف ایک تھا کہ اگر مسلمان ایک خدا پر یقین رکھتا ہے تو ویدانتا بھی خدائے واحد پر یقین رکھتا ہے۔ اب بتایئے کہ کس ہندو کو کس چیز کا علم نہیں ہے؟ قرآن نہ پڑھیں، نہ سہی..... مگر اس نے تو ویدانتا بھی نہیں پڑھا ہوا ہے۔ اس نے تو اپنی کتابِ مذہب بھی نہیں پڑھی ہوئی۔ اسی طرح Christians نے اپنی کتابِ مذہب بھی نہیں پڑھی ہوئی۔ اس چیز کا Blame خدا کو نہیں دیا جا سکتا۔

البتہ ایک چیز لازم ہے کہ خدا یا مذہب کس کو کہتے ہیں؟ مذہب کہتے ہیں چلنے کے رستے کو' مگر جانا کہاں ہے؟ شریعت کبھی بھی مذہب کا مقصود نہیں رہی۔ شریعت معاشرے کے تحفظ کے لیے ہے۔ اگر آپ ایک معاشرہ بنائیں گے اور اسے لمبے عرصے کے لیے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، جیسے امریکن لاء بنانا ہے، برٹش لاء بنانا ہے، تو اللہ نے بھی ایک مسلم معاشرے کے تحفظ کے لیے جو لاء بنایا ہے اسے ہم شریعت کہتے ہیں۔ شریعت مقصودِ مسلم ہے، مقصودِ پروردگار نہیں ہے۔ جیسے قربانی مقصودِ مسلم ہے، مگر قربانی کا گوشت اور ہڈیاں اللہ کا مقصود نہیں ہیں۔ اللہ کا مقصود وہ نیت ہے کہ جس کے ساتھ آپ قربانی کرتے ہیں۔ دیکھیں خدا نے قرآن ہی ہر پیغمبر پر اتارا۔ آدم پر بھی، ابراہیم پر بھی، موسیٰ پر بھی، قرآن ہی اترا' مگر By Parts ایک ایک شق۔ کسی پر قانونِ قصاص اترا، کسی پر قانونِ ازدواج اترا، کسی پر حلال و حرام اترے، مگر جب

Marfat.com

لوگ Mature ہو گئے، دین کو قبول کرنے میں تو اللہ نے کہا:

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" (المائدہ:۳)

آج دین تمام کیا۔ آج درسِ اسلام تمام کیا۔ آج رسالت، جو نعمت ہے وہ ختم کر دی۔ کتاب اللہ میں نے ختم کر دی۔ اب تم اتنے Mature ہو گئے ہو کہ چاہو تو سنو، چاہو تو نہ سنو۔

خدا، بندوں میں نسلوں سے تقسیم نہیں ہوتا۔ مذاہب میں تقسیم نہیں ہوتا۔ اس کو کوئی غرض نہیں ہے کہ آپ ہندو ہیں یا مسلمان۔ اس کو کوئی غرض نہیں کہ آپ Christian ہیں یا مسلمان۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ پچھلی تمام نسلِ انسانی میں، تمام طبقات کو میں اپنا علم دے چکا ہوں، میں تمام لوگوں کو اپنا علم دے چکا ہوں۔ قرآن حکیم میں اللہ فرماتا ہے کہ میں نے آج تک کسی قوم کو تباہ نہیں کیا جب تک کہ اس کی طرف رسول نہ بھیج لوں اور اسی قوم کی زبان میں۔

"وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا"

(اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ انہی میں سے ان کی طرف رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔ القصص:۵۹)

ہندوؤں کی زبان عربی تو نہ تھی۔ آپ دیکھیں سنسکرت میں کوئی چیز آئی ہوگی۔ ہندی میں آئی ہوگی۔ کوئی کتاب عبرانی میں آئی ہوگی۔ کوئی کتاب اٹالین میں آئی ہوگی۔ ہمیں ان بے شمار کتابوں کا علم نہیں ہے۔ ہمیں ان بے شمار تہذیبوں کا ضرور علم ہے، جنہیں خدا نے تباہ کر دیا۔ ہمیں اُن چار بڑی کتابوں کا علم ضرور ہے جو Assyrian تہذیبوں میں اتریں، جو ہماری تہذیب سے منسلک ہے اور مرتب ہے۔ اب دیکھیے کہ اگر ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ کمیونسٹ ہو جاتا ہے، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ جس کو ہدایت ملی، اشارات ملے، کنایات ملے تو پھر بھی وہ کیوں مسلمان نہ رہ سکا؟ اور ہندوؤں کے گھر تو "کے ایل گابا" پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کے گھر "ن م راشد" پیدا ہوتا ہے جو مرتے وقت یہ وصیت کرتا ہے کہ میں دفن نہیں ہونا چاہتا، نہ میں مذہب پر یقین رکھتا ہوں، میری لاش کو جلا دیا جائے اور ہندوؤں کے گھر "کے ایل گابا" پیدا ہوتا ہے جو آگے بڑھتا ہے، مذہبِ اسلام اختیار کرتا ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ پر سب سے خوبصورت کتاب لکھتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر چھ بلین بھی لوگ ہیں تو خدا کو کسی قسم کی تخصیص نہیں چاہیے، مگر چھ بلین میں سے جو بندہ بھی اللہ کی آرزو کرے گا۔ اس کو اللہ ملے گا۔ اب اسلام کیوں ضروری ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ اسلام ہر اس شخص کی مجبوری ہے جو خدا تک پہنچنا چاہتا ہے۔ کتابیں تو بڑی ہیں اللہ کی، ویدانتا میں بھی اللہ کا ذکر ہے، مگر اللہ اسے Own نہیں کرتا۔ یہ اس طرح ہے کہ ایک کتاب پانچویں کی ہے، ایک ساتویں کی اور ایک آٹھویں کی۔ داخلہ آپ نے پی۔ ایچ۔ ڈی میں لیا ہوا ہے۔ اب بتاؤ کہ کون سا ایسا شخص ہے جو ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنی Name Plate پر لکھے: "خواجہ پروفیسر احمد رفیق اختر" (Matriculate) تو بڑا عجیب سا لگے گا۔ جب مذہب ابتدائی تھا، معاشرہ ابتدائی تھا تو وہ کتابیں Valid تھیں، مگر معاشرہ آگے بڑھ گیا۔ مذہب آگے بڑھ گیا۔ انسان Mature ہو گیا تو کچھ اصول لے لئے گئے، کچھ دے دیے گئے اور اس کے بعد کتاب مکمل کر دی گئی اور خداوند کریم نے فرمایا کہ دیکھو اب جو مجھے چاہے گا:

"ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ" (ال عمران:۸۵)

Marfat.com

(اب میں اسلام کے سوا کسی اور رستے سے آنے والے متلاشی کو نہیں ملوں گا۔)

یہ صرف ایک جگہ نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: "ان الدین عند اللہ الاسلام" یہ میرا Choice ہے۔ باقی مذاہب بھی میرے تھے مگر باقی مذاہب کو اب میں Own نہیں کرتا کیونکہ آگے عقل بڑھ جاتی ہے، معترض بڑھ جاتے ہیں۔ تحقیق بڑی ہوتی ہے، جستجوئیں بڑی ہوتی ہیں۔ اب میں اپنی مکمل اتھارٹی سے ایک کتاب Issue کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے اب Own کرنا ہے۔

خدا کا کوئی ثبوت زمین پر موجود نہیں ہے..... قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ سوائے ایک کتاب کے اور وہ قرآنِ حکیم ہے۔ بائبل کو آپ دس ہزار جگہ غلط ثابت کر سکتے ہیں۔ He said, there was life and there was life. He said there should be life and there was life. مگر قرآن یہ نہیں کہتا۔ اب چونکہ خدا کو ٹیسٹ کرنا ہے، چیک کرنا ہے، آزمانا ہے، اب جو جدید فلاسفر ہیں وہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر خدا نے بائبل میں یہی کہا ہوتا تو رسل نے کہا کہ Unscientific Christianity is a big bluff. حقائق سے بھری پڑی ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ جو Genisis کا باب ابتدائے حیاتِ انسان پر ہے، سارا کا سارا باب خرافات ہے۔ مگر قرآن کہتا ہے۔ "وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حی" (ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔) اب آؤ..... آگے بڑھو..... درس گاہوں تک جاؤ..... یورپی، پی ایچ ڈی لے آؤ..... آپ مجھے بتاؤ کہ اگر کسی سائنس دان نے اعتراض کرنا ہے، تو وہ کر بیٹھا کہ Christianty ناقص ہے۔ وہ قرآن کی اس آیت پر بھی تو اعتراض کرے کہ خدا غلط کہتا ہے۔ تمام حیات پانی سے پیدا نہیں ہوئی.....

بات یہ ہے کہ اللہ کو صرف اپنے چاہنے والوں سے غرض ہے۔ اللہ نے عقل دی، شرف بخشا، صرف ایک ڈیمانڈ رکھی:

"انا ھدینہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً"

(تمہیں عقلِ تمام بخشی چاہو تو مانو چاہے تو انکار کر دو۔)

اب یہ طعنے صرف مسلمان کے لیے نہیں ہیں۔ یہ تمام دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ آپ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہندو اللہ کا بندہ ہے..... آپ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ انگریز اللہ کا بندہ ہے..... ان کے رنگ و روپ کی تفریق ہماری تفریق ہے..... اللہ کے ہاں یہ سارے بنی آدم ہیں، اس کے محبوب پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ یہ اولادِ آدم ہے، یہ اولادِ نوح ہے۔ اللہ نہیں، کالے گورے میں فرق کر سکتا۔ اسی طرح اللہ ان سے کبھی بھی بے انصافی نہیں کر سکتا اور ربوبیتِ پروردگار کا یہ عالم ہے کہ اپنے کو گالیاں دینے والے کو بھی رزق دیتا ہے۔ اپنے کو Unjust کہنے والے کو بھی رزق دیتا ہے۔ اس نے تمام Pattern میں ہدایت Issue کر دی۔ آج بھی، کل بھی تمام ہندوؤں پر اس نے اسی طرح ہدایت بھیجی، جیسے کسی مسلمان پر..... کبھی آپ نے غور کیا کہ مسلمان ہوئے کہاں سے ہیں؟ آپ کس کو مسلمان کہتے ہیں؟ انڈیا میں کہاں مسلمان تھے؟ انڈونیشیا میں کہاں مسلمان تھے؟ ماریشس میں کہاں مسلمان تھے؟ سراندیپ میں کہاں مسلمان تھے؟ بھئی! یہ ہندو ہی تو مسلمان ہوا ہے۔ کافر مسلمان ہوا ہے۔ انہوں نے اس زمانے میں خدا کے ہدایت یافتہ لوگوں سے اشارات پائے، Message پہنچا اور وہ اللہ کے بندے آج مسلمان ہیں، البتہ آج مسلمانی ترک کر گئے.....

Marfat.com

سوال: دجال اور عصرِ حاضر کے حوالے سے امتِ مسلمہ جس ابتری کا شکار ہے، ایسے میں پاکستان کا مستقبل آپ کیا دیکھتے ہیں؟

جواب: حضرات گرامی! میں قنوطیت پسند نہیں ہوں۔ میں Depressive Ideas کا مالک نہیں ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ آگے کیا ہے۔ مجھے اس لیے نہیں پتہ کہ میں تو بڑا صاحبِ نظر واقع ہوا ہوں، مجھے اس لیے پتہ ہے کہ میرے رسول نے جو کچھ بتایا ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اگر ہارورڈ، کیمرج اور آکسفورڈ کا سارا فلسفہ ایک طرف ہو..... تو اگر مجھے ایک قولِ رسول مل جائے نا..... تو وہ مجھے سارے عالم سے زیادہ معتبر ہے اور میرے رسول نے ارشاد فرمایا: یاد رکھیے کہ یہ ساری باتیں بعد میں ہوئیں اور حدیث پہلے کی ہے۔ ''میری امت کسریٰ سے جہاد کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔ میری امت قیصر سے جہاد کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔ میری امت ڈھال جیسے چہروں والے اور جانوروں کے بالوں والے جوتے پہننے والوں (منگول) سے جہاد کرے گی اور ان پر غالب آئے گی اور زمانہ آخر میں میری امت دجال سے جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔''

تین باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ مدائن کی جنگ ختم ہوئی اور قیصرِ روم کا اقتدار ختم ہو گیا اور عین جالوت کی جنگ میں مغلوں کا اقتدار ختم ہو گیا اور Battle of Damasus میں دجال کا غرور ختم ہوگا۔ یہ دو شکستیں لکھی ہوئی ہیں، جو ہوئی ہیں۔ یہ باہر سے نہیں آئی ہیں۔ یہ کتاب میں سے آئی ہیں۔ فرمایا:

''دجال عراق اور شام کے بیچ میں سے گزرے گا اور بہت ہلاکت پھیلائے گا۔''

''مسلمانوں کا ایک شہر بصرہ بری طرح پامال ہو جائے گا۔''

''فرات کی تہہ میں سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جس کے لیے ساری دنیا لڑ لڑ کر پاگل ہو جائے گی۔''

کیا چیز نہیں لکھی ہوئی؟ ابو نعیم بن حماد کی کتاب حمادی سے ایک حدیث ہے، جس کا تعلق اس خطے پاکستان سے ہے۔ فرمایا، ''اہلِ ہند کے مسلمان اہلِ کفرِ ہند سے جنگ کریں گے اور انہیں شکستِ فاش دیں گے اور ان کے امراء اور روساء کو گرفتار کریں گے اور پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔'' اب سوچ لیجیے کہ پاکستان نے کیا کرنا ہے؟ مگر اس حال میں نہیں..... اس حال میں نہیں کرنا..... کچھ وقت..... کچھ کوشش..... کچھ حسنِ نیت آپ کا درکار ہے..... یہ ایک وصف آپ کو حاصل ہے جو پورے عالم اسلام میں نہیں ہے، کہ دین کے دو ابتدائی اصول ہیں۔ ایک الوہیتِ خداوند پہ اتفاق کرنا کہ اللہ ایک ہے، یہ تو سارے مسلمانوں میں موجود ہے مگر محبتِ رسول سارے مسلمانوں میں نہیں ہے۔ یہ صرف اسی برصغیر میں ہے۔

وہ، سعودی عرب میں مزارِ رسول کے باہر کھڑے ہو کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو فوت ہو گئے ہیں۔ ان سے کیا مانگنا۔ ان سے کیا دعا کرنا۔ یہ حرمتِ رسول ہے؟ اب دیکھو! اگر رسول مر گیا ہے تو اس کا شہید ساتویں درجے کا شہری کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ آپ غور کرو! شہید سے اوپر سات درجے ہیں..... صدیقین ہیں، صالحین ہیں، اصحابِ عشرہ ومبشرہ ہیں، بیعتِ رضوان کے لوگ ہیں، پھر وہ چار اصحاب ہیں جن کی فضیلت ہے، پھر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کہ قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے کہ یہ جو ساتویں درجے کا امتی ہے نا، تیرا:

Marfat.com

"ولا تقولولمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیآء ولکن لا تشعرون"(البقرہ:۱۵۴)

یہ زندہ ہے لیکن تم اس کی زندگی کے طریقِ کار کا شعور ہی نہیں رکھتے۔اگر زندہ ہے تو یہ خیال ہوا کہ لائف کے بغیر زندہ ہے.....Dormant ہے جیسے Frog چھ مہینے پانی میں Dormant Stage میں رہ جاتا ہے اور پھر چھ ماہ بعد، جب بارش برستی ہے تو باہر نکل آتا ہے۔ ہوسکتا ہے شہید بھی ایسے ہی Dormant لائف میں رہتا ہو۔ خدا کہتا ہے: نہیں نہیں نہیں..... یہ اور طرزِ زندگی ہے.....ایسے نہیں ہے.....اس کو تو ہم رزق دیتے ہیں: "نحن نرزقھم" (یہ کھاتا پیتا ہے۔) سبحان اللہ تعالیٰ.....ان کی عقلوں کو روئیں کہ کیا کریں کہ جس پیمبر کا ساتویں درجے کا امتی زندہ ہے، رزق کھاتا ہے اور وجود پر تصرف رکھتا ہے۔اس کا پیغمبر کسی حیثیت کا مالک ہی نہیں ہے.....اس کے محافظ کھڑے کہتے ہیں، اس "موئے گئے" سے تم نے کیا لینا ہے.....معاذ اللہ، استغفر اللہ.........

؎ باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

اللہ سے گستاخیاں کرلیا کرو..... گلے پڑ جایا کرو، جو مرضی سنانا ہے.....مگر محمد ﷺ زمین و آسمان کا پروٹوکول ہے.....خبردار! کسی گستاخی کا نہ سوچنا.....اور کچھ گستاخ بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔محمد رسول اللہ ﷺ زمین و آسمان میں، مقصدِ زندگی اور حیات ہیں۔کیا وہ مقصدِ زندگی اتنا Local ہے کہ اپنے تریسٹھ برسوں کے بعد کار آمد نہیں ہے؟

اب اللہ کی سنیں! اللہ یہود کو ایک طعنہ دیتا ہے، ذرا غور کیجیے گا اس طعنے پر: اے بدبختو! یاد ہیں تمہیں وہ دن کہ ابھی میرا رسول تم میں آیا بھی نہ تھا اور تم اس کے وسیلے سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یاد ہے تمہیں وہ دن.....اور میں قبول کرتا تھا.....اب، جب یہ تم میں موجود ہے تو تم اتنے گئے گزرے ہو کہ اس کے وجود کے ہونے کے باوجود تم اس کی پیغمبری کا انکار کر رہے ہو۔

"وکانوامن قبل یستفتحون علی الذین کفروا. فلما جآء ھم ماعرفو کفرو بہ" (البقرہ:۸۹)

غور فرمایئے! کہ محمد ﷺ وسیلۂ جود و کرم تھا۔آدم سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام اقوام ان کے وسیلے سے اللہ کے حضور درخواست کیا کرتی تھیں اور اس کے بعد دیکھئے کہ قرآن کی آیت کیا کہتی ہے۔ عجیب سی آیت ہے، ایک طریقہ ہے بزرگوں سے استدعا کرنے کا۔ اللہ کہتا ہے کہ: "اے پیغمبر جب لوگ تیرے پاس آئیں اور مجھ سے دعا مانگیں اور تو بھی ان کے لیے دعا مانگے تو پھر اللہ بخشش دے گا۔"

"ولوانھم اذظلموا انفسھم جآء وک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیماہ"(النساء:۶۴)

بھئی کوئی اللہ سے پوچھو کہ آپ کو ہوا کیا ہے؟.....آپ کا بندہ، آپ کا مخلص، آپ کا عبادت گزار سچے دل سے آپ کے حضور دعا مانگ رہا ہے، تو آپ قبول کرونا.....مگر وہ کچھ اور سنا رہا ہے..... یہاں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔ یا تو بخشش کے محکمے ایک طرف کردیے اللہ نے..... یا تو بخشش کے محکموں کا انچارج اللہ نے کسی اور کو بنا دیا کہ خدا سے آپ Direct مانگ ہی نہیں سکتے ہو.....جب تک رسول اللہ ﷺ کو درخواست نہ دیں کہ اے سرکارِ دو عالم! خدا کے حضور ہم نے یہ دعا

Marfat.com

مانگی ہے۔ آپ بھی دعا فرماؤ، اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ تھے، یہ دعا تب تک تھی، جب وہ فوت ہو گئے تو یہ دعا لاگو نہیں رہی۔ حضراتِ گرامی! وہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ تھے تو لوگ ان کے حقیقی بیٹے تھے اور ہم سوتیلے ہیں..... ہم سوتیلے ہیں یعنی ہمارا رسول اللہ علیہ پر حق اس وقت ختم ہو گیا کہ جب تک تو وہ زندہ تھے، تب تک تو لوگ بڑا فائدہ اٹھا گئے..... بھلا وہ پیغمبر جو قیامت تک کے لیے اپنی امت کی شفاعت کا حریص رہا۔ جس کو قرآن نے "حریص علیکم" کہا۔ بھلا وہ میری فکر نہ کرے گا اور جو پہلے ہی سے متقی تھے ان کی فکر کر رہا ہے۔ کیسا عجیب سا نقشِ خیال ہے؟ اب اسی قرأت میں ایک اور حدیث سنیے جو متفق علیہ ہے:

حضور علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اصحاب اس طرح خوف سے ڈرے کہ جیسے پرندے ان کے سروں پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ پوچھا "یا رسول اللہ علیہ! کیا ہم سے کوئی گستاخی ہوئی ہے؟" (یہ متفق علیہ حدیث ہے) فرمایا" نہیں۔" پوچھا" آپ کی آنکھوں میں آنسو۔" فرمایا" یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو تمہارے بہت بعد آئیں گے، جنہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا اور سنا نہ ہوگا مگر وہ تمہاری طرح مجھ پر ایمان لائیں گے"........

ہمارے لیے اس چشمِ مبارک سے آنسو گرے ہیں۔ ہمارا ان پہ اُن اصحاب سے زیادہ حق ہے کیونکہ وہ متقی تھے، مومنین تھے اور ہم صرف مسلمین ہیں۔ ہمارا زیادہ فاصلہ ہے ایمان تک پہنچنے میں، تو گنجائش اسی کو ملتی ہے نا یار، جو کمزور ہوتا ہے۔ جو ناقص ہوتا ہے، ذرا پیچھے ہوتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ علیہ کیا وہ لوگ ہماری طرح ہوں گے؟ فرمایا" نہیں ان کی کچھ عادتیں تمہاری طرح ہوں گی اور کچھ ان کی اپنی خرافات بھی ہوں گی۔" تو حضراتِ گرامی! بڑی Care کا مقام ہے۔ We should be very very careful in assessing the nature. ایک جملہ مختصر میں جو بخاری نے لکھا، اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ کوئی مسلمان رسول اللہ علیہ کی کسرِ شان کرے۔ فرمایا: "واللہ معطی وانا قاسم" (اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں)۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب میرا مسلک سخت ہو تو میں کہتا ہوں کہ بخاری بھی غلط ہے اور جب میرا مسلک سخت نہ ہو تو میں لکھتا ہوں اصح ال صحیحین ہے۔ ایک تو میں کہتا ہوں کہ بخاری اور مسلم صحیحین ہیں اور پھر بخاری کو کہتا ہوں کہ اصح ال صحیحین ہے۔ مگر جب میری مرضی کی بات نہ ہو تو میں کہتا ہوں، یہ حدیث کمزور ہے، ناقص ہے، اس کی سند کمزور ہے۔

روایت اور درایت کے اصول بخاری دے رہا ہے۔ روایت اور درایت کے اصول مسلم بن حجاج دے رہا ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بخاری بھی غلط ہے۔ یہ طرفہ تماشا ہے، یہ تمسخر ہے جو اسلام میں جاری ہے اور جب ہم اس حدیثِ گرامی مرتبت تک پہنچتے ہیں: "واللہ معطی وانا قاسم" (اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں)۔ تو مجھے یہ بتائیے! کہ ضرورت مند کس تک جائے گا؟ Sanction ہو گی تو اللہ دے گا نا۔ خزانہ تو ادھر پڑا ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کتنے کاغذات پر Sign کروا کر آپ Treasury تک پہنچتے ہیں تو سوال و جواب ختم ہوتے ہیں۔ Treasury کا محافظ تو آپ کا رسول ہے۔ مقامِ شفاعت ان کے پاس، مقامِ وسیلہ ان کے پاس۔ مقامِ محمود ان کے پاس۔ اور آپ کو کیا چاہیے؟

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

اِجماع

اعوذباللہ السمیع العلیم ط من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب ادخلنی مدخل صدقٍ و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا

خواتین وحضرات السلام علیکم! اجماع تاریخِ اسلام میں ایک آخری Institution ہے اور جب ملتِ اسلامیہ کسی Local Situation میں، کسی مقامی صورتِ حال میں یا ملکی سطح پر کسی بڑے Crisis سے روشناس ہو یا کوئی ایسا بڑا سوال ابھرے جس کو علمائے مذہب اور علمائے فکر وخیال حل نہ کر سکیں تو اسے امتِ مسلمہ کی طرف رجوع کے لیے پیش کیا جاتا ہے مگر خواتین وحضرات یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دانش وروں سے مسئلہ لے کر عمومی لوگوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آپ موجود ہوں، علمائے وقت موجود ہوں، علمائے Administration موجود ہوں اور کسی مسئلۂ امت کے لیے بجائے Specialists کے، بجائے اعلیٰ ترین ذہانتوں کے، وہ مسئلہ عام مسلمانوں کو پیش کر دیا جائے۔ یہ ایک Noticeable بات ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ یہ اجماع کا وہ پہلو ہے جس پر پہلے غور نہیں ہوا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اجماع سے پہلے بڑے اقدام ہوتے ہیں اور تمام دنیا میں کوئی بھی سلسلۂ نظامِ اخلاق وسیاست ایسا نہیں ہے۔ اگر Democracy کی بہت زیادہ تعریف بھی کی جائے تو کسی بھی Technical اخلاقی مسئلے پر Democratic institutions کو Call نہیں کیا جاتا اور اگر بہت غور کر لیا جائے تو Assemblies میں Call کیا جاتا ہے یا اگلا Step جسے آپ ریفرنڈم کہتے ہیں۔ مگر اجماع میں ان تینوں میں سے کوئی چیز شریک نہیں ہوتی بلکہ اجماع ایک ایسا Institution ہے کہ جب ملتِ اسلامیہ میں کوئی بڑا مسئلہ مذہب میں پیش آ جائے، جب کوئی مذہب کی Understanding مشکوک ہو جائے یا کوئی مذہبی مسئلہ اس نہج پر پہنچ جائے کہ اس کے بارے میں فیصلہ کرنا ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی رائے یہ ہے کہ وہ مسئلہ عمومی مسلمانوں کو پیش کیا جائے اور ان سے رائے لی جائے۔ خواتین وحضرات اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ یہ تو علم کو ایک برتر واعلیٰ سطح سے ایک کمتر اور جبلی سطح کو منتقل کرنا ہے۔ دنیا میں جو دوسرے نظام ہیں، ان میں ہم ایک عجیب وغریب بات دیکھتے ہیں کہ جب بھی اخلاقیات کا کوئی مسئلہ عمومی لوگوں کو پیش کیا گیا تو عمومی لوگوں نے اس مسئلے کو، اس اخلاقیات کو Reject کر دیا۔ یہ اصول ہے کہ عمومی لوگ Moralist نہیں ہوتے۔ وہ جبلت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

House of lords نے Homo sexuality کا بل Reject کیا تو تینوں مرتبہ تین مرتبہ

Marfat.com

House of commons نے اسے دوبارہ Present کر دیا اور Finally ہاؤس آف لارڈز کو Agree کرنا پڑا۔ اگر پوچھا جائے کہ اتنے بڑے اخلاقی مسئلے پر House of commons کی یا Common Representatives کی یہ رائے کیسی تھی کہ انہوں نے ایک بہت بڑے اخلاقی مسئلے سے کیوں نجات حاصل کر لی تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ جیسے علامہ اقبال نے کہا کہ جمہوریت میں بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے اور جمہوریت میں جو عام لوگ ہیں کبھی بھی اعلیٰ اخلاقیات کے پابند نہیں ہونا چاہتے اور وہ ہمیشہ ان مسائل سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جو ان پر اللہ، اس کے رسول نے یا کسی ایسے علمی نظام کی وجہ سے ان پر جبراً، قدراً عائد ہیں، تو عوام ان کو اپنی سہولتوں کے لیے Reject کرنا چاہتے ہیں۔ But contrary to the system of democracy. اسلام اس کے برعکس بہت بڑے مسائل کے انتخاب میں Common مسلمان پر Rely کرتا ہے۔

اب ایک Practical مثال آپ کے سامنے ہے کہ برصغیر کی تقسیم کے وقت ایک عجیب و غریب مسئلہ درپیش یہ تھا کہ جملہ علمائے اسلام Nationalist تھے۔ احرار ملت Nationalist تھے۔ دیوبند Nationalist تھے۔ اہلِ حدیث Nationalist تھے۔ ابوالکلام آزاد اور عطاء الحق شاہ بخاری بھی نیشنلسٹ تھے سوائے ایک دو علماء کے، جن کو ان کی Individual Opinion میں Institution نہیں کہا جا سکتا اور انہوں نے Individual Opinion میں اپنے Institution سے بغاوت کی جیسے اشرف علی تھانوی نے کی یا جیسے حضرت مولانا انصاری اور انہوں نے اپنی Individual Opinion کے تحت پاکستان بنانے کی جدوجہد میں حصہ لیا لیکن بہت سے علمائے اسلام Nationalist تھے اور انہوں نے پاکستان کی بجائے ایک متحدہ ہندوستان قائم رہنے پر زور دیا، سوائے چند ایک بریلوی علماء کے جن میں مولانا محمد نعیم الہ آبادی وغیرہ تھے، جنہوں نے پاکستان کے حق میں رائے دی۔ خواتین و حضرات! بڑا عجیب مسئلہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم کسی توبیخ میں شریک ہوں اور کسی عالم کو کمتر درجے کی ذہانت اور عقل جانیں، مگر آپ کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ مفکرِ اسلام علامہ اقبال کچھ اس قسم کے عالم نہ تھے۔ جب انہوں نے حسین احمد کی یہ بات سنی کہ ملتیں اوطان سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں تو وہ اس پر اتنے Furious ہوئے اور اتنے غصے میں آئے اور وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں ایسے لگا کہ اصولِ مذہب ہی منسوخ ہو گیا ہو اور انہوں نے وہ مشہور شعر لکھا:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ!
ز دیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرودِ بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقامِ محمدِ ﷺ عربی است

اور پھر Advise کیا حسین احمد کو کہ:

بہ مصطفٰے ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بو لہبی است

مسئلہ یہ ہے کہ ان علماء نے پاکستان کے خلاف سوچا اور ایک نئی مملکتِ نوزائیدہ اسلام کے خلاف اپنی رائے

Marfat.com

دی۔ تو پھر ہمیں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کیا ملتِ اسلامیہ پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کے مقتدر، معتبر اور جید علماء بھی زمان و مکان کی رو میں اصولِ مذہب سے گریز کرتے ہوئے ایسی رائے دیتے ہیں اور ایسے پہلو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں اور ایسی Opinion دیتے ہیں کہ جس کو کسی قیمت پر بھی اسلامی نہیں کہا جاسکتا اور پھر یہ مسئلہ امت کو پیش کیا جاتا ہے اور پھر قائدِ اعظم امت کے سامنے حاضر ہوئے۔ عمومی مسلمانوں سے رائے پوچھی گئی اور پھر عمومی مسلمانوں نے پاکستان بننے کو ممکن بنایا۔

خواتین وحضرات! میں دوبارہ اس لیے اس مسئلے کی طرف آؤں گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ علماء اور دانش ور اور ترقی پسند اور بہترین دماغ اہلِ اسلام کے جب پاکستان کے خلاف ایک رائے رکھتے تھے، ان کی Reasons تھیں اور وہ Reasons آج بھی وہی ہیں، ان کو آج بھی دیکھ لیں۔ ان کا خیال ہے کہ اجماع نے ناقص فیصلہ دیا ہے۔ مگر اجماع نے اس نوزائیدہ مملکت کو ممکن بنایا ہے تو We have to see, why and how?

خداوندِ کریم اور اس کے رسول نے اجماع میں جس چیز پر بھروسہ کیا ہے وہ Sentimental ہے It's not intellect. یہ عجیب بات ہے کہ اجماع سے رائے لینا اور اجماعِ امت کو رائے پیش کرنا اور اس سے فیصلہ مانگنا اس میں اللہ اور اس کے رسول نے اس سادہ ترین جذبے کو پیشِ نظر رکھا ہے جو عمومی مسلمان میں عقلی نہیں بلکہ ان کی قلبی کیفیات سے، ایک جذبہ خدا اور اس کے رسول کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک جب Minds Confuse ہو جائیں۔ جب عقل برگشتہ ہو جائے۔ جب دماغ Paralyse ہو جائیں اور علماء اور دانش وروں کے فیصلے مشکوک ہو جائیں تو اس وقت فیصلۂ اسلام مسلمانوں کے دلوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ اجماع کی سب سے بڑی Quality ہے کہ فیصلہ دانش وروں کے ہاتھ میں نہ جائے مگر کیوں؟ اگر دیکھیں تو اس کے پیچھے ایک بہت بڑی حدیث ہے:

سرکارِ رسالتمآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی چیز کے بارے میں تجھے شبہ ہو کہ یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے تو اسے دل پر رکھو۔ اگر دل انتشار کا شکار نہیں ہوتا۔ اگر دل اس کی وصولیت سے انکار نہیں کرتا۔ دل اس کے بارے میں کسی ابہام کا شکار نہیں ہوتا تو وہ اختیار کرلو اور اگر دل میں کوئی اشتباہ اور کسی قسم کی کمزوری آجائے اور دل اسے ماننے پر راضی نہ ہو تو پھر اسے ترک کردو۔ فیصلہ ایک عمومی مسلمان کے دل کا ہے۔ خواتین وحضرات! Modern Temper میں دل کا سوچنا ایک Non scientific attitude سمجھا جاتا ہے اور دماغ یہ سوچتا ہے، دماغ یہ خیال کرتا ہے تو پھر عموماً یہ کہا جاسکتا ہے کہ دل سے مراد کیا لی جائے اور کیسے اجماع کے دل فیصلہ کرتے ہیں؟ ایک اور حدیثِ قدسی ہے اور دیکھئے اجماع فیصلے میں کہاں پہنچتا ہے کہ اللہ نے فرمایا:

(لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں، اس پَر کی طرح ہیں جو کھلی زمین پر پڑا ہے اور جسے ہوا الٹاتی پلٹاتی ہے۔)

دراصل اجماع میں اللہ فیصلہ دے رہا ہوتا ہے۔ جب اجماع تک بات پہنچے گی تو ان کی General Decision کو کنٹرول کرنے والا، اُس پَر کی طرح جسے ہوا الٹاتی پلٹاتی ہے، خدا ان کے فیصلے کو الٹائے پلٹائے گا اور یہ بات قطعاً تسلیم شدہ ہے کہ جب پاکستان کا وجود اور پاکستان کے مفکرین اور اہلِ ہند کے دانش ور پاکستان کے بارے میں شکوک کا شکار تھے تو خدا کا ہاتھ اجماع پر آ گیا۔ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا اجماع کبھی غلط نہ ہوگا کیونکہ اللہ کے رسول کو پتہ تھا کہ میری امت سے اللہ کا ہاتھ کبھی نہ اٹھے گا اور خدا ان کی نگرانی کرے گا اور جب یہ اکٹھے ہو کر کسی

مسئلے کے بارے میں سوچیں گے تو چاہتے، نہ چاہتے ہوئے بھی وہی فیصلہ کریں گے جو اللہ ان کے لیے چاہے گا۔ جب یہ مشترکہ ہاتھ مل کر دعا کے لیے اٹھیں گے تو قبولیت درِ حق سے ان کے دامنِ سوال تک پہنچے گی۔

خواتین وحضرات! اس اجماع کی ایک اور مثال دیکھئے کہ کچھ دنوں پہلے ایک فوجی حکمران نے ریفرنڈم کرانا چاہا تو اجماع نے صاف انکار کر دیا اور اس ریفرنڈم کی کہانیاں اور داستانیں اتنی دور تک پہنچ گئیں کہ اس حکمران کو مجبوراً کہنا پڑا کہ میں اس ریفرنڈم کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ وہ ٹھیک نہیں ہوا۔ غلط ہوا ہے۔ Contradicted ہوا ہے۔ اس کہ وجہ دراصل یہ تھی کہ اجماعِ امت اس میں شریک نہیں ہوا۔ اسلام میں ریفرنڈم ہمیشہ ناکام ہوگا۔ Beacuse which is not religious problem. امت اس میں قطعاً کسی قسم کا شوق نہیں رکھتی۔ اسلام میں ریفرنڈم صرف اس وقت ہوگا کہ جب امتِ مسلمہ کی بقا، ان کا دین، ان کا اخلاق، ان کا System of thought ان کا System of creative thinking جس وقت خطرے میں پڑے گا اور کوئی امت رجوع کرے گی، اپنے آپ سے اور جب کوئی حکمران امت کی طرف رجوع کرے گا اور جب کوئی سوال پیش کیا جائے گا اجماعِ امت پر تو خدا ضرور ان پر Influence کرے گا اور ان کے فیصلے ضرور اللہ کی مرضی کے مطابق ہوں گے۔

خواتین وحضرات! آج کی بات دیکھئے Let me say a few words about Terrorism. Terrorism is not Islam. مگر Terrorism ہے کیا؟ Terrorism انقباضِ قلب ہے۔ بندشِ دل ہے۔ وہ دل جو Sensitive ہے۔ وہ دل جو احساس رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اور اگر ایک گھر میں چار بھائی ہیں۔ ایک بھائی کہتا ہے کہ ہمیں برداشت کرنا چاہیے۔ ایک بھائی کہتا ہے کہ آج نہیں تو کل ہم برداشت کرلیں گے۔ ایک بھائی کہتا ہے کہ ہمیں Co-operate کرنا چاہیے۔ ایک بھائی کہتا ہے کہ میں یہ ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر وہ ایک Reaction مرتب کرتا ہے۔ وہ Responses دیتا ہے۔ اگر اقوامِ عالم کی تاریخ آپ دیکھیں تو Terrorism نئی بات نہیں ہے۔ ہر زمانے میں جب ناانصافی اپنے عروج پر ہو یا ایسے Culture Develop ہو جائیں جو جبری اور استبدادی ہوں تو اس کے خلاف بغاوت کرنے والے لوگ ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ کیا مغلیہ دور میں مغلیہ سلطنت کے خلاف ایسی Movements نہیں آئیں؟ کیا برطانیہ میں Robin Hood کی Movement ایسے ہی لوگوں کی نہ تھی؟ کیا امریکہ میں اس قسم کی Movements نہیں آئیں؟ ہر جگہ کسی بھی جبر و استبداد کے خلاف Individual کا کھڑا ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مگر Why we call it terrorist activity? ایک بات یقینی ہے کہ اقوامِ مغرب کی احمقانہ Contrivity اور جاہلانہ رویے نے، جو انہوں نے ملتِ اسلامیہ کے بارے میں رکھا ہوا ہے، Terrorism اب Individual Feelings سے بڑھ کر National Feelings بنتا جا رہا ہے۔ Perhaps this Psychological pattern of terrorism is not known to the western world. اگر ان کا خیال یہ ہے کہ دو چار Individuals کو ختم کر کے وہ اس مسئلے سے نجات حاصل کرلیں گے تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ کوئی بھی ایسا مسلمان نہیں ہے جو Terrorism کو پسند کرے، مگر کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو اقوامِ مغرب کی زیادتیوں کا جواب نہ دینا چاہے Then must be await تو آج کل Terrorism absolute negative ہونے کے باوجود،

Marfat.com

Absolute ایک منفی ردِعمل ہونے کے باوجود، رفتہ رفتہ ملتِ اسلامیہ کو ان اجتماعی Responses پر آمادہ کر رہا ہے۔ اب وہ حجاب ٹوٹ رہے ہیں جو مسلمان حکمرانوں نے اپنے لوگوں پر عائد کیے ہوئے تھے۔ اب سیکولرازم جس نے کم از کم مسلمانوں کو پچھلی ایک صدی سے جکڑ کر رکھا ہوا تھا، اپنے انجام کے بہت قریب ہے New identities have been involved پہلی دفعہ مسلم دنیا میں چار تحریکوں نے پوری دنیا میں Revival of Islam کی بنیاد رکھنا چاہی، عرب میں اخوان المسلمون، انڈونیشیا میں تحریکِ محمدیہ اور پاکستان میں جماعت اسلامی۔ .They all worked ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی نظام کو قائم کرنا، مگر بدقسمتی سے یہ تمام Organizations اسلام کے صرف External پہلو تک محدود رہ گئیں اور اسلام کا اصل باطنی اور قلبی پہلو جس کو آپ تصوف کہو یا جس کو آپ ایمان کہو یا جس کو آپ مسلمانوں کا اخلاص کہو، اس کی طرف کوئی توجہ نہ رہی اور پوری کی پوری امت عبادات کو Establish کرنے میں کھو گئی اور وہ یہ بھول گئے کہ مذہب صرف Practical نہیں ہے۔ مذہب ایک فلاسفی ہے۔ ایک Myth ہے۔ ایک سوچ ہے اور مذہب کی صرف ایک ترجیح ہے اور وہ اللہ ہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک شریعتیں بدلتی رہیں۔ بہت ساری ایسی چیزیں جو شریعت موسوی میں حرام تھیں، ہمیں حلال ہیں۔ شریعت لوگوں کو ایسا ماحول مہیا کرنے کا نام ہے کہ اگر اس میں دس ہزار لوگ شامل ہوں گے تو رفتہ رفتہ اس میں سے وہ صاف ستھری سوچ ابھرے گی کہ جس میں اگر دس ہزار لوگ ہوں تو ان میں شاید ایک خدا شناس نکل آئے۔ We don't expect that all majority of Muslims will be able to know the God. یہ صرف ایک مرتبہ ہوا۔ اس لیے کہ استادِ عظیم رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم گرامی مرتبت کے زمانے میں ایک پوری امت ہی امتِ اصحاب و اولیاء ہو گئی۔ .The teacher was so perfect .The students were so good and the message was absolutely accepted اور ایک پوری جماعت، پورا معاشرہ ہی اللہ کو محبوب ہو گیا اور تمام ہی رضی اللہ عنہم ہو گئے۔ مگر آپ دیکھئے کہ مقامِ رضا تک پہنچی ہوئی اس وقت کی اُس پوری امت میں بھی درجات تھے۔ ان کے بھی درجات مرتب ہوئے۔ اگر جملہ مومنین سے اللہ راضی ہوا تو کچھ کو اصحابِ عشرہ مبشرہ کہا، کچھ کو اصحابِ شجرہ کہا۔ وہ General سے زیادہ بہتر قرار پائے۔ کچھ کو اصحابِ اربعہ قرار دیا گیا۔ ان سے بھی بہتر قرار دیا گیا۔ کچھ کو شہداء، کچھ کو صلحاء، کچھ کو صدیقین کہا گیا۔ ان کو علیحدہ فضیلت دی گئی اور اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"نرفع درجت من نشآء"

(جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔)

"وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف:۷۶)

(اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔)

اور اللہ کے ہاں بزرگی مرتبہ، عزت اور حکومت عباداتِ ظاہرہ سے نہیں بلکہ اس آیت کے مطابق درجاتِ علم سے ہے اور اصحابِ رسول ﷺ نیت میں، اخلاص میں، محبت میں تو ایک ہو سکتے ہیں مگر درجاتِ علم میں تفاوت ہو سکتی ہے اور اللہ اس کو بہتر جانتا ہے۔

خواتین و حضرات! آج بھی ہم اجماع پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ مگر یہ دیکھئے کہ اجماع کا احساس کس کے ہاتھ

Marfat.com

میں ہے؟ کون جاننا چاہے گا کہ اجماع کیا سوچ رہا ہے؟ موجودہ مسائلِ امت میں کون ایسا ناقض موجود ہے جو یہ دیکھنا چاہے کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں؟ مسلمانوں کے حکمران وہ چاہتے ہیں جو مسلمان نہیں چاہتے۔ آپ جملہ مسلمین کو دیکھ لیں، گلی کوچے اور محلے میں کسی بندے سے پوچھ لیں اور یہ بار بار Analysis ہو چکا ہے۔ بار بار رائے شماری ہو چکی ہے اور اگر پاکستان میں بمشکل آپ کو دو چار فیصد لوگ نظر آئیں گے اور وہ بھی چند Secular Inheritance کے مالک جو امریکی اقدام کو درست قرار دیتے ہیں اور جو کسی نہ کسی سطح پر اس کے خلاف لڑنا نہ چاہیں گے۔ میں پڑھا لکھا سہی، ہم سب پڑھے لکھے، دانش ور سہی، مگر ہمارے دلوں میں بحیثیت مسلمان ایک آتشِ زیرِ داماں ہے، ہم اسے بظاہر دکھا نہیں رہے۔ یہ زیرِ داماں جو چراغ جل رہا ہے، یہ نفرت کا، تحقیر کا چراغ ہے۔ یہ مغرب سے مناقشت کا چراغ ہے۔ یہ اس Insult کا چراغ ہے، اس توبیخ کا، جو ہم جملہ مسلمین مغربی Civilization کے Over riding pressure کی وجہ سے محسوس کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم میں کچھ حکومت پرست ہوں، ہو سکتا ہے کہ کچھ مصلحت پرست ہوں، کچھ نفاق کے تحت ہوں مگر، اگر ایک اصلی جذبے کو دیکھا جائے تو Hardly کوئی ایسا مسلمان موجود ہے جو Terrorism as known terrorism. مگر ایک General مسلمان کی Feeling یہ ہے کہ یہ بہت بڑی زیادتی اور حماقت ہے جس میں مغرب مصروف ہے اور اجماع اس کا جواب صرف ایک صورت میں دینا چاہتی ہے۔ Resistance میں، جنگ میں، موت میں۔

مہدی کی آرزو اجماع کی آرزو ہے مگر کیوں؟ کیوں مہدی کی آرزو کی جائے؟ کیوں امامِ آخر الزماں کی آرزو کی جائے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ امت اپنے حکمرانوں سے مایوس ہے۔ ورنہ اگر پرویز مشرف اس قسم کا مسلمان نکلے یا جنرل انوار السادات اس قسم کا مسلمان نکلے یا صدام اس قسم کا مسلمان نکلتا یا کوئی اور حکمران اس قسم کا مسلمان نکلتا جو امت کی Feelings کو Arrange کر دیتا اور امہ کی Feelings کو لے کر ایک بہت بڑے مغربی تصادم کی بنیاد پڑتی تو شاید مسلمانوں کی یہ حسرت و آرزو نکل جاتی مگر ایسا نہیں ہوا۔ They are in the general feelings that Muslims all over the world are simply not satisfied with their leaders. اور یہ ایک Unfeeling سطح پر آپ محسوس کرو گے کہ اجماع اپنی حیثیت میں Work کر رہا ہے۔ Ostrich کی طرح ریت میں سر چھپا کر مغرب کے مفکرین مشرق کے رنجک سے بچ نہیں سکتے۔ ایسا ناممکن ہے۔

خواتین و حضرات! تاریخ چھوٹا سا وقفہ ہے۔ تاریخ پہلے بھی یہ باتیں بہت مرتبہ دیکھ چکی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ کسی جابر و آمر نے کبھی تاریخ سے سبق حاصل نہیں کیا۔ تاریخ ہمیشہ ان Tragedies کو نقل کرتی ہے جو نااہل حکمرانوں کے اقدامات سے حادثات و واقعات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ مسلم امہ اُس پوری زیادتی کا، اس جبر و تشدد کا Response واپس نہ دے۔ It's a matter of time. No body can stop a revolution, the time of which has come. آج اگر کوئی تبدیلی نہیں آ رہی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے امریکہ اور برطانیہ نے روک رکھا ہے۔ اسے Strength نے نہیں روکا ہوا۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے دانش ورانِ مغرب کی۔ The only thing is, کہ ابھی خدا کی مرضی مسلمانوں تک نہیں پہنچی۔ Nobody can stop the revolution the time of which has not come. جب وقت آ جائے گا تو کوئی Super power یا Junior power اس

Marfat.com

Response کو نہیں روک سکے گی اور میرے خیال کے مطابق پوری کی پوری امتِ مسلمہ اس جواب دینے والے عمل کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ہمیں اپنے باطن سے، اپنے اندر سے، اپنے علم اور اخلاص سے یہ Response ظاہر کرنا ہوگا۔ ضرور اللہ کا ہاتھ ہم پر آنے والا ہے۔ It's very obvious for its happening now all over the world. اگر عراق سے امریکہ بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے تو ابھی تو اسے اجماع سے واسطہ ہی نہیں پڑا۔ خواتین وحضرات! کمزوری دیکھیے ان کے پورے Process کی کہ اگر وہ افغانستان میں چیخ وپکار کر رہا ہے اور اگر عراق میں وہ ہر روز بھاگنے کی بات کر رہا ہے تو امتِ مسلمہ کا مکمل Response کیسے سہہ سکتا ہے۔ ابھی تو چند Dilly-Dally جنہیں ہم نکمے مسلمان کہتے ہیں جو علم وآگہی کے بجائے ہتھیار بند ہیں اور At all cost وہ مر کر بھی دشمن کو زک پہنچانا چاہتے ہیں اور جب پوری امتِ مسلمہ ہی مرنے پر تیار ہوگئی تو اس کا ہاتھ کون روکے گا اور پھر کون سی طاقت اس کے سامنے آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمانہ آخر میں بنو افرا (نیلی آنکھوں والوں) کو غلبہ ہوگا۔'' اصحاب نے پوچھا کہ کیا مسلمان اس وقت تعداد میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا نہیں وہ مور وملخ کی طرح ہوں گے۔ فرمایا کہ یا رسول اللہ پھر کیوں؟ اصحابِ رسول کو یہ بات سمجھ ہی نہ آئی کہ 313 اٹھ کر دنیا کا تختہ الٹ دیتے ہیں۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مور وملخ کی طرح ہوں گے تو پھر کیوں دشمن سے مغلوب ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان پر وہن غالب ہوگا۔ طلبِ دنیا غالب ہوگی۔ ان کی Priorities بدل جائیں گی۔ میری امت کی Priorities میں نہیں رہوں گا۔ میرا اللہ نہیں رہے گا بلکہ ایچی سن ہوگا۔ Beacon House ہوگا۔ انگریزوں کی طرح بات کرنا ہوگا۔ Westernize قوموں کی تعلیم کے حصول کے لیے بے چینی ہوگی۔ ان کے اختیارات کو تسلیم کرنا ہوگا۔ ان کی تعلیمات کے مقابلے میں احساس کمتری کو پالنا ہوگا اور ہم اوپر سے آئے ہوئے تمام اخلاقی نظامات کو، تمام تر دولتِ دنیا اور ترقیٔ دنیا کو مغرب کا مرہونِ منت سمجھتے ہیں۔ ہر اخلاقی نظام کا منبع و سرچشمہ ہم مغرب کو تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔

خواتین وحضرات! اجماع کی جو کیفیت اب ہے۔ اجماع ہو رہا ہے لیکن ابھی اجماع نے اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ اگر معاملہ امت کو پیش ہو چکا ہے اور اجماع اس پر غور وخوض کر رہا ہے اور جب یہ غور وخوض ختم ہوگا۔ یہ تساہل ختم ہوگا۔ یہ وہن ختم ہوگا۔ Priorities دوبارہ جب واپس آئیں گی، جب دین کی واحد Priority مسلمان کے علم میں آئی اور جب مسلمان نے اللہ کو اپنی جدوجہد کی واحد ترجیحِ اول قرار دے دیا تو تمام غلبہ مغرب شیطان کے فریب کی طرح ہوگا۔ اور اللہ کہتا ہے کہ شیطان کا مکر تارِ عنکبوت کی طرح ہے اور حق ایک پتھر کی طرح ہے جو اسے توڑتا ہوا چلا جائے گا:

''بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھوزا ھقٌ ط'' (الانبیاء:۱۸)

(بلکہ ہم تو چوٹ لگاتے ہیں حق سے باطل پر پس وہ اسے کچل دیتا ہے اور یکایک ناپید ہو جاتا ہے)

لوگ کہتے ہیں ان کے پاس بڑے اسباب ہیں۔ اسباب بڑے ہیں۔ Powers بڑی ہیں۔ حضراتِ گرامی! کب ایسا زمانہ تھا کہ اسباب میں یہ کمی بیشی نہ تھی۔ اگر آپ غور کریں تو جو 313 لڑنے گئے اہلِ کفر سے، اگر ان کی Average مرتب کی جائے تو وہی فرق ہے جو آج امریکہ اور آپ میں ہے اور جہاد، اللہ کے حکم سے جنگ کرنا، کبھی بھی برابر کی سطح پر نہیں ہوا ورنہ جہاد جہاد ہی نہ ہوتا۔ جہاد کا مقصد ایک Special Effort ہے جو اللہ کے لیے کی جائے۔ یہ

عمومی جنگ نہیں ہے اور اپنے اسباب کی کمی کو خدا کے توکل سے پورا کیا جائے۔ جہاد برابر کی جنگ نہیں ہے جس میں مسلمان کے پاس بھی برابر کے آلاتِ جنگ ہوں اور دشمن کے پاس بھی برابر کے آلات ہوں۔ تاریخِ اسلام میں کبھی بھی برابر کی جنگ نہیں ہوئی بلکہ جہاد سے مراد یہ ہے کہ اسباب کم وبیش ہوں تو مسلمان اسباب کی کمی کو خدا کے یقین سے پورا کرتا ہے۔ جو جنگ وہ کم اسباب کے ساتھ کر رہا ہے، مگر وہ توکل کرتا ہے۔ بھروسہ کرتا ہے کہ اسباب پر جنگ کا انحصار نہیں ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ جنگ میں نے لڑنی ہے مگر فتح وشکست نہ میرے پاس ہے، نہ امریکہ کے پاس ہے، نہ برطانیہ کے پاس ہے، فتح وشکست، تمام تر میرے اللہ کے پاس ہے اور خدا کہتا ہے کہ تم کہاں عزت کے لیے جاتے ہو؟ کس سے عزت طلب کرتے ہو؟

"فان العزة لله جميعا" (النساء:۱۳۹)

(پس عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔)

تمام تر عزت تو میرے پاس ہے۔ فتح تو میرے پاس ہے۔ میں دینے والا ہوں۔ تم کہاں سے اسباب کو وجہ فتح سمجھ بیٹھے ہو۔

خواتین وحضرات! کچھ Ground حقائق کے لوگ جب گنتیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اعداد و شمار میں پڑ جاتے ہیں۔ جان بوجھ کر Muslim Temper کو Depress کرتے ہیں۔ مگر آپ کو پتہ ہے کہ ایک جنگ کیسے لڑی گئی؟ مہدیٔ سوڈان کی جنگ۔ قط العمارہ کی جنگ۔ British Forces کے ساتھ درویشوں کی جنگ۔ پورے کا پورا لشکر اور توپ خانہ جنرل Gorden کا میدان میں کھڑا تھا And they were very confident کہ جوں ہی سوڈانی مہدی آئے گا تو ہم ایک پل میں اسے برباد کر دیں گے۔ پھر مؤرخ لکھتا ہے کہ پہاڑی کی چوٹیوں سے مہدی کے لشکر کا خروج ہوا اور ابھی ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ قریب آئیں اور ہم ان پر گولے برسائیں کہ انہوں نے اپنی ننگی تلواریں سورج کے سامنے رکھ دیں۔ پھر وادی میں جہاں فوجیں تھیں، چمک کا ایک ایسا سیلاب اترا کہ جو لوگ نیچے کھڑے تھے وہ سب Blind ہو گئے۔ صرف تلواروں کی چمک انہوں نے سورج کے سامنے رکھی تھی تو گھڑ سوار دستے Blind ہو گئے اور مہدیٔ سوڈان نے پورے برطانوی لشکر کو خاک کر دیا۔ قط العمارہ کی جنگ بھی انگریز فراموش نہیں کر سکا اس لیے کہ وہ ایسی عبرت ناک جنگ ہے کہ انگریز اس کے بارے میں سوچنا بھی اپنے لیے ہولناک سمجھتا ہے۔ خواتین وحضرات! یہ وہ اعتبار ہے جو لڑنے والا مسلمان اللہ پر رکھتا ہے۔

افغانستان کی تاریخ آپ کو Witness نہیں دے گی اس جنگ کے بارے میں جو مسلمان کی یا اجماع کی رائے سے ہوئی۔ افغانستان میں جنگ جیتی نہیں گئی، خریدی گئی ہے۔ بغداد ہارا نہیں، خریدا گیا ہے اور اگر اسی کروڑ ڈالر افغانوں کو Deliver ہوئے ہیں تو یہاں دو ارب ڈالر عراقی جرنیلوں کو ملے ہیں۔ مگر کتنی بڑی قوم اور کتنی بڑی طاقت اور کیا رعب! جنابِ بش، جنابِ بلیئر! مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو چار مہینے اور ٹھہرتے، Rest کرتے، مغلوب قوم سے اپنی عیش وعشرت کے حصول کرتے جو وہ کرنے آئے تھے وہ کرتے۔ وہ Semites کو مغلوب کرنے آئے تھے مگر چند ایک سر پھرے: کھلنڈرے، محبت رکھنے والے، جنوں آمیز، چند ایک مسلمان، جنہوں نے ان کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ اب وہ اس کمبل کو چھوڑتے ہیں مگر کمبل انہیں نہیں چھوڑتا۔ ٹھیک ہے یہ بے دریغ، جس میں میں بھی ہوں، آپ بھی ہیں، ہم سب مسلمان

جتنے بھی ہیں، لڑنے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹتے۔ ہماری انانیت کو ہماری پوری تعلیم کھا جاتی ہے۔ ہمارے غرور، ہماری سرکشی تو بڑی واضح ہے مگر فرض کرو کہ اگر یہ موقع نکل آتا ہے۔ یہ Leader Ship کا بحران ہے ایک تھوڑی سی کمی ہے۔ مسلمانوں نے ابھی اس اجماع کے Question کو Solve نہیں کیا۔ But once the ummah decide, i am very sure the west will be very shy. انشاءاللہ۔ ساری دنیا اور کائنات کی خبر غلط ہوسکتی ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر غلط نہیں ہوسکتی اور متفق علیہ حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت کسرہ سے جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی اور اسی جگہ ضمنی طور پر فرمایا کہ سراقہ بن جعشم تیرا کیا حال ہوگا، جب کسرہ کے کنگن تجھے پہنچائے جائیں گے اور یہ یاد رکھیے کہ حضور ﷺ اس وقت زندہ نہ تھے۔ جب جنگِ مدائن لڑی گئی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ جب کسرہ کے کنگن آئے تو حضرتِ عمر فاروقؓ روئے اور کہا سراقہ کو بلاؤ۔ سراقہ حاضر کیے گئے تو حضرتِ عمرؓ نے فرمایا کہ اے سراقہ! تجھے یاد ہے کہ آقا ورسول نے کیا کہا تھا؟ یہ تیری امانت ہے۔ اسے حاصل کر لے اور تو جا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری امت قیصر سے جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی پھر زمانے نے یہ ہزیمت دیکھ لی کہ قیصر روم کے خلاف یرموک میں جنگ ہوئی۔ ذات السلاسل میں جنگ ہوئی۔ انطاکیہ میں جنگ ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے Romans کی Eastern Empire ختم ہوگئی اور مسلمان ان پر مکمل غالب آگئے۔ پھر کہا کہ میری امت ڈھال جیسے چہروں والے اور چمڑے کے تسموں کے جوتے پہننے والی ایک قوم سے جنگ کرے گی اور وہ بڑی اکھڑ اور خراب قوم ہے اور پھر اس پر غالب آئے گی۔ خواتین وحضرات! معرکہ عینِ جالوت میں جب قزل بوغا ڈیڑھ لاکھ منگولوں کا لشکر لے کر دمشق پر چڑھا۔ And it is one of the most decissive battle of the history. اور پھر اللہ نے یہ چاہا کہ سلطان رکن الدین، سلطان علاؤالدین اور امام ابنِ تیمیہ..... یہ مسلمانوں کے تین طاقت کے ستون تھے۔ ان تینوں نے مل کر Response دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فتنۂ تاتار کو ختم کر دیا اور فرمایا کہ زمانۂ آخر میں میری امت دجال کے ساتھ جنگ کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔

دجال کا مطلب ہے غرور وتکبر۔ بڑائی اور ناجائز Claimant اللہ کی حکومت کا ناجائز Claimant دجل و فریب سے اپنی خدائی Claim کرنے والا، اپنے آپ کو خدا سے بڑا سمجھنے والا۔ اسباب کی خدائی کو قائم کرنے والا، خدائے مطلق کے سامنے۔ اور یہ حضراتِ محترم! بہت دور نہیں، بہت قریب ہے کہ:

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

وما علینا الاالبلاغ

سوالات وجوابات

سوال: اس شعر کے حوالے سے علامہ کا ایک اور شعر ہے جسے ہم گذشتہ صدی سے سنتے آ رہے ہیں کہ:

؎ طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

تو اسی شعر کے حوالے سے اس دور میں یہ جو State of confusion ہے مسلم اُمہ میں، جیسے آپ نے فرمایا کہ اجماع آنے کو ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ کتنا ٹائم لگے گا مگر طہران کے حوالے سے ارشاد فرمائیں؟

جواب: حضراتِ گرامی! علامہؒ کے بہت سارے ایسے خواب تھے اور زمانۂ آخرِ زندگی میں اقبال ایک ایسے Wishful Thinker تھے کہ جنہوں نے امت کے بارے میں خواب دیکھنے شروع کر دیے تھے۔ اسی طرح انہوں نے خواب دیکھا کہ:

؎ نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر

اور حیرت کی بات ہے کہ انہوں نے جو خواب دیکھے، تقریباً تقریباً انہوں نے ان کو Shape دی۔ اگرچہ اس طرح سے انہوں نے Act نہیں کیا For Example جیسے کاشغر ہے اور جیسے قازقستان وغیرہ ہیں۔ But the very fact that those Muslim states have got the identity of sovereign کہ ان کے تعلقات پاکستان کے ساتھ Establish ہوئے تو Actually وہ تمام بڑے Moments جو مختلف اقوام میں آئے، وہ مل جل کر ایک Shape بنا رہے ہیں۔ جیسے آسمان پر بادلوں کی بنتی اور بگڑتی ہوئی شکلیں کبھی ایک مقام پر اکٹھی نہیں ہوتیں تو فی الحال I Think کہ ابھی آسمانِ امت پر Shapes بن رہی ہیں۔ ابھی شاید ہم ان قطراتِ ابر تک نہیں پہنچے جو ہماری ترستی ہوئی امیدوں کی زمین کو سیراب کریں۔ مگر میرا خیال ہے کہ انشاءاللہ It is not very far off. It will be in this decade. بلکہ اگر میں آپ کو کہوں کہ آج سے ایک ایسا قدم اٹھ گیا ہے کہ جس کا امکان ہے کہ Muslim Ummah is now ready for its responses.

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے ایک جنگ کا ذکر کیا ہے۔ ایک طرف بہت طاقتور لوگ تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کے پاس صرف تلواریں تھیں جو انہوں نے سورج کے سامنے کیں تو اس سے دشمن کو شکست ہوئی اور وہ ختم ہو گئے تو اس سے کمزوری کے بجائے مسلمانوں کی سائنس اور ٹیکنالوجی میں برتری تو ثابت نہیں ہوتی۔

جواب: ایک تو اللہ کے احکامات کی تعمیل ہم پر بڑی لازم ہے For example if i am a Doctor or i am an Engineer تو اللہ کی طرف سے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میں اعلیٰ ترین مقصدِ تعلیم کو پورا کروں کیونکہ اگر اسلام کو General سٹڈی کریں تو اسلام بنیادی طور پر مذہبِ علم ہے اور اللہ اور رسول بھی بار بار ایک ہی بڑے مقصد کی نشان دہی کرتے ہیں اور وہ تحصیلِ علم ہے مگر ہوا یہ کہ جب سلطانِ سلیمانِ ذیشان کی حکومت قائم ہوئی اور مسلمانوں کو ستره سو برس ہو گئے تھے مسلسل حکومت کرتے ہوئے اور اس وقت دنیا کے تین بڑے حکمران تھے سلیمانِ ذیشان Akbar the great اور Abbas the great ساری دنیا میں تین بڑے بادشاہ تھے اور تینوں ہی مسلمان تھے تو ایک انجانا سا غرور مسلمانوں کے رگ و پے میں سرائت کر گیا اور تیرہ سو برس سے حکمران قوم کو یہ خیال آیا کہ ہم کچھ کریں یا نہ کریں ہم ہمیشہ غالب رہیں گے۔ تو دنیا میں کوئی نظام اتنا طویل عرصہ چلا نہیں۔ اسلام میں لوگ بدلتے رہے ہیں لیکن

Marfat.com

اسلام کا غلبہ 1300 برس تک قائم رہا تو پھر ان میں ایک تساہل واقع ہو گیا۔ یہ Learning کا تساہل تھا۔ علم کی طرف سے روگردانی ہوئی اور عین انہی دنوں میں علم Transfer ہونا شروع ہو گیا۔ قسطنطنیہ پر سلطان محمد فاتح کی حکومت کے بعد Knowledge was transfered. قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں سے اور قسطنطنیہ کے مکاتب سے علم Transfer ہوا مغرب کو۔ مغرب جو اس وقت Dark Ages میں تھا تو اس وقت ان میں دو تحریکات شروع ہوئیں۔ تحریکِ احیائے علوم اور تحریکِ احیائے مذہب اور ان دو تحریکات کی وجہ سے، ایک نئی آگہی کی وجہ سے یورپ نے بڑی تیزی سے Learning شروع کر دی اور مسلمان اسی آگہی کے باوجود Relax کرنا شروع ہو گئے۔ We lost the religious touch in education and they started gain. یہ تعلیمی تفاوت ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمان آج اپنے آپ کو کمتر خیال کر رہا ہے۔ مگر Technology کبھی بھی لمبے عرصے تک تفاوت نہیں رکھ سکتی۔ یہ Inter Transferable ہے۔ اس لیے کہ Technology مہارت ہے، فرض کریں کہ یورپ میں ایک نئی Machine آ ئی And some one amongst us is over there and just watches. کتنی ہی پیچیدہ مشین ہو، اگر وہ دس دن اس پر کام کرے گا تو اس کا ماہر ہو کر واپس آ جائے گا۔ Technology Senses کا فرق نہیں کرتی۔ اس لیے جب مسلمانوں کے پاس تیل تھا تو وہ بڑے Victorious تھے مگر پھر Romans Crusades میں تیل لے کر اپنی طرف چلے گئے اور انہوں نے تیل وہاں استعمال کیا اور Gradually and solwly وہ ترقی کرتے گئے۔ سولہویں صدی میں Mediterranean پر مکمل عروج تھا مسلمانوں کا۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو دو Discoveries صرف اس وجہ سے ہوئیں کہ مسلمان دشمنوں کے جہاز بحیرہ روم سے گزرنے نہ دیتے تھے اور سلطان سلیمانِ ذیشان کا امیر البحر خیر الدین باربروسا اس قدر خوفناک سمجھا جاتا تھا کہ اس کا نام لے کر یورپ میں مائیں اپنے بچوں کو ڈراتی تھیں اور یہ مشہور تھا کہ جب مائیں بچوں کو ڈراتی تھیں تو کہتی تھیں۔ Hush! the Turks are coming. تو اگر دیکھا جائے اصولاً تو Change and shift of this power does not look strange. Somebody losts and somebody gains. Again we see within this period that we are gaining and somebody is losing. Europe is losing. America is losing the command over informations and Muslims are gaining. اب مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ملکوں کی اسرائیل کے بارے میں حمایت کے رویے کی وجہ سے پاکستان کو تنہا جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے اور پاکستان ماشاءاللہ تعالیٰ ہر وقت اللہ کے رسول کی نظر میں تھا، ایسے لگتا ہے کہ برصغیر کے مسلمان اللہ کے Most Favourite اور رسول اللہ کے Most Favourite مسلمان تھے۔ حتیٰ کہ کتاب حمادی میں نعیم بن حماد نے حدیث نقل کی کہ جب اہلِ ہند کے مسلمان اہلِ کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے روساء اور امراء کو پابندِ سلاسل کر دیں گے تو شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ تو آپ غور کیجیے کہ ہمارا کیا رول ہے؟ مجھے لگتا ہے کہ آج ہم نے ایک ایسا قدم اٹھا لیا ہے۔ آج ہی میں نے یہ خبر پڑھی ہے کہ پاکستان Long range Inter continental blastic میزائل تیار کر رہا ہے اور ان کا Experiment کرنے والا ہے اور یہ میزائل Air controlled ہیں And it is very obvious means that now we have

Marfat.com

reached to long range mesiles اور یاد رکھیں امریکہ کے ڈک چینی سے کسی نے پوچھا تھا کہ Of what power you are afraid of? تو اس نے کہا کہ Russia، تو سوال کرنے والے نے کہا کیوں؟ تو اس نے کہا: Because they can hit us. اور یاد رکھیے کہ کسی بھی قوم کے پاس اگر Long Range میزائل تیار ہو گئے کہ They can hit America اور اسے پتہ چل گیا کہ فلاں ملک کے پاس اتنی طاقت آ گئی ہے کہ وہ Counter attack کرسکتا ہے تو اسی دن American Supermacy زیرو ہو جائے گی And one thing has come very true کہ پھر وہ کسی مسلمان ملک پر چڑھائی نہیں کرے گا۔ افغانستان اور عراق کی ذلت کے بعد It is only one choice کہ اب پالتو کتے آگے بڑھائے گا۔ The hounds of Israil will attack Saudi Arabia اور پھر ظاہر ہے کہ امریکہ Free Handed آگے نہیں آئے گا۔ کچھ مسلمان آگے بڑھیں گے اور حدیث کے مطابق ہندوستان کی جنگ اور اسرائیل کی جنگ کا فیصلہ ہند کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

واللہ اعلم باا لصواب

حواشی

صفحہ نمبر	
547	(1) کارل مارکس کی کتاب سرمایہ (The Capital)
556	(1) جاپان میں اب Fusion plant بنایا جا رہا ہے۔
582	(1) 11 ستمبر 2001ء۔
601	(1) 2001ء میں افغانستان پر امریکی بمباری۔
620	(1) گوانتانا موبے جزیرے میں قید مسلمان۔
631	(1) Armageddon (ممکنہ جنگِ عظیم سوم)۔
632	(2) نومبر 2001ء میں افغانستان پر امریکی حملہ۔
643	(1) بلدیاتی انتخابات 2002ء۔
654	(1) 2001ء میں سرزمینِ افغانستان پر امریکہ کے خلاف طالبان کی لڑائی۔
668	(1) 2001ء میں افغانستان پر امریکی فضائی حملہ۔
668	(2) 2003ء میں عراق پر امریکی فضائی حملہ۔
672	(1) ذوالفقار علی بھٹو کا عوامی انقلاب۔
673	(1) South Africa میں زولو (Zulu) قبیلہ۔ Junkin Ear War, Zulu War.

Marfat.com

مجموعہ

پروفیسر احمد رفیق اختر

حقیقتِ منتظر، یہ آسماں بھی رستہ ہے، جہاں سورج نہیں ڈھلتا، پیمانِ ازل

۲

پروفیسر احمد رفیق اختر